وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَموَاتٌ
بَلْ أَحيَاءٌ وَّلٰكِن لَّا تَشعُرُونَ (القرآن)

الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون (الحديث)

مجموعۂ کتب

حیات الانبیاء علیہم السلام

۱۱



مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ
حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

مجموعۂ کُتب

حیات انبیاء علیہم السلام

۱۱

مکتبۃ سرحنیۃ لنشر الکتب الاسلامیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم السلام (جلد یازدہم)

مصنف : حضرت علامہ مولانا ابواحمد نور محمد قادری تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات : ۷۱۲

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : نومبر ۲۰۲۴ء

اسٹاکسٹ : ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

0322-6180738

ناشر : مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ

حضوری باغ روڈ ملتان

0301-7500173 0303-7396203

0301-7904257 0344-7121967

اجمالی فہرست

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

عقیدہ حیات قبر
اور
علم وفہم میت کی حدیث

تالیف: مناظر اسلام، قاطع شرک وبدعت
حضرت مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب:
حضرت مولانا شکیل احمد خانپوری

اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ (القرآن)

عقیدۂ حیاتِ قبر اور علم وفہمِ میت کی حدیث

تالیف

مناظر اسلام قاطع شرک و بدعت حضرت مولانا
ابو احمد نور محمد تونسوی
مدیر جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

ترتیب

حضرت مولانا شکیل احمد خانپوری
فاضل و مدرّس جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ
خطیب جامع مسجد تقویٰ خان پور

ناشر

مکتبہ جامعہ عثمانیہ
ترنڈہ محمد پناہ
تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵رجنوری ۲۰۱۵ء

آپ نے صحیح بخاری شریف کی وہ روایت جس کو قلیب بدر کی روایت کہتے ہیں۔ جس میں ہے کہ فتح خیبر کے تین دن بعد آنحضرت ﷺ قلیب بدر (بدر کا کنواں) پر تشریف لائے اور مقتولین کفار مکہ جو قلیب میں ڈالے گئے تھے۔ کنواں میں جھانک کر ان کو خطاب فرمایا۔ یہ سماع موتی کی دلیل ہے۔ اس کی تفسیر وتوضیح پر مولانا نور محمد تونسوی نے رسالہ تحریر فرمایا ''عقیدہ حیات قبراور علم وفہم میت کی حدیث'' اس کا نام رکھا۔ جسے مولانا شکیل احمد خانپوری نے شائع کیا۔ اس رسالہ کو بھی اس مجموعہ میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

حامدا مصلیا

بندہ عاجز نے یہ مضمون کسی ماہنامہ رسالہ میں شائع کرنے کی غرض سے لکھا تھا۔لیکن مسئلہ کے ہمہ پہلو بیان کرنے کی وجوہ سے مضمون طویل ہو گیا۔اور مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ شاید کسی ماہنامہ میں اس کے شائع ہونے کی گنجائش نہ ہو تو اسے رکھ دیا۔اور نیت یہ تھی کہ اسے مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کیا جائے گا۔لیکن عدم استطاعت کی وجہ سے کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔

اتفاقاً فاضل نوجوان حضرت مولانا شکیل احمد صاحب مدظلہ اپنی تالیف جدید" تربیتی ملفوظات" پر تقریظ لکھوانے کے لیے جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تشریف لائے۔دوران گفتگو بندہ کے اس رسالہ کا تذکرہ ہوا تو مولانا موصوف نے اس کے شائع کرنے ارادہ فرمایا کیونکہ مولانا موصوف مطالعہ، تحقیق اور اشاعت کتب کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔اللّٰھم بارک لہ فیہ وزدہ۔

چنانچہ بندہ نے یہ رسالہ ان کے سپرد کر دیا اللہ کرے شائع ہو جائے آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ عاجز کو اس رسالہ میں اور دیگر تمام تالیفات خلوص عطا فرمائے۔اور اس رسالہ کو شرف قبولیت بخشے اور میرے لیے آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔اور مولانا شکیل احمد صاحب مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل میں برکت پیدا فرمائے کہ جن کی کوشش سے یہ رسالہ چھپ کر منظر عام پر آ گیا۔آمین یارب العالمین۔(مؤلف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیات قبر اور علم وفہم میت کی حدیث

قارئین کرام! جب حضرت انسان پر قانون خداوندی کے مطابق موت واقع ہوتی ہے تو موت واقع ہوتے ہی حیات دنیوی کی میعاد ختم ہو جاتی ہے اور حیات قبر و برزخ کا دور شروع ہاجاتا ہے۔اور درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں ہوتا ادھر حیات دنیوی اختتام پذیر ہوتی ہے ادھر حیات برزخی کا آغاز ہو جاتا ہے۔البتہ بوقت دفن چونکہ میت کے امتحان کا وقت ہوتا ہے تو سوال وجواب کے لیے اس حیات برزخی کو نسبتاً قوی تر کر دیا جاتا ہے۔جسے "احیاء فی القبر" یعنی قبر میں دوبارہ زندہ کرنا سے تعبیر کیا جاتا ہے ہاں جس مردہ کو باقاعدہ دفن نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں اس کی حیات قبر و برزخ کو قوی تر کر کے اس سے بھی حساب لے لیتے ہیں۔

قبر کے حساب وکتاب کے بعد بھی میت کی روح کا اس کے دنیوی جسد کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق برقرار رکھا جاتا ہے۔جس سے وہ قبر کی جزاوسزا اور ثواب وعقاب کو محسوس کرتا ہے۔

البتہ اس تعلق کی حقیقت اور کنہ اللہ ہی جانتا ہے۔نیز واضح رہے کہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس شرعی جیسے جن دلائل سے قبر و برزخ کی کاروائی ثابت ہے انہی دلائل سے حیات قبر، ادراک واحساس میت اور علم وفہم میت اور انس وشعور میت بھی ثابت ہے ظاہر ہے کہ جب نکیرین قبر میں آ کر مردہ سے تین مشہور سوال کرتے ہیں تو وہ ان کے سوالوں کو سنتا ہے سمجھتا ہے پھر صحیح یا غلط جواب دیتا ہے جس پر ثواب وعقاب کا

سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو یہ سارے امور تب متحقق ہو سکتے ہیں جب اس میں کسی درجہ کی حیات موجود ہو۔ اگر میت کو بلا تعلق روح جماد محض تسلیم کر لیا جائے تو سوال و جواب اور ثواب وعقاب کا کیا مطلب؟

چنانچہ حیات میت، علم وفہم میت، ادراک و شعور میت اور انس و احساس میت پر ہزاروں دلائل علماء اسلام نے اپنی تحریروں جمع فرما دیئے ہیں جو علماء کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں صرف ایک حدیث بخاری آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ جو واضح طور پر علم وفہم میت پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث بخاری دال بر علم وفہم میت

''عن ابن عمر اخبرہ قال اطلع النبی ﷺ علی اهل القلیب فقال وجدتم ما وعد کم ربکم حق فقیل له تدعوا امواتا قال ما انتم باسمع منهم ولکن لا یجیبون۔ وفی روایة عائشة رضی اللہ عنہا قالت انما قال النبی ﷺ انهم لیعلمون الآن ان ما کنت اقول لهم حق وقد قال الله انک لا تسمع الموتی'' (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضور اکرم ﷺ نے قلیب بدر میں پڑے ہوئے مردہ مشرکین کو جھانکا اور ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارے رب نے جو وعدہ (شکست وذلت) کا تمہارے ساتھ فرمایا تھا تم نے اس کو سچ کر پایا۔ آپ ﷺ سے کہا گیا آپ مردوں کو آواز دے رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ یقینا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اب وہ جان رہے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ صحیح اور حق ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں بے شک آپ موتی کو نہیں سنوا سکتے۔ یعنی مردہ دل زندہ کافروں کو اپنی بات نہیں منوا سکتے۔''

خلاصہ بحث

کفر واسلام کا پہلا معرکہ جو بدر کے میدان میں مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان واقع ہوا غزوہ بدر کے نام سے مشہور ہے اس جنگ میں مشرکین مکہ کو ذلت آمیز شکست اٹھانی پڑی بلکہ یوں سمجھئے کہ کفر کی کمر ٹوٹ گئی اس جنگ میں ستر کافر مارے اور ستر پکڑے گئے اور بقیہ کافر میدان کارزار چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضور اکرم ﷺ تین دن بمع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہاں قیام پذیر رہے۔ اور مشرکین کی لاشوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر بدر کے ایک اندھے کنوئیں میں پھینکا گیا اور تیسرے دن آپ ﷺ اس اندھے کنوئیں کے قریب پہنچے اور اس اندھے کنوئیں میں جھانک کر ایک ایک کا نام لے کر فرمایا اے فلاں ابن فلاں کہ تمہارے رب نے تمہارے ساتھ جس شکست اور ذلت کا وعدہ فرمایا تھا کیا تم نے اسے سچ کر پایا۔ میرے رب نے میرے ساتھ فتح ونصرت کا جو وعدہ فرمایا تھا میں نے تو وہ سچ کر پایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس موقع پر موجود تھے۔ عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ مردوں کو خطاب کر رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔

اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ یقینا وہ مردہ مشرکین اب جان رہے ہیں کہ جو کچھ میں ان کو کہتا تھا وہ سچ اور حق ہے۔

سیدہ کے الفاظ یہ ہے ''انھم لیعلمون ما اقول لھم حق'' اس موقع پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی یہ آیت ''انک لا تسمع الموتٰی'' تلاوت فرمائی جس کا ظاہری معنیٰ یہ ہے کہ اے پیغمبر آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور باتفاق مفسرین اس کا مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر! آپ ان مردہ دل زندہ کافروں کو اپنی بات نہیں منوا سکتے۔ جیسا کہ ''انک لا تھدی من احببت'' میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور مسند امام احمد میں سیدہ عائشہ صدیقہ سے یعلمون کی بجائے یسمعون کے الفاظ بھی منقول ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مردہ کافر اب سمجھ رہے ہیں کہ جو کچھ میں ان کو کہتا تھا وہ حق اور سچ ہے۔

طرز استدلال

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ مردہ انسان کو عالم قبر و برزخ میں جو جزاء و سزا دی جاتی ہے اور دکھ سکھ کے جو حالات ان پر طاری ہوتے ہیں ان کا اس کو علم و فہم اور ادراک و شعور حاصل ہوتا ہے اور مردہ انسان جانتا اور سمجھتا ہے کہ میں عذاب میں ہوں یا راحت میں ہوں تنگی میں ہوں یا فراخی میں آرام و سکون میں ہوں یا پریشانی اور بدحالی میں۔ الغرض مردہ انسان عالم قبر و برزخ میں اس عالم کی کارروائی سے باخبر اور باشعور رہتا ہے۔ جیسا کہ یعلمون اور یسمعون کے الفاظ صاف اور واضح طور پر اس پر دلالت کر رہے ہیں۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حیات قبر اور علم و فہم میت کا یہ عقیدہ صرف عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نہیں ہے بلکہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ کیونکہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے اس پر نکیر منقول نہیں ہے۔ بلکہ ان سے ایسی احادیث مروی ہیں جو اس عقیدے کی تائید کرتی ہیں اور خیر القرون میں بھی صرف یہی عقیدہ جاری و ساری رہا، ائمہ مجتہدین نے بھی یہی عقیدہ اپنایا مفسرین اور محدثین نے بھی اسی حدیث بخاری کو اپنے عقیدے کی بنیاد بنایا حتی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث ''باب العذاب القبر'' میں بیان کر کے اپنا عقیدہ بتایا ہے کہ قبر میں ہر مردہ کو حیات حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس سے حساب لیا جاتا ہے اور ہر مردہ کو قبر کی جزاء و سزاء کا علم و فہم حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ عذاب قبر کو حیات قبر لازم ہے اگر میت کو کسی قسم کی حیات حاصل نہیں ہے تو عذاب قبر کا کیا مطلب؟ تو اس قسم کی احادیث کی بنیاد پر تمام علماء اسلام حیات قبر کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں قبر کی اس کارروائی میں بہ تعلق روح جسد عنصری بھی شامل رہتا ہے۔ اور اسی عقیدہ پر اجماع امت ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ جو شخص ادلہ اربعہ سے ثابت شدہ اس صحیح عقیدہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ مبتدع ہے۔ اہل السنۃ والجماعت سے خارج ہے اور ایسے عقیدہ والا شخص نماز میں ہرگز امام نہیں بن سکتا۔

البتہ قبر کی یہ زندگی اور میت کا علم و فہم اور ادراک و شعور غیب کی چیز ہے جس پر بن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے۔ اس عقیدہ پر وہ شخص برقرار رہ سکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں پر پورا پورا اعتماد کرتا ہے۔ اور جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کی باتوں پر اعتماد کرنے کی بجائے ان کو عقل کے ترازو میں رکھ کر تولنے کا عادی ہے وہ قطعاً اس عقیدہ پر برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور اسی طرح جو شخص قبر کی زندگی اور قبر کے حالات کو عالم دنیا پر قیاس کرنے کا عادی ہے وہ شخص بھی اس عقیدہ پر برقرار نہیں رہ سکتا اور علماء اسلام فرماتے ہیں کہ اگر قبر کی زندگی کو اور اس حالات کو سمجھنا ہے تو عالم خواب میں غور کرو ان شاء اللہ تمام شبہات وساوس کافور ہو جائیں گے اور عقیدہ حیات قبر اقرب الی الاذہان ہو جائے گا۔ کیونکہ قرآن مجید میں قبر کو مرقد کہا گیا ہے اور مرقد کے معنیٰ خواب گاہ کے ہیں۔ اسی طرح حدیث

بخاری وغیرہ میں ہے کہ حساب والے فرشتے نیک میت کو ''نم صالحا'' اور ''نم کنومة العروس'' کہتے ہیں معلوم ہوا کہ عالم قبر و برزخ کے حالات کو سمجھنے کے لیے کتاب وسنت میں یہ ترغیب دی گئی ہے کہ عالم خواب میں غور کر لو تاکہ مسئلے کا سمجھنا بالکل آسان ہو جائے۔ منکرین حیات قبر بھی اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔

قارئین کرام! لطف کی بات یہ ہے کہ حیات قبر اور علم وفہم میت پر دلالت کرنے والی یہ حدیث اتنی قوی اور مضبوط ہے کہ منکرین حیات قبر بھی اس کی صحت پر یقین رکھتے ہیں بلکہ عدم سماع موتی کے موقف کو ثابت کرنے کے لیے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے مردوں کا نہ سننا تو نظر آیا حالانکہ یہ ایک فروعی بات ہے اور جو اصولی بات اس حدیث سے ثابت ہو رہی ہے کہ قبر و برزخ میں ہر مردہ کو خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے جو کارروائی مردہ انسان کے ساتھ ہوتی ہے اس کا علم اور فہم بھی اس کو حاصل ہوتا ہے یعنی برزخ کی کارروائی میں روح اور جسد عنصری دونوں جزاء وسزاء میں شریک ہوتے ہیں وہ ان کی نظر نہیں آئی۔ چنانچہ عدم سماع موتی پر اس سے استدلال کرنے والے حضرات اس حدیث سے ثابت شدہ عقیدہ یعنی علم وفہم میت کا انکار کر جاتے ہیں۔

کیا یہ بے اصولی نہیں ہے کہ ایک ہی حدیث ہے جس سے من مانا مسئلہ اخذ کیا جا رہا ہے اور خواہش نفس کے خلاف جانے والے عقیدہ کو رد کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ وہ بھی بقول سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اس پر اجماع امت بھی منعقد ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ بھی اس حدیث سے عذاب قبر یعنی حیات قبر ثابت کر رہے ہیں۔

اشاعت التوحید والسنہ والوں کی خدمت میں درخواست

بندہ عاجز تمام اہل اشاعت کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ آدھی حدیث کو لینے اور آدھی حدیث کو رد کر دینے والی دوغلی پالیسی کو ترک کر دیں اگر ماننا ہے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پوری حدیث کو مانو اگر پوری حدیث کو تم ماننے کو تیار نہیں ہو تو مہربانی فرما کر عدم سماع کے مسئلہ میں سیدہ کا نام استعمال کرنا چھوڑ دیں۔ آپ کی اسی میں خیر ہے۔

تحقیق مسئلہ سماع موتی

اس مسئلہ کی حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے چند گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔ اگر کوئی آدمی بنظر انصاف میری ان گزارشات میں غور کرے گا تو ان شاء اللہ اس مسئلہ کی حیثیت روز روشن کی طرح کھل کر اس کے سامنے آجائے گی۔

۱...... امت مسلمہ کے تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عام موتی کا سماع ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔

عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس میں اختلاف چلا آ رہا ہے ہر دو جانب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے پیروکار ہیں۔ ہر دو فریق کے پاس کتاب وسنت کے دلائل ہیں۔

اسی اختلاف کی وجہ سے عام موتی کے سماع کے مسئلہ کو فروعی اور غیر اہم قرار دیا گیا ہے اسی لیے اہل علم کے نزدیک کسی جانب تشدد روا نہیں رکھا گیا۔ قائلین نے سماع منکرین کو کافر، مشرک، قرآن وحدیث کا منکر تو کجا، گمراہ اور اہل السنہ سے خارج بھی نہیں کہا اسی طرح منکرین سماع نے بھی کسی دور میں بھی قائلین سماع کو کافر، مشرک، قرآن کا منکر کہنا تو بڑی بات ہے گمراہ اور اہل السنۃ سے خارج بھی نہیں کہا۔

اگر اب کوئی شخص ان مسلمات کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں بلکہ عہد صحابہ سے عدم سماع موتی پر اتفاق چلا آ رہا ہے یا کہتا ہے کہ یہ مسئلہ اصول دین میں سے ہے۔ یا قائلین سماع کو کافر، مشرک، قرآن کا منکر یا گمراہ وغیرہ کہتا ہے تو یقینا ایسا شخص علم و دیانت اور شرم وحیا کو قتل کرنے والا ہے۔

۲...... واضح رہے کہ سماع موتی کے مسئلہ میں جو کچھ امت مسلمہ میں اختلاف ہے یہ عام موتی کے متعلق ہے جہاں تک تعلق ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع عند القبور کے مسئلے کا تو وہ اجماعی عقیدہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی حضور اکرم ﷺ کے سماع کا قطعا انکار نہیں کرتیں۔

اب اگر کوئی شخص حضرات انبیاء کرام ﷺ کو عام موتی میں شامل کر کے ان کے سماع کا انکار کرتا ہے تو اس کا یہ نو مولود عقیدہ علم و دیانت کو ذبح کر دینے کے مترادف ہے۔

۳...... جن لوگوں نے عام موتی کے سماع کی نفی کی ہے ان کا استدلال ظواہر قرآن سے ہے جیسا کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ نے جواہر القرآن میں اس مسئلہ کی تحقیق میں لکھا ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا استدلال بھی یہی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ عدم سماع موتی پر کوئی ایسی نص موجود نہیں ہے جو قطعی الثبوت ہونے کے ساتھ ساتھ اس مدعا پر قطعی الدلات بھی ہو حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اصالۃ سماع اور عدم سماع کا مسئلہ چلایا ہی نہیں گیا۔ قرآن مجید کی آیت "انک لا تسمع الموتی" میں در حقیقت قبرستان میں مدفون مردے نہیں بلکہ زندہ کافر مراد ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے تھے اور یہ ارشاد ربانی کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے یعنی زندہ کافروں کو جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں اپنی بات نہیں منوا سکتے۔ اسی طرح "وما انت بمسمع من فی القبور" کا مطلب بھی یہی ہے کیونکہ اس آیت کے آگے ارشاد ربانی موجود ہے۔

آیت "ان انت الا نذیر" یعنی آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ظاہر ہے کہ آپ زندہ لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بن کر آئے ہیں۔ نہ کہ قبرستان والے مردوں کے لیے۔

دنیا کا کوئی تاریخ دان یہ نہیں بتا سکتا کہ حضور اکرم ﷺ اپنی تریسٹھ سالہ حیات دنیوی میں کسی قبرستان میں دعوت و تبلیغ کی نیت سے تشریف لے گئے ہوں اور مردوں کو جا کر خطاب کیا کہ میں اللہ کا نبی ہوں مجھ پر ایمان لے آؤ مسلمان بن جاؤ تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو جب حقیقت یہ ہے کہ آپ مردوں کو تبلیغ کرنے کے لیے گئے ہی نہیں تو یقینا آیت میں موتی سے مراد قبرستان میں مدفون مردے نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ مراد ہیں جن کے دل ضد و عناد کی وجہ سے مردہ ہو چکے تھے انہیں لوگوں کو رسول اللہ ﷺ دین کی دعوت دیتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ آپ ان زندہ کافروں کو اپنی بات نہیں منوا سکتے۔ کیونکہ ہدایت دینا تو اللہ کا کام ہے۔

حضور اکرم ﷺ صرف پیغام دینے والے اور بات سنانے والے ہیں باقی رہا بات کو منوانا یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ آیت مذکورہ میں جو ارشاد فرمایا گیا "اذا ولوا مدبرین" یہ بھی صاف قرینہ ہے اس بات کا کہ آیت مذکورہ میں موتی سے مراد قبرستان والے مردے مراد نہیں ہیں بلکہ زندہ کافر مراد ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے تھے۔ اور یہی لوگ حضور اکرم ﷺ کی دعوت و تبلیغ کو سن کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ اگر آیت مذکورہ میں قبرستان میں مدفون مردے مراد لیے جائیں تو بے شک عدم سماع موتی تو ثابت ہو جائے گا لیکن ساتھ ساتھ ان کا بھاگنا بھی ثابت ہو جائے گا جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اور یہ حقیقت کے بھی خلاف ہے پس ثابت ہوا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور

دیگر حضرات کا اس آیت سے استدلال درحقیقت ظواہر قرآن سے ہے۔ تو جب یہ آیت ان کے مدعا پر قطعی الدلالت نہیں ہے تو قائلین سماع کو انکار قرآن کا طعنہ دینا عدل وانصاف کے خون کرنے کے مترادف ہے۔

۴...... اشاعت التوحید کے ذمہ داران حضرات بھی آیات عدم سماع کو اپنے مدعا پر قطعی الدلالت نہیں سمجھتے۔

قارئین کرام! یوں تو اشاعت التوحید کے واعظین اپنی تقریروں وتحریروں میں مذکورہ بالا آیات اس رنگ اور اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ عام آدمی یہ تاثر لیتا ہے کہ سماع موتی کا قائل قرآن کا منکر ہے اور اس وجہ سے کافر ہے اور بعض واعظین عوام سے فتویٰ لے بھی لیتے ہیں عوام سے کہتے ہیں دیکھو بھئی! قرآن میں ہے مردے نہیں سنتے اور جو شخص قرآن کے خلاف یہ عقیدہ رکھے کہ مردے سنتے ہیں وہ کون ہیں؟ عوام فوراً فتویٰ لگا دیتے ہیں کہ وہ کافر ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ عوام سے تو فتویٰ لے لیتے ہیں اور خود کفر کا فتویٰ کیوں نہیں لگاتے تو وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ قائلین سماع پر کوئی فتویٰ نہیں لگ سکتا کیونکہ جن آیات سے عدم سماع پر استدلال کیا جاتا ہے وہ اس مدعا پر قطعی الدلالت نہیں ہیں۔

چنانچہ اشاعت التوحید والسنہ کے ایک سابق امیر حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیری سے سوال کیا گیا کہ حضرت جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرت نے فرمایا ''میں سماع موتی کے قائلین کو کافر تو درکنار گمراہ بھی نہیں کہتا ہوں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۱۲ جولائی، اگست ۱۹۸۴ء)

دیکھ لیا آپ نے کہ اپنے دور میں اشاعت التوحید کے امیر مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیری قائلین سماع موتی کو گمراہ کہنے کی بھی اجازت نہیں دیتے اگر ان لوگوں کے پاس عدم سماع موتی پر قرآن مجید کی کوئی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت آیت موجود ہوتی تو یہ فتویٰ لگانے سے ہرگز ہرگز نہ چوکتے تو معلوم ہوا کہ اہل اشاعت کے پاس قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے جو ان کے مدعا پر قطعی الدلالت ہو ہاں ان کا استدلال ظاہر قرآن سے ہے اور ایسا استدلال ہے کہ ان کے مدعا کو رد کر دینے والے پر کسی قسم کا فتویٰ نہیں ہے اور اس سے زیادہ عجیب اہل اشاعت کے ذمہ داران کا وہ فیصلہ ہے جو ان کے اجلاس میں طے پایا۔ چنانچہ ۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ/ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۱ء میں ملتان کے اندر اشاعت التوحید والسنہ کا اجلاس ہوا جس میں بالاتفاق یہ فیصلہ کیا گیا کہ ''جو لوگ قبر شریف کے پاس یعنی عند قبر النبی ﷺ صرف صلوۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں ہم ان کو کافر نہیں کہتے بلکہ ہم ان کو اہل سنہ والجماعت سے خارج بھی قرار نہیں دیتے جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر سمجھے ہماری جماعت اشاعت التوحید والسنہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح جو لوگ سماع اموات عند القبور کے قائل ہیں ان کا بھی ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

اسماء دستخط کنندگان مجلس شوریٰ

عنایت اللہ، شمس الدین، عبدالغنی، احقر الوریٰ سجاد بخاری، احسان الحق عفی عنہ، فیاض احمد جامع مسجد شاہ فیصل گڑھ گجرات، عبدالرزاق بن مولانا محمد حسین غفرلہ، مدرس ضیاء العلوم سرگودھا، عبدالحکیم عفا اللہ عنہ، خلیل احمد، مشتاق احمد عفی اللہ عنہ، خلیل احمد، عبدالستار عفی عنہ توحیدی خطیب جامع مسجد پنا محلہ راولپنڈی، احمد سعید عفی عنہ، احقر محمد حسین ہزاروی، ناچیز محمد امیر میانوالی، محمد ضیاء القادری، حررہ خلیل احمد جامع بہاء الدین ورن پھلون، خلیل الرحمن جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور، نور محمد عفی عنہ، حکیم نور احمد یزدانی، رحمت اللہ عفی عنہ۔

قارئین کرام! یہ ہے اشاعت التوحید والسنہ کی مجلس شوریٰ اور ان کا فیصلہ پھر ۲ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ/۶ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں اشاعت التوحید والسنہ کی مجلس مقننہ کے فیصلے کی کارروائی درج ذیل ہے۔

۱...... ملتان میں جماعت کی مجلس شوریٰ منعقدہ ۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ میں طے شدہ متفقہ فیصلہ کی توثیق کرتے ہوئے مندرجہ امور کی وضاحت کی گئی۔

۲...... اشاعۃ التوحید والسنہ کا مسلک عدم سمع موتی ہے۔

(ب) سماع موتی عند القبور کے قائلین کو ہم کافر نہیں کہتے۔

(ج) سماع موتی عند القبور کے قائلین میں کوئی بھی ہماری جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔

۳...... سماع موتی عند القبور کے قائلین کو کافر کہنے والا بھی ہماری جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔

اسماء دستخط کنندگان مقننہ

عنایت اللہ، محمد طاہر عفی عنہ، احقر عبداللہ غفرلہ، بدیع الزمان، میر سمیع الحق، احسان الحق عفی عنہ، ضیاء الحق، طیب طاہری بقلم خود، سجاد بخاری عفی عنہ، فضل الرحمن، محمد حسان غفرلہ،

نوٹ: اشاعت التوحید والسنہ کی مجلس شوریٰ اور مجلس مقننہ کے یہ دونوں فیصلے جماعت کے شائع کردہ دستور کے ساتھ مع دستخط ملحق ہیں لابتہ بندہ عاجز کے پاس جماعت کے دستور کا فوٹو سٹیٹ ہے اور بعض دستخط ایسے مشکل ہوتے ہیں کہ ان کا پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔حتی المقدور تو بندہ عاجز نے کوشش کی ہے کہ دستخط کنندگان کے صحیح نام نقل کئے جائیں مع ہذا اگر کسی نام کے نقل کرنے میں بندہ عاجز سے خطاء ہوئی ہے تو بندہ معذرت خواہ ہے۔لیکن یہ بات بڑی ذمہ داری کے ساتھ لکھی جارہی ہے کہ شوریٰ اور مقننہ کے فیصلوں کے نقل کرنے میں کوئی غلطی واقع نہیں ہوئی اہل علم یہ دونوں فیصلے دستور کے ساتھ ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

قارئین کرام! بندہ عاجز نے اہل اشاعت کے ذمہ داران کے فیصلے اس لیے آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں کہ آپ دیکھ لیں کہ یہ لوگ قائلین سماع موتی پر کسی قسم کا فتویٰ نہیں لگاتے اور نہ ہی ان کو قرآن مجید کا منکر سمجھتے ہیں۔اگر ان کے پاس قرآن مجید کی کوئی آیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت عدم سماع موتی پر موجود ہوتی جیسا کہ توحید باری تعالیٰ پر۔حضور اکرم ﷺ کی نبوت وختم نبوت پر۔حیات عیسیٰ علیہ السلام پر، حیات قبر وبرزخ پر اور عقیدہ آخرت پر موجود ہیں۔تو یقیناً قائلین سماع پر شرک وکفر کا فتویٰ لگاتے لیکن ان کا فتویٰ نہ لگانا دلیل ہے اس بات کی کہ ان کے پاس قرآن مجید کی قطعی الدلالت اور قطعی الثبوت کوئی آیت موجود نہیں ہے۔ہاں قرآن مجید کے ظاہر الفاظ سے استدلال کرتے ہیں اور اس قسم کے سینکڑوں استدلال ہیں جو علماء اسلام قرآن مجید سے کرتے رہتے ہیں۔لیکن ایسے استدلال کے منکرین کو قرآن کا منکر نہیں کہا جاسکتا۔تو ثابت ہوا کہ اہل اشاعت اگرچہ مسئلہ سماع موتی کی بڑی شدومد سے کھلم کھلا تردید کرتے ہیں اور عوام الناس کو بھی یہی تاثر دیتے ہیں کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ مردے نہیں سنتے بلکہ بعض غیر ذمہ دار اشاعتی واعظین عوام الناس کو مفتی بنا کر ان سے کفر کا فتویٰ لے بھی لیتے ہیں۔

لیکن ان حضرات کے فیصلوں میں لکھ دیا گیا ہے کہ سماع موتی کا قائل کافر نہیں ہے اہل سنت سے خارج نہیں ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کالا کالا ہے۔

۵...... یہ بات روز روشن کی طرح کھل کر آپ کے سامنے آگئی ہے کہ عام موتی کے سماع کا مسئلہ معمولی، غیر اہم اور فروعی مسئلہ ہے۔ اور جو کچھ اس میں اختلاف واقع ہوا ہے وہ راجح اور مرجوح کا اختلاف ہے۔ اسی قسم کے مسائل میں کسی جانب بھی فتویٰ بازی جائز نہیں ہے۔ بلکہ ہر دو جانب ادب واحترام کی فضاء روز اول سے چلی آرہی ہے اگر ایک طرف سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر عام موتی کے سماع کا انکار کیا تو دوسری جانب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہ راویان حدیث قلیب بدر عام موتی کے سماع کے قائل ہیں اور پوری زندگی یہ حضرات حدیث قلیب بدر عام موتی کے سماع کے قائل ہیں اور پوری زندگی یہ حضرات حدیث قلیب بدر بیان کرتے رہے اور کبھی وہ اس حدیث سے دستبردار نہیں ہوئے۔ اور اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ راویان حدیث قرع نعال بھی عام موتی کے سماع کے قائل ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ راویان حدیث ''مامن احد یمر بقبر اخیہ'' بھی عام موتی کے سماع کے قائل ہیں۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبیدہ بن عامر، حضرت ابورزین، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم۔

راویان حدیث ''السلام علیکم یا اھل القبور'' بھی عام موتی کے سماع کے قائل ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''حتی استانس بکم'' کہنے والے بھی انس میت اور سماع میت کے قائل ہیں۔ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان حضرات کی نقل کردہ حدیثوں پر کسی قسم کی نکیر نہیں کرتے۔ گویا ان حضرات کی روایت کردہ حدیثوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع سکوتی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صرف قلیب بدر کے کفار کے سماع کا انکار کای ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک صحابی بھی ان کا ہم خیال نظر نہیں آتا۔ اسی لیے بعض علماء نے ترمذی شریف کی اس حدیث سے استدلال کر کے جس میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر پر جا کر ان کو مخاطب بنایا تھا۔ ان کا اپنے مؤقف سے رجوع ثابت کیا ہے۔ اور عجیب بات یہ کہ ''مامن احد یمر بقبر اخیہ'' حدیث خود عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ جس سے مؤمن موتی کا سماع سلام ثابت ہے۔ (دیکھئے شرح الصدور للسیوطی، کتاب الروح لابن القیم، تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۴۳۸، احکام القرآن ج ۳، ص ۵۷ بحوالہ ابن ابی الدنیا، احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۴۹۱، الصارم المنکی، ص ۲۹۵، الحاوی للفتاوی، التذکرہ للقرطبی)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے اولاً تو ان کا رجوع ثابت ہوتا ہے ورنہ ان کا انکار کفار موتی کی حد تک محدود ہے کیونکہ مؤمن موتی کے سماع کو تو وہ خود ثابت فرما رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تفسیر روح المعانی میں جب مسئلہ سماع موتی پر سیر حاصل بحث کی ہے تو ہر دو جانب کے دلائل اور جواب دلائل قلمبند کئے ہیں۔ اور جب عدم سماع کے مؤقف کو بیان کیا ہے تو لکھا ''وذھبت طائفۃ'' یعنی ایک جماعت عدم سماع کی طرف گئی ہے۔ اور جب سماع موتی کے مؤقف کو بیان کیا ہے تو لکھا ''وذھبت طوائف'' یعنی بہت سی جماعتیں سماع موتی کی قائل ہیں۔ معلوم ہوا کہ جمہور علماء کا مسلک سماع موتی ہے۔ علماء احناف بھی دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ کچھ دم سماع کے قائل ہیں اور کچھ سماع موتی کے قائل ہیں۔ یہ کہنا کہ حنفیہ بالکل سماع موتی کے قائل نہیں ہیں یہ بات درست نہیں ہے اور جہاں یہ لکھا ہے کہ الضابطہ عدم سماع ہے لیکن اس باب میں بکثرت مستثنیات ہیں۔ منکرین سماع موتی کا ضابطہ کا ظاہر کرنا اور مستثنیات کو چھپانا علمی خیانت ہے۔

واضح رہے کہ علماء احناف میں سے جو حضرات عام موتی کے عدم سماع کے قائل ہیں وہ سب حضرات حضور اکرم ﷺ کے سماع صلوۃ والسلام عند القبر الشریف کے قائل ہیں۔ چنانچہ فقہ حنفیہ کی وہ کتابیں جن میں آداب وزیارت قبر النبی ﷺ لکھا ہے وہاں اس عقیدہ کی انہوں نے تصریح فرمائی ہے جس کتاب کو دل چاہے اٹھا کر دیکھ لیں۔ مطالعہ اور انصاف شرط ہے۔ پھر بھی اگر تیرا دل نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں۔

اعدل الاقوال فی مسلک اہل الاعتدال

جب تبعاً عام موتی کے سماع کا مسئلہ چل گیا تو ضرورت محسوس کی گئی کہ اکابر علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم کا مؤقف بیان کیا جائے تو اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ علماء دیوبند در حقیقت اہل السنہ والجماعت کے سچے جانشین اور صحیح ترجمان ہیں اور ان کے ہر مسئلہ میں اعتدال ہی اعتدال پایا جاتا ہے یہ حضرات افراط وتفریط سے کوسوں دور رہتے ہیں یہ لوگ شریعت اور طریقت کے جامع نظر آتے ہیں اللہ جل شانہ نے دین اسلام کے ایک ایک مسئلہ کی حفاظت کی خدمت ان حضرات سے لی ہے۔ ان حضرات کی تمام تر صلاحیتیں مسلمانوں کی ملی اور ملکی خدمات میں صرف ہو رہی ہیں۔ باطل جہاں بھی جس شکل میں بھی سر اٹھانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی سرکوبی کے لیے علماء دیوبند کار رضا کار بروقت اور ہر وقت موجود نظر آتا ہے قرآن کریم کی تفاسیر ہوں یا احادیث شریفہ کی تشریحات، علم فقہ ہو یا علم کلام ان سب امور کی خدمات میں آپ کو وافر حصہ مشائخ سے وراثت میں ملا ہے۔ اور انہوں نے یہ دینی وراثت آنے والی نسلوں تک کما حقہ وبعینہ منتقل فرمائی ہے۔ اور ان کے علمی جانشین قیامت تک ایسی خدمات سرانجام دیتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

ہاں میں تو عرض کر رہا تھا سماع موتی کے متعلق ہمارے اکابر کا مؤقف کیا ہے؟ ہمارے اکابر علماء دیوبند کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ہر مردہ ہر وقت ہر ایک کی ہر بات سنتا ہے بلکہ ہمارے اکابر کا مؤقف یہ ہے کہ جہاں جہاں احادیث میں عام موتی کے سماع کا ثبوت ملتا ہے تو وہاں وہاں سماع مان لیا جائے۔ مثلاً قلیب بدر والوں کا سننا صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے اسی طرح مردوں کا دفن کرنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کا سننا بھی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ موتی کا بعد از دفن قبر پر کھڑے ہونے والوں کے ساتھ انس حاصل کرنا صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ اور سلام کا سننا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ حوالہ جات سابقاً گزر چکے ہیں۔ الغرض جہاں جہاں عام موتی کا سماع حدیثوں سے ثابت ہے اسے تسلیم کر لیا جائے اور ان پر قیاس آرائی نہ کی جائے بلکہ بغیر امور کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔ اسی کا نام ہے سماع موتی۔ فی الجملہ جس کے بارہ میں مفسر شہیر امام سید محمد آلوسی بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے۔ ''والحق ان الموتی یسمعون فی الجملۃ'' یعنی حق بات یہ ہے مردے فی الجملہ سنتے ہیں۔ یہ ہے ہمارے اکابر کا عام موتی کے سماع کے متعلق مؤقف کتاب وسنت کے عین مطابق ہے یہی مؤقف فتاویٰ دار العلوم دیوبند اور ہمارے علماء کی دیگر تصانیف میں موجود ہے۔ تحقیق مزید کے لیے اہل علم حضرات بندہ عاجز کی کتاب ''الحیات بعد الوفات'' یعنی قبر کی زندگی کا مطالعہ فرمائیں۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سلف صالحین کے نقوش قدم پر کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون (الحديث)

اَلْحَيَاتُ بَعْدَ الْوَفَات

یعنی

قبر کی زندگی

اور اہلسنت والجماعت کے عقیدہ
حیات وسماع انبیاء کرام علیہم السلام کی وضاحت

نیز حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند
کی تحریر کی شرعی حیثیت

تالیف:

استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی رحمہ اللہ

فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً

اَلْحَیَاتُ بَعْدَ الْوَفَاتِ

یعنی

قبر کی زندگی

اور اہلسنت والجماعت کے عقیدہ

حیات وسماع انبیاء کرام علیہم السلام کی وضاحت

نیز

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ

مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تحریر کی

شرعی حیثیت

تالیف

استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول

حضرت مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی قادری مدظلہ

ناشر

انجمن خدام الاسلام (حنفیہ قادریہ) رجسٹرڈ فون 6846520

٢٨٥ - جی ٹاؤن، باغبانپورہ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵ر جنوری ۲۰۱۵ء

آپ نے ایک ضخیم وعظیم کتاب لکھی جس کا نام "الحیات بعد الوفات یعنی قبر کی زندگی" ہے۔ جس میں اہل سنت والجماعت کے عقیدہ حیات وسماع انبیاء کرام علیہم السلام کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس میں انہوں نے کئی عنوان قائم کئے ہیں۔

۱...... آیات القرآن فی اثبات شعور لاہل القرآن۔ اس میں ۵۲ قرآنی آیات مبارکہ سے اپنے مؤقف پر استدلال کیا گیا ہے۔

۲...... اس کے بعد انہوں نے عنوان قائم کیا ہے قبر کسے کہتے ہیں۔ اس میں انہوں نے مختلف سرخیوں کے تحت فائدہ نمبر ۱ تا ۲۰ کا عنوان دے کر مختلف اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں اور ۲۶، احادیث مبارکہ بیان کی ہیں۔ فائدہ نمبر ۲۱ میں منکرین حیات کے بیس مغالطوں کا جواب دیا ہے۔

۳...... احادیث الرسول فی اثبات شعور لاہل القبور۔ اس میں قبر کی زندگی پر دلالت کرنے والی ۱۰۳، احادیث مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ نیز اس میں ۱۰ وضاحتیں بھی شامل ہیں۔

۴...... احادیث مصطفیٰ فی حیات الانبیاء۔ اس میں حیات انبیاء کی خصوصی وامتیازی حیات قبر کے ۴۴، احادیث سے دلائل ذکر کئے ہیں۔ نیز اس میں آٹھ توضیحات بھی ہیں۔

۵...... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ کی شرعی حیثیت۔ اس پر ۲۵ فتاویٰ جات نقل کئے گئے ہیں۔

۶...... حیات عیسیٰ ابن مریم کا شرعی حکم۔ اس پر قرآنی دلائل کے علاوہ ۳ فتاویٰ جات کو درج کیا گیا ہے۔

۷...... آخر میں حیات بعد الممات پر ایک تحریری مناظرے کی پوری روئیداد قلم بند کی گئی ہے۔

۸...... اسی طرح حیات الانبیاء علیہم السلام کے موضوع پر دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی کے مفتیان حضرات کے ساتھ خط وکتابت کو کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔

عام سائز کے مطابق کتاب کے ۶۴۸ صفحات تھے۔ بڑے سائز پر کمپوز کرانے کے بعد اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۳۲۶ بن گئی ہے۔ اس بھرپور علمی معلوماتی دستاویز کو بھی اس مجموعہ کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل و خاتم النبیین!

امابعد! قرآن مجید اللہ کریم کا آخری کلام ہے جو اس نے اپنی کمال مہربانی سے جناب رسالت مآب ﷺ پر نازل فرمایا اس میں ہر ایک کے لئے اور ہر دور کے لئے ہدایت وراہنمائی ہے۔ لیکن بعض احکام وآیات بیّنات ہیں اور بعض کی تشریح کے لئے اللہ کریم نے جناب رسالت مآب ﷺ کی ذمہ داری لگائی کہ ''لتبین للناس'' تاکہ ان احکامات کو منشاء خداوندی کے مطابق لوگ سمجھ سکیں۔ یہ فریضہ آپ ﷺ نے خوب خوب ادا کیا۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کر کے مزید وضاحت کردی تاکہ بعد میں آنے والوں کو کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ ہی سے بعض کوڑھ مغز لوگوں نے اسلامی عقائد ونظریات کو بدلنے اور ان میں شکوک وشبہات پیدا کرنے شروع کر دیئے تھے۔ لیکن بعض مسائل واحکامات ایسے تھے کہ ان پر امت کا اجماع تھا کہ وہ ایسے ہی ہیں۔ جیسے صحابہ سے منقول ہیں۔ شومئ قسمت کہ ہمارے زمانے میں آ کر بعض ناہنجاروں نے ان مسائل میں بھی اختلاف شروع کر دیا اور لوگوں کو قرآن وسنت کے نام پر دھوکہ دینے لگے۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ حیات وسماع عند القبر یعنی اس دنیا سے جانے کے بعد عالم برزخ میں زندگی اور دنیا والے لوگوں کی آواز اور باتوں کے سننے سنانے کا ہے۔ عام مردوں کو چھوڑ کر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے عند القبر سماع کو بھی نزاعی مسئلہ بنادیا گیا اور اس پر ہمارے اکابر علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہم نے اس پر علمی، فکری، باتیں تحریر کیں۔ جیسا کہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور علامۃ العصر حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی، حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی ﷫ اور دیگر حضرات نے دلائل کے انبار لگا دیئے کہ قرآن وحدیث سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا عند القبر سماع ثابت ہے۔ لیکن وہ سب تحریرات ذرا اوپر کی سطح کے لوگوں کے لئے تھیں۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی عام فہم انداز میں ایسی کوئی تحریر منظر عام پر آجاتی جس سے عامۃ الناس اس مسئلہ کو سمجھ سکیں۔

۲۰۰۰ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ میرے ہمراہ برادرم مسعود اختر صاحب اور قاری محمد عمران صاحب بھی تھے تو اس مسئلہ پر بھی گفتگو ہوئی۔ کچھ چیزیں ان اکابر سے اخذ شدہ جو میرے ذہن میں تھیں۔ جب ان دوستوں کے روبرو پیش کیں تو انہوں نے کہا کہ ان کو ترغیب دے کر عوام کے فائدہ کے لئے شائع کی جائیں۔ سفر سے واپسی پر عدیم الفرصتی رکاوٹ بنی انہی دنوں جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور کے سالانہ جلسہ پر حاضری ہوئی تو مجلس علماء اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اور میرے مشفق دوست مولانا عبدالکریم ندیم صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی قادری مدظلہ کی اس کتاب کا تذکرہ کیا کہ اس کو اپنے ادارہ کی طرف سے آپ شائع کر دیں تو یہ ایک خدمت ہوگی۔ میں نے اسی کو غنیمت سمجھا کہ ایک تو حرمین میں کیا ہوا ایک ارادہ بھی مکمل ہوجائے گا اور ایک علمی چیز عام فہم انداز میں شائع بھی ہوجائے گی۔

اس پر کام تو اسی وقت شروع کر دیا گیا تھا لیکن کچھ سست انداز میں ایک بار وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی عرض کیا تو فرمایا کہ ہاں میں نے بھی اس پر کچھ لکھ دیا ہے۔ لیکن اس کتاب کے شائع ہونے سے پہلے ہی حضرت دنیا سے تشریف لے گئے۔ اللہ ان کی قبر پر رحمتیں نازل فرماوے اور مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی قادری مدظلہ کے علم و عمل و عمر میں برکت عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کتاب کے شائع کرنے کے حقوق ہمارے ادارہ کو عطا فرمائے اللہ اس خدمت کو قبول فرمائے اور ذریعہ شفاعت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بنائے۔ آمین!

نیز لوگوں کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین! قاری جمیل الرحمن اختر امیر انجمن خدام الاسلام

ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ استاذ العلماء امیر الفضلاء شیخ الادباء قدوۃ الصلحاء

حضرت مولانا علامہ امیر محمد صاحب تونسوی شیخ الحدیث جامعہ مخزن العلوم خان پور

باسمہ تعالیٰ! الحمد للہ الذی خلق الارض والسماء والصلوۃ علیٰ محمد المصطفیٰ الذی سماعہ الصلوۃ والسلام عند قبرہ متفق عند العلماء والفقہاء امابعد!

اس پر فتن دور میں خوف خدا و تقویٰ سے خالی، ادب و احترام سے عاری ہر شخص مطلق العنان ہو کر اپنے ہر قول و فعل کو اپنی خواہش اور عقل کے مطابق پورے کرنے کا خواہاں ہے۔ خواہ اس کی سوچ و خواہش صحیح ہو یا غلط اپنے خلاف کسی کی رائے اور بات کو پسند نہیں کرتا۔ افہام و تفہیم کی بجائے انتا جذبہ انتقام پر اتر آتا ہے کہ مخالف کا وجود و سایہ بھی زمین پر برداشت نہیں کرسکتا اور اپنی رائے و خواہش کو علم و حوصلہ و صحیح دلائل کی بجائے غیض و غضب اور دھونس و دھمکی سے منوانے کی کوشش کرتا ہے خواہ دنیاوی معاملہ ہو یا دینی، ہر بات پر الجھنا تنگ و ترش ہونا اس معاشرے میں ہر نااہل شخص کا وطیرہ و شیوہ بن گیا ہے۔

اپنے آپ کو عالم و عاقل، دوسرے کو جاہل و احمق، خود کو بردبار و حلیم، دوسرے کو بے حوصلہ و جوشیلہ، اپنے آپ کو عاقبت اندیش و مدبر، دوسرے کو ناعاقبت اندیش و ناتجربہ کار، اپنے آپ کو ہدایت یافتہ، دوسرے کو گمراہ تصور کرتے ہوئے اپنی خود ثنائی اور دوسرے کی شکایت و تذلیل کو فخر محسوس کرتا ہے: ہر نااہل ہمچوں ما دیگرے نیست کے نشہ میں دھت اور ہر معاملہ میں بلا شرکت غیرے سستی شہرت کا دلدادہ نظر آتا ہے۔

گویا مزاج و طبع بدل گئے ہیں جیسے صفراوی مزاج کو میٹھی چیز کڑوی لگتی ہے۔ ایسے ہی اس پر آشوب زمانہ میں بگڑا ہوا ذہن خیر اندیش و بہی خواہ کو مخالف اور بدخواہ سمجھتے ہوئے اس سے کنارہ کش اور منحرف ہوتا رہتا ہے۔ بدخواہ و گمراہ کن کو مخلص و خیر خواہ سمجھتے ہوئے اس کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ بن کر رہ جاتا ہے:

نصیحت سے نفرت ہے ناصح سے ان بن سمجھتے ہیں وہ رہنماؤں کو راہزن

کیونکہ عقل و مزاج کی خرابی سے سوچ و سمجھ الٹی ہو جاتی ہے۔

میں الٹا ہوں بات الٹی ہے یار الٹا بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا

لہٰذا اس دور میں باقی فتن و فسادات و اختلاف و تشتت کے علاوہ ایک فتنہ و گمراہی یہ ہے کہ تلامذہ اپنے اساتذہ واسلاف کی اصاغر اکابر کی و بزرگان دین کی دینی و تعلیمی خدمات اور علمی تحقیقات کو فراموش کر کے ہر کس و نہ کس اپنے آپ کو محقق لاثانی جانتا و گردانتا ہے۔ اسلاف و اساتذہ عظام پر تنقید کر کے ان کی تضلیل (گمراہ کرنا) کرتا ہے۔

باقی تحقیقات و مسائل کے علاوہ مسئلہ حیات النبی ﷺ وسماعہ الصلوٰۃ والسلام عند قبرہ اجماعی اور متفقہ عند اہلسنت والجماعت ہے۔ مگر چند افراد نے اپنی ذاتی شہرت حاصل کرنے کے لئے (بدنام ہوئے پر نام تو ہوگا) اس اجماعی ومتفقہ مسئلہ کا بھی انکار کر کے گمراہی و گستاخی کا نیا باب کھولا ہے۔ سلف صالحین و جمہور اکابرین کو ہدف تنقید بناتے ہوئے اپنی کم فہمی سے آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ کو غلط اور اپنی عقلی ومن مانی اختراعات کو صحیح سمجھتے ہوئے جہل مرکب کے مرتکب ہیں۔ لہٰذا ایسے ناسمجھ لوگوں کو صحیح مسئلہ سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے جہاں اور محققین علماء وفضلاء نے بہت رسائل وکتب اس مسئلہ کی تحقیق وتصویب میں لکھی ہیں اور فتوے جاری فرمائے ہیں۔ وہاں محقق نوجوان عزیز القدر حضرت مولانا نور محمد صاحب تونسوی سلمہ اللہ نے انتہائی سنجیدگی ومتانت ودیانت وامانت کاوش ومحنت سے آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ اور اقوال فقہاء سے اس مسئلہ کو مدلل ومبرہن کر کے منصفین قارئین کے لئے بالکل واضح وروشن بے غبار واظہر من الشمس کر دیا ہے۔

بندہ نے اس کتاب الحیات بعد الوفات کا از اوّل تا آخر بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے تمام دلائل عقلیہ ونقلیہ علماء اہل سنت والجماعت کے مسلک کے عین مطابق پائے ہیں۔ لہٰذا یہ کتاب مسئلہ حیات النبی ﷺ وسماعہ الصلوٰۃ والسلام عند قبرہ کے سمجھنے کے لئے ایسا انمول وگراں مایہ مجموعہ ہے کہ جس کا مطالعہ ہر ذی علم کے لئے ضروری ہے تاکہ منکرین حیات النبی ﷺ وسماعہ کے دجل وفریب ودام ہمرنگ زمین سے خود بچے اور دوسروں کو بھی بچائے۔

کیونکہ مسلمان کے لئے صرف خود گمراہی سے بچنا کافی نہیں بلکہ دوسروں کو بھی بچانا ضروری ہے:

خدا نے کردی ہیں دھری خدمتیں تیرے سپرد خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

بندہ تہہ دل سے بدرگاہ ایزدی دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف ذی وقار حفظہ اللہ تعالیٰ کی اس سعی جمیلہ اور فوائد جلیلہ کو مقبول ومنظور فرماتے ہوئے مولانا مذکور کے لئے مزید علمی ودینی خدمات کے لئے پیش قدمی اور ترقی دارین کا ذریعہ بنائے اور منکرین حیات النبی ﷺ وسماعہ کے لئے سبب ہدایت بنائے۔ آمین ثم آمین!

حررہ: امیر محمد تونسوی عفی عنہ، خادم الحدیث وصدر المدرسین جامعہ مخزن العلوم والفیوض عیدگاہ خانپور کٹورہ ضلع رحیم یار خان

مؤرخہ ۲۶/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

پیر طریقت، رہبر شریعت، عارف باللہ، فضیلۃ الشیخ،

حضرت مولانا شفیق الرحمن صاحب درخواستی شیخ التفسیر والحدیث جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل خاتم النبیین وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین الذین حیوتھم اکمل وافضل من حیوۃ الشھداء الفائزین وعلی الہ واصحابہ الطیبین الطاھرین امابعد! فان جمیع اھل سنۃ والجماعۃ اتفقوا علی ان الانبیاء علیہم السلام بعدالوفات احیاء فی قبورھم ولاخلاف لاحد فیہ واتفقوا علی ان حیوتھم فی عالم البرزخ حیوۃ جسمانیۃ من غیر تکلیف وتعلق الروح بالجسد العنصری فی البرزخ اقوی من تعلق الروح بالجسد العنصری فی الدنیا ولھذہ الحیوۃ الدنیویۃ فی البرزخ یشغلون فی العبادات ویرزقون ویقدرون علی الافعال والحرکات وھذہ العقیدۃ ثابتۃ بنص القرآن والاحادیث والاجماع والقیاس۔

والذین یعتقدون من الشرذمۃ القلیلۃ خلاف ھذہ العقیدۃ فعقیدتھم فاسدۃ باطلۃ ولقد طالعت ھذہ الجمموعۃ النافعۃ التی الفھا الفاضل العالم المحقق مولانا نور محمد تونسوی (متع اللہ المسلمین بفیوضہ) فی مسئلۃ حیات الانبیاء علیہم السلام فوجدتھا رسالۃ عجیبۃ الشان واضحۃ البرھان ومشحونۃ بالدلائل القویۃ ونافعۃ للطلباء ومفیدۃ للعلماء والمرجو من اللہ تعالیٰ ان یقبلھا قبولا حسنا ویوفق المؤلف توفیقا مزیدا لاشاعۃ الدین والتالیفات الحسنۃ ومثلھا۔ الفقر الی الرحمن شفیق الرحمن درخواستی

یکم محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور ضلع رحیم یارخان وصدر مجلس علماء اہل سنت پاکستان

قدوۃ العلماء، زبدۃ الفضلاء، صاحب الرائے الصائب، ذوالفہم الثاقب حضرت العلامہ مولانا حبیب الرحمن درخواستی صاحب ناظم اعلیٰ واستاذ الحدیث جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور

باسمہ تعالیٰ وتقدس! الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین امابعد! بندہ عاجز نے کتاب ''الحیات بعد الوفات'' (مؤلفہ برادر مکرم فاضل اجل صاحب التحقیق حضرت مولانا نور محمد صاحب تونسوی مدظلہ) سے متعدد مقامات بغور پڑھے ہیں۔ مولانا موصوف نے جس محنت وعرق ریزی سے اپنے مجوزہ موضوع مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام اور اس کے متعلقات کو دلائل وبراہین سے مدلل ومبرہن فرمایا ہے۔ اگر اس عنوان سے مخالفین انصاف سے کام لیں تو انہیں سوائے سکوت اور سرتسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ کار نہ ہو۔

مولانا ممدوح نے اس اجماعی اور ذی شان مسئلہ کی شایان شان قرآن وحدیث کے دلائل کی سبیل بہادی ہے۔ جی چاہتا تھا کہ اس کتاب کا مقدمہ تحریر کر کے شریک سعادت ہوتا لیکن مؤلف موصوف نے مسئلہ مذکورہ کا کوئی پہلو تشنہ چھوڑا ہی نہیں کہ کسی دوسرے ساتھی کو موقعہ ملے۔ اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے قطب الاقطاب حضرت خلیفہ غلام محمد دینپوری نور اللہ مرقدہ اور حافظ الحدیث والقرآن استاذ المحدثین والمفسرین حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی نور اللہ مرقدہ تک تمام صاحب علم وعمل پیکر زہد وتقویٰ، بصیرت وفراست اور روحانیت کے کاملین وحاملین حیات انبیاء علیہم السلام خصوصاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ بعد الوفات اور سماع عندہ قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ کے صرف قائل ہی نہیں رہے بلکہ اس کو اہلسنت والجماعت کا طغریٰ امتیاز مسئلہ قرار دیتے چلے آرہے ہیں۔

یعنی علم وعمل کے ان عظیم بلند ورفیع مناروں کے ہاں اس عقیدہ کے منکرین کو اہل سنت سے خارج تصور کیا جاتا رہا ہے اور جو بھی اس مسئلہ سے منحرف ہوا ہے تاریخ شاہد ہے کہ وہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی اور روحانیت کے کمال سے محروم رہا ہے۔ بہرحال زیر نظر کتاب استیعاب اطراف، زور استدلال اور جامعیت مضامین میں بحر محیط ہے اور معترضین کے اعتراجات کے جوابات اور رد میں سد سکندری ہے۔ دعا ہے کہ اللہ جل جلالہ مولانا موصوف کی اس سعی جمیل اور نیک محنت وکاوش کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ذخیرہ آخرت اور صدقہ جاریہ بنائے اور اہل حق عوام وخواص کے لئے اس کتاب کو نافع بنائے اور مزید تسکین قلب واطمینان کا باعث بنائے اور فریق مخالف اور ان کے زہریلے پروپیگنڈے سے متاثر لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین! یارب العالمین: وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین!

بندہ عاجز الراجی ہلطف الرحمن حبیب الرحمن درخواستی خادم دارالافتاء وخادم علوم نبویہ بجامعہ عبداللہ بن مسعود خانپور پاکستان

۲ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

سرمایہ اہل سنت، پاسبان ملت حنفیہ، وکیل احناف، امام المناظرین،
حضرت مولانا علامہ محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً امابعد! دین اسلام خدا تعالیٰ کا آخری اور کامل دین ہے۔ اس کے عقائد بعض تو ضروریات دین ہیں جن میں سے کسی ایک کا انکار یا تاویل باطل انسان کو دین سے خارج کر دیتا ہے اور بعض عقائد ضروریات اہل سنت والجماعت کے درجہ میں ہیں جن میں سے کسی ایک کے انکار یا تاویل باطل سے انسان اہل سنت والجماعت سے خارج ہو کر ان بدعتیوں میں شامل ہو جاتا ہے جو اعتقادی بدعتی ہیں۔ جیسے معتزلہ، قدریہ، جبریہ اور کرامیہ وغیرہ۔ کتاب وسنت میں جو اہل بدعت کے خلاف سخت احکام ہیں کہ وہ شفاعت سے محروم رہیں گے، حوض کوثر سے محروم رہیں گے۔

وہ اعتقادی اہل بدعت کے بارہ میں اس اہل سنت والجماعت کی عقائد کی کتابیں الحمد للہ پوری دنیا میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں۔ سب سے پہلی کتاب ''فقہ اکبر'' لکھی گئی جو سیدنا الامام الاعظم نور اللہ مرقدہٗ نے لکھی۔ پھر ''عقیدۃ الطحاوی'' لکھی گئی۔ ہر زمانہ میں کتابیں لکھی گئیں۔ البتہ تیرہویں صدی کے اوّل میں خان صاحب بریلوی نے علماء حق اہل سنت والجماعت پر کچھ الزامات لگائے۔ تو علمائے دیوبند نے اپنے عقائد کی مسلمہ دستاویز ''المہند علی المفند'' کے نام سے شائع کر دی۔ جس پر علماء عرب وعجم نے تصدیقات لکھیں اور واضح کر دیا کہ علماء دیوبند سچے اور پکے اہل سنت والجماعت ہیں اور سب لوگ سمجھ گئے کہ خان صاحب کے تمام الزامات غلط تھے لیکن اس کے نصف صدی بعد ایک جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نام سے وجود میں آئی۔ جس نے المہند میں درج شدہ بعض عقائد سے انکار کر دیا اور خان صاحب بریلوی کی تصدیق کر دی۔

اس کا الزام تھا کہ دیوبندی ''حیات النبی ﷺ فی القبر'' کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے التزام کر لیا کہ واقعی ہم حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں۔ اس نے الزام لگایا تھا کہ دیوبندی توسل کے منکر ہیں۔ ان لوگوں نے اس کا بھی التزام کر لیا چونکہ یہ لوگ اپنے کو دیوبندی کہتے تھے تو بریلویوں کو موقع مل گیا کہ دیکھو جو الزامات خان صاحب بریلوی نے لگائے تھے وہ درست نکلے۔ المہند میں علماء دیوبند نے تقیہ سے کام لیا ہے اس لئے علماء دیوبند کو یہ وضاحت کرنی پڑی کہ جو لوگ حیات فی القبر کا انکار کر رہے ہیں وہ بدعتی ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (فتویٰ دار العلوم دیوبند) اس فتویٰ نے یہ بات صاف کر دی کہ یہ لوگ نہ دیوبندی ہیں اور نہ سنی۔ بلکہ ان کا شمار اعتقادی بدعتیوں میں ہے۔

اب وہ دیوبندی عوام کو ورغلانے لگے کہ دیوبندیت المہند کا نام نہیں کتاب وسنت کے ماننے کا نام ہے اور کتاب وسنت سے ثابت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ نہیں۔ بلکہ اس قبر کے قبر ہونے کا بھی انکار کر دیا اور اس قبر میں کسی قسم کے عذاب وثواب کا بھی انکار کر دیا۔ اس بارہ میں سب سے پہلے پیر طریقت حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ اور حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی نور اللہ مضجعہٗ نے کتابیں لکھیں۔ پھر

جامع معقول و منقول حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دام فیوضہم اور حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب زید معالیہم نے کتابیں تحریر کیں۔ جس سے اس فتنہ کے آگے بند باندھا گیا۔ پھر حضرت اقدس مولانا سید عبدالشکور صاحب ترمذی دام ظلہم نے ''حیات انبیاء کرام'' تحریر فرمائی۔

اسی سلسلہ میں جناب مولانا نور محمد صاحب تونسوی ترنڈہ محمد پناہ والے نے ایک بہت ہی عام فہم اور مفصل کتاب تحریر فرمائی۔ اس کا سبب یہ بنا کہ ان کا ایک تحریری مناظرہ جناب نیلوی کے کسی شاگرد سے ہوا۔ جس میں بالآخر وہ بے چارہ سکوت مرگ میں جا پڑا۔ حضرت مولانا موصوف کا ارادہ تھا کہ اس تحریری مناظرہ کو شائع کر دیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ مناظرہ میں سب پہلو صاف نہیں ہوتے جو پہلو زیر بحث آگئے صرف ان پر کلام ہوتا ہے۔ اس لئے ترتیب سے اس مسئلہ کے سب پہلوؤں پر بات ہو جائے تو مولانا نے بہت محنت سے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سب اہل سنت کی طرف سے ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کتاب میں الحمدللہ ان کے نئے پرانے وساوس کے بخئے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں۔

اور انہوں نے جو نئی نئی تاویلیں کی تھیں ان سب کا پردہ چاک کر دیا۔ عذاب و ثواب نیز حیات شہداء اور حیات انبیاء علیہم السلام پر بہت معلومات افزاء کتاب ہے۔ اب منکرین حیات النبی ﷺ مرزا قادیانی کی گود میں بیٹھتے جا رہے ہیں اور حیات مسیح علیہ السلام کا انکار کر رہے ہیں۔ اس پر بھی مولانا نے مسئلہ کی حیثیت کو واضح فرما دیا اللہ تعالیٰ اس کتاب کو منحرفین کے لئے راہ ہدایت بنائے اور اہل سنت کے لئے ذریعہ استقامت اور مولانا کو مزید ہمت عطاء فرمائے کہ دور حاضر میں قلمی جہاد سے فتنوں کا تعاقب فرماتے رہیں۔

فقط: محمد امین صفدر عفا اللہ عنہ

۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

حاوی الاصول والفروع، استاذ العصر والفضلاء، حضرت مولانا الشیخ مفتی محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم مہتمم جامعہ امداد العلوم محمود کوٹ ضلع مظفر گڑھ کی رائے گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد! میں نے کتاب کے اکثر مقامات کو اجمالاً اور بعض مقامات کو تفصیلاً دیکھا اور خوبیوں سے مزین پایا۔ علماء دیوبند کثّر اللہ سوادہم کے مسلک کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔ مدلل طور پر جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ بعض عنوان کو بالکل ہی نرالے انداز سے واضح کیا گیا ہے۔ اہم مسائل کو متعدد آیات اور احادیث سے ثابت کیا گیا ہے اور بعض جگہ طرز استدلال بالکل اچھوتا ہے۔ کچھ جدید عنوان مؤلف کی ذکاوت اور علمی گہرائی کے لئے شاہد عدل ہیں۔

متعدد فتاویٰ کو یکجا جمع کر کے مسئلہ کی تحقیق کے لئے آسانی پیدا کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی محنت شاقہ کو قبول فرمائے اور عوام مسلمانوں کے لئے اور برگشتہ عقول کے لئے ہدایت کا وسیلہ بنائے۔

محمد صدیق جامعہ امداد العلوم محمود کوٹ شہر

۵ رجب ۱۴۲۱ھ

قبر کی زندگی

سخن ہائے گفتنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ عاجز ہیچ مدان حقیر پر تقصیر قطعاً اس قابل نہ تھا کہ کوئی کتاب تحریر کرے، لیکن اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس موضوع پر ایک کتاب لکھنے کی توفیق بخشی۔ الحمدللہ علی حسن التوفیق اوّلاً و آخراً۔ انداز بیان اور طرز تحریر کی اپنی ہزاروں کوتاہیوں اور خامیوں کو تسلیم کرتے ہوئے یہ بات بطور تحدیث نعمت کے عرض کر رہا ہوں کہ اس موضوع پر مسلک اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کرنے میں مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ کیونکہ میں صرف سلف صالحین، بزرگان دین اور اکابرین امت کی بیان کردہ تشریحات اور تعلیمات کا ناقل ہوں اور یہی میری دنیا و آخرت کا سرمایہ حیات اور ذریعہ نجات ہے۔ میں نے اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کہ: ''عالم قبر کی کارروائی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر وارد ہوتی ہے'' کو قرآن مجید کی باون آیات اور ایک سو تین احادیث نبویہ متواترہ سے ثابت کیا ہے۔ گویا اردو زبان میں اس موضوع پر یہ سب سے زیادہ مواد ہے۔ جو اس کتاب میں یکجاء کر دیا گیا ہے۔ پھر منکرین عذاب قبر کے تمام عقلی نقلی شبہات کا معقول اور مدلل طریقہ سے رد کیا گیا ہے۔

نیز منکرین عذاب قبر جن آیات سے استدلال کرتے ہیں ان کے تمام استدلالات کا موثر طریقہ سے ابطال کیا گیا ہے۔ قبر و برزخ کا مفہوم متعین کر کے بتایا گیا ہے کہ ان دونوں میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے کہ ایک سے دوسرے کی نفی ہو جائے بلکہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر وارد ہونے والی کارروائی کو عذاب قبر بھی کہا جاتا ہے اور حیات برزخ بھی۔

بندہ عاجز نے اس کتاب میں یہ بات بڑی وضاحت سے لکھ دی ہے کہ کتاب و سنت کے جن دلائل سے روح اور جسد عنصری دونوں کا ثواب و عقاب ثابت ہے انہیں دلائل سے ان دونوں کا آپس میں تعلق بھی ثابت ہوتا ہے۔

جس کی کیفیت و حقیقت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کی جزا و سزا کی صحیح اور معقول صورت یہی ہے۔ جس طرح کہ جو دلائل حضور اکرم ﷺ کے معراج کے ہیں وہی دلائل معراج جسمانی کے ہیں اور جو دلائل رفع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء کے ہیں وہی دلائل ان کے رفع جسمانی کے ہیں اور جو دلائل حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے ہیں وہی دلائل ہر قسم کی نبوت کے ختم کے ہیں۔ پس جس طرح معراج جسمانی اور عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی اور ہر قسم کی ختم نبوت کے علیحدہ دلائل طلب کرنا فضول اور بیہودہ ہے اسی طرح روح اور جسد عنصری کے تعلق کے علیحدہ دلائل طلب کرنا فضول اور بیہودہ ہے۔ بہر حال ایک ہی قسم کے دلائل ہیں جن سے حیات قبر بھی ثابت ہے روح اور جسد عنصری دونوں کا جزا و سزا میں شریک ہونا بھی ثابت ہے اور دونوں کا آپس میں تعلق بھی ثابت ہے۔

بندہ عاجز نے یہ بات بھی تفصیل سے عرض کر دی ہے کہ عقیدہ حیات قبر کے متعلق اہل سنت والجماعت کا مسلک حق اور سچ ہے اس مسلک حقہ کو چھوڑ کر کسی اور شکل و صورت میں عذاب قبر کا قائل ہونا دراصل اس کے انکار کے مترادف ہے۔ کیونکہ ایسا قائل ہونا برائے نام ہے۔ نیز میں نے ایسے لوگوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنا عقیدہ کھول کر بیان کریں۔ حیات برزخی، حیات بہشتی اور اعلیٰ وارفع حیات کے مجمل الفاظ سے عقیدہ کھل کر سامنے نہیں آتا۔ لہٰذا

بات کو کھولیں کہ یہ حیات برزخی محض روحانی ہے یا جسمانی۔ اگر جسمانی ہے تو دنیا والے جسد عنصری کے ساتھ ہے یا کسی اور کے ساتھ اور جس طرح بھی عقیدہ رکھتے ہیں اس کو کتاب وسنت سے ثابت کریں۔ ان شاء اللہ! ہر قسم کے منکرین عذاب قبر اپنے عقیدہ کو کہیں سے ثابت نہیں کر سکتے۔ میں نے واضح کیا ہے کہ سابقہ دور کے بعض علماء اور صوفیاء کرام قائلین جسد مثالی ان منکرین کے قطعاً ہم خیال نہیں ہیں بلکہ ان کا جسد مثالی اور تھا اور ان کا جسد مثالی اور ہے۔

اسی طرح بعض مفسرین کرام جو عذاب قبر کی تفسیر ارواح سے کرتے یا قبر کی زندگی کو حیات روحانی کہتے ہیں۔ وہ بھی ان کے ہم عقیدہ نہیں ہیں بلکہ وہ ارواح کا ذکر کر کے عالم قبر و برزخ کی کارروائی کی صورت کو بیان کرتے ہیں کہ وہاں روح اصل ہے اور جسد عنصری اس کے تابع ہے۔

بندہ عاجز نے ان دلائل سے بشمول انبیاء کرام تمام موتی کی حیات قبر ثابت کی ہے۔ پھر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصی وامتیازی حیات قبر کے تنتالیس دلائل بیان کئے ہیں۔ نیز اس بات کی بھی تحقیق کی ہے کہ اہل سنت والجماعت کے استدلال خرق عادت یعنی معجزات وکرامات سے نہیں ہیں بلکہ عادت اللہ اور سنت رسول اللہ سے ہیں۔

بندہ عاجز نے اس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع عند القبر الشریف پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور عام موتی کا سماع فروعی اور اختلافی مسئلہ ہے۔ کسی جانب بھی تشدد نا روا ہے۔ البتہ سماع موتی کا عقیدہ شرک کی بنیاد قطعاً نہیں ہے ہاں فساد عقیدہ کو شرک کہا جا سکتا ہے۔ نیز یہ بات بھی معقول اور وزنی دلائل سے ثابت کی ہے کہ عقیدہ حیات قبر اور عقیدہ سماع قرآن مجید کی کسی آیت کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کے دلائل سے ثابت ہے۔

نیز بندہ عاجز نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کے راولپنڈی والے فیصلے کی ملک کے نامور مفتیان کرام سے شرعی حیثیت معلوم کر کے اس کتاب میں شامل کر دی ہے۔ تیس فتاویٰ جات ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ قاری صاحب ممدوح کا فیصلہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے اور جو شخص اس فیصلہ کو تسلیم نہ کرے وہ گمراہ، مبتدع، خراب عقیدہ والا ہے اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی اچھی خاصی تحقیق درج کر دی گئی ہے اور کچھ فتاویٰ جات بھی اس عقیدہ کے متعلق شامل کر دیئے گئے ہیں کہ اس عقیدہ کا منکر کافر ہے۔ خصوصاً دار العلوم کراچی کا فتویٰ نہایت مدلل اور جاندار ہے۔ فوائد وضاحتیں اور توضیحات وتنبیہات کے عنوان سے بھی مفید باتیں اس کتاب میں مندرج ہیں۔ اس کتاب میں مختلف مباحث کے دوران منکرین عذاب قبر سے سوالات کئے گئے ہیں جو کہ ان کے مسلک پر وارد ہوتے ہیں تا کہ طلبہ حق کی ذہن سازی ہو جائے۔ اسی طرح ان کی ناروا تاویلات سے پردہ چاک کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے آخر میں تحریری مناظرہ بھی شامل ہے جو بندہ عاجز اور علامہ شیخ الحدیث محمد حسین نیلوی کے درمیان اور اس کے شاگرد عبدالقدوس نامی کے درمیان ہوا۔ دلچسپ اور قابل مطالعہ مناظرہ ہے اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ بندہ عاجز کے دس سوالوں کا جواب آج تک نہ تو علامہ نیلوی صاحب دے سکے اور نہ ان کا شاگرد وہ دس سوال بھی اس مناظرہ میں درج ہیں ان کا کوئی غمخوار بھی ان سوالوں کا جواب دینا چاہے تو اہل سنت والجماعت کے لوگ بڑی فراخ دلی سے قبول کریں گے۔ بشرطیکہ معقول اور کتاب وسنت کے مطابق ہوں۔

بندہ عاجز کی اس مسئلہ پر دارالافتاء والاشاد ناظم آباد کراچی کے نائبین سے بھی گفتگو بذریعہ خط وکتابت ہوئی وہ بھی کتاب کے آخر میں شامل ہے۔ بعض دوسرے مسائل کی تحقیق کے ضمن میں حضور اکرم ﷺ کے مزار اطہر پر حاضری دینے والے اور سلام پڑھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام بھی آ گئے ہیں۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے اور قبر و آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

ابو احمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور

۲۸ رصفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳ رجون ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله الذی خلق الموت والحیوٰة لیبلوکم ایکم احسن عملا وهو العزیز الغفور الذی خلق کل موجود و کل شئ وهو علی کل شئ قدیر وهو حی لا یموت ابدا ومن کان سواه من الجن والانس یموتون وهو الذی یحیی ویمیت ویحیی الارض بعد موتها ویحیی العظام وهی رمیم۔ هو الذی یحیی الاموات فی البرزخ والقبور قبل یوم النشور للسوال والحساب وجعل بیننا وبنیهم حجابا مستورا فلم تکن تراهم اعین الناظرین ولکن المتقین یؤمنون بالغیب والصلوٰة والسلام علی من یسمع سلام الزائرین عند قبره المنیف یسمعه من اسمع اجزاء الطیور المیتة صوت الخلیل علیہ السلام ویسمع جمیع من فی القبور صوت الصور یوم البعث والنشور وهی المراد من قوله تعالی ان الله یسمع من یشاء وما ذالک علی الله بعزیز وعلی اله واصحابه وازواجه وبناته وعترته واتباعه اجمعین الی یوم الدین۔ آمین یارب العالمین!

وجہ تالیف کتاب

امابعد! بندہ محتاج بارگاہ رب صمد ابو احمد نور محمد اہل اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت کے روشن دلائل سے یہ مسئلہ ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کو بتعلق روح مع الجسد العنصری ایک خاص قسم کی حیات جسمانی برزخی حاصل ہے۔ اسی حیات کی وجہ سے آپ روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔

یہ مسئلہ دین اسلام کے مسلمات سے ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک فرد بشر نے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اور ان کے سماع عند القبور کا انکار نہیں کیا ہے۔ اسی لئے اس مسئلہ کو اجماعی اور اتفاقی عقیدہ کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے چودھویں صدی کے اواخر میں اشاعۃ التوحید والسنۃ نامی ایک جماعت رونما ہوئی۔ جنہوں نے مسئلہ حیات وسماع اور اس جیسے دوسرے عقائد اجماعیہ کے انکار بلکہ تردید کو اپنا طغرائے امتیاز بنا لیا۔ نام سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ توحید وسنت کا پرچار کرتے ہوں گے۔ لیکن کام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی واتفاقی عقائد کا انکار بلکہ تردید کرتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک انبیاء کرام کی حیات فی البرزخ والقبور وسماع السلام عند القبور کی تردید کا نام ہے۔ اشاعت التوحید والسنۃ۔ پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ متفقہ علیہا عقائد ومسائل کا انکار بلکہ تردید کر کے اہل سنت والجماعت سے کٹ جانے کے باوجود اپنے آپ کو مسلک علماء دیوبند کا ترجمان سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو اصلی اور حقیقی دیوبندی گمان کرتے ہیں اور قائلین حیات وسماع کو بناوٹی اور بناسپتی دیوبند کہتے ہیں۔

حالانکہ علماء دیوبند جو کہ اہل سنت والجماعت کے صحیح ترجمان ہیں بلا استثناء سب کے سب انبیاء کرام کی حیات فی القبور اور سماع عند القبور کے قائل ہیں۔ ان کی تقریروں تحریروں اور فتاویٰ جات سے یہ عقیدہ روز روشن کی طرح واضح ہے۔ جیسا کہ ''المهند علی المفند'' یعنی عقائد علماء دیوبند میں اس عقیدہ کو تسلیم کیا گیا ہے اور تمام اکابرین دیوبند نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ انہیں اکابرین علماء دیوبند کے حکم سے پروفیسر علامہ خالد محمود صاحب نے ''مقام حیات'' تصنیف کی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم نے ''تسکین الصدور فی احوال الموتی فی البرزخ والقبور'' تصنیف کی اور حضرت مولانا مولانا سید عبدالشکور صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن'' تصنیف کی۔

ان کے علاوہ اور بھی چھوٹے بڑے رسائل لکھے گئے۔ جن میں دلائل یقینیہ اور براہین قاطعہ کے ساتھ مسئلہ حیات اور سماع کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مولانا سید مفتی مہدی حسن کا فتویٰ، خیر الفتاویٰ اور چند دوسری کتابوں میں چھپ کر منظر عام پر آ چکا ہے۔ جس میں عقیدہ حیات وسماع کے منکرین کو خارج از اہل سنت والجماعت قرار دیا گیا ہے اور مبتدع کہا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ ادھر شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی، مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری، حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری، حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر، سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری، علامہ دوست محمد صاحب قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات الانبیاء کے موضوع پر مدلل اور پر مغز تقریریں سننے والوں کو اب تک یاد ہیں۔ حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی صاحب اور حضرت مولانا محمد امین صاحب اکاڑوی تو اب تک مسلک حقہ اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کی پاسبانی کے فرائض سرانجام دے رہیں (مولانا محمد امین صفدر صاحب بھی ۱۳ر اکتوبر ۲۰۰۰ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون) ان دونوں بزرگوں کے بیانات عالیہ سے عقیدہ حیات وسماع کو وہ تقویت حاصل ہو رہی ہے۔ جس کو دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

لیکن ان کے علی الرغم اشاعت والے اپنی تحریروں اور تقریروں میں بڑی دیدہ دلیری سے کہے جا رہے ہیں کہ علماء دیوبند ہمارے ہم خیال ہیں اور ہم علماء دیوبند کے ترجمان ہیں۔ اشاعت التوحید والسنۃ کے نام سے یہ بہت بڑا دھوکہ ہے۔ جو لوگوں کو دیا جا رہا ہے اور بہت بڑا خطرناک جھوٹا پروپیگنڈہ ہے۔ جس کی دیدہ دانستہ خوب تشہیر کی جا رہی ہے۔ علماء دیوبند کے مسلک کو چھوڑنے کے باوجود یہ لوگ اپنے آپ کو علماء دیوبند کے زمرہ میں شامل سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی شناخت اور پہچان از حد ضروری ہے۔ تا کہ آدمی دھوکہ نہ کھا جائے۔ لہٰذا ان حضرات کے چند مخصوص نظریات آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں ان میں سے ان کو پہچانئے۔

منکرین حیات وسماع کی پہچان

۱...... وفات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا آپ کے جسد اطہر کے ساتھ قبر شریف میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ معاذ اللہ!

۲...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر الشریف صلوٰۃ وسلام وغیرہ کا سماع نہیں فرماتے۔ ہاں خرق عادت کے طور پر جیسے اللہ تعالیٰ پتھروں کو سنا سکتا ہے ویسے ہی آپ کو سنا دے تو اور بات ہے۔ معاذ اللہ!

۳...... عند القبر الشریف صلوٰۃ وسلام سماع کی جتنی حدیثیں ہیں وہ ان کے خیال میں موضوع اور جعلی یا کم از کم ضعیف ہیں۔ جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ معاذ اللہ!

۴...... الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون کی حدیث ان کے نزدیک باطل ہے اور بے اصل ہے۔ ان کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام نہ تو اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ معاذ اللہ! ان کے نزدیک یہ ساری کارروائی ارواح کرتی ہیں۔ حضرات انبیا کرام علیہم السلام کے اجساد عنصریہ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

۵...... قبر میں ثواب وعذاب کا تعلق صرف روح سے وابستہ ہے۔ بدن عنصری کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اگر بدن تسلیم بھی کیا جائے تو وہ بدن مثالی ہے بدن خاکی وعنصری ہرگز نہیں۔

۶...... سماع موتی کا عقیدہ ان کے نزدیک مشرکانہ نظریہ ہے اور سماع موتی کا قائل ان کے نزدیک مشرک اور کافر ہے۔ سماع موتی کا عقیدہ شرک کا ذریعہ اور پھاٹک ہے۔ (معاذ اللہ)

۷...... حضور اکرم ﷺ یا امت میں کسی بزرگ شخصیت کے طفیل وسیلہ برکت اور حرمت وغیرہ سے دعا کرنا "ھولاء شفعاءنا عند اللہ" کا مصداق ہے۔ جو حرام اور خالص شرک ہے اور انہی نظریات کی "الاقوال المرضیہ، شفاء الصدور، ندائے حق اور اقامت البرہان" وغیرہ کتب میں تائید کی گئی ہے اور بخیال خویش ان کو مدلل بنایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ نظریات اہل سنت والجماعت کے نظریات کے سراسر خلاف ہیں۔ چونکہ یہ لوگ اپنے انہی تفردات کو علماء اہل سنت والجماعت دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ چیز علماء اہل سنت والجماعت کی ترجمانی نہیں ہے۔ بلکہ بدنامی ہے۔

چنانچہ اصلاح حال کے لئے دار العلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ دیوبند سے پاکستان تشریف لائے اور فریقین کے علماء کو بلا کر مندرجہ ذیل فیصلہ کتاب وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں تحریر فرمایا اور فریقین کے علماء نے اس پر دستخط فرمائے۔ تا کہ امت مسلمہ تشتت اور افتراق سے بچ جائے۔ تا کہ ایک ہی مکتب فکر کے نام لیوا باہمی اختلاف وانتشار سے محفوظ ہو جائیں۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ کا متن

وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ احقر محمد طیب (راولپنڈی)

نور محمد قلعہ دیدار سنگھ   محمد علی جالندھری عفا اللہ عنہ   لاشئ غلام اللہ خان

۱۸ محرم ۱۳۸۲ھ / ۲۲ جون ۱۹۶۲ء   (از تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

شومئ قسمت کہ اشاعت کے بعض سرکردہ لوگوں نے اس شرعی اور متفقہ فیصلے کو تہہ دل سے تسلیم نہ کیا بلکہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے دیوبند واپس چلے جانے کے بعد اپنے حلقہ اثر میں اس فیصلہ کے ٹھکرانے کی فضا اور انکار کی راہ ہموار کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ انکار حیات وسماع کے اثرات اشاعتیوں کے رگ وریشہ میں اتنے سرایت کر گئے کہ جماعت من حیث الجماعت کے حضور اکرم ﷺ کی حیات وسماع السلام عند القبر الشریف کا یکسر انکار کر دیا اور بھاری اکثریت نے تو انکار میں اتنا غلو کیا اور تردید میں ایسا تشدد اختیار کیا کہ حیات وسماع کے عقیدہ کو شرک کہہ دیا اور حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کے قائلین کو مشرک اور کافر بنا دیا۔ البتہ بعض لوگ انکار کے

باوجود فتویٰ بازی سے خاموش رہے۔ البتہ ان میں سے بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو حیات وسماع کا انکار نہیں کرتے بلکہ دبی زبان میں کبھی کبھی مجبور ہو کر حیات وسماع کا اقرار بھی کر لیتے ہیں لیکن ان کی تمام تر ہمدردیاں اور عقیدت مندیاں اور رواداریاں انہیں منکرین کے ساتھ وابستہ ہیں اور انہیں کو برحق سمجھتے ہیں۔ بلکہ علماء دیوبند پر ان کو ترجیح اور اوّلیت دیتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص منکرین کی تردید کرے یا ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھے تو غصہ سے آگ بگولا ہو جاتے ہیں اور سیخ پا ہو جاتے ہیں اور کوئی کلمہ ان کی شان کے خلاف برداشت نہیں کرتے۔ خود حیات وسماع کے قائل ہونے کے باوجود منکرین سے اندھی محبت اور عقیدہ رکھنا اور ان کی بے جا حمایت کرنا ہماری فہم سے بالاتر ہے۔ پس یوں سمجھئے کہ گویا اشاعت سے وابستہ ہونے والے لوگ تین طرح کے ہیں۔

۱...... انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اور سماع کا انکار کر کے قائلین پر شرک وکفر کا فتویٰ لگانے والے۔

۲...... حیات وسماع کے انکار کے باوجود قائلین پر کفر کا فتویٰ نہ لگانے والے۔

۳...... خود تو حیات وسماع کے قائل ہیں لیکن منکرین کے ساتھ ہمدردیاں اور عقیدت مندیاں حد سے زیادہ رکھنے والے بلکہ ہر مقام پر منکرین کو قائلین پر ترجیح دینے والے۔ آخر الذکر طبقہ نسبتاً اپنے طریقہ واردات میں زیادہ کامیاب ہے۔ کیونکہ اہل سنت والجماعت کے سادہ لوح مسلمان ان کو اپنا سمجھ لیتے ہیں اور ان کے ساتھ اپنوں جیسا سلوک کرتے ہیں اور اپنوں جیسی عقیدت مندی رکھتے ہیں اور ان کو اپنا سمجھ کر ان کی باتوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ نتیجتاً یہ لوگ اپنی ہوشیاری سے ایک سادہ لوح سنی کو منکرین کی گود میں ڈالتے ہیں یا کم از کم ان کے قریب تو ضرور کر دیتے ہیں۔ بہر حال اس گروہ کا یہ رویہ نہایت تعجب خیز اور افسوسناک ہے۔ کیونکہ مسلک اہل سنت والجماعت سے کٹنے والے تمام دوسرے گمراہ فرقوں سے ان کو نفرت ہے اور اشاعت التوحید والے انکار حیات وسماع وغیرہ کی وجہ سے اہل سنت والجماعت سے کٹ چکے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان سے محبت اور عقیدت ہے۔

مسئلہ حیات الانبیاء کا مقام

مسئلہ حیات الانبیاء کا وہی مقام ہے جو حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ یہ دونوں مسئلے ایک درجے اور ایک حیثیت کے ہیں۔ کیونکہ کتاب وسنت اور اجماع امت کے جن دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ روح مع الجسد العنصری آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت سے پہلے اسی طرح آسمان سے زمین پر نازل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بالکل اسی قسم کے دلائل سے انبیاء کرام کی حیات بعد الوفات بہ تعلق روح مع الجسد العنصری ثابت کی جاتی ہے اور تردید کرنے والے جن دلائل سے جس انداز سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی نفی کرتے ہیں بعینہٖ انہی دلائل اور اسی انداز سے منکرین حیات الانبیاء، انبیاء کرام کی حیات طیبہ کی نفی کرتے ہیں۔ مثلاً ”کل من علیھا فان۔ کل نفس ذائقة الموت۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل“ وغیرہ!

ان آیات سے جس طرح منکرین حیات عیسیٰ علیہ السلام استدلال کرتے ہیں اسی طرح منکرین حیات الانبیاء بھی انہی آیات سے حجت پکڑتے ہیں اور جس طرح منکرین حیات عیسیٰ علیہ السلام علماء اہل سنت والجماعت کے پیش کردہ دلائل کی روحانی مثالی وغیرہ سے تاویل کر کے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح منکرین حیات الانبیاء بھی روحانی، مثالی وغیرہ تاویلات کے ذریعہ گزارہ کرتے ہیں۔ جس طرح منکرین حیات عیسیٰ علیہ السلام عقلی شبہات لوگوں کے دلوں میں

ڈال کر عامۃ المسلمین کو عقیدہ حیات ابن مریم سے منحرف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح منکرین حیات الانبیاء بھی قسم وقسم کے عقلی شبہات لوگوں کے دلوں میں ڈال کر عقیدہ حیات سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام اور عقیدہ حیات الانبیاء کے ہم پلّہ ہونے کی یہ ایک عجیب دلیل ہے کہ بعض لوگ عقیدہ حیات الانبیاء کی ہر طرح سے تردید کرتے کرتے خود عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کے مرتکب ہوچکے ہیں اور یہ حقیقت ہے جس کا اہل علم مشاہدہ کرچکے ہیں کہ انبیاء کرام کی حیات بہ تعلق روح مع الجسد العنصری کے انکار کرنے سے انکار حیات ابن مریم کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ منکرین حیات الانبیاء حیات عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہوتے جارہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ گویا جو کام مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے پوری زندگی نہ کرسکے۔ وہ کام اشاعۃ التوحید کے نام سے بآسانی تکمیل کے مراحل طے کرتا جارہا ہے۔ گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے!

ایک مفید مشورہ

قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے سلف صالحین کے فہم کو مشعل راہ بنانا از حد ضروری ہے۔ کسی آیت کی تفسیر اور کسی حدیث کی تشریح وہ معتبر ہے جو بزرگان دین اور سلف صالحین سے منقول ہوتی چلی آرہی ہے۔ قرآن وحدیث کا وہی معنی ومقصد صحیح ہے جو بزرگان دین اور اکابرین امت نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ بزرگان دین اور سلف صالحین کے راستے کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں صراط مستقیم کہا ہے۔ کیونکہ سلف صالحین منعم علیہم ہیں۔ جن کے نقش قدم پر چلنے کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ ''اهدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیهم'' کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ بھی دیئے ہیں۔

اب ہم نے ہدایت حاصل کرنی ہے کتاب اللہ سے۔ کیونکہ وہ کتاب ہدایت ہے جس میں کوئی شک نہیں اور کتاب اللہ کو سمجھنا ہے رجال اللہ سے۔ کیونکہ وہ منعم علیہم ہیں اور ان کی راہ ہی صراط مستقیم ہے اور رجال اللہ کی پہچان کرنی ہے کتاب اللہ سے۔ کیونکہ وہی ''الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان'' ہے۔

نیز ''ویتبع غیر سبیل المؤمنین'' سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنا ہی سلامتی اور نجات کا راستہ ہے۔ پس صراط مستقیم پر چلنے والوں کو کتاب اللہ اور رجال اللہ دونوں سے وابستہ رہنا ضروری ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک سے کٹ جانا گمراہی اور ضلالت ہے۔ لہٰذا سلف صالحین کے فہم کو نظر انداز کرکے قرآن وحدیث کے معانی ومطالب سمجھنے میں من مانی کرنا گمراہی اور بے دینی کی خشت اوّل ہے اور یہی آزادی فکر، عدم اتباع اسلاف اور ترک تقلید اسلام کے نام سے گمراہ ہونے والے تمام لوگوں میں قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے۔ اسی گمراہی اور بے راہ روی سے محفوظ رہنے کے لئے ''غیر المغضوب علیهم ولا الضالین'' کو ''اهدنا الصراط المستقیم'' کی دعا میں شامل کیا گیا ہے۔

شومئ قسمت کہ اہل اشاعت مسئلہ حیات الانبیاء میں اسی بے راہ روی کا شکار ہوچکے ہیں۔ ان لوگوں نے مسئلہ مذکورہ میں فہم سلف صالحین کو بالائے طاق رکھ کر آزادی اور ترک تقلید کی راہ اختیار کی ہے۔

چنانچہ یہ لوگ حضور اکرم ﷺ کی روح اقدس کا تعلق آپ کے جسد عنصری کے ساتھ نہیں مانتے اور سماع الصلوٰۃ والسلام عند القبر الشریف کا بھی انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ پوری امت مسلمہ میں چودہ سو سال تک کوئی شخص نہ تو

عدم تعلق کا قائل گزرا ہے اور نہ ہی عدم سماع کا۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں۔"بلاخوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۴۷ھ تک اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ ﷺ عندالقبر الشریف صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی علم تصوف وسلوک کی سیرت کی یا تاریخ کی کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عندالقبر الشریف صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔"من ادعی خلافه فعليه البيان و لا يمكنه ان شاء الله تعالٰى الى يعم البعث و الجزاء و الميزان"

(تسکین الصدور ص ۲۸۲ طبع دوم)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب کے چیلنج کا لوہا

جب سے تسکین الصدور شائع ہوئی ہے۔ اسی وقت سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا چیلنج اہل اشاعت کے کانوں میں گونج رہا ہے۔ لیکن آج تک یہ حضرات کسی ایک عالم دین کا نام پیش کر کے حضرت شیخ کے چیلنج کا جواب نہیں دے سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات وسماع کا عقیدہ اتنا پختہ اور مسلمہ ہے کہ آج تک امت مسلمہ میں سے کسی ایک فرد بشر نے اس کا انکار نہیں کیا۔ یہی تو وجہ ہے کہ اہل اشاعت نے عقیدہ حیات وسماع کی تردید میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا، بڑی طاقت خرچ کی، رسالے شائع کئے، کتابیں لکھیں، صفحات کے صفحات سیاہ کئے اور عقیدہ حیات وسماع کی تردید میں تقریروں اور تحریروں کا ایک طوفان کھڑا کردیا اور اس عقیدہ کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا۔ لیکن اس سب کے باوجود یہ لوگ اس عقیدہ راسخہ کو ذرا بھر بھی نقصان نہ پہنچا سکے۔ کیونکہ یہ عقیدہ اسلام کے بقیہ عقائد کی طرح"اصلها ثابت و فرعها فی السماء" کا مصداق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ

اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ کہئے یا پھر عقیدہ حیات کی کرامت، کہ اہل اشاعت زور وشور کی اتنی لمبی چوڑی تردید کے بعد بالآخر عقیدہ حیات کو من وعن یا الفاظ کے تھوڑے سے ہیر پھیر کے ساتھ تسلیم کرنے پر مجبور ہی ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ کے فیصلہ پر تصدیقی دستخط فرما کر من وعن عقیدہ حیات وسماع کو تسلیم کرلیا اور قاضی شمس الدین صاحب نے (تسکین القلوب ص ۷۴ تا ۷۰) اور (التعلیق الفصیح ص ۳۹) اور (مسالک العلماء ص ۲۴۸) میں حیات بہ تعلق روح مع الجسد العنصری کو تسلیم کیا ہے۔

اور جناب سجاد بخاری صاحب نے (اقامۃ البرہان ص ۱۵۹، ۱۷۹ و ۱۸۳) میں روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق تسلیم کیا ہے اور (مسالک العلماء ص ۲۴۷) میں سماع روحانی کو بھی تسلیم کیا ہے اور اسی طرح جناب سجاد بخاری (اقامۃ البرہان ص ۱۹۰ و ۱۹۲ و ۱۷۱ و ۲۳۵) میں حضور اکرم ﷺ کا سماع روحانی تسلیم کرتے ہیں۔ علامہ نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد روح کا جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کی طرف اعادہ اور تعلق ہوتا ہے۔ اس تعلق کی وجہ

سے جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ میں حیات پیدا ہوتی ہے اور اس حیات کی وجہ سے میت دکھ دسکھ محسوس کرتا ہے۔ دیکھئے (ندائے حق جدید ص ۱۵ و ۲۲ و ۱۸۸ و ۲۰۸ و ۲۱۲) اسی طرح نیلوی صاحب حضور اکرم ﷺ کے سماع روحانی کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ (ندائے حق جدید ص ۳۰ جز ثانی)

قارئین کرام! مندرجہ بالا ساری کتابیں عقیدہ حیات وسماع کی تردید میں لکھی گئی ہیں اور دل کھول کر ان کتابوں میں اس عقیدہ کی تردید کی گئی ہے۔ لیکن آپ اسلامی عقیدہ کی پختگی اور مضبوطی کا اندازہ لگائیں کہ رد اور نکیر کے اس خطرناک طوفان میں انکار کرنے والے اپنی کوششوں میں بری طرح ناکام رہے اور کسی نہ کسی طرح اس سچے عقیدہ کو تسلیم کرنا ہی پڑا۔ بندہ عاجز کے نزدیک یہ اس عقیدہ کی حقانیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اظہار حقیقت مخفیہ

اہل اشاعت نے عامۃ المسلمین میں یہ زبردست پروپیگنڈہ کر رکھا ہے کہ ہمارے پاس تو قرآن ہے اور حیات الانبیاء کے قائلین کے پاس قرآن مجید کی کوئی آیت اور دلیل نہیں ہے۔ البتہ چند حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن وہ بھی ضعیف اور موضوع ہیں اور یہ مکروہ پروپیگنڈہ اتنے وسیع پیمانے پر کیا گیا کہ بہت سے سادہ لوح مسلمانوں نے اس کو سچ سمجھ لیا اور یقین کر لیا کہ واقعی ہمارے پاس قرآن کی کوئی آیت نہیں ہے اور چند حدیثیں ہیں وہ بھی ناقابل اعتماد۔ حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ علماء اہل سنت والجماعت کے پاس حیات الانبیاء کے دلائل کتاب وسنت دونوں سے موجود ہیں اور پھر اجماع امت اس پر مستزاد ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ حیات الانبیاء کے عقیدہ کی بنیاد قبر کی زندگی پر ہے یا دوسرے لفظوں میں حیات الانبیاء کا عقیدہ حیات فی القبر کی شاخ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ حیات قبر کے قائل ہیں وہ حیات الانبیاء کے بھی قائل ہیں اور جو حیات قبر کے قائل نہیں ہیں وہ حیات الانبیاء کے بھی قائل نہیں ہیں۔ عالم قبر کی زندگی جس کو علماء عالم برزخ سے بھی تعبیر کرتے ہیں جس کی ابتداء موت سے شروع ہوتی ہے اور اختتام قیام قیامت پر ہوگا۔ اس حقیقت کو ذرا دوبارہ ذہن نشین کر لیں کہ علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک موت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی عرصہ کو عالم قبر بھی کہا جاتا ہے اور عالم برزخ بھی کہا جاتا ہے۔ قبر و برزخ میں کسی قسم کا تضاد اور تنافی نہیں ہے اور نہ ہی کسی ایک سے دوسرے کی نفی ہوتی ہے بلکہ دونوں کا مصداق ایک ہے۔ یعنی ہر مردہ قبر میں بھی ہے اور برزخ میں بھی ہے۔ برزخ کے مفہوم سے قبر قطعاً خارج نہیں ہے بلکہ داخل ہے۔

خیر تو میں عرض کر رہا تھا کہ عالم قبر کی زندگی قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول کریم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس میں مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ رہے وہ عامیانہ شبہات کہ دنیا میں دیکھنے والوں کو یہ ثواب وعذاب نظر نہیں آتے۔ سو اس کے تفصیلی جوابات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے وجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ جنات اور فرشتے بھی کسی کو نظر نہیں آتے۔ مگر موجود ہیں، ہوا

نظر نہیں آتی مگر موجود ہے جس کا کائناتی فضا کا اس زمانہ میں راکٹوں کے ذریعہ مشاہدہ ہو رہا ہے وہ اب سے پہلے کسی کو نظر نہ آتی تھی۔ مگر موجود تھی۔ خواب دیکھنے والا خواب میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو کر سخت عذاب میں بے چین ہوتا ہے۔ مگر پاس بیٹھنے والوں کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اصول کی بات یہ ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ جب خالق کائنات نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد اس عذاب وثواب کی خبر دی ہے تو اس پر ایمان واعتقاد رکھنا لازم ہے۔'' (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۶)

یہاں تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی دس آیتوں سے اور احادیث متواترہ سے قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے اور احکام القرآن میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہ دس آیتیں بھی لکھی ہیں۔ جن سے قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے اور دس آیات لکھ کر فرماتے ہیں: ''فتلک عشرۃ کاملہ من الاٰیات اکتفیت علی ذکرھا وان ذکرھا العلماء سواھا من الآیات ایضاً یستدل بھا علی عذاب القبر ومن رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا کفاہ ھذہ العشرۃ والا فالقرآن کلہ لا یجزی نفعاً لمن ختم علی قلبہ والعیاذ اللہ'' ترجمہ: قرآن مجید کی یہ دس کامل آیات ہیں جن پر میں اکتفا کرتا ہوں اگرچہ علماء نے ان کے علاوہ چند دیگر آیات بھی ذکر کی ہیں جن سے انہوں نے عذاب قبر (قبر کی زندگی) پر استدلال کیا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہے۔ اس کو یہ دس آیات کافی ہیں ورنہ العیاذ باللہ جس کے دل پر مہر لگ چکی ہے اس کو تو پورا قرآن بھی نفع نہ دے گا۔ (احکام القرآن عربی ج ۴ ص ۸۴)

پس مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے قرآن مجید کی دس سے زائد آیات اور احادیث متواترہ سے عذاب قبر (حیات قبر) ثابت ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۳) میں چار آیات قرآنیہ سے عذاب قبر (حیات قبر) کو ثابت کیا ہے اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے (التذکرہ ص ۱۵۱، ۱۵۲) میں پانچ آیات قرآنیہ سے عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کو ثابت کیا ہے اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ الروح میں سات آیتوں سے عذاب قبر (حیات قبر) کو ثابت کیا ہے اور علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے (شرح فقہ اکبر ص ۱۰۱) میں تین آیات سے عذاب قبر یعنی حیات قبر کو ثابت کیا ہے۔

بہر حال یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید کی آیات کثیرہ سے قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ قبر کی یہ زندگی میت کو جزا وسزا کے لئے دی جاتی ہے۔ اس لئے یہ زندگی بلا استثناء بشمول انبیاء تمام موتی کو حاصل ہوتی ہے۔ البتہ قبر کی یہ زندگی اور جزا وسزا کی یہ کارروائی ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ ''بل احیاء ولکن لا تشعرون'' یعنی شہداء عالم قبر میں زندہ ہیں۔ لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء قبر کی کارروائی کو غیب کی چیز بتاتے ہیں جس پر بن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے۔ نیز واضح رہے کہ جن آیات بینات سے قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ انہی آیات بینات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قبر کی یہ زندگی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو حاصل ہوتی ہے اور قبر کی جزا وسزا میں روح اور جسد دونوں شریک ہوتے ہیں۔ چاہے جسد عنصری جس حالت میں بھی ہو۔ بہر حال وہ روح کے ساتھ قبر کی کارروائی میں شریک ہوتا ہے اور قانونی طور پر اس کو شریک بھی ہونا چاہئے۔ کیونکہ عالم دنیا (دار العمل) میں جسد عنصری روح کے ساتھ نیکی و برائی میں شریک رہا اور قیامت کے دن اسی جسد عنصری کو قبروں سے اٹھا کر ایمان واعمال کے مطابق دوزخ یا بہشت میں بھیج کر جزا وسزا میں روح کا شریک بنایا جائے گا۔

لہٰذا انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ عالم قبر میں جسد عنصری جزاء وسزا میں روح کا شریک ہو اور قرآن وحدیث سے بھی یہی ثابت ہے کہ جسد عنصری ہر عالم میں جزاء وسزا کے معاملہ میں روح کا شریک رہتا ہے۔ خواہ عالم دنیا ہو یا عالم قبر و برزخ ہو یا عالم آخرت ہو۔ کسی عالم میں جسد عنصری کو جزاء وسزا سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ کتاب وسنت کے پورے ذخیرہ میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ عالم قبر یا عالم آخرت کی جزاء وسزا میں جسد عنصری مستثنیٰ ہے۔

انتباہ! کسی کتاب میں روحانی جزاء وسزا یا روحانی زندگی کا لفظ دیکھ کر دھوکہ میں نہ پڑ جانا کیونکہ قبر کی زندگی کو روحانی حیات سے تعبیر کرنے سے اور اسی طرح عالم قبر کی کارروائی کو روحانی جزا وسزا سے تعبیر کرنے سے جسد عنصری کی نفی ہرگز ہرگز نہیں ہوتی ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ عالم قبر میں روح ظاہر اور جسد مخفی ہوتا ہے۔ برخلاف عالم دنیا کے کہ اس عالم میں جسد ظاہر ہے اور روح مخفی ہے۔ اس لئے عالم قبر کی جزاء وسزا اوّلاً روح پر طاری ہوتی ہے اور روح کے واسطہ سے جسد عنصری بھی متاثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ عالم دنیا میں جزا وسزا اوّلاً جسد پر طاری ہوتی ہے اور جسد کے واسطہ سے روح بھی متاثر ہوتی ہے۔ تفصیل کے لئے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی (کتاب الروح ص ۸۸، ۸۹) اور علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۶) کا مطالعہ کریں۔

پس جس طرح عالم دنیا کی سزا کو جسمانی اذیت کہا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ صرف جسم متاثر ہوتا ہے اور روح کو تکلیف نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جسم کے واسطہ سے روح بھی متاثر ہوئی۔ لیکن چونکہ جسم ظاہر اور روح مخفی ہے اس لئے اس کو جسمانی اذیت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح قبر کی زندگی اور کارروائی کو روحانی حیات اور روحانی جزاء وسزا سے تعبیر کرنے کا صحیح مطلب یہ ہے کہ روح کے واسطہ سے جسد عنصری بھی جزا سزا میں شریک ہے۔ چونکہ اس عالم میں روح ظاہر ہے۔ اسی لئے جزا وسزا کی نسبت روح کی طرف کر دی جاتی ہے۔ بہرحال حیات روحانی اور عذاب روحانی سے جسد عنصری کے شریک ہونے کی نفی ہرگز نہیں ہوتی، خوب سمجھ لیں۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ جس کتاب میں حیات روحانی یا جزاء وسزا روحانی کی تعبیر پائیں گے تو آپ کو اسی کتاب میں یا اس کتاب کے مؤلف کی کسی دوسری کتاب میں روح اور جسد عنصری کے تعلق کا عقیدہ بھی ملے گا اور جسد عنصری کا روح کے ساتھ جزا وسزا میں شریک ہونے کا عقیدہ بھی ملے گا۔ ان شاء اللہ العزیز!

بندہ اپنے دعویٰ کا پھر اعادہ کرتا ہے کہ عالم اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی ایک ایسا عالم دین نہیں گزرا جس نے کہا یا لکھا ہو کہ عالم قبر کی کارروائی صرف اور صرف روح کے ساتھ ہوتی ہے اور جسد عنصری اس کارروائی میں بالکل شریک نہیں ہوتا۔ یعنی جسد عنصری کی نفی صاف لفظوں میں موجود ہو۔

ان شاء اللہ! آپ کو جزاء وسزا کے معاملہ میں جسد عنصری کی نفی کرنے والا کوئی آدمی اہل سنت والجماعت کے زمرہ سے نہیں ملے گا۔

اہل سنت والجماعت کا عالم دین جزاء وسزا کے لئے قبر کی زندگی کا کیسے انکار کر سکتا ہے۔ جب کہ قبر کی زندگی قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ پس اصول اربعہ میں سے اصول ثلاثہ سے ثابت ہونے والی مسلمہ حقیقت کا بھلا کون انکار کر سکتا ہے۔ کلا وحاشا!

اب بندہ عاجز چند آیات قرآنیہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ جن سے قبر کی زندگی بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عالم قبر میں ہونے والی جزاوسزا کی یہ کارروائی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر وارد ہوتی ہے۔ چاہے جسد عنصری جس حال میں بھی ہو۔ بہرحال وہ دکھ سکھ میں روح کا شریک ہوتا ہے۔ کیونکہ جسد عنصری کو جزاوسزا سے مستثنیٰ کر کے صرف روح کو جزاء وسزا کا مورد سمجھنا ظلم اور ناانصافی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات، پاک اور منزہ ہے۔ ''ان اللہ لیس بظلام للعبید۔ ان اللہ لا یظلم الناس شیئا''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیات القرآن فی اثبات الشعور لاہل القبور

آیت نمبر ا ...... ''یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء'' ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا و آخرت میں مضبوط رکھتا اور ظالموں کو پھسلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا کرتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷)

(ف) تمام مفسرین اور محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور فی الآخرۃ سے مراد عالم قبر ہے۔ واضح رہے کہ نکیرین کے سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رہنے والے مومنین سے مراد روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ عالم قبر میں امتحان لینے کے لئے ہر مردہ کو ایک خاص قسم کی حیات عطا کی جاتی ہے۔ جس کے ذریعہ وہ سوالات کو سمجھتا ہے اور صحیح یا غلط جواب دیتا ہے۔ پھر صحیح جواب دینے والوں کی قبر کو جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے اور میت اپنے آپ کو جنت میں محسوس کرتی ہے اور غلط جواب دینے والوں کی قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیا جاتا ہے اور میت عذاب کو محسوس کرتا ہے اور یہ بھی آیت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم قبر کی یہ کارروائی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر طاری ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۲ ...... ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں۔ ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردہ ہیں۔ بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے۔ (بقرہ: ۵۰)

۳...... ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون'' ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کر بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق ملتا ہے۔ (آل عمران: ۶۹)

بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق ملتا ہے۔

(ف) ان دونوں آیتوں میں واضح الفاظ میں مقتولین فی سبیل اللہ کو زندہ کہا گیا ہے اور یہی عالم قبر کی زندگی ہے۔ چونکہ مقتول روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے لہٰذا یہ حیات بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو حاصل ہے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے۔ جو قتل ہوئے وہی زندہ ہیں اور ظاہری طور پر قتل کا فعل جسد پر وارد ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں جسد عنصری کی حیات کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے اور ''ولکن لا تشعرون'' بھی جسد عنصری کی حیات پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ جسد عنصری کی حیات ہمارے حواس سے بالاتر ہے اور اہل اشاعت

حیات شہداء کی جو تشریح کرتے ہیں کہ ان کی ارواح کو سبز رنگ کے پرندوں میں رکھ کر ان کو جنت میں بھیج دیا گیا ہے۔ اب وہ جنت میں رہتے ہیں۔ کھاتے ہیں پیتے ہیں اور سیر و سیاحت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس حیات پر ''ولکن لا تشعرون'' صادق نہیں آتا۔ کیونکہ یہ حیات تو شعور میں آنے والی ہے اور قرآن ایسی حیات بیان کرتا ہے جو شعور میں آنے والی نہیں ہے اور وہ جسد عنصری کی حیات ہے۔

باقی رہی حدیث طیور خضر جس سے اہل اشاعت استدلال کرتے ہیں تو یہ حدیث مذکورہ بالا آیات کی تشریح اور تفسیر تو بن سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے ناسخ کسی صورت میں بھی نہیں بن سکتی اور تشریح کی صورت یہ ہے کہ حیات شہداء کے دو پہلو ہیں۔ ایک حیات جسمانی کا پہلو اور ایک حیات روحانی کا پہلو۔ حیات جسمانی کے پہلو کو قرآن مجید میں نمایاں کر کے بیان کیا گیا اور حیات روحانی کے پہلو کو حدیث میں نمایاں طور پر بیان کیا گیا۔ پس قرآن و حدیث کے مجموعہ سے مقتولین فی سبیل اللہ کے روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کی حیات ثابت ہوئی۔ اگر بالفرض بقول اہل اشاعت حدیث طیور خضر کو لے کر صرف اور صرف حیات روحانی کا عقیدہ قائم کر کے حیات جسمانی کا بالکل انکار کر دیا جائے تو یہ حدیث مذکورہ بالا دونوں آیتوں کی ناسخ بن جائے گی۔ کیونکہ آیات میں مقتول فی سبیل اللہ کو زندہ کہہ کر حیات جسمانی کو نمایاں طور بیان کیا گیا ہے۔ اب اگر ہم شہداء کی حیات جسمانی کا یکسر انکار کر دیں تو حدیث طیور خضر آیات مذکورہ کے لئے ناسخ قرار پائے گی۔ حالانکہ حدیث طیور میں آیات قرآنیہ کی ناسخ بننے کی قطعاً طاقت نہیں ہے۔

توضیح کے لئے ایک مثال

بندہ عاجز نے جو یہ عرض کیا ہے کہ قرآن مجید سے جو حیات جسمانی نمایاں طور پر ثابت ہوتی ہے تو وہ برحق اور واجب التسلیم ہے اور حدیث پاک سے جو حیات روحانی ثابت ہوتی ہے وہ بھی برحق اور واجب التسلیم ہے۔ قرآن و حدیث دونوں اپنے مقام پر سچے ہیں۔ ان میں کسی قسم کا تعارض اور تضاد نہیں ہے اور نہ ہی کسی ایک کی نفی کی ضرورت ہے۔ اب اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ایک مثال آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: ''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا'' (احزاب: ۳۳) آیت مذکورہ میں اہل بیت سے مراد، حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں اور ان ہی کو قرآن میں اہل بیت کہا گیا ہے۔ کیونکہ پیچھے سلسلہ کلام میں وہی مخاطب ہیں اور ''ینساء النبی'' میں بھی انہی کو خطاب کیا گیا ہے۔

لیکن (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۸) میں بحوالہ مسلم شریف سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ و سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین اور ان کے والدین رضی اللہ عنہما پر اپنی چادر مبارک ڈال کر فرمایا ''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا'' اور دوسری روایت میں ہے ''اللھم ھؤلاء اھل بیتی'' ادھر قرآن مجید میں تو اہل بیت، ازواج مطہرات کو کہا گیا اور ادھر حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات حسنین کریمین اور ان کے والدین رضی اللہ عنہما اہل بیت ہیں۔ لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک قرآن و حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ ہی کسی ایک کو لے کر دوسرے کی نفی کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ قرآن و حدیث دونوں سچے اور برحق ہیں۔ یعنی ازواج مطہرات بھی اہل بیت ہیں اور حسنین کریمین اور ان کے والدین رضی اللہ عنہما بھی اہل بیت ہیں۔ البتہ ازواج مطہرات کا اہل بیت ہونا قرآن سے ثابت ہے اور ان حضرات کا اہل بیت ہونا حدیث سے ثابت ہے۔

لہٰذا اہل سنت والجماعت کے نزدیک قرآن وحدیث کے مجموعہ سے دونوں کا اہل بیت ہونا ثابت ہے۔ لیکن رافضی حدیث تطہیر کو لے کر آیت تطہیر کا انکار کرتے ہیں۔ بعینہ مسئلہ حیات میں قرآن وحدیث کے مجموعہ سے روح وجسد عنصری کے مجموعہ کی حیات ثابت ہے اور یہی طریقہ اہل سنت والجماعت کا ہے اور حدیث طیور خضر کو لے کر مقتول فی سبیل اللہ کی حیات کا انکار کر دینا رافضیوں کا طریقہ کار ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک!

حدیث طیور خضر کا مطلب

(مسلم ج۱ص ۱۳۵) میں جو یہ حدیث مروی ہے کہ شہداء کے روح سبز رنگ کے پرندوں کے جوف میں ہیں اور وہ جنت میں سیر وسیاحت کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کرام سے انسانی شکل وصورت چھین لی ہے اور اب سبز رنگ کے پرندوں کے روپ میں ہیں۔ کیونکہ شکل انسانی تمام شکلوں سے افضل واعلیٰ اور برتر ہے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم'' اور ''ولقد کرمنا بنی آدم'' میں بھی یہی کچھ بتایا گیا ہے اور انسان ہی اشرف المخلوقات ہے۔ لہٰذا شکل انسانی کو مسخ کر کے ان کو پرندوں کی شکل دینا شہداء کرام کا اکرام نہیں ہے۔

بلکہ اس سے تو عقیدہ تناسخ کی تائید ہوتی ہے جب کہ اسلام کی رو سے عقیدہ تناسخ باطل ہے۔ بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء کرام کے ارواح کو جنت میں سیر وسیاحت کے لئے جو سواریاں عطا فرماتے ہیں ان کی شکل سبز رنگ کے پرندوں کی ہوتی ہے جیسا کہ عالم دنیا میں ہمارے حجاج کرام جن ہوائی جہازوں میں سوار ہو کر حج کو جاتے ہیں۔ ان کی شکل مچھلی کی ہوتی ہے اور مچھلی کی شکل والے جہاز میں بیٹھنے والا حاجی صاحب مچھلی نہیں بن جاتا۔ بلکہ وہ بصورت انسان اس میں سوار ہوتا ہے۔ البتہ اس کی سواری، ہوائی جہاز مچھلی کی شکل کی ہے۔ بعینہ اسی طرح ارواح شہداء کرام اپنی انسانی شکل وصورت میں جنت کے ایسے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر سیر وسیاحت کرتے ہیں۔ جن کی شکل سبز رنگ کے پرندوں کی ہے۔

ذہن میں پیدا ہونے والی ایک الجھن کا ازالہ

حدیث طیور خضر کا جب مطلب واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ شہداء کرام کو سبز رنگ کے پرندوں کی شکل کے ہوائی جہاز سیر وسیاحت کے لئے عطا فرماتے ہیں۔ جن میں وہ بصورت انسان بیٹھ کر جنت کی سیر کرتے ہیں اور جنت کے باغات کے پھل فروٹ کھاتے ہیں اور چشموں کا پانی پیتے ہیں اور خوشحال رہتے ہیں تو اس حدیث سے ان کا جنت میں رہنا ثابت ہوتا ہے اور ادھر آیات قرآنیہ مذکورہ بالا سے ان کی قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ پس جنت کی سیر وسیاحت اور قبر کی زندگی بیک وقت کیسے تصور کی جا سکتی ہیں؟ تو اس الجھن اور اس قسم کی عذاب قبر کے متعلق پیدا ہونے والی تمام الجھنوں کا اصولی جواب تو یہ ہے کہ عالم قبر ایک الگ جہان ہے۔ جس کے حالات وکوائف عالم دنیا سے مختلف ہیں۔ جیسے کہ عالم آخرت ایک اور جہان ہے اور اس کے حالات وکوائف ان دونوں جہانوں سے مختلف ہیں۔ لہٰذا ایک عالم کے حالات کو کسی دوسرے عالم پر قیاس کرنا خود غلط ہے اور عذاب قبر کے متعلق تمام ترشبہات اس بنیادی اور اصولی غلطی پر مبنی ہیں۔ لہٰذا ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے عالم قبر کی ساری کارروائی کو قرآن وحدیث کے فرمودات کے مطابق من وعن تسلیم کرنا ضروری ہے اور یہی ایمان بالغیب کی حقیقت ہے۔ اس

قسم کے موقع ومحاذ پر قرآن وحدیث کی بیان کردہ حقیقت کو اوّلیت دے کر عقل کو اس کے تابع کر دینا ایک مسلمان کا نصب العین ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے قبر کی زندگی اور کارروائی کی وضاحت فرمادی ہے تو اس پر بھی اعتقاد ضروری ہے اور اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے ارواح کے لئے جنت کی سیر وسیاحت بیان فرمائی ہے تو وہ بھی برحق ہے۔ دونوں چیزیں صحیح ہیں۔

کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت سے باہر نہیں ہے۔ عقلی شبہات سے مرعوب ہو کر قبر کی کارروائی کا انکار کر دینا یا پھر ''ناروا'' تاویلات کے ذریعہ ایک شرعی حقیقت کی اصلی صورت کو مسخ کر دینا کوئی دانشمندانہ اقدام نہیں ہے بلکہ الحاد اور زندقہ کا ایک چور دروازہ ہے۔ یقین جانئے کہ عقلی شبہات سے ڈر کر کتاب وسنت کی بیان کردہ عذاب قبر کی اصلی صورت کو ناجائز تاویلوں کے ذریعہ مسخ کر دینے سے نہ تو اشاعت توحید ہوگی اور نہ ہی اشاعت سنت ہوگی۔ بلکہ اس طریقہ واردات سے تو اشاعۃ الالحاد والضلالۃ ہی ہوگی۔ لہٰذا عامۃ المسلمین کو قبر وآخرۃ کو من وعن بلا کسی ناروا تاویل کے تسلیم کرنا چاہئے اور شبہات سے ڈرنا بھی نہیں چاہئے اور شبہات میں پڑنا بھی نہیں چاہئے اور عقل کو شریعت کے تابع رکھنا چاہئے۔

اگر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میت کے پاس نکیرین آتے ہیں اور اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور تین سوال کرتے ہیں۔ اگر مردہ صحیح جواب دے دیتا ہے تو اس کی قبر کو جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے اور مردہ قیامت تک آرام وسکون میں رہتا ہے اور اگر مردہ صحیح جواب نہیں دیتا تو اس کی قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیا جاتا ہے اور وہ قیامت تک عذاب اور تکلیف میں رہتا ہے تو نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان سچ اور حقیقت ہے۔

اسی طرح اگر حضور اکرم ﷺ نے روح کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ جنت کی سیر وسیاحت کرتا ہے اور وہاں کے پھل فروٹ کھاتا ہے تو وہ بھی سچ اور حقیقت ہے۔ ان میں سے نہ تو کسی ایک کا انکار کرنا ہے اور نہ ہی کسی کی ناجائز تاویل سے شکل وصورت مسخ کرنی ہے۔ اس عالم کی جو کارروائی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ نے بتائی ہے اور جس طرح بتائی ہے وہ سب کی سب برحق اور صحیح ہے نہ عقل سلیم کے خلاف ہے اور نہ ہی اس کی قدرت اور قانون سے بعید ہے اور ایک مجرم کو چاہے وہ جس حالت میں بھی ہے سزا دینا اللہ تعالیٰ کا قانون بھی ہے اور اس کی قدرت بھی۔

بعض لوگ قانون وقدرت کو دو متضاد حقیقتیں سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ حضرت انسان (روح اور جسد کا مجموعہ) نیک ہے یا بد ہے اور اس نیک یا بد انسان کو عالم قبر میں جزا وسزا دینا اللہ تعالیٰ کے قانون عدل کا عین تقاضا اور قدرت الٰہی کا مظہر ہے۔

تو میں عرض کر رہا ہوں کہ احوط واسلم اور محفوظ راستہ یہ ہے کہ عقلی شبہات اور اشکالات کو پس پشت ڈال کر عالم قبر کی تمام کارروائیوں کو تسلیم کر کے خاموش ہو جانا چاہئے۔ لیکن بد قسمتی سے مخالفین اسلام کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ کتاب وسنت کے بیان کردہ حقائق کو شکوک وشبہات اور اشکالات ووساوس کے ذریعہ رد کرنے کی کوشش کرتے چلے آرہے ہیں اور علماء اسلام بھی ہمیشہ سے ان کے تمام شبہات ووساوس کا دلائل وبراہین سے قلع قمع کرتے آرہے ہیں۔ ''فجزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ وتقبل اللہ مساعیھم الجمیلہ فی احقاق الحق وابطال الباطل''

یہ بات بلا خوف تردید کہی جا رہی ہے کہ عقائد اسلامیہ میں شکوک وشبہات پیدا کر کے ان کا انکار کر دینا

ہمیشہ سے کافروں مشرکوں، ملحدوں اور دشمنان اسلام کا وطیرہ رہا ہے۔ عقیدہ قیامت (البعث بعد الموت) میں شبہات پیدا کرنے والے یہی کافر، ترازو اعمال میں شبہات پیدا کرنے والے یہی کافر، پل صراط میں شک کرنے والے یہی کافر، حضور اکرم ﷺ کے معراج جسمانی میں شبہات پیدا کرنے والے یہی کافر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے میں شک کرنے والے یہی کافر، ان کے رفع جسمانی الی السماء ثم نزول الی الارض میں شبہات اٹھانے والے یہی کافر، معجزات کو خلاف عقل کہہ کر انکار کرنے والے یہی کافر۔

اسی طرح قبر کی زندگی اور کارروائی میں شکوک وشبہات پیدا کر کے انکار کرنے والے یہی ملحد وکافر، عہد اوّل سے مسلمان تو ان حقائق کو بلا چون وچرا تسلیم کرتے چلے آرہے ہیں اور کسی مسلمان کے دل میں عقائد اسلامیہ کے متعلق ایسے شکوک وشبہات کبھی پیدا نہیں ہوئے۔ جن کی وجہ سے کسی عقیدہ صحیحہ ثابتہ کی تکذیب یا تحریف کی نوبت آجائے۔ کیونکہ مسلمان تو ہوتا بھی وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی زبان پر پورا پورا اعتماد اور یقین ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں قبر کی جزا وسزا بیان کی گئی ہے اور حضور اکرم ﷺ نے بڑی وضاحت اور تفصیل سے عالم قبر کی کارروائی کو بیان فرمایا۔ لیکن مجال ہے کہ کسی صحابہ رسول ﷺ کے دل میں شکوک وشبہات ابھرے ہوں اور تکذیب یا تحریف تک نوبت پہنچی ہو۔ کلا وحاشا وہاں تو تسلیم کی ایک ایسی فضا بن چکی تھی کہ وہ حضرات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بیان کردہ بات کے متعلق سوائے آمنا وصدقنا کے کسی کو جانتے بھی نہیں تھے۔

ان کو اپنے دیکھے اور سنے پر اتنا اعتماد نہیں تھا جتنا ان کو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی زبان پر اعتماد تھا۔ لیکن یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ کسی سچے عقیدہ کو تسلیم کرتے ہوئے اطمینان مزید حاصل کرنے کے لئے سوال کرنا اور بات ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا تھا ''رب ارنی کیف تحی الموتٰی'' اور کسی سچے عقیدہ کو رد کرنے کی خاطر اس میں شبہات پیدا کرنا بالکل اور چیز ہے اور یہی دوسرا طریقہ ملحدوں اور زندیقوں کا ہے۔ خیر تو میں عرض کر رہا تھا کہ ایک مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ قبر کی زندگی کو اور اس ساری کارروائی کو حضور اکرم ﷺ کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق تسلیم کرے۔ نہ خود شبہات میں پڑے اور نہ کسی کو شبہات میں ڈالے۔ لیکن بعض اوقات انہی ملاحدہ وزنادقہ کے شبہات سے ایک سادہ لوح آدمی پریشان ہو جاتا ہے۔

عالم قبر اور عالم خواب

اسی لئے علماء اہل سنت والجماعت نے ان بے دینوں کے تمام شبہات کے مدلل، مسکت اور دندان شکن جواب تحریر فرمائے ہیں اور مذکورہ بالا ذہنی الجھن کہ مقتول فی سبیل اللہ قبر میں زندہ رہتے ہوئے بصورت انسانی جنت کی سیر وسیاحت کیسے کرتا ہے اور اس قسم کی عالم قبر کے متعلق پیدا ہونے والی دیگر تمام الجھنوں کو دور کرنے کے لئے اکابر علماء حق نے عالم خواب میں غور وفکر کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ کیونکہ عالم قبر عالم خواب کے مشابہ ہے اور عالم خواب سے آدمی کا روزمرہ کا واسطہ ہے۔ بلکہ عالم خواب آدمی کا مشاہدہ ہے اور عالم قبر میں آدمی پر طاری ہونے والے حالات عالم خواب کے حالات سے کچھ نہ کچھ مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے ''النوم اخت الموت'' اور عالم خواب میں غور وفکر کرنے سے قبر کی زندگی انسانی ذہن کے قریب تر ہو جاتی ہے۔

چنانچہ جب آدمی سوتا ہے اور عالم خواب میں چلا جاتا ہے تو اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ''والتی لم تمت فی منامها'' سے معلوم ہوتا ہے۔ پس جب آدمی عالم خواب میں ہوتا ہے تو اس کا جسد عنصری بے حس وحرکت چار پائی پر پڑا ہوتا ہے اور اس کے جسم کی مشینری معطل ہوتی ہے۔ اہل دنیا کی نظر میں اس کی آنکھیں بند ہیں، زبان خاموش ہے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ ساکن ہیں اور ادھر روح جسد عنصری سے نکل کر عالم خواب میں مختلف مقامات کی سیر وسیاحت میں مصروف ہے اور اس عالم میں روح اپنے آپ کو مجرد محسوس نہیں کرتی بلکہ وہ اسی جسد عنصری کو اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے۔

یعنی عالم خواب میں روح، جسد عنصری کی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔ اسی کے کانوں سے سنتی ہے اور اسی کی زبان سے بولتی ہے اور اسی کے پاؤں سے چلتی ہے اور اسی کے ہاتھ سے پکڑتی ہے اور خود اسی جسد عنصری کی پوری مشینری کو اپنے ہمراہ سمجھتی ہے اور عالم خواب میں روح پر دکھ سکھ سے جو حالات طاری ہوتے ہیں۔ ان سب کے اثرات چار پائی پر پڑے ہوئے جسد تک پہنچتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات سویا آدمی رونے لگتا ہے یا پھر ہنسنے لگتا ہے اور کبھی کانپ اٹھتا ہے۔ پس جس طرح عالم خواب میں سونے والے آدمی کا جسد عنصری چار پائی پر پرسکون پڑے رہنے کے باوجود روح کے ہمراہ شریک کار بھی ہے اور مصروف عمل بھی ہے اور مختلف مقامات کی سیاحت میں مشغول بھی ہے۔ بعینہ اسی طرح شہداء کرام کے اجساد عنصریہ قبر میں رہتے ہوئے جنت کی سیر وسیاحت میں ارواح کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور جس طرح عالم خواب میں روح پر رنج وراحت کے جو حالات طاری ہوتے ہیں۔ ان سے آدمی کا جسم برابر متاثر ہوتا ہے اسی طرح عالم قبر میں روح پر دکھ سکھ کے جو حالات طاری ہوتے ہیں جسد عنصری ان سے برابر متاثر ہوتا ہے اور جس طرح عالم خواب کی کارروائی اہل دنیا کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔ حتی کہ خواب دیکھنے والے کے پاس بیٹھنے والا بھی عالم خواب کی کارروائی کو نہیں دیکھ سکتا۔ اسی طرح عالم قبر کی کارروائی بھی دنیا والوں کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔

ملحدین کے شکوک وشبہات کے ازالہ کے لئے اور عالم قبر کی زندگی اور کارروائی کو اذہان کے قریب کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اکابر علماء نے اپنی اپنی تصانیف میں خواب کی مثال دی ہے تا کہ لوگوں کو یہ بات سمجھنا آسان ہو جائے کہ عالم قبر کی ساری کارروائی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر کس طرح وارد ہوتی ہے۔

۱..... حجۃ الاسلام الامام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی (احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۵۰۱)
۲..... علامہ ابن قیم جوزی (کتاب الروح ص ۸۸، ۸۹)
۳..... امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۴)
۴..... مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ (احکام القرآن ج ۴ ص ۱۰۵، معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۷)
۵..... الامام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم (ج ۲ ص ۳۸۶)
۶..... حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی لکھنوی (معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۸۸)

سلف صالحین پر اعتماد کرنے والوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے تو انہی اکابرین امت کا نام کافی ہے کہ یہ حضرات عالم قبر کی جزا وسزا میں جسد عنصری کو روح کا شریک تسلیم کر کے عالم خواب کی مثال دے کر

عقیدہ حیات قبر کو اقرب الی الفہم کر رہے ہیں۔ لیکن جو شخص سلف صالحین کے راستہ سے ہٹ کر ''یتبع غیر سبیل المؤمنین '' کا مصداق بننا چاہتا ہے وہ جانے اور اس کا کام۔

آیت نمبر ۴...... ''قیل ادخل الجنة قال یلیت قومی یعلمون۔ بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین ''ترجمہ: ارشاد ہوا کہ جنت میں ہو کہنے لگا کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا۔ (یٰسین: ۲۷)

(ف) بستی انطا کیہ کا رہنے والا حبیب نجار جب تبلیغی جماعت کی نصرت کرنے کے لئے آیا تو بستی والوں نے اس کو پتھر مار کر یا گلا گھونٹ کر یا آگ میں جلا کر شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں جانے کا حکم دیا۔ یعنی اس کی قبر کو جنت کا باغ بنا دیا گیا اور اس برزخی جنت میں حبیب شہید نے جو بات کہی اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن مجید میں نقل کیا۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۳۵۷ ملخصا) شہید ہو جانے کے بعد اس شخص نے اپنی قبر یعنی برزخی جنت سے جو بات کہی وہ قرآن کریم میں منقول ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ شخص قبر میں زندہ ہے اور اس کی یہ زندگی ہمارے فہم و شعور سے بالاتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس شخص کی زندگی کی اطلاع دی ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور قبر کی یہ زندگی اس شخص کے روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو حاصل ہے۔ کیونکہ عالم قبر میں اس شخص نے ایک بات کہی ہے اور بات کرنے کے لئے زبان کی ضرورت اور زبان جسد کا آلہ ہے۔ پس جب ثابت ہو گیا کہ ''یلیت قومی یعلمون '' والا جملہ روح اور جسد دونوں سے صادر ہوا تو حیات برزخی بھی روح اور جسد دونوں کے لئے ثابت ہو گئی۔

نیز: ''قال یلیت قومی یعلمون '' میں قال کا فاعل ہو ضمیر ہے جو کہ پیچھے رجل کی طرف راجع ہے۔ یعنی ''جاء من اقصا المدینة رجل یسعی '' اور رجل کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ ''یلیت قومی یعلمون '' روح اور جسد کے مجموعہ کا مقولہ ہے۔

لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ اس شخص کو عالم قبر میں جو حیات حاصل ہوئی ہے وہ روح اور جسد دونوں کے مجموعہ کو حاصل ہے۔

آیت نمبر ۵...... ''من عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینه حیاة طیبة ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون ''ترجمہ: جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے اور ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے۔ (النحل: ۹۷)

(ف) اس آیت میں جمہور مفسرین کے نزدیک حیات طیبہ سے مراد دنیا کی پاکیزہ اور بالطف زندگی ہے اور بعض ائمہ تفسیر نے اس سے آخرت کی زندگی مراد لی ہے۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۳۸۶)

اور بعض دیگر مفسرین نے حیات طیبہ سے قبر کی زندگی مراد لی ہے۔ دیکھئے

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۴۲، تفسیر عثمانی ص ۳۶۸، حاشیہ جلالین ص ۲۲۵)

شیخ الحدیث علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات طیبہ سے تینوں عالموں (دنیا، آخرت، قبر) کی زندگی مراد ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ بحرحال مومن قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی

یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔ آخر انتہاء اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے ''حیات بلا موت وغنی بلافقر وصحة بلا سقم وملک بلاھلک وسعادة بلاشقاوة'' (تفسیر عثمانی ص ۳۶۸)

الحمدللہ ثم الحمدللہ! کہ اس آیت طیبہ سے عالم قبر سمیت ہر عالم کی حیات طیبہ صالحین کے لئے ثابت ہو گئی نیز اس آیت پاک سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حیات طیبہ روح اور جسد عنصری دونوں کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ ''من عمل صالحا'' سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حیات طیبہ عمل صالح کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہے اور عمل صالح کرنے میں جسد روح کا شریک کار ہوتا ہے۔ لہٰذا حیات طیبہ میں بھی جسد روح کا شریک ہے۔ نیز ''من ذکر او انثی'' سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات طیبہ صالحین کی دونوں صنفوں یعنی مرد و عورت دونوں کو حاصل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ ''ذکر او انثی'' کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ لہٰذا قبر کی یہ پاکیزہ زندگی روح اور جسد دونوں کے لئے ثابت ہوئی۔

آیت نمبر ۶ ...... ''الذین تتوفھم الملائکة طیبین یقولون سلٰم علیکم ادخلوا الجنة بما کنتم تعلمون''

ترجمہ: جن کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں وہ کہتے جاتے ہیں۔ السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب۔ (النحل: ۳۲)

(ف) اکثر مفسرین کے نزدیک ''ادخلوا الجنة'' کا حکم قیامت کے دن ہوگا اور بعض مفسرین کے نزدیک پاکیزہ زندگی گزارنے والوں کو مرنے کے بعد فوراً یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ بایں صورت کہ ان کی قبر کو جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے ''ویجوز ان یومر بالدخول حین توفی علی ان القبور روضة من ریاض الجنة'' (منقول از حاشیہ جلالین ص ۲۱۸) یعنی یہ جائز ہے کہ اس کو مرتے وقت جنت میں داخل ہونے کا حکم دے دیا جائے۔ کیونکہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے ''کما جاء فی الحدیث'' اس تفسیر کے مطابق یہ آیت قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ کیونکہ طیبین یعنی پاکیزہ زندگی گزارنے والوں سے مراد روح اور جسد کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا فرشتوں کا یہ سلام اور مرنے کے بعد جنت کا داخلہ بھی دونوں کو نصیب ہوگا۔ اس آیت کو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے (احکام القرآن ج ۴ ص ۸۴) میں قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔

آیت نمبر ۷ ...... ''فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنت نعیم واما ان کان من اصحاب الیمین فسلٰم لک من اصحٰب الیمین واما ان کان من المکذبین الضالین فنزل من حمیم وتصلیة جحیم ان ھذالھو حق الیقین'' (الواقعہ: ۸۸ تا ۹۵) ترجمہ: پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لئے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جاوے گا کہ تیرے لئے امن و امان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا بے شک یہ تحقیقی یقینی بات ہے۔

(ف) اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ اگر مرنے والا مقربین سے ہو تو اس کو بوقت موت جنت کی اور اس کی عیش و عشرت کی اور راحت و آرام کی خوشخبری سنائی جاتی ہے اور اگر مرنے والا اصحاب الیمین سے ہو تو اس کو سلامتی اور امن و امان کا پیغام دیا جاتا ہے اور اگر مرنے والا کافر ہے تو اس کو دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کی

خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد فوراً جزا وسزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد والی جزا وسزا میں روح اور جسد دونوں شریک ہوتے ہیں۔ کیونکہ مقربین اصحاب الیمین اور مکذبین سے مراد روح اور جسد کا مجموعہ ہے۔

آیت نمبر ۸...... ''ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاء کم فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ماتدعون'' ترجمہ: جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ ہم تمہارے رفیق تھے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس میں جس چیز کو جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔ (حم السجدہ: ۳۰ تا ۳۱)

(ف) مفسرین کرام کے نزدیک یہ آیت قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فرشتوں کا نزول اور وہ خطاب جو اس آیت میں آیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ موت کے وقت ہوگا اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محشر میں قبروں سے نکلنے کا وقت ہوگا اور وکیع بن جراح نے فرمایا کہ تین وقتوں میں ہوگا۔ اوّل موت کے وقت پھر قبروں کے اندر، پھر محشر میں قبروں سے اٹھنے کے وقت۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۶۵۱)

امام محی السنہ ابومحمد الحسین بن مسعود بغوی فرماتے ہیں ''قال وکیع بن جراح البشریٰ تکون فی ثلاث مواطن عندالموت وفی القبور وعندالبعث'' یعنی وکیع بن جراح فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں جو خوشخبری ذکر کی گئی وہ تین مقام پر دی جاتی ہے۔ موت کے وقت اور قبر میں اور قبر سے اٹھتے وقت (تفسیر معالم التنزیل المعروف بغوی ج ۴ ص ۱۱۴) اور یہی کچھ تفسیر مظہری میں لکھا ہوا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۹۳)

اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت پر حاشیہ لکھتے ہیں۔ ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں جو تسکین و تسلی دیتے اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ (تفسیر عثمانی ص ۶۳۸)

اور علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وقال زید ابن اسلم یبشرونہ عند موتہ وفی قبرہ وحین یبعث رواہ ابن ابی حاتم وھذا القول یجمع الاقوال کلھا وھو حسن جدا وھو الواقع'' ترجمہ: زید ابن اسلم فرماتے ہیں کہ ملائکہ مستقیم الحال لوگوں کو موت کے وقت اور قبر میں قبر سے اٹھتے وقت خوشخبریاں سناتے ہیں اور یہ تفسیر تمام اقوال کو جامع ہے اور بہت ہی اچھی تفسیر ہے اور واقع اور حقیقت کے مطابق ہے۔ (ابن کثیر ج ۴ ص ۹۹)

اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آیت مذکورہ کو قبر کی زندگی اور قبر کی جزا وسزا کی دلیل قرار دیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۵ ص ۸۵)

الحمدللہ مفسرین کرام کے اقوال سے ثابت ہوگیا کہ یہ آیت قبر کی زندگی اور جزا کی دلیل ہے اور یہ بھی اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جزا اور حیات روح اور جسد دونوں کو حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ربنا اللہ کہنے والے اور پھر اس حالت پر استقامت پکڑنے والے روح اور جسد دونوں ہیں۔

آیت نمبر ۹...... ''ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون'' ترجمہ: جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے سو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (الاحقاف: ۱۳)

(ف) سابقہ آیت کی طرح اس آیت میں بھی مستقیم الحال لوگوں کو عالم دنیا عالم برزخ وقبر اور عالم آخرت تینوں جہانوں میں بے خوف وخطر رہنے کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ آیت بھی قبر کی جزا اور زندگی کی دلیل ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''فلا خوف علیھم بعد الموت عن طوق مکروہ'' (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۴۰۲) یعنی موت کے بعد عالم قبر اور عالم آخرت میں استقامت اختیار کرنے والوں کو بے خوف وخطر ہونے کا مژدہ سنایا جاتا ہے اور جلالین کے حاشیہ پر تفسیر صاوی کے حوالہ سے بھی یہی لکھا ہے کہ موت کے وقت سے لے کر ''الی ما لا نھایۃ'' تک کے لئے مستقیم الحال لوگوں کو امن وامان کا پیغام دے دیا جاتا ہے۔ (حاشیہ جلالین ص ۴۱۷)

آیت نمبر ۱۰...... ''یاایتھاالنفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی'' ترجمہ: اے وہ جی جس نے چین پکڑ لیا پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں۔ (الفجر: ۲۸ تا ۳۰)

(ف) اس آیت میں نفس مطمئنہ کو جو خطاب کیا گیا ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ قیامت کے دن ہوگا اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ موت کے وقت ہوگا اور بعض دوسرے مفسرین نے ان دونوں اقوال کو جمع کر کے فرمایا کہ یہ خطاب موت کے وقت بھی ہوگا اور قیامت کے دن میں بھی ہوگا کیونکہ ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ دونوں مقاموں پر خطاب ممکن ہے۔ حوالہ کے لئے مندرجہ ذیل تفسیر اور کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔ (تفسیر بغوی ج ۴ ص ۳۸۶، ۳۸۷، تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۶۲، ۲۶۳، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۱۰، ۵۱۱، تفسیر جلالین ص ۴۹۹، تفسیر عثمانی ص ۷۹۱، معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب ج ۸ ص ۷۴۵، حاشیہ تفسیر معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ص ۵۶۳، کتاب الروح از علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۰۷)

مفسرین کرام نے اپنی اپنی تفسیروں میں احادیث اور واقعات سے قبر کی زندگی اور راحت وآرام کو اس مقام میں ثابت کیا ہے۔ اہل علم مندرجہ بالا تفسیروں کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ بہت نفع ہوگا۔ پس جب ثابت ہوگیا کہ یہ خطاب موت کے وقت بھی مرنے والے کو کیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد فوراً جزا وسزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور مردے کا جزا وسزا پانا اس کی زندگی کی دلیل ہے۔ فافہم!

آیت نمبر ۱۱...... ''حتی اذا جاأحدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا۔ انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون'' (مؤمنون: ۹۹ تا ۱۰۰) ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو پھر واپس بھیج دیجئے تا کہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کروں۔ ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔

(ف) تمام مفسرین کرام نے آیات مذکورہ بالا کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ بوقت موت ہر مرنے والے کو اپنا ٹھکانا دوزخ یا بہشت دکھایا جاتا ہے اور قبر میں پیش آنے والے دکھ یا سکھ کے حالات اور نمونے بھی اس کو دکھائے جاتے ہیں اور عالم برزخ کی چیزیں اس کو اس وقت نظر آنے لگتی ہیں۔

پس کافر اور مجرم آئندہ پیش آنے والے حالت کو دیکھ کر گھبرا اٹھتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں نیک عمل کر کے عالم برزخ کی سزا سے بچ جاؤں۔لیکن اس کو مہلت نہیں دی جاتی۔ بلکہ موت کے فوراً بعد جزا و سزا کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد فوراً سزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اسی سزا کو شریعت کی اصطلاح میں عذاب قبر۔ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چونکہ وہ قائلھا میں واپسی کی درخواست کرنے والا روح اور جسد کا مجموعہ ہوتا ہے۔لہٰذا مرنے ئے بعد سزا بھی روح اور جسد کے مجموعہ کو دی جاتی ہے۔

آپ جس تفسیر میں بھی چاہیں اس آیت کا سلب دیکھ لیں وہی کچھ آپ کو ملے گا جو کچھ بندہ عاجز نے لکھا ہے۔

آیت نمبر ۱۲...... ''النار یعرضون علیھا غدوا وعشیاً ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب '' ترجمہ: وہ لوگ صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس روز قیامت قائم ہوگی فرعون والوں کو نہایت سخت آگ میں داخل کرو۔ (مومن:۴۶)

(ف) مفسرین کرام کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے یعنی عالم قبر و برزخ میں آل فرعون کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کر دیا جا۔ ےگا۔ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے میت کو جو عذاب دیا جاتا ہے اس کو عذاب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سی لئے تمام مفسرین کرام نے اس آیت کو عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔

نیز: اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ عذاب اور سزا روح اور جسد دونوں کو دی جاتی ہے۔ کیونکہ آل فرعون سے مراد ارواح مجردہ نہیں ہیں بلکہ روح اور جسد کا مجموعہ مراد ہے۔ دراصل قرآن مجید میں آل فرعون پر تین عذابوں کے وارد ہونے کا ذکر ہے۔

۱...... ''اغرقنا آل فرعون '' یعنی ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ یہ عذاب عالم دنیا کا ہے۔

۲...... ''النار یعرضون علیھا '' یعنی آل فرعون آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ عذاب عالم قبر و برزخ کا ہے۔

۳...... ''یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب '' یعنی حکم ہوگا کہ قیامت کے دن آل فرعون کو نہایت سخت عذاب میں داخل کر دو یہ عالم آخرت کا عذاب ہے۔

اور ان تینوں عذابوں میں اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ عالم دنیا میں آل فرعون روح اور جسد سمیت پانی میں غرق ہوئے اور قیامت کے دن بھی آل فرعون روح اور جسد سمیت نار جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ اسی اصول کے تحت عالم قبر و برزخ میں بھی روح اور جسد سمیت آل فرعون پر آگ پیش کی جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ آیت بھی قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ کیونکہ مردہ کا دکھ و سکھ کو محسوس کرنا اس کی حیات کی علامت ہے۔ فافھم ھذا ھو المرام!

نیز: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳) میں اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے (التذکرہ ص ۱۵۲) میں اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے (کتاب الروح ص ۱۰۵) میں اور علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر (ص ۱۰۱) میں اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ (احکام القرآن ج ۴ ص ۸۵) میں اس آیت کو عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔

آیت نمبر ۱۳...... ''مما خطیئتهم اغرقوا فادخلوا نارا فلم یجدوا لهم من دون الله انصارا'' (الجن: ۲۵)
ترجمہ: اپنے ان گناہوں کے سبب غرق کئے گئے۔ پھر دوزخ میں داخل کئے گئے اور خدا کے سوا ان کو کچھ حمایتی بھی میسر نہ ہوئے۔

(ف) قوم نوح علیہ السلام سیلاب میں غرق ہوتے ہی فوراً آگ میں داخل کر دی گئی اور موت کے بعد قیامت تک مردہ کو جو سزا و جزا دی جاتی ہے اس کو عذاب قبر کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس آیت سے عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی ثابت ہوئی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عالم برزخ و قبر کی یہ سزا روح اور جسد دونوں کو شامل ہے۔ کیونکہ ''اغرقوا اور ادخلوا'' میں ہم ضمیر موجود ہے اور قوم نوح کی طرف راجع ہے۔ چونکہ قوم نوح روح اور جسد سمیت سیلاب میں غرق ہوئی۔ لہٰذا آگ میں بھی روح اور جسد سمیت داخل ہوئی ویسے قوم نوح کا اطلاق ارواح مجردہ پر نہیں ہوتا بلکہ روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے۔ لہٰذا عالم قبر و برزخ کی کارروائی میں روح اور جسد دونوں شریک ہیں۔

چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فادخلوا نارا فی عالم البرزخ المسمی بالقبر فانه روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفرات النار فهذه الایة دلیل علی اثبات عذاب القبر لان الفاء للتعقیب وصیغة ادخلوا للمضی خلافا للمعتزلة وغیرهم من اهل الهواء'' ترجمہ: غرق ہونے کے بعد فوراً آگ میں داخل کر دیئے گئے۔ یعنی عالم برزخ میں جس کو قبر بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ پس یہ آیت عذاب قبر کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ ''ف'' تعقیب کے لئے اور ادخلوا ماضی کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد فوراً آگ میں داخل کر دیئے گئے البتہ معتزلہ وغیرہ اہل ہوا فرقے عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں اور اس آیت کی تاویل کرتے ہیں۔

پھر قاضی صاحب ان کی تاویلات ذکر کر کے ان کی تردید فرماتے ہیں: ''وهذه التاویلات حمل علی المجاز فلایجوز بلا دلیل کیف وقد دلت من الاحادیث ما لا یخفی علی عذاب القبر وانعقد علیه اجماع السلف'' ترجمہ: بلا دلیل اور ناروا تاویلات کر کے آیت کو مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔ جب کہ بے شمار احادیث عذاب قبر پر دلالت کرتی ہیں اور اسی پر سلف صالحین کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۷۷)

اور پھر اسی مقام پر قاضی صاحب نے چند احادیث ذکر بھی کی ہیں۔ جن سے عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ جزا و سزا روح اور جسد دونوں کو حاصل ہوتی ہے جس کا جی چاہے تفسیر مظہری کا مطالعہ کرے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں بظاہر پانی میں ڈبائے گئے فی الحقیقت برزخ کی آگ میں پہنچ گئے۔ (تفسیر عثمانی ص ۷۵۸) اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یہ متصا دعذاب کہ ڈوبے پانی میں اور نکلے آگ میں حق تعالیٰ کی قدرت سے کیا بعید ہے اور ظاہر ہے کہ جہنم کی آگ تو مراد نہیں۔ کیونکہ اس میں داخلہ تو قیامت کے حساب کتاب کے بعد ہوگا۔ یہ برزخی آگ ہے جس میں داخل ہونے کی قرآن کریم نے خبر دی ہے۔

عذاب قبر قرآن مجید سے ثابت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ یعنی قبر میں رہنے کے زمانے میں بھی مردوں پر عذاب ہوگا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جب قبر میں بدعمل کو عذاب ہوگا تو نیک عمل والوں کو ثواب و نعمت بھی ملے گی۔ احادیث صحیحہ

متواترہ میں قبر کے اندر عذاب وثواب ہونے کا بیان اس کثرت اور وضاحت سے آیا کہ انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس پر امت کا اجماع اور اس کا اقرار اہل سنت والجماعت کی علامت ہے۔ (معارف القرآن ج ۸ ص ۵۶۷) اس آیت کو حضرت مفتی صاحب نے (احکام القرآن ج ۴ ص ۸۵) پر بھی عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔

بہرحال ثابت ہوگیا کہ یہ آیت بھی قبر کی زندگی اور اس کی جزاو سزا کی ایک مستقل دلیل ہے۔ جیسا کہ مفسرین اور علماء محققین کے بیان سے واضح ہو چکا ہے۔

آیت نمبر ۱۴...... ''ولوتری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن اٰیتہ تستکبرون'' ترجمہ: اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔ ہاں اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کی سزا دی جاوے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔ (انعام:۹۳)

(ف) یہ آیت پاک بتلا رہی ہے کہ ملائکہ جب ظالموں کا روح قبض کرتے ہیں تو ان کو کہتے ہیں کہ تمہیں آج کے دن ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔ پس اس آیت سے عذاب قبر اور قبر کی زندگی ثابت ہوئی۔ کیونکہ موت کے بعد سے قیام قیامت تک مردہ کو جو سزا دی جاتی ہے اس کو عذاب قبر کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ عالم برزخ وقبر کی یہ سزا روح اور جسد دونوں کو دی جاتی ہے۔ کیونکہ آیت میں ظالمین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے روح اور جسد کا مجموعہ مراد ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''الیوم المراد بہ الزمان الممتد من وقت الاماتۃ الی مالانھایۃ لہ'' یعنی الیوم (آج کے دن) موت سے لے کر لانہایہ تک غیر محدود وقت مراد ہے۔

(تفسیر مظہری ج ۳ ص ۲۶۹)

اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے (کتاب الروح ص ۱۰۵) میں اس آیت کو عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔

آیت نمبر ۱۵...... ''ولو تریٰ اذ یتوفی الذین کفروا الملٰئکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم وذوقوا عذاب الحریق'' ترجمہ: اور اگر آپ دیکھیں جب کہ فرشتے ان کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کی پشتوں پر مارتے جاتے ہیں کہ آگ کی سزا جھیلنا۔ (الانفال:۵۰)

(ف) اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کافرین کی روح قبض کرتے وقت ملائکہ ان کے منہ اور پشتوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں: ''ذوقوا عذاب الحریق'' یعنی آگ کی سزا جھیلنا۔ اس سے عالم برزخ وقبر کی سزا مراد ہے۔ چنانچہ علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: لہٰذا بیان ''لعذابھم فی عالم البرزخ وقال ابن عباس یقولون لھم ذالک بعد الموت'' ترجمہ: اس میں عالم برزخ کے عذاب کا ذکر ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتے ان کو ذوقوا عذاب الحریق موت کے بعد کہتے ہیں۔ (تفسیر مظہری ج ۴ ص ۱۰۱)

اور علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اس لئے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عالم برزخ کا ہو۔ (تفسیر عثانی ص ۲۶۳) پس ثابت ہوا کہ یہ آیت بھی عذاب قبر و برزخ یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ

برزخ وقبر کی یہ سزا روح اور جسد دونوں کو ہوتی ہے۔ کیونکہ فرشتے جن کے منہ اور پشتوں کو مارتے ہیں ان کو کہتے ہیں آگ کی سزا جھیلنا۔ چونکہ بوقت موت جو سزا کافروں کو دی جاتی ہے اس میں روح اور جسد دونوں شریک ہیں۔ جس پر ''وجوھھم وادبارھم'' دلالت کررہے ہیں۔ اسی طرح موت کے بعد والی سزا بھی دونوں کو ملتی ہے۔

آیت نمبر ۱۶...... ''وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم'' ترجمہ: اور کچھ تمہارے گردو پیش والوں میں اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔ آپ ان کو نہیں جانتے ان کو ہم جانتے ہیں ہم ان کو دوہری سزا دیں گے۔ پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جاویں گے۔ (التوبہ:۱۰۱)

(ف) اس آیت پاک میں اللہ پاک نے فرمایا کہ ''سنعذبھم مرتین'' یعنی ہم منافقین کو دو دفعہ عذاب دیں گے تقریباً تمام مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ مرتین سے ایک دنیا کا عذاب مراد ہے اور دوسرا قبر کا عذاب مراد ہے۔ ''ثم یردون الی عذاب عظیم'' سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ پس یہ آیت بھی عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ چونکہ پہلا یعنی دنیاوی عذاب روح اور جسد دونوں پر وارد ہوا اور آخرت کا عذاب بھی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوگا۔ اسی طرح برزخ اور قبر کا عذاب بھی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتا ہے۔ یہی اصول ہے اور یہی انصاف خداوندی کا تقاضا ہے۔

آیت نمبر ۱۷...... ''اذا لاذقناک ضعف الحیاة وضعف الممات ثم لا تجدلک علینا نصیرا'' ترجمہ: اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو حالت حیات اور بعد موت کے دہرا عذاب چکھاتے۔ پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔ (بنی اسرائیل:۷۵)

(ف) اس آیت پاک میں ضعف الحیاۃ سے دنیا کا عذاب مراد ہے اور ضعف الممات سے بعض مفسرین کے نزدیک قبر کا عذاب مراد ہے اور بعض کے نزدیک آخرت کا عذاب مراد ہے اور اگر آخرت کا عذاب بھی مراد لیا جائے تو پھر بھی آخرت عذاب قبر کو شامل ہے۔ کیونکہ عذاب قبر آخرۃ کا مقدمہ ہے۔ اسی لئے تو ضعف الممات کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی وہ عذاب جو موت سے لے کر الی مالانہایۃ تک ممتد ہے۔ پس ضعف الممات سے یا تو عذاب قبر مراد ہے یا پھر عذاب قبر کو شامل ہے۔ بہرحال یہ آیت بھی عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ چونکہ ضعف الحیات یعنی دنیاوی عذاب یقیناً روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتا ہے۔ لہٰذا ضعف الممات یعنی موت کے بعد والا عذاب بھی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۱۸...... ''ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکاً ونحشره یوم القیامة اعمٰی'' ترجمہ: اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ (طٰہٰ:۱۲۴)

(ف) تمام مفسرین کرام نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ''معیشة ضنکا'' سے مراد قبر کی تنگی ہے۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوسعید وغیرہم دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہی تفسیر منقول ہے کہ ''معیشة ضنکا'' سے مراد عذاب قبر ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی تفسیر منقول ہے کہ ''معیشة ضنکا'' سے

مراد قبر کی تنگی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کو عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۴ ص ۸۳) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کو عذاب قبر اور قبر کی زندگی کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ (التذکرہ للقرطبی ص ۱۵۱) اور علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کو عذاب قبر کی دلیل بتایا ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۰۱)

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کرنے والا شخص قیامت کے دن روح اور جسد سمیت اندھا بنا کر اٹھایا جائے گا۔ لہٰذا اس کو قبر میں جو عذاب دیا جاتا ہے وہ بھی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۱۹...... ''قالوا ربنا امتنااثنتین و احییتنااثنتین فاعترفنا بذنوبنا فھل الی خروج من سبیل''

ترجمہ: وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم کو دوبارہ مردہ رکھا اور دوبار زندگی دی سو ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں تو کیا نکلنے کی کوئی صورت ہے۔ (المومن:۱۱)

(ف) اس آیت میں کفار دو موتوں اور دو حیاتوں کا اعتراف کر رہے ہیں اور اس کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک دو موتیں یہ ہیں ایک نطفہ کی حالت اور دوسری دنیا والی موت اور دو حیاتیں یہ ہیں ایک دنیا والی زندگی اور دوسری آخرت والی زندگی اور یہ لوگ ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم'' الایۃ۔ کی بھی اسی طرح تفسیر کرتے ہیں۔ لیکن امام رازی اور چند دیگر مفسرین کرام کے نزدیک اس آیت میں دوسری زندگی اور دوسری موت سے قبر کی زندگی اور قبر کی موت مراد ہے۔ کیونکہ سوال و جواب کے لئے مردہ کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے۔ اس دوسری تفسیر کے مطابق یہ دونوں آیتیں قبر کی زندگی اور قبر کی جزاوسزا کی دلیل ہیں۔ تفصیل کے لئے تفسیروں کا خصوصاً تفسیر کبیر کا مطالعہ فرمائیں۔

اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کو قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۴ ص ۸۳)

انتباہ: مذکورہ بالا دونوں آیتوں سے کسی شخص کو یہ غلط فہمی لاحق نہ ہونی چاہئے کہ پہلی تفسیر کے مطابق تو دو زندگیاں ہیں۔ ایک دنیا کی دوسری آخرت کی۔ لہٰذا عالم قبر و برزخ کی زندگی کی نفی ہوگئی، نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ اوّلاً اس لئے کہ دوسری تفسیر کے مطابق یہ دونوں آیتیں عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہیں۔ ثانیاً اس لئے کہ قبر کی زندگی آیات کثیرہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ آیات قرآنی کا ایسا مطلب سمجھنا جو دوسری آیات کے خلاف ہو خود غلط ہے۔ ثالثاً اس لئے کہ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ پہلی تفسیر کے مطابق ان آیات میں قبر و برزخ کی حیات کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن واضح رہے کہ عدم ذکر سے عدم شئی لازم نہیں آتا۔

باقی رہا یہ سوال کہ ان دونوں آیتوں میں قبر و برزخ کی زندگی کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا تو جواب یہ ہے کہ ان آیات میں دس مستقل حیاتوں کا ذکر ہے اور مستقل حیات یہ ہے کہ روح باقاعدہ جسد میں داخل ہو کر پورا پورا بدن میں تصرف کرے تو یہ صورت یا تو دنیا کی زندگی میں ہوتی ہے اور یا پھر آخرت میں ہوگی۔ لہٰذا مستقل زندگیاں دو ہیں۔ ایک دنیا کی اور دوسری آخرت میں عالم قبر اور برزخ کی زندگی مستقل زندگی نہیں ہے۔ بلکہ وہ نوع من الحیاۃ ہے۔ بایں صورت کہ روح کا جسد کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق ہوتا ہے جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تعلق کی وجہ سے مردہ دکھ و سکھ کو محسوس کرتا ہے اور رنج و راحت کا ادراک کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں قبر و برزخ میں مردہ کو جو حیات دی جاتی ہے وہ جزاوسزا کے لئے ہوتی ہے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ قبر و برزخ کی زندگی چونکہ مستقل حیات نہیں ہے بلکہ نوع من الحیات ہے اور آیات مذکورہ میں مستقل حیاتوں کا ذکر ہو رہا تھا اسی لئے قبر و برزخ کی زندگی کا وہاں ذکر نہیں کیا گیا۔ جب کہ قبر و برزخ کی زندگی دوسری آیات سے وضاحت و صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔ لہٰذا ان آیات سے قبر و برزخ کی نفی سمجھنا کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم'' کی تفسیر میں عالم قبر و برزخ کی زندگی صراحتاً ذکر نہ کرنے کی وجہ تحریر فرماتے ہیں۔

حیات برزخی

اس آیت میں دنیا کی زندگی اور موت کے بعد صرف ایک حیات کا ذکر ہے جو قیامت کے روز ہونے والی ہے۔ قبر کی زندگی جس کے ذریعہ قبر کا سوال و جواب اور قبر میں ثواب و عذاب ہونا قرآن کریم کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے ثابت ہے۔ اس کا ذکر نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ برزخی زندگی اس طرح کی زندگی نہیں ہے جو انسان کو دنیا میں حاصل ہے یا آخرت میں پھر ہوگی بلکہ ایک درمیانی صورت مثل خواب کی زندگی کے ہے۔ اس کو دنیا کی زندگی کا تکملہ بھی کہا جا سکتا ہے اور آخرت کی زندگی کا مقدمہ بھی۔ اس لئے کوئی مستقل زندگی نہیں جس کا جداگانہ ذکر کیا جائے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۱۷۳)

قارئین کرام! مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے ایک تو حیات قبر و برزخ آیات مذکورہ میں صراحتاً مذکور نہ ہونے کی وجہ معلوم ہوئی۔ دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں بھی بظاہر دو حیاتوں کا ذکر ہو یعنی دنیا و آخرۃ کا اور قبر و برزخ کی حیات کا صراحتاً ذکر نہ ہو تو وہاں بھی حیات قبر و برزخ ان دو میں سے کسی ایک کے ضمن میں بطور تکملہ کے یا بطور مقدمہ کے ضرور مذکور ہوتی ہے۔ اب پہلی تفسیر کے مطابق بھی یہ دونوں آیتیں قبر کی زندگی کی دلیل ٹھہریں کیونکہ حیات دنیا کے ضمن میں بطور تکملہ کے یا حیات اخروی کے ضمن میں بطور مقدمہ کے حیات قبر و برزخ موجود و ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ ''ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین'' والی آیت کو (احکام القرآن ج ۴ ص ۸۳) میں قبر کی زندگی کی دلیل قرار دے رہے ہیں اور ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا'' کو (معارف القرآن ج ۱ ص ۱۷۳) میں قبر کی زندگی کی دلیل قرار دے رہے ہیں۔

نیز: جس طرح یہ آیات حیات قبر کی دلیل ہیں اسی طرح یہی آیات روح اور جسد دونوں کی حیات کی دلیل ہیں۔ کیونکہ حیات دنیا اور حیات آخرت دونوں روح اور جسد کے مجموعہ کو حاصل ہوتی ہیں۔ لہٰذا حیات برزخی جو کہ ان میں سے کسی ایک کے ضمن میں مذکور ہے روح اور جسد کے مجموعہ کو حاصل ہے۔

آیت نمبر ۲۰...... ''الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلا لو تعلمون علم الیقین'' ترجمہ: فخر کرنا تم کو غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔ ہرگز نہیں تم کو جلد معلوم ہو جاوے گا پھر ہرگز نہیں تم کو جلد معلوم ہو جاوے گا ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے۔ (التکاثر: ۱ تا ۵)

(ف) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کفار کو خطاب کر کے فرما رہے ہیں یہاں دنیا میں تم غافل ہو رہے ہو اور عن قریب قبروں میں پہنچ کر تم کو اپنے کفر اور غفلت کا انجام ضرور معلوم ہو جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ قبروں میں مردوں کو جزا و سزا دی جاتی ہے جس کا مردوں کو احساس ادراک اور شعور بھی ہوتا ہے اور یہی حیات قبر ہے جس سے مردوں کو

جزاوسزا کا احساس اور شعور ہوتا ہے تمام مفسرین نے ''حتی زرتم المقابر'' کا یہی مطلب لکھا ہے کہ جب تم قبروں میں دفن ہوں گے تو تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا جس تفسیر کو چاہو اٹھا کر دیکھ لو۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے (احکام القرآن ج ۵ ص ۱۱۱) میں اس کو عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے اور امام قرطبی نے بھی (التذکرہ ص ۱۵۲) میں اس آیت کو عذاب قبر کی دلیل قرار دیا ہے اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بحوالہ ابن جریر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا تعلق عذاب قبر سے ہے۔ دیکھئے (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۳۳۴) اور تفسیر مدارک، تفسیر بیضاوی، تفسیر روح المعانی، تفسیر عثمانی اور تفسیر معارف القرآن ادریسی میں بھی مذکورہ بالا تفسیر بیان کی گئی ہے۔

آیت نمبر ۲۱..... ''عن یتسآء لون عن النباءالعظیم الذی هم فیه مختلفون کلا سیعلمون ثم کلا سیعلمون'' ترجمہ: یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں۔ اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ اختلاف کررہے ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ (نبا: ۱ تا ۴)

(ف) اس آیت میں ''کلا سیعلمون'' کا تکرار ہے جس کا معنی ہے ہرگز ایسا نہیں۔ ان کو ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ پہلے کا تعلق قبر سے ہے اور دوسرے کا تعلق قیامت سے ہے یعنی ان کافروں کو اپنا انجام قبر میں بھی معلوم ہو جائے گا اور قیامت میں بھی معلوم ہو جائے گا۔ دیکھئے (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۷۲)

پس کفار کا موت کے بعد اپنی قبروں میں پہنچ کر اپنے انجام کو معلوم کر لینا ان کی حیات قبر اور عذاب قبر کی دلیل ہے۔ لہٰذا یہ آیت بھی قبر کی زندگی اور قبر کی جزاوسزا کی دلیل ہے۔ سرائیکی زبان میں جو یہ کہا جاتا ہے کہ ''آسن قبراں تیں پوسن خبراں'' شاید اس آیت کا خلاصہ ہو۔ پس اس دوسری تفسیر کے مطابق یہ آیت بھی عذاب قبر اور قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ چونکہ قیامت والا عذاب روح اور جسد دونوں کے لئے ہوگا۔ لہٰذا قیامت سے پہلے والا عذاب بھی ان دونوں کو ہوگا۔

نیز: ظالمین کا اطلاق بھی روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ سزا بھی مجموعہ کو ہوگی۔

آیت نمبر ۲۲..... ''ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون'' ترجمہ: اور ہم ان کو قریب کا عذاب بھی اس بڑے عذاب سے پہلے چکھادیں گے تاکہ یہ لوگ باز آویں۔ (السجدۃ: ۲۱)

(ف) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ان منکرین کو قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے قریب کا عذاب بھی چکھادیں گے۔ اس قریب کے عذاب سے کون سا عذاب مراد ہے؟ بعض مفسرین نے اس سے دنیا کا عذاب مراد لیا ہے۔ مثلاً امراض اسقائم اور مصائب وغیرہ اور بعض مفسرین نے عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر لیا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علماء کی ایک جماعت نے اس آیت کو عذاب قبر کی دلیل قرار دیا ہے۔

جس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں بایں صورت کہ عذاب ادنیٰ کا کچھ حصہ دنیا میں ان پر وارد ہوتا ہے اور اس کا بقیہ حصہ قبر میں وارد ہوتا ہے اور ''لعلهم یرجعون'' کا تعلق صرف اس حصہ سے ہے جو دنیا میں وارد ہوتا ہے اور عذاب کا جو حصہ قبر میں وارد ہوتا ہے اس سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۰۶)

آیت نمبر ۲۳..... ''وان الفجار لفی جحیم یصلونها یوم الدین وما هم عنها بغائبین'' ترجمہ: اور بدکار لوگ بیشک دوزخ میں ہوں گے اور اس سے باہر نہ ہوں گے اور روز جزا کو اس میں داخل ہوں گے۔ (الانفطار: ۱۶)

(ف) اس آیت پاک کا مطلب جمہور مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ نافرمان لوگ قیامت کے دن جہنم میں داخل ہوں گے اور پھر ہمیشہ کے لئے وہاں رہیں گے۔ کبھی بھی ان کو جہنم سے نہ نکالا جائے گا۔ لیکن قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس کی ایک تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ نافرمان لوگ اب بھی جہنم کے عذاب سے غائب اور دور نہیں ہیں۔

بلکہ قبر میں ان کو جہنم کا عذاب بایں طور پہنچ رہا ہے کہ قبر میں جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور ان کو جہنم کی گرم ہوا اور دھواں کا عذاب ہو رہا ہے۔ اس پر قاضی صاحب نے عذاب قبر کی چند صحیح حدیثیں بھی پیش کی ہیں۔ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۱۶)

قاضی صاحب کی تفسیر کے مطابق یہ آیت بھی عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہے چونکہ جہنم کا عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے، لہٰذا قبر کا عذاب بھی روح اور جسد کو ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۲۴...... ''وسلٰم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا'' ترجمہ: اور ان کو سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ انتقال کریں گے اور جس دن زندہ ہو کر اٹھائے جاویں گے۔ (مریم:۱۵)

آیت نمبر ۲۵...... ''والسلام علیَ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا'' ترجمہ: اور مجھ پر سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ (مریم:۳۳)

(ف) مذکورہ بالا دونوں آیتیں بالترتیب حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تین مواطن میں سلامتی کا پیغام لئے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان آیات میں تین ایام کا ذکر ہے۔ ''یوم الولادت یوم الموت'' اور ''یوم البعث'' لیکن مراد تین عالم یا تین مقام ہیں یوم ولادت سے دنیا کی پوری زندگی مراد ہے اور یوم موت سے عالم قبر کی پوری زندگی مراد ہے اور یوم البعث سے آخرت کی پوری زندگی مراد ہے۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس پر حاشیہ لکھتے ہیں۔ غرض تعمیم اوقات واحوال ہے۔ یعنی ولادت سے لے کر موت تک اور موت سے قیامت تک کسی وقت اس پر خوردہ گیری نہیں۔ خدا کی پکڑ سے ہمیشہ مامون ومصؤن ہے۔ (تفسیر عثمانی ص ۴۰۸)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا مس شیطان سے محفوظ رہا اور مرنے کے بعد سوال قبر وغیرہ سے محفوظ رہا اور قیامت کے دن قیامت کی ہول اور دہشت سے محفوظ رہوں گا مجھے کہیں خوف وغم نہیں۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص ۴۸۷، از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۳۱، تفسیر مظہری ج ۶ ص ۸۶) میں لکھا ہے ''یوم یموت من عذاب القبر'' دیگر مفسرین کرام نے بھی یہی تفسیر فرمائی ہے۔ جس تفسیر کو دل چاہے دیکھ لیں۔ لہٰذا یہ دونوں آیتیں قبر کی زندگی اور قبر کی جزا وسزا کی دلیل ہیں۔ البتہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے دنیا وآخرۃ کی طرح قبر کی زندگی میں بھی سلامتی اور امن وامان ثابت ہے۔ چونکہ دنیا وآخرۃ میں یہ سلامتی روح اور جسد دونوں کے لئے ہے۔ لہٰذا قبر کی یہ سلامتی بھی روح اور جسد دونوں کے لئے ہے۔

آیت نمبر ۲۶...... ''قالوا یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا ھذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون'' ترجمہ: کہیں گے اے خرابی ہماری کس نے اٹھا دیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے یہ وہ ہے جو وعدہ کیا تھا رحمن نے اور سچ کہا تھا پیغمبروں نے۔ (یٰسین:۵۲)

(ف) اس آیت میں قبر کو مرقد یعنی خواب گاہ اور آرام گاہ کہا گیا ہے اور جہاں تک تعلق ہے مومنین کی قبروں کا وہ تو یقیناً خواب گاہ وآرام گاہ اور جنت کے باغ ہیں ''کماقال النبی ﷺ''

یہی وجہ ہے کہ فوت شدہ بزرگان کو بایں الفاظ دعاوی جاتی ہے نوراللہ مرقدہ یا یوں کہتے ہیں مرقد اقدس وغیرہ تو بہرحال فرمانبرداروں کی قبر تو بے شک خواب گاہ بھی ہے اور آرام گاہ بھی ہے۔لیکن نافرمانوں کی اور کافروں کی قبروں کو کیسے مرقد، خواب گاہ کہا جاسکتا ہے جب کہ ان کو تو قبروں میں عذاب ہوتا ہے اور سزا ملتی ہے۔ حالانکہ ''من بعثنا من مرقدنا'' کہنے والے کفار ہیں تو مفسرین نے اس سوال کے کئی جواب دیئے ہیں ایک جواب یہ ہے کہ کفار کا یہ کہنا نفخہ ثانیہ کے بعد ہوگا۔ کیونکہ بین النفختین کفار سے عذاب اٹھالیا جائے گا اور ان پر خواب کی سی کیفیت طاری ہوگی۔

پس نفخہ ثانیہ کے بعد جب وہ قبروں سے اٹھیں گے تو کہیں گے ''من بعثنا من مرقدنا'' یعنی ہم آرام میں تھے کس نے ہمیں آرام گاہ سے اٹھادیا۔اس جواب سے معلوم ہوا کہ کفار کو قیامت تک قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔ البتہ نفخہ اولیٰ سے نفخہ ثانیہ تک عذاب ہٹادیا جائے گا اسی وجہ سے وہ اپنی قبروں کو مرقد کہیں گے۔اس جواب اور اس تفسیر کے مطابق اس آیت سے عذاب اور راحت دونوں ثابت ہوئے۔ ہذا ہوالمراد!

اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ کفار قبروں میں معذب رہتے ہیں ان کو سزا ملتی رہتی ہے لیکن قیامت کا عذاب اتنا سخت ہوگا، جب کفار اس کو دیکھیں گے تو ان کو قبروں کا عذاب بھول جائے گا۔ بلکہ قبریں ان کو آرام گاہ نظر آئیں گے۔ پس اسی وجہ سے وہ اپنی قبروں کو مرقد یعنی خواب گاہ کہیں گے بہرحال اس جواب اور تفسیر کے مطابق بھی کفار کے لئے عذاب قبر ثابت ہی ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انہی قبروں جہاں جسد مدفون ہیں اور جہاں سے مردے اٹھیں گے عذاب اور ثواب ہوتا ہے تو اس سے جسد کا معذب منعم ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ فافہم!

واضح رہے کہ ''من بعثنا من مرقدنا'' کفار کا مقولہ ہے اور قرآن مجید میں اس کو بلانکیر و بلاتردید نقل کیا گیا ہے۔ لہٰذا اب بحیثیت کلام اللہ کے قابل احتجاج ہے اور یہی حکم ''احییتنااثنتین'' کا ہے آپ آیت مذکورہ کا مطلب معلوم کرنے کے لئے جس تفسیر کی طرف بھی رجوع فرمائیں گے یہی کچھ پائیں گے۔

آیت نمبر ۲۷...... ''یاایھاالذین آمنوا لا تتولوا قوما غضب اللہ علیھم قد یئسوا من الآخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور'' ترجمہ: اے ایمان والوان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے کہ وہ آخرت سے ایسے ناامید ہوگئے ہیں جیسا کفار جو قبروں میں ناامید ہوں گے۔ (ممتحنہ:۱۳)

(ف) اس آیت کی مفسرین کرام نے دو تفسیریں بیان کی ہیں ایک یہ کہ یہود آخرت سے ایسے ناامید ہوچکے ہیں۔ جیسے کافر قبر والوں سے ناامید ہوچکے ہیں کہ وہ قبروں سے اٹھ کر ان کے پاس واپس نہیں آئیں گے اور ایک دوسری تفسیر یہ ہے کہ قبروں والے کافر عذاب قبر کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوچکے ہیں۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دونوں تفسیریں بیان فرمائیں ہیں۔ یعنی منکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اٹھے گا اور پھر دوسری زندگی میں ایک دوسرے کو ملیں گے یہ کافر بھی ویسے ہی ناامید ہیں۔

تنبیہ: بعض مفسرین کے نزدیک من اصحاب القبور کفار کا بیان ہے یعنی جس طرح کافر جو قبر میں پہنچ چکے ہیں۔ وہاں کا حال دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور خوشنودی سے بالکلیہ مایوس ہوچکے ہیں۔ اسی طرح یہ کافر بھی آخرت کی طرف سے مایوس ہیں۔ (تفسیر عثمانی ص ۷۳۱ وتفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۵۶) میں دونوں تفسیریں بیان کی گئی ہیں اور

(تفسیر مظہری ج ۹ ص ۲۶۹) میں بھی یہ دونوں تفسیریں منقول ہیں اور (تفسیر بغوی ج ۴ ص ۳۳۶) میں دونوں تفسیریں بیان کی گئی ہیں اور (بیان القرآن ص ۱۰۶۰ مطبوعہ تاج کمپنی وتفسیر جلالین ص ۴۵۸) میں صرف آخری تفسیر بیان کی گئی ہے اور اسی آخری تفسیر کے مطابق یہ آیت قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ کیونکہ کفار قبروں میں عذاب سزا دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوجاتے ہیں، عذاب کو محسوس کرنا زندگی کی علامت ہے۔

آیت نمبر ۲۸...... ''والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا او ماتوا لیرزقنھم اللہ رزقاً حسناً وان اللہ لھو خیر الرازقین'' ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ قتل کئے گئے یا مر گئے اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ایک عمدہ رزق دے گا اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے اچھا ہے۔ (الحج:۵۸)

(ف) امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کو قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''فاما من قتل فی سبیل اللہ من مھاجر او غیر مھاجر فانہ حی عند ربہ یرزق کما قال اللہ تعالی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون والاحادیث فی ھذا کثیرة کما تقدم وامامن توفی فی سبیل اللہ من مھاجر او غیر مھاجر فقد تضمنت ھذہ الایة الکریمة مع الاحادیث الصحیحة اجراء الرزق علیہ واعظیم احسان اللہ الیہ'' ترجمہ: لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا گیا خواہ وہ مہاجر ہو یا غیر مہاجر پس وہ زندہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو رزق ملتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون'' اور اس معاملہ میں احادیث تو بہت ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکی ہیں اور لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں فوت ہوا خواہ مہاجر ہو یا غیر مہاجر پس یہ آیت بمع احادیث صحیحہ کے دلالت کرتی ہے کہ مرنے کے بعد اس کا رزق جاری رہتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم بھی جاری رہتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۳۱)

اور آگے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے چند حدیثیں بھی نقل کی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وفات پانے والوں کو مرنے کے بعد قبر میں بھی رزق حسنہ ملتا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ رزق روح اور جسد کے مجموعہ کو نصیب ہوتا ہے کیونکہ جسد رزق کھانے کا ذریعہ ہے۔

آیت نمبر ۲۹...... ''تحیتھم یوم یلقونہ سلم واعدلھم اجراً کریماً'' ترجمہ: وہ مؤمنین جس روز اللہ سے ملیں گے تو ان کو جو سلام ہوگا وہ یہ ہوگا کہ السلام علیکم اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عمدہ صلہ تیار کر رکھا ہے۔ (احزاب: ۴۴)

(ف) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقت ملاقات اللہ تعالیٰ مؤمنین کو سلام دیں گے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ملاقات اور سلام کب ہوگا؟

اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، بعض نے کہا کہ موت کے وقت مؤمنین کو سلامی کا پیغام دیا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ قبروں سے اٹھتے وقت اور بعض نے کہا کہ بروز محشر اور بعض نے کہا کہ بوقت دخول جنت اور بعض نے کہا کہ خود جنت میں مؤمنین کو سلام دیا جائے گا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل تفسیریں ملاحظہ فرمائیں (تفسیر بغوی ج ۳ ص ۵۳۵، تفسیر خازن ج ۳ ص ۵۰۴، حاشیہ تفسیر جلالین ص ۳۵۵، تفسیر مظہری ج ۷ ص ۳۵۳، تفسیر احکام القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۳۷۷، تفسیر روح المعانی ج ۱۱ ص ۶۳ جز ۲۲، تفسیر معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۵، از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ تفسیر معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۵۲۹) لیکن مفسرین کے ان مختلف اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ یہ سارے اقوال جمع ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا تمام مقامات پر مؤمنین کو سلامتی کا پیغام دیا جاتا ہے۔ دیکھو

(معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۵) پس موت کے وقت سلامتی کے پیغام کا مطلب یہ ہے کہ مؤمنین کو عذاب قبر سے نجات اور راحت قبر کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ چونکہ سلامتی کا یہ پیغام روح اور جسد کے مجموعہ کو دیا جاتا ہے۔ لہٰذا عذاب قبر سے نجات اور قبر کی راحت بھی روح اور جسد دونوں کو نصیب ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۳۰...... ''ولو تری اذ فزعوا فلا فوت واخذوا من مکان قریب'' ترجمہ: اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں جب کہ یہ کفار گھبرائے پھریں گے، پھر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور پاس کے پاس ہی پکڑے جائیں گے۔ (سبا:۵۱)

(ف) کفار کی گھبراہٹ اور گرفتاری کا وقت کب ہوگا؟ اس بارہ میں تفسیروں میں دو قول ملتے ہیں۔ بعض نے کہا یہ گھبراہٹ اور گرفتاری روز قیامت ہوگی اور بعض نے کہا کہ موت کے وقت ہوگی۔ مندرجہ ذیل تفسیریں ملاحظہ فرمائیں۔ (تفسیر بغوی ج ۳ ص ۵۶۳، تفسیر معارف القرآن ج ۷ ص ۳۱۳ از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور تفسیر معارف القرآن ج ۵ ص ۵۸۳ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۹، تفسیر روح المعانی ج ۱۱ ص ۲۳۱ جز ۲۱) صاحب روح المعانی ''واخذوا من مکان قریب'' پر لکھتے ہیں ''من الموقف الی النار او من ظھر الارض الی بطنھا'' یعنی کفار کو میدان حشر سے گرفتار کر کے آگ میں ڈالا جائے گا یا زمین کی پیٹھ سے گرفتار کر کے زمین کے پیٹ (قبر) میں قید کیا جائے گا۔

اس دوسری تفسیر کے مطابق یہ آیت عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ کیونکہ بوقت موت کفار کو گرفتار کر کے قبر میں سزا دی جاتی ہے۔ چونکہ یہ گرفتاری روح اور جسد دونوں کو ہوتی ہے۔ لہٰذا قبر کی سزا بھی دونوں کو ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۳۱...... ''والنّزعات غرقا والنشطات نشطا والسبحت سبحا فالسبقات سبقا فالمدبرات امرا'' ترجمہ: قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو بند کھول دیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔ (نازعات:۱ تا ۵)

(ف) ان آیات میں بتایا گیا کہ موت کے فرشتے کافر کی روح سختی سے قبض کرتے ہیں اور مومن کی روح آسانی سے نکالتے ہیں اور تیزی اور سرعت کے ساتھ چلتے ہیں اور امتثال حکم خداوندی میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں اور مرنے والے انسان کی ثواب وعقاب وغیرہ امور کی تدبیر کرتے ہیں اور موت کے بعد قیامت تک کے لئے سلسلہ جزا وسزا کو عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چونکہ حالت نزع کی رنج وراحت میں جسد اور روح دونوں شریک ہوتے ہیں۔ لہٰذا موت کے بعد کی جزا وسزا میں جسد روح کا شریک ہوتا ہے۔

''فالمدبرات امرأ'' سے ثواب وعقاب کی تدبیر مراد ہے۔ دیکھئے تفسیر (روح المعانی ج ۱۵ ص ۴۰، تفسیر عثمانی ص ۷۷۵، تفسیر بیان القرآن ص ۱۱۲۱) اور حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی نے (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۸۶) میں اور مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے (معارف القرآن ج ۸ ص ۶۶۵) میں اس آیت کو عذاب قبر کی دلیل قرار دیا ہے۔

آیت نمبر ۳۲...... ''وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا'' ترجمہ: اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو۔ (بنی اسرائیل:۸۰)

(ف) اس آیت کی مختلف تفسیریں حضرات مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہیں اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا تعلیم دی ہے اے اللہ مجھے قبر میں خوبی کے ساتھ داخل فرما اور قبر سے خوبی کے

ساتھ نکالنا، امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

چنانچہ قاضی صاحب لکھتے ہیں: ''وقال البیضاوی ادخلنی فی القبر ادخالا مرضیاً واخرجنی منہ عندالبعث اخراجا تلقی بالکرامۃ'' (تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۸۱) یعنی بیضاوی نے کہا ہے کہ اے رب مجھے قبر میں پسندیدہ داخلہ عطا فرما اور قیامت کے دن قبر سے کرامت کے ساتھ اٹھانا۔

آیت نمبر ۳۳...... ''قل ان کانت لکم الدار الاخرۃ عنداللہ خالصۃ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ولن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظالمین'' ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر عالم آخرت محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلاشرکت غیرے تو تم موت کی تمنا کر کے دکھلا دو اگر تم سچے ہو اور وہ ہرگز کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور حق تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں کی۔ (بقرہ: ۹۵،۹۴)

آیت نمبر ۳۴...... ''قل یاایھاالذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاءاللہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ولا یتمنونہ ابدا بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظالمین'' ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے یہودیو! اگر تمہارا یہ دعویٰ کہ تم بلاشرکت غیرے اللہ کے مقبول ہو تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور وہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں کی۔ (جمعہ: ۷،٦)

(ف) ان دونوں آیتوں میں یہودیوں کو خطاب کیا گیا ہے کہ اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مقبول ہیں اور جنت صرف ہمیں ملے گی تو تم موت کی تمنا کرو کیونکہ موت جنت کے اکرام وانعام حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ لیکن یہ بھی بتادیا گیا کہ یہ یہودی موت کی تمنا ہرگز نہ کریں گے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ موت کے فوراً بعد ہمیں اپنی بداعمالیوں کی سزا ملنا شروع ہو جائے گی۔ پس ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد فوراً جزا وسزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جس کو علماء شریعت عذاب قبر اور نعیم قبر سے تعبیر کرتے ہیں۔

ان آیات میں یہودی مخاطب ہیں اور یہودی روح اور جسد کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ لہٰذا موت کے بعد یہ سزا بھی روح اور جسد کے مجموعہ کو حاصل ہوگی۔ حضرات مفسرین کرام نے ان آیات کو عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ بقرہ کی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''ھذہ الاٰیۃ والاٰحادیث تدل علی ان القبر اوّل منزل من منازل الاٰخرۃ رواہ الترمذی وابن ماجہ عن عثمان مرفوعاً'' (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۹۷)

یعنی یہ آیت اور احادیث دلالت کرتی ہیں کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ سورۃ جمعہ کی آیت کی تفسیر میں علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ای فتمنوا الموت من اللہ تعالیٰ ان یمیتکم وینقلکم من دار البلیۃ الی محل الکرامۃ'' یعنی اللہ تعالیٰ سے موت کی تمنا کرو تاکہ وہ تمہیں موت دے کر دار البلیۃ سے کرامت کے مقام کی طرف منتقل کردے۔ (روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۴۱)

اس عبارت میں صاحب روح المعانی نے عالم قبر کو محل الکرامۃ کہا ہے۔ نیز لکھتے ہیں ''فعلموا انھم لو تمنوا الماتوا من ساعتھم ولحقھم الوعید'' (روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۴۲)

یعنی وہ جانتے تھے کہ اگر ہم موت کی تمنا کریں گے تو فوراً مر جائیں گے اور وعید ہم کو لاحق ہو جائے گی۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''ولو ان الیہود تمنوا الموت لماتوا و راؤا مقاعدھم من النار'' (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۶۴) یعنی اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو یقیناً مر جاتے اور آگ سے اپنا ٹھکانا بھی دیکھ لیتے۔

واضح رہے کہ علامہ ابن کثیر نے اس آیت کی یہ تفسیر حدیث رسول ﷺ سے نقل کی ہے۔ پس مرنے کے بعد میت کا اپنے ٹھکانے کو دیکھنا اس کی حیات کی دلیل ہے۔ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''حتی تنقلوا من دار البلیۃ الی دار الکرامۃ فان الموت توصل الحبیب الی الحبیب'' یعنی موت کی تمنا کرو تا کہ تم تکلیف کے گھر سے عزت کے گھر کی طرف منتقل ہو جاؤ۔ کیونکہ موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچا دیتی ہے۔

نیز لکھتے ہیں: ''فکیف یتمنون الموت الموصلۃ الی النار'' (تفسیر مظہری ج ۹ ص ۲۷۷) یعنی موت کی تمنا کیسے کریں گے جو آگ کی طرف پہنچانے والی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہودی دل میں سمجھتے ہیں کہ جو کرتوت کئے ہیں یہاں سے چھوٹتے ہی ان کی سزا میں پکڑے جائیں گے۔ (تفسیر عثمانی ص ۷۳۴)

آیت نمبر ۳۵...... ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون''

ترجمہ: بھلا کیونکر ناسپاسی کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حالانکہ تھے تم محض بے جان سو تم کو جاندار کیا پھر تم کو موت دیں گے پھر ان ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے۔ (بقرہ:۲۸)

(ف) اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ: ''ثم یحییکم'' سے مراد ''احیاء فی القبر للسوال'' ہے یعنی قبر کی زندگی مراد ہے۔ دیکھو تفسیر بیضاوی حاشیہ جلالین۔

پس اس تفسیر کے مطابق یہ آیت بھی قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ واضح رہے کہ بعض مفسرین کرام نے آیت مذکورہ کی اس تفسیر کو مرجوح قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے قبر کی زندگی کو تسلیم بھی کیا اور ثابت بھی کیا ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا تفسیر کے مرجوح ہو جانے کے باوجود اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ کیونکہ قبر کی زندگی اور جزا و سزا تو مسلمات دین میں سے ہے۔ فافہم!

آیت نمبر ۳۶...... ''ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین آمنوا و عملوا الصالحات سوآء محیاھم و مماتھم ساء مایحکمون'' ترجمہ: یہ لوگ جو برے برے اعمال کرتے ہیں کیا خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جاوے یہ برا حکم لگاتے ہیں۔ (الجاثیہ:۲۱)

(ف) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار اور مومنین کا جینا اور مرنا برابر نہیں ہوگا بلکہ اس میں فرق ہوگا اور اس آیت میں مماتھم سے موت اور موت کے بعد پیش آنے والے حالات مراد ہیں۔ یعنی مومنین اور کافرین کی موت بھی یکساں نہیں ہوگی اور موت کے بعد والے حالات بھی یکساں نہیں ہوں گے۔ کیونکہ مومنین کے لئے موت سے راحت اور آرام کا سلسلہ جاری ہوتا ہے اور کفار کے لئے عذاب اور سزا کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ آیت بھی قبر کی زندگی اور جزا و سزا کی دلیل ہے۔ تفصیل کے لئے تفاسیر کا مطالعہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۳۷...... ''والذین قتلوا فی سبیل اللہ فلن یضل اعمالھم سیھدیھم ویصلح بالھم'' ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔ (محمد:۵)

(ف) آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اس میں شہید فی سبیل اللہ کے لئے دو نعمتوں کا ذکر ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے گا۔ دوسرے ان کے سب حالات درست کردے گا۔ حالات سے مراد دنیا وآخرت دونوں کے حالات ہیں دنیا میں تو یہ کہ جو شخص جہاد میں شریک ہوا اگرچہ وہ شہید نہ ہوا، سلامت رہا وہ بھی شہید کے ثواب کا مستحق ہو گیا اور آخرت میں یہ کہ وہ قبر کے عذاب سے محشر کی پریشانی تک سے نجات پائے گا۔ (معارف القرآن ج ۸ ص ۳۰)

اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں لکھتے ہیں اور ان کی حالت قبر اور حشر اور پل صراط اور تمام مواقع آخرت میں درست رکھے گا۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ شہداء کرام کے لئے اللہ تعالیٰ دوسرے مواقع کی طرح قبر کے حالات بھی درست فرماتے ہیں یعنی آرام اور راحت کا سامان قبر میں باہم پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا یہ آیت بھی قبر کی زندگی کی دلیل ٹھہری۔ چونکہ مقتول فی سبیل اللہ روح اور جسد کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا حالات کی یہ درستگی روح اور جسد دونوں کے لئے ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۳۸...... ''وان للذین ظلموا عذابا دون ذالک ولکن اکثرھم لا یعلمون'' ترجمہ: اور ان ظالموں کے لئے قبل اس کے بھی عذاب ہونے والا ہے لیکن ان میں اکثر کو معلوم نہیں۔ (طور:۴۷)

(ف) اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ان ظالموں کو قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے بھی عذاب ہونے والا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قیامت کے عذاب سے پہلے والے عذاب سے کون سا عذاب مراد ہے بعض حضرات نے قحط کا عذاب مراد لیا اور بعض حضرات نے قتل وشکست کا عذاب مراد لیا اور بعض حضرات نے اس سے عذاب قبر مراد لیا۔ پس اس تفسیر کے مطابق یہ آیت عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ چنانچہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں: ''عذابا دون ذالک ای دون عذاب الاخرۃ وھو عذاب القبر او المواخذۃ فی الدنیا کقتل بدر والقحط سبع سنین'' (تفسیر بیضاوی ص ۶۹۷) یعنی قیامت کے عذاب سے پہلے والے عذاب سے مراد عذاب قبر ہے یا دنیاوی مواخذہ مراد ہے مثلاً بدر کے دن قتل یا قحط سالی مراد ہے۔

تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے ''وعنہ وعن البراء ابن عازب انہ عذاب القبر'' یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس آیت میں عذاب سے مراد عذاب قبر ہے۔ (تفسیر روح المعانی ج ۱۴ ص ۶۱)

مندرجہ ذیل تفاسیر میں بھی آیت کا یہی مطلب بیان کیا گیا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۹ ص ۱۰۱، تفسیر بغوی ج ۴ ص ۲۴۳، حاشیہ تفسیر جلالین ص ۴۳۷، تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۹۰، تفسیر مدارک ج ۴ ص ۱۹۰، برحاشیہ خازن) نیز علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کو عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۰۶)

آیت نمبر ۳۹...... ''وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الھۃ یعبدون'' ترجمہ:

اور آپ ان پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے۔ پوچھ لیجئے کہ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔ (زخرف: ۴۵)

(ف) اس آیت کی حضرات مفسرین کرام نے دو تفسیریں بیان فرمائیں ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے۔ یعنی حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ سابقہ انبیاء کرام سے پوچھ کر دیکھ لیں۔ کیا ہم نے اللہ رحمٰن کے سوا کوئی اور معبود بنائے ہیں۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سابقہ انبیاء کرام کے ساتھ آپ کو ملاقات کا موقع کب میسر آیا؟ تو جواب دیا گیا کہ سابقہ انبیاء کرام سے ملاقات کا یہ موقع بیت المقدس شب معراج کو میسر آیا اور اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت مجازی معنی پر محمول ہے اور انبیاء کرام سے پوچھ لینے سے مراد ان کی امت کے اہل علم سے پوچھنا مراد ہے۔

پس یہ آیت پہلی تفسیر کے مطابق حیات الانبیاء اور قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کو بیت المقدس میں انبیاء کرام اور حضور اکرم ﷺ کے اجتماع کی دلیل قرار دیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۴ ص ۱۸۳)

چونکہ آپ کی یہ ملاقات انبیاء کرام سے ہوئی مثلاً آدم اور نوح علیہم السلام وغیرہ اور آدم اور نوح کا اطلاق روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ سب انبیاء کرام روح اور جسد دونوں کے ساتھ بیت المقدس میں تشریف لائے تھے۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ کا یہ سفر معراج جسد عنصری کے ساتھ تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابھی تک موت واقع نہیں ہوئی۔ لہٰذا وہ بھی اسی جسد عنصری کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ لہٰذا بقیہ تمام انبیاء کرام بھی ان دونوں کی طرح جسد عنصری کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ عالم قبر و برزخ کی حیات روح اور جسد عنصری دونوں کو حاصل ہوتی ہے۔

اگر کسی نے انبیاء کرام کا بیت المقدس میں جسد مثالی کے ساتھ تشریف لانا لکھا ہے تو اس سے ہرگز یہ دھوکہ نہ کھانا چاہئے کہ وہ لوگ عالم برزخ میں روح اور جسد کے تعلق کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ جسد مثالی کے ثابت کرنے کے باوجود جسد عنصری کے تعلق کے قائل ہیں ''کما ھو الظاھر من کتبھم'' کیونکہ عدم تعلق کا تو کوئی قائل ہی نہیں ہے۔ لہٰذا مثالی کے لفظ سے تعلق کا انکار سمجھ لینا کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ پس عالم قبر و برزخ میں روح اور جسد کے تعلق کو تسلیم کرنے کے بعد اگر کوئی شخص جسد مثالی کی بات کرتا ہے تو علماء اہل سنت کا اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس آیت کی دونوں تفسیریں مندرجہ ذیل کتب تفاسیر میں ملاحظہ فرمائیں:

(تفسیر روح المعانی ج ۱۳ ص ۲ ۱۳، تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۵۳، تفسیر بغوی ج ۴ ص ۱۴۱، تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۰۷، تفسیر مدارک برحاشیہ خازن ج ۴ ص ۱۰۷، تفسیر جلالین ص ۴۰۸، تفسیر عثمانی ص ۶۵۴، معارف القرآن ج ۷ ص ۷۳۸ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۲۹)

مندرجہ بالا تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس آیت کی پہلی تفسیر حضرت ابن عباس، زہری، سعید ابن جبیر اور ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

آیت نمبر ۴۰...... ''ولقد صبحھم بکرۃ عذاب مستقر'' ترجمہ: اور صبح سویرے ہی ان (قوم لوط) پر عذاب دائمی آپہنچا۔ (القمر: ۳۸)

(ف) اس آیت میں عذاب مستقر سے مراد دائمی عذاب ہے جو کہ یہاں سے شروع ہوا اور قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ ہوتا رہے گا اور موت سے لے کر قیامت تک کے عذاب کو عذاب قبر کہتے ہیں۔ لہٰذا یہ آیت بھی عذاب قبر

کی دلیل ہے۔ چونکہ قوم لوط پر یہ عذاب روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر نازل ہوا اور پھر ہمیشہ جاری رہا ہے تو ثابت ہوا کہ موت کے بعد بھی یہ عذاب روح اور جسد عنصری دونوں پر ہمیشہ کے لئے وارد ہو رہا ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب نے بھی اس آیت کو عذاب قبر کی دلیل قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''ای یستقر بھم بعد الموت حتی یسلمھم الی النار المؤبدۃ'' (تفسیر مظہری ج ۹ ص ۱۴۱) یعنی مرنے کے بعد عذاب قبران پر مسلسل برقرار رہے گا حتی کہ ان کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ والی آگ کے سپرد کرے گا۔ نیز مندرجہ ذیل مفسرین کرام نے بھی اس آیت سے دائمی اور قیامت تک مسلسل عذاب مراد لیا ہے۔ (تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۰۵، تفسیر مدارج ۴ بر ہامش خازن ص ۲۰۵، تفسیر بیضاوی ص ۷۰۴، تفسیر جلالین ص ۴۴۲، تفسیر بغوی ج ۴ ص ۲۶۳، تفسیر روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۳۸)

آیت نمبر ۱۴...... ''فتولّٰی عنھم وقال یقوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی ونصحت لکم ولٰکن لا تحبون النّٰصحین'' ترجمہ: اس وقت صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ (اعراف:۷۹)

(ف) اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم اپنی نافرمانیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے برباد اور ہلاک ہوگئی تو بوقت روانگی حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی ہلاکت شدہ قوم کو مخاطب بنا کر خطاب کیا کہ اے میری قوم میں نے تم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگوں نے خیر خواہی کرنے والوں کو پسند نہ کیا۔ لہٰذا اب اپنا انجام دیکھ لو۔ اس آیت کا واضح اور ظاہر مطلب یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے زجر و توبیخ بھرے لہجہ میں خطاب فرما کر ان کے عذاب میں اضافہ کیا۔

چنانچہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''قال لھم صالح علیہ السلام ذالک بعد ھلاکھم تقریعا و توبیخا و ھم یسمعون ذالک'' (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۰)

یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد بطور زجر و توبیخ کہی اور قوم اس کی بات کو سن رہی تھی جس طرح کہ قلیب بدر والوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا تھا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کو بروایت حضرت عمر و ابن عمر رضی اللہ عنہما سن رہے تھے اور بروایت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہ اپنی سزا اور عذاب کو جان رہے تھے اور سمجھ رہے تھے بہر حال مرنے کے بعد اللہ کے نبی کا ان کو ایسے انداز سے خطاب کرنا ان کی حیات اور سزا و عذاب کی دلیل ہے کیونکہ بغیر سننے والے مخاطب کے خطاب کرنا بے فائدہ سی بات ہے اور انسان کے خطاب کو اگرچہ مردہ کیوں نہ ہو جمادات کے خطاب پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ مندرجہ ذیل مفسرین کرام نے بھی حضرت صالح علیہ السلام کے خطاب کو واقعہ قلیب بدر سے تشبیہ دے کر ان کی حیات و سماع اور سزا ثابت کی ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۳ ص ۳۷۶، تفسیر بیضاوی ص ۲۱۲، تفسیر بغوی ج ۲ ص ۱۷۵، تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۱۳، تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۶۱۳ از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، حاشیہ جلالین ص ۱۳۶، تفسیر عثمانی ص ۲۱۳، تفسیر بیان القرآن ص ۳۳۲)

بعض مفسرین کرام نے اس آیت کی ایک دو اور توجیہات بھی کی ہیں لیکن راجح تفسیر یہی ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ تفسیر ظاہر قرآن کے مطابق ہے۔ اس لئے علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر مفسرین کرام نے صرف یہی ایک تفسیر نقل کی ہے۔ دوسری توجیہات کا تذکرہ تک نہیں کیا۔ نیز آیت کی یہ تفسیر آیات کثیرہ و احادیث متواترہ کے بھی موافق ہے۔ جن سے قبر کی زندگی اور جزا و سزا ثابت ہے۔

آیت نمبر ۴۲...... "فتولٰی عنھم و قال یقوم لقد ابلغتکم رسلٰت ربی و نصحت لکم فکیف اسی علی قوم کافرین" ترجمہ: اس وقت شعیب علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں۔ (اعراف: ۹۳)

(ف) اس آیت کی تشریح اور اس سے طرز استدلال بالکل وہی ہے جو اس سے پہلے والی آیت میں گزر چکا ہے۔ البتہ فرق اتنا ہے کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کا مقولہ تھا اور یہ حضرت شعیب علیہ السلام کا مقولہ ہے۔

آیت نمبر ۴۳...... "ولقد آتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ و جعلناہ ھدی لبنی اسرائیل" ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے موجب ہدایت بنایا تھا۔ (سجدہ: ۲۳)

(ف) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اے پیغمبر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی لہٰذا آپ اس کی ملاقات میں شک نہ کریں لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کی ملاقات کس سے؟ چنانچہ حضرات مفسرین کرام نے اس کی مختلف تفسیریں بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً:

۱...... موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات شب معراج میں آپ ﷺ سے ہوئی آپ اس میں شک نہ کریں۔

۲...... موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات اپنے رب سے ہوئی آپ اس میں شک نہ کریں۔

۳...... جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اسی طرح آپ کو بھی کتاب مل رہی ہے آپ شک نہ کریں۔

۴...... تبلیغ دین کے سلسلہ میں موسیٰ علیہ السلام کو تکلیفیں ملی ہیں اسی طرح آپ کو بھی تکلیفیں ملیں گی آپ اس میں شک نہ کریں۔

پہلی تفسیر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور صاحب جلالین اور صاحب خازن نے صرف اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی تفسیر ان حضرات کے نزدیک راجح ہے۔ دیکھئے (تفسیر جلالین ص ۳۵۰، تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۷۹) ان کے علاوہ دوسرے مفسرین نے اس تفسیر کے ساتھ ساتھ دوسرے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ بہرحال اس پہلی تفسیر کے مطابق یہ آیت عالم قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ لیکن شب معراج میں آپ ﷺ کی ان سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام عالم قبر میں زندہ ہیں۔ آپ ﷺ کو جو خطاب کیا گیا کہ شک نہ کریں مقصد دوسرے لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اس میں شک نہ کریں کیونکہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات ہر قسم کے شک وشبہات سے پاک تھی۔

آیت نمبر ۴۴...... "اولٰی لک فاولٰی ثم اولٰی لک فاولٰی" ترجمہ: تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے پھر تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے۔ (القیامہ: ۳۴،۳۵)

(ف) اس میں اولٰی لک یعنی اے مجرم تیری ہلاکت و بربادی کا چار دفعہ تکرار کیا گیا ہے پہلی ہلاکت موت کے وقت دوسری ہلاکت قبر میں تیسری ہلاکت محشر میں اور چوتھی ہلاکت جہنم میں۔

(تفسیر مدارک ج ۴ ص ۲۳۷، معارف القرآن ج ۸ ص ۶۲۸)

پس یہ آیت بھی عذاب قبر کی دلیل ہے۔

آیت نمبر ۴۵...... "انا انذرلکم عذابا قریبا یوم ینظر المرء ما قدمت یداہ ویقول الکافر یلیتنی کنت

ترابا'' ترجمہ: ہم نے تم کو نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں سے کئے ہوں گے اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا۔ (النباء:۴۰)

(ف) اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ عذاب قریبا سے قیامت کا عذاب مراد ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ عذاب قریبا سے مراد عذاب قبر ہے اس تفسیر کے مطابق یہ آیت عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ دیکھئے (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۸۳، معارف القرآن ج ۸ ص ۶۵۹)

آیت نمبر ۴۶...... ''فسوف تعلمون من یاتیه عذابٌ یخزیه ویحل علیه عذاب مقیم'' ترجمہ: سو اب جلدی تم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آیا چاہتا جو اس کو رسوا کرے گا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔ (زمر:۴۰)

(ف) اس عذاب مقیم یعنی دائمی عذاب میں عذاب قبر بھی شامل ہے۔

آیت نمبر ۴۷...... ''فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین'' ترجمہ: آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور مجھ کو خاص بندوں میں شامل کر دیجئے۔ (یوسف:۱۰۱)

(ف) یہ آیت بھی قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر مرنے کے بعد کسی قسم کی حیات نہیں ہے تو نیک بندوں میں شامل ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ واضح ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے نیک بندوں میں شامل ہونے کی یہ دعا اپنی ذات کے لئے مانگی ہے یعنی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے لئے نہ کہ صرف اور صرف روح کے لئے۔ لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام روح اور جسد دونوں کے ساتھ موت کے بعد صالحین کے زمرہ میں شامل ہوئے۔ پس یہ آیت ان کی اور صالحین کی قبر کی حیات کی دلیل ہے۔

آیت نمبر ۴۸...... ''وسیعلم الذین ظلموا ایَّ منقلب ینقلبون'' ترجمہ: اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا جنہوں نے ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔ (الشعراء:۲۲۷)

(ف) اس آیت میں ظالموں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کو عنقریب اپنا انجام بد معلوم ہو جائے گا۔ یعنی مرنے کے بعد قبر میں حشر میں جہنم میں الغرض ہر محاذ پر۔ جب ان کو سزا دی جائے گی تو ان کو پتہ چل جائے گا اور حقیقت حال سامنے آجائے گی۔ چنانچہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ای مرجع یرجعون بعد الموت'' یعنی موت کے بعد ظالموں کو اپنا ٹھکانا معلوم ہو جائے گا۔ (تفسیر بغوی ج ۳ ص ۴۰۵)

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ میت کو قبر میں اپنا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے پس یہ آیت بھی عذاب قبر یعنی حیات قبر کی دلیل ہے۔

آیت نمبر ۴۹...... ''انا کفیناک المستهزءین الذین یجعلون مع اللہ الٰهاً آخر فسوف یعلمون'' ترجمہ: یہ لوگ جو ہنستے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان سے آپ کے لئے ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ (الحجر:۹۶)

ان سے آپ کے لئے ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ یعنی شرک اور مذاق کرنے والوں کو ابھی ابھی یعنی موت کے وقت اور قبر میں اور حشر میں اور جہنم میں اپنا انجام بد اور سزا معلوم ہو جائے گی۔

آیت نمبر ۵۰...... ''حتی اذا راوا ما یوعدون اماالعذاب واماالساعۃ فسیعلمون من ھو شرمکانا واضعف جندا'' ترجمہ: یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو خواہ قیامت کو سو ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ برا مقام کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں۔ (مریم:۷۵)

آیت نمبر ۵۱...... ''وابصرھم فسوف یبصرون'' ترجمہ: اور ان کو دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے۔ (الصافات:۱۷۵)

آیت نمبر ۵۲...... ''فاصفح عنھم وقل سلٰم فسوف یعلمون'' ترجمہ: تو آپ ان سے بے رخ رہئے اور یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں سو ان کو ابھی معلوم ہو جائے گا۔ (الزخرف:۸۹)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ابھی مرتے ہی معلوم ہو جائے گا۔ (بیان القرآن)

(ف) مذکورہ بالا چاروں آیتیں آیت نمبر ۴۸ کی طرح عذاب قبر کی دلیلیں ہیں۔ کیونکہ ان سب آیات میں یہ فرمایا گیا ہے کہ کفار کو عنقریب اپنا انجام بد معلوم ہو جائے گا اور وہ اپنی سزا کو جان لیں گے بلکہ دیکھ لیں گے موت کے وقت بھی جان لیں گے قبر میں بھی جان لیں گے۔ حشر میں بھی جان لیں گے۔ جہنم میں بھی جان لیں گے۔ الغرض ہر مقام پر کفار اپنی سزا کو جان لیں گے اور اپنے انجام بد کو دیکھ لیں گے۔ پس جس طرح یہ آیتیں حشر و جہنم کی حیات و عذاب کی دلیلیں ہیں اسی طرح حیات قبر اور عذاب قبر کی بھی دلیلیں ہیں۔

قارئین کرام! بندہ عاجز ہیچ میدان ان مذکورہ بالا پچاس سے زائد آیات پر اکتفاء کرتا ہے۔ اہل علم اگر تلاش کریں تو اس سے مزید کی بھی توقع ہے۔ مذکورہ بالا آیات میں سے اکثر آیات تو عذاب قبر اور حیات قبر پر نص صریح ہیں۔ سوائے عذاب قبر کے کسی دوسری تفسیر کا احتمال نہیں رکھتیں اور بعض آیات ایسی ہیں جن کی مختلف تفسیریں ہیں جن میں عذاب قبر کے ساتھ دوسرے احتمال کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ لیکن وہ سب اقوال جمع ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے۔ مثلاً سوف یعلمون کی تفسیر میں موت کا عذاب، قبر کا عذاب، حشر کا عذاب، جہنم کا عذاب سب مراد لئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ ان اقوال میں تعارض نہیں ہے۔

البتہ بہت کم بعض ایسی تفسیریں بھی ہیں جن کو جمع نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن بندہ عاجز نے وہاں عذاب قبر والی تفسیر کو اختیار کیا ہے لیکن کوئی حضرات اس تفسیر کو قیل وغیرہ کے کلمات کی وجہ سے مرجوح قرار دینے کی بے فائدہ کوشش نہ کریں۔ اوّلاً تو اس لئے کہ ایک مفسر ایک تفسیر کو راجح قرار دیتا ہے اور دوسرا مفسر اس کو مرجوح کہہ دیتا ہے۔ لہٰذا ایک مفسر کے نزدیک مرجوح تفسیر، ضروری نہیں کہ وہ سب کے نزدیک مرجوح ہو۔ ثانیاً قیل کا کلمہ ہمیشہ مرجوح قول کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض اوقات صحیح قول کو بھی قیل کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے۔ ثالثاً جب آیات بینات ومحکمات کثیرہ سے راجح طور پر قبر کی زندگی اور جزا وسزا ثابت ہو چکی ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہو چکا ہے تو کسی ایک آدھ آیت کی عذاب قبر کی تفسیر کو مرجوح قرار دینے سے اصل عقیدہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ لہٰذا عذاب قبر پر دلالت کرنے والی آیت کی کسی تفسیر کو مرجوح کہہ دینے سے منکرین عذاب قبر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

قارئین کرام! قرآن مجید کی یہ پچاس سے زائد آیات آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد عالم قبر میں مردہ کو جزا وسزا دی جاتی ہے اور میت اس عالم میں دکھ وسکھ کو محسوس کرتا ہے اور رنج و راحت کا ادراک کرتا ہے اور اس کو ثواب وعذاب کا پورا پورا احساس ہوتا ہے اور یہ سب چیزیں قبر کی زندگی کی

علامات ہیں۔ کیونکہ علم وادراک اور شعور واحساس وغیرہ کے لئے میت میں کسی نہ کسی قسم کی حیات کا ہونا ضروری اور لازمی ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مدعا ہے کہ قبر میں جزاوسزا کے لئے میت میں نوع من الحیات رکھی جاتی ہے۔ اب آپ کے سامنے چند دوسری آیات پیش کی جاتی ہیں وہ براہ راست قبر کی جزاوسزا کی دلیل تو نہیں ہیں۔

لیکن ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردہ انسان موت کے بعد اس زمین والی قبر میں مدفون ہوتا ہے، قیامت تک اس کا یہی ٹھکانہ اور مستقر ہوتا ہے۔ پس جب یہ قرآن سے ثابت ہے کہ مردہ انسان اسی زمین والی قبر میں رہتا ہے اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ مرنے کے بعد مردہ انسان کو قبر و برزخ میں جزاوسزا دی جاتی ہے تو ان دونوں قسم کی آیات سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ مرنے کے بعد انسان کو جو جزاوسزا دی جاتی ہے وہ اسی قبر میں دی جاتی ہے جو زمین میں کھودی جاتی ہے تو ان آیات سے جسد عنصری کے لئے ثواب یا عذاب ثابت ہوگا۔ کیونکہ قبر میں وہی مدفون ہے۔

آیت نمبرا...... ''قال فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون'' ترجمہ: فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔ (اعراف:۲۵)

آیت نمبر ۲...... ''منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ'' ترجمہ: ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو لے جاویں گے اور پھر دوبارہ اس سے تم کو نکال لیں گے۔ (طٰہٰ:۵۵)

آیت نمبر ۳...... ''واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیھا ویخرجکم اخراجا'' ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا پھر تم کو پھر زمین میں ہی لے جاوے گا اور تم کو باہر لے آوے گا۔ (نوح:۱۷،۱۸)

آیت نمبر ۴...... ''الم نجعل الارض کفاتا احیآء وامواتا'' ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔ (المرسلات:۲۵،۲۶)

مذکورہ بالا چاروں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد مردہ انسان کا مستقر اور ٹھکانہ یہی زمین والی قبر ہے جس میں اس کو قیامت تک رہنا ہے۔ بندہ عاجز تفسیر عثمانی کے چند حوالہ جات نقل کر رہا ہے۔ بقیہ تفاسیر کا مطالعہ خود کر لینا۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ نوح کی آیت پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی مرے پیچھے مٹی میں مل جاتے ہیں پھر قیامت کے دن اسی سے نکالے جائیں گے۔ (تفسیر عثمانی ص ۷۵۷)

اور سورۃ المرسلات کی آیت پر حاشیہ لکھتے ہیں۔ ''یعنی زندہ مخلوق اسی زمین پر زندگی بسر کرتی ہے اور مردے بھی اسی مٹی میں پہنچ جاتے ہیں انسان کو زندگی بھی اسی خاک سے ملی ہے اور موت کے بعد بھی یہی اس کا ٹھکانہ ہوا تو دوبارہ اسی خاک سے اس کو اٹھا دینا کیوں مشکل ہوگا۔'' (تفسیر عثمانی ص ۷۷۲) پس جب قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ مردہ انسان کا ٹھکانہ یہی زمین والی قبر ہے تو مرنے کے بعد والی کارروائی بھی اسی قبر میں ہوتی ہے۔ لہٰذا عالم برزخ و قبر کی کارروائی میں جسد مدفون کا روح کے ساتھ شریک ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

<u>انتباہ</u>: مرزائی قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی کے قائل نہیں ہیں اور ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بھی قائل نہیں ہیں اور وہ بزعم خویش انہی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن ان کا استدلال سراسر باطل اور دھوکہ ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عارضی طور پر آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ قیامت سے پہلے ان کا نزول الی الارض ہوگا اور ان پر پھر موت واقع ہوگی مسلمان ان پر نماز جنازہ ادا کریں گے۔ پھر ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں دفن کیا جائے گا۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں مطلب ''فیہا تحیون'' الایۃ کا یہ ہے کہ مسکن اصلی اور معتاد تمہارا یہ ہوگا اور اگر کسی عارض کی وجہ سے خرق عادت ہو جائے تو اس کی نفی نہیں ہے۔ پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ جانے اور رہنے کی نفی نہیں ہے۔ پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ جانے اور رہنے کی نفی پر استدلال کرنا محض باطل ہے۔ (تفسیر بیان القرآن مطبوعہ تاج کمپنی ص ۳۱۸)

فوائد مہمہ ضروریہ

اب چند فوائد آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں جن کو معلوم کرنے کے بعد اصل مضمون کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور ذہنوں میں پیدا ہونے والی تمام الجھنیں خود بخود دور ہو جاتی ہیں اور قبر کی زندگی روز روشن کی طرح اقرب الی الاذہان والافہام ہو جاتی ہے۔

قبر کسے کہتے ہیں؟

فائدہ ۱: جمہور علماء حقہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک قبر زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مردہ انسان کے مدفن یعنی جائے دفن کو قبر کہتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور لغت میں بھی مدفن کو قبر کہا گیا ہے اور یہی قبر کا لغوی، عرفی اور شرعی مفہوم ہے۔ چند آیات قرآنیہ ملاحظہ فرمائیں۔ جن میں قبر کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۱...... ''ولا تقم علی قبرہ'' (توبہ: ۸۴)

۲...... ''وما انت بمسمع من فی القبور'' (فاطر: ۲۲)

۳...... ''کما یئس الکفار من اصحاب القبور'' (الممتحنۃ: ۱۳)

۴...... ''ثم اماتہ فاقبرہ'' (عبس: ۲۱)

۵...... ''واذا القبور بعثرت'' (الانفطار: ۴)

۶...... ''حتی زرتم المقابر'' (التکاثر: ۲)

۷...... ''وان اللہ یبعث من فی القبور'' (الحج: ۷)

مندرجہ بالا آیات میں لفظ قبر، قبور، مقابر، وغیرہ کا اطلاق مردہ انسان کے مدفن پر کیا گیا ہے جس تفسیر کو دل چاہے دیکھ لیں۔ حوالہ جات دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ان آیات سے قبر کا مفہوم متعین ہو جاتا ہے۔

اور بے شمار حدیثوں میں قبر کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ قبر سے مردہ انسان کا مدفن ہی مراد ہے۔ چنانچہ حدیثیں بھی ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ۱...... ''عن عبداللہ بن دینار انہ قال رأیت عبداللہ ابن عمر یقف علی قبر النبی ﷺ ویصلی علی النبی ﷺ ویدعو لابی بکر و عمر'' ترجمہ: حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ حضور اکرم ﷺ کی قبر اقدس کے پاس کھڑے تھے حضور اکرم ﷺ پر درود پڑھ رہے تھے اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دعا مانگ رہے تھے۔ (مؤطا امام مالک ص ۱۵۰)

حدیث نمبر ۲...... "عن سفیان التمار انه رأی قبر النبی ﷺ مسنما" ترجمہ: حضرت سفیان تمار نے حضور اکرم ﷺ کی قبر کو دیکھا وہ اونٹ کی کوہان کی طرح تھی۔ (مشکوۃ ص ۱۴۸ بخاری ج ۱ ص ۱۸۶)

حدیث نمبر ۳...... "عن قاسم بن محمد قال دخلت علی عائشة فقلت یا اماہ اکشفی لی عن رسول الله ﷺ وصاحبیه فکشفت لی عن ثلاثة قبور لا مشرفة ولا لاطیئة رواہ ابو داؤد" ترجمہ: حضرت قاسم ابن محمد فرماتے ہیں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کو کہا اے امی جان اپنے حجرہ کا دروازہ کھول کر مجھے حضور اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی قبر کی زیارت کرائیں۔ پس انہوں نے دروازہ کھولا وہاں تین قبریں تھیں نہ بہت زیادہ بلند اور نہ زیادہ پست۔ (مشکوۃ ص ۱۴۹، مسند ابو یعلی موصلی ج ۸ ص ۵۳)

حدیث نمبر ۴...... "عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول الله السلام علیک یا ابابکر السلام علیک یا ابتاہ" ترجمہ: حضرت نافع فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر سے واپس آتے تھے تو حضور اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کرتے تھے اور آپ پر سلام بھیجتے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۷۶)

حدیث نمبر ۵...... "عن عمر انه دخل المسجد فاذا هو بمعاذ بن جبل یبکی عند قبر رسول الله" ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل حضور اکرم ﷺ کی قبر اقدس کے پاس رو رہے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۴۷)

حدیث نمبر ۶...... "فی حدیث معاذ بن جبل لعلک ان تمر بمسجدی وقبری" ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت کچھ ہدایات دی تھیں اور ان میں یہ بھی فرمایا تھا کہ شاید تو میری مسجد اور قبر سے گزرے گا یعنی تیری اور میری شاید دنیا میں دوبارہ ملاقات نہ ہوگی۔

(رواہ الدارمی مشکوۃ ص ۵۴۵، صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۲۰)

حدیث نمبر ۷...... "فرکب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یبکی عندہ رواہ ابن عساکر قال التقی السبکی اسنادہ جید" ترجمہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ منورہ آئے اور حضور اکرم ﷺ کی قبر پر حاضری دی اور روئے۔ (آثار السنن للنیموی ص ۳۴۰)

حدیث نمبر ۸...... "عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته رواہ البیهقی فی شعب الایمان (مشکوۃ ص ۲۷۹) واخرجه ابو الشیخ فی کتاب الثواب ثواب الاعمال" ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص میری قبر پر درود پڑھے گا میں سنوں گا۔ (عمدہ جدید فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۷۹)

حدیث نمبر ۹...... "اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد" ترجمہ: اے اللہ میری قبر کو بت کی طرح عبادت گاہ نہ بنانا۔

حدیث نمبر ۱۰...... "عن قیس بن سعد فقال ارأیت لو مررت بقبری اتسجد لها" ترجمہ: جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے قیس اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا تو اس کو سجدہ کرے گا؟ میں نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اب بھی نہیں۔ (مشکوۃ ص ۲۸۲)

حدیث نمبر ۱۱...... "ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنه" ترجمہ: حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں اگر عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آ کر یا محمد کہیں گے تو میں اس کا جواب دوں گا۔ (مسند ابو یعلی ج ۱۱ ص ۴۶۲)

حدیث نمبر ۱۲...... ''اللھم اجعل لی نورا فی قلبی ونورا فی قبری (ت) ومحمد ابن نصر فی الصلوٰۃ (طب) والبیھقی فی الدعوات عن ابن عباس '' ترجمہ: حضور اکرم ﷺ دعا فرمارہے ہیں کہ اے اللہ میرے لئے دل میں نور پیدا فرما اور میرے لئے میری قبر میں نور پیدا فرما۔ (جامع صغیر ج ۱ ص ۵۶)

حدیث نمبر ۱۳...... ''ما علی الارض بقعۃ ھی احب الی ان یکون قبری بھا منھا'' ترجمہ: زمین کے تمام ٹکڑوں میں سے مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ میری قبر اسی ٹکڑے یعنی مدینہ میں ہو۔ (موطا امام مالک ص ۳۴۸)

حدیث نمبر ۱۴...... ''ولا تجعلوا قبری عیدا'' ترجمہ: حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں میری قبر کو عید یعنی میلے جیسا اجتماع نہ بناؤ۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۶)

حدیث نمبر ۱۵...... ''لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجدا لولا ذالک ابرز قبرہ'' ترجمہ: حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کیونکہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ اسی خطرہ کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ کی قبر اقدس کو ظاہر نہیں کیا گیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۶)

حدیث نمبر ۱۶...... ''مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عندالکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ'' ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اسراء والی رات میں سرخ ٹیلے کے پاس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۶۸)

حدیث نمبر ۱۷...... ''عن عائشۃ لما مات النجاشی کنا نتحدث انہ لا یزال یریٰ علی قبرہ نور'' ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نجاشی بادشاہ فوت ہوگیا تو ہمارے اندر یہ بات بیان کی جاتی تھی کہ نجاشی کی قبر پر نور دیکھا جاتا تھا۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۹)

حدیث نمبر ۱۸...... ''عن ابن عباس مرفوعاً ما من احد یمر بقبر اخیہ المسلم کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا ردّ اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام'' ترجمہ: حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرکرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس مردے کی روح اس کی طرف متوجہ کردیتے ہیں تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔ (رواہ ابن عبد البر مصححاً تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸، تفسیر معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۳)

حدیث نمبر ۱۹...... ''مر ابو ھریرۃ وصاحب لہ علی قبر فقال ابو ھریرۃ سلّم فقال الرجل اسلّم علی القبر فقال ابو ھریرۃ ان کان راک فی الدنیا یوما قط انہ لیعرفک الآن'' ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کا ایک ساتھی کسی قبر سے گزرے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے کہا اس کو سلام کرو۔ ساتھی نے کہا کیا قبر کو سلام کروں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اس نے تجھے دنیا میں ایک دن دیکھا ہوگا تو اب تجھے پہچانے گا۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۷۶)

حدیث نمبر ۲۰...... ''عن عمرو بن حزم قال رانی النبی ﷺ متکئاً علی قبر فقال لا تؤذ صاحب ھذا القبر'' ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو قبر پر تکیہ کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اس قبر والے کو تکلیف مت دو۔

(رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۱۴۹)

حدیث نمبر ۲۱...... ''ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان'' ترجمہ: حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب بندہ کو اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دفن کرنے والے ساتھی واپس

لوٹتے ہیں وہ ابھی ان کی جوتیوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے نکیرین آجاتے ہیں۔
(مشکوۃ ص ۲۴، بخاری ج ا ص ۱۸۳، ۱۷۸، مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

حدیث نمبر ۲۲...... "مر النبی ﷺ بقبرین یعذبان" ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کا دو قبروں سے گزر ہوا دونوں میں عذاب ہو رہا تھا۔ (بخاری ج ا ص ۱۸۲)

حدیث نمبر ۲۳...... "مر النبی ﷺ بقبور المدینۃ فاقبل علیھم بوجھہ فقال السلام علیکم یا اھل القبور" ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کا مدینہ کی قبروں سے گزر ہوا آپ ﷺ ان کی طرف منہ کر کے متوجہ ہوئے اور فرمایا اے قبروں والے تم پر سلام ہو۔ (رواہ الترمذی مشکوۃ ص ۱۵۴)

حدیث نمبر ۲۴...... "کان رسول اللہ ﷺ یعلمھم اذا خرجوا الی المقابر السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین" ترجمہ: حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کو تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب تم قبرستان میں جایا کرو تو مسلمان مردوں کو سلام کیا کرو۔ (رواہ مسلم مشکوۃ ص ۱۵۴)

حدیث نمبر ۲۵...... تمہید: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قبر کا معنی مدفن یعنی جائے دفن کیا ہے اور اس پر باب قائم کر کے قرآن وحدیث سے دلیلیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ وابی بکر وعمر فاقبرہ اقبرت الرجل اقبرہ اذا جعلت لہ قبرا وقبرتہ دفنتہ کفاتا تکونون فیھا احیاء وتدفنون فیھا امواتا" ترجمہ: باب آنحضرت ﷺ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کا بیان۔ سورت عبس میں جو آیا: فاقبرہ تو عرب لوگ کہتے ہیں "اقبرت الرجل اقبرہ" یعنی میں نے اس کے لئے قبر بنائی اور قبرتہ کا معنی میں نے اس کو دفن کیا اور سورۃ المرسلات میں جو کفاتا کا لفظ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی بھی زمین میں بسر کرو گے اور مر کر بھی اس میں گڑو گے۔ (بخاری ج ا ص ۱۸۶)

اور امام بخاری نے قبر بمعنی دفن کی جو حدیثیں بیان کی ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے "ودفن فی بیتی" یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میرے گھر میں دفن ہوئے۔ یعنی ان کی قبر میرے حجرے میں ہے۔ "دفن فی بیتی" کے نیچے لکھا ہے "ھو موضع الترجمۃ" یعنی امام بخاری کا مقصد دفن بمعنی قبر ہے۔ بہرحال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ قبر، دفن ہم معنی ہیں۔ یعنی جہاں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔ وہی اس کی قبر ہوتی ہے۔ امام بخاری کے طرز استدلال کے مطابق ایک اور حدیث مشکوۃ سے ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۲۶...... "عن عائشۃ قالت کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ ﷺ وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فو اللہ ما دخلت الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر" ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے حجرہ میں حضور اکرم ﷺ مدفون تھے میں بغیر برقعہ کے چلی جاتی تھی اور کہتی تھی کہ ایک میرے خاوند ہیں اور میرے والد ماجد ہیں لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں ان کے ساتھ دفن ہوئے تو میں برقعہ کر کے جاتی تھی۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حیاء مانع تھا۔ (رواہ احمد مشکوۃ ص ۱۵۴، مسند احمد جز سابع ص ۲۸۸)

قارئین کرام! آپ مذکورہ بالا چھبیس روایتوں میں غور فرمائیں۔ ان میں قبر کا لفظ زمین کے اس حصہ پر بولا گیا ہے۔ جہاں مردہ انسان دفن کیا گیا ہے۔ یعنی قبر بمعنی مدفن ارضی ہے۔ جمہور علماء اہل سنت والجماعت کی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی نظریہ اور عقیدہ ہے اور اسی قبر میں نکیرین آتے ہیں۔ اسی قبر میں سوال وجواب ہوتا ہے۔ اسی میں حساب وکتاب ہوتا ہے۔ اسی قبر کو اعمال کے مطابق جنت کا باغ اور جہنم کا گڑھا بنایا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات سے جو جزا و سزا مرنے کے بعد ثابت ہے۔ وہ اسی قبر میں دی جاتی ہے۔ البتہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبر کے سوال و جواب سے اور حساب و کتاب سے مستثنیٰ ہیں۔ یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اگر کسی وجہ سے کسی مردہ کو یہ شرعی اور حقیقی قبر نصیب نہ ہو تو وہ جہاں ہے وہی اس کی قبر ہے اور اللہ تعالیٰ وہاں اس سے حساب لیتے ہیں۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجملہ عقائد کے یہ عقیدہ بھی لکھا ہے۔ عقیدہ نمبر ۳۵: جب آدمی مرجاتا ہے اگر گاڑا جائے تو گاڑنے کے بعد اگر نہ گاڑا جائے تو جس حال میں ہو اس کے پاس دو فرشتے جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ آکر پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے، تیرا دین کیا ہے؟ حضرت محمد ﷺ کو پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ اگر مردہ ایماندار ہوا تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے۔ پھر اس کے لئے ہر طرح کی چین ہے، جنت کی طرف کھڑکی کھول دیتے ہیں۔ جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور خوشبو آتی ہے وہ مزے سے پڑ کر سورہتا ہے اور اگر مردہ ایماندار نہ ہو تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں۔

پھر اس پر بڑی سختی اور عذاب قیامت تک ہوتا رہتا ہے اور بعضوں کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے معاف کر دیتا ہے۔ مگر یہ سب باتیں مردہ کو معلوم ہوتی ہیں۔ ہم لوگ نہیں دیکھتے۔ جیسے سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے پاس بے خبر بیٹھا رہتا ہے۔ (بہشتی زیور حصہ اول ص ۳۲ عقیدوں کا بیان)

بہر حال کتاب و سنت کے مذکورہ بالا دلائل سے یہ ثابت ہوا کہ شرعی حقیقی اور عرفی قبر یہی ہے۔ جس میں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے اور اسی میں جزا و سزا ہوتی ہے اور اگر کسی کو یہ قبر نہ ملے تو وہ جہاں ہے وہی اس کی قبر ہے اور وہاں اس کا حساب و کتاب ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ قبر مردہ انسان کے لئے ظرف مکان ہے۔

برزخ سے کیا مراد ہے

فائدہ ۲: برزخ کا لغوی معنی آڑ اور پردہ کے ہیں اور قرآن میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے اور علماء اسلام کے نزدیک موت سے لے قیام قیامت کے درمیانی وقت اور زمانہ کو برزخ کہتے ہیں۔ کیونکہ عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان یہ زمانہ آڑ اور پردہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

نیز: موت سے لے کر قیامت تک کی کارروائی پردہ میں ہوتی ہے شاید اسی وجہ سے اس کو عالم برزخ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ برزخ مردہ انسان کے لئے ظرف زمان ہے۔ مرنے کے بعد آدمی روح اور جسد سمیت عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ جو مردہ چارپائی پر پڑا وہ عالم برزخ میں داخل ہو چکا ہے اور جس کو لوگ کندھوں پر اٹھائے ہوتے ہیں۔ وہ عالم برزخ میں ہے اور جس کو قبر میں دفن کر دیا گیا ہے وہ بھی برزخ میں ہے۔ الغرض مردہ جہاں ہے اور جس حالت میں ہے وہ عالم برزخ میں ہے۔ کیونکہ موت کے وقت سے اس کا عالم (زمانہ) تبدیل ہو گیا ہے۔ پہلے وہ عالم دنیا میں تھا اور اب عالم برزخ میں داخل ہو گیا۔

اگرچہ وہیں چارپائی پر کیوں نہ پڑا ہو وقت اور زمانہ کی تبدیلی کے لئے جگہ کی تبدیلی ضروری نہیں ہے۔ مثلاً آپ نے عصر کی نماز مسجد میں ادا کی اور پھر اسی مسجد میں اور اسی مصلی پر بیٹھ گئے۔ حتی کہ سورج غروب ہو گیا اور مغرب ہو گئی تو آپ وہاں بیٹھے ہوئے رات میں داخل ہو گئے۔ حالانکہ اسی جگہ بیٹھے ہیں۔ آپ کا مکان تبدیل نہیں

لیکن زمانہ تبدیل ہو گیا۔ عصر کے وقت آپ دن میں تھے اور مغرب کے وقت آپ رات میں چلے گئے۔ اسی طرح مرنے سے پہلے آدمی عالم دنیا میں ہوتا ہے اور مرنے کے بعد عالم برزخ میں چلا جاتا ہے۔ خواہ چارپائی پر کیوں نہ پڑا ہو یا جہاں بھی ہو۔ کیونکہ اس کا زمانہ تبدیل ہو چکا ہے۔

جس کو ارضی قبر نصیب نہ ہو اس کو بھی عذاب قبر ہو گا

فائدہ ۳: مرنے کے بعد انسان کے ساتھ جو کارروائی کی جاتی ہے اس کو اسلام میں عقیدہ عذاب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جس کو یہ قبر نصیب ہو گی اس کو عذاب ہو گا اور جس کو یہ قبر نصیب نہ ہوئی اس کو عذاب قبر نہ ہو گا۔ کیونکہ درحقیقت یہ عذاب میت ہے جو مرنے کے بعد مردہ کو دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اکثر مردوں کو اسی قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ اسی لئے اس کو عذاب قبر کہا جاتا ہے۔ ورنہ بالفرض اگر کوئی مردہ اسی قبر میں دفن کیا جاتا ہے اسی لیے اس کو عذاب کہا جاتا ہے ورنہ بالفرض اگر کوئی مردہ اس قبر میں دفن نہیں کیا گیا تو وہ جہاں ہے وہیں اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔ بہرحال مرنے کے بعد والی کارروائی درحقیقت عذاب میت ہے جس کو عذاب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قبر سے مراد برزخ کہنے کی وجہ

لیکن عذاب قبر کے الفاظ سے مخالفین اسلام کو ایک غلط فہمی لاحق ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ جس مردہ کو اسی قبر میں دفن نہیں کیا جاتا۔ کیا اس کو عذاب قبر نہ ہو گا تو علماء اسلام نے ان کے اعتراض کا جواب یوں دیا کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ یہ جملہ علماء اسلام نے قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کے لئے کہا ہے۔ کیونکہ مردہ انسان کا ٹھکانہ یہ قبر ہو سکتی ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور مکان بھی اس کا ٹھکانہ بن سکتا ہے۔ مثلاً شیشہ کی الماری یا نعش کا درخت پر لٹکا رہنا وغیرہ لیکن میت کا زمانہ صرف ایک ہے۔ یعنی عالم برزخ۔ وہ مردے کے ہر مقام کو حاوی اور شامل ہے۔ کیونکہ جو مردہ قبر میں ہے وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جو مردہ شیشہ کی الماری میں رکھا ہے وہ بھی برزخ میں ہے۔ الغرض مردہ جس مکان میں ہے خاک میں یا راکھ میں اس کا زمانہ ایک ہے۔ یعنی عالم برزخ۔

مثلاً جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو رات کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ پورا ملک رات کے زمانہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ پس زمانہ تو سب کا ایک ہے یعنی رات اور ٹھکانہ ہر ایک کا مختلف ہے۔ کیونکہ کوئی لاہور میں ہے کوئی کراچی میں ہے اور کوئی ملتان وغیرہ میں ہے۔ لیکن رات کا زمانہ سب کا ایک ہے۔

اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سب لوگ رات میں سو رہے ہیں۔ لیکن ٹھکانہ ہر ایک کا مختلف ہے۔ چونکہ مرنے کے بعد مردہ کا ٹھکانہ مختلف ہو سکتا ہے قبر یا کوئی اور مقام، لیکن زمانہ سب کا ایک ہے۔

اسی لئے علماء اسلام نے قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرتے ہوئے کہا کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ لہذا مردہ انسان کا مدفن شرعی اور حقیقی قبر ہے اور اگر کسی مردہ کو یہ قبر نصیب نہ ہوئی تو وہ جہاں ہے وہ اس کی مجازی قبر ہے اور عالم برزخ شرعی اور حقیقی اور مجازی قبر دونوں کو شامل ہے اور شرعی حقیقی قبر اور مجازی قبر عالم برزخ میں داخل ہے۔ اب ذرا غور سے سنیں اور سمجھیں کہ علماء اسلام نے مخالفین اسلام کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ تاکہ مردہ کا ہر مقام قبر کے مفہوم میں داخل ہو جائے۔ حقیقتاً یا مجازاً اور منکرین عذاب قبر نے علماء اسلام

کے اس جملہ کی مراد الٹی سمجھی اور برزخ کے مفہوم سے خود شرعی اور حقیقی قبر کو خارج کر دیا۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے جو ان لوگوں کو لاحق ہوئی اور بہت بڑا دھوکہ ہے جو خود بھی کھا رہے ہیں اور دوسروں کو بھی دے رہے ہیں۔

علماء اسلام قبر سے مراد برزخ کہہ کر قبر کو برزخ سے خارج کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا چاہتے ہیں تا کہ قبر مردہ کے ہر مقام کو شامل ہو جائے اور مخالفین اسلام کے اعتراض کا دفعیہ ہو جائے۔

چنانچہ شارح مشکوٰۃ حضرت مولانا نواب قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''عذاب قبر قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس میں کوئی شبہ اور کلام نہیں۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہاں قبر سے مراد محض ڈیڑھ دو گز کا گڑھا نہیں ہے بلکہ قبر کا مطلب عالم برزخ ہے جو آخرت اور دنیا کے درمیان ایک عالم ہے اور یہ عالم ہر جگہ ہو سکتا ہے۔ جیسے بعض لوگ ڈوب جاتے ہیں، جلا دیئے جاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو ان پر بھی عذاب مسلط کیا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے صرف ان پر ہی عذاب ہوتا ہے اور جو لوگ دوسرے طریقے اختیار کرتے ہیں وہ عذاب سے بچ جاتے ہیں۔ عذاب قبر کی تصدیق کے درجات میں صحیح اور اولی مرتبہ اس بات کا اعتقاد اور یقین رکھنا ضروری ہے کہ قبر میں دفن کرنے کے بعد خدا کے نیک بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور جو لوگ بدکار گنہگار ہوتے ہیں ان پر خدا کا سخت عذاب نازل کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں منکر نکیر عذاب دینے والے فرشتے اور سانپ وبچھو بدکار لوگوں پر مسلط کئے جاتے ہیں اور جن کا وجود احادیث سے ثابت ہے۔ یہ سب صحیح اور واقعی چیزیں ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔'' (مظاہر حق ج ۱ ص ۱۸۵ جدید)

دیکھئے نواب صاحب نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ جس مردہ کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اس کو اسی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور جس کو کسی وجہ سے دفن نہیں کیا جاتا ہے اس کو وہاں عذاب ہوتا ہے جہاں وہ ہے۔ کیونکہ قبر سے مراد صرف یہی گڑھا نہیں ہے۔ بلکہ مراد عالم برزخ ہے اور عالم برزخ اس قبر کو اور مردہ کے ہر مقام کو شامل ہے۔

اسی طرح ہمارے بے شمار علماء کرام نے کہا ہے کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ مقصد ان کا یہ ہے کہ صرف یہی گڑھا یعنی مردہ کا مدفن قبر نہیں ہے بلکہ مردہ جہاں بھی ہے وہی اس کی قبر ہے۔ البتہ مدفن حقیقی قبر ہے اور اس کے علاوہ مجازی قبر ہے اور برزخ اس حقیقی قبر سمیت مردہ کے ہر مقام کو شامل ہے۔

ہمارے علماء قبر سے مراد برزخ کہہ کر اس قبر کی نفی نہیں کرنا چاہتے اس جملہ سے حقیقی قبر کی نفی سمجھنا منکرین عذاب قبر کے سوئے فہم کا نتیجہ ہے۔ بھلا برزخ کہنے سے قبر کی نفی کیسے ہوتی ہے۔ حالانکہ برزخ ظرف زمان ہے اور قبر ظرف مکان ہے۔ زمان ومکان میں تضاد وتنافی نہیں ہے اور نہ ہی ایک دوسرے کی ضدیں ہیں اور نہ ہی کسی ایک سے دوسرے کی نفی ہوتی ہے بلکہ یہ دونوں جمع ہوتے ہیں اور بیک وقت صادق آتے ہیں۔ مثلاً احمد نے رمضان المبارک میں مکہ مکرمہ میں عمرہ کیا۔ یہاں مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے ظرف مکان ہے اور رمضان المبارک عمرہ کے لئے زمان ہے۔ یہ دونوں باتیں سچی ہیں۔ مکہ مکرمہ اور رمضان المبارک دونوں میں عمرہ واقع ہوا۔ یہاں ایک کے کہنے سے دوسرے کی نفی سمجھنا پرلے درجے کی جہالت ہے۔

اسی طرح عبید نے مسجد میں رات میں نماز تہجد ادا کی۔ مسجد نماز کے لئے ظرف مکان اور رات نماز کے لئے ظرف زمان ہے۔ ان میں کسی قسم کا تضاد اور تنافی نہیں ہے۔ یہاں ایک کے کہنے سے دوسرے کی نفی سمجھنا نری حماقت ہے۔ اسی طرح اگر کہا جائے کہ حامد نے دن میں مدرسہ میں سبق یاد کیا تو بھی یہ دونوں باتیں بیک وقت سچی ہیں۔ کیونکہ

دن سبق یاد کرنے کے لئے ظرف زمان اور مدرسہ اس کے لئے ظرف مکان ہے۔ یہاں بھی کسی ایک سے دوسرے کی نفی کرنا خالص بے وقوفی ہے۔ اسی طرح قبر عذاب میت کے لئے ظرف مکان ہے اور عالم برزخ عذاب میت کے لئے ظرف زمان ہے۔ ان میں کسی قسم کا تضاد اور تنافی نہیں ہے۔ بلکہ دونوں باتیں بیک وقت صادق ہیں۔

پس قبر سے مراد برزخ کہنے سے قبر کی نفی سمجھنا جہالت، حماقت اور بے وقوفی ہے۔ ہاں مکان سے مکان کی نفی ہوتی ہے اور زمان سے زمان کی نفی ہوتی ہے۔ مثلاً نور محمد عالم دنیا میں ہے لہٰذا عالم برزخ میں نہیں ہے اور عالم برزخ میں ہوگا تو عالم دنیا میں نہ ہوگا۔

بہر حال ایک زمان سے دوسرے زمان کی نفی ہوتی ہے اور اسی طرح ایک مکان سے دوسرے مکان کی نفی ہوتی ہے۔ لیکن مکان سے زمان کی اور زمان سے مکان کی نفی ہرگز نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر عمل کے لئے مکان اور زمان دونوں کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ لہٰذا مرنے کے بعد والی کارروائی کے لئے قبر ظرف مکان ہے اور برزخ ظرف زمان ہے اور مرنے کے بعد والی کارروائی کے لئے ان دونوں کا ہونا اشد ضروری ہے۔

پس آپ اس کارروائی کو عذاب قبر بھی کہہ سکتے ہیں اور عذاب برزخ بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن منکرین عذاب قبر نے علماء اسلام کی بیان کردہ تشریح کہ قبر سے صرف گڑھا مراد نہیں بلکہ عالم برزخ مراد ہے کا مطلب الٹا سمجھ کر تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل کا ارتکاب کرتے ہوئے سادہ لوح لوگوں کو کئی ایک دھوکے بھی دے دیئے۔ ایک دھوکہ تو یہ دیا کہ برزخ کہنے سے قبر کی نفی ہوگئی۔ حالانکہ برزخ سے قبر کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا ہوئی۔ دوسرا دھوکہ یہ دیا کہ برزخ کسی مکان کا نام ہے حالانکہ برزخ مکان نہیں بلکہ زمانہ کا نام ہے اور تیسرا دھوکہ یہ دیا کہ وہ مکان روح کا مقام ہے یعنی علیین اور سجین حالانکہ علماء اسلام میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ برزخ سے مراد صرف روح کا مقام ہے۔

ہاں برزخ اپنے وسیع مفہوم کے اعتبار سے روح کے ہر مقام کو شامل ہے اور جسد کے بھی ہر مقام کو شامل ہے۔ لیکن برزخ سے صرف روح کا مقام مراد لینا اور جسد کے مقام کو برزخ سے خارج سمجھنا علمی خیانت اور مذہبی دھوکہ ہے۔

ازالہ شبہ نمبر ا

فائدہ ۴: بندہ عاجز نے آپ کی خدمت میں قرآن مجید کی جو پچاس سے زائد آیتیں پیش کی ہیں جن سے قبر کی جزا و سزا اور زندگی ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض آیات ایسی بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جزا و سزا کا یہ سلسلہ مرنے کے متصل بعد اور دفن سے پہلے شروع ہو جاتا ہے تو اس کو عذاب قبر کیسے کہا جا سکتا ہے تو اس شبہ کے ازالہ کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فتح الباری شرح صحیح بخاری سے یہ جواب نقل کیا ہے ''ھذا و ان کان قبل الدفن فھو من جملۃ العذاب الواقع قبل یوم القیامۃ و انما اضیف العذاب الی القبر لکون معظمۃ یقع فیہ و لکون الغالب علی الموتی ان یقبر و الا فالکافر و من شاء اللہ تعالٰی تعذیبہ من العصاۃ یعذب بعد موتہ و لو لم یدفن و لکن ذالک محجوب عن الخلق الا من شاء اللہ'' یعنی یہ عذاب اگرچہ دفن سے پہلے ہے تاہم قیامت سے پہلے واقع ہونے والے عذاب کے زمرہ میں داخل ہے اور اس عذاب کی اضافت قبر کی طرف اس لئے کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس عذاب کا معظم حصہ یعنی اکثر حصہ قبر میں دیا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ اکثر موتی کو دفن کیا جاتا ہے ورنہ کافر اور جس گنہگار کو اللہ تعالٰی سزا دینا چاہتے ہیں تو اس کو مرنے

کے بعد سزا دیتے ہیں۔ اگرچہ دفن نہ بھی کیا جائے۔ لیکن یہ جزا و سزا لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھی جاتی ہے۔ الا ماشاء اللہ اگر اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے دکھا بھی دیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ موت کے بعد سے لے کر قیامت تک کی ساری کارروائی کو مجازاً یا تغلیباً عذاب قبر کہنا درست ہے۔ کیونکہ علماء اسلام وضاحت فرما چکے ہیں کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے اور برزخ اپنے وسیع تر مفہوم کی وجہ سے موت سے لے کر قیامت تک کی ہر کارروائی کو شامل ہے۔

ازالہ شبہ نمبر ۲

فائدہ۵: قبر کی ساری کارروائی کو عذاب قبر کہا جاتا ہے۔ حالانکہ مومن کا قبر میں امتحان تو لیا جاتا ہے لیکن اس کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ اس کے باوجود اس کو عذاب قبر کہنے کی کئی وجوہات ہیں۔

اوّلاً: ''تغلیبا لفتنة الکافر علی فتنة المؤمن'' یعنی کفار کے عذاب کو مومن کے امتحان پر تغلیب دے کر اس کو عذاب قبر کہہ دیا جاتا ہے۔

ثانیاً: ''لان القبر مقام الھول و الوحشة'' یعنی مومن کو اگرچہ قبر میں عذاب نہیں دیا جاتا۔ لیکن قبر تو ہول اور وحشت کا مقام ہے۔ اسی لئے اس کو عذاب قبر کہا جاتا ہے۔

ثالثاً: ''لان ملاقات الملائکة مما یھاب منه ابن آدم'' یعنی جب مردہ کی قبر میں فرشتوں سے ملاقات ہوتی ہے مردہ خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کو عذاب قبر کہا جاتا ہے۔ یہ جوابات حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۱) سے نقل فرمائے ہیں۔ (احکام القرآن ج ۴ ص ۸۳)

ازالہ شبہ نمبر ۳

فائدہ۶: حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ یثبت اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

'' یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ سورت ابراہیم کی ہے اور حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو عذاب قبر کا علم مدینہ منورہ میں ہوا۔ لہٰذا یہ آیت ''یثبت اللہ الذین آمنوا'' عذاب قبر کے بارے میں کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ یہ سورت ابراہیم کی ہے۔ اگر اس میں عذاب کا ذکر ہوتا تو مکہ میں حضور ﷺ کو اس کا علم ہو جاتا۔

جواب: اس اشکال کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس سورت کی اس خاص آیت کو مدنی مانا جائے۔ مگر یہ کہیں ثابت اور منقول نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں لفظ تو فی الآخرة وارد ہوا ہے اور آخرت دو ہیں۔ ایک آخرت قریبہ یعنی عالم برزخ اور ایک آخرت بعیدہ یعنی عالم حشر اور قیامت کبریٰ یا یوں کہو کہ ایک حقیقی اور ایک مجازی اور آیت میں لفظ آخرت دونوں کو شامل ہے اور اپنے عموم کی وجہ سے دونوں کو متناول ہے اور حضور پرنور ﷺ کو تثبیت اور اضلال فی الآخرة کا ایک جز تو مکہ مکرمہ میں ہی منکشف ہو گیا۔ یعنی قیامت میں حساب و کتاب کے وقت مسلمانوں کا ثابت قدم رہنا اور کافروں کا پھسلنا۔ چونکہ لفظ آخرت سے ظاہر اور متبادر قیامت ہے اور تثبیت اور اضلال کا دوسرا جز یعنی تثبیت اور اضلال فی القبر مدینہ منورہ میں منکشف ہوا۔ خلاصہ یہ کہ تثبیت اور اضلال فی الآخرة کا وہ حصہ جو قیامت سے متعلق تھا ظاہر اور متبادر ہونے کی وجہ سے مکہ ہی میں منکشف ہو گیا اور دوسرا جزء یعنی

عذاب قبر اور نعیم قبر یہ مدینہ میں منکشف ہوا۔ پس آیت کے مکی ہونے میں اور آیت کے عذاب قبر کے بارہ میں نازل ہونے میں کوئی تنافی نہیں رہی۔'' (معارف القرآن ج ۴ ص ۱۳۷)

اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اشکال کا جواب یوں دیتے ہیں: ''لا یقال ان ھذہ الآیۃ مکیۃ والعلم بعذاب القبر انما حصل بالمدینۃ وذالک لان عذاب القبر یفھم من الآیۃ بطریق المفھوم اجمالا فی حق من لم یتصف بالایمان وانما حصل فی المدینۃ العلم التفصیلی بہ لا مطلق العلم فلا یرد علیہ انکارہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من عذاب القبر فی اوّل امرہ بالمدینۃ فی خبر الیھودیۃ کما ذالک لانہ ﷺ لم ینکر مطلق العذاب بل تفصیل شمولہ للمؤمن ثم لما نزل الوحی بتفصیلہ اعلن بشمولہ لعصاۃ المومن ایضاً''

(احکام القرآن ج ۴ ص ۸۳)

یعنی یہ اعتراض درست نہیں ہے کہ جس آیت سے عذاب قبر ثابت کیا جارہا ہے وہ مکیہ ہے اور حضور اکرم ﷺ کو عذاب قبر کا علم مدینہ منورہ میں ہوا۔ کیونکہ آیت میں عذاب قبر کافرین کے لئے اجمالی طور پر ثابت ہے اور عذاب قبر کا تفصیلی علم بے شک آپ کو مدینہ منورہ میں حاصل ہوا۔ لہٰذا یہ اعتراض بھی وارد نہ ہوگا کہ ابتداءً آپ نے مدینہ منورہ یہودیہ عورت کی خبر سن کر انکار فرمایا تھا۔ کیونکہ یہ مطلق عذاب قبر کا انکار نہیں تھا۔ بلکہ انکار مومنین کے حق میں تھا۔ یعنی مومنین کو عذاب قبر نہیں ہوتا۔ بلکہ یہودیوں اور کافروں کو ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں آپ کو یہ بتلایا گیا کہ قبر کا یہ عذاب کافروں کی طرح گنہگار مومنین کو بھی ہوتا ہے۔ پس جب آپ کو اس تفصیل کا علم دیا گیا تو آپ نے اس کا اعلان فرمادیا کہ عذاب قبر حق ہے۔ اسی طرح جن آیات مکیہ کو علماء اہل سنت والجماعت نے عذاب قبر کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے ان سب کی طرف سے یہی جواب ہے۔

وہم کا دفعیہ اور عذاب قبر کی صورت

فائدہ ۷: آپ کی خدمت میں جو پچاس سے زائد آیات بیّنات پیش کی گئی ہیں۔ جن سے علماء اسلام نے قبر کی زندگی اور قبر کی جزاوسزا ثابت کی ہے اور انہیں آیات سے یہ ثابت کیا ہے کہ موت کے بعد والی یہ کارروائی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتی ہے۔ لیکن بعض مفسرین کرام نے ان کی تفسیر میں یہ جملے نقل کئے ہیں ''ارواحھم فی طین ذالک لا رواحھم روحھم'' یا حیات روحانی وغیرہ وغیرہ۔ آپ اس قسم کے الفاظ سے ہرگز ہرگز دھوکہ میں نہ پڑنا کہ مفسرین کرام ارواح یا حیات روحانی کا ذکر کر کے جسد کے معذب یا منعم ہونے کا انکار کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

بلکہ وہ حضرات اس قسم کے الفاظ کے ذریعہ روح اور جسد دونوں کے معذب ہونے کی صورت بتلانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ عالم قبر کی جزاوسزا کی صورت دنیا کی جزاوسزا کی صورت سے ذرا مختلف ہے۔ عالم دنیا میں جسد انسانی نمایاں اور ظاہر ہے اور روح مخفی ہے اور دنیا کی سزا دراصل جسد پر وارد ہوتی ہے اور جسد کے واسطہ سے روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں دنیا میں جزاوسزا کے معاملہ میں جسد اصلی اور روح اس کے تابع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دنیاوی تکلیف کو جسمانی اذیت کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کو جسمانی اذیت کہنے سے روحانی اذیت کی نفی ہوتی ہے۔ بلکہ مقصد سزا کی صورت بتلانا ہے کہ اس اذیت میں جسد اصل ہے اور روح تابع ہے اور جسد کی اذیت سے روح کو بھی اذیت پہنچتی ہے۔ پس اصل کو ذکر کیا گیا اور تابع کے ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ یہ تو دنیاوی سزا کی صورت ہے

اور عالم قبر و برزخ کی جزا و سزا کی صورت یہ ہے کہ وہاں روح کو اصل سمجھا جاتا ہے اور جسد کو اس کے تابع بنایا جاتا ہے۔ وہاں کی دراصل سزا روح پر وارد ہوتی ہے اور روح کے واسطہ سے جسد کو عذاب ہوتا ہے۔ چونکہ وہاں روح اصل ہے اور جسد اسکے تابع ہے۔ اسی لئے اس کو عذاب روحانی اور حیات روحانی کہہ دیا جاتا ہے تو مقصد عالم برزخ کی جزا و سزا کی صورت بتلانا ہے نہ کہ جسد کی نفی کرنا۔ پس جس طرح جسمانی اذیت کہنے سے روحانی اذیت کی نفی سمجھنا حماقت ہے۔ اسی طرح عالم برزخ کی روحانی حیات اور روحانی عذاب کے لفظ سے جسد کی نفی سمجھنا بھی حماقت ہے۔ بہرحال عالم دنیا اور عالم برزخ میں جزا و سزا روح اور جسد دونوں کو ہوتی ہے۔ لیکن عالم دنیا کی سزا کی صورت اور ہے اور عالم قبر کی سزا کی صورت اور ہے۔ ان دونوں عالموں کی جزا و سزا کی مختلف صورتیں مندرجہ ذیل کتب میں دیکھیں۔

کتاب الروح لابن قیم ص ۸۸، ۸۹، شرح فقہ اکبر لعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲۶، احکام القرآن مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۹۹، ۱۰۰۔ عالم قبر کی اس کارروائی کی صورت کچھ عالم خواب کی کارروائی جیسی ہے۔ کیونکہ عالم خواب میں روح جسد سے نکالی جاتی ہے۔ لیکن اس کے بعد وجود روح جہاں بھی چلی جاتی ہے وہ چار پائی پر پڑے ہوئے جسد کو اپنے ہمراہ سمجھتی ہے اور روح پر دکھ سکھ اور خوشی غمی کے جو حالات طاری ہوتے ہیں۔ چار پائی پر پڑا ہوا جسد اس میں برابر کا شریک ہوتا ہے اور اسی طرح عالم قبر کو سمجھو اور جو شخص بھی عالم خواب میں غور کرے گا عالم قبر کی حقیقت کو پالے گا اور قبر کی زندگی کے متعلق بہت سے شکوک و شبہات خود بخود زائل ہو جائیں گے اور قبر کے حالات خوب ذہن نشین ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز!

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ مفسرین کرام حیات روحانی، عذاب روحانی اور ارواح کا ذکر کر کے قبر کی جزا و سزا کی صورت بیان کرتے ہیں۔ نہ کہ جسد کے شریک حیات اور شریک جزا و سزا کا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ یہی مفسرین کرام اپنی اپنی تفسیروں میں اعادہ روح الی الجسد اور تعلق روح کو ثابت کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں اور روح اور جسد دونوں کے معذب یا منعم ہونے کو بھی ثابت کرتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''هم يدخلون جهنم من يوم مماتهم بارواحهم وينال اجسامهم في قبورها من حرها وسمومها فاذا كان يوم القيامة سلكت ارواحهم في اجسادهم وخلدت في النار'' (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۶۷) یعنی ان کافروں کو موت کے دن سے ارواح کے ساتھ جہنم میں داخل کیا جاتا ہے اور ان کی قبر میں ان کے اجساد کو جہنم کی آگ اور گرم ہوا پہنچتی ہے۔ پس جب قیامت قائم ہوگی ان کے ارواح کو ان کے اجساد کے ساتھ جوڑ کر ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

نیز: مندرجہ ذیل تفسیروں کا مطالعہ فرمائیں جس میں اعادہ روح، تعلق روح اور روح اور جسد کے مجموعہ کو جزا و سزا کا مورد بتایا گیا ہے۔ (تفسیر روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۶۳، جز ۲۲ ص ۳۱، ۳۸، جز ۱۵ ص ۵۷، جز ۸ ص ۱۱۸، تفسیر عثمانی ص ۷۶۶، تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۱۰۰، تفسیر نسفی ج ۴ ص ۳۹، تفسیر بیضاوی ص ۴۲، ص ۲۲۰، ص ۲۵۴، ص ۴۳۲، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۶۷، ج ۲ ص ۲۱۳، ج ۳ ص ۴۳۸، ص ۴۳۹، ص ۵۱۵)

(بیان القرآن ج ۳ ص ۱۱۳، تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۲۳۳، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۹۰، ص ۳۱۷، ج ۸ ص ۲۲۰، تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۲۳۶، ص ۲۳۷ ج ۵ ص ۴۶۰، ج ۴ ص ۲۲۵، ج ۷ ص ۲۰۳، ص ۳۲۹، ص ۳۳۴، ج ۶ ص ۶۰۲، ص ۶۰۳، ج ۸ ص ۶۹۷، ۶۹۸، تفسیر معارف القرآن ج ۱ ص ۲۴۹، ج ۵ ص ۲۸۸، ج ۶

ص ۱۴۳ اص ۱۴۵، از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، تفسیر خازن ج ۳ ص ۸۳، تفسیر مظہری ج ۹ ص ۷۷، ج ۱۰ ص ۲۲۵، ص ۲۹۶، تفسیر مظہری ج ۷ ص ۳۷۳ ص ۳۷۸، ج ۷ ص ۲۴۲، تفسیر مظہری ج ۱ ص ۴۴ ص ۱۷۰، تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۵، تفسیر احکام القرآن ج ۴ ص ۷۷ تا ۱۷۷، تفسیر احکام القرآن ج ۳ ص ۱۶۳، ص ۱۸۲)

مؤخر الذکر دو رسالے ہیں ایک کا نام ثبوت عذاب القبر من الکتاب والسنۃ اور دوسرے کا نام تکمیل الحبور سماع اہل القبور ہے۔ یہ دونوں رسالے احکام القرآن کا جز بن کر شائع ہوئے ہیں بندہ عاجز نے قرآن مجید کی پندرہ تفسیروں کے حوالے آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔

عبارات بخوف طوالت پیش نہیں کی گئیں۔ کتابت وطباعت کی غلطی بہرحال ممکن ہے لیکن ان حضرات کے عقیدہ ومسلک بیان کرنے میں بندہ نے کوئی خطا نہیں کی۔ مذکورہ بالا پندرہ تفسیروں میں بعض جگہ۔ آپ کو اعادہ روح کا مسئلہ ملے گا اور بعض تفسیروں میں آپ کو تعلق روح کا مسئلہ ملے گا اور بعض میں روح اور جسد کے مجموعہ کو جزا وسزا میں شریک ہونے کا مسئلہ آپ کو ملے گا اور بعض میں حیات الانبیاء اور سماع الانبیاء کا مسئلہ آپ کو ملے گا اور بعض میں آپ کو سماع السلام لاہل القبور کا مسئلہ ملے گا اور بعض تفاسیر میں آپ کو یہ سارے مسائل ملیں گے اور ان شاء اللہ ضرور ملیں گے۔ ولا شک فیہ ولا ریب فیہ اور یہ سارے مفسرین کرام ان سب باتوں کے قائل ہیں۔ اس پر ان کی تفسیریں شاہد ہیں۔

اگر یہ مفسرین کرام ''ارواحھم فی طیر حیات روحانی'' عذاب روحانی وغیرہ الفاظ سے جسد کے نفی کر دیتے تو وہ مذکورہ عقائد کو اپنی تفسیروں میں قطعاً درج نہ کرتے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ لوگ روح، روحانی کے ذریعہ عالم برزخ کی جزا وسزا کی صورت بتا رہے ہیں کہ اس عالم میں روح اصل ہوتی ہے اور جسد اس کے تابع ہوتا ہے اور روح کی ہر کارروائی میں جسد تابع ہو کر شامل ہوتی ہے۔ تفاسیر میں ایسے الفاظ دیکھ کر جسد کی نفی سمجھنا سوء فہم کا نتیجہ ہے اور ''تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل'' کی بدترین مثال ہے۔ اعاذنا اللہ منہ!

قبر کی زندگی کے متعلق ایک وضاحت

فائدہ ۸: قرآن وحدیث میں اگر کہیں دنیا وآخرت کی زندگی کا ذکر ہو اور عالم قبر وبرزخ کی تیسری زندگی کا ذکر نہ ہو تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قبر کی زندگی ہے ہی نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیات کثیرہ اور احادیث متواترہ سے قبر کی زندگی ثابت ہے۔ بلکہ علماء اہل سنت والجماعت نے وضاحت فرمائی ہے کہ ایسے مواقع پر برزخ کی زندگی تکملہ یا مقدمہ کی حیثیت سے دنیا یا آخرت میں ضمناً مذکور ہوتی ہے۔ یعنی برزخی زندگی کو دنیا کی زندگی کا تکملہ بنا کر اس میں شامل سمجھا جاتا ہے یا پھر آخرت کی زندگی کا مقدمہ بنا کر اس میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ اسی لئے اس کو مستقلاً ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ ضمناً ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق گزر چکی ہے۔

اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی بھی تحقیق گزر چکی ہے وہ عالم قبر وبرزخ کو آخرت ہی قرار دیتے ہیں اور اب یہاں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا حاشیہ قرآن مجید بھی دیکھ لیں وہ لکھتے ہیں۔ ''رہی قبر کی منزل جو دنیا وآخرت کے درمیان برزخ ہے اس کو ادھر یا ادھر جس طرف چاہیں شمار کر سکتے ہیں۔'' (تفسیر عثمانی ص ۳۴۳)

ادھر ادھر کا مطلب وہی ہے کہ قبری زندگی کو دنیا کی زندگی کا تکملہ بھی بنایا جا سکتا ہے اور آخرت کی زندگی کا

مقدمہ بھی۔ علماء حق کے بیان کردہ اس اصول کے مطابق قبر کی زندگی کے دلائل کا ایک نیا دروازہ کھلتا ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں جہاں کہیں دنیا وآخرت کی زندگیوں کا ذکر ہے۔ وہاں قبر کی زندگی ضمناً مذکور ہے۔ مثلاً ''فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ'' وغیرہ۔ لہٰذا یہ سب قبر کی زندگی کے دلائل ہیں۔

اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ

فائدہ۹: کتاب وسنت کے روشن دلائل کے مطابق تمام علماء اہل السنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ عالم قبر وبرزخ میں بوقت سوال روح کا جسد کی طرف اعادہ ہوتا ہے۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور جزا سزا کے لئے روح اور جسد کا تعلق قائم کیا جاتا ہے۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اسی مجہول الکیفیت تعلق کی وجہ سے روح اور جسد دونوں عذاب وثواب کا مورد بنتے ہیں۔ چاہئے روح جہاں ہو اور جس حال میں ہو اسی طرح جسد جس حال میں ہو اور جہاں ہو بہرحال یہ اعادہ روح بھی برحق ہے اور تعلق روح بھی برحق ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''انعقد الاجماع علی ان عذاب القبر علی الروح والجسد'' (تفسیر مظہری ج ص ۷۷) یعنی اس پر اجماع امت ہے کہ عذاب قبر روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتا ہے۔ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے ''عذاب القبر یکون للنفس والبدن جمیعا باتفاق اھل السنۃ والجماعۃ'' (ص ۳۳۰)

امام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''ثم المعذب عند اھل السنۃ والجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادۃ الروح الیہ اولی جز منہ'' (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶) یعنی پھر اہل سنت کے نزدیک جسد معذب ہوتا ہے۔ کل یا بعض بایں صورت کہ روح کا کل یا بعض جسد کی طرف اعادہ کیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ روح اور جسد عذاب میں شریک ہوتے ہیں۔ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وقد اجمع اھل السنۃ علی اثبات حیات القبور وقال امام الحرمین وقد اتفق سلف الامۃ علی اثبات عذاب القبر واحیاء الموتی فی قبورھم ورد الارواح فی اجسادھم'' ترجمہ: اہل سنت کا اجماع ہے کہ قبروں میں میت کو حیات ملتی ہے۔ امام الحرمین نے لکھا ہے کہ سب سلف امت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے۔ مردوں کو قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور ارواح اجساد میں لوٹائی جاتی ہیں۔ (شفاء السقام ص ۱۵۱)

قاضی عضد الدین الایجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''احیاء الموتی فی قبورھم ومسئلۃ منکر ونکیر وعذاب القبر للکافر والفاسق کلھا حق عنہ واتفق علیہ سلف الامۃ قبل ظھور الخلاف واتفق علیہ الاکثرون بعدہ'' ترجمہ: مردوں کا قبروں میں زندہ کرنا اور منکر نکیر کا سوال اور قبر کا عذاب کافر وفاسق کے لئے برحق ہے ظہور اختلاف سے قبل سلف امت کا اس پر اجماع رہا ہے اور ظہور اختلاف کے بعد بھی اکثریت اس عقیدہ پر قائم ہے۔ (شرح مواقف ص ۱۷۶)

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعاً باتفاق اھلسنت والجماعت'' (کتاب الروح ص ۷۲، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۴۳، ۶۲، ۶۴، ۷۶، ۳، اغاثۃ اللھفان ص 218) ترجمہ: عذاب وراحت باتفاق اہل سنت والجماعت نفس اور بدن دونوں پر وارد ہوتا ہے۔ (ص ۵۸، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۳۸، ۱۴۰، ۸۰، ۸۱، اعلام الموقعین ج ۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''خالفھم جمھور فقالوا تعاد الروح الی الجسد او بعضہ کما ثبت فی الحدیث'' ترجمہ: جمہور نے فرقہ کرامیہ کی مخالفت کی اور کہا روح کل جسد یا بعض کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ جس طرح کہ حدیث سے ثابت ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۴)

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری لکھتے ہیں: ''ان الارواح تعاد الی اجساد عند المسئلة وھو القول الاکثرون من اھل السنة'' یعنی بے شک ارواح سوال و جواب کے وقت اجساد کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور یہی فیصلہ جمہور اہل سنت کا ہے۔ (عینی شرح صحیح بخاری ج ۱۷ ص ۹۳، ج ۸ ص ۱۴۷)

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''والجمھور علی عود الروح الی الجسد'' (روح المعانی ج ۱۱ جز ۲۱ ص ۵۷) یعنی جمہور اہل سنت والجماعت اعادہ روح الی الجسد فی القبر کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''والاظھر الاصوب انه بالاحیاء واعادة الروح وھو ظاھر الحدیث'' یعنی زیادہ ظاہر اور زیادہ درست یہ بات ہے کہ قبر میں مردہ کو زندہ کیا جاتا اور روح کا اعادہ ہوتا ہے اور یہی عقیدہ صحیح احادیث کے مطابق ہے۔ (لمعات شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۱۸۹)

الامام الفقیہ الزاہد علی ابن ابی بکر صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: ''ومن یعذب فی قبرہ یوضع فیه الحیات فی قول العامة'' یعنی جس میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ اس میں جمہور کے عقیدہ کے مطابق ایک خاص قسم کی زندگی رکھی جاتی ہے۔ (ہدایہ ج ۲ ص ۴۸۴)

اور یہی کچھ (فتح القدیر ج ۴ ص ۴۶۰ اور شامی ج ۳ ص ۱۴۳ اور ص ۲۳۷ تقریر الرافعی علی حاشیہ ابن عابدین ج ۱ ص ۳۲، ۳۳ اور بحر الرائق ج ۴ ص ۳۶۳ اور عینی شرح کنز الدقائق ص ۱۶۳) پر لکھا ہے۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''واعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالی یخلق فی المیت نوع حیات فی القبر قدر مایتألم او یتلذذ'' ترجمہ: جان لے کہ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں حیات کی ایک خاص قسم پیدا فرماتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ دکھ دسکھ کو محسوس کرتا ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۰۱)

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل علماء بھی روح اور جسد دونوں کو جزا و سزا کا حق دار اور مورد سمجھتے ہیں۔

۱...... (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ج ۲ ص ۲۳۱) حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عبدالحئی ص ۸۲۔

۲...... مرقات شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۸، ج ۴ ص ۲۰، ص ۱۱۴ تا ۱۱۶، ص ۲۴، ۲۵ ملا علی قاری۔

۳...... شرح الصدور ص ۸۲، ۹۶، ۱۲۲، ۱۶۱، ۱۶۴، ۱۶۸، ۱۷۰ للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

۴...... عالم برزخ ص ۲۳ از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ التعلیق الصبیح ج ۲ ص ۲۲۶، عقائد اسلام ص ۹۵۔

۵...... احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۸۴ لغزالی رحمۃ اللہ علیہ۔

۶...... فضائل درود شریف ص ۷۳، از مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

۷...... التکشف حصہ سوم ص ۱۴، از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۸...... معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۸۶ تا ۲۰۴، از مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۹...... زہر الربی حاشیہ نسائی ص ۲۰۹، ۱۳۹، از علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۰...... فتاویٰ ابن تیمیہ ج ا ص ۳۵۱، ج ۴ ص ۲۹۷، ۳۰۳، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۹۰، از امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۱...... شرح عقائد ص ۹۸ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ۔
۱۲...... الفتاویٰ الکاملیہ ص ۸۔
۱۳...... قسطلانی شرح بخاری ج ۳ ص ۳۸۵ تا ۳۸۶۔
۱۴...... انوار الباری ج ۳ ص ۱۵۹ تا ۱۹۳، افاضات مولانا محمد انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔
۱۵...... نبراس شرح، شرح عقائد ص ۲۰۹، ۲۱۰، از مولانا عبدالعزیز پرہاوری رحمۃ اللہ علیہ۔
۱۶...... حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۸، ۱۳، ۱۴، ۶۷، از مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔
۱۷...... ریاض السنن شرح ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵ تا ۲۳۹، از حضرت مولانا محمد موسیٰ خان۔
۱۸...... مقدمہ عین الہدایہ شرح اردو ہدایہ ج ا ص ۲۵، از جسٹس سید امیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

پس ثابت ہوا کہ پوری امت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ عالم قبر و برزخ کی کارروائی روح اور جسد عنصری سمیت دونوں پر وارد ہوتی ہے۔ علماء اہل سنت والجماعت میں سے کسی نے آج تک اس عقیدہ کا انکار نہیں کیا ہے۔ روح اور روحانی کے لفظ سے جسد کی نفی سمجھ لینا۔ جہالت ہے۔ جسد مثالی کے قائلین بھی جسد عنصری سے تعلق کے قائل ہیں۔ لہٰذا جسد مثالی کے لفظ کو دیکھ کر جسد عنصری کی نفی سمجھ لینا بھی جہالت ہے۔ الغرض کسی عالم دین حق نے صراحت کے ساتھ جسد عنصری کی نفی نہیں کی بلکہ سب نے تعلق کی تصریح کی ہے خواہ روحانی والے ہوں۔ خواہ مثالی والے۔

جسد کا جزا و سزا میں شریک ہونا عین انصاف ہے

فائدہ ۱۰: عالم دنیا میں نیکی اور برائی روح اور جسد کے اشتراک عمل سے وجود میں آتی ہے۔ لیکن روح بغیر جسد کے کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتی اور اکیلا جسد بھی روح کے بغیر کوئی کام نہیں کرسکتا۔ جب یہ دونوں مل جاتے ہیں تو نیکیاں اور برائیاں وجود میں آتی ہیں۔ لہٰذا جب نیکی اور برائی انہوں نے مل کر کی ہے تو جزا سزا بھی ان دونوں کو ملا کر دینا عین انصاف ہے۔ صرف روح کو جزا سزا دینا اور جسد کو جزا و سزا سے مستثنیٰ کر دینا ظلم اور ناانصافی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک منزہ اور برتر ہے۔ ''ان اللہ لا یظلم الناس شیئا ان اللہ لیس بظلّام للعبید'' جو لوگ صرف روح کے لئے تو جزا و سزا تجویز کرتے ہیں اور جسد کو محروم سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۰۴ ملخصا) بعض لوگ جسد کو سواری یا ہتھیار قرار دے کر بے قصور سمجھ لیتے ہیں اور روح کو سوار اور ہتھیار چلانے والا بنا کر صرف اس کو قصوروار جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ مغالطہ اور دھوکہ ہے۔ کیونکہ اگر جسد بالکل سواری اور ہتھیار کی طرح آلہ محض اور بے قصور ہوتا اور نیکی اور برائی میں اس کا کوئی دخل عمل نہ ہوتا تو مرنے کے بعد اس کے اکرام اور احترام کا حکم ہرگز نہ ہوتا ہے۔ مثلاً مردہ جسد کے غسل دینے کا ایک خاص طریقہ ہے اور کفن پہنانے کا ایک خاص طریقہ ہے۔ پھر اس کی نماز جنازہ ہے اور پھر قبرستان تک لے جانے کا خاص طریقہ ہے اور قبر کھودنے کا اور پھر قبر میں اتارنے اور رکھنے کا ایک خاص طریقہ ہے۔

اور پھر جب تک قبر کا نشان باقی ہے اس کے احترام کا حکم ہے۔ مثلاً قبر پر قضاء حاجت کرنا، ٹیک لگانا، پاؤں رکھنا منع ہے۔ حتیٰ کہ جوتی پہن کر قبرستان میں چلے جانے سے منع کیا گیا ہے۔ جسد عنصری کا اکرام و احترام اس

حد تک ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ان کسر عظم المؤمن میتامثل کسرہ حیا'' (مسند احمد بن حنبل ص ۸۷،۱۴۵، ۱۵۲، ۲۴۲، ۲۸۶ مطبوعہ بیروت)

یعنی مردہ مومن کی ہڈی توڑنا ایسے ہے جیسے زندہ کی۔ پس اگر جسد انسانی سواری اور کلہاڑی کی طرح بے قصور ہوتا تو شریعت میں مردہ کا اتنا احترام واکرام نہ ہوتا۔ کیا مردہ سواری مثلاً گھوڑا وغیرہ اور ہتھیار مثلاً کہلاڑی وغیرہ کا یہ احترام واکرام ہوتا ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ جسد انسانی سواری اور ہتھیار کی طرح بے قصور نہیں ہے بلکہ نیکی و برائی کرنے میں روح کا شریک ہے اور جزاوسزا میں بھی حق دار اور حصہ دار ہے اور یہی انصاف خداوندی کا تقاضا ہے اور مبنی بر حکمت ہے باقی بعض علماء نے جو روح کو سوار کے ساتھ اور جسد کو سواری کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ ان کا مقصد روح کی جسد پر برتری ثابت کرنا اور نسبۃً جسد کی کمتری بتانا ہے۔ یعنی روح سوار کی طرح برتر اشرف اور اعلیٰ ہے اور جسد بہ نسبت روح کے کمتر ہے۔ بزرگان دین کی بیان کردہ مثال سے جسد کو سواری کی طرح بے قصور سمجھ لینا کوتاہ فہمی اور بے راہ روی ہے۔ اگر بقول شما جسد انسانی سواری اور ہتھیار کی طرح بے قصور ہے۔ نیکی اور بدی میں شریک کار نہیں ہے۔ اسی لئے اس کو قبر و برزخ میں جزاوسزا نہیں دی جاتی تو قیامت کے دن اس کو کیوں اٹھایا جائے گا اور اعمال کے مطابق دوزخ اور بہشت میں کیوں بھیجا جائے گا؟

اگر قبر میں بے قصور تھا تو قیامت کے دن کیسے قصوروار بن گیا۔ پس معلوم ہوا کہ جسد انسانی نیکی اور برائی میں بھی شریک کار ہے اور قیامت کی طرح قبر و برزخ کی جزاوسزا میں بھی حصہ دار ہے۔

انسان کسے کہتے ہیں؟

فائدہ ۱۱: قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کا مطالعہ کرنے والے علماء کرام جانتے ہیں کہ انسان روح اور جسد کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں متعدد مقامات پر مٹی اور نطفے سے پیدا ہونے والے جسد انسانی کو انسان کہا گیا ہے اور یہی انسان اللہ تعالیٰ کے خطاب کا مخاطب ہے اور یہی انسان احکام شرعیہ کا مکلف اور پابند ہے اور یہی انسان نیکی اور برائی کا کاسب ہے۔

پس جب پورا انسان (روح وجسد کا مجموعہ) مخاطب ومکلف اور کاسب ہے تو ہر جزاوسزا کا حقدار بھی پورا انسان (روح وجسد کا مجموعہ) ہونا چاہئے خواہ عالم دنیا ہو، خواہ عالم قبر و برزخ ہو، خواہ عالم آخرت ہو۔

روح اور جسد کا مستحکم رشتہ

فائدہ ۱۲: اللہ تعالیٰ ''علی کل شیٔ قدیر'' ہے اور قادر مطلق ہیں اور اپنے کاموں میں کسی مخلوق کے محتاج نہیں ہیں اور نہ ہی آلات واسباب کے محتاج ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو جسد کے بغیر روح سے کام لے سکتے ہیں اور روح کے بغیر جسد سے کام لے سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بہت سے کام اسباب کے ساتھ چلتے ہیں۔

اسی پر حکمت اسبابی نظام کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء حق نے فرمایا کہ سنت اللہ یہ ہے کہ روح کی گاڑی بغیر جسد کے کسی عالم میں نہیں چلتی۔ عالم دنیا میں تو ظاہر ہے کہ روح بغیر جسد کے کوئی کام بھی نہیں کرسکتی۔ روح کی آنکھیں

نہیں ہیں جن سے دیکھ سکے۔ وہ تو جسد کی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔ اگر جسد کی آنکھیں بند کر دی جائیں تو روح اندھی ہے۔ دیکھ نہیں سکتی۔ روح کی زبان نہیں جس سے بولے وہ تو جسد کی زبان سے بولتی ہے۔ ورنہ گونگی۔ روح کے کان نہیں جن سے وہ سنے وہ تو جسد کے کانوں سے سنتی ہے ورنہ بہری۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں وغیرہ کو سمجھ لو۔

اور عالم آخرت میں بھی ارواح کے ساتھ اجساد کا حشر ہوگا۔ جس کو ''والبعث بعدالموت'' کہتے ہیں اور حشر اجساد قرآن مجید کا مرکزی عقیدہ ہے۔ جس کو بڑے معقول دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کیونکہ مشرکین کو یہ بات بعید از عقل نظر آتی تھی کہ جب ہم مرجائیں گے۔ مٹی ہو جائیں گے اور چورا چورا اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، ہم کیسے اٹھائے جائیں گے۔ یہ تو ناممکن اور محال ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''بلٰی قادرین علی ان نسوّی بنانہ'' وہ کہتے تھے ''من یحی العظام وھی رمیم'' یعنی بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یحیھا الذی انشاھا اوّل مرۃ'' یعنی جس نے پہلی بار زندہ کیا وہی دوبارہ بھی زندہ کرے گا۔ بہر حال قیامت کے دن یہی دنیا والے اجساد اٹھیں گے اور یہی اعضاء شہادت بھی دیں گے اور اعمال کے مطابق ارواح کو اجساد کے ساتھ جنت بھیجا جائے گا یا پھر جہنم رسید کیا جائے گا۔

پس معلوم ہوا کہ عالم آخرت میں روح کی گاڑی جسد عنصری کے ساتھ ہی چلے گی۔ رہا معاملہ عالم ارواح کا جس کے متعلق بعض لوگوں کو گمان ہے کہ وہاں ارواح مجردہ تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کا یہ گمان غلط ہے کیونکہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو عالم ارواح میں چھوٹے چھوٹے جسم عطا کئے تھے اور ان کو ''الست بربکم'' کہا تھا اور انہوں نے انہیں چھوٹے چھوٹے اجسام کے ذریعہ جواب دیا تھا۔ بلٰی یعنی کیوں نہیں۔ آپ اس آیت کی تفسیر جس تفسیر کی کتاب میں دیکھنا چاہیں دیکھ لیں۔ ان شاء اللہ! آپ کو وہاں یہی ملے گا کہ ارواح کو اجسام عطا ہوئے تھے۔ دور بھی نہ جائیں تو معارف القرآن ہی دیکھ لیں۔ ویسے ہر تفسیر سے تسلی تشفی حاصل کر لیں۔ پس معلوم ہوا کہ وہاں بھی روح کی گاڑی جسد کے ساتھ ہی چلی۔

جب تین عالموں (ارواح، دنیا و آخرۃ) میں روح کا جسد سے رشتہ جوڑا گیا تب گاڑی چلی۔ اگرچہ ہر عالم میں یہ رشتہ اسی عالم کے تقاضوں کے مطابق تھا تو قرین قیاس یہی ہے کہ دوسرے عالموں کی طرح عالم قبر و برزخ میں بھی اسی عالم کے تقاضوں کے مطابق روح اور جسد کا کوئی رشتہ قائم کیا جاتا ہے۔ تب یہ گاڑی چلتی ہے۔ یہ سب کچھ حکمت کی بنیادوں پر ہوتا ہے نہ کہ احتیاجی کی وجہ سے۔ شاید آپ کے ذہن میں یہ بات آجائے کہ بندہ عاجز نے حیات قبر کا عقیدہ قیاس سے ثابت کر دیا ہے۔ حالانکہ عقائد تو قیاس سے ثابت نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کے لئے تو کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ یا پھر اجماع امت کی ضرورت پڑتی ہے تو جواباً عرض ہے۔ یہ عقیدہ نرے قیاس سے ثابت نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ قیاس کو تو اس کی تائید میں پیش کیا گیا ورنہ یہ عقیدہ یعنی قبر کی زندگی پچاس سے زائد آیات قرآنیہ سے ثابت ہے۔ کمامرّ!

اور ستر سے زائد حدیثوں سے ثابت ہے کما سیاتی اور اسی پر اجماع امت مستزاد ہے اور آخر میں قیاس صحیح بھی اس عقیدہ کی تائید کرتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ قبر و برزخ کی زندگی۔ کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ اجماع امت اور قیاس صحیح یعنی اصول اربعہ سے ثابت ہے۔ اسی سے اندازہ لگالیں کہ یہ عقیدہ کتنا راسخ اور مستحکم ہے۔

ایک سوال کا جواب

فائدہ ۱۳: جب اصول اربعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مرنے کے بعد عالم قبر و برزخ میں روح اور جسد کا مجموعہ جزا و سزا کا مورد بنتا ہے تو بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بوقت موت روح اور جسد ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ روح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے اور جسد اپنے ٹھکانہ پر یعنی حقیقی یا مجازی قبر میں موجود ہوتا ہے تو جدا اور علیحدہ ہو جانے کے باوجود دونوں کو اکٹھی سزا کیسے دی جاتی ہے؟

علماء اہل سنت والجماعت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان ایک مجہول الکیفیت تعلق پیدا فرماتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ دونوں باوجود علیحدہ ہو جانے کے ثواب و عقاب اور رنج و راحت کو محسوس کرتے ہیں۔ لیکن اس تعلق کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ امت محمدیہ ﷺ کے سلف صالحین، اسی تعلق کے قائل ہیں۔ کیونکہ دونوں کو جزا و سزا دینے کی یہ صحیح اور معقول صورۃ ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ جسد کو بغیر روح کے اور روح کو بغیر جسد کے عذاب دے سکتا ہے۔ لیکن صحیح اور معقول صورت یہ ہے کہ یہ قبر کی ساری کارروائی اسی تعلق کی وجہ سے ہوتی ہے اور ہمارے علماء خواب کی مثال دے کر اس کو واضح فرماتے ہیں لیکن مثال پہلے گزر چکی ہے۔ لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

بہرحال اصل عقیدہ یہی ہے کہ عالم قبر و برزخ میں روح اور جسد دونوں کو ثواب و عقاب ہوتا ہے اور یہی عقیدہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اجماع امت اور قیاس صحیح سے ثابت ہے اور ان کا آپس میں تعلق اس عقیدہ کی تشریح کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ تشریح اللہ اور اس کے رسول کے منشاء کے مطابق ہے۔ کیونکہ یہ سلف صالحین سے منقول ہے اور اسی پر اجماع امت ہے اور حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ میری امت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ چودہ سو سال سے اسی تعلق پر امت متفق چلی آرہی۔ کسی فرد بشر نے تعلق کا انکار نہیں کیا ہے۔

عہد اوّل میں تعلق کے ذکر اذکار نہ ہونے کی وجہ

فائدہ ۱۴: بعض لوگ عالم قبر و برزخ میں روح اور جسد کے تعلق کو مستقل علیحدہ مسئلہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تعلق ہے تو اس کا ثبوت پیش کرو بلکہ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے تعلق کا لفظ دکھاؤ۔ اگر تعلق کا لفظ نہ دکھایا گیا تو خود بخود عدم تعلق ثابت ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ ان لوگوں کی کج فہمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ تعلق کوئی مستقل طور پر علیحدہ مسئلہ نہیں ہے۔ جس کے اثبات کے لئے دلائل علیحدہ طور پر تلاش کئے جائیں۔ بلکہ مستقل مسئلہ تو روح اور جسد دونوں کے معذب اور منعم ہونے کو ہے اور الحمد للہ اصول اربعہ سے ثابت ہے۔ باقی رہا تعلق تو وہ ان دونوں کے معذب اور منعم ہونے کا ایسے لازم ہے جیسے سورج کو روشنی اور برف کو ٹھنڈک۔ کیونکہ ان دونوں کے معذب اور منعم ہونے کی صحیح اور معقول صورت یہی ہے کہ ان دونوں میں تعلق ہے۔ جس کی وجہ سے باوجود جدا ہو جانے کے دونوں کو اکٹھی جزا و سزا دی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ دونوں کے معذب و منعم ہونے کے قائل ہیں وہ ان دونوں میں تعلق کے بھی قائل ہیں۔ لہٰذا جن پچاس سے زائد آیات اور ستر سے زائد احادیث سے اور اجماع امت اور قیاس صحیح سے ان دونوں کا معذب اور منعم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ انہی دلائل سے ان دونوں کا تعلق بھی ثابت ہوتا ہے۔ پس ایک ہی دلائل ہیں جن سے دونوں کی جزا و سزا بھی ثابت ہوتی ہے اور دونوں کا تعلق بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ تعلق اس کو لازم ہے اور تعلق کے بغیر ان دونوں کے معذب و منعم ہونے کی کوئی صحیح اور معقول صورت ہے ہی نہیں۔ اب باقی رہا یہ سوال کہ

جب یہ تعلق بھی اصول اربعہ سے ثابت ہے تو پھر عہد اوّل میں اس کا ذکر اذکار کیوں نہ ہوا، اور تعلق کی اصطلاح اس دور میں رائج کیوں نہ ہوئی اور اس کا چرچا کیوں نہ ہوا؟

وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام ﷡ کے اندر انقیاد اور تسلیم کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور ان کے قلوب ہر قسم کے شکوک وشبہات سے پاک اور صاف تھے ان کا مزاج کچھ ایسا تھا کہ حضور اکرم ﷺ جو کچھ ان کو بتاتے تھے وہ فوراً بے چون وچرا اس کو تسلیم کر لیتے تھے وہ لوگ حضور اکرم ﷺ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنے والے تھے وہاں ''آمنا وصدقنا'' کی فضا بنی ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے تو انہوں نے تسلیم کر لیا نہ شبہات اٹھائے نہ تشریح پوچھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو سفر معراج کا واقعہ سنایا تو انہوں نے بے چوں چرا تسلیم کیا کسی قسم کا اعتراض اور اشکال نہ اٹھایا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو قبر کی کارروائی کی اطلاع دی۔ انہوں نے مان لیا، کسی قسم کا سوال نہ اٹھایا۔ الغرض اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان لوگوں کو جو عقیدہ بتایا انہوں نے قبول کیا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اس خود جو تشریح کی گئی تو وہ بھی انہوں نے مان لی۔

اپنی طرف سے کسی قسم کے سوالات نہیں کئے۔ الاّ قلیل! لیکن اس مقدس کے دور کے گزرنے کے بعد عقائد اسلامیہ کے متعلق شکوک وشبہات کی فضا پیدا ہوئی اور سوالات واعتراض کا ماحول بنا مخالفین اسلام کو انہی شبہات کے ذریعہ سادہ لوح مسلمانوں کو دین اسلام سے منحرف کرنے کا موقع میسر ہوا تو اس دور کے علماء میدان میں آئے۔ مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیئے اور ان کے شکوک وشبہات کا قلع قمع کیا۔ جس کی وجہ سے عقائد اسلامیہ کی تشریحات کی نوبت آئی۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے معراج کے متعلق جب شبہات پیدا کر کے انکار کی فضا پیدا ہوئی تو اس دور کے علماء نے معراج النبی ﷺ کی یہ تشریح کی کہ آپ کو معراج عالم بیداری میں روح مع الجسد العنصری ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے پر جب شبہات اور اعتراض کے ذریعہ انکار کی راہ ہموار ہوگئی تو اس دور کے علماء نے اس گمراہی کا رد کرتے ہوئے۔ حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تشریح کی کہ ان کا رفع الی السماء جسمانی ہے۔

اسی طرح جب مخالفین اسلام نے عذاب قبر کے متعلق لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے عذاب قبر کے انکار کی فضا پیدا کی تو اس دور کے علماء نے عذاب قبر کے عقیدہ کا تحفظ کیا۔

اور مخالفین کے ہر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے عقیدہ عذاب قبر کی تشریح کی، مثلاً مخالفین اسلام نے اعتراض کیا کہ تم مسلمان عذاب قبر کے قائل ہو۔ لیکن جس مردہ کو دفن نہیں کیا گیا تو کیا اس کو عذاب قبر نہ ہوگا؟ کیونکہ وہ قبر میں نہیں ہے۔

علماء اسلام نے مخالفین کے اعتراض کو رد کرتے ہوئے عقیدہ عذاب قبر کی یہ تشریح کی کہ قبر سے مراد صرف گڑھا نہیں ہے بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے اسی طرح جب مخالفین اسلام نے اعتراض کیا کہ مرنے کے بعد جب روح اور جسد ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں تو عذاب کیسے ہوتا ہے؟

علماء اسلام نے جواب دیتے ہوئے یہ تشریح کی کہ روح اور جسد کے درمیان تعلق ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے روح اور جسد دونوں کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ علماء اہل سنت والجماعت نے عقائد اسلامیہ کی یہ تشریحات، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اجماع امت اور قیاس صحیح کو سامنے رکھ کر کی ہیں اور ان کی بیان کردہ

تشریحات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی منشاء کے مطابق ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی انہی عقائد کو ایسے ہی مانتے اور جانتے تھے جیسے کہ پوری امت ان کو مانتی اور جانتی چلی آ رہی ہے۔

پس جن دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء ثابت ہے انہیں دلائل سے ان کا رفع جسمانی ثابت ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کے قائل تھے۔ اسی طرح جن دلائل سے حضور اکرم ﷺ کا معراج ثابت ہے انہیں دلائل سے معراج جسمانی ثابت ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی معراج جسمانی کے قائل تھے۔ بعینہٖ اسی طرح جن دلائل سے عذاب قبر ثابت ہے انہیں دلائل سے روح اور جسد دونوں کا معذب اور منعم ہونا بھی ثابت ہے اور ان دونوں کا تعلق بھی ثابت ہے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی روح اور جسد دونوں کے معذب و منعم ہونے کے ہی قائل تھے اور دونوں کے تعلق کے بھی قائل تھے یا پھر یوں سمجھئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں مطلق معراج کا لفظ استعمال ہوتا تھا اور ان کی مراد معراج جسمانی ہوتی تھی اور رفع عیسیٰ علیہ السلام کا لفظ استعمال ہوتا تھا اور مراد رفع جسمانی ہوتی تھی۔

اور جب قبر میں میت کی جزا و سزا کا ذکر ہوتا تھا تو ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ تعلق کے ذریعہ روح اور جسد دونوں کو جزا و سزا ہوتی ہے۔ چونکہ انقیاد اور تسلیم کا دور تھا اور شبہات اور اعتراض نہیں اٹھائے جاتے تھے۔ اسی لئے ان تشریحات کے ظہور کی نوبت نہیں آئی اور جسمانی اور تعلق وغیرہ الفاظ کا عام استعمال اور چرچا نہ ہوا اور پھر موقع بہ موقع ضرورت کے تحت یہ عقائد انہیں تشریحات کے ساتھ عام استعمال ہونے لگے۔ ورنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں عقائد کو انہیں تشریحات کے ساتھ مانتے اور جانتے تھے۔

نعوذ باللہ! یہ تشریحات بعد والے لوگوں کی ایجاد نہیں ہیں بلکہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق اور نظریات صحابہ کرام کے موافق ہے۔ پس جس طرح قادیانیوں کا یہ سوال لغو اور فضول ہے کہ معراج کے ساتھ قرآن وحدیث یا اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے جسمانی کا لفظ دکھاؤ اور رفع عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن وحدیث یا اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے رفع جسمانی کا لفظ دکھاؤ۔ ورنہ ہم نہیں مانتے۔ کیونکہ اوائل اسلام میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوئے۔ اسی طرح منکرین عذاب قبر کا یہ سوال لغو اور فضول ہے کہ قرآن وحدیث سے تعلق کا لفظ دکھاؤ۔ ورنہ ہم تعلق کو نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ لفظ عہد اوّل میں استعمال نہیں ہوا۔

یہ سارے سوال اس لئے لغو اور فضول ہیں کہ کتاب وسنت اور اجماع امت سے صرف معراج نہیں بلکہ معراج جسمانی ثابت ہے۔ اسی طرح صرف رفع عیسیٰ علیہ السلام نہیں۔ بلکہ رفع جسمانی ثابت ہے اور اسی طرح عذاب قبر ہی نہیں۔ بلکہ قبر میں روح اور جسد کے مجموعہ کا بالتعلق معذب و منعم ہونا ثابت ہے تو پھر علیحدہ سوال کرنے کا کیا مطلب۔

البتہ جسم اور تعلق کا عام استعمال اور چرچا وضاحت اور تفصیل کے ساتھ انکار اور اعتراض کے دور میں ظاہر ہوا۔ بندہ عاجز کے دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ جب انکار و اعتراض کے دور میں مذکور بالا عقائد اپنی تشریحات کے ساتھ مسلمانوں میں مشہور ہوئے۔ مثلاً معراج جسمانی اور قبر میں میت کی بالتعلق جزا وسزا تو اس دور کے تمام مسلمانوں نے بلا نکیر و بلا تردید ان عقائد کو اپنی اپنی تشریحات کے ساتھ تسلیم اور قبول کر لیا۔ حالانکہ وہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہوں گے یا شاگردوں کے شاگرد تو بالفرض اگر جسم اور تعلق ان لوگوں کے لئے کوئی نئی چیز ہوتی

تو اس بدعت کی تردید کے لئے وہ لوگ میدان میں آتے نکیر کرتے اور کہتے کہ تم نے عقائد اسلامیہ کی غلط تشریح کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو نہ جسم کو مانتے تھے نہ جسمانی کو اور نہ ہی وہ تعلق کے قائل تھے۔ لہٰذا تمہاری تشریح صحیح نہیں ہے۔ بلکہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے وغیرہ وغیرہ۔

پس جس دور سے بھی جسمانی اور تعلق والی تشریح عام ہوئی ہے۔ اسی دور سے آج تک جسمانی اور تعلق والی تشریح کے ساتھ ساتھ اس کی تردید کا تسلسل بھی قائم ہوتا چلا آتا۔ حالانکہ چودہ سو سال گزر چکے ہیں۔ لیکن کسی دور میں کسی ایک شخص نے بھی جسم اور تعلق کی تردید نہیں کی اور انکار نہیں کیا بلکہ تسلیم کیا۔ جب کہ بقول منکرین عذاب قبر، تعلق کا عقیدہ چوتھی صدی میں ظاہر ہوا اور آج چودہ سو اٹھارہ ہجری ہے تو انہیں لوگوں کے کہنے کے مطابق تعلق کے عقیدہ کا تسلسل ایک ہزار سال سے قائم ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ چوتھی صدی میں پیدا ہونے والی اس نئی چیز کے خلاف مسلمان، علماء، مجاہدین، حق گو، مفسرین، محدثین، فقہاء کیوں نہ اٹھے؟ اس نئی ایجاد پر نکیر کیوں نہ فرمائی؟ اس نئے عقیدہ کے خلاف آواز اور قلم کیوں نہ اٹھایا؟

جب کہ علماء حق کا ہمیشہ یہ وطیرہ رہا ہے۔ وہ ہر احداث فی الدین کے خلاف قلم اور زبان کے ذریعہ مسلسل جہاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ وہ اس نئے عقیدہ پر کیسے خاموش ہو گئے۔ بلکہ اس کو تسلیم اور قبول کر لیا۔ پس اس دور کے مسلمانوں کا عقیدہ جسم وتعلق کو تسلیم کر لینا اور تردید ونکیر نہ کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ وہ پہلے سے یہی عقیدہ رکھتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے شاگردوں سے ان کو یہی عقیدہ ملا تھا۔

ان لوگوں کے ہاں معراج سے مراد معراج جسمانی تھی اور رفع عیسیٰ علیہ السلام سے مراد رفع جسمانی تھا اور عذاب قبر سے مراد روح اور جسد کے مجموعہ کا بالتعلق معذب یا منعم ہونا تھا۔ البتہ اس عقیدہ کی تشریح وتوضیح کی ضرورت بعد میں درپیش آئی۔ اگر عقیدہ عذاب قبر کی یہ تشریح وتوضیح ایجاد فی الدین ہوتی تو کسی دور کے مسلمان اس پر نکیر کئے بغیر نہ رہتے۔ حالانکہ اس تشریح پر کسی دور میں نکیر نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کو ہمیشہ تسلیم ہی کیا گیا ہے اسی لئے تو مولانا سرفراز خان صاحب نے چیلنج کر دیا ہے کہ عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں گزرا ہے۔ اگر کوئی گزرا ہو تو اس کا نام پیش کیا جائے۔ لیکن ابھی تک ان کے چیلنج کا جواب نہیں دیا گیا اور نہ ہی دیا جا سکتا ہے بندہ عاجز کے دعویٰ اور دلیل کو سمجھنے کے لئے ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں۔ وہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

علماء اسلام نے اس عقیدہ کی تشریح یوں کی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ پر ہر قسم کی نبوت ختم ہے۔ خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی، ظلی ہو یا بروزی۔ واضح رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں عقیدہ ختم نبوت کے متعلق یہ تشریحی الفاظ اگرچہ عام استعمال نہ ہوتے تھے۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی تشریح کے مطابق ختم نبوت کے قائل تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ختم نبوت کا مطلب یہی تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت ختم ہے۔ خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی، ظلی ہو یا بروزی۔ اگرچہ اس تشریح وتوضیح کا عام استعمال انکار کے دور میں ہوا۔ مزید ایک اور مثال بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ کہیں شرح صدر ہو جائے ''ھذاھو المرام'' علماء اسلام نے عقیدہ عذاب قبر کی ایک تشریح کی ہے کہ قبر سے مراد صرف یہی گڑھا نہیں ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔

یہ وہ تشریح ہے جس کو منکرین عذاب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ اس پر انہوں نے اپنے عقائد کی بنیاد قائم

کر رکھی ہے۔ اگرچہ اس کی مراد انہوں نے الٹی سمجھی ہے۔ لیکن اس تشریح کو وہ مانتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ تشریح کہاں سے آئی۔ یہ الفاظ نہ تو قرآن مجید میں ہیں اور نہ ہی حدیث میں اور نہ ہی جملہ صحابہ کرام ﷡ کے دور میں استعمال ہوتا تھا۔ ہاں برزخ کا لفظ پردہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ قرآن مجید میں ملتا ہے لیکن قبر سے مراد عالم برزخ ہے یہ تو کہیں نہیں ہے۔

یہ تشریح تو علماء اسلام نے انکار واعتراض کے دور میں کی ہے۔ لیکن کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کو سامنے رکھ کر کی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی منشاء کے مطابق کی ہے۔ اگرچہ یہ تشریح اپنے ان ہی الفاظ کے ساتھ عہد اوّل میں عام استعمال نہیں ہوئی۔ اس کے باوجود عہد اوّل کے لوگ اس عقیدہ کو ایسے مانتے اور جانتے تھے۔ جیسا کہ آج کے علماء بتاتے اور مانتے ہیں۔

پس جس طرح معراج جسمانی کی تشریح، رفع جسمانی کی تشریح اور قبر سے مراد برزخ کی تشریح نظریات صحابہ کے عین مطابق ہے۔ اسی طرح روح اور جسد دونوں کے بالتعلق معذب ومنعم ہونے کی تشریح بھی نظریات صحابہ کے عین موافق ہے۔

اسی بحث کے اختتام پر منکرین عذاب قبر کی عجیب وغریب منطق بھی ملاحظہ فرماتے جائیں کہ ان لوگوں کو عہد اوّل میں لفظ تعلق عام استعمال ہوتا ہوا جب نظر نہیں آیا تو اس کا انکار کر دیا اور پھر اس کے انکار کے ساتھ ساتھ جسد کے عذاب وثواب کا بھی انکار کر دیا۔ حالانکہ جسد کا عذاب وثواب کتاب وسنت اور اجماع امت وقیاس صحیح سے ثابت ہے۔ تعلق کے انکار سے جسد کا انکار لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جسد کو عذاب دینے کے لئے تعلق کے محتاج نہیں ہیں۔ عجیب منطق ہے کہ لفظ تعلق کا نظر نہ آیا اور انکار جسد کے ثواب وعقاب کا کر دیا۔ اس سے زیادہ عجیب منطق یہ ہے کہ عالم برزخ میں روح کے لئے ایک اور نورانی کا فوری جسم تجویز کرتے ہیں۔ جو کہ جسد عنصری کے مشابہ ومماثل ہوتا ہے اور اس کا نام رکھتے ہیں جسد مثالی۔ پھر روح کو اس میں داخل سمجھتے ہیں۔　(ندائے حق جدید ص ۴۴۵ تا ۴۶۶)

کوئی ان سے پوچھے کہ اگر تم کو تعلق کا لفظ استعمال ہوتا ہوا نظر نہیں آیا تو اس کا تو انکار کر دیا۔ لیکن نورانی کا فوری جسد مثالی مشابہ ومماثل جسد عنصری تمہیں کہاں سے نظر آیا۔ قرآن میں یا حدیث میں؟ کیا اسلام کی پہلی تین یا چار صدیوں میں یہ الفاظ استعمال ہوتے تھے؟ جناب اگر لفظ تعلق ثابت نہیں تو نورانی کا فوری مثالی کے لفظ بھی ثابت نہیں۔ فرمایئے جو تعلق کے قائل ہیں۔ وہ ضرور تعلق کا لفظ دکھائیں ورنہ تعلق ثابت نہ ہوگا اور جو نورانی کا فوری جسد مثالی کے قائل ہیں وہ یہ الفاظ دکھائیں یا نہ دکھائیں۔ بہرحال ان کا عقیدہ قرآن کے بھی مطابق ہے اور حدیث کے بھی مطابق؟

کیوں محترم! اشاعۃ التوحید والسنۃ اسی ناانصافی سے ہو جائے گی۔ ظلم دیکھو، دخول کے قائلین تعلق کے قائلین سے لڑتے ہیں کہ تمہارا تعلق ثابت نہیں ہے۔ ارے اگر تعلق ثابت نہیں تو تمہارا دخول کہاں سے ثابت ہے؟ حضرت انسان کا مزاج بڑا عجیب ہے، نہ ماننے پر آیا تو جسد عنصری اصلی حقیقی کے تعلق کا انکار کر دیا اور جب ماننے پر اترا تو جعلی اور نقلی مثالی جسد میں روح کے دخول کو مان لیا۔ کوئی ان سے پوچھے جو اصلی بدن نیکی وبرائی میں شریک کار رہا۔ اس کو تو آپ نے بری الذمۃ ٹھہرایا اور جو نیکی وبرائی کرتے وقت موجود بھی نہیں تھا۔ آپ نے اس کو شامل تفتیش کر لیا کیا یہی تمہارا انصاف ہے؟ کرے کوئی، بھرے کوئی۔ کرے مونچھوں والا اور پکڑا جائے ڈاڑھی والا۔ یقین جانئے ایسے غیر منصفانہ فیصلوں سے نہ تو توحید کی اشاعت ہوگی اور نہ سنت کی۔

پس انصاف خداوندی کا تقاضا یہی ہے کہ برزخ و قبر کی کارروائی میں روح اور جسد عنصری دونوں شریک ہوں۔ (کتاب الروح ص ۱۰۴) جس کی صحیح اور معقول صورت یہی ہے کہ ان کے مابین تعلق ہو اور اسی عقیدہ پر اجماع امت ہے اور یہی عقیدہ کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدم تعلق کے قائل تھے

فائدہ ۱۵: الحمد للہ ثم الحمد للہ! کہ جس طریقہ سے حضور اکرم ﷺ کا معراج جسمانی ثابت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی ثابت ہے۔ بالکل اس طریقہ سے عالم قبر میں روح اور جسد دونوں کا بالتعلق معذب و منعم ہونا ثابت ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدم تعلق کے قائل تھے۔ حالانکہ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ چنانچہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نظریات معلوم کریں جو کہ ان کی روایت کردہ حدیثوں سے واضح ہوتے ہیں۔

۱...... حضرت عمر و ابن عمر رضی اللہ عنہم سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۳، ج ۲ ص ۵۶۶)

۲...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳)

۳...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کلام میت کے قائل ہیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۴، ج ۱ ص ۱۷۶)

۴...... حضرت عمر و حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم عذاب میت کے قائل ہیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۱، ۱۷۲)

۵...... سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میت کے علم و فہم کی قائل ہیں۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۳، ج ۲ ص ۵۶۷، مسند احمد ج ۷ ص ۲۴۴ ص ۳۹۲)

۶...... حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ اعادہ روح کے قائل ہیں۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۶)

۷...... حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ انس میت کے قائل ہیں۔ (مسلم ج ۱ ص ۷۶)

۸...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صلوٰۃ الانبیاء فی القبور کے قائل ہیں۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مسند ابویعلیٰ ج ۶ ص ۱۴۸)

یہ نظریات اور بھی بہت سے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ لیکن بندہ عاجز انہیں پر اکتفاء کرتا ہے۔ (العاقل تکفیہ الاشارہ)

یہی نظریات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ سے سن کر روایت کئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان انہی نظریات کا خوب چرچا ہوا۔ اگر کوئی صحابہ ان چیزوں کا قائل نہ ہوتا تو وہ ضرور ان کو رد کرتا اور اس پر اعتراض کرتا۔ لیکن یقین جانئے کہ سوائے سماع موتیٰ کے کسی ایک نظریہ پر اعتراض نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ سوائے سماع موتیٰ کے کوئی اور نظریہ ان کے ہاں اختلافی نہ تھا بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ بقیہ نظریات یعنی کلام میت، عذاب میت علم و فہم میت اعادہ روح الی المیت انس میت اور صلوٰۃ الانبیاء فی القبور یہ سب ان کے ہاں مسلمات میں سے تھے ورنہ پہلے ہی دور میں سماع موتیٰ کی طرح ان پر بھی رد اور نکیر کسی طرف سے۔ ضرور ثابت ہوتی۔ ہاں! البتہ سماع موتیٰ کا مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کرام میں کچھ عرصہ مختلف فیہ رہا ہے۔

واضح رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین عام موتیٰ کے سماع میں اختلاف ہوا، حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ لہٰذا آپ ﷺ کے سماع میں اتفاق ہے۔ دیکھو (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۷،

۱۳۴) عام سماع موتیٰ میں بھی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اختلاف کی حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت عمر و ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث قلیب بدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور ہوئی کہ تیسرے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں کے کنارے پر جا کر آواز دی کہ اے فلاں اے فلاں یعنی جو کافر مر کر اس میں ڈالے گئے تھے۔ آپ نے ان کا نام لے کر آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جو شکست ذلت وغیرہ کا وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو سچ کر پایا اور میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فتح ونصرت کا جو وعدہ فرمایا تھا۔ میں نے وہ سچ کر پایا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو مردے ہیں۔ آپ کی بات کیسے سنتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔

یہ حدیث جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عمر بھولے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ سن رہے ہیں بلکہ فرمایا تھا کہ وہ سمجھ رہے ہیں اور جان رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سچ بات کہتے تھے اور ہم باطل پر تھے یعنی مرنے کے بعد ان کو سزا وعذاب کا پورا پورا احساس ہے اور اپنی ذلت ورسوائی کا علم وشعور ہے۔ سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یہ ہیں ''انھم لیعلمون الآن ان ما اقول لھم حق'' (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳) ''ما انتم بافھم لقولی منھم او لھم افھم لقولی منکم'' (مسند احمد ج ۷ ص ۲۴۴) ''لقد علموا ان ما وعدھم حق'' ان سب الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اب جان گئے ہیں کہ جو کچھ میں ان کو کہتا تھا وہ حق اور سچ ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قلیب بدر میں پڑے ہوئے مردوں کے سماع کا تو انکار کر دیا۔ لیکن ان مردوں کے علم اور فہم کو ثابت بھی کر دیا اور تسلیم بھی کر لیا۔ پس معلوم ہوا کہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میت کے علم وفہم کی قائل تھیں۔ یعنی مردہ کو قبر میں جو جزا وسزا دی جاتی ہے۔ میت کو اس کا شعور اور علم وفہم ہوتا ہے۔ اسی طرح جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پہنچی کہ ''المیت یعذب فی قبرہ بما نیح علیہ'' یعنی میت وقبر میں نوحہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے اس پہ نکیر فرمائی کہ میت پر نوحہ کرنے والوں کے نوحہ کرنے سے عذاب نہیں ہوتا۔ بلکہ میت پر جو عذاب ہوتا ہے وہ اس کی اپنی بداعمالی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے ''لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ'' یعنی ایک کا بار دوسرے پر نہیں رکھا جائے گا۔ تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے میت کے عذاب کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ عذاب کو تو تسلیم کیا۔ البتہ یہ بتایا کہ عذاب نوحہ خوانی سے نہیں بلکہ اس کو اپنی بداعمالی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

بہرحال یہ سارے نظریات یعنی سماع موتیٰ، عذاب میت، انس میت، علم وفہم میت، کلام میت، صلوٰۃ فی القبر اور اعادہ روح فی القبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور ہوئے۔ لیکن سوائے سماع موتیٰ کے کسی مسئلہ پر نکیر نہیں ہوئی اور پھر عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تسلسل کے ساتھ یہ نظریات امت میں آج تک بلا نکیر وبلا تردید مسلمہ طور پر چلے آرہے ہیں۔ اگر بالفرض اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ایک صحابہ یا تابعی یا تبع تابعی یا بعد کا کوئی سنی مسلمان ان نظریات میں سے کسی ایک نظریہ کا قائل نہ ہوتا تو اس کی نکیر بھی ان نظریات کے ساتھ ساتھ منقول ہوتی چلی آتی۔

لیکن یقین جانئے کہ پوری اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی سنی مسلمان ایسا نہیں گزرا۔ جس نے ان کا انکار کیا ہو سوائے سماع موتیٰ کے۔ پس مسئلہ سماع موتیٰ عہد اوّل سے اختلافی چلا آرہا ہے اور بقیہ نظریات سب اتفاقی اور اجماعی ہیں۔

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عذاب میت، انس میت، کلام میت، علم وفہم میت، سماع میت، صلوۃ فی القبر، اعادہ روح فی القبر کے قائل ہیں۔ ان کے متعلق یہ کہہ دینا کہ سارے صحابہ عدم تعلق کے قائل تھے۔ بہت بڑی دیدہ دلیری

اور جسارت ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا سب نظریات کا دارومدار تعلق پر ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سب نظریات کے قائل تعلق کی وجہ سے تھے۔ اس کے باوجود اگر اب بھی کوئی شخص کہتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدم تعلق کے قائل تھے۔ ورنہ تعلق کا لفظ دکھاؤ تو ایسے شخص سے الجھنا اللہ کے بندوں کا کام نہیں جو شخص دو جمع دو کو پانچ بنائے اور روز روشن کو کالی رات کہے اور چودھویں رات کے چاند کو سیاہ سمجھے۔ اس کے ساتھ بحث کرنا فضول ہے۔ کیونکہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عذاب میت، انس میت، کلام میت، علم وفہم میت، صلوٰۃ قبر، اعادہ روح فی القبر اور سماع میت ثابت ہے تو روح وجسد کا تعلق خود بخود ثابت ہے۔

جملہ معترضہ: حدیث قلیب بدر اور حدیث قرع النعال روایت کرنے والے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سماع موتٰی کے قائل ہیں۔ البتہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عام موتٰی کے سماع کا انکار فرماتی ہیں۔ ان کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت ہے ''انک لا تسمع الموتی'' لیکن جمہور علماء امت نے راویان حدیث قلیب بدر و خفق النعال کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ قلیب بدر کے موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے براہ راست حضور اکرم ﷺ سے حدیث سنی۔ جب کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر موجود نہیں تھی۔ باقی رہی ''انک لا تسمع الموتی'' تو تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں موتٰی سے مراد قبرستان میں مدفون مردے نہیں ہیں۔ بلکہ موتٰی سے مراد زندہ کافر ہیں۔ جن کے دل مردہ ہو چکے تھے اور آیت نفی سماع نافع کی گئی ہے۔ یعنی جس طرح مردوں کا سننا نہ سننا برابر ہے کہ سننا ان کو مفید نہیں ہے اسی طرح ان کافروں کو سننا نہ سننا برابر ہے۔

کیونکہ وہ آپ کی بات سن بھی لیں تو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ مانتے نہیں اور سننے کا فائدہ ماننا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ''سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون انک لا تسمع الموتی'' کی تفسیر بالکل وہی ہے جو ''انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشآء'' کی ہے۔ اسی لئے تو قرآن مجید میں ''ولکن اللہ یسمع من یشآء'' بھی آیا ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ پوری زندگی میں ایک دفعہ بھی مردوں کو دعوت تبلیغ کرنے کے لئے قبرستان تشریف نہیں لے گئے۔ جب آپ قبرستان میں مردوں کو تبلیغ کرنے کے لئے گئے ہی نہیں تو آپ کو یہ کہنا کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے کا کیا مطلب؟

پس مطلب یہی ہے کہ مردوں سے مراد زندہ کافر ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور آپ ان کو بار بار دعوت دیتے تھے تبلیغ کرتے تھے کہ شاید مان لیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''انک لا تسمع الموتی'' اے پیغمبر آپ ان مردہ دل لوگوں کو نہیں سنا سکتے۔ کیونکہ سنوانا اللہ کا کام ہے۔ آیت مذکورہ کا یہ مطلب ہر تفسیر میں لکھا ہوا ہے۔ جس تفسیر میں دل چاہے دیکھ لیں۔ لہٰذا اس آیت کو اور اس قسم کی دوسری آیات کو سماع موتٰی یا عدم سماع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''سماع موتٰی کا مسئلہ جو پہلے گزر چکا ہے۔ اس آیت سے نہ اس کا اثبات ثابت ہوتا ہے، نہ نفی۔ اس بحث کے دلائل دوسرے ہیں جن کا ذکر سورۃ روم میں مفصل آچکا ہے۔''

(معارف القرآن ج ۷ ص ۳۳۹)

''مسئلہ سماع موتٰی سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ مستقل ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں یا نہیں۔ اس کی مفصل تحقیق سورت روم اور سورت نمل میں گزر چکی ہے۔'' (معارف القرآن ج ۷ ص ۳۳۴)

یہی وجہ ہے کہ غالباً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ نے اپنے مؤقف سے رجوع فرمالیا تھا۔ جس کی (دلیل ترمذی

شریف ج ۱ ص ۱۲۵) کی وہ روایت ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کا بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر حبشہ کے مقام میں فوت ہوا، اس کی میت کو مکہ مکرمہ لایا گیا اور وہیں دفن کئے گئے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا جب آئیں تو اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر پر تشریف لے گئیں۔ بھائی کی قبر کی زیارت کی اور اس کو مخاطب بنا کر چند اشعار پڑھے اور کہا کہ میں اگر تیری وفات کے وقت موجود ہوتی تو وہاں دفن ہوتا جہاں تیری وفات ہوئی اور پھر میں تیری زیارت کے لئے تیری قبر پر بھی نہ آتی۔

یہاں سیدہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کو خطاب فرما رہی ہیں اور ان کے ساتھ باتیں بھی کر رہی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مؤقف انکار سماع موتی سے رجوع فرما لیا تھا۔ ورنہ وہاں جا کر خطاب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر محض اظہار افسوس مقصد ہوتا تو وہ گھر بیٹھے بھی ہوسکتا تھا۔ باقی مردہ انسان کو جمادات پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ انسان اگرچہ مردہ ہو وہ جماد نہیں ہے۔ فافهم ثم فافهم!

کہیں یہ نہ سمجھنا کہ بندہ عاجز عام موتی کے سماع کو ثابت کر رہا ہے بلکہ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جن آیات سے عدم سماع موتی ثابت کیا جاتا ہے ان آیات کو سماع اور عدم سماع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ باقی سماع موتی ایک اختلافی اور فروعی مسئلہ ہے اور اس مسئلہ میں کسی جانب سے تشدد نہ ہونا چاہئے۔ البتہ انبیاء کرام کا سماع اتفاقی واجماعی عقیدہ ہے اس پر ایمان لانا ایک سنی مسلمان کے لئے ضروری ہے اور اس کا انکار گمراہی ہے۔

کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع ان کی خصوصیات میں سے ہے۔ عام مردوں کے سماع کے بارے میں مسلک اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے ترجمان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیحہ سے سننا ثابت ہے۔ وہاں سننے کا عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں۔ اس لئے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے نہ قطعی نفی کی۔'' واللہ سبحانہ وتعالی اعلم'' (معارف القرآن ج ۴ ص ۶۰۴) خیر تو بندہ عاجز عرض کر رہا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت کردہ حدیثوں کے پیش نظر جن سے عذاب میت، انس میت، علم وفہم میت، سماع میت، حیات میت، خطاب میت ثابت ہوتا ہے۔ خود ان کے نظریات بھی معلوم ہو جاتے ہیں کہ وہ ان سب چیزوں کے قائل تھے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود یہ کہہ دینا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدم تعلق کے قائل تھے بہت بڑی دیدہ دلیری اور سینہ زوری ہے۔

عقیدہ حیات قبر کی شرعی حیثیت

فائدہ ۱۶: عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی، آیات بینہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع امت مستزاد ہے۔ اسی لئے علماء اہل سنت والجماعت نے اس عقیدہ کو ضروریات دین میں سے شمار کیا ہے اور اس عقیدہ کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ طاہر ابن احمد الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''ولا یجوز الصلوٰۃ خلف من ینکر شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وینکر الکرام الکاتبین وعذاب القبر کذا من ینکر الرویۃ لانہ کافر'' (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۹)

یعنی جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا منکر ہو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اور اسی طرح جو شخص کراماً کاتبین اور عذاب قبر اور رؤیت باری تعالیٰ کا منکر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کافر ہے۔

محقق ابن ہمام محمد ابن عبدالواحد الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ولا یجوز الصلوٰۃ خلف منکر الشفاعۃ والرؤیۃ وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانہ کافر لتوارث ھذہ الامور من الشارع صلی اللہ علیہ وسلم'' (فتح الباری ج ۱ ص ۲۴۷)

یعنی شفاعت، رؤیت باری تعالیٰ عذاب قبر اور کراماً کاتبین کے منکر کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ وہ کافر ہے۔
اس لئے کہ یہ امور حضور اکرم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ علامہ عبدالشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فاما عذاب القبر للؤمنین من الجائزات وللکافرین من الواجبات واللہ تعالٰی یقول: النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا۔ یعنی فرعون وقومہ دل انہ کان صحیح فی ای موضع وعلی ای حال ومن انکر ھذا یصیر کافر۔ واللہ اعلم'' یعنی عذاب قبر مومنین کے لئے جائز اور کافروں کے لئے واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: کہ فرعون اور اس کی قوم صبح وشام آگ پر پیش کی جاتی ہے۔ یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ عذاب صحیح ہے۔ جس جگہ میں ہو اور جس حالت میں ہو۔ جو اس کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم! (تمہید ص ۱۲۵)

بحر العلوم مولانا عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''منکر الشفاعة لاھل الکبائر والرؤیة وعذاب القبر وکرام الکاتبین کافر'' یعنی اہل کبائر کے لئے شفاعت کا منکر، رؤیت باری تعالیٰ کا منکر، عذاب قبر کا منکر اور کراماً کاتبین کا منکر کافر ہے۔ (رسائل بحر العلوم ص ۹۹)

فتاویٰ عالمگیریہ (ج ۲ ص ۱۰۳) میں بھی عذاب قبر کے منکر کو کافر لکھا ہے۔

کسی چیز کے انکار کی انوکھی صورت

فائدہ ۱۷: عقائد اسلامیہ اور عبادات شرعیہ کے دین اسلام میں نام بھی متعین ہیں اور ان کے مفہوم ومصداق اور شکل وصورت بھی متعین ہے اور یہ دونوں چیزیں توارث کے ساتھ مسلمانوں میں چلی آرہی ہیں۔ ہر عقیدہ اور ہر عمل کے نام کو اس کے شرعی مفہوم کے ساتھ ماننا ضروری ہے۔ مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، صیام اور حج وغیرہ ارکان اسلام ہیں اور ان کا مفہوم اور شکل وصورت شرعاً متعین ہے۔ جو شخص ان عبادات کے نام کو تو مانتا ہے۔ لیکن ان کے شرعی مفہوم اور مصداق کو نہیں مانتا بلکہ ان کی کوئی اور شکل وصورت بناتا ہے تو وہ شخص ان عبادات کا منکر سمجھا جائے گا۔ اسی طرح جو شخص جنات، ملائکہ، پل صراط، جنت وجہنم وغیرہ کے نام کو تو مانتا ہے۔ لیکن ان کے شرعی مفہوم کو تبدیل کرتا ہے اور کسی اور چیز کو ان کا مصداق قرار دیتا ہے تو وہ شخص ان کا منکر سمجھا جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص خاتم النبیین ﷺ، حیات عیسیٰ اور معراج کے الفاظ کو تو مانتا ہے۔ لیکن ان کے شرعی مفہوم ومصداق کا انکار کرتا ہے۔ بلکہ خاتم النبیین کا اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کا اور معراج کا کوئی اور مفہوم بتاتا ہے تو وہ شخص ان عقائد کا منکر تصور کیا جائے گا۔

اسی طرح عقیدہ عذاب قبر کا مفہوم ومصداق شرعاً متعین ہے کہ میت کو اسی زمین والی حقیقی قبر میں یا پھر مجازی قبر میں الغرض میت جہاں بھی ہو۔ وہاں اس کو بہ تعلق روح جزا وسزا دی جاتی ہے۔ پس اگر کوئی شخص عقیدہ عذاب قبر کے لفظ کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے مفہوم کو تبدیل کرتا ہے تو وہ عذاب قبر کا منکر ہی سمجھا جائے گا۔ انکار کی یہ ایک انوکھی صورت ہے۔ جس کو علماء شریعت زندقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

چنانچہ محدث العصر حضرت مولانا شیخ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زندیق کا لفظ بخاری میں موجود ہے (ص ۱۰۲۳ پارہ نمبر ۲۸) کتاب استتابۃ المرتدین۔

کفار الملحدین میں اس کی تشریح کر دی ہے کہ لفظ شرعی کو باقی رکھ کر معنی و مطالب کو بدل دے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آ گیا ہے۔ لہٰذا ابوالکلام آزاد کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ زندیق کا لفظ بعد کی اختراع ہے۔

(ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۳۸)

یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت والجماعت: اہل اشاعت اوران کے ہم مذاق لوگوں کو عذاب قبر کا منکر کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ عذاب قبر کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے عذاب قبر کے لفظ کو باقی رکھ کر اس کے مفہوم اور مطلب کو تبدیل کر دیا ہے۔ جس طرح قادیانی دعویٰ کرتے ہیں کہ ختم نبوت پر ہمارا ایمان ہے اور ہم حضور اکرم ﷺ کو خاتم النّبیین مانتے ہیں۔ لیکن اس دعویٰ کے باوجود علماء اسلام قادیانیوں کو ختم نبوت کا منکر کہتے ہیں۔ کیونکہ قادیانیوں نے ختم نبوت کے لفظ کو برقرار رکھ کر اس کے شرعی مطلب و مفہوم کو تبدیل کر دیا ہے۔ لہٰذا ان کا یہ ماننا نہ ماننا برابر ہے اور انکار کے مترادف ہے۔

بعینہٖ اسی طرح عقیدہ عذاب قبر کے لفظ کو ماننے کے ساتھ ساتھ اس کے شرعی مفہوم و مطلب کو تبدیل کر دینا انکار عذاب قبر کی ایک انوکھی صورت ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ پس عقائد اسلامیہ اور عبادات شرعیہ کو اپنے شرعی ناموں اور معنوں کے ساتھ ماننا ضروری ہے۔ نام اور معنی کسی ایک کے انکار سے آدمی اس چیز کا منکر ہی سمجھا جاتا ہے۔

فتنہ انکار عذاب قبر کی پیش گوئی

فائدہ۱۸: ''عن ابن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب وھو یقول انه سیخرج قوما منا بعدکم یکذبون بعذاب القبر ویکذبون بالرحمن ویکذبون بالدجال ویکذبون بالحوض ویکذبون بقوم یخرجون من النار'' ترجمہ: یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ عنقریب ایسی قوم نکلے گی جو عذاب قبر، رحمن، دجال، حوض اور (گنہگار مسلمانوں) کے جہنم سے نکلنے کا انکار کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان غیر مدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔　(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۸، مسند احمد ج ۱ ص ۴۱)

گویا حضور اکرم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو عذاب قبر، حوض، دجال وغیرہ کا انکار کر دیں گے۔ جس کا مصداق یہی لوگ ہیں۔ جو اجساد مدفونہ کی جزا و سزا فی القبر کے قائل نہیں ہیں۔

ضروریات دین میں ناجائز تاویلات خطرناک ہیں

فائدہ۱۹: اہل سنت والجماعت سے کٹ کر گمراہیوں کے گڑھوں میں جانے والے لوگوں کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ جب بھی وہ دین اسلام کے کسی ضروری عقیدہ کا بایں صورت انکار کرتے ہیں کہ اس کے نام کو برقرار رکھ کر اس کے شرعی مفہوم و معنی کو تبدیل کر دیتے ہیں تو کتاب و سنت کی بے شمار نصوص میں ناجائز تاویلات بلکہ تحریفات کر کے ان کو اپنے خانہ ساز مطلب و معنی کے مطابق بنانے کی سعی ناتمام کرتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی ختم نبوت اور رفع عیسیٰ علیہ السلام کے دلائل و براہین کو انہیں تحریفات کا نشانہ بناتے ہیں۔ الغرض ہر گمراہ شخص اپنے من مانے عقیدہ فاسدہ کو بچانے اور تحفظ دینے کے لئے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے روشن دلائل کو ناجائز تاویلات

وتحریفات کا نشانہ بناتا ہے۔ چنانچہ منکرین عذاب قبر نے بھی انہی لوگوں کی راہ پر چل کر عقیدہ عذاب قبر کے واضح دلائل میں تحریفات کر کے اپنے من مانے مطلب کو کتاب وسنت کی زد سے بچانے بلکہ کتاب وسنت کو اپنے من مانے عقیدہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔لہٰذا ان لوگوں کی چند ناجائز تاویلات ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... حدیثوں میں قبر کی جزاوسزا کا تذکرہ بکثرت موجود ہے۔لیکن یہ لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ قبر سے مراد روح کی قبر ہے۔اس کو تاویل کے بجائے تحریف کہنا زیادہ مناسب ہے۔

۲...... علماء اسلام کی تشریح کا من مانا مطلب لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ قبر سے مراد برزخ ہے۔ پھر ایک قدم آگے اٹھا کر کہتے ہیں کہ برزخ سے مراد علیین اور سجین ہے۔نتیجہ یہ نکلا کہ قبر سے مراد علیین اور سجین ہے۔حالانکہ یہ بات نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں اور نہ ہی علماء کرام کی تشریحات کا یہ مطلب ہے۔لہٰذا اس کو بھی تاویل کی بجائے تحریف کہنا ہی بہتر ہے۔تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

۳...... جب حدیثوں سے ثابت کیا جاتا ہے کہ زمین والی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ (ترمذی شریف ج ۴ ص ۲۹)
تو کہتے ہیں یعنی تاویل کرتے ہیں کہ برزخ کی زمین مراد ہے۔ان لوگوں کی یہ تاویل بھی غلط ہے۔ کیونکہ برزخ ظرف مکان نہیں ہے۔ بلکہ ظرف زمان ہے۔

۴...... جب حدیثوں سے ثابت کیا جاتا ہے کہ عذاب قبر کو جانور سنتے ہیں۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۱۷)
تو کہتے ہیں کہ جانوروں سے مراد برزخ کے جانور ہیں۔حالانکہ یہ بھی بے جا تاویل ہے۔

۵...... قرآن وحدیث کے بے شمار نصوص سے ثابت ہے کہ مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے انسان کو اعمال کے مطابق جزاوسزا دی جاتی ہے۔جس کو علماء شریعت عذاب قبر سے تعبیر کرتے ہیں۔لیکن منکرین عذاب قبر ان سب کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ جزاوسزا صرف اور صرف روحانی ہے اور جسد اس میں شریک نہیں ہے۔حالانکہ ان کی یہ تاویل بھی بدیہی البطلان ہے۔کیونکہ نصوص میں انسان کی جزاوسزا کا تذکرہ ہے اور انسان روح اور جسد کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔روح مجرد کا ایسا تذکرہ تو کہیں بھی نہیں ہے۔جس سے جسد کی نفی ہوتی ہو۔جن لوگوں نے عالم قبر وبرزخ کی حیات کو روح اور روحانی سے تعبیر کیا ہے۔ان کا مقصد اس عالم کی کارروائی کی صورت بتلانا ہے کہ وہاں جزاءوسزا میں روح اصل اور جسد اس کے تابع ہوتا ہے۔جیسا کہ عالم دنیا میں جسد اصل اور روح اس کے تابع ہوتی ہے۔پس حیات روحانی سے جسد کی نفی سمجھنا علمی غفلت ہے۔لہٰذا عالم برزخ وقبر کی کارروائی کی صرف اور صرف روحانی سے تاویل کرنا بدیہی البطلان ہے۔

۶...... جب کتاب وسنت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ عالم قبر کی کارروائی میں روح کے ساتھ جسد بھی شریک ہوتا ہے تو تاویل کرتے ہیں کہ جسد سے مراد جسد مثالی ہے۔ان لوگوں کی یہ تاویل بھی درحقیقت تحریف کے برابر ہے۔اوّلاً تو اس لئے کہ کتاب وسنت کی عبارات اس کی متحمل ہی نہیں ہیں۔ثانیاً اس لئے کہ یہ عدل خداوندی کے خلاف ہے۔کیونکہ نیکی اور برائی کرنے میں اور جسد شریک کار تھا اور جزاوسزا میں اور جسد کو شامل کیا گیا۔حالانکہ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو کرے وہ بھرے۔لیکن کرے اور بھرے اور یہی تو ناانصافی ہے جس سے اللہ تعالیٰ پاک اور منزہ ہے پس ہر جگہ جسد سے مثالی جسد مراد لینا ناروا تاویل ہے۔

۷...... اگر ان لوگوں کے سامنے براہین قاطعہ اور حجج ملقفیہ سے ثابت کر دیا جائے کہ عالم قبر میں جسد عنصری کے ساتھ مردہ انسان کو جزاوسزا دی جاتی ہے۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۸۶ بخاری ج ۱ ص ۴۹۵)

تو یہ لوگ تاویل کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے قانون نہیں ہے۔ اس کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بطور عبرت کے اپنی قدرت کا اظہار فرماتے ہوئے عذاب دکھا دیتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا کوئی قانون نہیں ہے کہ مردہ انسانوں کو قبر میں جزا و سزا دے۔ ان لوگوں کی یہ تاویل نہایت خطرناک اور مردود ہے۔ کیونکہ گنہگار انسان، اللہ تعالیٰ کا باغی ہے اور عالم دنیا مہلت کا جہان ہے اور موت مجرم و باغی کی گرفتاری ہے اور قبر اس کے لئے قید خانہ ہے۔ ایک مجرم کو قید خانہ میں محبوس کر کے سزا دینا تو عین قانون کا تقاضہ ہے۔ اس میں کون سی لا قانونیت ہے۔ بہر حال قبر میں ایک مجرم کو سزا دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی ہے اور قانون بھی ہے۔ اسی طرح فرمانبرداروں کو راحت دینا قدرت بھی ہے اور قانون بھی۔ قبر کی جزا و سزا کو لا قانونیت قرار دینا تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے۔

۸...... صحاح ستہ کی حدیثیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں زمین والی قبروں میں اجساد مدفونہ کو عذاب ہوتا ہوا خود دیکھا ہے۔ جب ان کے سامنے رکھی جاتی ہیں تو یہ لوگ جان چھڑانے کے لئے یوں تاویل کرتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔ جس کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ یہ کارروائی ایک وقتی چیز تھی جو اس وقت دکھائی گئی۔ ویسے قبروں میں عذاب نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ تاویل بھی ان کو قطعاً مفید نہیں ہے۔ کیونکہ یہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک عذاب کا ہونا دوسرا عذاب کا دیکھنا جہاں تک تعلق ہے عذاب ہونے کا وہ تو دائمی چیز ہے۔ جو ان کو ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ یہ ان کی بداعمالیوں کی سزا ہے۔ جو ان کو مل رہی ہے اور جہاں تک تعلق ہے عذاب دیکھنے کا وہ واقعی حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔

کیونکہ عالم قبر کی ساری کارروائی غیب کی چیز ہے جو عام لوگوں کو نظر نہیں آتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ بطور معجزہ کے اپنے پیغمبر کو یہ کارروائی دکھاتے تھے۔ پس قبروں میں عذاب کا ہونا معجزہ نہیں ہے وہ تو جرم کی سزا ہے۔ لیکن عذاب کا دیکھنا حضور اکرم ﷺ کا معجزہ ہے۔ لہٰذا عذاب قبر کو محض معجزہ کہنا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی ایسی تاویل سے گلو خلاصی ہوتی ہے۔ کیونکہ معجزہ تو ایسے عذاب کو دیکھنا ہے۔

دشمنانِ اسلام کے شبہات سے ڈر کر راہ فرار اختیار کرنا

فائدہ ۲۰: منکرین عذاب قبر نے عقیدہ عذاب قبر کی شرعی شکل و صورت کو کیوں مسخ کیا؟ اور پھر نصوص شرعیہ میں ناجائز تاویلات کا ارتکاب کیوں کیا؟ وجہ یہ ہے کہ دشمنان اسلام نے اس عقیدہ میں بہت سے شبہات پیدا کئے ہیں اور اس پر بہت اعتراضات وارد کئے ہیں اور منکرین عذاب قبر ان کے شبہات کا جواب نہ دے سکے اور ان کے اعتراضات کو دفع نہ کر سکے۔ چنانچہ ان لوگوں نے عاجز آ کر یہ راہ فرار اختیار کی کہ عقیدہ کی شکل بھی تبدیل کر دی اور نصوص میں تاویل بھی کر دی۔ حالانکہ یہ طریقہ مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے بلکہ گمراہی کا ایک راستہ ہے۔ کیونکہ مخالفین تو اسلام کے ہر عقیدہ اور ہر مسئلہ میں شبہات پیدا کرتے ہیں اور اعتراض وارد کرتے ہیں۔ اگر ان کے ڈر کی وجہ سے عقائد اور اعمال کی صورت مسخ کر دی جائے اور نصوص میں تاویل کر دی جائے تو دین اسلام کا خدا حافظ۔ ان اللہ کے بندوں کو تو چاہئے تھا کہ علماء حقہ کی طرف رجوع کرتے۔ کیونکہ علماء حقہ کی کتابوں میں دشمنان اسلام کے تمام شبہات کے تسلی بخش اور دندان شکن جوابات موجود ہیں۔ لیکن ان بے چاروں نے اسلاف کی راہ چھوڑ دی اور خود شبہات کا جواب نہ دے سکے تو قبر کے مفہوم کو بدل ڈالا اور نصوص میں تاویل کر ڈالی۔

کاش کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ شرعی قبر پر اتنے شبہات وارد نہیں ہوتے جتنے شبہات ان کی مصنوعی قبر پر وارد ہوتے ہیں۔ ان بیچاروں نے جس چیز کو سلامتی کی راہ سمجھی وہ در حقیقت گمراہی کی دلدل ہے، جس میں یہ پھنس چکے ہیں۔

قارئین کرام! اس قسم کے لوگوں کے متعلق حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز بیان ملاحظہ فرمائیں۔ ''یہ بات قاعدہ کلیہ کی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ دین کا کوئی مسئلہ اپنے دلائل کے ساتھ روشنی میں آجائے تو اس پر بے تامل جزم و یقین کر لینا چاہئے۔ اب اگر اس میں کچھ شبہات و اعتراضات دل میں گزرتے ہوں تو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ان شبہات ہی کا جواب تلاش کرنا چاہئے اور ان کو حل کر لینا چاہئے نہ کہ اس ثابت شدہ حقیقت ہی کا انکار کر دیا جائے کیونکہ شبہات زیادہ سے زیادہ دلائل کی روشنی مدہم تو کر سکتے ہیں۔ مگر کوئی دوسری روشنی پیدا نہیں کر سکتے۔ اس لئے جب کبھی آپ اپنا رخ خود ان شبہات ہی کی طرف پھیر دیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ اور تاریکی در تاریکی میں جا گرے ہیں۔ مثلاً اگر کسی شبہ کی بنیاد پر ختم نبوت کا اجتماعی عقیدہ بدل دیا جائے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جتنے اشکالات اس عقیدہ میں پیدا ہو سکتے تھے اس سے کہیں بڑھ کر شبہات دوسری صورت میں پیدا ہونے لگے۔ در حقیقت یہ شیطان کا ایک بڑا علمی فریب ہے کہ جب وہ کسی گمراہی کی دعوت دیتا ہے تو پہلے ایک حق بات میں شبہات ڈالنا شروع کرتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ ان شبہات کو بڑھا کر ان کو ایک حقیقت کی صورت پہنچا دیتا ہے۔ پھر اس کے دلائل کی تلاش لگاتا ہے اور اس تمام تدریجی سلسلہ میں ایک بار بھی انسان کا ذہن اصل عقیدہ کے دلائل کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔ حتی کہ وہ عقیدہ جو پہلے ان شبہات کے وجود سے مجروح ہو چکا تھا۔ اب ان وہمی دلائل سے باطل نظر آنے لگتا ہے اور ان دلائل پر دماغ میں کسی ادنیٰ شبہ کا گزر ہونے نہیں دیتا۔ اس کے بعد پھر انسان کو ایسا دلیر بنا دیتا ہے کہ اس کے نو ساختہ عقیدہ کے خلاف انسان واضح سے واضح دلائل کی تاویل بلکہ تحریف میں ذرا نہیں شرماتا اور اس طرح وہ انسان کو دین سے منحرف کر دیتا ہے اور اس کے ایمان بالغیب کی ساری دنیا برباد کر ڈالتا ہے۔ اس کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مسئلہ ہے۔ یہاں بھی صرف شبہات پیدا کر کے پہلے وہ اس یقین کو متزلزل کرنے کی سعی کرتا ہے اور جب اس میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر انسان ان کو بیسوں حدیثوں کی تاویل بلکہ انکار پر آمادہ کر دیتا ہے۔ مثلاً یہ شبہ پیدا کرتا ہے کہ دجال کو قتل کرنے کے لئے خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے تشریف لانے کی ضرورت کیا پڑی ہے۔ پھر اتنے دن ان کا زندہ رہنا کیوں تسلیم کیا جائے اور اس کے لئے جتنے مقدمات ہو سکتے ہیں۔ ان کو برہن کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن ایک مومن ان شبہات کی بنا پر قرآن و حدیث کی تاویل کرنے کی بجائے خود ان شبہات ہی کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور صرف وساوس و اوہام سے اپنے قیمتی ایمان کو زخمی نہیں کرتا۔'' (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۵۶۰، ۵۶۱)

حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں صریح الفاظ اور صریح بیانات کو پیچیدہ بنانے اور ان کی تاویلات کرنے کا نتیجہ کبھی اچھا برآمد نہیں ہوا۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی پیش گوئی میں تاویل کی۔ آخر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے دجال کا مصداق سمجھا اور جب دجال ظاہر ہوگا تو اس کو مسیح ہدایت سمجھ کر اس کی اتباع کریں گے۔ اسی طرح نصاریٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف صاف پیشگوئیوں کی تاویلات کیں۔ آخر اس کا بھی جو نتیجہ ظاہر ہونا تھا وہ ہوا اور انہوں نے بھی اسی غلطی کی بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ لہٰذا صاف اور واضح بیانات میں تاویلات کرنا نہایت خطرناک قدم ہے۔

اور اس کا ثمرہ بھی یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ غلط مسیح، مسیح حق مان لئے جائیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں تو یہودیوں کی طرح ان کا انکار کر دیا جائے۔ اگر نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اتنے واضح اور صریح الفاظ میں بھی تاویلات یا مجازات واستعارات جاری کر دینا صحیح ہے تو پھر یہودی ونصاریٰ کو بھی قصور وار ٹھہرانا غلط ہوگا۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئیوں میں تاویلیں کر کے اپنا ایمان برباد کیا ہے۔ والعیاذ باللہ من الزیغ والحاد! (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۵۲۶)

قارئین کرام! حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تشریحی نوٹ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شبہات سے ڈر کر کسی عقیدہ یا عبادت کی شکل وصورت کو تبدیل کرنا پھر اپنی من مانی صورت کے ساتھ ٹکرانے والی ہر نص کی تاویل بلکہ تحریف اور انکار کرنا ایمان کے لئے ایک خطرناک راستہ ہے جسے الحاد اور گمراہی کہنا ہی زیادہ موزوں ومناسب ہے۔

مغالطات

فائدہ ۲۱: منکرین عذاب قبر نے عقیدہ حیات قبر کے متعلق بہت سے لوگوں کو بہت سے مغالطوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ لہٰذا یہاں ان کے چند مغالطے ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ کوئی شخص ان مغالطات میں پھنس نہ جائے۔

کیا علماء حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے منکر ہیں؟

مغالطہ ۱: منکرین عذاب قبر عوام الناس کو مغالطہ دیتے ہیں کہ علماء اہل سنت والجماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قائل نہیں ہیں۔ پھر اس پر کئی آیات اور احادیث پڑھتے یا لکھتے ہیں۔ جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یا ہر انسان کی موت ثابت ہوتی ہے اور پھر اس پر یوں حاشیہ آرائی کرتے ہیں۔

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو کیا زندہ نبی کا جنازہ پڑھا گیا؟ کیا زندہ نبی کو درگور کیا گیا؟ وغیرہ وغیرہ!

حالانکہ علماء حق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے قائل ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات پر "کل نفس ذائقة الموت" کا وعدہ پورا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین عمل میں آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقاعدہ دفن کیا گیا۔ لیکن علماء حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفات کے قائل ہیں مرنے کے بعد ہر انسان کو جزا یا سزا کے لئے خاص قسم کی ایک زندگی عطا کی جاتی ہے اور اس زندگی کے درجات اعمال کے مطابق مختلف ہوتے ہیں اور اس زندگی کا یہ سب سے اونچا درجہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا جاتا ہے۔

پس علماء حق الحیات بعد الوفات پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی آیات پڑھنا یا ہر انسان کی موت کی آیات پڑھنا اور لوگوں کو یہ تاثر دینا کہ اتنی آیتوں اور حدیثوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ثابت ہوتی ہے اور علماء حق موت کو نہیں مانتے۔ یہ نرا مغالطہ ہے۔

محل نزاع کیا ہے؟

مغالطہ ۲: منکرین عذاب قبر کو مغالطہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا جھگڑا اہل حیات سے یہ ہے کہ ہم حیات برزخی کے قائل ہیں اور وہ حیات دنیوی کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ چیز محل نزاع نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

حیات اور دیگر اموات کی حیات فی القبر یقیناً برزخی حیات ہے اور اس کے برزخی ہونے میں نہ شک ہے نہ اختلاف۔ کیونکہ موت کے بعد عالم برزخ شروع ہو جاتا ہے اور مرنے والا خود بخود عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ یہ حیات برزخی کس کو حاصل ہے۔صرف روح کو یا روح اور جسد کے مجموعہ کو علماء حق فرماتے ہیں کہ حیات برزخی روح اور جسد دونوں کو حاصل ہے۔جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ جب کہ منکرین عذاب قبر کا عقیدہ یہ ہے کہ حیات برزخی صرف روح کو حاصل ہے یا پھر روح اور جسد مثالی کو حاصل ہے۔ بہر حال یہ لوگ حضور اکرم ﷺ کے جسد اطہر کی حیات برزخی کے قائل نہیں ہیں۔

پس مسئلہ حیات النبی ﷺ میں محل نزاع یہ بات ہے کہ علماء حق اہل سنت والجماعت مکمل نبی یعنی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کی حیات کے قائل ہیں اور روح کی طرح آپ کے جسد عنصری کے مقام کو بھی جنت سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی روح کا مقام بھی جنت ہے اور آپ کے جسد عنصری کا مقام بھی جنت ہے اور آپ کی روح مبارک اور جسد اطہر دونوں جنت کے رزق اور نعمتوں سے محفوظ اور مسرور ہیں۔اس کے برعکس منکرین حیات کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا روح مبارک جنت میں ہے اور وہاں اس کو ایک اور جسد عطا کر دیا گیا ہے اور اسی جسد مثالی عطائی کے ذریعہ آپ ﷺ جنت میں زندہ ہیں۔ باقی رہا جسد عنصری تو وہ ان کے نزدیک جنت سے باہر اور جنت کی ہر نعمت سے محروم ہے۔(العیاذ باللہ)

یا پھر یوں سمجھئے کہ حضور اکرم ﷺ کو عالم برزخ میں علماء حق کے نزدیک جسد عنصری یعنی اصلی اور حقیقی جسد کے ساتھ حیات حاصل ہے اور ان لوگوں کے نزدیک جسد مثالی (نقلی مصنوعی) کے ساتھ حیات حاصل ہے۔ بہر حال یہ جھگڑا حیات دنیوی اور برزخی کا نہیں ہے۔ بلکہ جھگڑا اس بات میں ہے کہ حیات برزخی اسی دنیا والے جسد عنصری اصلی حقیقی کے ساتھ ہے یا جسد جعلی مصنوعی المعروف مثالی کے ساتھ ہے۔ باقی جن علماء نے آپ ﷺ کی حیات کو دنیوی کہا ہے تو ان کی مراد صرف اتنی ہے کہ آپ کو دنیا والے جسد کے ساتھ حیات حاصل ہے۔جس کو دنیا کی سی حیات بھی کہہ سکتے ہیں۔ بہر حال وفات کے بعد حضور اکرم ﷺ کو حیات برزخی بایں معنی حاصل ہے کہ آپ عالم برزخ و قبر میں ہیں اور آپ کی یہ حیات برزخی بایں معنی دنیوی بھی ہے کہ روح مبارک کا دنیا والے جسد اطہر کے ساتھ تعلق ہے۔

کیا برزخ سے ارواح کا مخصوص مقام مراد لینا صحیح ہے؟

مغالطہ ۳: منکرین عذاب قبر لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ برزخ سے ارواح کا مخصوص مقام مراد ہے۔ حالانکہ یہ نرا مغالطہ ہے۔ کیونکہ برزخ کسی خاص جگہ کا نام نہیں ہے بلکہ وہ تو ظرف زمان ہے البتہ اپنے وسیع مفہوم کی وجہ سے روح اور جسد دونوں کے ہر مقام کو شامل ہے۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

منکرین کا یمسک التی قضی علیھا الموت سے استدلال اور اس کا جواب

مغالطہ ۴: منکرین عذاب قبر مندرجہ ذیل آیت کے ذریعہ سادہ لوح مسلمانوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ عالم برزخ میں روح اور جسد کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے حالانکہ اس آیت کو برزخی تعلق اور عدم تعلق سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے وہ آیت یہ ہے: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذالک لآیت لقوم یتفکرون '' ترجمہ: اللہ ہی قبض

کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی کہ جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت اور ان جانوں کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد مقرر تک کے لئے رہا کر دیتا ہے اس میں ان لوگوں کے لئے جو کہ سوچنے کے عادی ہیں دلائل ہیں۔ (زمر: ۴۲)

اس آیت کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کے وقت بذریعہ قبض ارواح جانوں کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے اور جن جانوں کی موت کا وقت نہیں آیا ان کو بھی بوقت نیند اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے البتہ بوقت نیند مقبوضہ جانوں کو بذریعہ اعادہ روح پہلی حالت پر لا کر کچھ مدت کے لئے عالم دنیا میں واپس بھیج دیتے ہیں اور جن جانوں پر موت کا فیصلہ ہو چکا ہے ان کو پہلی حالت پر لا کر عالم دنیا میں واپس نہیں بھیجتے بلکہ وہیں عالم برزخ میں روک لیتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نیند والے انسان کو اللہ تعالیٰ اپنے قبضہ سے رہا فرما کر عالم دنیا میں واپس بھیج دیتے ہیں اور مرنے والے انسان کو دوبارہ دنیا میں واپس نہیں بھیجتے۔ الا ماشاء اللہ! پس اس آیت میں مردہ انسان کی پہلی حالت پر واپس آ کر عالم دنیا میں آ جانے کی نفی ہے۔ عالم برزخ میں رہتے ہوئے روح اور جسد کے برزخی تعلق اور عدم تعلق سے اس آیت کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں آیت کا منشاء یہ ہے کہ ''والبعث بعدالموت'' قیامت کو ہوگا۔ قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔ الا بخرق العادۃ!

قبر کی زندگی کو ''والبعث بعدالموت'' سے کسی نے تعبیر نہیں کیا ہاں اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مردہ بالکل پہلی حالت پر واپس آ جاتا ہے اور جس طرح دنیا میں زندہ تھا۔ اب بھی بعینہ ایسا ہی زندہ ہے اس کی روح اس کے جسد میں ایسے حلول کئے ہوئے ہے جیسا کہ دنیا میں تھی تو بے شک یہ آیت اس عقیدہ کی نفی کرتی ہے۔ لیکن یہ عقیدہ رکھنا کہ مردہ انسان عالم برزخ میں رہتا ہے اور وہاں روح اور جسد کا مجہول الکیفیت تعلق قائم کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے مردہ انسان جزا و سزا کو محسوس کرتا ہے اور قبر کی زندگی دنیا کی زندگی سے مختلف ہے۔ حتی کہ قبر کے زندہ پر دنیا والے لفظ میت یا مردہ کا اطلاق بھی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ نوع من الحیات ہے۔ جو دنیا والوں کے فہم و شعور سے بالاتر ہے۔

البتہ اس حیات پر ایمان لانا ضروری ہے تو یہ آیت ایسے عقیدہ کے قطعاً قطعاً خلاف نہیں ہے۔ اگر بندہ عاجز کی بیان کردہ اس تشریح کے بعد بھی کوئی شخص بضد ہے کہ اس آیت سے اعادہ روح کی نفی ہوتی ہے تو جواباً عرض ہے کہ اس آیت میں ہر قسم کے اعادہ کی نفی نہیں ہے بلکہ ایک خاص قسم کے اعادہ کی نفی ہے اور وہ اعادہ یہ ہے جس کو ''یرسل الاخری'' میں ثابت کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح خواب والے کی روح کا کامل طور پر اعادہ ہوتا ہے۔ حتی کہ اس کی روح اس کے جسم میں پہلے کی طرح مکمل طور پر عود کر آتی ہے اور ہر شخص اس کی حیات کو محسوس کرتا ہے اور دیکھتا ہے مرنے والے کی روح اس طرح عود نہیں کرتی۔ بلکہ وہاں تو مجہول الکیفیت تعلق جوڑا جاتا ہے۔ جس سے مردہ دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے اور قبر کی زندگی کسی کو محسوس نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کو کوئی شخص دیکھ سکتا ہے۔ الا ماشاء اللہ! بہر حال یرسل الاخریٰ میں جس اعادہ کو ثابت کیا گیا ہے۔ یمسک میں صرف اسی اعادہ کی نفی کی گئی ہے اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ موت کے وقت روح کا جسد سے بالکلیہ تعلق ختم ہو جاتا ہے ان کی مراد دنیوی تعلق ہے۔ جو یقیناً بالکلیہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ اس سے برزخی تعلق کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ تو موت کے بعد جوڑا جاتا ہے۔ پس دنیوی تعلق کے بالکل ختم ہو جانے سے برزخی تعلق کی نفی سمجھ لینا لاعلمی اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ فافہم و لا تکن من الغافلین!

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کے بعد انسان کو عالم برزخ میں روک لیتے ہیں اور اس کو دنیا میں واپس

نہیں آنے دیتے۔ اگر کوئی شخص بضد ہے کہ اللہ تعالیٰ روح کو روک لیتے ہیں تو اس سے روح کو موت ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "فیمسک التی قضی علیھا الموت" یعنی اس کو روکتا ہے جس پر موت کا فیصلہ ہو چکا۔ جب روح کو روکا گیا تو موت کا فیصلہ بھی اسی پر ہوا۔ حالانکہ یہ لوگ روح کے مردہ ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اس کو جسد مثالی میں داخل کر کے زندہ سمجھتے ہیں

موت کے بعد آدمی کا دنیا میں واپس آنا قدرت خداوندی ہے قانون نہیں

مغالطہ ۵: بندہ عاجز کی مذکورہ بالا گزارشات کو اگر بغور دیکھا جائے تو اس سے منکرین عذاب قبر کے ایک اور مغالطے کا بھی دفعیہ ہو جاتا ہے وہ مغالطہ یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے پھرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ روح کو ایک دفعہ جسد سے نکال کر قیامت سے پہلے جسم کی طرف واپس نہیں بھیجتے شاید اس کی بنیاد اسی مذکورہ بالا آیت کو بناتے ہیں۔ درحقیقت یہ بھی ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ اعادہ روح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی قانون بیان نہیں فرمایا بلکہ اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے جو قانون ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ مرنے کے بعد آدمی دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا۔ الا بخرق العادۃ جیسا کہ "رب ارجعون۔ لولا اخرتنی الی اجل قریب۔ ترجعونھا ان کنتم صادقین۔ انھم لا یرجعون" وغیرہ آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے کہ مرنے کے بعد آدمی دنیا میں واپس نہیں آتا۔ اگر کوئی واپس آیا ہے تو وہ قدرت خداوندی کا کرشمہ ہے۔ قانون نہیں ہے لیکن مردہ انسان کی واپسی بھی اعادہ روح کی صورت میں ہی ہوسکتی ہے۔ چونکہ مردہ انسان نے دنیا میں واپس نہیں آنا۔ لہٰذا ایسا اعادہ روح نہیں ہوگا جس سے انسان پہلی حالت میں عود کر کے دنیا میں واپس آجائے۔

باقی رہا عالم قبر و برزخ میں اعادہ روح کا مسئلہ تو وہ ایسا اعادہ ہرگز نہیں ہے۔ جس سے مردہ پہلی حالت میں لوٹ کر دنیا میں واپس آجائے۔ اس اعادہ روح اور تعلق کی کیفیت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ایسا اعادہ اور تعلق چونکہ کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان ضروری ہے۔ قرآن مجید کی کسی آیت سے ہر قسم کی اعادہ اور تعلق کی نفی نہیں ہوتی۔ پس اس قسم کی آیات سے اعادہ اور تعلق کی ہمہ اقسام کی نفی سمجھنا نرا مغالطہ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب

مغالطہ ٦: منکرین عذاب قبر حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ موت سے بھی عامۃ الناس کو مغالطہ دیتے ہیں کہ اللہ کے نبی موت کے بعد کم وبیش ایک سال تک عصا کے سہارے کھڑے رہے۔ لیکن کسی شخص کو ان کی زندگی کے آثار نظر نہ آئے۔ ان لوگوں کا اس واقعہ سے بھی حجت پکڑنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں موت کے بعد جس زندگی کی اطلاع دی گئی ہے وہ ایک خاص قسم کی حیات ہے جس کو نوع من الحیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وہ مخصوص زندگی ہمارے فہم وادراک سے بالاتر ہے۔ اہل دنیا کو اس کے آثار نظر نہیں آتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنے بندوں کو قبر میں ہونے والی کارروائی مشاہدہ کرا بھی دیتے ہیں۔ لیکن عموماً یہ کارروائی عوام الناس کی آنکھوں سے مستور رہتی ہے اسی لئے تو علماء اسلام نے قبر کی جزا وسزا کو غیب کی چیزوں میں شمار کیا ہے۔ جن پر بن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے۔ لہٰذا حیات کے آثار نظر نہ آنے سے عدم حیات لازم نہیں آتی۔ پس اس واقعہ سے حیات برزخی یعنی قبر کی زندگی کی نفی کرنا نرا مغالطہ ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال اور اس کا جواب

مغالطہ ۷: منکرین عذاب قبر حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے بھی مغالطہ دیتے ہیں۔لیکن اس واقعہ سے بھی انکار مدعا ثابت نہیں ہوتا۔کیونکہ موت کے بعد والی زندگی بالکل دنیا کی زندگی کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ وہ دنیا کی زندگی سے مختلف ہے۔حیات دنیا کے آثار وعلامات نمایاں ہوتے ہیں جس کو ہر شخص محسوس کرتا ہے اور قبر کی زندگی کے آثار وعلامات ہر شخص کے سامنے نمایاں نہیں ہوتے۔قبر کی زندگی کو تسلیم کرنے کے لئے تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر اعتماد اور یقین کرنے کی ضرورت ہے۔یہ سب مغالطے اسی لئے دیئے جارہے ہیں کہ قبر کی زندگی کو دنیا کی زندگی سمجھ لیا گیا ہے اور حیات قبر کو حیات دنیوی پر قیاس کر کے قسم قسم کے شبہات کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔حالانکہ ایک عالم کو دوسرے عالم پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔پس ثابت ہوا کہ اس واقعہ سے قبر و برزخ کی زندگی کی نفی کرنا خالص مغالطہ ہے۔

نیز: واضح رہے کہ قرآن مجید میں اس موقع پر عزیر علیہ السلام کا نام متعین نہیں کیا گیا بلکہ قرآن مجید میں ''او کالذی مرّ علی قریة'' کے مبہم الفاظ میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔البتہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس شخص سے مراد عزیر علیہ السلام ہیں۔جب کہ بعض دوسرے مفسرین کے نزدیک اس سے ایک کافر شخص مراد ہے جو قیامت کا منکر تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو موت دے کر ''والبعث بعدالموت'' کا نظارہ دکھایا۔بہر حال کوئی بھی ہو اس سے قبر کی مخصوص زندگی کی نفی ہرگز نہیں ہوتی۔البتہ اس سے غیر اللہ کے لئے علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔

قصہ اصحاب کہف سے استدلال اور اس کا جواب

مغالطہ ۸: منکرین عذاب قبر اصحاب کہف کے قصہ سے بھی لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں۔حالانکہ اصحاب کہف اور عزیر علیہ السلام وغیرہ واقعات سے حیات وسماع کی نفی کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔اگر ان واقعات میں حیات قبر کی نفی ہوتی تو سابقہ منکرین عذاب قبر ان واقعات کو بطور حجت کے پیش کرتے ہیں۔حالانکہ کسی دور میں بھی معتزلہ وغیرہ منکرین عذاب قبر نے ان سے استدلال نہیں کیا۔اسی طرح تمام اہل سنت والجماعت کے مفسرین محدثین اور فقہاء وعلماء حیات قبر اور عذاب قبر کے قائل چلے آرہے ہیں اور انہوں نے اس عقیدہ کو کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت کیا ہے اور منکرین کے دلائل اور شبہات کا قلع قمع بھی کیا ہے۔لیکن کسی عالم نے بھی ان واقعات کو اپنے مسلک وعقیدہ کے خلاف سمجھ کر جواب دینے کی کوشش نہیں فرمائی۔

پس معلوم ہوا کہ کسی دور میں بھی ان واقعات سے حیات وسماع کی نفی سمجھی گئی نہ قائلین کی طرف سے نہ منکرین کی طرف سے۔لہٰذا بالاتفاق ان واقعات کا عقیدہ حیات وسماع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ہاں البتہ ان واقعات سے غیر اللہ سے علم غیب کی نفی ثابت ہوتی ہے اور ہمارے علماء نے علم غیب کی نفی میں ان واقعات سے استدلال بھی کیا ہے۔لہٰذا منکرین عذاب کا ان واقعات سے استدلال کرنا مغالطہ دینے کے مترادف ہے۔

واذاالنفوس زوّجت سے استدلال اور اس کا جواب

مغالطہ ۹: منکرین عذاب قبر قرآن مجید کی یہ آیت ''واذا النفوس زوّجت'' یعنی جب جیوں کے

جوڑے باندھے جائیں پڑھ کر لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ ارواح کو بروز قیامت اجساد کی طرف لوٹایا جائے گا۔ لہٰذا قیامت سے پہلے ارواح کا اعادہ نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بھی ان لوگوں کا ایک مغالطہ ہے اور دھوکہ ہے۔ کیونکہ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔ مشہور تفسیر یہ ہے کہ میدان محشر میں عقیدہ اور عمل کے مطابق لوگوں کو آپس میں جوڑا جائے گا۔ یعنی مسلم کو مسلم کے ساتھ کافر کو کافر کے ساتھ۔ اسی طرح چور کو چور کے ساتھ اور قاتل کو قاتل کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔ یعنی ہم عمل اور ہم عقیدہ لوگوں کی الگ الگ جماعتیں بنا دی جائیں گی اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ ارواح کو اجساد کی طرف لوٹا کر لوگوں کو زندہ کر دیا جائے گا۔

پہلی تفسیر کے مطابق تو اس آیت کو مسئلہ اعادہ روح سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے البتہ دوسری تفسیر کے مطابق اس میں اعادہ روح کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے یعنی ارواح کو کامل طور پر قیامت کے دن ان کے اجساد کی طرف ایسے طریقے سے لوٹایا جائے گا کہ مردہ انسان پہلی حالت پر واپس آجائے گا اور جیسے دنیا میں زندہ تھا ویسے بروز قیامت زندہ ہو جائے اور اس کی زندگی سب کو محسوس ہوگی۔

قارئین کرام! بیشک ایسا اعادہ روح تو قیامت کے دن ہوگا۔ جس کو ''والبعث بعدالموت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قیامت سے پہلے ایسے اعادہ کا تو کوئی شخص بھی قائل نہیں ہے۔ علماء اہل سنت والجماعت کتاب وسنت اور اجماع امت سے جس اعادہ روح کو ثابت کرتے ہیں۔ وہ ایسا اعادہ نہیں ہے جو قیامت کو ہوگا۔ وہ تو ایسا اعادہ ہے جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس اعادہ سے تو میت میں نوع من الحیات یعنی ایک قسم کی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ جس کو عموماً دنیا والے محسوس بھی نہیں کر پاتے۔ لہٰذا کامل اعادہ کی نفی سے ہر قسم کے اعادہ کی اور ہر قسم کے تعلق کی نفی سمجھ لینا مغالطہ سے کم نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں مذکورہ بالا آیت میں یہ بتایا گیا ہے ''والبعث بعد الموت'' قیامت کے دن ہوگا۔ اس سے پہلے نہیں ہوگا اور قبر کی زندگی ''والبعث بعد الموت'' نہیں ہے۔ کیونکہ قبر کی مخصوص زندگی سے مردہ پہلی حالت پر واپس نہیں آتا بلکہ اسی حالت پر رہتے ہوئے جزا وسزا کو محسوس کرتا ہے اور یہ حیات اور اعادہ ''اذاالنفوس زوّجت'' کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔ بلکہ قرآن مجید اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

ثم انکم یوم القیامۃ سے استدلال

<u>مغالطہ ۱۰</u>: منکرین عذاب قبر قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کے ذریعہ بھی لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں:

''ثم انکم بعد ذالک لمیتون۔ ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون'' (المومنون:۱۶)

یعنی پھر تم اس کے بعد مرو گے پھر تم قیامت کے دن کھڑے کئے جاؤ گے۔

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت انسان کو تخلیق کے بہت سے مراحل سے گزار کر بالآخر روح حیات پھونک کر جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ پھر اس آیت میں حضرت انسان کو مخاطب بنا کر فرمایا کہ اس کے بعد تم مرو گے، پھر قیامت کے دن زندہ ہو کر اٹھائے جاؤ گے۔ اس آیت کے مفہوم میں اگر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں قبر کی زندگی کی کوئی نفی موجود نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت میں دو زندگیوں کا ذکر ہے۔ ایک دنیا کی زندگی اور ایک آخرت کی زندگی۔ کیونکہ یہ دونوں مستقل زندگیاں ہیں۔ جو ہر شخص کو محسوس ہونے

والیاں ہیں قبر کی زندگی چونکہ مستقل حیات نہیں ہے۔ بلکہ نوع من الحیات ہے اس لئے مستقل طور پر اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ حیات دنیوی کا تتمہ و تکملہ بنا کر اس میں شامل سمجھا گیا یا پھر آخرت کی زندگی کا مقدمہ سمجھ کر اس میں داخل کر دیا گیا۔ جیسا کہ ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا'' میں پہلے گزر چکا ہے۔ پس یہاں قبر و برزخ کی زندگی کو دنیا یا آخرت کی زندگی کے ضمن میں ذکر کیا گیا۔ کیونکہ قبر و برزخ کی زندگی قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات سے اور ستر سے زائد احادیث سے ثابت ہے اور اجماع امت اس پر مستزاد ہے۔ لہٰذا اس آیت میں عدم ذکر سے عدم حیات سمجھنا نرا مغالطہ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کی دیگر آیات اور متواتر احادیث کے پیش نظر اس آیت میں حیات قبر ضمناً مذکور ہے۔

اگر منکرین عذاب قبر پھر بھی اصرار کرتے ہیں کہ اس میں صرف دو زندگیاں مذکور ہیں اور کسی تیسری زندگی کا ذکر نہیں۔ لہٰذا درمیان کوئی اور زندگی ہے ہی نہیں تو جواباً عرض ہے کہ تمہاری اس منطق سے خود تمہارے اپنے مذہب کی عمارت گر کر حباء منثورا ہو جائے گی۔ کیونکہ تم لوگ بھی حیات دنیا اور حیات آخرت کے درمیان ایک خاص قسم کی حیات کے قائل ہو۔ جس کو تم حیات کافوری، نورانی، طیوری، روحانی اور برزخی کہتے ہو۔ جسے تم اعلیٰ وارفع اور اکمل حیات سمجھتے ہو۔ جس پر تمہارے واعظین نازاں ہیں کہ علماء دیو بند نبی علیہ السلام کو قبر میں زندہ سمجھتے ہیں اور ہم نبی علیہ السلام کو جنت میں زندہ مانتے ہیں۔

پس بزعم شما اگر اس آیت سے ہر قسم کی حیات کی نفی ہوتی ہے تو پھر تمہاری حیات مزعومہ کی بھی نفی ہو جائے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پورے انسان یعنی روح اور جسد کے مجموعہ کو مخاطب بنا کر فرمایا کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تم کو مرنا ہے۔ پھر تمہیں قیامت کے دن زندہ کر کے قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ عالم دنیا کی زندگی روح اور جسد کے مجموعہ کو حاصل ہے اور آخرت کی زندگی بھی روح اور جسد کے مجموعہ کو حاصل ہوگی۔ پس بقول شما اگر درمیان میں کسی قسم کی کوئی زندگی نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہمہ اقسام کی یکسر نفی ہے تو یہ نفی حیات جسمانی کی بھی ہوگی اور حیات روحانی کی بھی ہوگی۔ حالانکہ تم دونوں زندگیوں کے درمیان حیات روحانی کے قائل ہو جب کہ تمہاری ہی بیان کردہ تفسیر کے مطابق تمہاری اپنی حیات روحانی، برزخی، طیوری نہیں بچ سکتی۔ اگر تم لوگ کسی طرح سے اپنی حیات روحانی طیوری برزخی اور مثالی اس آیت کی زد سے بچا لو گے تو بعینہٖ اسی طریقہ سے علماء اہل سنت والجماعت اپنی حیات قبر بھی بچا لیں گے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا!

الحمد للہ ثابت ہو گیا کہ اس آیت سے حیات قبر کی نفی نہیں ہوتی۔ جو شخص اس آیت سے ہمہ اقسام حیات کی نفی کرتا ہے۔ وہ خود مغالطہ میں ہے اور دوسروں کو بھی مغالطہ دینا چاہتا ہے۔ واضح رہے کہ بندہ عاجز نے آیت مذکورہ کا جو مطلب بیان کیا ہے۔ ان کے شیخ الحدیث مولانا محمد حسین نیلوی نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔ چنانچہ نیلوی لکھتے ہیں۔ ''اس آیت کا مطلب تو بس یہ ہے کہ ہر انسان اپنا اپنا وقت گزار کر وفات پائے گا اور یہ ایک ایسا قانون الٰہی ہے کہ اس سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہے۔'' (القول الاتم فی حیات عیسیٰ بن مریم ص ۶۵)

بہر حال آیت میں قبر و برزخ کی زندگی ضمناً مذکور ہے اور اگر کوئی شخص اس کو ضمناً مذکور نہیں سمجھتا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ یہ آیت حیات برزخی سے خاموش ہے۔ قبر و برزخ کی حیات کی نفی تو کسی صورت میں بھی اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی۔

اموات غیر احیاء سے استدلال اور اس کا جواب

مغالطہ ۱۱: منکرین عذاب قبر مندرجہ ذیل آیت سے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں: ''والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون'' (النحل: ۲۱،۲۲) ترجمہ: اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور خود ہی مخلوق ہیں مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو خبر نہیں کہ مردے کب اٹھائے جائیں گے۔

منکرین عذاب قبر یہ آیات پڑھ کر لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ انبیاء کرام ﷩ مردہ ہیں اور ان میں کسی قسم کی حیات نہیں ہے۔ حالانکہ ان آیات کا صحیح یہ مطلب ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ سب اتنے عاجز اور بے بس ہیں کہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور وہ سب کے سب موت کے محل وقوع ہیں۔ یعنی موت سے ان کو کوئی چارہ نہیں اور ہمیشہ زندہ رہنے والے نہیں ہیں کہ ان کو موت بھی نہ آئے۔ مقصد مشرکین کو یہ بتانا ہے کہ عبادت کے لائق وہ ذات ہے جو خالق بھی ہو اور ''الحی لا یموت'' ہو اور جو خالق بھی نہیں ہے اور ''حی لا یموت'' بھی نہیں ہے وہ قطعاً عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے چونکہ اللہ تعالیٰ ''الخالق'' اور ''الحی لا یموت'' ہے تو وہ عبادت کا حقدار ہے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا جتنے ہیں نہ وہ خالق ہیں اور نہ الحی لا یموت ہیں۔ لہٰذا وہ عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہیں۔

اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے ''من دون اللہ'' کے معبود ہونے کی نفی فرمائی۔ کیونکہ وہ موت کا محل وقوع ہیں۔ یعنی یا تو ان پر موت واقع ہو چکی ہے اور قانون پورا ہو چکا ہے یا پھر عنقریب ان پر موت واقع ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا قانون ان پر پورا ہوگا۔ ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے اور اس پر موت واقع نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں من دون اللہ کا کوئی فرد موات والے قانون سے مستثنیٰ نہیں ہے تو مقصد اللہ تعالیٰ کا ان کو موت کا محل وقوع بتا کر ان کی الوہیت کو باطل کرنا ہے۔ باقی رہی موت کے بعد والی زندگی تو یہ آیت اس کی نفی اور اثبات دونوں سے خاموش ہے۔ اس آیت کو الحیات بعد الممات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہاں قبر و برزخ کی زندگی پچاس سے زائد آیات اور ستر سے زائد احادیث سے ثابت ہے۔ جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لہٰذا اس آیت سے قبر و برزخ کی زندگی کی نفی کرنا نرا مغالطہ ہے اور دھوکہ ہے۔

اس آیت کا جو مطلب یہ لوگ بتاتے ہیں کہ وہ مردہ ہیں اور انہیں کسی قسم کی حیات نہیں تو یہ بالکل بداہۃ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ملائکہ کی بھی عبادت ہوتی ہے۔ اسی طرح جنات و شیاطین کی عبادت بھی ہوتی ہے اور عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور بعض جاہل لوگ زندہ پیروں فقیروں کی عبادت کرتے ہیں تو کیا ملائکہ کو بعض جنات کو، شیطان کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور جاہل لوگوں کے زندہ پیروں اور فقیروں کو قرآن یہی کہتا ہے کہ وہ سب مردہ ہیں انہیں کسی قسم کی حیات نہیں ہے؟ نہیں نہیں! اموات غیر احیاء کا یہ مطلب نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو بندہ عاجز نے عرض کیا ہے کہ ''من دون اللہ'' سب کے سب موت کا محل وقوع ہیں۔ کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے اور اس پر موت نہ آئے۔ ملائکہ، عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ جو اب زندہ ہیں وہ بھی موت کا محل وقوع ہیں۔ آخر ان پر موت نے آنا ہے۔

اس لئے تو قرآن نے سب ''من دون اللہ'' کو خواہ مرے ہیں یا نہیں ''اموات غیر احیاء'' کہا ہے کہ بالآخر سب کو موت آنی ہے کسی نے ہمیشہ زندہ نہیں رہنا کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ پس وہ اپنی صفت ''الحی الذی لایموت'' میں وحدہ لاشریک لہ میں ہے۔ اہل علم پر مخفی نہ رہے کہ اگر آیت مذکورہ کا وہی مطلب تسلیم کرلیا جائے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ انبیاء کرام وغیرہم مردہ ہیں انہیں کسی قسم کی حیات نہیں تو اس سے خود ان کے اپنے مذہب وعقیدہ کی بیخ کنی ہوجاتی ہے۔ کیونکہ ارواح بھی من دون اللہ میں شامل ہیں اور انبیاء کرام وغیرہم کے ارواح کی عبادت بھی ہوتی ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک اصل انسان ہی ارواح ہیں۔ جسد عنصری تو محض دچولا ہے یا گھوڑا۔ پس انہیں لوگوں کی بیان کردہ تفسیر کے مطابق جب ارواح پر اموات غیر احیاء صادق آئے گا تو ارواح کا مردہ ہونا لازم آئے گا۔

جب بقول ان کے ارواح مردہ ہوجائیں گے تو ان کے مذہب کی ساری عمارت بھسم ہوجائے گی۔ حالانکہ ان کے مذہب کی گاڑی چلتی ہی ارواح کی حیات پر ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ارواح کو زندہ سمجھتے ہیں اور ان کو کافوری، طیوری، مثالی، نورانی جثے عطا کرتے ہیں اور پھر ان کو جنت میں بھیجتے ہیں۔ پس جب کہ ان کے بیان کردہ مطلب کے مطابق ارواح ہی اموات غیر احیاء کی زد میں آکر مردہ قرار پائیں گے تو کافوری، طیوری، مثالی جثے کیسے محفوظ رہیں گے۔ خدا برا کرے تعصب کا کہ یہ لوگ اہل سنت والجماعت کے خلاف تعصب میں اتنے لبریز ہیں کہ ان کے مسلک حقہ کو کمزور کرنے کی خاطر آیات قرآنی کو غلط استعمال کرکے اپنے عقیدہ کا بھی ستیاناس کردیتے ہیں اور پرواہ بھی نہیں کرتے۔ الی اللہ المشتکی!

آیت مذکورہ کا جو مطلب بندہ عاجز نے بیان کیا ہے یہی مطلب ان کے شیخ الحدیث علامہ محمد حسین شاہ صاحب نیلوی نے بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''مرزا (قادیانی) نے اس آیت کریمہ کا معنی غلط کیا اور پھر اس معنی کی رو سے وفات عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق اپنے باطل دعویٰ کا اثبات کرنے بیٹھ گیا۔ کیونکہ اموات جمع ہے میت کی اور میت صرف اس کو نہیں کہتے جو پہلے سے مرچکا ہو بلکہ جو ابھی زندہ ہے اور اسے مرنا ہے اور موت کے بغیر اسے چارہ کار نہیں تو اسے بھی میت کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس وقت زندہ موجود تھے۔ لہٰذا میت کا یہ معنی ہی نہیں جو مرزا نے سمجھ لیا۔

نیز: اس آیت کریمہ کا یہ معنی بھی درست نہیں کہ مشرکین جن جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا حاجات ومشکلات میں پکارتے ہیں وہ سب کے سب مرچکے ہیں۔ کیونکہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں۔ ان میں فرشتے بھی شامل ہیں جو ابھی مرے نہیں۔ بلکہ یہ فرشتے قیامت میں نفحہ اولیٰ کے وقت مریں گے۔ اس لئے آیت کریمہ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جن کو یہ مشرک لوگ پکارتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی موت سے چارہ کار نہیں۔ کیونکہ اگر ان میں سے کوئی زندہ بھی ہے تو آخر کار ان پر موت آئے گی۔ ان کی زندگی جاودانی نہیں ہے۔ کیونکہ زندہ نہ میرندہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ اسی طرح غیر احیاء کے معنی ہیں وہ ہستیاں ایسی نہیں جن کی زندگی ذاتی اور اپنے اختیار میں ہو بلکہ ان کی جان بھی دیگر مخلوق کی طرح اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ آیت کریمہ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا نوری، ناری یا خاکی وغیرہ مخلوق میں سے جن جن کو پکارتے ہیں ان کے قبضہ میں تو خود اپنی موت وحیات نہیں ہے ان کو موت سے چارہ کار نہیں۔ ''لابدلھم من الموت'' ان میں سے بعض تو وفات پاچکے

ہیں اور بعض عنقریب وفات پانے والے ہیں۔'' (القول الاتم فی حیات عیسیٰ ابن مریم ص ۶۵،۶۶)

قارئین کرام! اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں تمام مخلوقات کی موت کی اطلاع دی گئی ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں اور جس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ یعنی ''الحیات بعد الممات'' اس کا اس آیت میں ذکر اذکار نہیں۔

آیات موت سے استدلال اور اس کا جواب

مغالطہ ۱۲: قرآن مجید میں بیسوں ایسی آیات موجود ہیں جن میں تمام انسانوں بلکہ تمام جانداروں کی موت کی اطلاع اور خبر دی گئی ہے اور بعض آیات میں خاص کر حضور اکرم ﷺ کی موت کی بھی اطلاع دی گئی ہے۔ مثلاً ''کل نفس ذائقة الموت، کل من علیها فان، این ما تکونوا یدرکم الموت، انک میت، وما محمد الا رسول، قد خلت من قبله الرسل، افان مات او قتل'' وغیرہ وغیرہ تو منکرین عذاب قبر ان آیات کے ذریعہ بھی لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں۔ بلکہ ان کے واعظین وفات کی آیات پڑھ کر اتراتے ہیں کہ ہمارے پاس حضور اکرم ﷺ کے مردہ ہونے کے اتنے اتنے دلائل موجود ہیں اور پھر یہی آیات پڑھ کر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں مردہ ہونا ثابت کرتے ہیں۔

حالانکہ اس قسم کی آیات سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر انسان کو موت آنی ہے۔ موت سے کوئی چارہ کار نہیں۔ جب کہ مسئلہ موت میں تو کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ دیر یا سویر بہر حال ہر ایک نے مرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور قانون پورا ہونا ہے۔ لیکن اختلاف تو اس میں ہے کہ مرنے کے بعد آدمی ختم ہو جاتا ہے یا کہ کوئی خاص قسم کی حیات مردہ کو حاصل ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا تمام آیات اس مسئلہ سے خاموش ہیں۔ الحیات بعد الممات کا ان میں کوئی ذکر اذکار نہیں ہے۔ ہاں قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات اور ستر سے زائد احادیث سے ''الحیات بعد الممات'' کی نفی بھی تسلیم کر لی جائے تو منکرین عذاب قبر کا اپنا مذہب بھی اس کی زد سے نہیں بچ سکے گا۔ کیونکہ یہ لوگ بھی موت کے بعد ایک قسم کی زندگی کے قائل ہیں۔ جس کو یہ لوگ حیات روحانی، برزخی، مثالی اور طیوری سے تعبیر کرتے ہیں۔ البتہ اہلسنت والجماعت کے علماء ''الحیات بعد الممات'' جسد حقیقی اور اصلی کے تعلق سے مانتے ہیں اور یہ لوگ ''الحیات بعد الممات'' جسد مثالی اور مصنوعی میں دخول روح کے طریقہ سے مانتے ہیں۔ پس اگر ان آیات وفات سے الحیات بعد الوفات کی نفی ہوگی تو ہر قسم کی حیات کی نفی ہوگی خواہ وہ حیات روحانی ہو یا جسمانی ہو خواہ جسم عنصری ہو یا مثالی۔ پس جب نفی ہوگی تو حیات کے ہمہ اقسام کی ہوگی۔ لہٰذا جس طرح تم اپنی حیات ان آیات کی زد سے بچا لو گے۔ علماء اہل سنت والجماعت بعینہٖ اسی طریقہ سے اپنی حیات بھی محفوظ کر لیں گے۔ انشاء اللہ!

اہل علم پر واضح ہو کہ وفات کے متعلق آیات وغیرہ کا یہ مواد سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی نے جمع کیا اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ان لوگوں نے اس کی محنت سے فائدہ اٹھایا اور اس کے جمع شدہ مواد سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مردہ ہونا ثابت کیا یعنی دلائل تو دونوں کے ایک ہیں۔ البتہ مدعا مختلف ہے۔ قادیانیوں نے انہیں دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کی اور منکرین عذاب قبر نے ان سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مردہ ہونا ثابت کیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علماء حق علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کثر اللہ سوادہم کو جنہوں نے کتاب وسنت کے دلائل و براہین سے واضح کیا کہ ان آیات بینات میں نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

موت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ''الحیات بعد الممات'' کی نفی۔ بلکہ یہ لوگ ''الذین ضلَ سعیھم فی الحیاۃ الدنیا'' کا مصداق ہیں۔ بندہ عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے ان کے شیخ الحدیث حضرت نیلوی صاحب کا رسالہ ''القول الاتم فی حیات عیسٰی بن مریم'' کافی ہے۔ جس میں انہوں نے قادیانی کے پیش کردہ انہیں دلائل و آیات کا جواب لکھا ہے۔

عقلی شبہات کا جواب

مغالطہ ۱۳: منکرین عذاب قبر عقلی شبہات کے ذریعہ بھی لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ مردہ تو قبر میں خاک ہو جاتا ہے اور اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جاتی ہیں اور ہندو اپنے مردوں کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں اور مردے پرندوں اور درندوں کے پیٹ میں چلے جاتے ہیں۔ پس ان کو عذاب کیسے ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی درحقیقت ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ''علی کل شئ قدیر'' ہے۔ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ وہ حسب منشاء سب کچھ کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ لہٰذا خاک اور راکھ شدہ مردہ کے ذرات سے روح کا تعلق جوڑ کر جزا و سزا دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں۔ اس کی قدرت سے کوئی شئی بعید نہیں ہے۔ علماء اہل سنت والجماعت نے اس قسم کے مغالطوں کا یہی جواب لکھا ہے۔

چنانچہ امام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ثم المعذب عند اھل السنة الجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادۃ الروح الیہ او الی جزء منہ و خالف فیہ محمد بن جریر و عبداللہ بن کرام و طائفة فقالوا لا یشترط اعادۃ الروح قال اصحابنا ھذا فاسد لان الالم و الاحساس انما یکون فی الحی قال اصحابنا و لا یمنع من ذالک کون المیت قد تفرقت اجزاءہ کما نشاھدہ فی العادۃ و اکلتہ السباع او حیتان البحر او نحو ذالک فکما ان اللہ تعالٰی یعیدہ للحشر وھم سبحانہ و تعالٰی قادر علی ذالک فکذا یعید الحیات الی جزء منہ و اکلتہ السماع والحیتان'' ترجمہ: پھر اہل سنت والجماعت کے نزدیک عذاب (دنیا والے) جس کو پورے جسد کو یا بعض اجزاء کو اس میں روح لوٹانے کے بعد ہوتا ہے۔ گو وہ اس کے کسی ایک جزء میں ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں محمد بن جریر اور عبداللہ بن کرام (جو فرقہ کرامیہ کا بانی گزرا ہے) اور کچھ دوسرے لوگوں نے اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ روح کا لوٹنا اس کے لئے شرط نہیں۔ ہمارے اصحاب (اہل سنت والجماعت) کا کہنا ہے عذاب میں یہ بات مانع نہیں کہ میت کے بدن کے اجزا مختلف جگہوں میں بکھر گئے ہوں جیسا کہ ہم روز دیکھتے ہیں یا ایسے (میت کو) درندوں نے یا سمندر کی مچھلیوں نے کھا لیا ہو یا ایسا ہی کوئی اور سبب واقع ہوا ہو۔ سو جیسے اللہ تعالیٰ ان ذرات منتشرہ کو حشر کے دن لوٹائے گا اور اللہ تعالیٰ ہر کمزوری سے پاک ہے اور وہ اس پر قادر ہے سو اسی طرح اللہ تعالیٰ اس میں گو اس کے کسی ایک حصہ بدن میں کیوں نہ ہو حیات لوٹا دیتا ہے گو اسے درندے اور مچھلیاں کھا چکے ہوں۔ (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۸۶)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مردہ انسان کے اجزاء خواہ خاک میں ہوں یا راکھ میں جنگلی درندوں کے پیٹ میں یا سمندری مچھلیوں کے پیٹ میں الغرض جہاں بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ روح کا تعلق اس کے اجزاء کے ساتھ جوڑ کر اس کو قبر کی جزاء و سزا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ ''علی کل شئی قدیر'' ہے عجز وغیرہ سے پاک اور برتر ہے۔ ان کے اس مغالطہ کا یہی جواب محقق ابو شکور السالمی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب (التمہید ص ۱۲۵) میں اور علامہ تفتازانی

نے (شرح عقائد ص ۷۷) میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۷) میں اور محقق علی الاطلاق حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح القدیر ج ۴ ص ۹۹) میں اور یہی جواب علامہ محقق جلال الدین الدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ (عقائد عضدیہ ص ۹۳) میں اور علامہ قرطبی نے (التذکرہ ص ۱۴۰، ۱۴۱) میں یہی جواب دیا ہے۔

یہ سب علماء اہل سنت والجماعت یہی فرماتے ہیں کہ مردہ جہاں ہے اور جس حال میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس کے اجزاء کے ساتھ روح کا تعلق جوڑ کر اس کو جزا یا سزا دیتے ہیں۔ شاید کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ہاں اللہ تعالیٰ قادر تو ہے کہ اجزائے منتشرہ کے ساتھ روح کا تعلق جوڑ دے۔

لیکن کرتا نہیں یا یہ وسوسہ پیدا ہو کہ یہ قدرت ہے قانون نہیں ہے تو گزارش ہے کہ مردہ انسان فرمانبردار ہوگا یا نافرمان بہرحال اس کو جزا یا سزا دینا عین انصاف اور قانون خداوندی ہے۔ آخر ایک مجرم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہے۔ اس کو سزا دینا کون سی لاقانونیت ہے۔

نیز: واضح رہے کہ ہر جگہ قدرت اور قانون ایک دوسرے کے مقابلہ میں استعمال نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ ایک دوسرے کی ضدیں ہیں بلکہ اکثر و بیشتر قانون قدرت کا اجتماع بھی ہوتا ہے جیسا کہ ناپاک قطرے سے انسان بنانا اللہ تعالیٰ کا قانون بھی ہے اور قدرت بھی اسی طرح بروز قیامت مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنا اس کی قدرت بھی ہے قانون بھی بعینہٖ اسی طرح قبر میں مردہ انسانوں کو جزا و سزا دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی ہے اور قانون بھی۔ گویا یہاں پر قدرت اور قانون کا حسین امتزاج ہے۔ ہر جگہ قدرت اور قانون کو ایک دوسرے کے مدمقابل سمجھنا اور ان کو ایک دوسرے کی ضدیں قرار دینا خود ایک مغالطہ ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ منکرین عذاب قبر کے شیخ الحدیث علامہ محمد حسین نیلوی صاحب نے جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ روح کے تعلق کو تسلیم کیا ہے۔

(ندائے حق جدید ص ۱۵، ۲۲، ۱۸۸، ۲۰۸، ۲۱۲)

نیز: اہل علم پر مخفی نہ رہے کہ یہ مغالطہ خاک راکھ شدہ مردہ کو عذاب کیسے ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے مشرکین مکہ سے حاصل کیا ہے۔ کیونکہ مشرکین مکہ ''والبعث بعد الموت'' یعنی قیامت کے منکر تھے اور اس عقیدہ کے متعلق قسم و قسم کے شبہات پیدا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے۔ ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ہمارا دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا ناممکن ہے اور مشکل و محال ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ مندرجہ ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے انہی شبہات کو نقل کر کے جواب دیا ہے کہ ہم قادر ہیں اور خاک و راکھ شدہ ذرات کو دوبارہ زندہ کرنا ہمارے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ بلکہ عین ممکن ہے اور تحت القدرت ہے۔

آیت نمبر ۱: ''ایعدکم انکم اذا متم و کنتم ترابا وعظاما انکم مخرجون ھیھات ھیھات لما توعدون'' ترجمہ: کیا یہ شخص تم سے یہ کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو نکالے جاؤ گے۔ بہت بعید ہے اور بہت بعید ہے جو بات تم سے کہی جا رہی ہے۔ (مومنون: ۳۶)

آیت نمبر ۲: ''وقالوا ءاذا ضللنا فی الارض ءانا لفی خلق جدید بل ھم بلقآء ربھم کافرون'' ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم جب زمین میں نیست و نابود ہو گئے تو کیا پھر نئے جنم میں آویں گے بلکہ وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہیں۔ (السجدہ: ۱۰)

آیت نمبر ۳: ''قال من یحی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشأھا اوّل مرۃ وھو بکل خلق

عظیم ’’ ترجمہ: کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہوگئی ہوں کون زندہ کرے گا۔ آپ جواب دیں کہ ان کو زندہ کرے گا جس نے اوّل باران کو پیدا کیا ہے اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ (یٰسین:۳۶)

آیت نمبر ۴: ’’ءاذا متنا و کنا ترابا ذالک رجع بعید‘‘ ترجمہ: جب ہم مرگئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے۔ (ق:۳)

آیت نمبر ۵: ’’ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه بلٰی قٰدرین علٰی ان نسوّی بنانه‘‘ ترجمہ: کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے ہم ضرور جمع کریں گے۔ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوریوں تک درست کریں گے۔ (القیامۃ:۴)

آیت نمبر ۶: ’’یقولون ءانا لمردودون فی الحافرة ءاذا کنا عظاما نخرة قالوا تلک اذا کرّة خاسرة‘‘ ترجمہ: کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجاویں گے پھر واپس ہوں گے کہ کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارہ کی ہوگی۔ (النازعات:۱۲)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا یہ ہیں مشرکین مکہ کے دلائل جن کو انہوں نے عقیدہ قیامت کے خلاف استعمال کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہات کو نقل کر کے جواب دیا ہے کہ ہم قادر ہیں۔ خاک اور راکھ شدہ ذرات کو دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں اور اب منکرین عذاب قبر پھر انہیں ہتھیاروں کو عقیدہ عذاب قبر کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ پس فرق صرف اتنا ہے کہ مشرکین مکہ انہیں دلائل سے قیامت کا انکار کرتے تھے اور یہ ان سے عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں۔ الحمدللہ! اس قسم کے شبہات سے نہ تو عقیدہ قیامت پر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ہی عقیدہ عذاب قبر پر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں ذرات سے روح کا تعلق جوڑ کر قبر میں جزا وسزا بھی دے سکتا ہے اور انہی ذرات کو قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھا بھی سکتا ہے۔

قبر کی کارروائی نظر کیوں نہیں آتی

مغالطہ ۱۴: منکرین عذاب قبر لوگوں کو یہ مغالطہ بھی دیتے ہیں کہ اگر قبر میں عذاب وثواب کی کارروائی ہوتی ہے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتی۔ حالانکہ قبر کی کارروائی ایک غیب کی چیز ہے اور ’’یؤمنون بالغیب‘‘ کے تحت اس پر بن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے۔ چونکہ یہ کارروائی انسانوں کی آنکھوں سے اوجھل ہے اور پس پردہ ہے۔ اسی لئے اس کو برزخ کی کارروائی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ برزخ بمعنی پردہ کے ہے علماء اہل سنت والجماعت نے اس مغالطہ کے کئی جواب لکھے ہیں۔ چند ایک آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں:

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ’’رہے وہ عامیانہ شبہات کہ دنیا میں دیکھنے والوں کو یہ ثواب وعذاب نظر نہیں آتے سو اس کے تفصیلی جوابات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ جنات اور فرشتے کسی کو نظر نہیں آ سکتے۔ مگر موجود ہیں۔ ہوا نظر نہیں آتی مگر موجود ہے۔ جس کائناتی فضا کا اس زمانہ میں راکٹوں کے ذریعہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔ وہ اب سے پہلے کسی کو نظر نہ آتی تھی۔ مگر موجود تھی۔ خواب دیکھنے والا خواب میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو کر سخت عذاب میں بے چین ہوتا ہے مگر پاس بیٹھنے والوں کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ اصول کی بات یہ ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم کے حالات

پر قیاس کرنا خود غلط ہے جب خالق کائنات نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد اس عذاب وثواب کی خبر دے دی تو اس پر ایمان واعتقاد رکھنا لازم ہے۔'' (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۶، ۲۳۷)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اہل سنت والجماعت کے اجتماعی عقیدوں میں ایک عقیدہ یہ ہے کہ قبر (یعنی عالم برزخ) میں مومن وکافر سب سے سوال ہوگا اور کافر اور فاسق کو عذاب ہوگا قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ جو دنیا وآخرت کے درمیان واسطہ ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ کیونکہ یہ امر فی نفسہٖ ممکن ہے اور نصوص شریعت سے باجماع امت ثابت ہے اور سوال وجواب کے معنی سمجھنے اور سمجھانے کے ہیں خواہ وہ آواز سے ہوں یا غیر آواز سے ہوں اور سمجھنے کے لئے مطلق زندگی کا ہونا ضروری ہے۔ جو انسان کے کسی جزء سے متعلق ہوسکتی ہے۔ لہٰذا منکرین کا یہ کہنا کہ ہم میت کو دیکھتے ہیں۔ مگر منکر نکیر کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی میت کی اور ان کی گفتگو سنتے ہیں اور نہ میت کے بدن پر کوئی علامات عذاب کی دیکھتے اور نہ ہی میت کے بدن پر کوئی علامات عذاب کی دیکھتے ہیں اور نہ ہی میت کے بدن میں کسی قسم کی جنبش یا کوئی اور علامت ہی دیکھنے آتی ہے۔

منکرین کا یہ قول صحیح نہیں منکرین کے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ وہ عالم ہی دوسرا ہے اس عالم کے احوال کے احوال کے مشاہدہ کے لئے اس عالم کی آنکھیں چاہئیں آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی اور آنحضرت ﷺ جبرئیل امین کا کلام سنتے تھے اور جبرائیل کو دیکھتے تھے۔ مگر حاضرین میں یہ استعداد نہ تھی کہ وہ جبرائیل کو دیکھ سکیں اور ان کا کلام سن سکیں۔ بسا اوقات انسان کو خواب میں شدید الم لاحق ہوتا ہے اور کبھی اس کو مسرت لاحق ہوتی ہے۔ مگر پاس والے آدمیوں کو یہ بات محسوس نہیں ہوتی اور خواب دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں بیداری کی حالت میں یہ چیز دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ وہ واقعہ میں سویا ہوا ہے اور اگر کوئی شخص اپنا خواب بیان کرے تو اس سے دلیل عقلی کا مطالبہ نہیں ہوسکتا۔ بعینہٖ یہی کیفیت منکر نکیر کے سوال وجواب کی ہے کہ مردہ ان کا کلام سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے۔

مگر پاس کے لوگوں کو اس کی مطلق خبر نہیں ہوتی ابھی سمجھ میں نہیں آتا، جب مرو گے معلوم ہوجائے گا۔ حیرت کا مقام ہے کہ لوگ منکر نکیر کے اور میت کے سوال وجواب کا انکار کرتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک سمیع وبصیر انسان کا ایک قطرہ آب سے پیدا ہوجانا اس سے ہزاروں درجہ عجیب وغریب ہے۔ مگر چونکہ روزمرہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے اس کے انکار پر قدرت نہیں اور جس امر ممکن کی قرآن وحدیث میں خبر دی ہو۔ مگر ان سائنس دانوں کی آنکھوں نے اس کا مشاہدہ نہ کیا ہو تو بے دھڑک اس کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ گویا کہ ان کی آنکھوں نے جس چیز کو دیکھا نہ ہو وہ ناممکن اور محال ہے۔ نابینا کو یہ حق نہیں کہ وہ بینا کے مشاہدہ کا انکار کرے۔''

(معارف القرآن ج ۴ ص ۱۳۸، ۱۳۹، از مولانا محمد ادریس صاحب)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک جسم جو ظاہر ہے اور نظر آتا ہے دوسری روح جو اگرچہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ لیکن اس کے ہونے کا ہم سب کو یقین ہے۔ پھر انسان کے ان دونوں جزؤں کا باہمی تعلق اس دنیا میں اس طرح ہے کہ تکلیف ومصیبت یا راحت ولذت کی جو کیفیت یہاں آتی ہے۔ وہ براہ راست جسم پر آتی ہے اور روح اس سے تبعاً متاثر ہوتی ہے۔ مثلاً انسان کی چوٹ لگتی ہے وہ زخمی ہوتا ہے یا مثلاً وہ کہیں آگ سے جل جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ چوٹ اور آگ کا تعلق براہ راست اس کے جسم سے ہوتا ہے۔ لیکن اس کے اثر سے روح کو بھی دکھ ہوتا ہے۔ اسی طرح کھانے پینے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ بھی

براہ راست جسم ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ لیکن روح بھی اس سے لذت حاصل کرتی ہے۔

الغرض اس دنیا میں انسان کے وجود اور اس کے حالات میں گویا جسم اصل ہے اور روح اس کے تابع ہے۔ لیکن قرآن وحدیث میں عالم برزخ کے متعلق جو کچھ بتلایا گیا ہے۔ اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔ یعنی اس عالم میں جس پر جو اچھی بری واردات ہوگی۔ وہ براہ راست اس کی روح پر ہوگی اور جسم اس سے تبعاً متاثر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے (شاید اسی لئے اس حقیقت کا سمجھنا ہمارے لئے آسان ہو جائے) اس دنیا میں بھی اس کا ایک نمونہ پیدا کر دیا ہے اور وہ عالم رؤیا یعنی خواب ہے عقل وہوش رکھنے والا ہر انسان اپنی زندگی میں بار بار ایسے خواب دیکھتا ہے جن میں اس کو بڑی لذت ملتی ہے یا بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن خواب میں یہ لذت یا تکلیف براہ راست دراصل روح کے لئے ہوتی ہے اور جسم تبعاً اس سے متاثر ہوتا ہے۔ یعنی خواب میں آدمی مثلاً جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ کوئی لذیذ کھانا کھا رہا ہے تو صرف یہ ہی نہیں دیکھتا کہ میری روح کھا رہی ہے یا خیالی قوت کھا رہی ہے۔ بلکہ اس وقت وہ یہی دیکھتا ہے کہ بیداری کی طرح وہ اپنے جسم والے منہ سے کھا رہا ہے، جس سے روزانہ کھایا کرتا ہے۔

اسی طرح خواب میں اگر یہ دیکھتا ہے کہ کسی نے اس کو مارا تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کی روح کو مارا گیا۔ بلکہ وہ اس وقت یہی دیکھتا ہے کہ مار اس کے جسم پر پڑی اور اس کے جسم پر اس وقت ویسی چوٹ لگی جیسی بیداری میں مار پڑنے سے لگتی ہے۔ حالانکہ واقعہ میں جو کچھ گزرتا ہے وہ خواب میں دراصل روح پر گزرتا ہے اور جسم اس سے تبعاً متاثر ہوتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی جسم کا یہ تاثر اتنا محسوس ہو جاتا ہے کہ آدمی بیدار ہونے کے بعد جسم پر اس کے نشانات اور اثرات بھی پاتا ہے۔ الغرض نیند کی حالت میں اچھے یا برے خواب دیکھنے والے شخص پر جو کچھ گزرتا ہے۔ اس کی نوعیت یہی ہے کہ وہ براہ راست اور اصلی طور پر روح پر گزرتا ہے اور جسم پر اس کا اثر تبعاً پڑتا ہے۔

اس لئے خواب دیکھنے والے کے قریب والا آدمی بھی اس کے جسم پر کوئی واردات گزرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ کیونکہ ہم اس دنیا میں کسی انسان کے انہیں حالات کو دیکھ سکتے ہیں جن کا تعلق براہ راست اس کے جسم سے ہو۔ پس عالم برزخ میں یعنی مرنے کے بعد سے قیامت کے دور میں اچھے برے انسان پر جو کچھ گزرنے والا ہے۔ جس کی بعض تفصیلات آگے آنے والی ہیں۔ حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں ان کی نوعیت بھی یہی ہے۔ وہ اصلی طور پر اور براہ راست روح پر گزرے گا اور جسم تبعاً اس میں شریک ہوگا اور عالم رویا (خواب) کے تجربات کی روشنی میں اس کو سمجھ لینا کسی سمجھنے والے آدمی کے لئے زیادہ مشکل نہیں ہے۔ امید ہے کہ اس دنیا اور عالم برزخ کے اس فرق کو جان لینے کے بعد وہ عامیانہ اور جاہلانہ شبہے اور وسوسے پیدا نہ ہوں گے جو قبر کے سوال وجواب اور عذاب ثواب کی حدیثوں کے متعلق بعض ضعیف الایمان اور کم عقل لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔''

(معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۸۸، ۱۸۹)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ والی اس دوسری حدیث میں اس سوال وجواب کے سلسلے میں قبر کا لفظ بھی آیا ہے اور اسی طرح بعض اور حدیثوں میں بھی قبر کا ذکر ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ سوال وجواب صرف انہیں سے مردوں سے مخصوص ہے جو قبر میں دفن ہوتے ہیں۔ دراصل قبر کا ذکر ان حدیثوں میں صرف اس لئے کر دیا ہے کہ وہاں مردوں کو قبروں ہی میں دفن کرنے کا عام رواج تھا اور لوگ صرف اسی طریقہ کو جانتے تھے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی طرف سے یہ سوال وجواب ہر مرنے والے سے ہوتا ہے۔

خواہ اس کا جسم قبر میں دفن کیا جائے۔ خواہ دریا میں بہایا جائے، خواہ آگ میں جلایا جائے، خواہ گوشت خور جانوروں کے پیٹ میں چلا جائے اور جیسا کہ اوپر بتلایا جا چکا ہے۔ یہ سب کچھ براہ راست اور اصلی طور سے روح کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم خواہ کہیں ہو اور کسی حال میں ہو وہ تبعاً اس سے متاثر ہوتا ہے اور خواب کی مثال اس کے سمجھنے کے لئے کافی ہے اور خواب کی مثال سے اس شبہ کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مردہ دو چار دن تک ہمارے سامنے پڑا رہتا ہے اور اس سوال و جواب کی آواز اس کی لاش سے کوئی نہیں سنتا اور نہ اس پر عذاب یا ثواب کا کوئی اثر معلوم ہوتا ہے۔ پس یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ خواب میں ایک آدمی پر سب کچھ گزرتا ہے وہ بات چیت کرتا ہے کھاتا پیتا ہے۔ لیکن اس کے برابر والوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا اسی قسم کے عامیانہ اور جاہلانہ شبہوں میں سے قبر کے اس سوال و جواب پر ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ قبر میں جانے کے لئے جب کوئی راستہ اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا روزن بھی نہیں ہوتا تو فرشتے اس میں جاتے کس طرح ہیں۔ یہ شبہ دراصل ان حقیقت ناشناسوں کا ہوتا ہے جو فرشتوں کو شاید اپنی طرح گوشت پوست سے بنے ہوئے مادی مخلوق سمجھتے ہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ فرشتوں کے کہیں پہنچنے کے لئے دروازے یا کھڑکی کی ضرورت نہیں۔ ہماری نگاہیں یہ آفتاب کی شعائیں جس طرح شیشوں میں سے نکل جاتی ہیں اس طرح فرشتے اپنے وجود کی لطافت اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت سے پتھروں میں سے پار ہو جاتے ہیں۔ سبحانہٗ وتعالیٰ شانہ!'' (معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۹۵، ۱۹۶)

قارئین کرام! بندہ صرف انہی تین حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہے۔ ورنہ علماء اہل سنت میں جس نے بھی عقیدہ عذاب قبر پر قلم اٹھایا ہے۔ اس نے عذاب قبر کی یہی تشریح کی ہے اور اسی طریقے سے شبہات کا جواب دیا ہے اور عذاب کی یہی صورت برحق اور سچ ہے اور کتاب وسنت کے مطابق ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ اس کے علاوہ عذاب قبر کا کوئی اور مطلب بیان کرنا ضلالت اور گمراہی ہے۔ کیونکہ وہ انکار عذاب قبر کے مترادف ہے۔

موت وحیات کی نسبت انسان کی طرف ہوتی ہے

مغالطہ ۱۵: منکرین عذاب قبر ایک مغالطہ یہ بھی دیتے ہیں کہ جب کسی انسان کی طرف مات یموت موتاً کی نسبت کی جاتی ہے۔ اس سے صرف جسد عنصری مراد لیتے ہیں۔ یعنی موت صرف جسد پر وارد ہوتی ہے اور موت کے بعد جب انسان کی طرف حیات، ثواب وعذاب، جزاوسزا اور دخول جنت یا دخول نار کی نسبت کی جاتی ہے تو اس سے صرف روح مراد لیتے ہیں۔ یعنی یہ سب کچھ روح کو حاصل ہوا اور جسد عنصری کا ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ مثلاً جب کہا جائے کہ ''مات الانسان و دخل الجنة'' یہ اپنی کج فہمی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ موت صرف جسد عنصری پر وارد ہوئی اور جن میں صرف روح داخل ہوئی۔ حالانکہ یہ ان لوگوں کا مغالطہ ہے۔ کیونکہ موت کی نسبت بھی انسان کی طرف ہے اور دخول جنت کی نسبت بھی انسان کی طرف ہے اور انسان روح اور جسد کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔

لہٰذا موت کا محل وقوع بھی پورا انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ ہے۔ کیونکہ موت نام ہے روح اور جسد کے جدا ہونے کا جس طرح بوقت موت روح جسد سے جدا ہوتی ہے اسی طرح جسد روح سے جدا ہوتا ہے۔ پس موت پورے انسان پر وارد ہوتی ہے اور دخول جنت بھی پورے انسان کو نصیب ہوتا ہے۔ اس کج فہمی کا نتیجہ ہے کہ وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کے صرف روح مبارک کو رفیق اعلیٰ میں سمجھتے ہیں اور آپ کے جسد اطہر کو رفیق اعلیٰ سے محروم سمجھتے

ہیں۔ حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے رفیق اعلیٰ صرف روح کے لئے نہیں بلکہ اپنی ذات کے لئے مانگا تھا اور یقیناً رفیق اعلیٰ آپ کی ذات اقدس یعنی روح اور جسد کے مجموعہ کو نصیب ہوا نہ کہ صرف روح کو ورنہ لازم آئے گا کہ آپ ﷺ کی آخری دعا آپ کی ذات کے لئے قبول نہ ہوئی۔ اسی طرح یہ بھی ان لوگوں کی کج فہمی کا نتیجہ ہے کہ حدیث بخاری میں آیا کہ حضور اکرم ﷺ نے عالم خواب میں بادل کے اندر ایک مکان دیکھا آپ کے پوچھنے پر بتایا گیا یہ مکان آپ کی ذات مبارک کا ہے۔ (کیونکہ مخاطب آپ کی ذات تھی) آپ ﷺ نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا لیکن آپ کو کہا گیا کہ آپ کی (دنیوی زندگی) کے کچھ ایام باقی ہیں۔ یعنی مرنے کے بعد برزخی زندگی میں آپ کی ذات بابرکات کو یہ مکان حاصل ہوگا۔ لیکن کج فہم اس مقام کو حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں اور جسد اطہر کو اس مکان سے محروم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس مکان کا وعدہ آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ تھا اور حسب وعدہ وہ مکان آپ کی ذات اقدس کو مل گیا اور آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں سوتے ہوئے روح اور جسد سمیت اس مقام میں ہیں اور رفیق اعلیٰ میں ہیں۔ جیسا کہ ایک مخلص حاجی صاحب عالم خواب میں اپنے مکان میں سوتے ہوئے مکہ اور مدینہ کی سیر کرتا ہے۔

الحمد للہ ثابت ہوگیا کہ موت کی نسبت پورے انسان کی طرف ہوتی ہے اور موت کے بعد حیات کی نسبت اور جزا و سزا کی نسبت اور ثواب و عذاب کی نسبت بھی پورے انسان کی طرف ہوتی ہے۔ ورنہ نسبت کا انتشار لازم آئے گا اور اس انتشار کی کتاب و سنت میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

کیا اعادہ روح کی حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں؟

مغالطہ ۱۶: منکرین عذاب قبر لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ اعادہ روح کی تمام حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔ لہٰذا نا قابل قبول ہیں۔ حالانکہ یہ نرا مغالطہ ہے۔ کیونکہ کسی حدیث کا کسی آیت کے خلاف ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنا ہر کسی کا کام نہیں ہے۔ بلکہ علوم شریعت کے ماہرین یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں آیت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ظاہر بین لوگوں کو تو ''احلت لنا میتتان'' والی حدیث آیت قرآنی کے خلاف نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے دو میتہ حلال کی گئی ہیں۔ جب کہ قرآن مجید میں ہے ''حرمت علیکم المیتة'' یعنی تم پر میتہ حرام کی گئی ہے۔ لیکن ماہرین شریعت بتاتے ہیں کہ یہ حدیث آیت کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ حدیث تخصیص کے لئے ہے۔ یعنی مچھلی اور مکڑی اور باوجود میتہ ہونے کے ''حرمت علیکم المیتة'' کے عموم سے مستثنیٰ ہے۔ قرآن مجید میں ایسی کئی آیات موجود ہیں۔ جن کا بظاہر کسی حدیث سے تعارض معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت تعارض نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ حدیث اس آیت کی تشریح اور توضیح اور تفصیل ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید بحیثیت متن کے ہے اور حدیث رسول ﷺ اس کی شرح اور تفسیر ہے۔

اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں ''وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم'' یعنی اے پیغمبر ﷺ ہم نے آپ کی طرف قرآن اتارا ہے تا کہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا فرض منصبی قرآن مجید کو بیان کرنا ہے اور احادیث صحیحہ قرآن مجید کا بیان ہیں نہ خلاف۔ پس پہلی بات یہ ہے کہ یہ لوگ تعارض پہچاننے کے اہل ہی نہیں ہیں جو لوگ اس کے اہل

ہیں انہوں نے اعادہ روح کی حدیثوں کو قرآن مجید کے خلاف نہیں سمجھا بلکہ ان کو صحیح کہا اور ان کے مطابق عقیدہ رکھا اعادہ روح فی القبر حق ہے

یہی وجہ ہے کہ تمام محدثین، مفسرین، فقہاء اور متکلمین اعادہ روح کے قائل ہیں۔ کوئی ایک بھی عدم اعادہ کا قائل نہیں بلکہ اسلام کی چودہ سو سال تاریخ منکرین اعادہ روح سے خالی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ماہرین شریعت یہ کام کر کے فارغ ہو چکے ہیں جو حدیثیں آیات قرآنی کے مخالف تھیں ان کو صحیح نہیں کہا اور جن کو صحیح قرار دیا وہ قرآن کے مخالف نہیں۔ لہٰذا اب یہ کام از سر نو شروع کرنے کی نہ ضرورت ہے نہ حاجت۔

تیسری بات یہ ہے کہ بقول ان کے اگر اعادہ روح کی حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں تو یہ لوگ خود بھی اعادہ روح کے قائل ہیں۔ البتہ فرق اتنا ہے کہ اہلسنت والجماعت کہتے ہیں کہ اعادہ روح جسد عنصری حقیقی کی طرف ہوتا ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اعادہ جسد مثالی مصنوعی کی طرف ہوتا ہے۔ بہر حال اگر اعادہ روح قرآن مجید کے خلاف ہے تو ان کا اپنا اعادہ بھی قرآن مجید کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ جسد عنصری اور جسد مثالی کی تفریق کہیں موجود نہیں ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ درحقیقت اعادہ روح کی حدیثیں قرآن کی کسی آیت کے خلاف نہیں ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی کسی آیت سے اعادہ روح اور تعلق روح کی نفی ہوتی نہیں ''یمسک التی قضی علیھا الموت'' وغیرہ آیات سے اعادہ روح کی نفی ہرگز نہیں ہوتی۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ ان آیات سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مر جانے کے بعد حضرت انسان کا دنیا میں دوبارہ اعادہ نہیں ہوگا۔ بات ہے اعادہ انسان کی اور انہوں نے بنا دی اعادہ روح کی اور اللہ تعالیٰ کا قانون بھی یہی ہے کہ مردہ انسان دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گا۔ یہ قانون قرآن مجید میں کہیں نہیں لکھا کہ عالم برزخ میں روح کا اعادہ جسد کی طرف نہ ہوگا اور اس کو قانون خداوندی کہنا کتاب اللہ پر بہتان ہے اور ''یمسک التی قضی علیھا الموت'' سے استدلال کرنا کلمۃ حق ''ارید بھا الباطل'' کی شرمناک مثال ہے۔

الحمدللہ بندہ عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق جواہر القرآن میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ مؤلف جواہر القرآن مسئلہ تعلق و عدم تعلق پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اس کے بارے میں سکوت احوط ہے۔'' (جواہر القرآن ص ۱۹۴)

اگر بالفرض قرآن مجید عدم تعلق اور عدم اعادہ پر ناطق ہوتا تو شیخ القرآن اس بارے میں ہرگز ساکت اور صامت نہ ہوتے۔ سکوت کو احوط کہنا دلیل ہے۔ اس بات کی کہ قرآن مجید کی کسی آیت سے تعلق اور اعادہ کی نفی نہیں ہوتی۔ حضرت شیخ القرآن مزید فرماتے ہیں۔ ''اگر کوئی شخص غیر معلوم الکیفیت تعلق کا اثبات کرتا ہے تو وہ بھی قابل ملامت نہیں۔ کیونکہ متقدمین میں ایک کثیر جماعت مختلف عنوان کے ساتھ اس کی قائل ہے۔'' (جواہر القرآن ص ۱۹۴)

اگر عقیدہ تعلق روح اور اعادہ روح قرآن مجید کے خلاف ہوتا تو حضرت شیخ القرآن ہرگز نہ فرماتے کہ اس عقیدہ والا شخص قابل ملامت نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کے خلاف عقیدہ رکھنے والا تو قابل ملامت ہے نہ کہ نا قابل ملامت۔ پس ثابت ہوا کہ اعادہ روح اور تعلق روح کا عقیدہ قرآن مجید کی کسی آیت کے خلاف نہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ واضح ہو کہ اعادہ روح بھی تعلق کی ایک قسم ہے اور یہ تعلق روح نا معلوم الکیفیت ہے اس کی کنہ و حقیقت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اس تعلق کی کیفیت نہ تو ہمیں بتائی گئی ہے اور نہ ہی ہم اس کے جاننے کے مکلف ہیں۔ بہر حال عالم قبر و برزخ میں روح اور جسد کا تعلق و رشتہ برحق ہے۔ کیونکہ یہ تعلق جزا و سزا کا ذریعہ ہے۔

عذاب میت کو ڈاکٹر کے پوسٹ مارٹم پر قیاس کرنا خود غلط ہے

مغالطہ ۱۷: منکرین عذاب قبر لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ مردہ نعش کا ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کرتے ہیں اور اس کو چیرتے پھاڑتے ہیں۔ لیکن اس کو تکلیف نہیں ہوتی۔ لہٰذا مردہ کو قبر میں عذاب بھی نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ بھی مغالطہ ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو ڈاکٹر پر قیاس کیا ہے۔ یعنی اگر ڈاکٹر تکلیف نہیں دے سکتا تو اللہ تعالیٰ عذاب بھی نہیں دے سکتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ''لیس کمثلہ شئ'' اور ''علی کل شئ قدیر'' ہے وہ مردہ انسان کو جزا وسزا دینے پر قادر ہے صرف قدرت ہی نہیں بلکہ جزا وسزا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو آگ، پہاڑ، زمین و آسمان وغیرہ سے باتیں کرتا اور ان کی باتوں کو سمجھتا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ اس کی تسبیح پڑھتا ہے اور وہ ان کی تسبیحات کو سنتا ہے اور سمجھتا ہے۔ لیکن ہم نہیں سمجھتے۔ پس جو قادر مطلق پتھروں پہاڑوں وغیرہ کو بات سننے اور کرنے کی لیاقت اور صلاحیت دے سکتا ہے وہ مردہ انسان کو جزا وسزا بھی دے سکتا ہے اور ان میں جزا وسزا کا ادراک وشعور بھی پیدا کر سکتا ہے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

تعجب ہے کہ بہانگ دہل توحید وسنت کی اشاعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے متعلق گمان کریں کہ وہ مردہ کو جزا وسزا نہیں دے سکتا۔ کیا اللہ تعالیٰ تو یہ نعوذ باللہ عاجز ہو گیا ہے؟ یا مردہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نکل گیا ہے؟

جب کچھ بھی نہیں ہوا تو کیا وجہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو جزا وسزا نہ دے، حالانکہ مردہ انسان اگر نافرمان ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آچکا ہے اور اس کو سزا دینا عین انصاف اور قانون الٰہی ہے اور اگر فرمانبردار ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا مہمان خاص ہے اور اس کا اکرام واحترام کرنا عدل واحسان والے قانون کا مقتضیٰ ہے۔ پس مردہ انسان کو جزا وسزا دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور مردہ انسان میں جزا وسزا کے ادراک کی صلاحیت ہے اور یہ جزا وسزا قانون خداوندی کے تحت ہے اس کو خلاف قانون کہنا خود خلاف عقل ہے۔ الحمد للہ علی ذالک!

مغالطہ ۱۸: منکرین عذاب قبر میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ انسان صرف روح ہے اور جسد انسان نہیں ہے۔ یہ بھی ان لوگوں کا مغالطہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ایسی بیسیوں آیات موجود ہیں جن میں نطفے اور مٹی سے تیار ہونے والے جسد کو انسان کہا گیا ہے اور اگر ان لوگوں کی بات تسلیم کر لی جائے تو مسئلہ حشر اجساد کی کوئی اہمیت وحیثیت باقی نہیں رہتی۔ حالانکہ مسئلہ حشر اجساد قرآن مجید میں معرکۃ الآراء ہے کیونکہ مشرکین مکہ حشر اجساد کے قائل نہیں تھے اور کہتے تھے کہ آدمی مرجانے کے بعد خاک وراکھ ہو جاتا ہے اور اس کی ہڈیاں چورا چورا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس کا دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا ناممکن اور محال ہے اور اللہ تعالیٰ نے بڑے زوردار دلائل سے ثابت کیا کہ خاک وراکھ شدہ آدمی کو دوبارہ زندہ کرنا میری قدرت میں ہے اور میں یہ سب کچھ کر سکتا ہوں۔ اگر ان لوگوں کی منطق صحیح ہوتی تو پھر اللہ تعالیٰ کو ایسے طریقے سے جواب دینے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ مشرکین کو یوں جواب دیا جاتا کہ تمہارے سارے اشکال وشبہات تو جسد عنصری سے متعلق ہیں۔ حالانکہ یہ جسد عنصری تو انسان ہی نہیں اور انسان تو روح ہے اور اسی کا دوبارہ حشر ہوگا۔ اس آسان جواب کو چھوڑ کر زور دینا کہ ہم قادر ہیں۔ اس خاک وراکھ شدہ آدمی کو دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں حتیٰ کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک کو بھی دوبارہ بنائیں گے۔ ''بلیٰ قادرین علی ان نسوی بنانہ'' دلیل ہے اس بات کی کہ جسد عنصری پر انسان اور آدمی کا اطلاق صحیح ہے۔

جسد بھی دکھ وسکھ کو محسوس کرتا ہے

مغالطہ ۱۹: بعض منکرین عذاب قبر یہ کہتے ہیں کہ جسد عنصری کو دکھ سکھ کا احساس نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ ثواب وعقاب سے متاثر ہوتا ہے دکھ وسکھ کو صاف روح محسوس کرتی ہے اور وہی جزا وسزا سے متاثر ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی ان لوگوں کا مغالطہ ہے اور بالکل بداہت کے خلاف ہے۔ جس کو کوئی عقل مند باور نہیں کر سکتے۔ یہ تو ایسے ہیں جیسے کوئی شخص کہے کہ جسد عنصری کھاتا پیتا ہے اور کرتا سہتا ہے اور روح نہ کچھ کرتی ہے اور نہ کچھ سہتی ہے۔ حالانکہ یہ دونوں نظریے غلط ہیں دکھ سکھ اور رنج وراحت سے یہ دونوں متاثر ہوتے ہیں اور جزا وسزا دونوں کو محسوس ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ جسد عنصری جو کچھ کرتا ہے وہ روح کے تعلق کی وجہ سے کرتا ہے۔ اگر روح جدا ہو جائے تو جسد کچھ نہیں کر سکتا تو کہا جائے گا کہ روح بھی جو کچھ کرتی ہے جسد عنصری کے شامل ہونے کے بعد کرتی ہے۔ اکیلی روح بغیر جسد کے کچھ بھی نہیں کر سکتی حتی کہ وعدہ الست میں روح کے لئے جسد مہیا کیا گیا۔ تب خطاب سنا اور جواب دیا۔

پس حقیقت یہ ہے کہ کسی کام کرنے یا نہ کرنے میں یہ دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ان کے اشتراک اور تعلق سے کام اعمال وجود میں آتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے دونوں دکھ وسکھ اور ثواب وعقاب سے متاثر ہوتا ہے۔ البتہ عالم دنیا میں روح اور جسد کا رشتہ اور قسم کا ہے اور عالم برزخ میں یہ تعلق اور طرح کا ہے اور پھر عالم آخرت کا تعلق اور طرح کا ہوگا۔ بہرحال یہ تعلق باختلاف انواع ہر عالم میں مسلم ہے۔ آخر میں مسلم شریف کی ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسد رنج وراحت سے متاثر ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میدان محشر میں جب بندے کے خلاف اس کے اپنے اعضاء گواہی دیں گے تو بندہ غصہ میں آکر اپنے جسم کے اعضاء کو کہے گا ''بعدالکن وسحقا فعنکن اناضل'' یعنی تم غارت برباد ہو میں نے تو دنیا میں جو کچھ کیا تمہارے ہی آرام پہنچانے کے لئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جسد آرام دہ چیزوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

منکرین اپنے عقیدہ کو کیوں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں

مغالطہ ۲۰: منکرین عذاب قبر نے اپنے عقیدہ کے متعلق لوگوں کو مغالطہ میں رکھا ہوا ہے اس لئے کھل کر واضح لفظوں میں اپنا عقیدہ بیان نہیں کرتے اور بہت کم شاذ ونادر اپنے عقیدہ کو ظاہر کرتے ہیں اور اکثر وبیشتر اجمال سے کام لیتے ہیں تاکہ اس پر پردہ پڑا رہے۔ جب بھی ان سے ان کا عقیدہ دریافت کیا جائے تو کہتے ہیں ہم حیات برزخ کے قائل ہیں۔ ہم اعلیٰ، ارفع، اکمل حیات کے قائل ہیں۔ تم حضور اکرم ﷺ کو قبر میں مانتے ہو اور ہم آپ ﷺ کو جنت میں مانتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کو علیین میں مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب اجمالی باتیں ان سے عقیدہ کھل کر سامنے نہیں آتا۔ کیونکہ تمہارے نزدیک حیات برزخی کا کیا مفہوم ہے؟ اس کو واضح نہیں کیا گیا اسی طرح اعلیٰ، ارفع، اکمل حیات سے تمہاری مراد کیا ہے؟ اس کو واضح نہیں کیا گیا۔ اسی طرح تم لوگ حضور اکرم ﷺ کو جنت یا علیین میں مانو لیکن آپ ﷺ کس شکل وصورت کے ساتھ جنت میں ہیں؟ تم لوگ حضور اکرم ﷺ کی ''الحیات بعدالممات'' کو بے شک حیات برزخی کہو۔ اس کو اعلیٰ، ارفع اور اکمل اجمل کہو۔ آپ ﷺ کو جنت، علیین اور رفیق اعلیٰ میں مانو۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ اس حیات برزخی میں آپ کا جسد عنصری میں شامل

ہے یا نہیں؟ آپ ﷺ کو حیات برزخی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعام اکرام مل رہے ہیں۔ ان سے جسد عنصری محظوظ ہے یا محروم۔ خدانخواستہ اگر جسد عنصری ہر قسم کی حیات اور انعام وکرام سے (معاذ اللہ) محروم ہے تو کیا آپ ﷺ کی روح مبارک کو کوئی اور جسد عطا کیا جاتا ہے یا نہ؟ اس سب باتوں کو پردے میں رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ''الا قلیل'' ان تفصیلات کو پس پردہ رکھنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان لوگوں کا ان تفصیلات میں ایک نظریہ نہیں ہے۔ بلکہ جتنے منہ اتنی باتیں والا قصہ ہے۔ کسی ایک کا عقیدہ کسی دوسرے سے نہیں ملتا۔

لہٰذا یہ لوگ اپنی خیر اسی میں سمجھتے ہیں کہ ان تفصیلات میں نہ پڑا جائے ورنہ خانہ جنگی شروع ہو جائے گی اور اخفاء کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عقیدہ اہل سنت والجماعت سے ہٹ کر یہ لوگ جو عقیدہ الحیات بعد الممات کے متعلق بتائیں۔ اس عقیدہ کی قرآن مجید میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے عقیدہ کی تفصیلات کھول کر بیان کریں تو اس کی قرآن وحدیث سے دلیل بھی دینی پڑے گی اور کتاب وسنت سے دلیل ملتی نہیں۔ لہٰذا خیر اسی میں ہے کہ تفصیلات میں نہ پڑا جائے تاکہ راز فاش نہ ہو۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ان لوگوں نے اہل سنت والجماعت کے مسلک حقہ کو چھوڑ دیا ہے اور جو شخص بھی مسلک اہل سنت والجماعت کو چھوڑتا ہے اس کا انجام ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ کیونکہ صراط مستقیم اہل سنت والجماعت کا راستہ اور یہی لوگ ''منعم علیھم فماذا بعد الحق الا الضلال''

چونکہ یہ لوگ الحیات بعد الممات کے متعلق مختلف نظریات وخیالات رکھتے ہیں۔ لہٰذا بندہ عاجز ان سب خیالات ونظریات کو علیحدہ علیحدہ ذکر کر کے ہر ایک کا بے بنیاد اور بے اصل ہونا ثابت کرتا ہے۔

پہلا نظریہ

بعض منکرین عذاب قبر کا یہ نظریہ ہے کہ مرنے کے بعد جزا وسزا یا ثواب وعقاب صرف روح مجرد کو ملتی ہے اور جسد عنصری بالکل اس میں حصہ دار نہیں ہوتا۔ یہ نظریہ اس لئے باطل ہے کہ اس نظریہ کے دو جز ہیں۔ ایک یہ کہ جزا وسزا روح مجرد کو ملتی ہے۔ دوسرا یہ کہ جسد عنصری کو جزا وسزا نہیں ملتی۔ یعنی روح مجرد کے لئے اثبات اور جسد کے لئے نفی۔ خیر سے اس نظریہ کی دونوں جزئیں نہ قرآن سے ثابت نہ حدیث سے۔ کیونکہ عالم قبر وبرزخ کی جزا وسزا کے سلسلہ میں عموماً قرآن وحدیث میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

وہ یہ ہیں ''المیت، المؤمن، الکافر، المنافق، الفاسق، المشرک، الرجل، الصالح، الفاجر، الیھود، الذین آمنوا، الذین کفروا، آل فرعون، قوم نوح وغیرہ، العبد، الموتی'' مثلاً حدیث میں ہے ''اذا اقبر المیت اتاہ ملکان۔ اذا ادخلت المیت القبر، المسلم اذا سئل فی القبر فیجلس الرجل فی قبرہ، یسلط علی الکافر فی قبرہ تسعۃ وتسعین تنینا، ان العبد اذا وضع فی قبرہ وغیرہ وغیرہ''

اور اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ان الفاظ کا اطلاق ارواح مجردہ پر نہیں بلکہ روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ اگر اس سلسلہ میں روح کا لفظ استعمال بھی ہوا ہے تو اس سے روح مجرد ہرگز مراد نہیں۔ بلکہ جسد عنصری بالتبع اس میں مذکور ہے۔ کیونکہ اس عالم قبر وبرزخ میں روح اصل ہوتی ہے اور جسد اس کے تابع۔ پس جس طرح دنیاوی تکلیف کو جو کہ جسد اور روح دونوں کو ہوتی ہے۔ اذیت جسمانی کہہ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس عالم میں جسد اصل ہے اور روح اس

کے تابع ہے اسی عالم قبر و برزخ میں روح اور روحانی کے لفظ سے جسد کی نفی نہیں ہوتی بلکہ جسد بالتبع مذکور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ روح کے ساتھ جسد کا جزا و سزا میں شریک ہونا آیات کثیرہ اور آحادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے پس اگر کسی روایت میں جسد کا لفظ بالتصریح مذکور نہیں ہے تو اس سے جسد کی نفی سمجھ لینا کج فہمی کا نتیجہ ہے۔

بعض روایات میں اس سلسلہ میں لفظ النسمہ اور النفس بھی استعمال ہوا۔ لیکن نسمہ اور نفس سے روح مجرد مراد نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر و بیشتر ان الفاظ کا اطلاق پورے انسان یعنی روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نسمہ انسان کو کہتے ہیں (کتاب الروح ص ۱۳۱ اور مجمع البحار ج ۳ ص ۳۵۳) میں بھی یہی لکھا ہے اور ان کے شیخ الحدیث صاحب نے بھی یہی لکھا ہے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ عہد نسمہ سے ہوا جو جسم مع الروح کا نام ہے (ندائے حق جدید ص ۲۰۶) اسی طرح قرآن مجید کی بیسوں آیات ایسی ہیں جن میں لفظ نفس پورے انسان یعنی روح اور جسد کے مجموعہ پر بولا گیا ہے۔ مثلاً ''اذ قتلتم نفسا'' اور ''النفس بالنفس'' اور ''لا یکلف اللہ نفسا'' وغیرہ آیات میں نفس سے مراد پورا انسان ہے اور ''یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی'' میں بھی نفس سے مراد پورا انسان ہے۔ کیونکہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نفس مطمئنہ کو خطاب فرما رہے ہیں کہ میرے بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔ آیت میں لفظ عبادی، استعمال ہوا ہے اور عبادی عبد کی جمع ہے جب نفس کو کہا جا رہا ہے کہ میرے عباد میں داخل ہو جا تو نفس مطمئنہ بھی عبد ٹھہرے گا۔ اسی تو اس کو عباد میں شامل کیا جا رہا ہے اور عبد روح اور جسد کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ اگر دلیل مطلوب ہے تو ''سبحان الذی اسری بعبدہ'' کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں اطمینان نصیب ہو جائے گا۔

باقی رہا یہ اشکال کہ نفس و نسمہ کا جنت میں داخل ہونا یقینی ہے کیونکہ قرآن و حدیث سے ثابت، ادھر جسد عنصری کا قبر میں ہونا بھی ظاہر ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی تو جواباً عرض ہے کہ مردہ انسان کا قبر میں ہوتے ہوئے جنت میں روح مع الجسد سیر و سیاحت کرنا ایسے ہے جیسا کہ خواب دیکھنے والا شخص اپنی چار پائی پر سوتے ہوئے روح مع الجسد مختلف مقامات کی سیر کرتا ہے۔

بر سبیل تنزل: اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ نفس و نسمہ سے مراد روح ہے تب بھی اس سے جسد عنصری کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ عالم قبر و برزخ میں روح کے ذکر کے ساتھ جسد بھی بالتبع مذکور ہوتا ہے اور تابع ہونے کی وجہ سے اس کے نام کی تفسیر ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ بھلا ایسے انداز سے جسد عنصری کی نفی کیونکر متصور ہو سکتی ہے۔ جب کہ آیات کثیرہ و احادیث متواترہ سے جسد عنصری کا جزا و سزا میں شامل ہونا ثابت ہے۔

اور اسی پر اجماع امت ہے پس کسی ایک آدھ جگہ میں جسد کی تصریح نہ ہونے کی وجہ سے خود جسد کی نفی سمجھ لینا کوتاہ فہمی ہے۔ پس اس عقیدہ و نظریہ کے دونوں اجزا روح مجرد کے لئے جزا و سزا کا اثبات اور جسد عنصری کی نفی بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ کیونکہ کتاب و سنت میں اس نظریہ کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ لہٰذا یہ نظریہ باطل ہے۔ نیز یہ نظریہ اس لئے بھی باطل ہے کہ روح بولنے اور سننے اور دیکھنے وغیرہ میں جسد کی محتاج ہے۔ کیونکہ وہ تو جسد کی آنکھوں سے دیکھتی ہے اور جسد کی زبان سے بولتی ہے اور جسد کے کانوں سے سنتی ہے۔ پس جب عالم برزخ میں اس کو کوئی جسد مہیا نہیں کیا گیا تو وہ بغیر جسد کے کیسے کام چلاتی ہے۔

دوسرا نظریہ

بعض منکرین عذاب قبر کا یہ نظریہ ہے کہ عالم قبر و برزخ میں روح مجرد پر جزا و سزا وارد نہیں ہوتی۔ کیونکہ روح جزا و سزا بھگتنے کے لئے کسی جسد کی ضرور محتاج ہے۔ لیکن یہ لوگ جسد عنصری اصلی حقیقی کی بجائے روح کے لئے ایک اور جسد تجویز کرتے ہیں۔ جس کا نام ہے جسد مثالی۔ یعنی مصنوعی اور نقلی۔ گویا اس نظریہ کے تین اجزاء ہیں۔ ایک یہ کہ جزا و سزا کے لئے روح کی جسد کی طرف احتیاج، دوسرا جسد مثالی کی تجویز، تیسرا جسد عنصری سے جزا و سزا کی نفی۔ جہاں تک تعلق ہے پہلی جز کا تو وہ صحیح ہے اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق ہے۔ واقعی روح جزا و سزا کے معاملہ میں جسد کی محتاج ہے۔ لیکن اس نظریہ کی بقیہ دونوں جزئیں بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔ کیونکہ:

اوّلا: عالم برزخ میں روح کے لئے جسد مثالی تجویز کرنا پھر روح کو اس میں داخل سمجھ کر زندہ کہنا نہ قرآن سے ثابت ہے نہ کسی صحیح حدیث سے۔

ثانیا: جب جسد عنصری حقیقی چاہے جس حال میں بھی ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں محفوظ ہے تو اللہ تعالیٰ کو دوسرے جسد مثالی بنانے کی کیا ضرورت ہے؟

ثالثا: عالم دنیا میں یہ جسد عنصری نیکی اور برائی میں روح کا شریک کار رہا ہے اگر عالم برزخ میں اس کو محروم کر دیا جائے اور جسد مثالی کو شامل تفتیش کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف ناانصافی کی نسبت لازم آتی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور منزہ ہے۔ ''ان اللہ لا یظلم الناس شیئا''

رابعاً: منکرین عذاب قبر قبر کی زندگی کو اس لئے ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ اس سے ایک تیسری حیات لازم آتی ہے حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ دو موتیں ہیں اور دو حیاتیں۔

حالانکہ علماء اہل سنت والجماعت بار بار وضاحت کر چکے ہیں کہ قبر کی زندگی کوئی مستقل حیات نہیں ہے۔ بلکہ وہ نوع من الحیات ہے اور وہ حیات اتنی خفیف قسم کی ہے کہ جسد کو گلنے، سڑنے پھٹنے سے بھی محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ الّا ماشاء اللہ! وہ صرف اتنی حیات ہے جس سے مردہ انسان قبر کی جزا و سزا کو محسوس کرتا ہے۔ چونکہ قرآن مجید میں جہاں دو موتیں اور دو حیاتیں بیان ہوتی ہیں وہ مستقل حیاتیں ہیں اور قبر کی زندگی مستقل حیات نہیں ہے۔ اس لئے اس کو بالتصریح ان کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اس حیات دنیا کا تتمہ بنا کر اس میں ضمناً مذکور سمجھا گیا یا پھر حیات آخر کا مقدمہ بنا کر اس میں ضمناً مذکور سمجھا گیا۔ ان لوگوں نے اس وضاحت کے باوجود شور مچا رکھا ہے کہ علماء اہل سنت والجماعت دیوبند تین حیاتوں کے قائل ہیں۔ جب کہ قرآن مجید میں ہے کہ دو موتیں اور دو حیاتیں ہیں۔

لہٰذا ان کا عقیدہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔ پس جب یہ لوگ عالم برزخ میں روح کو جسد مثالی میں داخل سمجھیں گے تو دو حیاتوں پر تیسری حیات مستقل کا اضافہ ہوگا اور جب بروز قیامت روح جسد عنصری کی طرف واپس آئے گی تو جسد مثالی سے اس کو نکالا ہی جائے گا تو اسی کا نام موت ہے تو دو موتوں پر تیسری موت کا بھی اضافہ ہوگا۔ لہٰذا جسد مثالی کا نظریہ بقول ان کے قرآن مجید کے خلاف ہوگا۔

انصاف کی دردمندانہ اپیل

علماء اہل سنت والجماعت قرآن وحدیث کی تصریحات کے مطابق اگر عالم قبر و برزخ میں میت کے اندر

نوع من الحیات کے قائل ہیں تو مورد الزام ہیں اور خلاف قرآن۔ اس لئے کہ دو حیاتوں پر تیسری حیات کا اضافہ کر دیا اور منکرین عذاب قبر عالم برزخ میں ایک نئے جسد مثالی میں روح کو داخل سمجھ کر ایک اور مستقل حیات کا اضافہ کرتے ہیں اور پھر قیامت کے دن جب جسد عنصری کی طرف لوٹانے کے لئے جسد مثالی سے روح نکالی جائے گی تو ایک اور مستقل موت کا اضافہ بھی ہو جائے گا۔ گویا ان کے نظریہ کے مطابق تین مستقل زندگیاں ہیں۔

(۱) دنیا کی زندگی (۲) برزخ کی مستقل زندگی (۳) اور آخرت کی مستقل زندگی۔ اسی طرح موتیں بھی تین بن گئیں۔ (۱) عدم محض (۲) دنیا کی موت (۳) اور برزخ کی موت۔ یک نہ شد دو شد کی مثل تو مشہور ہے۔ لیکن یہاں دو نہ شد، سہ شد کی مثل زیادہ چسپاں ہیں۔ تعجب کی انتہاء ہے کہ یہ ہمارے کرم فرما بقول خود قرآن مجید کی بیان کردہ دو حیاتوں اور دو موتوں کو تین تین بنانے کے باوجود عامل بالقرآن بھی رہتے ہیں اور توحید وسنت کی اشاعت کنندہ بھی۔ ''فوا اسفا علی ضیعة العلم والادب'' ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہئے۔ ہر منصف مزاج اہل علم حضرات سے پر درد اپیل ہے کہ انصاف فرمائیں عالم قبر و برزخ میں ایک معمولی خفیف اور نوع من الحیات برائے جزاوسزا ماننے سے تو آدمی قرآن کے خلاف ہو جاتا ہے اور جو شخص عالم برزخ میں مستقل، کامل اور مکمل حیات کا قائل ہو تو وہ کتنا قرآن کے خلاف ہوگا۔ ''فهل من منصف ینصفنی''

اگر کسی شخص کو یہ خیال گزرے کہ اس جسم عنصری کی دو موتیں اور دو حیاتیں ہیں تو یہ خیال بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جسد عنصری کی کوئی تصریح موجود نہیں ہے۔ بلکہ قرآن مجید کی جن آیات سے دو موتیں اور دو حیاتیں ثابت کی جاتی ہیں۔ وہ یہ ہیں ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا'' اور ''ربنا احییتنا اثنتین و امتنا اثنتین'' پہلی آیت میں پورا انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ مخاطب ہے نہ کہ صرف جسد عنصری اور دوسری آیت میں پورا انسان متکلم ہے نہ کہ صرف جسد عنصری تو معلوم ہوا روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے لئے دو موتیں ہیں اور دو حیاتیں تو اس خیال کے مطابق جسد عنصری کے لئے تو دو موتیں اور دو حیاتیں ثابت ہوں گی۔ لیکن روح کے لئے تو پھر بھی تین موتیں اور تین حیاتیں برقرار ہی رہیں گی۔ کیونکہ وہ بھی مخاطب اور متکلم ہے۔ خصوصاً وہ لوگ جو صرف روح کو اصل انسان قرار دیتے ہیں اور جسد عنصری کو توصرف آلہ کہتے ہیں تو ان کے اصل انسان کے لئے قرآن مجید میں دو موتیں اور دو حیاتیں ہیں لیکن انہی کے نظریہ کے مطابق دو کی بجائے تین ہو رہی ہیں۔

خیر یہ تو درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے بندہ نے دردمندانہ اپیل آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ ورنہ میں تو عرض کر رہا تھا کہ جسد مثالی کے متعلق یہ نظریہ کہ موت کے بعد روح اس میں داخل کر دی جاتی ہے اور پھر اس سے نکالی جائے بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ شاید کوئی شخص یہ سمجھے کہ حدیث طیور خضر جسد مثالی کی دلیل ہے تو یہ بھی اس کی سمجھ کا قصور ہے۔ کیونکہ حدیث طیور کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء کرام اور مومنین سے یہ انسانی شکل وصورت سلب کر کے ان کی ارواح کو پرندوں کے قالبوں میں رکھ کر ان کی انسانیت کو تبدیل کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ تو تناسخ ہے اور تناسخ کا نظریہ اسلام میں باطل ہے۔ بلکہ حدیث طیور کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء کرام اور مومنین کو طائر نما ہوائی جہاز عطا فرماتے ہیں جن میں یہ لوگ بشکل انسانی بیٹھ کر جنت کی سیر وسیاحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ افغانستان میں درہ کیاں کا اسمبلی حال عقاب نما تھا جس کو طالبان نے توڑ دیا کیونکہ اسلام میں ذی روح کی تصویر سازی حرام ہے۔ اس عقاب نما اسمبلی حال میں بیٹھنے والا

عقاب نہیں بن جاتا اور مچھلی نما ہوائی جہاز میں بیٹھنے والا مسافر مچھلی نہیں بن جاتا۔ اسی طرح طائر نما ہوائی جہاز میں بیٹھ کر جنت میں سیر و سیاحت کرنے والا شہید و مومن پرندہ نہیں بن جاتا۔ بلکہ وہ انسان ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت فرمانبردار انسانوں کے لئے بنائی اور سجائی ہے نہ کہ طوطوں اور چڑیوں کے لئے۔ قبروں میں رہتے ہوئے بشکل انسانی جنت کی سیر کرنا کوئی مشکل اور محال نہیں ہے۔ بلکہ ممکن الوقوع ہے۔ کمانی العالم یا!

دوسری بات یہ ہے کہ طیوری جسم کو جسد مثالی نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ جسد مثالی کا مطلب ہے جسد عنصری کے مماثل اور مشابہ حالانکہ جسد عنصری اور جسد طیوری میں کوئی مماثلت اور مشابہت نہیں ہے۔ لہٰذا جو مثالی ہوگا وہ طیوری نہ ہوگا اور جو طیوری ہے وہ مثالی نہیں بن سکتا۔

غلط فہمی کا ازالہ

شاید کسی صاحب کو یہ غلط فہمی لاحق ہو جائے کہ جب جسد مثالی والا نظریہ بے اصل و بے بنیاد ہے تو بعض علماء اسلام اس کے کیوں قائل ہیں تو جواباً عرض ہے کہ بعض علماء اسلام جس جسد مثالی کے قائل ہیں وہ اور ہے اور جس جسد مثالی کو یہ لوگ ثابت کرتے ہیں وہ اور ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک جسد مثالی کسی خاص مادہ اور خمیر سے تیار ہوتا ہے اور پھر باقاعدہ روح کا اس میں حلول ہوتا ہے۔ جس طرح عالم دنیا میں روح کا جسد عنصری میں حلول ہوتا ہے اور پھر قیامت میں روح کا اس سے اخراج ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ جسد عنصری سے روح کے تعلق کو نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ لوگ جسد مثالی میں روح کا حلول تسلیم کر چکے ہیں۔ پس اگر جسد عنصری سے بھی روح کا تعلق مان لیں تو ان کو بیک وقت ایک روح کا دو جسموں سے تعلق ماننا پڑے گا اور یہ بات ان کو گوارہ نہ ہوئی۔ اس لئے جسد مثالی کو تسلیم کر کے جسد عنصری کے تعلق کا یکسر انکار کر دیا اور جو علماء اسلام جس جسد مثالی کے قائل ہیں وہ کسی اور مادے سے اور خمیر سے بنایا ہوا مستقل جسد نہیں ہوتا بلکہ قبر میں موجود ہوتے ہوئے جو جسد عنصری جنت میں روح کے ساتھ مل کر سیر و سیاحت کرتا ہے اور وہاں کی نعمتوں سے محظوظ ہے اسی کو انہوں نے جسد مثالی کا نام دے دیا ورنہ در حقیقت چیز ایک ہی ہے۔

البتہ اعتباری اور صرف نام کا فرق ہے۔ پس یہی دنیا والا حقیقی جسد انسانی باعتبار قبر کے عنصری ہے اور باعتبار جنت کے مثالی ہے۔ گویا جمہور اہل سنت والجماعت اس اعتباری فرق کا لحاظ نہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قبر میں موجود ہوتے ہوئے روح کے ہمراہ جنت میں سیر و سیاحت کرنے والا یہی جسد عنصری ہے اور بعض علماء نے اسی کا نام مثالی تجویز کر لیا۔ پس ایک ہی چیز کے دو نام ہو گئے یعنی جس کو علماء اہل سنت جسد عنصری کہتے ہیں بعض علماء اس کو جسد مثالی کا نام دیتے ہیں۔ جیسا کہ عالم خواب میں خواب دیکھنے والے شخص کا جسد چارپائی پر بھی پڑا ہوتا ہے اور بے حس و حرکت نظر آتا ہے اور ادھر اس عالم میں روح کے ہمراہ مصروف عمل اور شریک رنج و راحت بھی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عالم خواب میں یہی چارپائی والا جسد روح کے ہمراہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عالم میں روح پر دکھ دکھ کے جو حالات طاری ہوتے ہیں۔ یہ چارپائی والا جسد برابر اس سے متاثر ہوتا ہے۔ اگر خواب میں روح کو کوئی جسد اور عطا کیا جاتا تو دکھ دکھ کے حالات اس پر اثر انداز نہ ہوتے بلکہ اسی دوسرے جسم پر اثر انداز ہوتے۔ پس اگر کوئی شخص عالم خواب میں روح کے ہمراہ ہونے والے جسد کا نام جسد خیالی رکھ دے تو اس نئے نام سے اس کی ذات تبدیل نہیں ہوگی۔ کیونکہ جسد تو وہی ہے جو چارپائی پر پڑا ہے اور یقیناً وہی ہے۔ لیکن اب اس کا نام تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یعنی جسد خیالی رکھا گیا۔ بعینہٖ جنت میں روح کے ہمراہ یہی قبر والا جسد عنصری ہی ہے۔

البتہ بعض علماء نے اس کا نام جسد مثالی تجویز کرلیا۔ لہٰذا نام کی تبدیلی سے ذات کی تبدیلی لازم نہیں آتی اور صرف دوسرا نام تجویز کرنے میں وہ علماء قابل ملامت بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ ''لا مناقشۃ فی اصطلاح'' اسی طرح اسراء کی رات جن پیغمبروں نے حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی وہ نماز انہیں اجساد عنصریہ کے ہمراہ تھی جب کہ یہی اجساد اپنی اپنی قبروں میں بھی موجود رہے اور ادھر روح کے ہمراہ آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز بھی ادا کی تو بعض علماء نے روح کے ہمراہ نماز پڑھنے والے جسد عنصری کا نام جسد مثالی رکھ دیا۔ حالانکہ یہ وہی قبر والا جسد عنصری ہی ہے۔ صرف اس کا نام دوسرا تجویز کرلیا گیا ہے ذات ہرگز تبدیل نہیں ہوئی۔

بندہ عاجز نے یہ جو دعویٰ کیا کہ بعض علماء جس جسد مثالی کے قائل ہیں وہ درحقیقت کوئی اور چیز نہیں ہے بلکہ یہی قبر والا جسد عنصری ہے۔

البتہ جنت میں روح کے ہمراہ مصروف عمل ہونے کی وجہ سے اس کا نام مثالی تجویز کرلیا گیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہی علماء جو جسد مثالی کے قائل ہیں روح کا جسد عنصری سے تعلق بھی مانتے ہیں اور جسد عنصری کی طرف اعادہ روح کے بھی قائل اور سماع موتی کے بھی قائل ہیں اور قبر میں مدفون جسد عنصری کی جزا وسزا کے بھی قائل ہیں۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جسد صرف ایک ہی ہے۔ جس کو بعض اعتبار سے مثالی کا نام بھی دے دیا گیا اور ایسے نظریات کے حامل علماء اہل سنت والجماعت میں شامل ہیں۔ کیونکہ ان کا اختلاف نزاع لفظی سے زیادہ نہیں۔ ہاں جو لوگ جسد مثالی ثابت کرنے کے بعد نہ تو جسد عنصری کی طرف اعادہ روح کے قائل ہیں اور نہ ہی اس کے تعلق کے قائل ہیں اور نہ ہی اس کو جزا وسزا میں شریک سمجھتے ہیں۔ ان کا اہل سنت والجماعت سے حقیقی اختلاف ہے اور ایسے نظریات والے لوگ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔

بندہ عاجز نے ان کے اور علماء اسلام کے جسد مثالی کے درمیان جو فرق واضح کیا ہے بالفرض اگر اس کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو پھر بھی ان علماء کرام کی عبارات کو اپنے مسلک کی تائید میں پیش کرنا دھوکہ اور مغالطہ سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ وہ علماء جسد مثالی کے قائل ہونے کے باوجود جسد عنصری کی جزا وسزا کے بھی قائل ہیں اور تعلق کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور یہ ان سب باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کی راہ اور ہے اور ان کی راہ اور۔

بر سبیل تنزل اگر ان سب باتوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے اور فرض کرلیا جائے کہ جسد مثالی کے قائلین علماء بالکل ان کے ہم خیال ہیں۔ ان کے اور ان کے مسلک میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر کیا ان علماء کے اقوال میں عقیدہ ثابت ہو جائے گا؟ جب کہ ان ہی لوگوں کا دعویٰ ہے کہ عقیدہ بزرگان دین کے اقوال سے نہیں قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر ان لوگوں کے سامنے انہیں علماء کے اقوال سے جسد عنصری کی جزا وسزا، اعادہ روح، تعلق روح، سماع موتی اور مسئلہ توسل وغیرہ مسائل ثابت کئے جائیں تو فوراً یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ اقوال اور کتابیں حجت نہیں ہیں۔ قرآن وحدیث حجت ہے۔

لہٰذا جسد مثالی کا ثبوت بھی قرآن وحدیث سے ہونا چاہئے۔ حسبنا کتاب اللہ! کا نعرہ مارنے والوں کو، امام غزالی، امام رازی، امام سیوطی، امام آلوسی اور امام قرطبی رحمہم اللہ وغیرہ بزرگان اور علماء شرح متین کے دامن میں پناہ لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جسد عنصری کی تخلیق کے متعلق ابتداء سے لے کر انتہاء تک تمام مراحل کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ انسان کو مٹی سے پھر نطفہ سے پھر علقہ مضغہ وغیرہ کے مراحل سے گزار کر

حسین وجمیل شکل وصورت میں تیار کیا گیا پھر اس میں روح پھونک کر جیتا جاگتا انسان بنایا گیا۔

کیا جسد مثالی کے متعلق بھی قرآن مجید میں اس قسم کی تفصیل ملتی ہے؟

قرآن مجید میں تو جسد مثالی کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ اسی طرح کسی صحیح حدیث میں بھی جسد مثالی کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ لہٰذا جسد مثالی کا یہ نظریہ بے اصل اور بے بنیاد ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ اسی طرح اس نظریہ کی دوسری جز یعنی جسد عنصری سے جزا وسزا کی نفی تو یہ بھی بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت اور حضور اکرم ﷺ کی کسی صحیح حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ جسد عنصری جزا وسزا میں شریک نہ ہوگا یا ثواب وعقاب کا مورد نہ بنے گا۔ بلکہ آیات کثیرہ اور احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ عالم برزخ میں روح کے ساتھ ساتھ جسد عنصری معذب یا منعم ہوتا ہے اور ہر جزا وسزا میں شریک ہوتا ہے۔ پس اس عقیدہ کی دو جزئیں یعنی جسد مثالی کا اثبات اور جسد عنصری کی نفی بے اصل اور بے بنیاد ہیں۔

تیسرا نظریہ

ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ عالم برزخ میں روح کو جسد مثالی عطا کیا جاتا ہے اور روح اس میں داخل کر دی جاتی ہے اور روح کا تعلق جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ بھی جوڑا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے جسد عنصری کے اجزاء دکھ وسکھ کو محسوس کرتے ہیں۔ اس نظریہ کے دو اجزاء ہیں ایک جسد مثالی کا اثبات، دوسرا روح کا اجزاء اصلیہ کے ساتھ تعلق اس عقیدہ کی پہلی جز یعنی جسد مثالی کا اثبات تو بے اصل اور بے بنیاد ہے اور اس کا بطلان ابھی آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے لیکن دوسری جزء یعنی روح کا اجزاء اصلیہ کے ساتھ تعلق تو یہ صحیح ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور علماء حق جہاں جسد عنصری استعمال فرماتے ہیں۔ ان کی مراد اجزاء اصلیہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ جسد عنصری کے زائد اجزاء تو آتے جاتے رہتے ہیں مثلاً بال، ناخن وغیرہ۔

چنانچہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بدن انسانی میں دو قسم کے اجزاء ہیں۔ ایک اجزاء اصلیہ کہ جو اوّل سے آخر تک باقی رہتے ہیں اور دوسرے اجزاء زائدہ اور عارضہ کہ جن میں تغیر اور تبدل کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ جیسا انسان بچہ اور جوان اور بوڑھا ہوتا ہے۔ اوّل عمر سے اخیر عمر تک زید ہی کہلاتا ہے۔ حالانکہ اس مدت میں اس کے جسم میں ہزاروں تغیر وتبدل پیش آئے اور وقتاً فوقتاً جسم گھٹتا اور بڑھتا رہا۔ معلوم ہوا کہ زید کے اجزاء اصلیہ میں کوئی تغیر نہیں ہوا صرف اجزاء زائدہ میں تغیر اور تبدل ہوتا رہا۔ پس حشر کے وقت ہر انسان کے اجزاء اصلیہ علیحدہ کر دیئے جائیں گے اور ہر شخص اپنے اجزاء اصلیہ کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ (علم الکلام ص ۷۹ ج ۲)

حضرت مولانا محمد دریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں: پس روح کا اصل تعلق انہیں اجزاء اصلیہ اور ذرات کے ساتھ ہے انہیں سے عہد الست لیا گیا اور پیدائش کے وقت بھی روح کا اصل تعلق ان اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے اور اجزاء زائدہ ملا کر جسم کو مکمل کر دیا جاتا ہے اور اسی طرح نفخ صور کے بعد روح کا تعلق ان ہی اجزاء اصلیہ کے ساتھ ہوگا اور اجزاء زائدہ ملا کر شخص تام یعنی مکمل اور پورا انسان بنا دیا جائے گا اور اسی طرح سے انسان کا دوبارہ زندہ کرنا بعینہٖ اعادہ سمجھا جائے گا۔ مرنے کے بعد انسان کے اجزاء کتنے ہی متفرق اور منتشر ہو جائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور قدیم میں اجزاء اصلیہ واجزاء زائدہ سب علیحدہ علیحدہ محفوظ اور ممتاز ہیں وہاں

ذرہ برابر کوئی اختلاف اور انتشار نہیں۔ پس حقیقی انسان جو احکام شرعیہ کا مخاطب اور مکلف ہے۔ وہ روح اور ان اجزاء اصلیہ کے مجموعہ کا نام ہے۔ اسی انسان سے قبر میں سوال ہوتا ہے اور یہی انسان بعینہٖ دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسی کو ثواب و عقاب ہوگا۔ (علم الکلام ص ۲۸۱)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ لکھتے ہیں اور جن اجزاء کا قیامت کے دن اعادہ ہوگا یا جن اجزاء کے ساتھ قبر و برزخ میں روح کا تعلق قائم کیا جاتا وہ اجزاء اصلیہ ہیں گو وہ ذرہ ذرہ ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ (تسکین الصدور ص ۱۷۸)

پس یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک روح اور دوسرا جسد عنصری اور علماء اہل سنت کے ہاں جب جسد عنصری بولا جاتا ہے تو اس سے اجزاء اصلیہ ہی مراد ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس نظریہ کا یہ جز کہ روح کا تعلق جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ قبر کی جزا و سزا اور دکھ و سکھ کو محسوس کرتا ہے۔ صحیح ہے اور عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مطابق ہے۔ لیکن جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ تعلق کو تسلیم کر لینے کے بعد جسد مثالی کو ثابت کرنا ایک بے فائدہ سی بات رہ جاتی ہے۔ کیونکہ مقصد مردہ انسان کو جزا و سزا دینا ہے اور یہ مقصد تعلق تسلیم کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اب روح کو جسد مثالی میں داخل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بایں ہمہ جو شخص روح اور جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے درمیان تعلق کو تسلیم کرتا اور اسی تعلق کی وجہ سے دونوں کو جزا و سزا کا مورد سمجھتا ہے اس کو عذاب قبر کا منکر نہیں کہا جائے گا۔

اگرچہ یہ جسد مثالی کا قائل بھی بنا پھرے۔ کیونکہ اہل سنت والجماعت کے ہاں بنیادی چیز ہے روح اور جسد کا جزا و سزا میں شریک ہونا اور وہ اس کو تسلیم کر چکا ہے۔ لہٰذا یہ منکر نہیں بلکہ قائل ہے۔ لہٰذا اس کو یہاں صرف بحیثیت ایک نظریہ کے ذکر کیا گیا ہے۔

چوتھا نظریہ

بعض لوگوں کا یہ نظریہ بھی ہے کہ عالم برزخ میں روح کو جسد مثالی دیا جاتا ہے اور اسی جسد مثالی کے ذریعہ قبر و برزخ کی جزا و سزا دی جاتی ہے باقی رہا روح کا جسد عنصری سے تعلق تو اس میں خاموشی اختیار کی جائے۔ یعنی نہ تو اس تعلق کا اثبات کیا اور نہ انکار۔ اس عقیدہ و نظریہ کے بھی دو اجزاء ہیں ایک جسد مثالی کا اثبات اور دوسرا جسد عنصری کے تعلق سے خاموشی۔ اس نظریہ کے دونوں جز بے اصل اور بے بنیاد ہیں۔ جسد مثالی کا بے بنیاد ہونا واضح ہو چکا ہے۔ اسی طرح تعلق سے خاموشی اختیار کرنا بھی بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ آیات کثیرہ اور احادیث متواترہ سے روح اور جسد عنصری دونوں کا مورد ثواب و عقاب اور حقدار جزا و سزا ہونا ثابت ہو چکا ہے باوجود ایک دوسرے سے جدا ہو جانے کے ان دونوں کی بیک وقت جزا و سزا کی معقول اور صحیح صورت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک خاص قسم کا تعلق ہے جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

اسی نامعلوم الکیفیت تعلق کی وجہ سے دونوں کو جزا و سزا ملتی ہے۔ جن دلائل سے ان دونوں کی جزا و سزا اور ثواب و عقاب ثابت ہے۔ انہیں دلائل سے ان کا آپس کا تعلق بھی ثابت ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے معذب یا منعم ہونے کو تعلق اسی طرح لازم ہے جیسے سورج کو روشنی اور برف کو ٹھنڈک لازم ہے۔ بعض لوگ تعلق کے علیحدہ دلائل

طلب کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ تعلق کا لفظ قرآن و حدیث سے دکھاؤ۔ ان لوگوں کا یہ مطالبہ فضول ہے۔ کیونکہ جتنے دلائل سے روح اور جسد عنصری دونوں کی جزا و سزا ثابت ہے۔ وہ سب کے سب ان کے مابین تعلق پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ تعلق ہی کے ذریعہ ان دونوں کو جزا و سزا میں شریک کرنا ایک معقول بات اور صحیح صورت ہے۔

لہٰذا تعلق سے خاموشی اختیار کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ بلکہ تعلق کا عقیدہ ضروری ہے کیونکہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ تعلق سے خاموشی اختیار کر لینے کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ یہ لوگ بلا تعلق جسد عنصری کی جزا و سزا کے قائل ہیں یا نہ، اگر قائل ہیں تو ان کو عذاب قبر کا منکر نہ کہا جائے گا۔

کیونکہ ان لوگوں نے جسد عنصری کی جزا و سزا تسلیم کر لی۔ اگرچہ بلا تعلق سہی۔ البتہ جزا و سزا کی یہ معقول صورت نہیں بنتی اور اگر یہ لوگ جسد عنصری کی جزا و سزا کے قائل نہیں ہیں تو ان کو عذاب قبر کا منکر کہا جائے گا۔

پانچواں نظریہ

بعض لوگ عالم برزخ میں روح کے لئے جسد مثالی تجویز کرتے ہیں اور روح کو اس میں داخل جانتے ہیں اور اسی کو ثواب و عقاب کا مورد سمجھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ روح کا تعلق جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ سے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ تیسرے نظریے والے کہتے تھے لیکن ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جب بوقت موت جسد عنصری سے روح نکالی جاتی ہے تو اجزاء اصلیہ بھی جسد عنصری سے نکال لئے جاتے ہیں اور ان کو روح کے ساتھ روح کے مقام میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا یہ لوگ بھی قبروں میں رہنے والے اجساد عنصریہ کے عذاب و ثواب کے قائل نہیں ہیں۔ اس نظریہ کے تین اجزاء ہیں۔ ایک جسد مثالی کی تجویز، دوسرا جسد عنصری سے جزا و سزا کی نفی۔ تیسرا جسد عنصری سے اجزاء اصلیہ کا نکل کر روح کے مقام پر چلا جانا۔ اس عقیدہ کی تین اجزاء بے اصل و بے بنیاد ہیں۔ پہلی دو اجزاء کا بطلان واضح ہو چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں اور اس نظریہ کی تیسری جزء بدیہی البطلان ہے۔ کیونکہ جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ قبر میں جسد عنصریہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ کیونکہ اصل انسان وہی اجزاء اصلیہ ہیں۔

اور اسی انسان کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے فرماتے ہیں "منها خلقنا کم و فیها نعید کم و منها نخرجکم تارۃ اخری" یعنی ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور مٹی میں دوبارہ لوٹائیں گے اور مٹی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

پس یہ انسان مرنے کے بعد مٹی میں نہ جائے جس سے یہ پیدا ہوا۔ بلکہ روح کے ہمراہ علیین یا سجین میں چلا جائے تو قیامت کے دن بھی وہاں سے برآمد ہوگا نہ کہ اس زمین سے۔ پس یہ نظریہ اس لئے باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا خلاف لازم آتا ہے اور اس لئے بھی کہ قرآن و حدیث میں یہ کہیں ثابت نہیں کہ جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ روح کے ہمراہ علیین یا سجین میں جا بستے ہیں۔ پس اس نظریہ کو بھی انکار عذاب قبر لازم آئے گا۔

تنبیہ: اس نظریہ کو کوئی شخص مفروضہ نہ سمجھے۔ کیونکہ سرگودھا کے ایک صاحب سے بندہ کی بذریعہ خط و کتابت اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی ہے اس نے اپنا یہی نظریہ خط میں تحریر کیا۔ وہ خط میرے پاس محفوظ ہے اور اسی طرح بقیہ نظریات بھی قوم کی کتب مثلاً ندائے حق، جواہر القرآن، اقامۃ البرہان، مسالک العلماء وغیرہ سے حاصل کردہ ہیں کسی نظریہ کو مفروضہ خیال نہ کریں۔ بلکہ ان سب نظریات کے حاملین دنیا میں آباد ہیں۔

چھٹا نظریہ

یہ نظریہ حضور اکرم ﷺ و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی ''الحیات بعد الممات'' کے متعلق قائم کیا گیا ہے۔ اس نظریہ کو حاملین نظریہ کی زبانی سنئے۔ ''باقی رہی یہ بات کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح ان کے ابدان سے نکلنے کے بعد کہاں رہتی ہے اور ان کا مستقر کہاں ہے تو اس بارے میں صحیح مسلک یہ ہے کہ عالم برزخ میں ان کی ارواح کو ان کے عنصریہ بدنوں کے ہم شکل اور مماثل مشک و کافوریَ مثالی اجسام عطا کئے جاتے ہیں اور ان کا مقام و مستقر جنت کا اعلیٰ ترین اور سب سے اونچا درجہ اعلیٰ علیین ہے۔ یسے جنت میں وہ جہاں چاہیں آتے جاتے اور جنت کے میوے تناول فرماتے ہیں۔'' (جواہر القرآن ص ۱۹۳، ندائے حق جدید ص ۴۴۵) ندائے حق کے مؤلف نے ایک اور لفظ کا اضافہ بھی کیا ہے ''یعنی اجسام نورانیہ کافوریہ۔'' (ندائے حق ص ۴۶۶)

قارئین کرام! چونکہ یہ نظریہ ہمارے ملک کی بہت بڑی قدر آور شخصیات نے اپنایا ہے۔ اس لئے اکثر اہل علم نے ان کے رعب سے مرعوب ہو کر اس نظریہ کے حاملین سے اپنے اس نظریہ کی کتاب و سنت سے کوئی دلیل طلب نہیں کی بندہ عاجز ادب و احترام کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ اس نظریہ کا کوئی ایک جزء بھی قرآن حدیث سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی ہوسکتا ہے۔ ڈھونڈنے والے ڈھونڈیں۔ اہل علم مطالعہ کی گہرائیوں تک پہنچیں۔ محققین تحقیق کے گھوڑے دوڑائیں، تلاش کرنے والے تلاش کریں اور زور لگائیں۔ لیکن قرآن مجید کی کسی آیت اور حضور اکرم ﷺ کی کسی صحیح حدیث سے اجسام نورانیہ کافوریہ قیامت تک نہیں ملیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز!

حدیث صحیح تو بڑی بات ہے یہ نظریہ تو کسی ضعیف حدیث بلکہ کسی موضوع روایت میں بھی مذکور نہیں ہوا۔ حدیث صحیح ''من صلی علی عند قبری فسمعته'' پر سدی صغیر کی وجہ سے گرجنے برسنے والو اس کا وجود تو حدیث کی کتابوں میں ہے۔ اگرچہ سند کے لحاظ سے آپ اس کو جو کچھ بھی کہہ لو لیکن اس نورانی کافوری اجسام والے نظریہ کا تو سرے سے وجود ہی نہیں۔ اگر آپ میں ہمت ہے تو سدی صغیر سے بھی کسی بڑے کذاب اور دجال کی روایت سے یہ نظریہ ثابت کردو۔ ہمارے علماء آپ کی روایت کے راویوں پر جرح نہیں کریں گے۔ لیکن کسی سچی یا جھوٹی روایت سے ثابت تو ہو۔ لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ یہ نظریہ سرے سے ثابت ہی نہیں لطف کی بات یہ ہے کہ اس نظریہ کے حاملین نے اپنا یہ نظریہ جن کتابوں میں تحریر کیا ہے وہاں بھی اس کی تائید میں نہ تو آیت قرآنی درج ہے اور نہ ہی حدیث نبوی۔ ہاں اس نظریہ کی تائید میں بعض علماء کے چند اقوال نقل کئے ہیں۔ مثلاً امام سیوطی، امام آلوسی، امام ابن رجب، حنبلی امام ابن قیم، امام قرطبی، قاضی ثناء اللہ رحمہم اللہ وغیرہم کی عبارات پیش کی گئی ہیں۔

لیکن بندہ عاجز عرض کر چکا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا جسد اطہر عنصری قبر شریف میں آرام فرما ہوتے ہوئے چونکہ جنت میں روح کے ہمراہ بھی سیر و سیاحت میں مصروف ہے۔ پس جنت میں روح کے ہمراہ مصروف عمل ہونے کی وجہ سے بعض علماء نے اسی جسد کو مثالی کا نام دے دیا ہے ایک ہی چیز کے مختلف اعتبار سے دو نام تجویز ہوئے ہیں۔

لہٰذا مذکورہ بالا علماء اہل سنت ہیں ان سب کا عقیدہ اہل سنت والجماعت والا ہے محققین ہوں یا صوفیاء کرام سب یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ قبر شریف میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اسی حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں ان سب علماء رحمہم اللہ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کا جسد عنصری باعتبار قبر شریف میں موجود ہونے اور باعتبار جنت میں موجود

ہونے کے الغرض دونوں اعتبار سے مشک کافور، عنبر اور کستوری سے زیادہ خوشبودار اور معطر و معبر ہے اور یہی کچھ ان علماء کرام کی عبارات کا حاصل ہے۔ جن کو خواہ مخواہ اپنی تائید میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر واقعی جواہر القرآن اور ندائے حق کے مؤلفین کو ان علماء محققین اور صوفیاء کرام کا عقیدہ پسند ہے تو پھر ان حضرات کا پورا پورا عقیدہ اپنالیں تو یہ سارا اختلاف اسی وقت خود بخود ختم ہو جائے گا۔

یہ سب محققین علماء خواہ سیوطی ہوں یا آلوسی، ابن قیم ہوں یا ابن رجب حنبلی، قاضی ثناء اللہ ہوں یا قرطبی رحمۃ اللہ علیہم الغرض جو بھی ہوں سب کے سب حیات قبر کے قائل روح اور جسد عنصری کے تعلق کے قائل ہیں اور ان دونوں کی جزا وسزا کے بھی قائل ہیں۔ سماع الانبیاء علیہم السلام عند قبورہم بلکہ عام موتی کے سماع کے بھی قائل ہیں جن کتابوں سے یہ چند حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں۔ انہیں کتابوں میں ان حضرات کے یہ سارے عقائد درج ہیں۔ لیکن یہ ہمارے کرم فرما جسد مثالی تک تو ان کو اپنے ہمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن مسئلہ تعلق اور مسئلہ سماع میں ان کے ہمراہ چلنا گوارہ کیوں نہیں کرتے۔ کیا جن علماء کو خود محققین اور صوفیاء کا لقب دے چکے ہیں۔

ان کا آدھا مذہب صحیح ہے اور آدھا غلط؟ کیونکہ ان کا آدھا مذہب تو اپنایا گیا ہے اور آدھا ٹھکرایا گیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس آدھے کو اپنایا گیا ہے وہ بھی نہ اپنانے کے برابر ہے۔ کیونکہ جس جسد مثالی کو علماء محققین و صوفیا کرام تسلیم کرتے ہیں وہ اور ہے اور جس کو یہ ہمارے کرم فرما بناتے ہیں وہ اور ہے۔ مسئلہ تعلق میں وہ ناطق ہیں اور یہ ساکت۔ مسئلہ سماع میں وہ قائل ہیں اور یہ منکر۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک وقت میں جواہر القرآن کے مؤلف نے علماء محققین کی ان سب باتوں کو تسلیم کیا ہے جب حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ حیات کے نزاع کو ختم کرنے کے لئے قدر مشترک کے طور پر ایک فیصلہ تحریر فرمایا جس پر فریقین کے علماء کرام کے دستخط بھی ہیں اور جواہر القرآن کے مؤلف نے بھی اس پر تصدیق و دستخط فرما کر اور اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء میں شائع فرما کر مسئلہ حیات، مسئلہ تعلق اور مسئلہ سماع کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن جواہر القرآن میں روح کے لئے دوسرا جسد مثالی، کافوری تجویز کر کے مسئلہ تعلق سے سکوت فرمالیا۔ سچ فرمایا استاذ العلماء حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا غلام اللہ خان موقع کے مطابق اپنے خیال تبدیل فرماتے رہتے ہیں۔ بحوالہ (ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن ص ۵۷)

خیر یہ تو ایک تحقیق تھی جو آپ کی خدمت میں پیش کردی گئی اور اس کا پیش کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ یہ کتاب کا ایک حصہ ہے بایں ہمہ بندہ عاجز حسن ظن رکھتا ہے کہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کا حسن خاتمہ قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ پر ہوا۔ جس پر ان کے تصدیق دستخط موجود ہیں اور اس کو ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع بھی فرما دیا تھا اور اسی حسن ظن کی بنیاد پر بندہ ان کے حق میں بارگاہ الٰہی میں بدست دعا ہے۔ اللھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه۔ اللھم برد مضجعه ووسع مدخله واكرم نزوله واعذه من عذاب القبر وادخله الجنة برحمتک یا ارحم الراحمین۔ آمین یا رب العالمین!

خیر جو لوگ عالم برزخ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام کے لئے نیا جسد مثالی نورانی کافوری تجویز کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روح اقدس کا جسد عنصری سے تعلق نہیں مانتے تو ایسے لوگوں سے بندہ عاجز کے چند سوال ہیں۔ ان لوگوں کو چاہئے کہ جواب دیں۔

منکرین عدم تعلق سے چند سوالات

سوال ۱: حضور اکرم ﷺ کے جسد عنصری نے روح کے ساتھ مل کر دین اسلام کی ساری خدمات سرانجام دیں۔ دعوت تبلیغ کا کام کیا، نماز، روزہ وغیرہ عبادات ادا کیں، جہاد کئے، ہجرت کی، طائف میں پتھر کھائے، احد میں پتھر لگنے سے زخم کھائے۔ الغرض آپ کا جسد مبارک ہر قربانی اور ہر مشقت میں روح کا شامل حال رہا ہے اور جسد مثالی نے کوئی کام بھی نہیں کیا ذرا سوچ کر بتائیں جس نے سب کچھ کیا۔ اس کو کچھ نہ ملا، نہ حیات ملی، نہ جنت ملی، نہ اکرام ہوا، نہ اعزاز، نہ راحت نصیب ہوئی، نہ سکون۔ بلکہ ان سب چیزوں سے اس کو محروم رکھا گیا اور جس نے کچھ بھی نہ کیا اس کو سب کچھ مل گیا۔ حیات مل گئی جنت مل گئی، راحت وسکون نصیب ہو گیا اعزاز واکرام مل گیا اور جنت کی سیر وسیاحت حاصل ہوئی کیا یہی انصاف خداوندی ہے؟

سوال ۲: قرآن مجید میں ہے کہ ہر انسان کا خمیر خاک اور مٹی سے ہے اسی خاک اور مٹی سے جسد عنصری تیار کیا جاتا ہے۔ جب تک حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک جسد عنصری میں رہی تو آپ انسان بھی تھے بشر بھی تھے اور آدمی وخاکی بھی تھے۔ جب آپ ﷺ نے انتقال فرمایا تو روح اور جسد عنصری کا دنیوی تعلق ختم ہو گیا اور برزخی تعلق کو تم مانتے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی روح مبارک کو نورانیہ کافوریہ جسم میں داخل سمجھتے ہو تو کیا آپ ﷺ اب بھی انسان بشر اور آدمی وخاکی ہیں؟ یا اب آپ ﷺ نور ہیں کیونکہ نورانی جسم میں آپ کی روح مبارک کا حلول ہو چکا ہے؟

سوال ۳: حضور اکرم ﷺ جب عالم دنیا میں بجسد عنصری تشریف فرماتے تو آپ کے لوگوں سے بہت سے خونی ونسبی رشتے قائم ہوئے مثلاً آپ سردار عبداللہ اور بی بی آمنہ کے بیٹے تھے اور اپنی تمام اولاد کے باپ اور ازواج مطہرات کے خاوند وغیرہ وغیرہ اور جب آپ ﷺ انتقال فرما گئے اور عالم برزخ میں بھی آپ کی روح مبارک کا جسد عنصری سے برزخی تعلق قائم نہ ہوا بلکہ آپ کی روح مبارک کو نورانی اور کافوری جسد میں بالکل داخل کر دیا گیا تو یہ دنیا والے رشتے کس جسد کی طرف منسوب ہوں گے عنصری کی طرف یا مثالی کی طرف؟

سوال ۴: حضور اکرم ﷺ جب عالم دنیا میں بجسد عنصری تشریف فرماتے تو رسول اللہ بھی تھے اور نبی اللہ بھی تھے اور جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا اور وہاں عالم برزخ میں بھی روح اور جسد کا تعلق قائم نہ ہوا بلکہ آپ ﷺ کی روح مبارک کو جسد نورانی کافوری مثالی میں داخل کر دیا گیا تو کیا محمد رسول اللہ ﷺ دو ہو گئے یا اب بھی ایک رہا۔ اگر دو ہو گئے تو کیا دوسرے کو نیا نبی اللہ کہہ سکتے ہیں یا نہ؟ اگر ایک رہا تو کونسا، عنصری یا کافوری نورانی مثالی۔ اگر جسد عنصری اب بھی نبی اللہ، رسول اللہ ﷺ ہے تو نبی ورسول ہونے کے باوجود جنت اور اس کی نعمتوں سے کیوں محروم ہے۔ جب کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو جنت میں مانتے ہیں اور آپ کو وہاں اعلیٰ، ارفع، اکمل اور اتم حیات حاصل ہے۔

پس جسد عنصری کو نبی اللہ ورسول اللہ کہنے کے باوجود اس کی حیات کا انکار کرو گے تو کیا تمہارے دعویٰ کی تکذیب لازم نہ آئے گی؟ اگر تم جسد عنصری کو نبی اللہ اور رسول اللہ ﷺ نہیں سمجھتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وفات کے بعد جسد عنصری کو نبی اللہ ورسول اللہ کیوں کہا؟ حدیث کی تقریباً تقریباً تمام کتابوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ الفاظ موجود ہیں، غسل رسول اللہ، دفن رسول اللہ، کفن رسول اللہ، قبر رسول اللہ ﷺ۔ اگر جسد عنصری کو آپ لوگ رسول اللہ ونبی اللہ ﷺ نہیں سمجھتے تو کیا وفات کے بعد آپ ﷺ سے وصف نبوت ورسالت سلب کر لی گئی ہے؟ کیا

آپ ﷺ اب وصف نبوت ورسالت سے موصوف نہیں ہیں؟ کیا یہ عقیدہ کفر یہ نہیں ہے۔ اگر آپ ﷺ کا جسد عنصری وصف نبوت ورسالت سے موصوف نہیں ہے تو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہنا صحیح ہوگا؟ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہیں اور آپ کے جوار میں ہیں؟

سوال ۵: بقول شما جب حضور اکرم ﷺ کے دو جسد ہو گئے تو قیامت کے دن آپ ﷺ کو دونوں جسدوں میں اٹھایا جائے گا یا کسی ایک میں۔ اگر آپ کو دونوں جسدوں میں اٹھایا جائے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ اگر آپ کو کسی ایک جسد میں اٹھایا جائے گا تو کون سا جسد ہوگا عنصری یا مثالی۔ اگر آپ کو بروز قیامت جسد مثالی میں اٹھایا جائے گا تو ''اذا القبور بعثرت'' کا وعدہ تو پورا نہ ہوگا اور ''البعث بعدالموت'' بھی نہ ہوگا اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے کی کیا صورت ہوگی اور اس جسد عنصری کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اگر حضور اکرم ﷺ کو جسد عنصری میں اٹھایا جائے گا تو لامحالہ جسد مثالی سے آپ کی روح مبارک نکالی جائے گی تو کیا اسی کا نام موت نہیں ہے؟ کیا آپ پر جنت میں بھی موت طاری ہوگی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات کے بعد جو خطبہ دیا تھا کیا اس میں یہ نہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آئندہ موت کی تکلیف نہیں چکھائے گا۔ اگر جسد مثالی کو موت دے کر آپ ﷺ کی روح مبارک کو جسد عنصری کی طرف لوٹایا جائے گا تو پھر مردہ جسد مثالی کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ اس کی تجہیز، تکفین اور تدفین بھی عمل میں لائی جائے گی یا نہ۔

سوال ۶: نبی اکرم ﷺ کے لئے نیا جسد مثالی تجویز کرنے سے آپ ﷺ کی ختم نبوت پر تو کوئی اثر نہ پڑے گا؟

سوال ۷: حضور اکرم ﷺ کا جسد عنصری عالم قبر و برزخ میں محفوظ ہے۔ پس جسد اصلی اور حقیقی کی موجودگی میں کسی دوسرے مثالی وغیرہ بنانے کی اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی؟ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ خبر دی ہے کہ میں اپنے پیغمبروں کے لئے عالم برزخ میں نورانی، کافوری، مثالی جسم تیار کروں گا؟ کیا اللہ تعالیٰ کے نبی کو اس کا علم تھا کہ ہمارے لئے عالم برزخ میں نئے مثالی، کافوری، نورانی، جسم تیار کئے جائیں گے؟

کیا حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو اس جسد مثالی کے متعلق کچھ بتایا تھا؟ خیر القرون میں جسد مثالی، کافوری، نورانی پر ایمان رکھنے والے لوگ موجود تھے؟ کیا آپ ﷺ کے جسد مثالی پر ایمان لانا ضروری ہے؟ جو شخص جسد مثالی کو نہ مانے اس پر آپ کا کیا فتویٰ ہوگا؟

سوال ۸: قبر کی زندگی پر اگر قرآن وحدیث کی بتائی ہوئی صحیح شکل وصورت کے ساتھ ایمان لایا جائے تو اس پر غیر مسلم قوموں کی طرف سے بہت سے اشکالات اور شبہات وارد ہوتے ہیں۔ اگرچہ علماء اہل سنت کے محققین نے ان سب اشکالات کے احسن طریقے سے جوابات لکھے ہیں اور ان کے شبہات کا معقول طریقے سے رد بھی کیا ہے۔ لیکن آپ لوگ غیر مسلم قوموں کے شبہات سے اتنے مرعوب ہوئے کہ عقیدہ حیات قبر کی صحیح اور اصلی شکل وصورت سے راہ فرار اختیار کر کے جسد مثالی کو تجویز کر لیا تاکہ غیروں کے شبہات سے جان چھوٹ جائے۔ لیکن سچ بتاؤ کہ شبہات اور اشکالات سے بچنے کے لئے آپ نے جو جسد مثالی کی تجویز پیش کی ہے کہیں پہلے سے زیادہ شبہات واشکالات میں تو مبتلا نہیں ہوئے؟ اور سچ تو یہ ہے کہ قبر کی زندگی کے حقیقی اور شرعی مفہوم پر اتنے اعتراض وارد نہیں ہوتے جتنے جسد مثالی، کافوری، نورانی کے تجویز کرنے پر وارد ہوتے ہیں۔ آپ پر تو آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا کی مثال صادق آتی ہے۔ افسوس! آپ نے اشکالات سے بچنے کے لئے عقیدہ حیات قبر کے حقیقی مفہوم کو بھی بدلا اور

اشکالات سے بھی نہ بچ سکے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ پھنس گئے۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ ''فز من المطر قز تحت المیذاب'' (بارش سے بھاگا پرنالے کے نیچے ٹھہرا)

ساتواں نظریہ

بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ عالم برزخ کی مطلق حیات پر ایمان لانا ضروری ہے۔ باقی رہا سوال کہ وہ حیات روحانی ہے یا جسمانی۔ اگر جسمانی ہے تو کس جسم کے ساتھ ہے عنصری کے ساتھ یا مثالی کے ساتھ۔ روح اور جسد عنصری کے مابین کوئی تعلق ہے یا نہ؟ یہ سب باتیں فضول اور لایعنی ہیں۔ ان میں پڑنا تضیع اوقات ہے۔ لہٰذا کسی تفصیل پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ بس مطلق حیات کا عقیدہ کافی ہے۔ یہ نظریہ دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی کے نائبین، مفتی افضال احمد، مفتی محمد احمد، مفتی محمد موسیٰ کا ہے۔ ان لوگوں کا اصل فتویٰ بمع دستخط ومہر بندہ کے پاس محفوظ ہے۔ آپ جب چاہیں نقل حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ نظریہ مجمل بلکہ مبہم ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا بلکہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے وزن کو کم کرنے اور اس کی اہمیت گرانے کی ایک خطرناک سازش ہے۔ کیونکہ قبر وبرزخ کی زندگی کے متعلق جتنی تفصیلات قرآن وحدیث میں آچکی ہیں ان پر تو ایمان لانا ضروری ہے۔ ہاں اس عقیدہ کی جو تفصیلات قرآن وحدیث میں نہیں آئیں تو ان میں پڑھنا مناسب نہیں ہے۔

قارئین کرام! معلوم کر چکے ہیں کہ پچاس سے زائد آیات بینات اور سو سے زائد احادیث متواترہ قبر کی زندگی جزا وسزا اور قبر کے ثواب وعقاب پر دلالت کرتی ہیں اور یہ وضاحت اور تفصیل بھی انہیں آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ قبر کی حیات اور جزا وسزا روح اور جسد عنصری دونوں کے مجموعہ کو حاصل ہوتی ہے۔ جس کی صحیح اور معقول صورت یہ ہے کہ ان کے مابین ایک خاص قسم کا تعلق ہے جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اسی تفصیل پر اجماع امت مستزاد ہے۔

پس یہ تفصیلات جب قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہیں تو ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان پر ایمان لائے بغیر آدمی اہل سنت والجماعت کہلوانے کا حقدار نہیں بن سکتا۔ ہاں! یہ تفصیل کہ وہ تعلق کیسا ہے؟ روح اور جسد دونوں کی جزا وسزا کی کیفیت کیسی ہے؟ اور اس قسم کی دوسری باتیں جو قرآن وحدیث میں نہیں بتائی گئیں تو ان پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔ عوام الناس کو ایسی باتوں میں پڑنا مناسب نہیں ہے۔ اہل علم جانیں اور ان کا کام۔

بہر حال اس نظریہ کے حامل اہل سنت والجماعت ہرگز نہیں ہیں۔ ان کرم فرماؤں سے کوئی شخص پوچھے کہ اگر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ میں ان کی مطلق حیات کا قائل ہوں اور بس۔ خواہ وہ حیات روحانی ہو یا جسمانی، جسد عنصری کے ساتھ ہو یا مثالی کے ساتھ۔ میں ان تفصیلات میں نہیں جاتا میں تو ان کی مطلق حیات کا قائل ہوں۔ کیا ایسے شخص کو صحیح العقیدہ کہا جائے گا؟ یہی مفتیان کرام ایسے گول مول عقیدہ رکھنے والے کو خارج از اسلام قرار دیں گے، کہیں گے کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو تفصیلات قرآن وحدیث میں آئی ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کے معراج پر ایمان لاتا ہوں۔ لیکن اس کی تفصیلات میں نہیں پڑتا کہ معراج روحانی تھا یا جسمانی، خواب میں تھا یا بیداری میں، تو یہی مفتیان کرام ایسے گول مول عقیدہ رکھنے والے شخص پر فتویٰ صادر فرمادیں گے کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں کہ مبہم ہے اور قرآن وحدیث کی بیان کردہ تفصیلات پر ایمان لانا ضروری ہے۔

بس جس طرح حیات عیسیٰ علیہ السلام اور مسئلہ معراج النبی ﷺ کی تفصیلات پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح عقیدہ حیات قبر کے متعلق جو تفصیلات قرآن وحدیث میں بیان کی گئیں ہیں ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے کہ قبر وبرزخ کی جزا وسزا روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر وارد ہوتی ہے۔ روح اور جسد عنصری کے درمیان ایک مجہول الکیفیت تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ دونوں دکھ، سکھ اور رنج وراحت کو محسوس کرتے ہیں اور ثواب وعقاب کا مورد بنتے ہیں اور جزا وسزا کا ادراک کرتے ہیں۔ پس دارالافتاء والارشاد کے نائبین کا یہ گول مول نظریہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے متصادم ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

آٹھواں نظریہ

بعض لوگ عقیدہ حیات قبر میں علماء اہل سنت والجماعت سے پورے پورے متفق ہیں کہ اسی زمین والی قبر میں میت کی طرف روح کا اعادہ ہوتا ہے اور اس میں نکیرین اترتے ہیں اور روح اور جسد عنصری کے درمیان ایک نامعلوم الکیفیت تعلق قائم کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے روح اور جسد عنصری دونوں جزا وسزا کے مورد بنتے ہیں اور دونوں کو ثواب وعقاب ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ اس عقیدہ میں اہل سنت والجماعت سے متفق نہیں ہیں بلکہ اختلاف رکھتے ہیں۔ مثلاً تعلق کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تعلق نہیں ہے تو وہ ان کو بھی حق پر سمجھتے ہیں اور اہل حق کہتے ہیں۔ یہ نظریہ ''اعلام البحر بما ورد فی اثبات عذاب القبر'' کے مؤلف کا ہے۔

جہاں تک اس نظریے کا تعلق ہے تو وہ بالکل صحیح ہے اور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے عین مطابق ہے۔ علماء اہل سنت والجماعت کا بھی یہی عقیدہ اور نظریہ ہے۔ لیکن اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے اختلاف کرنے والوں کو اہل حق کہنا محل نظر ہے اور یہ بات ہمارے فہم وشعور سے بھی بالاتر ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگوں نے اہل سنت والجماعت سے کٹ کر اپنے مخصوص عقائد تیار کر رکھے ہیں اور بعض اجماعی عقائد میں وہ اہل سنت والجماعت سے اختلاف کرتے ہیں۔ مثلاً عقیدہ ختم نبوت، مسئلہ معراج، عقیدہ حیات ونزول ابن مریم، وزن اعمال، معجزات وکرامات، جنات وملائکہ کا وجود، پل صراط، مسئلہ قربانی وغیرہ۔ بیسیوں عقائد ومسائل ہیں جن پر علماء اہل سنت والجماعت کا اجماع اور اتفاق ہے اور ان اجماعی مسائل وعقائد میں اہل سنت والجماعت سے اختلاف کرنے والے لوگ قطعاً اہل حق نہیں رہ سکتے۔ عقیدہ حیات یا عذاب قبر بھی انہی اجماعی عقائد میں سے ہے۔ لہٰذا اس عقیدہ میں اختلاف کرنے والا نہ تو اہل حق ہے اور نہ ہی اہل سنت والجماعت۔ بلکہ اہل سنت والجماعت برحق اور اہل حق ہیں اور اس سے کٹ جانا ضلالت اور گمراہی ہے۔ بہرحال خود قبر کی زندگی کو صحیح معنوں میں تسلیم کر کے منکرین حیات قبر کو اہل حق اور علماء حق کے زمرہ میں شمار کرنا کس چیز کی طرف غمازی کرتا ہے۔ اہل علم خود اس کا کھوج لگالیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث الرسول ﷺ فی اثبات الشعور لاہل القبور

قبر کی زندگی پر دلالت کرنے والی احادیث شریفہ

آپ نے پچاس سے زائد آیات بینات پڑھ لیں جن سے قبر کی جزا وسزا اور قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔

ہر آیت سے استدلال کرنے کے ساتھ ساتھ حضرات مفسرین کرام کی تصدیق بھی بحوالہ درج کردی گئی ہے۔ کسی آیت کے متعلق یا خود عقیدہ حیات قبر کے متعلق جتنے شکوک وشبہات کے ابھرنے کا امکان تھا ان سب کے شافی وکافی جوابات سپرد قلم کردیئے گئے ہیں اور اب آپ کی خدمت میں ذخیرہ احادیث متواترہ سے چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جن سے قبر کی جزا وسزا اور قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ بندہ عاجز نے یہاں صرف ان حدیثوں کونقل کیا ہے جن سے خاص کر جسد عنصری کا جزا وسزا میں شریک ہونا واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ روح کی جزا وسزا میں اختلاف نہیں ہے۔ یہ تو اتفاقی مسئلہ ہے اور اختلاف جسد عنصری میں ہے کہ آیا یہ جزا وسزا میں حصہ دار ہے یا نہ۔ لہٰذا بندہ عاجز کی توجہ زیادہ تر اسی کی طرف ہے۔

حدیث نمبر ۱: ''عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ اذا وضعت الجنازۃ فاحتملها الرجال علی اعناقهم فان کانت صالحة قالت قدمونی وان کانت غیر صالحة قالت لاهلها یاویلها این تذهبون بها یسمع صوتها کل شیٔ الّا الانسان ولو سمع لصعق'' ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب میت کو (چارپائی) پر رکھا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا کرلے چلتے ہیں۔ پس اگر وہ نیک ہے تو کہتی ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر غیر صالح ہے تو کہتی ہے ہائے میری ہلاک مجھے کہاں لے جارہے ہو۔ اس کی یہ آواز سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہوجائیں۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۵، ۱۷۶، مشکوٰۃ ص ۱۴۴، نسائی شریف ج ۱ ص ۲۱۰)

اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جسد عنصری برزخ وقبر کی جزا وسزا میں شامل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ جسد عنصری جس کو لوگوں نے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے اگر نیک صالح ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور اگر غیر صالح ہے تو فریاد کرتا ہے کہ ہائے میری ہلاکت مجھے کہاں لے جارہے ہو۔ پس نیک صالح کو اپنا انجام خیر اور جزائے خیر نظر آتی ہے۔ اس لئے پیش قدمی کا حکم کرتا ہے اور غیر صالح کو اپنا انجام بد اور سزا نظر آتی ہے جس کی وجہ سے فریاد کرتا ہے۔ باقی مردے کا چارپائی پر کلام کرنا زبان قال سے ہے نہ کہ زبان حال سے۔ کیونکہ حدیث میں یسمع صوتها اور صوت زبان قال کی ہوتی ہے نہ کہ زبان حال کی۔

اسی طرح سماع زبان قال کا ہوتا ہے نہ کہ زبان حال کا، نیز حدیث میں ہے کہ اس کی آواز سوائے انسان کے ہر شئی سنتی ہے۔ حالانکہ زبان حال یعنی میت کی حالت کو تو انسان محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ وہ شعور کامل رکھتا ہے اور دوسری چیزیں تو اصل حال کو محسوس نہیں کرسکتیں کیونکہ ان میں شعور کامل نہیں ہے اور یہاں فرمایا گیا ہے کہ اس کی آواز کو انسان نہیں سنتا باقی سب چیزیں سنتی ہیں۔ لہٰذا وہ زبان قال ہی ہے جو اللہ تعالیٰ انسان کو نہیں سناتا۔ کیونکہ یہ برداشت نہ کرسکے گا اور بے ہوش ہوجائے گا۔ اسی لئے تو امام بخاری نے اس حدیث پر یوں باب قائم کیا ہے ''باب کلام المیت وھو علی الجنازۃ'' یعنی مردے کا چارپائی پر کلام کرنا۔ اگر مردہ کا کلام کرنا زبان حال سے بھی ہو تو پھر بھی اہل سنت کا مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ زبان حال کا مطلب یہ ہے کہ نیک صالح بندے کی حالت خوشی پر دلالت کرتی ہے اور غیر صالح کی حالت غمی پر دلالت کرتی ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مدعا اور عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد آدمی کو جو خوشی وغمی یا جزا وسزا ملتی ہے اس میں جسد عنصری شریک وسہیم ہوتا ہے اور یہ حدیث اس عقیدہ پر نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہے۔

حدیث نمبر ۲: ''عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اسرعوا بالجنازۃ فان تک صالحة فخیر

تقدمونها اليه وان تک سوى ذالک فشرٌ تضعونه عن رقابکم متفق عليه(مشکوۃ ص ۱۴۴، بخاری ج ۱ ص ۱۷۶، مسلم ج ۱ ص ۳۰۶ وفی روایة فان کانت صالحة قربتموها اليه، مسلم ج ۱ ص ۳۰۷)'' ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنازہ کو جلدی لے چلو پس اگر وہ خیر ہے تو تم اس کو خیر کی طرف بڑھا رہے ہو اور اگر خیر نہیں بلکہ شر ہے تو تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

(ف) اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ جسد عنصری کو جلد دفنانے کا حکم فرما رہے ہیں۔ وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ اگر نیک صالح ہے تو اس کو خیر تک جلدی پہنچا دو اور اگر خیر نہیں ہے بلکہ شر ہے تو اپنی گردنوں سے جلدی اتار دو معلوم ہوتا ہے کہ نیک صالح میت یعنی جسد عنصری کو قبر میں رکھنا خیر کی طرف پہنچانا ہے۔ پس یہ قبر کی راحت کی دلیل ہے۔ نیز اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے جسد عنصری کو خیر یا شر فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جسد عنصری نیکی اور برائی کرنے میں روح کا شریک کار ہے۔ پس جو نیکی و برائی میں شریک ہے اس کو جزا و سزا میں بھی ضرور شریک ہونا چاہئے۔ بہر حال یہ حدیث صحیح و صریح جسد عنصری کی جزا و سزا کی واضح اور بیّن دلیل ہے۔

<u>حدیث نمبر ۳</u>: ''عن انس قال قال رسول الله ﷺ اذا وضع العبد فی قبره و تولی عنه اصحابه انه يسمع قرع نعالهم اتاه ملکان فيقعدانه فيقولان ما کنت تقول فی حق هذا الرجل لمحمد و امّا المومن فيقول اشهد انه عبدالله ورسوله فيقال له انظر الی مقعدک من النار قد ابدلک الله به مقعداً من الجنة فيراهما جميعاً و اما المنافق والکافر فيقال له کا کنت تقول فی حق هذا الرجل فيقول لا ادری کنت اقول ما يقول الناس فيقال له لا دريت ولا تليت ويضرب بمطارق من حديد حزبة فيصيح صيحة يسمعها من يليه غير الثقلين متفق عليه ولفظه للبخاری (مشکوۃ ص ۲۵، بخاری ج ۱ ص ۱۸۴، مسلم، نسائی ج ۱ ص ۲۲۳)''

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دفن کرنے والے ساتھی واپس لوٹتے ہیں یقیناً وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں اس کو بٹھلا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتا ہے سو مومن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پس اسے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا آگ کا ٹھکانہ دیکھ لے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تجھے اس کے بدلے جنت کا ٹھکانہ عطا فرمایا ہے۔ پس وہ دونوں مقاموں کو دیکھتا ہے اور لیکن منافق اور کافر پس اسے کہا جاتا ہے تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے پس وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ جس طرح لوگ کہتے تھے میں بھی اسی طرح کہتا تھا۔ پس اسے کہا جاتا ہے نہ تو نے جانا نہ تو نے پڑھا اور لوہے کے ہتھوڑوں سے اسے ایسا مارا جاتا ہے کہ وہ چیخیں مارتا ہے اور اس کی چیخ و پکار جن اور انس کے علاوہ ارد گرد کے جانور سنتے ہیں۔

(ف) اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جسد عنصری کو لوگ قبر ارضی میں دفن کر کے واپس ہوتے ہیں۔ ابھی وہ ان کی جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے اس کے پاس دو فرشتے نکیرین آجاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں اور اس کے ایمان و عمل کے مطابق اس کو جزا یا سزا دیتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جسد عنصری جزا و سزا میں شریک و سہیم ہوتا ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

<u>حدیث نمبر ۴</u>: ''عن عائشة قالت دخلت علی عجوز ان من عجز يهود المدينة فقالتا ان اهل القبور يعذبون فی قبورهم قالت فکذبتهما ولم انعم ان اصدقهما فخرجتا و دخل علیّ رسول الله ﷺ فقلت

لہ یا رسول اللہ ان عجوزین من عجز الیھود المدینۃ دخلتا علیَ فزعمتا ان اھل القبور یعذبون فی قبورھم فقال صدقتا انھم یعذبون عذابا تسمعہ البھائم'' (مسلم ج ۴ ص ۲۱۷، مسند احمد ج ۷ ص ۶۸)

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میرے پاس یہود مدینہ کی بوڑھیوں میں سے دو بوڑھیاں آئیں اور انہوں نے کہا کہ قبروں میں اہل قبور کو عذاب دیا جاتا ہے۔ میں نے ان کی بات کی تصدیق کرنا اچھا نہ سمجھا اور ان کو جھٹلا دیا پس وہ دونوں چلی گئیں اور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہود مدینہ کی بوڑھیوں میں سے دو بوڑھیاں میرے پاس آئیں ان کا گمان ہے کہ قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سچ کہتی ہیں۔ یقیناً اہل قبور کو قبروں میں ایسا عذاب دیا جاتا ہے جس کو بہائم یعنی جانور، چوپائے وغیرہ سنتے ہیں۔

(ف) اس حدیث میں ہے کہ عذاب قبر کی چیخ و پکار اور فریاد بہائم سنتے ہیں۔ بہائم یعنی چوپائے وغیرہ جانور یہاں ہیں جہاں اجساد عنصریہ مدفون ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ان ارضی قبروں میں اجساد عنصریہ کو عذاب ہوتا ہے جس کو اردگرد کے بہائم سنتے ہیں۔ علیین اور سجین میں بہائم کا موجود ہونا ثابت نہیں ہے۔

<u>حدیث نمبر ۵</u>: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں ''مر النبی ﷺ علی قبرین فقال انھما لیعذبان وما یعذبان من کبیر ثم قال بلی اما احدھما فکان یسعی بالنمیمۃ واما لاحدھما فکان لا یستتر من بولہ قال ثم اخذ عودا رطبا فکسرہ باثنین ثم غرز کل واحد منھما علی قبر ثم قال لعلہ یخفف عنھما مالم ییبسا'' ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کا دو قبروں پر گذر ہوا تو آپ نے فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے اور کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیا جارہا بلکہ ایک چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی تازہ ٹہنی کو لے کر اس کے دو حصے کئے اور ہر ایک قبر پر ان کو گاڑھ دیا اور فرمایا کہ شاید جب تک خشک نہیں ہوتیں عذاب میں تخفیف رہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۴، ۱۸۲، نسائی ج ۱ ص ۲۲۵)

(ف) حضور اکرم ﷺ کا گزر انہیں زمین والی قبروں پر ہوا جہاں اجساد عنصریہ مدفون تھے اور آپ ﷺ نے انہیں اجساد عنصریہ کو عذاب میں گرفتار دیکھا تو ان کے لئے دعا بھی فرمائی اور بطور علامت کے سبز ٹہنی بھی گاڑھ دی شاید جب تک یہ خشک نہیں ہوتی عذاب ہلکا ہو جائے۔ پس یہ حدیث جسد عنصری کی جزا و سزا کے لئے نص قطعی ہے۔

شاید کوئی شخص یہ سمجھے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا معجزہ ہے یعنی ایک وقتی چیز ہے جس کا ظہور کبھی کبھی ہوتا ہے۔ یہ دائمی عذاب نہیں ہے جواباً عرض ہے کہ یہاں دو مختلف امر ہیں۔ ایک ہے عذاب کا ہونا اور دوسرا ہے اس ہونے والے عذاب کو دیکھنا اور اس کا مشاہدہ کرنا۔ امر اول یعنی عذاب کا ہونا معجزہ نہیں۔ امر ثانی یعنی عذاب کو دیکھنا اور اس کا مشاہدہ کرنا بے شک معجزہ ہے۔ یعنی ان کو عذاب اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ جیسا کہ حدیث میں وضاحت مذکور ہے۔ لیکن قبر کی کارروائی اور جزا و سزا ایک نہ نظر آنے والی چیز ہے جس کو عام لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ کیونکہ یہ غیب اور برزخ کی چیز ہے۔ پس عام لوگوں کو نظر نہ آنے والی چیز کو آپ ﷺ کا دیکھ لینا ایک معجزہ ہے اور ہمارا استدلال عذاب ہونے سے ہے۔ عذاب دیکھنے سے نہیں ہے عذاب کا ہونا معجزہ نہیں ہے بلکہ ضابطہ اور قانون ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عذاب قبر کا ہونا وقتی چیز نہیں بلکہ دائمی چیز ہے جو آپ ﷺ کے دیکھنے سے پہلے بھی ہو رہا تھا اور اس کے بعد بھی ہوتا رہا۔ البتہ آپ کا اس کو دیکھنا اور مشاہدہ کرنا ایک وقتی امر اور معجزہ ہے۔ ان دو امور میں فرق نہ

کرنے کی وجہ سے یہ شبہ پیدا ہوا۔ ورنہ جس سے استدلال ہے وہ معجزہ نہیں اور جو معجزہ ہے اس سے استدلال نہیں۔

حدیث نمبر ۶: ''عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ جاء ملک الموت الی موسی علیہ السلام بن عمران فقال لہ اجب ربک فقال فلطم عین ملک الموت ففقاءھا قال فرجع الملک الی اللہ فقال انک ارسلتنی الی عبد لک لا یرید الموت وقد فقاء عینی قال فرد اللہ الیہ عینہ وقال ارجع الی عبدی فقل الحیوۃ ترید فان کنت ترید الحیات فضع یدک علی متن ثور فما توارت یدک من شعرۃ فانک تعیش بھا سنۃ قال ثم مہ قال ثم تموت قال فالآن من قریب رب ادننی من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر قال رسول اللہ ﷺ واللہ لو انی عندہ لاریتکم قبرہ الی جنب الطریق عند الکثیب الاحمر متفق علیہ'' (مشکوۃ ص ۵۰۷، ۵۰۸، بخاری ج ۱ ص ۱۷۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا ان سے کہا کہ تمہارا رب تمہیں بلا رہا ہے (پیغام موت تھا) پس موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر تھپڑ مارا اور اس کی آنکھ کو نکال ڈالا ملک الموت اللہ تعالیٰ کی طرف گیا اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ کو درست کر دیا اور کہا کہ میرے بندے کی طرف واپس جاؤ اور کہہ کہ اگر تو دنیا کی زندگی چاہتا ہے تو اپنا ہاتھ بیل کی پیٹھ پر رکھ دے۔ جتنے بال تیرے ہاتھ کے نیچے آجائیں گے تیری زندگی کے اتنے سال بڑھا دیئے جائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر کیا ہوگا؟ ملک الموت نے کہا پھر موت آئے گی تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر اب موت دے دے اور کہا اے رب مجھے بیت المقدس کے قریب ایک پتھر مارنے کے فاصلہ پر کر دے (تاکہ میری موت اور میرا دفن بیت المقدس کے قریب انبیاء کرام کی قبروں کے پاس ہو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو آپ کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھاتا جو راستے کے قریب سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔

(ف) اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارض مقدس یعنی پاک زمین میں انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کے ساتھ دفن ہونے کو پسند فرمایا اسی لئے وہاں تک جانے کی مہلت طلب کی۔ پس ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد کسی متبرک مقام میں دفن ہونے اور صالحین کی قبور کے پاس دفن ہونے سے مردہ کو فائدہ اور نفع ہوتا ہے۔ اسی لئے تو اس حدیث پر امام بخاری ﷫ نے یوں باب قائم کیا ہے ''باب من احب الدفن الی الارض المقدسۃ ونحوھا'' اور قبروں میں اجساد عنصریہ مدفون ہوتے ہیں۔ لہٰذا ارض متبرکہ اور قرب صالحین سے جسد عنصری نفع اٹھاتا اور فوائد و برکات سے مستفیض ہوتا ہے۔ کیونکہ روح کا اس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوگیا کہ جسد عنصری روح کے ساتھ شریک حیات بھی ہوتا ہے اور شریک رنج و راحت بھی اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔

حدیث نمبر ۷: ''عن ابی ھریرۃ ان امرأۃ سوداء کانت تقم المسجد او شاب ففقدھا رسول اللہ ﷺ فسأل عنھا او عنہ فقالوا مات قال افلا کنتم اذنتمونی قال فکانھم صغروا امرھا او امرہ فقال دلونی علی قبرہ فدلوہ فصلی علیھا ثم قال ان ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اھلھا وان اللہ ینورھا لھم بصلوتی علیھم متفق علیہ ولفظہ لمسلم'' ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالے رنگ کی عورت مسجد نبوی کی صفائی کرتی تھی یا ایک مرد تھا جب آپ نے ایک دفعہ اس کو نہ پایا تو اس کے بارے میں سوال کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ وہ فوت ہوگئی ہے (اور دفن بھی ہو چکی ہے) آپ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ راوی کہتا ہے کہ

صحابہ نے گویا یہ معمولی بات سمجھ کر آپ کو تکلیف نہ دی آپ نے فرمایا مجھے اس کی قبر دکھلاؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قبر دکھلائی آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صف بندی کا حکم دیا اور قبر پر نماز جنازہ ادا کی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہ قبریں اندھیرے سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ میری نماز جنازہ ادا کرنے کی وجہ سے ان کو منور فرما دیتے ہیں۔

(مشکوٰۃ ص ۱۴۵، مسلم ج ا ص ۳۱۰)

(ف) یہ حدیث بھی قبر کی زندگی اور اس کی جزا و سزا کی دلیل ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی قبور جن میں اجسام عنصریہ مدفون ہیں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ قبریں ظلمت اور اندھیروں سے پر ہوتی ہیں اور دعا وصلوٰۃ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو منور فرما دیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں مردوں کو اندھیروں سے تکلیف اور روشنی سے راحت نصیب ہوتی ہے۔ اگر میت میں رنج و راحت کا ادراک نہ ہو تو اس کے لئے اندھیرا اور اجالا یکساں ہوں گے۔ پھر تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا وصلوٰۃ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ معاذ اللہ!

پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا وصلوٰۃ کی برکت سے جب اندھیرا اجالے میں تبدیل ہوتا ہے تو قبروں میں پڑے اجساد عنصریہ کو راحت نصیب ہوتی ہے اور اندھیرا ان کے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ ارواح کا اجساد عنصریہ سے تعلق ہوتا ہے۔

<u>حدیث نمبر ۸</u>: ''وعن زید بن ثابت قال بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط لبنی النجار علی بغلة له و نحن معه اذ حادت به فکادت تلقیه و اذا اقبرہ ستة او خمسة فقال من یعرف اصحاب ھذا الاقبر قال رجل انا قال فمتی ماتوا قال فی الشرک فقال ان ھذہ الامة تبتلی فی قبورھا فلو لا ان لا تدافنوا الدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منه ثم اقبل علینا بوجھه فقال تعوذوا باللہ من عذاب النار قالوا نعوذ باللہ من عذاب النار قال تعوذوا باللہ من عذاب القبر قالوا نعوذ باللہ من عذاب القبر۔ الحدیث'' ترجمہ: حضرت زید بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں تھے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے اچانک آپ کا خچر بدکا اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دے اچانک سامنے پانچ چھ قبریں تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان قبروں والوں کو کون پہچانتا ہے۔ ایک شخص نے کہا میں پہچانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ کب مرے تھے۔ اس نے شرک میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اس امت کو قبروں میں آزمایا جاتا ہے۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا کہ وہ تمہیں سب کچھ سنا دے جو میں سن رہا ہوں۔ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آگ کے عذاب سے پناہ مانگو۔ ہم نے آگ کے عذاب سے پناہ مانگی پھر فرمایا قبر کے عذاب سے پناہ مانگو ہم نے قبر کے عذاب سے پناہ مانگی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۵ رواہ مسلم ص ۳۸۶)

(ف) اس صحیح اور صریح حدیث کا ایک ایک جملہ بتاتا ہے کہ قبر میں مدفون جسد عنصری بہ تعلق روح، ہر جزا وسزا اور رنج و راحت میں شریک اور سہیم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور آپ کے خچر کا گزر انہیں قبروں سے ہوا جن میں اجساد عنصریہ مدفون ہیں اور ان کے عذاب کو دیکھ کر خچر بدکا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں اگر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قبروں میں ہوتا ہوا عذاب دکھا دے تو تم مردے کو دفن کرنا بھی چھوڑ دو گے۔ دلالت کرتا ہے کہ انہی قبروں میں عذاب ہوتا ہے جن میں اجساد عنصریہ کو دفن کیا جاتا ہے۔ اگر ان قبروں میں عذاب نہ ہوتا تو آپ یہ بات نہ فرماتے کہ ڈر ہے کہ تم مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے۔ اس حدیث کو علیین

اور سجین پر چسپاں بھی نہیں کیا جا سکتا اور اسی طرح معجزہ کہہ کر گلو خلاصی بھی مشکل ہے۔ کیونکہ قبر میں ہوتے ہوئے عذاب کو دیکھنا تو معجزہ ہے لیکن عذاب کا ہونا معجزہ نہیں ہے۔ کیونکہ عذاب تو ان کو شرک کرنے کی وجہ سے ہو رہا تھا اور ہمیشہ مجرموں اور نافرمانوں کو قبر میں عذاب ہوتا رہتا ہے۔ لیکن عامۃ الناس کو نظر نہیں آتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو نہ نظر آنے والی چیز کبھی دکھا بھی دیتے ہیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کا نبی دیکھے تو معجزہ اور اگر ولی دیکھے تو کرامت اور کوئی دیکھے تو درس عبرت ہے۔ لیکن استدلال دیکھنے سے نہیں بلکہ عذاب ہونے سے ہے۔ بہر حال یہ حدیث حیات قبر اور عذاب قبر کی بڑی وزنی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۹: ''عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اقبر المیت اتاہ ملکان اسودان ازرقان یقال لاحدھما المنکر وللآخر النکیر فیقولان ما کنت تقول فی ھذاالرجل فیقول ھو عبداللہ ورسولہ اشھدان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ فیقولان قد کنا نعلم انک تقول ھذا ثم یفسح لہ فی قبرہ سبعون ذراعاً فی سبعین ثم ینور لہ فیہ ثم یقال لہ نم فیقول ارجع الی اھلی فاخبرھم فیقولان نم کنومۃ العروس الذی لا یوقظہ الا احب اھلہ الیہ حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذالک وان کان منافقا قال سمعت الناس یقولون قولا فقلت مثلہ لا ادری فیقولان قد کنا نعلم انک تقول ذالک فیقال للارض التئمی علیہ فتلتئم علیہ فتختلف اضلاعہ فلا یزال فیھا معذبا حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذالک'' ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مردے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں۔ جن کا رنگ کالا ہوتا ہے اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ پس اسے کہتے ہیں کہ تو اس شخص یعنی حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ پس وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو اسے کہتے ہیں ہم جانتے تھے کہ تو یہی جواب دے گا۔ پھر اس کی قبر کو ستر در ستر ہاتھ فراخ کر دیا جاتا ہے اور اس کی قبر کو منور کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے سو جا پس وہ کہتا ہے میں اپنے اہل وعیال کی طرف جاتا ہوں اور ان کو خبر دیتا ہوں وہ کہتے ہیں تو ایسے سو جا جیسے دلہن سوتی ہے جسے گھر کے سب سے زیادہ محبوب بندے کے سوا یعنی خاوند کے سوا کوئی نہیں جگاتا۔ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے روز اسی جگہ سے کھڑا کرے گا اور اگر منافق ہو تو کہتا ہے میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا سو میں نے بھی اسی طرح کہہ دیا۔ پس کہتے ہیں ہم جانتے تھے تو یہی کہے گا۔ پس زمین کو کہا جاتا ہے کہ تو اس پر مل جا۔ پس زمین اس پر مل جاتی ہے اور اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ پس وہ ہمیشہ اس میں معذب رہے گا حتی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اسی جگہ سے کھڑا کرے گا۔ (رواہ الترمذی ج ۱ ص ۲۲۷، مشکوٰۃ ص ۲۵)

(ف) اس حدیث کا ایک ایک لفظ دلالت کرتا ہے کہ قبروں میں پڑے ہوئے اجسام عنصریہ سے سوال ہوتا ہے اور انہیں عذاب وراحت دی جاتی ہے۔ مثلاً حدیث کا پہلا جملہ ''اذا اقبر المیت'' جب میت کو دفن کیا جاتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں ظاہر ہے کہ دفن تو جسد کیا جاتا ہے نہ کہ روح کو پھر لفظ میت کا استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر بھی ہوتا ہے اور صرف جسد پر بھی ہوتا ہے۔ صرف روح مجرد کو میت نہیں کہا جاتا اور ''حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذالک'' کا جملہ دال ہے کہ عذاب وراحت وہاں ہو رہا ہے جہاں سے مردے نے قیامت کے روز اٹھنا ہے اور یہ تو یقینی بات ہے کہ مردے انہیں قبروں سے اٹھیں گے۔ لہٰذا ثابت

ہوا کہ عذاب و راحت بھی انہیں قبروں میں ہے فیقال الارض سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کارروائی انہیں قبروں میں ہوتی ہے۔ جوز مین میں ہیں پھر یہ فرمانا کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ عذاب جسد عنصری کو دیا جاتا ہے۔ کیونکہ پسلیاں بھی جسد کی ہوتی ہیں اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ نم یعنی سوجا تو یہ سونا بھی جسد کے اندر متحقق ہوسکتا ہے۔ کیونکہ روح سوتی نہیں بلکہ وہ تو جنت کی سیر و سیاحت میں مشغول رہتی ہے۔ البتہ جسد کے ساتھ یہ سب کچھ بہ تعلق روح ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰: ''عن جابر عن النبی ﷺ قال اذا ادخل المیت القبر مثلت له الشمس عند غروبها فیجلس یمسح عینیه ویقول دعونی اصلی '' ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے سورج غروب ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ پس وہ بیٹھتا ہے اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے چھوڑو میں نماز پڑھ لوں۔ (رواہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۲۶)

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی کارروائی میت سے متعلق ہوتی ہے۔ کیونکہ حدیث کے لفظ ہیں: ''اذا ادخل المیت فی القبر '' پس جسد عنصری میت میں داخل ہے۔ المیت کا مفہوم اس کو شامل ہے۔ کیونکہ میت کا اطلاق جسد عنصری پر ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱: ''عنه قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسأل '' ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دفن میت سے فارغ ہوجاتے تو وہاں ٹھہر جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو یقیناً اس سے ابھی سوال کیا جائے گا۔ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۲۶)

(ف) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں جس کو ابھی دفن کیا گیا ہے اسی سے ابھی سوال ہونے والا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے استغفار کرو اور ثابت قدمی کی دعا بھی کرو اور ظاہر ہے کہ جسد عنصری کو ہی دفن کیا گیا ہے۔ لہٰذا جسد عنصری سوال میں شامل ہے۔ نیز اس حدیث میں بھی لفظ میت وارد ہوا ہے جس کا اطلاق بھی جسد عنصری پر ہوتا ہے اور لفظ دفن سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سوال و جواب مدفون سے ہوتا ہے اور مدفون بھی جسد عنصری ہے اور یہ سب کچھ روح کے تعلق سے ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲: ''عن ابی سعید قال خرج النبی ﷺ لصلوٰة فرأی الناس کانهم یکتشرون قال اما انکم لو اکثرتم ذکر هاذم اللذات لشغلکم فانه لم یأت علی القبر یوم الا تکلم فیقول انا بیت الغربة وانا بیت الوحدة وانا بیت التراب الدودة واذا دفن العبد المؤمن قال له القبر مرحباً واهلاً اما ان کنت لاحب من یمشی علی ظهری الیٰ فاذ ولیتک الیوم وصرت الیٰ فستریٰ صنیعی بک قال فیتسع له مد بصره ویفتح له باب الی الجنة واذا دفن العبد الفاجر او الکافر قال له القبر لا مرحباً ولا اهلاً اما ان کنت لابغض من یمشی علی ظهری الیٰ فاذ ولیتک الیوم وصرت الیٰ فستریٰ صنیعی بک قال فیلتئم علیه حتی تختلف اضلاعه قال وقال رسول الله ﷺ باصابعه فادخل بعضها فی جوف بعض قال ویقیض له سبعون تنیناً لو ان واحداً منها نفخ فی الارض ما انبت شیئاً ما بقیت الدنیا فینهسنه ویخدشنه حتی یفضی به الی الحساب قال وقال رسول الله ﷺ انما القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار '' (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۴۵۷)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ نماز کے لئے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھلا کھلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو لہٰذا موت کو کثرت سے یاد کرو قبر پر کوئی ایسا دن نہیں گزرتا جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بیگانگی کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں، مٹی کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مومن قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ قبر کہتی ہے تیرا آنا مبارک، بہت اچھا کیا تو آ گیا جتنے آدمی میری پیٹھ پر چلتے تھے تو ان سب میں مجھے زیادہ پسند تھا آج تو میرے اندر آیا ہے تو میرے بہترین سلوک کو دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ قبر جہاں تک مردے کی نظر پہنچ سکے وہاں تک وسیع ہو جاتی ہے اور ایک دروازہ اس میں جنت کا کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوا اور خوشبوئیں اسے آتی رہتی ہیں اور جب کوئی بدکار قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے تیرا آنا نامبارک برا کیا جو تو آیا۔ میری پیٹھ پر جتنے آدمی چلتے تھے ان سب میں تجھ ہی سے مجھے زیادہ نفرت تھی۔ آج تو میرے حوالہ ہوا ہے تو میرے برتاؤ کو بھی دیکھ لے گا۔ اس کے بعد اس طرح سے اسے دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور ستر اژدھے اس پر مسلط ہو جاتے ہیں کہ اگر ایک بھی زمین پر پھونک مار دے تو اس کے اثر سے زمین پر گھاس تک باقی نہ رہے وہ اسے قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبر جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا گڑھا۔

(ف) حدیث بالکل واضح ہے تشریح کی ضرورت نہیں ہے قبر کی ہر کاروائی میں جسد عنصری شریک اور سہیم ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۳: ''عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ قال رجل لم یعمل خیرا قط لاھلہ وھی روایۃ اسرف رجل علی نفسہ فلما حضرہ الموت اوصی بنیہ اذا مات فحرقوہ ثم اذروا نصفہ فی البر ونصفہ فی البحر فواللہ لئن قدر اللہ علیہ لیعذبنۃ عذابا لایعذبہ احدا من العالمین فلما مات فعلوا ماامرھم فامر اللہ البحر فجمع مافیہ وامر البر فجمع مافیہ ثم قال لہ لم فعلت ھذا قال من خشیتک یارب وانت اعلم فغفر لہ۔ متفق علیہ'' (مشکوۃ ص ۲۰۷، نسائی ج ۱ ص ۲۲۶، بخاری ج ۱ ص ۴۹۵، مسلم ج ۲ ص ۳۵۶، ۳۵۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص جس نے کبھی نیکی نہیں کی تھی مرتے وقت اپنے اہل کو وصیت کر گیا کہ جب وہ مر جائے تو اسے جلا دینا اور آدھی راکھ کو دریا میں بہا دینا اور آدھی راکھ کو جنگل میں اڑا دینا خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی اور گرفت فرمائی تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ ایسا عذاب کسی کو بھی نہیں دیا۔ پس جب وہ مر گیا تو انہوں نے اس کے حکم کے مطابق اس کو جلا دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا اس کے ذرات کو جمع کیا اور جنگل کو حکم دے کر اس کے ذرات کو جمع کیا اور پوچھا کہ ایسا تو نے کیوں کیا تھا اس نے کہا اے رب تو جانتا ہے یہ سب کچھ تیرے ڈر کی وجہ سے کیا پس اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

(ف) یہ حدیث مسلک اہل سنت کی تائید میں نص کی حیثیت رکھتی ہے جس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ عالم قبر و برزخ کی جزا و سزا میں جسد عنصری بالکل شامل ہوتا ہے اور دکھ و سکھ میں شریک حیات۔

حدیث نمبر ۱۴: ''عن ابن عباس قال ضرب بعض اصحاب النبی ﷺ خباءہ علی قبر وھؤلاء یحسب انہ قبر فاذا فیہ انسان یقرء سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک حتی ختمھا فاتی النبی ﷺ فاخبرہ فقال النبی ﷺ ھی المانعۃ ھی المنجیۃ تنجیہ من عذاب اللہ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب مشکوۃ ص ۱۸۸)'' ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعض اصحاب نے ایک قبر پر خیمہ لگا دیا

حالانکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے اچانک کوئی شخص قبر کے اندر سورۃ ملک پڑھنے لگا اور اسے ختم کیا صحابی نے حضور اکرم ﷺ کو واقعہ کی خبر دی آپ نے فرمایا کہ یہ سورۃ عذاب قبر سے اور اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔

(ف) یہ حدیث حیات قبر یعنی قبر کی زندگی کی واضح دلیل ہے مزید تشریح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۵: ''عن عائشة قالت کنت ادخل بیتی الذی فیه رسول اللہ ﷺ وانی اوضع ثوبی واقول انما هو زوجی وابی فلما دفن عمر معهم فواللہ ما دخلته الا وانا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر (رواه احمد مشکوٰۃ ص ۱۵۴، مسند احمد ج ۷ ص ۲۸۸)'' ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں جب میں اپنے حجرہ میں داخل ہوتی جس میں رسول اللہ ﷺ مدفون تھے تو میں اپنے پردہ کی چادر اتار کر جاتی تھی اور کہتی تھی کہ ایک میرا خاوند ہے اور دوسرا باپ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیونکہ وہ بھی وہاں دفن ہو چکے تھے۔ پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے تو میں پردہ والی چادر اپنے اوپر لپیٹ کر جاتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے۔

(ف) مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ پر اسی حدیث کی شرح میں بحوالہ لمعات یہ لکھا ہے ''اوضح دلیل علی حیاة المیت وعلی انه ینبغی الاحترام المیت عند زیارته مهما امکن لاسیما الصالحون'' یہ روایت حیات میت پر واضح دلیل ہے اور اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ بوقت زیارت حتی المقدور میت کا احترام کیا جائے خصوصاً صالحین کا۔

حدیث نمبر ۱۶: ''عن عمرو بن العاص قال لابنه وهو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحة ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علیَّ التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمها حتی استأنس بکم واعلم ماذا اراجع به رسل ربی۔ (رواه مسلم ج ۱ ص ۷۶، مشکوٰۃ ص ۱۴۹)'' ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جب موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمانے لگے جب میں مر جاؤں میرے جنازہ کے ساتھ بین کرنے والی عورت بھی نہ ہو اور آگ بھی نہ ہو اور جب مجھے دفن کر چکو اور میرے اوپر مٹی ڈال لو تو میری قبر کے اردگرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو کر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے سوال کا جواب معلوم کر سکوں۔

(ف) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ انہیں قبروں میں جہاں اجساد عنصریہ مدفون ہیں۔ نکیرین آتے ہیں اور میت سے سوال وجواب کرتے ہیں اور یہی میت کو جزا وسزا دی جاتی ہے اور قبر کے اردگرد کھڑے ہو کر میت کے حق میں دعا کرنے والوں کی دعا سے میت مانوس ہوتی ہے۔ میت کے انس کو صحابی رسول ﷺ نے واضح لفظوں میں ثابت کیا ہے اور یہ حیات قبر کی بہت بڑی وزنی دلیل ہے۔

بہرحال یہ ایک صحابی کا نظریہ وعقیدہ ہے جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت فرمائی ہوگی تو لازماً اس وقت کچھ لوگ موجود ہوں گے اور وہ صحابہ یا پھر تابعین ہوں گے۔ کیونکہ ان ہی کا دور تھا ان سب نے صحابی رسول ﷺ کے عقیدہ ونظریہ کو سنا۔ لیکن کسی نے نکیر نہیں فرمائی۔ اعتراض نہیں کیا کہ صحابی رسول ﷺ بھول گیا ہے۔ کیونکہ اس قبر میں حساب نہیں ہوتا حساب تو روح کی قبر میں ہوتا ہے۔ یعنی علیین یا سجین میں جزا وسزا بھی وہاں ہوتی ہے جسد عنصری سے حساب نہیں لیا جاتا بلکہ مثالی سے لیا جاتا ہے۔ جسد عنصری میں نہ حیات ہوتی ہے نہ انس ہوتا ہے۔ یہ تو بالکل بے حس اور بے شعور ہوتا ہے سب کچھ روح اور جسد مثالی کے ساتھ ہوتا ہے۔

یقین جانئے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے عقیدہ پر کسی ایک نے وصیت سننے والوں میں سے نکیر نہیں

فرمائی۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد والے لوگوں میں نکیر کا عام رواج تھا جو بات ان کے مسلک کے خلاف ہوتی فوراً نکیر فرماتے۔ دیکھو جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قلیب بدر والی حدیث بیان فرمائی جس میں سماع موتی کا ثبوت ہے۔ چونکہ یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ کے اس وقت کے نظریہ کے خلاف تھی تو فوراً نکیر فرمائی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھولتے ہیں اس قسم کی کئی مثالیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ الغرض اس دور میں نکیر کا رواج عام تھا۔ لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نظریہ پر وصیت سننے والوں نے نکیر نہیں فرمائی۔

پس معلوم ہوا کہ وصیت سننے والے سب کے سب اسی عقیدہ ونظریہ کے قائل تھے۔ اسی لئے تو سکوت فرمایا اور نکیر نہ فرمائی۔ پھر وصیت کے مطابق ان کی قبر پر دعا کرائی گئی تو دفن کے وقت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کا جتنا مجمع موجود تھا تو سب نے وصیت کو سنا اور اس پر عمل ہوتا ہوا دیکھا لیکن انہوں نے بھی نکیر نہیں فرمائی بلکہ سکوت کر کے تصدیق کر دی۔ پس معلوم ہوا کہ بوقت دفن جتنے صحابہ وتابعین موجود تھے سب کا یہی عقیدہ ونظریہ تھا۔ اگر کسی کا نظریہ حضرت عمرو بن عاص کے خلاف ہوتا تو وہ ضرور نکیر فرماتا۔

پھر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی یہ وصیت اور ان کا یہ عقیدہ خیر القرون میں روایت ہوتا رہا۔ اس کی نقل چلتی رہی۔ لیکن خیر القرون کے دور میں کسی ایک صحابی یا تابعی یا تبع تابعی نے حیات قبر کا عقیدہ سن کر نکیر نہیں فرمائی۔ معلوم ہوا کہ خیر القرون کے تمام لوگوں کا یہی عقیدہ ونظریہ تھا کہ قبر میں میت کو حیات حاصل ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے سوال وجواب بھی ہوتا ہے اور ثواب وعقاب بھی۔ اگر کوئی شخص اس عقیدہ کا قائل نہ ہوتا تو اس پر نکیر ضرور کرتا۔

پھر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت وصیت اور حیات قبر کا عقیدہ محدثین مفسرین اور فقہاء ومتکلمین تک پہنچا۔ لیکن کسی نے ان کے عقیدہ حیات قبر پر نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ سب کے سب نے اس قسم کی بیسیوں آیات اور احادیث کو سامنے رکھ کر حیات قبر کا عقیدہ تسلیم کیا اور قبول کیا۔ چنانچہ محدثین کرام نے انہیں آیات اور احادیث کے پیش نظر اثبات عذاب قبر کے ابواب قائم کئے ہیں اور مفسرین کرام "یثبت اللہ الذین آمنوا" وغیرہ آیات کے تحت عقیدہ عذاب قبر وحیات قبر کی حدیثیں جمع کیں اور متکلمین اسلام نے عقائد کی کتابوں میں لکھا کہ "اعادۃ الروح فی القبر حق عذاب قبر حق سوال المنکر والنکیر حق" اور فقہاء کرام نے فقہ کی کتابوں میں یہ عقیدہ تسلیم کیا "ومن یعذب فی القبر فیوضع فیہ نوع من الحیات"

پس معلوم ہوا کہ اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی ایسا اہل علم نہیں گزرا جس نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ووصیت پر اور اس کے عقیدہ حیات پر نکیر فرمائی ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ خیر القرون سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ حیات قبر پر اتفاق اور اجماع چلا آ رہا ہے اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت اس عقیدہ پر برہان قاطع ہے۔

<u>حدیث نمبر ۱۷</u>: حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث جس میں مومن اور کافر کی موت کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ اس میں مومن کے بارے میں یہ ارشاد بھی مذکور ہے "حتی ینتھی بھا الی السماء السابعۃ فیقول اللہ اکتبوا کتاب عبدی فی علیین واعیدوہ الی الارض فانی منھا خلقتکم وفیھا اعیدھم ومنھا اخرجھم تارۃ اخری فتعاد روحہ فی جسدہ فیأتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک الحدیث" ترجمہ: مومن کی روح کو پھر آسمان پر پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کا نام ونامہ اعمال علیین میں درج کردو اور اسے

زمین کی طرف لوٹا دو کیوں کہ میں نے ان کو زمین سے پیدا کیا اور اسی زمین میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی سے دوبارہ نکال لوں گا۔ پس اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھلا کر من ربک الخ سوال کرتے ہیں۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۸، مشکوٰۃ ص ۲۵، ۱۲۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۳۱، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷)

(ف) یہ حدیث اعادہ روح پر قطعی الدلالۃ ہے۔ اور روح و جسد عنصری دونوں کے معذب و منعم ہونے پر نص ہے۔ سو فیصد محدثین اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اسناد کے متعلق مفصل بحث تسکین الصدور میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱۸: مسلم شریف کی روایت ہے کہ جب فرشتے مومن کی روح نکال کر آسمان کی طرف جاتے ہیں تو آسمان والے فرشتے اس روح کو مندرجہ ذیل الفاظ سے دعا دیتے ہیں: ''صلی اللہ علیک وعلی جسدک کنت تعمرینہ'' یعنی اے پاکیزہ روح تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور تیرے جسد پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں جس کی تعمیر و تدبیر تو دنیا میں کرتی رہی۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

(ف) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مومن کی روح کو آسمان کے فرشتے دعا دیتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح تجھ پر بھی اللہ کی رحمتیں اور تیرے جسد عنصری پر بھی رحمتیں نازل ہوں جس کو تو نے دنیا میں آباد کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد مومن فرمانبردار کی روح اور جسد عنصری دونوں پر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان نامعلوم الکیفیت تعلق قائم کیا جاتا ہے اور یہی اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔

حدیث نمبر ۱۹: ''عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المیت تحضرہ الملائکۃ فاذا کان الرجل صالحاً قالوا اخرجی ایتھا النفس الطیبۃ کانت فی الجسد الطیب، اخرجی حمیدۃ وابشری بروح وریحان ورب غیر غضبان فلا یزال یقال لہ حتی تخرج ثم یعرج بھا الی السماء فیفتح لھا فیقال من ھذا فیقولون فلان فیقال مرحبا بالنفس الطیبہ کانت فی الجسد الطیب ادخلی حمیدۃ وابشری بروح وریحان ورب غیر غضبان فلا یزال یقال لہ ذالک ینتھی بھا الی السماء التی فیھا اللہ عزوجل وذا کان الرجل سوء قال اخرجی ایتھا النفس الخبیثۃ کانت فی الجسد الخبیث اخرجی ذمیمۃ ابشری بحمیم وغساق وآخر من شکلہ ازواج فلا یزال یقال لھا ذالک حتی تخرج ثم یعرج بھا الی السماء فلا یفتح لھا فیقال من ھذا فیقال فلان فیقال لا مرحبا بالنفس الخبیثۃ کانت فی الجسد الخبیث ارجعی ذمیمۃ فانھا لا تفتح لک ابواب السماء فیرسل بھا من السماء ثم تصیر الی القبر'' (ابن ماجہ ص ۳۲۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مرنے والے کے پاس ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ پس اگر مرنے والا شخص نیک صالح ہو تو اس کو ملائکہ کہتے ہیں کہ اے پاک جسد میں رہنے والی پاک روح قابل تعریف ہو کر باہر نکل تجھے رحمت و ریحان اور رضائے الٰہی کی خوشخبری ہو۔ ہمیشہ اسے یہ باتیں کہی جاتی ہیں یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جاتا ہے اور اگر مرنے والا شخص بدکار ہو تو اسے کہا جاتا ہے اے خبیث جسد میں رہنے والی خبیث روح قابل مذمت ہو کر نکل تجھے گرم پانی اور پیپ کی اور اس قسم کے دوسرے عذابوں کی خوشخبری ہو، اسے ہمیشہ یہ باتیں کہی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی روح باہر نکل آتی ہے۔ پھر اسے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور کہا جاتا ہے

کون ہے؟ جواب دیا جاتا ہے کہ فلاں ہے پھر کہا جاتا ہے جسد خبیث میں رہنے والی روح خبیث کو کوئی مرحبا نہیں تو قابل مذہب ہو کر واپس چلی جا پھر اسے آسمان سے نیچے پھینکا جاتا ہے اور وہ قبر کی طرف جاتی ہے۔

(ف) یہ حدیث بھی اہل سنت والجماعت کے مسلک کی پوری پوری تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں لفظ میت وارد ہوا ہے اور جسد عنصری میت کے اطلاق میں شامل ہے۔ پھر حدیث میں ''الرجل الصالح والرجل السوء'' کے الفاظ موجود ہیں۔ جس کے مفہوم میں جسد عنصری داخل ہے۔ پھر اس حدیث میں نیک آدمی کے روح اور جسد عنصری دونوں کو طیب کہا گیا ہے اور بدکار آدمی کے روح اور جسد عنصری دونوں کو خبیث کہا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جزاوسزا کے حقدار اور سزاوار ہیں اور یہی اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔

حدیث نمبر ۲۰: ''ان النبی ﷺ قال ان المیت لیعذب ببکاء الحی وفی روایۃ المیت یعذب فی قبرہ بما نیح علیہ'' ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً میت کو زندوں کے رونے اور نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۲)

(ف) اس حدیث میں المیت یعذب کے الفاظ موجود ہیں جن کا معنی ہے میت کو یقیناً عذاب دیا جاتا ہے اور میت کے اطلاق میں جسد عنصری شامل ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی جسد عنصری کی جزاوسزا کی دلیل ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ میت کو عذاب کس وجہ سے ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مؤقف یہ ہے کہ زندوں کے بین ونوحہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا موقف یہ ہے کہ زندوں کی نوحہ خوانی سے نہیں بلکہ میت کو اپنی بداعمالی کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ بہرحال عذاب کی وجہ جو بھی ہو، میت کو عذاب ضرور ہوتا ہے یعنی عذاب میت میں کوئی اختلاف نہیں، وجہ خواہ کوئی بھی ہو۔

حدیث نمبر ۲۱: ''عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار فیقال ھذا مقعدک حتی یبعثک اللہ یوم القیامۃ'' ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانہ صبح وشام پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ شخص بہشتی ہے تو بہشت کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے اور اگر وہ شخص جہنمی ہے تو جہنم کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن یہاں سے اٹھائے گا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۴)

(ف) اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مرنے کے بعد قبر میں ہر شخص کو اپنا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے بہشتی کو بہشت کا ٹھکانہ اور جہنمی کو آگ کا ٹھکانہ اور کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تجھ کو قیامت کے دن اٹھائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہوگا۔ کیونکہ قیامت کے دن یقیناً جسد عنصری نے اٹھنا ہے۔ لہٰذا یہ ٹھکانہ بھی صبح وشام جسد عنصری پر پیش کیا جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قبر وبرزخ کی جزاوسزا میں جسد عنصری شریک ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۲: بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جب مومن آدمی سے قبر میں حضور اکرم ﷺ کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اور مومن آدمی صحیح صحیح جواب دے دیتا ہے تو اس کو کہا جاتا ہے نم صالحا یعنی مزے سے سو جا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۹)

(ف) علماء اہل سنت والجماعت قبر کی زندگی اور قبر کی جزاوسزا کو اقرب الاذہان کرنے کے لئے جو خواب کی مثال دیتے ہیں۔ اس کی بنیاد یہی حدیث ہے جس طرح عالم خواب میں روح جسد سے باہر ہونے کے باوجود جسد

کو اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے اور عالم خواب کے دکھ سکھ سے دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ اسی طرح عالم برزخ و قبر میں روح جسد سے نکلنے کے باوجود جسد عنصری کو اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے اور وہاں کے دکھ سکھ کو دونوں محسوس کرتے ہیں۔ البتہ عالم قبر کی زندگی اور خواب کی دنیا کی زندگی اور دنیا کے خواب پر پورا پورا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

دنیا کی زندگی اور دنیا کا خواب محسوس ہوتا ہے لیکن قبر کی زندگی اور قبر کا خواب، ہمارے لئے غیر محسوس ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اس عالم کی زندگی اور خواب کی اطلاع دی ہے اس لئے اس پر ایمان ضروری ہے۔

حدیث نمبر ۲۳: ''ان ابن عمر اخبرہ قال اطلع النبی ﷺ علی اھل قلیب فقال وجدتم ما وعد کم ربکم حقا فقیل لہ تدعوا امواتاً قال ما انتم باسمع منھم فلکن لا یجیبون وعن عائشۃ قالت انما قال النبی ﷺ انھم لیعلمون الآن ان ما کنت اقول لھم حق وقد قال اللہ انک لا تسمع الموتی'' ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ قلیب بدر (جس میں مشرکین کے مقتولین کی نعشوں کو پھینکا گیا تھا) والوں کو جھانک کر فرمایا تھا کہ میرے رب نے تمہارے ساتھ جو ذلت و شکست اور عذاب کا وعدہ فرمایا تھا کیا تم نے وہ سچ کر پایا آپ کو کہا گیا، کیا آپ مردوں کو آواز دے رہے ہیں جس میں روح نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اب جان رہے ہیں کہ میں ان کو جو کچھ کہتا ہوں وہ حق و سچ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اے پیغمبر آپ موتیٰ کو نہیں سنا سکتے۔ یعنی وہ کافر جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں آپ ان کو نہیں سنا سکتے۔ یعنی نہیں منوا سکتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳)

(ف) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے سماع میت ثابت ہے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے علم میت ثابت ہے سماع میت بھی میت کی حیات پر دلالت کرتا ہے اور علم و فہم میت بھی میت کی حیات پر دلالت کرتا ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے اندر اتنی حیات اور اتنا علم و شعور اور فہم و ادراک پیدا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے میت دکھ سکھ اور جزا و سزا کو محسوس کرتی ہے۔ مسند احمد کی روایت میں سیدہ سے یسمعون کے لفظ بھی مروی ہیں۔ بہر حال سیدہ میت کے علم و فہم اور شعور و ادراک کی قائل ہے۔ جیسا کہ خود بخاری کی روایت سے بھی ظاہر ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''باب ماجاء فی عذاب القبر یعنی حیات القبر'' میں لایا ہے اور بخاری شریف کے حاشیہ پر بحوالہ قسطلانی لکھا ہے کہ یہ حدیث حیات قبر پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث نمبر ۲۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہت بڑے زاہد و عابد صحابی تھے صوم و صلوٰۃ کے ساتھ وہ بڑی محبت رکھتے تھے اور عبادات میں اتنے منہمک رہتے تھے کہ اپنے جان کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے بیوی کی طرف بھی خیال نہیں جاتا تھا اور کسی دوست و مہمان کی طرف بھی التفات نہ فرماتے تھے حضور اکرم ﷺ کو ان کی کثرت عبادت کا علم ہوا آپ ﷺ نے بلا کر فرمایا کہ کچھ دیر قیام کیا کر اور کچھ دیر آرام کیا کر۔ کبھی نفلی روزہ رکھ لیا کر اور کبھی افطار بھی کر لیا کر۔ کیونکہ ''فان لجسدک علیک حقا وان لعینک علیک حقا وان لزورک علیک حقا وان لزوجک علیک حقا'' یعنی تجھ پر تیرے جسد کا حق ہے، تیری آنکھوں کا حق ہے، تیرے ملاقاتی کا حق ہے، تیری بیوی کا حق ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۰۵)

(ف) حضور اکرم ﷺ کی زبان فیض ترجمان نے فرمادیا کہ جسد عنصری کا حق ہے۔ لہٰذا اس کو کسی عالم میں اپنے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

دنیا میں بھی جسد عنصری حق دار ہے اور قبر و برزخ میں بھی حقدار ہے اور آخرۃ میں بھی حقدار ہے اور یہی اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ جسد عنصری ہر عالم میں جزاوسزا کا حقدار ہے۔

حدیث نمبر ۲۵: ''قد روی ابن منده عن ابن عباس انه قال یختصم الناس یوم القیامة حتی تختصم الروح مع الجسد فتقول الروح للجسد انت فعلت ویقول الجسد للروح انت امرت وانت سولت فیبعث الله ملکا یفصل بینهما فیقول لهما ان مثلکما کمثل رجل مقعد بصیر والآخر ضریر دخلا بستانا فقال المقعد للضریر انی اراهھنا ثمارا ولکن لا اصل الیها فقال له الضریر انی اری ھھنا ثمارا ولکن لا اصل الیها فقال له الضریر ارکبنی فتناولها فرکبه فتناولها فایهما المعتدی فیقولان کلاهما فیقول لهما الملک فاکنا قد حکمتما علی انفسکما یعنی ان الجسد للروح کالمطیه وهو راکبه'' ترجمہ: محدث ابن منده نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے مخاصمات اس قدر طول پکڑ جائیں گے کہ روح اور جسد بھی آپس میں جھگڑا کریں گے روح جسد کو کہے گا جو کچھ ہوا تو نے کیا اور جسد کہے گا کہ سب کچھ تیرے حکم سے ہوا اور تو نے منصوبے بنائے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجیں گے وہ فرشتہ ان دونوں کے سامنے ایک مثال بیان کرے گا کہ کسی باغ میں دو شخص داخل ہوئے لیکن دونوں معذور تھے ایک اندھا تھا جس کو کچھ نہ آتا تھا دوسرا لنگڑا اپاہج جو چلنے کے قابل نہ تھا دونوں کی خواہش تھی کہ پھل توڑیں اور کھائیں لیکن ہر شخص بوجہ معذوری کے پھل نہ توڑ سکتا تھا۔ چنانچہ اندھے نے لنگڑے سے کہا کہ تو نے میرے اوپر سوار ہو کر پھل توڑ لے۔ پس ایسا کیا گیا پھر فرشتے نے پوچھا بتاؤ مجرم اور چور کون؟ وہ کہیں گے دونوں! فرشتہ کہے گا تم نے اپنا فیصلہ خود کر لیا۔ پس اندھا بمنزلہ سواری کے ہے اور روح بمنزلہ سوار کے ہے یعنی جس طرح اندھے اور لنگڑے کے اشتراک عمل سے چوری سرزد ہوئی اسی طرح روح اور جسد کے اشتراک عمل سے چوری سرزد ہوئی۔ اسی طرح روح اور جسد کے اشتراک عمل سے نیکی یا برائی وجود میں آئی۔ لہٰذا یہ دونوں جزاوسزا کے حق دار اور سزاوار ہیں اور یہی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۳، کتاب الروح ص ۲۵۱)

حدیث نمبر ۲۶: ''اخرج ابن ابی الدنیا فی البعث وابوالشیخ فی السنة والحاکم فی الکنی والبیهقی فی کتاب عذاب القبر والاصفهانی فی الحجة وغیرهم عن عمر قال قال لی رسول الله ﷺ یا عمر کیف انت اذا کنت فی اربعة اذرع من الارض فی ذراعین ورأیت منکرا ونکیرا فقلت یا رسول الله ﷺ وما منکر ونکیر قال فتانا القبر یبحثان القبر بانیا بهما ویطاءن فی اشعارهما اصواتهما کالرعدالقاصف والبصارهما کالبرق الخاطف معهما مزربة لو اجتمع علیها اهل منی لم یطیقوا رفعها هی الیسر علیهما من عصای هذه وبید رسول الله ﷺ عصیة یحرکها فامتحمناک فان تعابیت او تلویت ضرباک بها ضربة تصیر بها رمادا قلت یا رسول الله ﷺ وانا علی حالی هذا قال نعم قال اذن اکفیکهما کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۱) واخرجه سعید ابن منصور نحوه حیات الصحابه (ج ۳ ص ۱۱) اخرج ابوداؤد فی البعث والحاکم فی التاریخ والبیهقی فی عذاب القبر عن عمر بن الخطاب مثله (شرح الصدور) وفی الترغیب للمنذری

ذکرہ بروایۃ احمد وفی لفظہ نعم کھیئتک الیوم فقال عمر بفیہ الحجرقال المنذری رواہ احمد والطبرانی باسناد جید (ترغیب ج ۴ ص ۱۸۳، احکام القرآن ج ۴ ص ۹۴) وفی الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان عن عبداللہ بن عمرو مثلہ الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان (ج ۵ ص ۴۷)''

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر تیرا کیا حال ہوگا جب تو زمین کی چار ہاتھ کی جگہ میں ہوگا جو دو ہاتھ چوڑی ہوگی اور منکر نکیر کو دیکھے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ منکر نکیر کون ہیں؟ فرمایا قبروں میں امتحان لینے والے فرشتے قبر کو اپنے دانتوں سے کریدیں گے اور ان کے بال پیروں تک لمبے ہوں گے ان دونوں کی آوازیں مانند سخت گرجنے والی بجلی کے ہوں گی اور ان دونوں کی آنکھیں مانند اچک لینے والی بجلی کی ہوں گی۔ ان کے پاس گرز ہوگا جو اتنا وزنی ہوگا کہ اگر منیٰ کے تمام باشندے اس کو اٹھانا چاہیں تو اس کو نہ اٹھا سکیں گے اور یہ گرز ان دونوں فرشتوں کے لئے اٹھانا ایسا آسان ہوگا جیسے میرا یہ عصا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ایک عصا تھا جس کو آپ ہلا رہے تھے وہ دونوں تیرا امتحان لیں گے اگر تو جواب سے عاجز آگیا یا تو نے ذرا بھی انکار کیا تو تجھ کو اس گرز سے ایک ایسی مار ماریں گے جس کی وجہ سے تو راکھ ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ میں اپنی اسی حالت پر ہوں گا کیا میرا عقل وہوش ٹھکانے ہوگا؟ آپ نے (ف) فرمایا ہاں تیرا عقل اور ہوش وحواس ایسے ہوگا جیسے آج ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تب تو میں ان دونوں کے لئے کافی ہوں یعنی پھر میرے لئے جواب دینا کوئی مشکل نہیں ہے۔

''وفی مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مثلہ (مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۲۶۲) واخرج عبدالرزاق فی مصنفہ عن عمرو بن دینار مثلہ (مصنف عبدالرزاق ج ص ۵۸۳)'' یہ روایت احیاء علوم الدین للغزالی (ج ۴ ص ۵۰۳، اعلام الموقعین لابن قیم ج ۴ ص ۲۸۸، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۷، کتاب احوال القبور للحافظ ابن رجب ص ۱۲، میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۳۹۳، شرح فقہ اکبر لعلی قاری ص ۱۰۲، التذکرہ للقرطبی ص ۱۴۸، ریاض النضرہ ج ۲ ص ۳۴) میں بھی موجود ہے۔

(ف) یہ حدیث اس بات پر نص صریح ہے کہ قبر کے اندر میت میں ادراک شعور عقل اور سمجھ باقی رہتی ہے اور یہ سب باتیں حیات قبر کی دلیل ہیں ادراک شعور اور عقل نہ ہو تو منکرین کے سوالوں کو کیسے سمجھے گا اور کیا جواب دے گا پس قبر کے سوال وجواب کے لئے جتنے ادراک وشعور کی ضرورت ہوتی ہے۔ اتنا میت کو عطا کیا جاتا ہے۔ البتہ یہ سب کچھ دنیا والوں کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔ اس لئے اس پر اہل ایمان کا ایمان بالغیب ہے اہل ایمان کو اتنا یقین اپنی آنکھوں پر نہیں ہے۔ جتنا حضور اکرم ﷺ کی بتائی بات پر ہے اور آپ ﷺ کا فرمان واضح طور پر موجود ہے۔ ''نعم کھیئتکم الیوم'' جیسے آج تمہارا عقل وہوش باقی ہے اس طرح قبر میں بھی باقی ہوگا۔

<u>حدیث نمبر ۲۷</u>: ''عن ابی مرثد الغنوی قال قال رسول اللہ ﷺ لا تجلسوا علی القبور والا تصلوا الیھا'' ترجمہ: حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قبروں پر مت بیٹھو اور ان کی طرف رخ کر کے نماز بھی نہ پڑھو۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۴۸)

<u>حدیث نمبر ۲۸</u>: ''عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر'' ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے پر بیٹھ جائے اور وہ انگارہ اس کا کپڑا جلا کر اس کے جسم تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر کے اوپر بیٹھے۔ (رواہ مسلم و مشکوٰۃ ص ۱۴۸)

(ف) مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں دو کاموں سے منع کیا گیا ہے ایک تو قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے بت پرستوں سے مشابہت لازم آتی ہے اور دوسرا قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ صاحب قبر واجب الاحترام ہے اور قبر پر بیٹھنا اس کے احترام کے خلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قبر میں مدفون جسد عنصری احترام کا حقدار ہے اور اگر مجرم ہے تو پھر سزا کا حقدار بھی ہے۔

حدیث نمبر ۲۹: ''عن بریدة قال کان رسول اللہ ﷺ یعلمھم اذا خرجوا الی المقابر السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین و المسلمین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسأل اللہ لنا و لکم العافیة'' ترجمہ: حضرت بریدہ ﷛ روایت کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کو سکھلایا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو وہاں یہ کہیں ''السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین و المسلمین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسأل لنا و لکم العافیہ'' یعنی سلام ہو تم پر اے گھر والے مؤمنین اور مسلمین میں سے یقیناً ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم سے ضرور ملیں گے ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں۔ (رواہ مسلم و مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

حدیث نمبر ۳۰: ''عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بقبور المدینة فاقبل علیھم بوجھه فقال السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا و لکم انتم سلفنا و نحن بالاثر'' ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷠ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ مدینہ کے قبرستان سے گزرے تو آپ ﷺ قبروں کی طرف منہ مبارک کر کے متوجہ ہوئے اور فرمایا ''السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا و لکم انتم لنا سلف و نحن بالاثر'' یعنی اے قبروں والے تم پر سلام ہو تم ہم سے پہلے پہنچے ہوئے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے ہی والے ہیں۔

(رواہ الترمذی و قال ہذا حدیث غریب مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

(ف) ان دونوں حدیثوں میں حضور اکرم ﷺ نے زیارۃ قبور کے آداب، سکھلائے ہیں کہ جب تم قبرستان جاؤ تو اہل قبور کو مخاطب بنا کر ان کو سلام کرو اور دعا دو۔ حضور اکرم ﷺ کا اپنا معمول بھی یہی تھا اور صحابہ کرام کو بھی یہی تعلیم دی اہل قبور کو یہ سلام اگرچہ ایک قسم کی دعا ہے بصیغہ خطاب ہے اور خطاب میت حیات میت کی دلیل ہے۔ ورنہ خطاب بے سود ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم ﷫، علامہ ابن کثیر ﷫ اور مفتی محمد شفیع ﷫ لکھتے ہیں ''وھذا السلام و الخطاب و النداء لموجود یسمع و یخاطب و یعقل و یرد و ان لم یسمع المسلم الرد'' (کتاب الروح ص ۱۴، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۶) یعنی اس طریقہ سے سلام، خطاب اور نداء اس کے لئے ہوتا ہے۔ جس میں سننے سمجھنے اور جواب دینے کی صلاحیت موجود ہو اگرچہ سلام کرنے والا جواب کو سن نہیں سکتا۔ واضح رہے کہ انسان کو اگرچہ مردہ کیوں نہ ہو جمادات پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ انسان حیاً و میتاً اشرف المخلوقات ہے اور جمادات ارذل ہیں۔ بہر حال پیغمبر اسلام اور صحابہ کرام ﷡ کا اہل قبور کو سلام و خطاب کرنا حیات قبر کی بہت بڑی وزنی دلیل ہے اسی لئے تو علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں ''و السلف مجمعون علی ھذا'' یعنی سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے۔

حدیث نمبر ۳۱: ''عن سعید المریة قالت مر عمر بطلحة بعد وفات رسول اللہ ﷺ فقال مالک

کئیبا اسأتک امرة ابن عمک قال لا ولکن سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انی لاعلم کلمة لایقولھا احد عند موتہ الا کانت نور الصحیفة وان جسدہ وروحہ لیجدان لھا روحا عند الموت فلم اسأل حتی توفی قال انا اعلم ھی التی اراد عمہ علیھا ولو علم ان شیئاً انجی لہ منہ لامرہ'' (ابن ماجہ ص ۲۷۷، مسند ابویعلی ج ۲ ص ۱۴)

ترجمہ: حضرت بی بی سعدی مریہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں حضرت عمر بن خطاب، حضرت طلحہ ﷛ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد گزرے کہا تجھے کیا ہے تو کیوں غمگین بیٹھا ہے۔ کیا تجھے اپنے چچازاد بھائی کی خلافت ناپسند ہے؟ کہا نہیں اور لیکن میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا تھا آپ فرماتے تھے میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جو شخص بھی اس کو موت کے وقت پڑھ لے تو وہ اس کے صحیفہ کا نور ہوگا اور بوقت موت اس کی روح اور جسد دونوں راحت وآرام پائیں گے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ وفات پاگئے اور میں وہ کلمہ آپ سے پوچھ نہ سکا۔ اس لئے غمگین بیٹھا ہوں۔ حضرت عمر ﷛ نے فرمایا کہ میں وہ کلمہ جانتا ہوں اور یہی کلمہ تو ہے جو آپ نے اپنے چچا ابوطالب پر پیش کیا تھا اور آپ چاہتے تھے کہ آپ کا چچا یہ کلمہ پڑھ لے اور اس سے اگر زیادہ نجات دہندہ کلمہ کوئی اور ہوتا تو حضور علیہ السلام اسی کا حکم کرتے یعنی وہ کلمہ ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے۔

(ف) حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص مرتے وقت کلمہ لاالہ الا اللہ پڑھ لے تو اس کی روح اور جسد عنصری دونوں کو راحت، سکون اور آرام نصیب ہوتا ہے۔ پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ موت اور موت کے بعد والی جزا وسزا روح اور جسد عنصری دونوں کو حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ان دونوں کا آپس میں تعلق ہوتا ہے جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

<u>حدیث نمبر ۳۲</u>: ''عن عثمان انہ کان اذا وقف علی قبر بکی حتی یبل لحیتہ فقیل لہ تذکر الجنة والنار فلاتبکی وتبکی من ھذہ فقال ان رسول اللہ ﷺ قال ان القبر اوّل منزل من منازل الآخرة فان نجا منہ فما بعدہ ایسر منہ وان لم ینج منہ فما بعد اشد منہ قال وقال رسول اللہ ﷺ مارأیت منظرا اقط الا والقبر افظع منہ''

ترجمہ: حضرت عثمان غنی ﷛ کے بارہ میں منقول ہے کہ وہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو (خوف خدا سے) اس قدر روتے کہ ان کی ڈاڑھی (آنسوں سے) تر ہوجاتی ان سے کہا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور اس قبر کو دیکھ کر روتے ہیں انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخرت کی منزلوں میں سے قبر پہلی منزل ہے۔ لہٰذا جس نے اس منزل سے نجات پائی اس کو اس کے بعد آسانی ہے اور جس نے اس منزل سے نجات نہیں پائی اس کو اس کے بعد سخت دشواری ہے۔ حضرت عثمان ﷛ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے کبھی کوئی منظر قبر سے زیادہ سخت نہیں دیکھا۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ ص ۳۲۵، مشکوٰۃ ص ۲۶)

(ف) حضرت عثمان غنی ﷛ اسی زمین والی قبر پر جہاں اجساد عنصریہ دفن ہیں کھڑے ہوکر روتے تھے معلوم ہوتا ہے انہیں ارضی قبروں میں اجساد عنصریہ کو جزا وسزا دی جاتی ہے۔ کیونکہ ارواح کا ان سے تعلق ہوتا ہے۔

<u>حدیث نمبر ۳۳</u>: ''عن جابر قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ الی سعد بن معاذ حین توفی فلما صلّی علیہ رسول اللہ ﷺ ووضع فی قبرہ وسوی علیہ سبح رسول اللہ ﷺ فسبحنا طویلا ثم فکبر فکبرنا فقیل یا رسول اللہ لم سبحت ثم کبرت قال لقد تضایق علی ھذا العبد الصالح قبرہ حتی فرجہ اللہ عنہ'' ترجمہ: حضرت جابر ﷛ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ ﷛ کی وفات کے بعد ہم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ ان کے جنازہ

پر گئے جب حضور اکرم ﷺ ان کی نماز جنازہ پڑھ چکے تھے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قبر میں اتار کر مٹی برابر کر دی گئی۔ پھر حضور اکرم ﷺ کافی دیر تک تسبیح پڑھتے رہے اور ہم نے بھی تسبیح پڑھی۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے تکبیر پڑھی اور ہم نے بھی تکبیر پڑھی۔ پھر آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے تسبیح اور تکبیر کیوں پڑھی فرمایا اس بندہ صالح پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری تکبیر و تسبیح کی وجہ سے اسے کشادہ کر دیا۔

(رواہ احمد مشکوۃ ص ۲۶ ومثلہ عن ابن عمر فی النسائی)

(ف) جس قبر میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جسد عنصری اتارا گیا وہی قبر تنگ ہوگئی۔ اسی قبر پر حضور ﷺ نے تسبیح و تکبیر پڑھی۔ آپ کی تسبیح و تکبیر و دعا کی برکت سے یہی قبر کشادہ ہوگئی۔ قبر کی اس ابتدائی تنگی کو **ضغطہ** قبر کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص **ضغطہ** قبر سے نجات پاتا تو حضرت سعد نجات پاتے۔ اسی لئے عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے ''ضغطة القبر حق'' یعنی قبر کا **ضغطہ** برحق ہے اس کی توجیہہ جو بھی ہو بہر حال قبر کا **ضغطہ** حیات قبر کی دلیل ہے۔ کیونکہ بغیر کسی قسم کی حیات کے مردہ **ضغطہ** کو کیسے محسوس کرتا ہے۔ پس جس طرح عذاب وثواب قبر کے لئے حیات شرط ہے۔ اسی طرح **ضغطہ** قبر کے لئے بھی حیات شرط ہے اور ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۳۴: ''عن ابی ایوب قال خرج رسول اللہ ﷺ بعد ما غربت الشمس فسمع صوتا فقال یھود تعذب فی قبورھا'' ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ غروب شمس کے بعد باہر تشریف لائے اور آواز سنی۔ پس فرمایا کہ یہودیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

(ف) ظاہر ہے کہ جن قبروں میں یہودیوں کے اجساد عنصریہ مدفون تھے وہاں سے آپ ﷺ نے عذاب کی آواز سنی اور فرمایا کہ یہودیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی عذاب قبر یعنی حیات قبر کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۳۵: ''انھا سمعت عائشة زوج النبی ﷺ قالت انما مر النبی ﷺ علی یھودیة یبکی علیھا اھلھا فقال انھم یبکون علیھا وانھا لتعذب فی قبرھا'' ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ کا ایک یہودی عورت پر یا یہودی مرد پر گزر ہوا (جو کہ قبر میں دفن ہو گیا تھا) اور اس کے رشتہ دار اس پر رو رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۲)

(ف) حضور اکرم ﷺ کا گزر یہودی کی مردہ لاش یعنی جسد عنصری پر ہوا جو کہ قبر میں دفن ہو چکا تھا اسی مردہ لاش یعنی جسد عنصری کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے اور یہی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جسد عنصری جزا وسزا میں شامل ہوتا ہے اور یہی عذاب قبر حیات قبر کی دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ آپ ﷺ کا گزر اس وقت ہوا کہ ابھی یہودی کی میت دفن نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ باہر پڑی تھی تو پھر بھی اہل سنت والجماعت کے مدعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اسی مردہ لاش کی عذاب کی اطلاع دی ہے خواہ وہ دفن ہو چکی تھی یا ابھی دفن نہیں ہوئی تھی۔ بہر حال عذاب تو اسی مردہ لاش کو ہو رہا تھا جس پر آپ ﷺ کا گزر ہوا اور وہ جسد عنصری ہی ہے۔ مردہ لاش کے باہر ہونے کی صورت میں بھی ''انھا لتعذب فی قبرھا'' کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ پس موت کے بعد اور دفن سے پہلے جو عذاب دیا جاتا ہے۔ اس کو مجازاً یا تغلیباً عذاب قبر کہہ دیا جاتا ہے۔ ''فلا اشکال فیہ فافھم''

حدیث نمبر ۳۶: ''انہ سمع جابر بن عبداللہ عنھما یقول لما اراد معاویة ان یجری الکظامة قال من

کان لہ قتیل فلیات قتیلہ یعنی قتلی احد فاخرجھم رطابا یتثنون قال فاصابت المسماۃ رجل رجل منھم فانفطرت دما فقال ابو سعید لا ینکر بعد ھذا منکر ابداً'' ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہاڑ احد کے دامن میں نہر کھودنے کا ارادہ فرمایا تو اعلان فرمایا کہ شہداء احد میں سے اگر کسی کا وہاں شہید دفن ہو تو وہ نکال لے پس شہداء کی لاشوں کو نکالا گیا ان کے جسم تروتازہ اور نرم نرم تھے فرمایا کھدائی کے دوران ایک شہید (سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ) کے پاؤں پر لوہے کا پھاوڑا لگا پس اس سے خوب بہنے لگا۔ حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی منکر اس کا (حیات قبر کا) انکار نہیں کر سکے گا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۴۸، تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۷۰، بحوالہ بیہقی وابن سعد حیات الصحابہ ج ۳ ص ۸۵۲)

(ف) یہ روایت حیات قبر کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ شہداء کرام کے اجساد عنصریہ میں دیکھنے والوں نے حیات کے آثار دیکھے۔ حالانکہ ان کی وفات کی اس وقت تک چالیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا تھا۔ یاد رہے کہ حیات کا موجود ہونا خرق عادت نہیں وہ بحکم قانون خداوندی ہر شہید کو ملتی ہے۔ لیکن عامۃ الناس کو نظر نہیں آتی۔ پس اس نہ نظر آنے والی زندگی کو کبھی کبھی دیکھ لینا کرامت اور خرق عادت ہے اور نفس حیات وہ تو قانون کے تحت ہے بہرحال حیات کا موجود ہونا اور بات ہے اور دنیا والوں کے سامنے اس کا ظہور بالکل اور بات ہے۔ اوّل الذکر قانون ہے اور ثانی الذکر کرامت ہے اور دونوں میں فرق ہے۔

<u>حدیث نمبر ۳۷</u>: ''ان عمر بن الجموع وعبداللہ بن عمرو الانصاریین ثم المسلمین کانا قد حضر السیل من قبریھما وکان قبر اھما مما یلی السیل وکانا فی قبر واحد وھما ممن استشھد یوم احد فحضر عنھما لیغیرا من مکانھما فوجدا لم یتغیر کانھما ماتا بالامس وکان احدھما قد جرح فوضع یدہ علی جرحہ فدفن وھو کذالک فامیطت یدہ عن جرحہ ثم ارسلت فرجعت کما کانت وکان بین احد و بین یوم حفر عنھما ستۃ وار بعون سنۃ'' ترجمہ: حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو انصاری سلمی رضی اللہ عنہ جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے ان کی قبر کو پانی کے بہاؤ نے اکھیڑ دیا تھا اور ان کی قبر پانی کے بہاؤ کے قریب تھی اور دونوں ایک قبر میں دفن تھے تو قبر کی کھودائی گئی تا کہ ان کی لاشیں نکال کر دوسری جگہ دفن کریں دیکھا تو ان کی لاشیں ویسی ہی ہیں جیسے وہ شہید ہوئے تھے گویا کل مرے ہیں ان میں سے ایک شخص کو زخم لگا تھا تو اس نے اپنے ہاتھ زخم پر رکھ لیا تھا جب ان کو دفن کرنے لگے تو ہاتھ وہاں سے ہٹایا گیا مگر ہاتھ پھر وہیں آلگا جب ان کی قبر کھودی گئی تو جنگ احد کو چھیالیس برس گزر چکے تھے۔ (موطا امام مالک ص ۴۸۲، ۴۸۳، حیات الصحابہ ج ۳ ص ۸۵۰، ۸۵۱ بحوالہ ابن سعد وزرقانی)

(ف) یہ روایت حیات قبر کی دلیل ہے کیونکہ شہداء احد کے اجساد عنصریہ میں حیات کے اثرات دیکھے گئے اور یہی اہل حق کا مسلک ہے۔

<u>حدیث نمبر ۳۸</u>: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ میت پر نماز جنازہ کی دعا یوں بتاتے ہیں ''اللھم صعد روحہ فی السماء ووسع عن جسدہ الارض اللھم نور لہ فی قبرہ'' اے اللہ اس کے روح کو آسمان میں بلند فرما۔ زمین کو اس کے جسد عنصری سے وسیع فرما اس کی قبر کو منور فرما۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۰)

(ف) اس روایت میں روح کی بلندی کی علیحدہ دعا مانگی گئی ہے اور جسد عنصری کے لئے قبر کی فراخی کی علیحدہ دعا مانگی گئی ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی جزا وسزا میں یہ دونوں شریک ہوتے ہیں۔ جس کی صحیح اور معقول

صورت یہی ہے کہ روح اور جسد عنصری کا تعلق جوڑا جاتا ہے جس کی کیفیت صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عذاب قبر کے متعلق تفصیلی حدیث مروی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں "فترسل من السماء الی القبر" یعنی جب برے آدمی کی روح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے تو اس کی روح کو آسمان سے قبر کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔ (مسند احمد ج ۷ ص ۲۰۲)

(ف) یہ حدیث اعادہ روح الی القبر کی نص صریح ہے چونکہ اس کو روایت کرنے والی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ لہٰذا ان کا اپنا مسلک بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اعادہ روح کی قائل ہیں۔

حدیث نمبر ۴۰: "عن عائشۃ ان رسول اللہ ﷺ قال یرسل علی الکافر حیتان واحدۃ من قبل راسہ واخری من رجلیہ تقرضانہ قرضاً کلما افرغتا عادتا الی یوم القیامۃ" ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قبر میں) کافر پر دو سانپ چھوڑے جاتے ہیں۔ ایک اس کو سر سے کاٹنا شروع کرتا ہے اور دوسرا پاؤں سے۔ پس جب وہ دونوں ایک دفعہ کاٹنے سے فارغ ہو جاتے ہیں تو دوبارہ کاٹنا شروع کر دیتے ہیں اور قیامت تک ایسا کرتے رہتے ہیں۔ (مسند احمد، ج ۷ ص ۲۱۹، ریاض السنن الشیخ محمد موسیٰ روحانی بازی ج ۲ ص ۲۳۲)

(ف) یہ حدیث بھی عذاب قبر یعنی حیات قبر کی دلیل ہے۔ جس کو دو سانپ سر اور پاؤں سے کاٹتے ہیں وہ جسد ہی ہے کیونکہ سر اور پاؤں اسی کے ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۱: "اخرج فی الاوسط عن ابی سعید الخدری قال کنت مع رسول اللہ ﷺ فی سفر وھو یسیر علی راحلتہ فنفرت فقلت یا رسول اللہ ﷺ ما شان راحلتک نفرت قال انھا سمعت صوت رجل یعذب فی قبرہ فنفرت لذلک" ترجمہ: امام طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ کسی سفر میں تھا اور آپ اپنی سواری پر سوار تھے۔ پس آپ کی سواری بدکی، میں نے عرض کیا سواری کو کیا ہو گیا؟ کیوں بدکی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے سواری نے اس کی آواز سنی ہے اس لئے بدکی ہے۔ (ریاض السنن ج ۲ ص ۲۳۳)

(ف) حضور اکرم ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو کر اسی زمین پر سفر کر رہے تھے اور اسی زمین والی قبر میں عذاب ہو رہا تھا اور اسی عذاب کی آواز سن کر آپ کی سواری بدکی۔ چونکہ اس زمین والی قبروں میں اجساد عنصریہ ہی مدفون ہیں۔ لہٰذا یہ عذاب بھی جسد عنصری کو ہی ہو رہا تھا اور یہی عذاب قبر حیات قبر کی دلیل ہے۔ کیونکہ عذاب کے لئے حیات شرط ہے۔

حدیث نمبر ۴۲: "اخرج احمد والنسائی وابن خزیمہ والبیھقی عن رافع قال مررت مع رسول اللہ ﷺ بالبقیع فقال اف اف فظننت انہ یریدنی فقلت یا رسول اللہ ﷺ احدثت شیئا قال معاذاک قلت افففت منی؟ قال لا ولکن صاحب ھذا القبر فلان بعثہ ساعیا علی بنی فلان فغل درعا فدرع الآن مثلھا من النار"

ترجمہ: حضرت ابو رافع سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ بقیع کے قبرستان سے گزرا آپ ﷺ نے فرمایا۔ اف اف میں نے گمان کیا کہ آپ مجھے اف اف کہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول مجھ سے کیا ہوا؟ کہ آپ مجھے اف اف یعنی افسوس افسوس فرما رہے تھے آپ نے فرمایا میں تجھے نہیں کہہ رہا۔ لیکن اس قبر والے فلاں شخص کو میں نے (وصولی کے لئے) ساعی بنا کر بھیجا تھا پس اس نے ایک درع چرا لی تھی اب وہ درع اس پر آگ بن گئی ہے اس لئے میں اس قبر والے شخص کو اف اف کہہ رہا ہوں۔ (ریاض السنن ج ۲ ص ۲۳۴)

(ف) حضور اکرم ﷺ کا گزر جنت البقیع کے قبرستان سے ہوا جہاں اجساد عنصریہ مدفون ہیں۔ اسی جسد عنصری پر آپ نے آگ کی درع دیکھی اور افسوس کیا۔ پس معلوم ہوا کہ جسد عنصری قبر کی جزاوسزا میں شریک ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۳: ''اخرج ابویعلی والا جری وابن منده عن ابی هریرة عن رسول الله ﷺ قال المؤمن فی قبره فی روضة ویرحب له قبر سبعون ذراعا وینور له کالقمر لیلة البدر اتدرن فیم نزلت هذه الآیة وان له معیشة ضنکا قالوا الله ورسول اعلم قال عذاب الکافر فی قبره والذی نفسی بیده انه یسلط علیه تسعة وتسعون تنینا ینفخون فی جسمه ویلسعونه ویخدشونه الی یوم القیامة'' ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن اپنی قبر میں ایسے ہوتا ہے جیسے باغ میں ہو اور اس کی قبر ستر ہاتھ فراغ ہو جاتی ہے اور اس کی قبر چودھویں کے چاند کی مانند منور کر دی جاتی ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ''وان له معیشة ضنکا'' کس میں نازل ہوئی ہے انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس آیت میں کافر کے لئے عذاب قبر کا بیان ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یقینا کافر پر قبر میں ننانوے اژدھا مسلط کئے جاتے ہیں جو اس کے جسم میں پھونک مارتے ہیں اس کو ڈنگ مارتے ہیں اور اس کو نوچتے ہیں۔ قیامت تک ایسا ہوتا رہتا ہے۔ (ریاض السنن ج ۲ ص ۲۳۲، التذکرۃ للقرطبی ص ۱۵۲)

(ف) اس حدیث میں جسم کی تصریح موجود ہے کہ قبر میں مدفون جسد عنصری پر بڑے سانپ مسلط کئے جاتے ہیں جو اس میں پھونک مارتے ہیں اور اس کو ڈستے ہیں اور نوچتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ قبر و برزخ کی جزا وسزا میں جسد عنصری بھی شامل ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۴: ''اخرج الطبرانی فی الاوسط وابن ابی الدنیا فی کتاب القبور وابن منده عن ابن عمر قال بینما اسیر بنجنبات بدر اذ خرج رجل من حفرة فی عنقه سلسلة فنادانی یا عبدالله اسقنی فلا ادری ءاعرف اسمی او دعانی بدعایة العرب وخرج رجل من تلک الحفرة فی یده سوط فنادانی یا عبدالله لا تسقه فانه کافر ثم ضربه بالسوط حتی عاد الی حفرة فاتیت النبی ﷺ فاخبرته فقال لی او قد رأیته؟ قلت نعم ذاک عدو الله ابو جهل وذاک عذابه الی یوم القیامة'' ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں میدان بدر کے کنارے سے گزر رہا تھا اچانک گڑھے سے ایک شخص نکلا اس کی گردن میں زنجیر تھی۔ پس مجھے آواز دی اے عبداللہ مجھے پانی پلا۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ میرا نام جانتا تھا یا عرب کے دستور کے مطابق مجھے یا عبداللہ اے اللہ کے بندے کہا اور اس گڑھے سے ایک اور شخص نکلا۔ اس کے ہاتھ میں چابک تھا۔ اس نے مجھے آواز دی۔ اے عبداللہ اس کو پانی مت پلا۔ کیونکہ یہ کافر ہے پھر اس کو کوڑے مار کر گڑھے میں واپس لے گیا۔ پس میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور سارا ماجرا سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس کو دیکھا میں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابوجہل تھا قیامت تک اس کے ساتھ ایسا ہوتا رہے گا۔

(ریاض السنن ج ۲ ص ۲۳۳ کتاب الروح ص ۹۳، ۹۴، التذکرۃ للقرطبی ص ۱۵۴، حیات الصحابہ ج ۳ ص ۸۴۲)

(ف) اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جسد عنصری عالم قبر و برزخ کی جزاوسزا میں شریک رہتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۵: ''عن انس بن مالک قال کنا مع رسول الله ﷺ فدخل دار من دور بنی النجار فخرج الینا منتقعا لونه فقال من اهل هذه القبور قالوا ماتوا فی الجاهلیة قال ثم اقبل علینا فقال تعوذوا بالله من

عذاب القبر فو الذی نفسی بیدہ لقد رآیت ابدانھم یعذبون فی قبورھم'' ترجمہ: حضرت انس بن مالک ﷜ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بنی نجار کے کسی دار میں تھے آپ ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب کہ آپ پر ناگواری کے اثرات نمایاں تھے آپ نے فرمایا یہ قبروں والے کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں مرنے والوں کی قبریں ہیں۔ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑو۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے جسموں کو قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ ج ۷ ص ۲۷۸)

(ف) اس حدیث میں تصریح ہے کہ انہی قبروں میں اجساد عنصریہ کو عذاب ہو رہا ہے جس کو حضور اکرم ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ لہٰذا یہ حدیث عذاب قبر یعنی حیات قبر کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۴۶: ''عن علی ان رسول اللہ ﷺ قال یوم الخندق حبسونا عن صلوٰۃ الوسطی صلوٰۃ العصر ملاء اللہ بیوتھم و قبورھم نارا'' ترجمہ: حضرت علی ﷜ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے جنگ خندق کے دن فرمایا کہ مشرکین نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ یعنی عصر کی نماز سے روکے رکھا لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۶۳، مسند ابو یعلیٰ ج ۱ ص ۳۱۴، ۳۱۵)

(ف) چونکہ مشرکین نے جنگ خندق کے موقع پر اتنا سخت حملہ کیا کہ جس کے دفاع کی وجہ سے مسلمانوں کی عصر کی نماز فوت ہوگئی جو بعد میں قضاء کی گئی تو آپ ﷺ کو نماز عصر کے فوت ہو جانے کا بڑا صدمہ ہوا اور آپ ﷺ نے مشرکین کو بد دعا دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ کیونکہ انہوں نے نماز عصر قضا کرادی۔ بیوتھم سے یہ دنیا والے گھر ہیں اور قبورہم سے مراد یہی قبریں ہیں جن میں اجساد عنصریہ دفن کئے جاتے ہیں۔ پس یہ حدیث عذاب قبر یعنی حیات قبر کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۴۷: ''عن عائشۃ انھا قالت کان رسول اللہ ﷺ کلما کان لیلتھا من رسول اللہ ﷺ یخرج آخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مومنین و اتانا و ایاکم ما توعدون غدا موجلون و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد'' ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ ﷝ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں جس رات حضور اکرم ﷺ کی میرے پاس رہنے کی باری ہوتی تھی تو آپ رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع کے قبرستان میں چلے جاتے تھے اور فرماتے تھے اے قوم مؤمنین کے گھر والے تم پر سلام ہو ہمارے اور تمہارے پاس کل قیامت کا وعدہ آنے والا ہے جس کی بھی ہمیں مہلت دی گئی ہے اور بے شک ہم آپ کے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرما۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۷، ۲، مسلم ج ۱ ص ۱۳ ۳ ص ۱۴ ۳ و مثلہ فی الموطا امام مالک ص ۲۲۴)

(ف) آپ حضور اکرم ﷺ کی دعا کے الفاظ میں غور فرمائیں آپ فرماتے ہیں ''اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد'' اے اللہ بقیع الغرقد والوں کی بخشش فرما ظاہر ہے کہ جنت البقیع کے قبرستان میں اجساد عنصریہ ہی مدفون تھے جن کے لئے آپ ﷺ دعا مغفرت فرمارہے ہیں۔ پس اجساد عنصریہ کے لئے دعا مغفرت ان کی حیات کی دلیل ہے اور مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں: ''ان ربک یامرک ان تاتی اھل البقیع فتستغفر لھم'' یعنی اے پیغمبر آپ کو آپ کا رب حکم فرماتا ہے کہ بقیع والوں کے پاس جائیں اور ان کے لئے استغفار کریں۔ ظاہر ہے کہ اہل بقیع اجساد عنصریہ ہیں۔

حدیث نمبر ۴۸: ''عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال اذا مررتم بقبورنا وقبوركم من اهل الجاهلية فاخبروا هم انهم فی النار'' ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم زمانہ جاہلیت کی قبروں سے گزرو خواہ وہ ہمارے قبیلہ کے ہوں یا تمہارے قبیلہ کے ان کو کہو کہ تم جہنمی ہو۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۰۵)

(ف) اہل دنیا کا انہی قبروں پر گزر ہوتا ہے جس میں اجساد عنصریہ دفن ہیں اور حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب تم ان قبروں سے گزرو تو ان کو کہو کہ تم جہنمی ہو پس معلوم ہوا کہ جسد عنصری جزا و سزا میں شریک ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۹: ''عن سعيد بن المسيب ان زيد ابن خارجة الانصاری ثم من بنی الحارث بن الخزرج توفی زمن عثمان بن عفان فسجی بثوبه ثم انهم سمعوا جلجلة فی صدره ثم تكلم ثم قال احمد احمد فی الكتاب الاوّل صدق صدق ابو بكر الصديق الضعيف فی نفسه القوی فی امر الله فی الكتاب الاول صدق صدق عمر بن الخطاب القوی الامين فی الكتاب الاوّل صدق صدق عثمان بن عفان علی منهاجهم الخ (حیات الصحابه ج ۳ ص ۸۴۲ بحواله بيهقی، حاكم، طبرانی، ابن ابی الدنيا، البدايه والنهايه باسانيد صحيحه ورجال ثقات)'' ترجمہ: سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت زید بن خارجہ انصاری جو بعد میں بنی حارث میں آ بسے تھے حضرت عثمان بن عفان کے زمانہ میں وفات دیئے گئے تو یہ ایک کپڑے میں ڈھانپ دیئے گئے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گنگناہٹ ان کے سینے میں سنی۔ پھر انہوں نے کلام کیا اور کہا احمد احمد اللہ کی پہلی کتاب میں ہے۔ سچ کہا سچ کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو فی نفسہ کمزور تھے اور اللہ کے معاملہ میں انتہائی قوی، اللہ کی پہلی کتاب میں اسی طرح ہے۔ سچ کہا سچ کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو قوی اور امین تھے۔ اللہ کی پہلی کتاب میں اسی طرح ہے۔ سچ کہا سچ کہا عثمان بن عفان نے جو ان حضرات کے طریقہ پر ہیں۔ الخ

(ف) حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ دونوں باپ بیٹا حضور اکرم ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، جب کہ ان کے والد ماجد جنگ احد کے شرکاء میں سے ہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مرنے کے بعد کلام کرنا محدثین کے ہاں مشہور بات ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے حالات میں لکھتے ہیں: ''ذكره البخاری وغيره انه الذی تكلم بعد الموت'' یعنی بخاری وغیرہ محدثین نے ذکر کیا ہے کہ یہ وہ صحابی ہیں جس نے مرنے کے بعد کلام کیا ہے۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ج ۱ ص ۵۶۵، ج ۲ ص ۲۴) امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں ''وهو الذی تكلم بعد الموت لا يختلفون فی ذالک'' حضرت زید بن خارجہ وہ ہیں جس نے مرنے کے بعد کلام کیا اور اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۱ ص ۵۶۱ برحاشیہ الاصابۃ)

حضرت زید بن خارجہ کا موت کے بعد کلام کرنا چونکہ اسانید صحیحہ سے مروی ہے۔ لہٰذا یہ حیات قبر کی واضح دلیل ہے۔ یاد رہے کہ میت کا کلام کرنا سوالوں کے جواب دینا اور عذاب کی وجہ سے آہ و فغاں کرنا وغیرہ امور قانون خداوندی کے تحت ہیں۔ اس لئے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں یہ باب قائم کر کے اپنا عقیدہ بیان فرمایا ہے۔ ''باب قول الميت وهو علی الجنازة'' یعنی میت کا چارپائی پر باتیں کرنا۔ پھر حدیث قدموئی سے اپنے عقیدہ کو مدلل فرمایا ہے بہرحال عالم قبر و برزخ میں یہ سب امور قانون انہی کے تابع ہیں۔ البتہ بعض اوقات ان امور کا دنیا والوں کے لئے ظاہر ہو جانا بے شک خرق عادت ہے اور بندہ عاجز کا استدلال اس قسم کے واقعات کے

موجود ہونے پر مبنی ہے نہ کہ ان کے ظہور پر۔

حدیث نمبر ۵۰: ''قد ذکر الحافظ ابن عساکر فی ترجمة عمرو بن جامع من تاریخه ان شابا کان یتعبد فی المسجد فهویته امرة فدعته الی نفسها فمازالت به حتی کادیدخل معها المنزل نذکر هذه الآیة ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف من الشیطان تذکروا فاذاهم مبصرون فخر مغشیا علیه ثم آفاق فاعادها فمات فجاء عمر فغزی فیه اباه وکان قد دفن دلیلا فذهب فصلی علی قبره لمن معه ثم ناداه فقال یافتی ولمن خاف مقام ربه جنتان فاجابه الفتی من داخل القبر یا عمر قد اعطانیها ربی فی الجنة مرتین'' ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نوجوان مسجد میں بکثرت عبادت کرتا تھا۔ پس ایک عورت اس پر فریفتہ ہوگئی اس کو اپنے نفس کی طرف بلایا اور ہمیشہ اس کو ورغلاتی رہی حتی کہ قریب تھا کہ وہ شخص اس عورت کے گھر میں داخل ہو جائے لیکن قرآن مجید کی یہ آیت اس کے ذہن میں آئی اور اس کی تلاوت شروع کی۔ یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں۔ جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ پس وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا پھر ہوش آیا تو اسی آیت کا اعادہ کیا پس جان بحق ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے باپ کے پاس گئے اور اس کی تعزیت کی۔ چونکہ اس نوجوان کو رات میں دفن کیا گیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے اس لئے اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں نماز جنازہ پڑھی اور جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے انہوں نے بھی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان کو آواز دی اے نوجوان جو شخص اپنے رب کی پیشی کا خوف کرتا ہے اس کو دو باغ ملتے ہیں، نوجوان نے قبر سے جواب دیا اے عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو باغ دے دیئے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۹، حیات الصحابہ ج ۳ ص ۱۸۴ بحوالہ حاکم، بیہقی کنز العمال، ابن عساکر)

(ف) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسی قبر پر تشریف لے گئے جس میں اس نوجوان کا جسد عنصری مدفون تھا اسی پر آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اسی کو آواز دی اس قبر سے نوجوان نے جواب دیا کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے مجھے دو باغ عطا کر دیئے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ عالم قبر و برزخ کی جزا و سزا میں جسد عنصری شریک ہوتا ہے۔ پس یہ روایت حیات قبر کی صریح دلیل ہے ایسے امور کا ظہور خرق عادت ہے اور ان کا وجود قانون الٰہی کے تحت ہے۔

حدیث نمبر ۵۱: ''قال حیث مامررت بقبر کافر فبشره بالنار'' ترجمہ: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ایک اعرابی کو فرمایا کہ تو جب کسی کافر کی قبر سے گزرے تو اس کو آگ کی بشارت دینا۔ چنانچہ وہ اعرابی ساری زندگی اپنی یہ ڈیوٹی ادا کرتا رہا۔

(معرفة الصحابہ ج ۱ ص ۴۲۰، ابن ماجہ بزاز وطبرانی رجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۸)

(ف) یہ اعرابی حضور اکرم ﷺ کی وصیت کے مطابق انہیں قبروں پر جا کر جن میں کافروں کے اجساد عنصریہ مدفون تھے ان کو آگ کی خوشخبری دیتا رہا۔ کیونکہ علیین وسجین میں تو کسی انسان کی قبل از موت رسائی ممکن نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا انہیں قبروں میں مردہ انسان کو جزا و سزا دی جاتی ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

حدیث نمبر ۵۲: ''عن عمرو بن حزم قال رانی النبی ﷺ متکئا علی قبر فقال لاتوذ صاحب هذا القبر او لا تؤذه'' ترجمہ: حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے مجھے اس حال میں دیکھا کہ میں قبر پر تکیہ لگانے والا تھا۔ آپ نے فرمایا اس قبر والے کو یا اس قبر کو تکلیف نہ دے۔ (رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۱۴۹)

(ف) حضور اکرم ﷺ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں مدفون اجساد عنصر یہ کو تکلیف اور ایذاء محسوس ہوتی ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ومسلک ہے۔

حدیث نمبر ۵۳: ''عن ابی قتادة بن ربعی انه کان یحدث ان رسول الله ﷺ مر علیه بجنازة فقال مستریح او مستراح منه قالوا یارسول الله ﷺ ما المستریح وما المستراح منه قال العبد المؤمن یستریح من نصب الدنیا واذاها الی رحمة الله والعبد الفاجر یستریح منه العباد والبلاد والشجر والدواب'' ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر ایک جنازہ گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مستریح ہے یا مستراح منہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ مستریح کسے کہتے ہیں اور مستراح منہ کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بندہ مومن مستریح ہے یعنی جب مرجاتا ہے تو دنیا کی تکلیفوں اور اذیتوں سے نجات پاکر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں راحت پاتا ہے اور بندہ فاسق مستراح منہ ہے جب وہ مرجاتا ہے تو لوگوں کو بستیوں کو اور درختوں اور جانوروں کو اس سے راحت ملتی ہے۔ (موطا امام مالک ص ۲۲۴)

(ف) اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے مومن بندہ کو مستریح یعنی دنیا کی مشقتوں سے نجات حاصل کرکے اللہ کی رحمت میں راحت پانے والا بتایا ہے تو معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد مومن آدمی کا جسد عنصری بھی راحت اور سکون پاتا ہے کیونکہ آپ نے جسد عنصری کو مستریح بتایا ہے۔

حدیث نمبر ۵۴: ''قال ابو امامة ایها الناس انکم قد اصبحتم وامسیتم فی منزل تقتسمون فیه الحسنات والسیئات وتوشکون ان تظعنوا منه الی منزل آخر وهو هذا یشیر الی القبر بیت الوحدة وبیت الظلمة وبیت الدود وبیت الضیق الا ما وسع الله ثم تنتقلون منه الی منزل آخر الحدیث'' ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی، صحابی رسول ﷺ دمشق میں کسی میت کی نماز جنازہ سے فارغ ہوکر لوگوں کو یوں نصیحت فرماتے ہیں اے لوگو تم صبح شام اپنے ان دنیا کے گھروں میں رہتے ہوئے نیکیاں اور برائیاں اکٹھی کررہے ہو اور عنقریب تم ایک دوسرے گھر میں چلے جاؤ گے اور گھر یہی قبر ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے اسی قبر کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ گھر وحدت کا گھر ہے، اندھیروں کا گھر ہے اور کیڑوں کا گھر ہے اور تنگی کا گھر ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جس کے لئے وسیع کردے پھر تم وہاں سے ایک دوسری منزل کی طرف منتقل ہوجاؤ گے اور وہ آخرت کی منزل ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۰۸)

(ف) صحابی رسول ﷺ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگو تم نے انہیں زمین والی قبروں میں جانا ہے اور اسی میں ساری حساب وکتاب کی کارروائی ہونی ہے۔ یہی قبر بندوں پر تنگ ہوجاتی ہے اور اسی کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے وسیع فرمادیتے ہیں اور یہی وحدت وظلمت کے گھر ہیں اور اسی میں کیڑے اور مکوڑے عذاب کا ذریعہ بنتے ہیں اور یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے اور قبر کی یہ کارروائی قبر کی خاص قسم کی زندگی کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۵۵: اہل علم یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مختلف نماز جنازوں میں مختلف دعائیں پڑھی ہیں ان میں سے یہ مندرجہ ذیل کلمات بھی پڑھنا آپ سے ثابت ہے۔ ''اللھم عبدک، ابن عبدک ابن امتک'' یعنی اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے تیری باندھی کا بیٹا ہے۔

آپ ﷺ کے یہ دعائیہ کلمات ایسے ہیں کہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر صادق آتے ہیں روح مجرد پر ان کا اطلاق کسی صورت میں بھی درست نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کی دعا مغفرت روح اور جسد عنصری دونوں

کے لئے ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ دونوں مغفرت اور رحمت کے حقدار ہیں اور حصہ دار ہیں اور یہی مسلک اہل سنت والجماعت کا ہے۔ نیز نماز جنازہ کی دعاؤں میں آپ ﷺ یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔ ''اللھم برد مضجعہ و وسع مدخلہ'' مضجعہ کا معنی ہے میت کے لٹانے کی جگہ اور مدخل کے معنی میت کے داخل کرنے کی جگہ۔ یعنی اے اللہ اس کے لٹانے کی جگہ کو ٹھنڈا فرما اور اس کے داخل ہونے والی جگہ کو وسیع فرما۔ حضور اکرم ﷺ کے یہ دعائیہ جملے جسد عنصری کے لئے موزوں ومناسب ہیں اور اسی زمین والی قبر پر صادق آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ جسد عنصری کو قبر کے وسیع اور ٹھنڈے ہونے کی وجہ سے راحت وسکون نصیب ہوتا ہے۔ ورنہ اس دعا کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عالم قبر اور برزخ کی کارروائی میں روح کے ساتھ جسد عنصری شریک ہوتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان مجہول الکیفیت تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے دونوں ثواب وعقاب کا مورد بنتے ہیں اور رنج وراحت میں شریک حیات ہے۔

حدیث نمبر ۵۶: ''عن عائشة قالت لما مات النجاشي كنا نتحدث انه لا يزال يرىٰ على قبره نور'' ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبشہ کا نجاشی بادشاہ فوت ہوا تو وہاں سے ہمیں یہ اطلاع ملتی رہی کہ ہمیشہ اس کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد ج۱ ص۳۴۹)

(ف) جس قبر میں حبشہ کے بادشاہ کو دفن کیا گیا تھا اسی قبر پر انوار کی ایسی بارش ہوتی تھی۔ جس کو وہاں کے لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور یہی خبریں مدینہ منورہ تک پہنچتی رہیں جن کو یہاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرما رہی ہیں ظاہر ہے کہ قبر میں جسد عنصری تھا جس پر انوار نازل ہو رہے تھے اور دیکھنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان انوار کے نزول کا علم واحساس جسد عنصری کو ہو رہا تھا تو یہ اس کی حیات قبر کی دلیل ہے اور اگر صاحب قبر کو اس چیز کا کوئی علم واحساس نہیں ہے تو اس کا کیا فائدہ؟ بہرحال اس قبر پر انوار کا نزول قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ واضح رہے کہ یہ خبر امام ابوداؤد کے نزدیک اتنی مصدقہ ہے کہ انہوں نے اپنی سنن میں یہ باب قائم کیا ہے ''باب في النور يرى عند قبر الشهيد'' یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شہید کی قبر پر نور دیکھا گیا اور یہی امام ابوداؤد کا عقیدہ ہے۔ بین السطور لکھا ہے کہ نجاشی بادشاہ کو کسی درجہ کی شہادت نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے اس کو شہید کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۵۷: حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے مشہور صحابی ہیں جنگ احد میں اوّلاً شریک نہ ہو سکے۔ کیونکہ ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی رات کو بیوی سے قربت کی۔ غسل جنابت کے لئے بیٹھے تو کانوں میں مسلمانوں کی شکست کی آواز پہنچی۔ فوراً ہتھیار سنبھالے اور احد کے میدان میں پہنچے اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرما گئے۔ چونکہ جنبی تھے اور مسلمانوں کو اس کے جنبی ہونے کا علم نہ تھا اور شہید کی میت کو غسل نہیں دیا جاتا۔ اگر شہید جنبی ہو تو غسل ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعہ اس کی میت کے غسل کا انتظام فرمایا اس لئے اس کو غسیل الملائکہ کہا جاتا ہے۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: ''فقال رسول اللہ ﷺ ان صاحبكم يعني حنظلة لتغسله الملائكة'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو ملائکہ غسل دے رہے ہیں۔ (حیات الصحابہ ج۳ ص۴۷۸ بحوالہ ابونعیم فی الحلیہ، ابن اسحاق فی المغازی، الاصابہ ج۱ ص۳۶۱، الحاکم وقال ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم حکایات صحابہ ص۸۴، کاروان جنت مصنف مولانا محمد عبداللہ صاحب ص۱۱۶)

(ف) معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی جسد عنصری اکرام واحترام کا حق دار ہے اسی لئے تو ملائکہ نے

جسد عنصری کو غسل دیا ورنہ غسل دینے سے کیا فائدہ؟ پس ثابت ہوا کہ عالم قبر و برزخ میں روح کے ساتھ ساتھ جسد عنصری کا بھی، اکرام واحترام ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۵۸: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد جنگ احد میں، شہید ہوئے، مشرکین نے اس کی لاش کا مثلہ کر دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی میت کو چادر سے ڈھانپ دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بار بار چادر کو منہ سے ہٹا دیتے تھے۔ ادھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی بھائی کی میت اور مثلہ کو دیکھ کر رو رہی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا اور فرمایا "فمازالت الملائکۃ تظلہ باجنحتھا" فرشتے ہمیشہ سے اس پر اپنے پروں سے سایہ کر رہے تھے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۶۶، ۱۷۲، ۳۹۵، حیات الصحابہ ج ۳ ص ۷۸۶ بحوالہ شیخین)

(ف) شہید کے جسد عنصری پر ملائکہ کے پروں کا سایہ کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ شہید کا جسد عنصری اکرام واحترام کا حقدار اور حصہ دار ہے اور یہی ان کی حیات کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۵۹: حضرت عاصم رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو غزوہ رجیع میں شہید ہوئے۔ انہوں نے جنگ بدر میں مکہ کے ایک سردار کو قتل کیا تھا اور اس سردار کی ماں سلافہ نامی عورت نے منت مانی کہ میں حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی اور جو شخص مجھے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر لا کر دے گا تو میں اسے اتنا اتنا انعام دوں گی۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو اس عورت کی منت کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ شہید ہوتے وقت دعا کی کہ اے اللہ میرے سر کی حفاظت کرنا۔ جب شہید ہوئے تو کچھ لوگ انعام کی لالچ میں سر کاٹنے کے لئے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسد عنصری پر شہد کی مکھیوں کا پہرہ لگا دیا۔ لوگوں نے کہا کہ رات کو سر کاٹ لیں گے لیکن رات کو زبردست بارش ہوئی اور زوردار سیلاب آیا اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش کو بہا کر لے گیا۔

(حیات الصحابہ ج ۳ ص ۷۸۵، کاروان جنت ص ۱۱۹ حکایات صحابہ ص ۶۹)

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید کا جسد عنصری احترام واکرام کا حقدار ہے اور اللہ تعالیٰ شہداء کرام کے اجساد عنصریہ کے اکرام واحترام کے انتظامات غیب سے فرماتے ہیں اور یہ ان کی حیات کی دلیل ہے۔ ورنہ ایسے احترام کا کیا فائدہ؟

حدیث نمبر ۶۰: بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے جسد عنصری کو شہادت کے بعد آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۸۷، حیات الصحابہ ج ۳ ص ۸۵۳، بحوالہ بخاری، بیہقی، واقدی)

(ف) شہید کے جسد عنصری کی یہ تعظیم دلیل ہے اس بات کی کہ مومن بندوں کی عالم قبر و برزخ میں تعظیم وتکریم ہوتی ہے جس میں جسد عنصری شامل ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۶۱: احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے اور باقاعدہ نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں "فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد نزل سبعون الف ملک شھدوا جنازۃ سعد او سزیر سعد ما وطعوا الارض قبل الیوم" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر ستر ہزار ملائکہ نازل ہوئے جو اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوئے۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں "فقال والذی نفسی بیدہ لقد کانت الملائکۃ تحمل سریرہ" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یقیناً اس کی

چار پائی کو ملائکہ اٹھا رہے تھے۔ (حیات الصحابہ ج ۳ بحوالہ ابن سعد، بزاز) ''قال الھیثمی رواہ البزاز باسنادین ورجال احدھما رجال الصحیح''

نیز: یہ بات بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر کی مٹی سے مشک وکستوری کی خوشبو آتی تھی۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں ''اقتبض انسان من تراب قبر سعد ففتحھا فاذا ھی مسک وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ سبحان اللہ حتی عرفک ذالک فی وجھہ کذافی الکنز (ج ۸ ص ۴۱) وقال سندہ صحیح'' ایک شخص نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قبر کی مٹی سے مٹھی بھر لی اور اس کو کھولا تو وہ کستوری کی طرح خوشبودار تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ! سبحان اللہ! اور اس کے اثرات آپ کے چہرہ انور سے محسوس ہو رہے تھے۔ (حیات الصحابہ ج ۳ ص ۸۵۲، بحوالہ ابونعیم وابن سعید)

(ف) اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جسد عنصری کی تعظیم وتکریم فرمائی کہ ستر ہزار فرشتے اس پر نازل فرمائے اور اس کی قبر میں جنت کا دروازہ کھول کر قبر کی مٹی کو کستوری کی طرح خوشبودار بنا دیا۔ جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار سبحان اللہ پڑھا۔ اگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنی اس تعظیم وتکریم کا ادراک، علم اور شعور نہ ہو تو یہ ایک بے فائدہ سی بات بن جائے گی۔ جب کہ صاحب التعظیم کو پتہ بھی نہ ہو کہ میری تعظیم وتکریم ہو رہی ہے۔ قبر جنت کی خوشبو سے معطر ہو اور صاحب قبر کو علم بھی نہ ہو کہ میں جنت میں ہوں اور جنت کی خوشبو میں ہوں۔ آخر اس تعظیم وتکریم کا کیا فائدہ۔ کیا یہ سب کچھ لوگوں کے دکھانے کے لئے ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ جس کی اتنی عزت ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنا ادراک وشعور رکھا ہے۔ جس سے وہ اپنی تعظیم وتکریم کو محسوس کرتا ہے اور اس میں اتنی حیات رکھی جاتی ہے۔ جس سے وہ سمجھتا ہے کہ میں جنت میں ہوں اور جس طرح دنیا والے اس کی قبر کی خوشبو محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ جنت کی خوشبو وغیرہ سے متمتع ہوتا ہے جس کی صحیح اور معقول صورت یہ ہے کہ روح کا جسد عنصری سے تعلق ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے روح اور جسد دونوں دکھ وسکھ اور رنج وراحت کو محسوس کرتے ہیں اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور یہی کچھ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔

<u>حدیث نمبر ۶۲</u>: جنگ خیبر کے دوران ایک سیاہ فام حبشی بکریاں چراتا ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور فوراً جہاد میں شامل ہو گیا اور لڑتے لڑتے درجہ شہادت سے سرفراز ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے جسد عنصری کو خیمہ میں لے آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جسد عنصری کے پاس آئے اور فرمایا اس شہید کے سرہانے جنت کی دو حوریں بیٹھی ہیں جو اس کی بیویاں ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں ''ثم قال لقد رأیت زوجتیہ من الحور العین'' پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً میں نے اس کے پاس دو حوریں خوبصورت دیکھیں جو اس کی بیویاں ہیں۔ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ج ۲ ص ۱۵۰، کاروان جنت ص ۱۲۷، ۱۲۸)

(ف) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچشم خود دیکھ رہے ہیں کہ شہید کے پاس جنت کی دو حوریں بیٹھی ہوئی ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ شہید کے اندر کسی قسم کی حیات نہیں ہے اور نہ ہی علم وشعور ہے اور نہ ہی کسی قسم کا ادراک وفہم ہے تو ایسے شخص کے پاس جنت سے سپیشل دو حوریں بھیج دینے کا کیا فائدہ؟ دلہا کو علم وخبر نہیں اور دلہنیں اس کے پاس بیٹھی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ شہید کے ساتھ جو بھی حسن سلوک ہوتا ہے اور اس کی جو بھی تعظیم وتکریم ہوتی ہے۔ وہ اس سب سے باخبر ہوتا ہے ان چیزوں کا اس کو پورا پورا ادراک وشعور ہوتا ہے۔ البتہ یہ چیزیں اکثر اہل دنیا سے پوشیدہ

رکھی جاتی ہیں۔ ہاں بعض اوقات اللہ تعالیٰ ان کو اہل دنیا پر ظاہر بھی فرمادیتے ہیں۔ علماء اہل سنت والجماعت کا استدلال اس قسم کے واقعات کے موجود ہونے سے ہے۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات کا موجود ہونا اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت ہے۔ کیونکہ فرمانبردار کو انعام واکرام دینا اور اس کی تعظیم وتکریم کرنا قانون الٰہی ہے اور نافرمان کو سزا دینا اور اس کی توہین وتذلیل کرنا بھی قانون الٰہی ہے اور عالم قبر میں ہر مردہ کے ساتھ جزا وسزا کا یہ معاملہ اور کارروائی اسی اصول وقانون کے تحت ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔

البتہ عالم قبر میں موجود ہونے والی کارروائی کا اہل دنیا کے لئے کبھی کبھی ظاہر ہو جانا خرق عادت ہے اور کرامت۔ یہ فرق اس لئے واضح کیا جارہا ہے کہ شاید کوئی ان سب واقعات کو کرامت اور خرق عادت کہہ کر گلو خلاصی کرنے کی کوشش کرے۔ لہٰذا خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اہل سنت والجماعت کا استدلال وجود سے ہے نہ کہ ظہور سے اور دونوں میں فرق واضح ہے۔ مثلاً بیت المقدس کا وجود حضور اکرم ﷺ کے زمانہ سے پہلے کا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے وقت میں بھی موجود تھا اور اب بھی وہ موجود ہے۔ لیکن معراج کے موقع پر جب مشرکین مکہ نے بیت المقدس کی علامات کے متعلق سوالات کئے تو اللہ تعالیٰ نے مسافت بعیدہ کے باوجود بیت المقدس کو حضور اکرم ﷺ کے سامنے ظاہر فرمادیا۔ آپ نے بیت المقدس کو دیکھ کر علامات بتادیں۔ پس یہاں بیت المقدس کا وجود آپ کا معجزہ نہیں اور نہ ہی اس کا وجود خرق عادت ہے بلکہ اس کا ظہور آپ کے سامنے خرق عادت بھی ہے اور معجزہ بھی ہے۔ اسی طرح عالم قبر و برزخ میں یہ تعظیم وتکریم خرق عادت نہیں ہے بلکہ اس تعظیم وتکریم کا ظہور خرق عادت ہے۔ اس فرق کو سمجھ لیں۔ داشتہ بکار آید۔

حدیث نمبر ۶۳: بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا آخری وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ جا کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو میرے سلام پہنچائے اور درخواست پیش کرے کہ مجھے اجازت دیں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ حجرہ مبارک میں دفن ہونا چاہتا ہوں۔ فرمایا اگر سیدہ سے اجازت مل جائے تو مجھے حجرہ مبارک میں دفن کر دینا ورنہ مجھے جنت البقیع کے قبرستان میں عام مسلمانوں کے ساتھ دفن کر دینا۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سیدہ کے پاس سلام اور پیغام لے کر پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی۔ لیکن اب میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔ لہٰذا اس کے لئے میری طرف سے اجازت ہے۔ پس جب ابن عمر رضی اللہ عنہما اجازت لے کر واپس آئے اور خوشخبری سنائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''ما کان شئ اھم الی من ذالک المضجع'' یعنی میرا سب سے اہم مقصد یہی تھا کہ مجھے روضہ اقدس میں دفن ہونا نصیب ہو جائے اور الحمد للہ کہ میری یہ دلی تمنا پوری ہوگئی۔ (بخاری ج ا ص ۱۸۶)

(ف) اگر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عقیدہ ہوتا کہ مردہ انسان میں نہ کسی قسم کی حیات ہوتی ہے اور نہ ہی ادراک وشعور اور نہ ہی علم وفہم تو وہ دونوں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ دفن ہونے کی ہرگز تمنا نہ کرتے۔ کیونکہ اس صورت میں صالحین کے ساتھ دفن ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پس ان جلیل القدر ہستیوں کا یہ تمنا کرنا کہ ہمیں حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن نصیب ہو۔ دلیل ہے اس بات کی کہ مردہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ اتنا شعور ضرور پیدا فرمادیتے ہیں کہ میں کس کے ساتھ دفن ہوں اور میں کس حال میں ہوں، رنج میں ہوں یا راحت میں اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور مردہ انسان کے اندر یہ ادراک وشعور روح کے تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۶۴: ''عن محمد بن حمیر ان عمر بن الخطاب مر ببقیع الغرقد فقال السلام علیکم

یا اهل القبور اخبار ما عندنا ان نساء کم قد تزوجت و دور کم سکنت و اموالکم قد فرقت فاجابه هاتف اخبار ما عندنا ان ما قدمناه وجدناه وما انفقنا ربحناه وما خلفناه فقد خسرناه'' ترجمہ: محمد بن حمیر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گزر بقیع غرقد کے قبرستان سے ہوا تو آپ نے السلام علیکم یا اہل القبور کہا۔ یعنی اے قبروں والو تم پر سلام ہو۔ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہاری عورتوں نے شادی کر لی اور تمہارے مکانوں میں اور لوگ آباد ہو گئے اور تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہاتف، غیب سے یہ جواب ملا کہ ہمارے پاس یہ خبر ہے کہ جو کچھ ہم زندگی میں کر چکے تھے۔ اس کو ہم نے پالیا اور جو کچھ ہم نے خرچ کیا تھا اس کا نفع مل گیا اور جو ہم چھوڑ آئے تھے اس سے ہم خسارہ میں پڑ گئے۔ (حیاۃ الصحابہ ج ۳ بحوالہ ابن ابی الدنیا وابن السمعانی وکنز العمال ج ۸ ص ۱۲۳)

(ف) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ تھا کہ انہی قبروں میں حساب وکتاب اور جزا وسزا ہوتی ہے۔ جہاں اجساد عنصر یہ مدفون ہیں۔ اسی لئے تو انہیں سے خطاب کیا انہیں گفتگو کی ا، رانہوں نے جواب دیا۔

حدیث نمبر ۶۵: کمیل ایک شخص ہیں کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہا تھا وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مقبرہ والو اے بوسیدگی والو اے وحشت والو اور تنہائی والو! کیا خبر ہے کیا حال ہے؟ پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہو گئے، اولادیں یتیم ہو گئیں، بیویوں نے دوسرے خاوند کر لئے۔ یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنی تو کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کمیل اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا اے کمیل قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے۔
(حکایات صحابہ ص ۵۸ بحوالہ منتخب کنز العمال)

(ف) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہی تھا کہ عالم قبر وبرزخ کی کارروائی انہیں قبروں میں ہوتی ہے جہاں اجساد عنصر یہ دفن ہیں اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔

حدیث نمبر ۶۶: ''عن عمارة بن عمیر قال لما جئ برأس عبیدالله بن زیاد و اصحابه نضدت فی المسجد فی الرجةفانتهیت الیهم ویقولون قد جاءت قد جاءت فاذا حیة قد جاءت تخلل الروس حتی دخلت فی منخری عبیدالله بن زیاد فمکث هنیصة ثم خرجت فذهبت حتی تغیبت ثم قالوا قد جاءت قد جاءت ففعلت ذالک مرتین او ثلاثا۔ هذا حدیث حسن صحیح'' ترجمہ: عمارہ بن عمیر سے روایت ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر مسجد کے قریب ایک کھلے، صحن میں تہ بر تہ کر کے رکھے گئے تو میں وہاں پہنچا اور کچھ لوگ وہاں موجود تھے اور کہہ رہے تھے وہ آیا، وہ آیا، پس اچانک ایک سانپ آیا اور ان سروں میں گھس گیا حتی کہ عبیداللہ بن زیاد کے ناک میں داخل ہو گیا۔ پس تھوڑی دیر ٹھہرا پھر نکل گیا اور چلا گیا حتی کہ غائب ہو گیا۔ پھر لوگوں نے کہا وہ آیا وہ آیا۔ پس وہی سانپ آیا اور پہلے کی طرح عبیداللہ بن زیاد کے ناک میں گھس گیا دو دفعہ یا تین دفعہ ایسا کیا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹)

(ف) یہ سانپ عبیداللہ بن زیاد کے جسد عنصری کے ناک میں دو یا تین دفعہ گھس گیا جس کو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب تھا جو اس پر مسلط کیا گیا۔ لہٰذا یہ واقعہ عذاب قبر اور

حیات قبر کی واضح دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۶۷: ''وعن العوام بن حوشب قال نزلت مرة حيا والى جانب ذالک الحی مقبرة فلما كان بعده العصر انشق منها قبر فخرج رجل رأسه رأس الحمار وجسده جسد الانسان فنهق ثلاث نهقات ثم انطبق عليه القبر فاذا عجوز تغزل شعرا او صوفا قالت امرأة ترى تلک العجوز؟ قلت مالها؟ قالت تلک ام هذا قلت وما كان قصته؟ قالت كان يشرب الخمر فاذا راح تقول له امه يا بنی اتق الله الى متى تشرب هذه الخمر؟ فيقول لها انما انت ينهقن كما ينهق الحمار قالت فمات بعد العصر قالت فهو ينشق عنه القبر بعد العصر كل يوم فينهق ثلاث نهقات ثم ينطبق عليه القبر۔ رواه الاصبهابی وغيره وقال الاصبهانی حدث به ابو العباس الاهم املاء بينشاپور بمشهد بن الحافظ فلم يتكرره'' (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۳۲)

ترجمہ: عوام بن حوشب کسی قبیلہ کے پاس ٹھہرے اس کے متصل ایک مقبرہ تھا اس قبرستان کی قبر بعد عصر پھٹی اور اس میں سے ایک آدمی نکلا جس کا منہ گدھے کی طرح اور بقیہ جسم انسانی تھا قبر سے نکلنے کے بعد تین مرتبہ گدھے کی طرح کی آواز نکالی پھر قبر میں واپس چلا گیا اور قبر بند ہوگئی قریب ہی ایک بڑھیا سوت کات رہی تھی ایک عورت نے اس کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ اس کی ماں ہے۔ میں نے قصہ دریافت کیا معلوم ہوا کہ یہ ہمیشہ شراب پیتا تھا ماں منع کرتی تھی اور کہتی تھی بیٹا خدا سے ڈر، کب تک شراب پیتا رہے گا، مگر وہ بے حیا ڈانٹ دیتا کہ کیا گدھے کی طرح چلاتی ہے۔ اتفاقاً وہ ایک دن بعد عصر مر گیا۔ اس وقت سے روزانہ بعد عصر اسی طرح گدھوں کی طرح تین بار، بولتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات ص ۵۳ بحوالہ الترغیب والترہیب)

(ف) اس روایت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عالم قبر و برزخ کی کارروائی وہاں ہوتی ہے جہاں جسد عنصری مدفون ہوتا ہے اور یہ جسد عنصری باقاعدہ اس جزا و سزا کی کارروائی میں شریک ہوتا ہے۔ یہ واقعہ بیشک دنیا والوں کے لئے سامان عبرت ہے۔ لیکن نری عبرت ہی نہیں بلکہ مجرم کی سزا کا اظہار بھی ہے اور عذاب قبر کی دلیل بھی ہے۔

حدیث نمبر ۶۸: ''لما دفن رسول الله ﷺ بنته فجلس عند القبر فتربد وجهه ثم سرى عنه فقال له اصحابه رائيناک وجهک آنفا ثم سرى فقال النبی ﷺ ذكرت ابنتی وضعفها وعذاب القبر فدعوت الله ففرج عنها وايم الله لقد ضحت ضحة سمعها من بين الخالفين'' ترجمہ: جب حضور اکرم ﷺ اپنی بیٹی کی میت کے دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو آپ قبر کے پاس بیٹھ گئے اور آپ کے چہرہ پر افسردگی اور ملال کے اثرات تھے۔ پھر وہ اثرات دور ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حزم و ملال کے آنے اور چلے جانے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا مجھے عذاب قبر کی شدت اور اپنی بیٹی کی کمزوری یاد آ گئی تو میں افسردہ دل ہو گیا پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جس کی وجہ سے عذاب ٹل گیا اس لئے میری افسردگی اور ملال دور ہو گیا اللہ کی قسم قبر کا ضغطہ (دبانا) اتنا سخت تھا کہ اس کی آواز زمین و آسمان کے درمیان رہنے والوں نے سنی۔ (کتاب الروح ص ۸۰، التذکرہ للقرطبی ص ۱۱)

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا ضغطہ اور کارروائی جسد عنصری سے متعلق ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۶۹: ''عن بشير مولى رسول الله ﷺ وكان اسمه فی الجاهلية زحم بن معبد فهاجر الى رسول الله ﷺ فقال ما اسمک فقال زحم قال بل انت بشير قال بينما انا اماشی رسول الله مر بقبور المشركين فقال لقد سبق هؤلاء خيرا كثيرا ثلاثا ثم مر بقبور المسلمين فقال لقد ادرک هؤلاء خيرا

کثیرا'' ترجمہ: حضرت بشیر ﷜ جو کہ حضور اکرم ﷺ کے غلام ہیں، روایت کرتے ہیں اور ان کا نام زمانہ جاہلیت میں زحم بن معبد تھا۔ جب ہجرت کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا زحم۔ آپ نے فرمایا بلکہ تو بشیر ہے وہ کہتے ہیں میں حضور اکرم ﷺ کی معیت میں چل رہا تھا۔ آپ کا گزر مشرکین کی قبروں سے ہوا آپ نے ان کی طرف اشارہ کر کے تین دفعہ فرمایا کہ یہ لوگ بہت سی بھلائی سے محروم ہو چکے ہیں۔ آپ کا گزر مسلمانوں کی قبر سے ہوا تو فرمایا ان لوگوں نے بہت بڑی بھلائی حاصل کر لی ہے۔

(الحدیث ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۴، ابن ماجہ ص ۱۱۳)

(ف) حضور اکرم ﷺ کا گزر انہیں زمین والی قبروں سے ہوا جن میں اجساد عنصریہ دفن ہیں اور انہیں اجساد عنصریہ کی طرف اشارہ فرما کر آپ نے فرمایا کہ مشرکین بہت بڑی بھلائی سے محروم ہو چکے ہیں اور مسلمان بہت بڑی بھلائی حاصل کر چکے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ قبر کی کارروائی میں اجساد عنصریہ شریک ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۷۰: ''عن محمد بن المنکدر قال دخلت علی جابر بن عبداللہ وھو یموت فقلت اقراء علی رسول اللہ ﷺ السلام'' ترجمہ: محمد بن منکدر روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ کے پاس گیا جب کہ ان کا آخری وقت تھا۔ یعنی وہ دنیا سے کوچ فرمانے والے تھے۔ میں نے کہا کہ میری طرف سے حضور اکرم ﷺ کو سلام دینا۔ (رواہ ابن ماجہ ص ۱۰۶، مشکوٰۃ ص ۱۴۳)

(ف) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم برزخ و قبر میں مردے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور ان کی دعا و سلام بھی ہوتی ہے اور یہی ان کی حیات قبر کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۷۱: ''عن عبدالرحمن بن کعب عن ابیہ قال لما حضرت کعباً الوفات اتتہ ام بشر بنت براء بن معرور فقالت یا ابا عبدالرحمن ان لقیت فلانا فقرأ علیہ منی السلام فقال غفر اللہ لک یا ام بشر نحن اشغل من ذالک فقالت یا ابا عبدالرحمن اما سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ارواح المؤمنین فی طیر خضر تعلق بشجر الجنۃ قال بلی قالت فھو ذاک'' ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن کعب ﷜ اپنے والد مکرم (حضرت کعب ﷜) کے بارہ میں روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت کعب ﷜ کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت براء بن معرور کی صاحبزادی حضرت ام بشر ﷝ ان کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ اے ابو عبدالرحمن (یہ حضرت کعب کی کنیت ہے) اگر آپ مرنے کے بعد عالم برزخ میں فلاں شخص سے ملیں تو ان سے میرا اسلام کہئے گا۔ حضرت کعب ﷜ نے جواب دیا۔ ام بشر ﷝ اللہ تجھے بخشے وہاں ہماری مشغولیت اس سے زیادہ ہوگی۔ ام بشر ﷝ نے کہا کہ ابو عبدالرحمن کیا آپ نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ عالم برزخ میں مومنین کی روحیں سبز پرندوں میں ہوں گی اور جنت کے درختوں سے میوے کھاتی ہوں گی۔ حضرت کعب نے کہا ہاں میں نے یہ ارشاد گرامی سنا ہے۔ ام بشر ﷝ نے فرمایا یہی وہ فضل و کرامت ہے جس سے تمہارے نوازے جانے کی امید ہے۔

(رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی کتاب البعث والنشور مشکوٰۃ ص ۱۴۳، ابن ماجہ ص ۱۰۶)

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم قبر و برزخ میں مرنے والوں کی آپس میں ملاقاتیں بھی ہوتی ہے اور گفتگو بھی ہوتی ہے پس یہ حیات قبر کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۷۲: ''عن مسروق قال سألنا عبداللہ عن ھذہ الآیۃ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل

اللہ امو اتا بل احیاء عند ربھم یرزقون قال اما انا قد سألنا ذالک فقال ارواحھم فی طیر خضر لھا قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل فاطلع الیھم بھم اطلاعة فقال ھل تشتھون شیئا قالوا ای شئ نشتھی و نحن نسرح من الجنة حیث نشاء ففعل ذالک بھم ثلاث مرات فلما رأوا انھم لن یترکوا من ان یسألوا قالوا یارب نرید ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی تقتل فی سبیلک مرة اخری فلما رأی ان لیس لھم حاجة تروا'' (مسلم شریف ج ۲ ص ۱۳۵، ۱۳۶، ترمذی ج ۲ ص ۱۲۶، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۸)

ترجمہ: حضرت مسروق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا یعنی ہرگز ان لوگوں کو مردہ گمان نہ کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے اس آیت کے متعلق حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ ان کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں کے جوفوں میں ہیں ان کے لئے عرش کے نیچے قندیلیں ہیں جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر وسیاحت کرتے ہیں۔ پھر ان قندیلوں کی طرف واپس آجاتے ہیں۔ اللہ ان کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے ہیں کیا تم کوئی چیز چاہتے ہو وہ کہتے ہیں ہم کیا چاہیں؟ حالانکہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر وسیاحت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تین دفعہ ان سے یہی سوال کریں گے؟ پس جب وہ دیکھیں گے کہ ہم سے ضرور سوال کیا جائے گا اور چھوڑا نہ جائے گا تو وہ کہیں گے اے رب ہمارے ارواح کو ہمارے اجساد کی طرف مکمل طور پر لوٹا دے جس سے ہم دنیا میں واپس ہو جائیں اور پہلی حالت پر آجائیں۔ تاکہ تیرے راستے میں دوسری دفعہ قتل کئے جائیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ ان کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے تو وہ چھوڑ دیئے جائیں گے۔ یعنی پھر ان سے سوال نہ کیا جائے گا۔

حدیث نمبر ۴۳: ''ان اباہ کعب بن مالک کان یحدث ان رسول اللہ ﷺ قال انما نسمة المؤمن طیر یعلق فی شجرة الجنة حتی یرجعه اللہ الی جسدہ یوم یبعثه'' ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا نسمہ پرندوں کی طرح جنت کے باغوں سے کھاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے جسد کی طرف مکمل طور پر لوٹا دیں گے۔

(موطا امام مالک ص ۲۲۱، نسائی ج ۱ ص ۲۲۵)

(ف) مذکورہ بالا تینوں حدیثوں میں معمولی فرق کے ساتھ تقریباً ایک ہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ پہلی حدیث میں کہا گیا ہے کہ مومنین کی روحیں سبز پرندوں میں جنت کے باغات سے کھاتی ہیں اور دوسری حدیث میں کہا گیا ہے کہ شہداء کرام کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کی جوف میں جنت کی سیر وسیاحت کرتی ہیں اور تیسری حدیث میں کہا گیا ہے کہ مومن کا نسمہ پرندے کی مانند جنت کے باغات سے کھاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ روحیں جنت میں پرندوں کی مانند سیر وسیاحت بھی کرتی ہیں اور جنت کے باغات سے پھل وفروٹ بھی کھاتی ہیں۔ پس مذکورہ بالا تینوں حدیثوں سے عالم قبر و برزخ کی حیات کا ثبوت اظہر من الشمس ہے۔

البتہ ہر قاری کے دل میں لازماً یہ سوال ابھرے گا کہ ان حدیثوں سے تو روح کی حیات فی الجنۃ ثابت ہوتی ہے جب کہ اہلسنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ قبر و برزخ کی حیات میں جسد عنصری بھی شامل ہے اور جزا وسزا میں شریک تو گزارش ہے کہ روح اور نسمہ کے ذکر سے جسد عنصری کی ہرگز نفی نہیں ہوتی بلکہ روح اور نسمہ کے ضمن میں جسد عنصری تبعاً مذکور رہی ہے۔ کیونکہ ان حدیثوں میں روح کے لئے کھانا پینا پھرنا ثابت کیا گیا اور روح مجردیہ کام

اکیلی سرانجام نہیں دے سکتی۔ بلکہ اس کو یہ کام سرانجام دینے کے لئے جسد کی ضرورت ہے اور طیور خضر کے اجساد روح کی یہ ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سب محدثین کا اتفاق ہے کہ جنت میں روحیں پرندوں کے ابدان میں ایسے حلول نہیں کرتیں۔ جس طرح کہ ان کا دنیا میں اجساد عنصریہ میں حلول تھا اور نہ ہی وہ روحیں ابدان طیوریہ میں تصرف وتدبر کرتی ہیں اور یہ ابدان طیوریہ روح کی ضرورت کو قطعاً پورا نہیں کریں گے۔

اب ایک اور سوال پیدا ہوگا کہ جب ابدان طیوریہ کھانے پینے وغیرہ ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے تو ان کا کیا فائدہ؟ تو جواباً عرض ہے کہ طیور خضر دراصل طائر نما طیارے ہیں جو کہ اہل جنت کو جنت کی سیر وسیاحت کے لئے عطا کئے جاتے ہیں اور اہل جنت بشکل انسانی انہیں طائر نما طیاروں میں بیٹھ کر جنت کی سیر وسیاحت کرتے ہیں۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ ارواح کو جنت کے پھل فروٹ کھانے کے لئے ابدان کی ضرورت ہے اور طیور خضر اس ضرورت کے لئے نہیں ہیں بلکہ وہ تو سیر وسیاحت کی ضرورت کے لئے ہیں۔ پس جمہور علماء اسلام نے کتاب وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں روح کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کہا ہے کہ روح کا جنت میں ہوتے ہوئے جسد عنصری سے ایک خاص قسم کا تعلق ہے۔ جس کی حقیقت اور کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے روح قبر میں پڑے ہوئے جسد عنصری کو اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے اور جنت کے کھانے پینے کی ضرورت بھی پوری کرتی ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے روح پر دکھ سکھ اور رنج وراحت کے جو حالات طاری ہوتے ہیں۔ جسد عنصری قبر میں ہوتے ہوئے ان سے برابر متاثر ہوتا رہتا ہے۔ جس طرح خواب دیکھنے والے کا جسد عنصری ادھر چارپائی پر پڑا ہوتا ہے۔ ادھر روح کے ہمراہ عالم خواب کی سیر وسیاحت میں بھی مصروف ہوتا ہے اور وہاں عالم خواب میں روح پر دکھ سکھ کے جو حالات طاری ہوتے ہیں جسد ان سے بھی متاثر ہوتا رہتا ہے۔

پس عالم قبر وبرزخ کی کیفیت کچھ اس طرح ہے یہ تو جمہور علماء اسلام کا نظریہ ہے اور بعض علماء جنت میں روح کے لئے ایک جسد تجویز کرتے ہیں جس کو وہ جسد مثالی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں روح کی گاڑی اسی سے چلتی ہے لیکن جسد مثالی کے قائلین روح کا تعلق جسد عنصری سے بھی تسلیم کرتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے وہ جسد کی حیات اور جزا وسزا کے بھی قائل ہیں۔ بلکہ اسی تعلق کی وجہ سے وہ سماع موتی کے بھی قائل ہیں۔ اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں کوئی ایک ایسا عالم نہیں گزرا جس نے جسد مثالی ثابت کر کے جسد عنصری کے تعلق یا اس کی جزا وسزا کا انکار کیا ہو بلکہ بندہ عاجز اپنے دعویٰ میں سولہ آنے سچا ہے کہ جسد مثالی کے قائلین سب کے سب جسد عنصری کے تعلق کے بھی قائل ہیں اور اس کی جزا وسزا کے بھی قائل ہیں۔

میرے اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے ان کی کتابوں کا مطالعہ شرط ہے کوئی صاحب منصف مزاج عالم اس دعویٰ کی تصدیق کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ یہ علماء جسد مثالی کو ثابت ماننے کے باوجود جسد عنصری سے تعلق کے قائل ہیں اور اسی کو جزا وسزا کا مورد سمجھتے ہیں۔ ان کے اس طرز عقیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جسد مثالی کسی خمیر ومادہ سے تیار شدہ کوئی اور نئی مخلوق نہیں ہے۔ بلکہ یہی جسد عنصری ہے جو قبر میں محو استراحت ہوتے ہوئے وہاں جنت میں روح کے ہمراہ مصروف عمل نظر آتا ہے۔ اس اعتبار سے اس کو جسد مثالی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یعنی ایک ہی چیز ہے جس کو باعتبار قبر میں ہونے کے عنصری اور باعتبار جنت میں ہونے کے مثالی کہا گیا ہے برخلاف

منکرین عذاب قبر کے جو چودھویں صدی کی اواخر کی پیداوار ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ جسد مثالی کو ثابت کر کے جسد عنصری سے ہر قسم کے تعلق کا انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کا بعض علماء کی عبارات کو اپنے نظریہ کی تائید میں پیش کرنا اور لوگوں کو باور کرانا کہ یہ علماء ہماری طرح جسد مثالی کے قائل ہیں۔ دھوکے اور مغالطہ سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ جسد عنصری سے تعلق کے بالکل قائل نہیں ہیں جب کہ اپنی تائید میں جن علماء کی عبارات پیش کرتے ہیں وہ سب کے سب جسد عنصری سے تعلق کے قائل ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جسد مثالی کے قائل ہیں بالکل صحیح ہے۔ لیکن علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صاحب اعادہ روح، تعلق روح، بلکہ سماع موتی کے بھی قائل ہیں۔

(شرح الصدور ص ۱۶۴، ۱۷۰، ۱۲۲، ۱۶۱، ۱۶۸، ۱۷۰، ۹۶)

اسی طرح علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ جسد مثالی کے قائل ہیں۔ لیکن وہ اس کے باوجود اعادہ روح، تعلق روح اور سماع موتی کے قائل ہیں۔ دیکھئے (اغاثۃ اللھفان ص ۲۱۸، زاد المعاد ج ۱ ص ۱۴۱، ۲۴۲، کتاب الروح ص ۱۴، ۵۶، ۶۰، ۶۲، ۶۴، ۸۰، ۸۱، ۱۰۴، ۱۱۳، ۱۴۰، ۱۵۸، ۸۸، ۸۹) علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے جسد مثالی کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اعادہ روح، تعلق روح، جسد عنصری کی جزاوسزا بلکہ فی الجملہ سماع موتی کے بھی قائل ہیں۔ دیکھئے (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۱۸، ج ۱۵ ص ۱۶۱، ج ۲۱ ص ۵۷، ج ۲۲ ص ۳۰، ۳۸) تحت آیۃ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم" آلایۃ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے جسد مثالی کا ذکر کیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اعادہ روح، تعلق روح، جسد عنصری کی جزاوسزا اور سماع موتی کے قائل ہیں۔ دیکھئے (تفسیر مظہری ج ۹ ص ۷۷، ج ۱۰ ص ۲۲۵)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے جسد مثالی کو ثابت کیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اعادہ روح، تعلق روح جسد عنصری کی جزاوسزا اور سماع موتی کے قائل ہیں۔ دیکھئے

(تفسیر قرطبی ج ۱۳، ص ۲۳۳، التذکرہ للقرطبی ص ۶۱، ۶۵، ۸۱، ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۲۹، ۱۵۱، ۱۵۴، ۱۶۲، ۱۷۵)

الغرض جتنے علماء کرام بھی جسد مثالی کے قائل ہیں وہ سب کے سب جسد عنصری سے تعلق کے بھی قائل ہیں اور اس کی جزاوسزا کے بھی قائل ہیں۔

اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی ایک ایسا سنی عالم نہیں گزرا جس نے جسد عنصری کے تعلق یا اس کی جزاوسزا کا انکار کیا ہو۔ خیر یہ تو میں نے بطور جملہ معترضہ کے عرض کر دیا کہ جو پچھلے علماء کرام جسد مثالی کے قائل ہیں ان کا عقیدہ اور ہے اور منکرین عذاب قبر کا نظریہ اور ہے۔ لہٰذا جسد مثالی کے اشتراک لفظی سے بالکل دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ کیونکہ علماء اسلام کا جسد مثالی اور ہے اور منکرین عذاب قبر کا جسد مثالی اور ہے۔

پچھلے علماء اسلام کا جسد مثالی تنہا روح کی گاڑی نہیں چلا سکتا اس لئے وہ جسد مثالی کے باوجود روح کا جسد عنصری سے تعلق مانتے ہیں تا کہ روح کا کام چل سکے اور منکرین عذاب قبر کا جسد مثالی ایسا ہے کہ وہ تنہا روح کی گاڑی چلا سکتا ہے۔ اسی لئے یہ لوگ جسد عنصری کے تعلق کا انکار کرتے ہیں۔ بہر حال چودہ سو سالوں میں تمام علماء اسلام کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ جنت میں ارواح کے کھانے پینے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ان کا اجساد عنصریہ سے تعلق ضروری ہے۔ پس مذکورہ بالا تینوں حدیثوں سے روح اور جسد عنصری دونوں کی حیات بھی ثابت ہوئی اور تعلق بھی ثابت ہوا اور رنج و راحت میں برابر کا شریک ہونا بھی ثابت ہوا اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور اسی پر اجماع ہے اور اسی پر قرآن و سنت ناطق ہے۔

شاید کسی شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ تمہاری ساری تقریر کا دارومدار اس پر ہے کہ جنت میں روح کو جسد کی محتاجی ہے۔ کیونکہ وہ کھانے پینے وغیرہ امور، میں خود مستقل نہیں بلکہ وہ جسد عنصری کے منہ سے کھاتی ہے اور جسد کی زبان سے بولتی ہے اور جسد کی آنکھوں سے دیکھتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ دنیا میں اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں کہ وہاں جنت میں روح کی یہ محتاجی ختم کر دیں اور روح کو بغیر جسد کے کھانے پینے وغیرہ امور کی صلاحیت عطا فرما دیں۔ کیونکہ حدیث سے روح کا کھانا پینا ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہیں، جسد کے بغیر روح کو کھلا پلا سکتے ہیں۔ پس روح وہاں بغیر تعلق جسد کے کھاتی اور پیتی ہے اس کو جسد کے تعلق کی محتاجی ہی نہیں۔ جب کہ تمہاری ساری تقریر اسی پر مبنی ہے۔

جواباً عرض ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ سائل کی اس منطق سے جسد مثالی کا قصہ بھی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ جب روح جنت میں خود مستقل کا رمختار ہو جاتی ہے اور اس کو کسی قسم کے جسد کی محتاجی نہیں رہتی تو نہ اس کو جسد عنصری کی ضرورت ہے اور نہ جسد مثالی کی۔ پس اس سے جسد مثالی کا عقیدہ بھی باطل ٹھہرے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ سائل کی اسی دلیل سے جسد عنصری کی جزا وسزا بھی ثابت کی جاسکتی ہے کیونکہ صحیح حدیثوں سے قبر میں میت کا بولنا، چیخنا، پکارنا اور اس کی جزا وسزا ثابت ہے بلکہ میت کا علم وفہم اور ادراک وشعور وغیرہ بھی ثابت ہے۔

نیز: انہیں قبروں میں جہاں اجساد عنصر یہ مدفون ہیں ثواب وعقاب اور رنج وراحت بھی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ لیکن یہی منکرین عذاب قبر اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ میت تو بے جان ہے بغیر روح کے کیسے بولتی ہے اور کیسے سنتی ہے اور کس طرح اس کو ثواب وعقاب ہوتا ہے۔ جب کہ اس میں روح ہی نہیں ہے۔ پس انہیں لوگوں کی منطق کے مطابق جواب دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے بغیر روح کے خالی جسد عنصری کو جزا وسزا دے سکتا ہے۔ کیونکہ جزا وسزا تو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ لہٰذا جس طرح روح کی جزا وسزا بغیر جسد کے ممکن ہے اسی طرح جسد کی جزا وسزا بھی بغیر روح کے ممکن ہے۔

پس پھر بھی اہلسنت والجماعت کا مسلک ثابت ہوگا کہ عالم قبر و برزخ کی جزا وسزا روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتی ہے۔ البتہ علماء اہلسنت والجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ ان دونوں کے ثواب وعقاب کی صحیح اور معقول صورت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک خاص قسم کا تعلق ہے جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پس اسی تعلق کی وجہ سے دونوں ثواب وعقاب کے مورد بنتے ہیں اور اسی پر اجماع امت ہے اور یہی کچھ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ بہرحال اس طریقہ سے ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا تینوں حدیثیں قبر کی زندگی کی دلیل ہیں۔

یا پھر یوں سمجھئے کہ جن حدیثوں سے عالم قبر کی جزا وسزا اور حیات ثابت ہوتی ہے وہ تین قسم پر ہے ایک قسم وہ ہے جس میں نمایاں اور واضح طور پر جسد عنصری کی جزا وسزا اور حیات کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً وہ حدیثیں جن میں **المیت یعذب** کا لفظ آیا ہے یا حدیث قدمونی اور حدیث **خفق النعال** اور حدیث قلیب بدر خواہ بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہو یا بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دونوں روایتیں حیات قبر پر اور جسد عنصری کی جزا وسزا پر نمایاں طور پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی طرح حدیث عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ۔ اسی طرح جسد عنصری کے اکرام اور توہین کی حدیثیں یا وہ حدیثیں جن میں انہیں قبروں میں ہوتا ہوا عذاب آپ ﷺ کو دکھایا گیا۔

یہ سب حدیثیں جسد عنصری کی جزا وسزا اور حیات پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں اور دوسری قسم کی وہ

حدیثیں ہیں جن میں روح کی جزا و سزا اور حیات نمایاں اور واضح ہے۔ مثلاً مذکورہ تینوں حدیثوں میں روح کی تصریح ہے اور حدیثوں کی تیسری قسم وہ ہے جن میں روح اور جسد عنصری دونوں کی تصریح ہے یا پھر دونوں پر صادق آتی ہیں۔ مثلاً حدیث مسلم جس میں یہ الفاظ موجود ہیں: ''صلی اللہ علیک وعلی جسدک تعمرینہ'' یعنی اے روح تجھ پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور تیرے جسد عنصری پر خدا کی رحمتیں۔ اس حدیث میں روح اور جسد عنصری کی تصریح موجود ہے۔

اسی طرح حدیث عمر رضی اللہ عنہ جس میں سوال کیا گیا ''اترد علینا عقولنا یا رسول اللہ'' اے اللہ کے رسول کیا ہماری عقل ہماری طرف واپس کردی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نعم کھیئتک الیوم'' یعنی جی ہاں تمہاری عقل اور ہوش ایسی ٹھکانے ہوگی جیسی آج ہے۔ اسی طرح وہ حدیثیں جن میں یعاد روحہ کا لفظ موجود ہے یا ''ثم یصیر الی الارض یا الی القبر'' کے الفاظ موجود ہیں۔ یہ سب حدیثیں روح اور جسد عنصری دونوں کی جزا و سزا اور دونوں کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی طرح وہ حدیثیں جن میں العبد، الرجل، الانسان، الفاجر، المنافق وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں۔ وہ بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر صادق آتی ہیں۔

پس جو بھی منصف مزاج عالم ان تینوں قسم کی حدیثوں پر غور کرے گا وہ یقیناً یہی فیصلہ کرے گا کہ روح جہاں ہے اور جس حال میں ہے اسی طرح جسد عنصری جہاں ہے اور جس حال میں ہے عالم برزخ میں ان دونوں کے مابین اللہ تعالیٰ ایک ایسا نامعلوم الکیفیت تعلق پیدا فرمادیتے ہیں کہ وہاں کی جزا و سزا سے دونوں بیک وقت متاثر ہوتے ہیں۔ حالانکہ بظاہر اہل دنیا کی نظر میں ایک دوسرے سے دور ہوتے ہیں۔ لیکن تعلق برزخی کی وجہ سے ہر ایک دوسرے کو اپنے قریب سمجھتا ہے اور اسی صورت پر عالم قبر و برزخ کی کارروائی کی تمام حدیثیں صادق اور منطبق آتی ہیں یا جن حدیثوں میں آیا ہے کہ روح جنت یا جہنم میں ہے یا سجین اور علیین میں ہے تو وہ بھی صحیح ہیں اور جن حدیثوں میں آیا ہے کہ انہیں قبروں میں عذاب ہوتا ہے وہ بھی صحیح ہیں اور جن حدیثوں میں آیا کہ العبد، الرجل، الانسان وغیرہ کو جزا و سزا دی جاتی ہے تو وہ بھی صحیح ہیں۔

عالم قبر و برزخ کی حدیثوں کی یہ تطبیق، قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں اور علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں بیان کی ہے اور باقی تمام علماء نے بھی یہی صورت بیان فرمائی ہے حتی کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس تطبیق کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''شارحین حدیث نے بعض حدیثوں میں تطبیق کے سلسلے میں تعلق روح بجسد عنصری کا مختلف عنوانات سے ذکر کیا ہے۔'' (جواہر القرآن ص ۱۹۴)

البتہ حضرت شیخ القرآن صاحب کا یہ کہنا کہ مسئلہ تعلق چوتھی صدی کے بعد شروع ہوا ہے، محل نظر ہے۔ کیونکہ جب سے قرآن و حدیث شروع ہوا ہے اس وقت سے مسئلہ تعلق شروع ہوا ہے۔ قرآن و حدیث اور مسئلہ تعلق کی تاریخ ایک ہے۔ ہاں! بقیہ عقائد کی تشریحات کی طرح اس عقیدہ کی تشریح کا ظہور بھی اپنے موقع پر ہوا۔ ورنہ عقیدہ حیات قبر کی یہ صورت خود قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

بہرحال عالم قبر و برزخ کی جزا و سزا کے سلسلہ میں وارد ہونے والی تمام قسم کی حدیثوں کو صورت مذکورہ پر منطبق کرکے تسلیم کرنا اہل سنت والجماعت کا طریقہ اور سلامتی کا راستہ ہے اور کسی ایک قسم کی حدیث کو لے کر بقیہ حدیثوں کو جھٹلانا یا ان کی تاویل تحریف کرکے عذاب قبر کی اصلی شکل و صورت کو مسخ کردینا گمراہی کا خطرناک گڑھا ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ!

حدیث نمبر ۴۷: ''عن البراء قال لما توفی ابراھیم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لہ مرضعا فی الجنۃ''

ترجمہ: حضرت براء سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یقیناً اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی ہے۔ (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۵۶۸)

حدیث نمبر ۷۵: حضور اکرم ﷺ نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا: ''والذی نفسی بیدہ انہ الاٰن لفی انہار الجنۃ ینغمس فیہا'' ترجمہ: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بیشک وہ اب جنت کی نہروں میں غوطے کھا رہا ہے۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۰)

حدیث نمبر ۷۶: جنگ موتہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو کٹ گئے اور بالآخر شہید بھی ہوگئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا: ''ان اللہ ابدلہ بیدیہ جناحین یطیر بہما فی الجنۃ حیث شاء'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بازو کے بدلے دو پر عطا کئے ہیں جن سے وہ جنت میں جہاں چاہتا ہے اڑتا ہے اور سیر کرتا ہے۔

(ف) مذکورہ بالا تینوں حدیثوں میں حضور اکرم ﷺ نے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے متعلق جنت میں داخل ہوجانے کی اطلاع دی اور اسی طرح بیسیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق آپ ﷺ نے ان کے جنت میں چلے جانے کی خوشخبری سنائی ہے۔

مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو جنت میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے دیکھا ہے۔ اس قسم کی سب حدیثیں قبر لی زندگی کی دلیل ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لے کر ان کے جنت میں جانے کی خوشخبری سنائی۔

مثلاً حضرت ابراہیم، حضرت ماعز، اسلمی، حضرت جعفر طیار اور حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہم جنت میں ہیں اور ان ناموں کا اطلاق صرف روح پر نہیں بلکہ روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ سب حضرات روح اور جسد سمیت جنت میں ہیں۔ جس کی صورت یہ ہے کہ روح جنت میں ہے اور جسد قبر میں۔ روح اور جسد کے درمیان غیر معلوم الکیفیۃ تعلق ہے۔ جس کی وجہ سے روح جسد عنصری کو اپنے ہمراہ جنت میں محسوس کرتی ہے اور جنت میں روح پر جو حالات طاری ہوتے ہیں قبر میں موجود جسد عنصری ان کو محسوس کر رہا ہے۔ پس اس صورت میں اس کو جنت میں کہنا بھی درست ہے اور قبر میں بھی زندہ کہنا صحیح ہے یا پھر یوں سمجھئے کہ اس کے لئے عالم قبر جنت کا باغ ہے۔ پس مذکورہ بالا حدیثوں سے روح اور جسد عنصری دونوں کی حیات بھی ثابت ہوئی اور دونوں کے لئے جنت کا مقام بھی ثابت ہوا اور یہی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

حدیث ۷۷: ''حدثنی عطاء الخراسانی قال حدثتنی ابنۃ ثابت بن قیس بن شماس قال لما نزلت: یاایہا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، دخل ابوہا بیتہ واغلق علیہ بابہ ففقدہ رسول اللہ ﷺ وارسل الیہ یسألہ ما خبرہ؟ قال انا رجل شدید الصوت اخاف ان یکون قد حبط عملی قال لست منہم بل تعیش بخیر قال ثم انزل اللہ: ان اللہ لا یحب کل مختال فخور۔ فاغلق علیہ بابہ وطفق یبکی ففقدہ رسول اللہ ﷺ فارسل الیہ فاخبرہ فقال یا رسول اللہ ﷺ انی احب الجمال واحب ان اسود قومی فقال لست منہم بل تعیش حمیدا وتقتل شہیدا وتدخل الجنۃ قالت لما کان یوم الیمامۃ خرج مع خالد بن الولید الی مسیلمۃ فلما التقوا وانکشفوا قال ثابت وسالم مولٰی حذیفۃ ماھٰکذا کنا نقاتل مع رسول اللہ ﷺ ثم حضر کل واحد لہ حضرۃ فثبتا وقاتلا حتی قتلا وعلی ثابت یومئذ درع لہ نفیسۃ فمر بہ رجل من المسلمین

فاخذها فبينما رجل من المسلمين نائم اذاتاه ثابت في منامه فقال له او صيتک بوصية فاياک ان تقول هذه حلم فتضيعه اني لما قتلت امس مز بي رجل من المسلمين فاخذ درعي و منزله في اقصى الناس و عند خبائه فرس كستين في لحوله و قد كفاء على الدرع برمة و فق البرمة رحل فأت خالداً فمره ان يبعث الى درعي فيأخذها و ذا قدمت المدينة على خليفة رسول الله ﷺ يعني ابابكر الصديق فقل له ان علي من الدين كذا و كذا فولان من رفيقي عتيق و فلان فاتي الرجل خالداً فاخبره فبعث الى الدرع فاني بها و حدث ابابكر برؤياه فاجاز وصيته قال ولا نعلم احداً اجيزت وصيته بعد موته غير ثابت بن قيس رضی اللہ عنہ'' (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۱ ص ۱۹۴ بر ہامش الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۱ ص ۱۹۵، کتاب الروح ص ۲۳، ۲۴، احکام القرآن لمولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۲۴۹، ۲۵۰ بحوالہ قرطبی وابن عبدالبر، سیر الصحابہ ج ۳ ص ۲۵۲ بحوالہ بخاری وطبرانی)

ترجمہ: عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت، اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو، نازل ہوئی تو میرے والد گھر میں آ کر گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں نہ دیکھا تو ان کی خیریت معلوم کرنے کے لئے آدمی بھیجا۔ بولے میری آواز بلند ہے مجھے ڈر ہے کہیں میرے اعمال برباد نہ ہو گئے ہوں۔ فرمایا نہیں نہیں۔ تم ان میں سے نہیں ہو بلکہ تمہاری زندگی بھی خیر والی ہے اور موت بھی۔ پھر جب آیت اللہ تعالیٰ ہر مغرور شیخی باز کو پسند نہیں فرماتا، نازل ہوئی تو گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے اور رونے لگے حضور اکرم ﷺ نے انہیں نہ دیکھ کر ان کی خیریت معلوم کرنے کے لئے آدمی بھیجا۔ بولے یا رسول اللہ ﷺ مجھے جمال محبوب ہے اور اپنی قوم کی سرداری بھی۔ فرمایا تم مغروروں میں سے نہیں ہو بلکہ تمہاری زندگی بھی قابل تعریف ہے اور موت بھی شہادت کی ہے اور جنتی ہو۔

وہ فرماتی ہیں میرے والد صاحب جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جب مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کی فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اس طرح دشمنوں سے نہیں لڑا کرتے تھے۔ پھر دونوں نے گڑھے کھودے اور ان میں جم کر آخری دم تک لڑتے رہے۔ آخر جام شہادت نوش فرمایا۔ اس جنگ میں ثابت کے جسم پر ایک بہترین زرہ تھی ایک مسلمان نے ان کی لاش سے زرہ اتار لی۔ پھر کسی دوسرے مسلمانوں نے انہیں خواب میں دیکھا۔ فرما رہے تھے کہ میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں خبردار خواب کی وصیت سمجھ کر اسے ضائع نہ کرنا۔ کل میرے قتل کئے جانے کے بعد ایک مسلمان نے میری زرہ اتار لی ہے۔ اس کا گھر آبادی کے اخیر میں ہے اور اس کے خیمہ کے پاس ایک لمبی رسی میں گھوڑا بندھا ہوا ہے۔ اس نے زرہ پر ایک ہانڈھی اوندھا دی ہے اور ہانڈھی کے اوپر کجاوہ ہے۔ تم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے کہو کہ وہ زرہ آدمی کو بھیج کر واپس منگالیں اور جب تم مدینہ جاؤ تو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہو کہ مجھ پر اتنا قرضہ ہے اور میرا فلاں فلاں غلام آزاد ہے وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں اپنا خواب سنایا انہوں نے آدمی بھیج کر زرہ منگوالی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خواب بیان کیا انہوں نے بھی ان کی وصیت جاری فرمائی۔ بجز ثابت کے ہمیں کوئی اور شخص ایسا معلوم نہیں کہ جس کی موت کے بعد والی وصیت کو جاری کیا گیا ہو۔

(ف) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی خواب والی وصیت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باقاعدہ عمل کیا۔ چنانچہ

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''قد اتفق خالد و ابو بکر الصدیق و الصحابۃ معہ علی العمل بھذہ الرؤیا و تنفیذ الوصیۃ بھا و انزاع الدرع ممن ھی فی یدہ و ھذا محض الفقہ'' (کتاب الروح ص ۲۴) تحقیق اس خواب کی وصیت پر عمل کرنے پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پاس والے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا اور جس شخص کے ہاتھ میں زرہ تھی اس سے واپس لینے پر بھی اتفاق کیا اور یہ خالص فقہ ہے۔

پس بندہ عاجز کا استدلال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل سے ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں اور ان کا قول و فعل اہل سنت والجماعت کے نزدیک حجت ہے۔ واضح رہے کہ عالم قبر و برزخ کی کارروائی اور وہاں کے حالات و امور سنت اللہ و عادت اللہ کے مطابق ہیں۔ البتہ ان امور کا بعض اوقات اہل دنیا کے لئے ظہور بے شک خرق عادت ہے، لیکن اہل سنت والجماعت کا استدلال اس قسم کے واقعات کے موجود ہونے پر مبنی ہے۔ ان کے ظہور پر نہیں ہے فی نفسہ موجود ہونا اور چیز ہے اور اس کا کبھی کبھی ظہور ہونا اور چیز ہے۔ کیونکہ اوّل الذکر عادت اللہ ہے جب کہ ثانی الذکر خرق عادت ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی زرہ ان کے جسد عنصری سے اتاری گئی کیونکہ بوقت شہادت ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی۔ اب وہ خواب میں سب کچھ بتا رہے ہیں جو ان کے جسد عنصری پر گزری۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والے شخص پر خوشی و غمی کے جو حالات طاری ہوتے ہیں۔ وہ ان سب سے باخبر ہوتا ہے اور دکھ وسکھ اور رنج وراحت کا اس میں ادراک اور شعور ہوتا ہے اور یہ ادراک و شعور روح اور جسد کے مجموعہ یعنی پورے انسان میں ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی زرہ ان کے جسد عنصری سے اتاری گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد روح کا تعلق جسد عنصری سے رہتا ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ میرے جسد سے زرہ اتاری گئی۔ پس انہوں نے خواب میں آکر جسد عنصری سے ہونے والی کارروائی بتائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی تائید و تصدیق کی اور ان کی وصیت کی تنفیذ کی۔ پس ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد انسان میں کسی درجہ کا ادراک و شعور باقی رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ قبر کی جزا و سزا کو محسوس کرتا ہے اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ ہے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مردہ انسان کے ادراک اور فہم و شعور کے قائل نہ ہوتے تو وہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی وصیت کو ہرگز نافذ نہ کرتے۔

<u>حدیث نمبر ۷۸</u>: ''عذاب القبر حق فمن لم یؤمن بہ عذب (ابن منیع عن زید ابن ارقم جامع صغیر ج ۲ ص ۵۸ برمز صحیح)'' ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قبر کا عذاب حق ہے اور جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا اس کو عذاب دیا جائے گا۔

(ف) اس حدیث کا پہلا جملہ عذاب القبر حق تو صحاح ستہ بھی موجود ہے۔ اس حدیث میں منکرین عذاب قبر کو عذاب قبر کی وعید سنائی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب قبر کو اپنی شرعی اور حقیقی شکل وصورت میں من وعن تسلیم کرنا ضروری ہے اور اس کی اصلی اور شرعی شکل وصورت کو مسخ کر کے اور کوئی مصنوعی اور بناوٹی صورت تجویز کرنا انکار کے مترادف ہے جس پر عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

<u>حدیث نمبر ۷۹</u>: ''عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعمالکم تعرض علیٰ عشائر کم وعلی اقاربکم فی قبورھم فان کان خیرا استبشروا بہ وان کان غیر ذالک قالوا اللھم الھمھم ان یعلموا بطاعتک۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۷۰ بحوالہ مسند ابوداؤد طیالسی ص ۲۴۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۵،

طبرانی شرح الصدور ص ۱۱۰، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۷) ''عرض اعمال کے متعلق تین روایتیں (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۶) میں موجود ہیں۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یقینا تمہارے اعمال تمہارے رشتہ داروں پر ان کی قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر اعمال اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر برے ہوں تو وہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ان کو اپنی طاعت اور بندگی کی توفیق عطاء فرما۔

(احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۴۹۷، کتاب الروح ص ۲۰)

(ف) عرض اعمال کی سب حدیثیں اور روایتیں حیات قبر کی واضح دلیل ہیں۔

حدیث نمبر ۸۰: ''عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ احسنوا اکفان موتاکم فانھم یتباھون ویتزاورون فی قبورھم۔ (التذکرۃ للقرطبی ص ۸۱، مثلہ فی کتاب الروح ص ۲۶، ۳۰ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۵۲)'' ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے مردوں کو اچھے کپڑوں میں کفن دیا کرو بے شک وہ اس پر فخر کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔

(ف) مذکورہ بالا حدیث قبر کی زندگی کی واضح اور بین دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۸۱: ''وعن سمرۃ بن جندب قال کان النبی ﷺ اذا صلی اقبل علینا بوجھہ فقال من رای منکم اللیلۃ رؤیا قال فان رای احد قصھا فیقول ما شاء اللہ فسألنا یوما فقال ھل رای منکم احد رؤیا قلنا لا قال لکنی رأیت اللیلۃ رجلین اتیانی فاخذا بیدی فاخرجانی الی ارض مقدسۃ الحدیث'' (مشکوٰۃ ص ۳۹۵، بخاری ج ۱ ص ۱۸۵) ترجمہ: اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول کریم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ (صبح کی) نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا چہرہ اقدس ہماری طرف متوجہ کرتے اور پوچھتے کہ آج کی رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ہم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اس کو بیان کرتا اور آپ اس کی وہ تعبیر فرما دیتے جو اللہ تعالیٰ الہام فرماتا۔ چنانچہ (اپنے معمول کے مطابق) ایک دن آنحضرت ﷺ نے ہم سے وہی سوال کیا اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی شخص نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا لیکن میں نے آج کی رات خواب دیکھا ہے (اور وہ یہ ہے) کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر مجھے مقدس سرزمین، ملک شام کی طرف لے چلے۔ پس ایک جگہ پہنچ کر میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص اپنے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا لئے کھڑا ہے اور وہ پھر اس آنکڑے کو بیٹھے ہوئے شخص کے کلے میں ڈالتا ہے اور اس کو چیرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی گدی تک چیرتا چلا جاتا ہے۔ پھر وہ دوسرے کلے کے ساتھ اس طرح کرتا ہے۔ (یعنی اس کو بھی گدی تک چیر دیتا ہے) جب وہ کلّہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے تو پھر پہلے کی طرح وہی عمل کرتا ہے (یعنی وہ کلے کو چیرتا ہے اور جب وہ کلہ درست ہو جاتا ہے تو پھر چیرتا ہے غرضیکہ بار بار یہی عمل کرتا ہے اور یہ عمل جاری رہتا ہے) آنحضرت ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے (یہ دیکھ کر) ان دونوں آدمیوں سے پوچھا (جو مجھے اپنے ساتھ لائے تھے) یہ کیا ہو رہا؟ ان دونوں نے کہا کہ چلتے رہئے۔ (یعنی یہ مت پوچھئے کہ کیا ہو رہا ہے۔ بلکہ آگے چلئے۔ ابھی بہت عجائبات دیکھنے ہیں اس کی تعبیر معلوم ہو جائے گی)

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ آئے جہاں ایک شخص چت پڑا ہوا تھا اور ایک شخص اس کے

سر کے پاس اتنا بڑا پتھر لئے کھڑا تھا۔ جس سے ہاتھ بھر جائے اور اس سے چت پڑے شخص کے سر کو کچلتا تھا۔ چنانچہ جب وہ پتھر کو (کھینچ کر) اس کے سر پر مارتا تو پتھر (سر کو کچل کر) لڑھکتا ہوا دور چلا جاتا (پھر وہ دوبارہ مارنے کی غرض سے) اس پتھر کو اٹھانے کے لئے جاتا اور جب لوٹ کر آتا تو اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اس شخص کا سر درست ہو جاتا اور پھر وہ اس پر پتھر مارتا اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا (کہ) اس کا سر درست ہوتا رہتا اور وہ اس پر پتھر مارتا رہتا۔ میں نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ چلئے چلئے۔

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایسے گڑھے پر پہنچے جو تنور کی مانند تھا کہ اس کے اوپر کا حصہ تنگ تھا اور نیچے کا حصہ کشادہ تھا اور اس کے اندر آگ بھڑک رہی تھی۔ جب اوپر کی طرف بھڑکتی تو کچھ لوگ جو آگ کے اندر تھے (شعلوں کے ساتھ) اوپر آجاتے۔ یہاں تک کہ اس گڑھے سے نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب شعلے کا زور گھٹ جاتا تو وہ سب پھر اندر چلے جاتے (میں نے دیکھا کہ) اس آگ میں کئی مرد تھے اور کئی عورتیں تھیں اور سب ننگے تھے میں نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے تو ان دونوں نے کہا۔ چلئے چلئے۔ چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی نہر پر پہنچے جو (پانی کی بجائے) خون سے بھری ہوئی تھی۔ نہر کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا اور ایک شخص اس کے کنارے پر تھا جس کے آگے پتھر رکھے ہوئے تھے جب وہ شخص جو نہر کے بیچ میں تھا آگے (کنارے پر) آیا اور چاہا کہ باہر نکل آئے تو اس شخص نے جو کنارے پر تھا اس کے منہ پر پتھر پھینک کر مارا جس سے وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا کہ نہر کے اندر کا آدمی جب باہر نکلنے کا ارادہ کرتا تھا تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا تھا اور اس کو اسی جگہ واپس کر دیتا تھا۔ میں نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا چلئے چلئے۔

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک سرسبز و شاداب باغ کے پاس پہنچے، اس باغ میں ایک بڑا درخت تھا اور اس کی جڑ پر ایک بوڑھا اور کچھ لڑکے (بیٹھے) تھے۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے پاس ایک اور شخص بھی ہے جس کے آگے آگ جل رہی ہے اور وہ اس کو بھڑکا رہا ہے۔ پھر وہ دونوں آدمی مجھ کو لے کر درخت پر چڑھے اور مجھ کو ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو درخت کے بالکل درمیان تھا اور یہ گھر اتنا اچھا تھا کہ میں نے کبھی بھی اس سے اچھا کوئی گھر نہیں دیکھا۔ اس گھر میں کتنے ہی جوان بوڑھے مرد تھے، کتنی ہی عورتیں اور کتنے ہی بچے تھے اور اس کے بعد وہ دونوں مجھ کو اس گھر سے نکال کر درخت کے اور اوپر لے گئے اور مجھ کو ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو پہلے گھر سے بھی بہت اچھا اور افضل تھا۔ اس میں بھی بوڑھے اور جوان موجود تھے۔

اب میں نے ان دونوں آدمیوں سے کہا کہ آج کی رات تم نے مجھ کو خوب گھمایا پھرایا۔ لیکن میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کی حقیقت سے مجھ کو آگاہ کرو؟ ان دونوں نے کہا کہ اچھا ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ (پھر ان دونوں نے بیان کر شروع کیا کہ) جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کے کلّے چیرے جا رہے ہیں۔ وہ ایسا شخص ہے جو جھوٹا ہے جھوٹ بولتا ہے اور اس کی جھوٹی باتیں نقل کی جاتی ہیں جو دنیا میں چاروں طرف پھیلتی ہیں (جن سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں) چنانچہ اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے جو آپ نے دیکھا اور اس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور جس شخص کو آپ نے دیکھا اس کا سر کچلا جا رہا ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا تھا (یعنی اس کو قرآنی علوم سیکھنے کی توفیق عطا فرمائی تھی) لیکن وہ شخص اس (قرآن سے) بے نیاز ہو کر رات میں سوتا رہا اور دن میں قرآن کے مطابق عمل نہیں کیا۔ چنانچہ اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جا رہا ہے جو آپ نے دیکھا ہے اور اس کا سلسلہ قیامت تک

جاری رہے گا اور جن لوگوں کو آپ نے تنور میں دیکھا ہے وہ زناکار ہیں اور جس شخص کو آپ نے نہر میں دیکھا وہ سود خور ہے (ان سب کو بھی اپنے کئے کی سزا مل رہی ہے اور قیامت تک یوں ہی ملتی رہے گی) اور جس بوڑھے شخص کو درخت کی جڑ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے پاس جو بچے ہیں وہ آدمیوں کی اولاد ہیں اور جو شخص درخت کے کچھ فاصلے پر آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ ہے اور وہ درخت کے اوپر پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے۔ وہ (جنت میں عام) مومنوں کا مکان ہے اور یہ گھر (جو پہلے گھر سے اوپر واقع ہے) شہداء کا مکان ہے، میں جبرائیل ہوں اور یہ (جو میرے ساتھ ہیں) میکائیل ہیں اور آپ اوپر سر اٹھایئے۔

(آنحضرت فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو کیا دکھتا ہوں کہ میرے اوپر (نہایت بلندی میں) ابر کی مانند کوئی چیز ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تہ در تہ سفید ابر کی مانند چیز ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ ابر کی مانند جو چیز آپ دیکھ رہے ہیں۔ دراصل جنت میں آپ کا مکان ہے میں نے کہا تو پھر تم لوگ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے مکان میں چلا جاؤں تو ان دونوں نے کہا ابھی تو آپ کی عمر باقی ہے۔ جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے۔ جب آپ اپنی عمر کو پورا کر لیں گے تو اپنے مکان میں چلے جائیں گے۔

(ف) اس طویل حدیث میں خواب کے اندر حضور اکرم ﷺ کو عالم قبر و برزخ کی کارروائی دکھائی گئی۔ حدیث کے الفاظ واضح ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم قبر و برزخ کی یہ کارروائی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتی ہے اور یہی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ باقی عالم قبر میں ہونے والی یہ کارروائی اللہ تعالیٰ جہاں چاہتے ہیں دکھا دیتے ہیں۔ اس سائنس کے دور میں تو اس حقیقت کو سمجھنا بڑا آسان ہو گیا ہے۔ کیونکہ مثلاً عرفات کے میدان میں یوم عرفہ کے دن ہونے والی کارروائی ٹی وی اور ویڈیو کے ذریعہ دنیا کے ہر کونے میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حالانکہ ایسے آلات تیار کرنے کی عقل اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطا کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جو انسانوں کے بھی خالق ہیں اور ان کی عقلوں کے بھی خالق ہیں۔ وہ قبر میں ہونے والی کارروائی جہاں چاہتے ہیں۔ اپنے بندوں کو دکھا دیتے ہیں۔ بہر حال قرآن و حدیث سے یہ بات متعین ہے کہ یہ کارروائی قبروں میں ہوتی ہے اور روح اور جسد دونوں پر طاری ہوتی ہے اور یہ بات بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ عالم قبر کی اس کارروائی میں جسد عنصری ہی شریک ہوتا ہے۔ کیونکہ نیکی اور بدی کرنے میں وہی شریک کار تھا۔

حدیث نمبر ۸۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں پھر آپ کا ایک اور قوم پر گزر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے، کچلے جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں جیسے پہلے تھے اسی طرح سلسلہ جاری ہے کبھی ختم نہیں ہوتا۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل نے کہا یہ فرض نماز سے کاہلی کرنے والے لوگ ہیں۔ پھر ایک اور قوم پر گزر ہوا جن کی شرمگاہ پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں اور اونٹ اور بیل کی طرح چرتے ہیں ضریع اور زقوم یعنی کانٹوں اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟

جبرائیل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے اور آپ کا پھر ایک ایسی قوم پر گزر ہوا کہ جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت اور ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے وہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں۔ جبرائیل نے کہا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے کہ جس کے پاس حلال اور طیب عورت موجود ہے۔ مگر وہ ایک زانیہ اور فاجرہ کے ساتھ شب

باشی کرتا ہے اور صبح تک اسی کے ساتھ رہتا ہے یا آپ کی امت میں وہ عورت ہے جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار کے ساتھ رات گزارتی ہے۔ پھر آپ کا ایک قوم پر گزر ہوا کہ جن کی زبانیں اور لبیں لوہے کی قینچی سے کاٹی جارہی ہیں اور جب کٹ جاتی ہیں تو پھر پہلے کی طرح صحیح اور سالم ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح سلسلہ جاری ہے ختم نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے۔

جبرائیل امین نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب اور واعظ ہیں (جو "یقولون مالا یفعلون" کا مصداق ہیں) یعنی دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے۔ (اخرجہ ابن جریر والبزار وابویعلی والبیھقی عن ابی ہریرہ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۷۲ و فتح الباری ج ۷ ص ۱۵۳، حدیث الاسراء وزرقانی ج ۶ ص ۴۱ وحدیث قرض الشفاء بمقاریض الحدید اخرجہ ابن مردویہ عن انس خصائص کبریٰ ج ۶ ص ۱۵۶، از سیرت المصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۲۲۳، ۲۲۴)

حدیث نمبر ۸۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں راستہ میں آپ کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو ان ناخنوں سے چھیلتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے جبرائیل امین سے پوچھا تو فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو آدمیوں کا گوشت کھاتے تھے۔ یعنی ان کی غیبت کرتے تھے اور ان کی آبرو پر حرف گیری کرتے تھے۔ (اخرجہ احمد وابوداؤد عن انس خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۵۶، از سیرت المصطفیٰ ص ۲۲۲)

حدیث نمبر ۸۴: حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نہر میں تیر رہا ہے اور پتھر کا لقمہ بنا بنا کر کھا رہا ہے۔ آپ نے جبرائیل امین سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ سودخور ہے۔ اخرجہ ابن مردویہ عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ۔ (خصائص کبریٰ ج ۱، از سیرت المصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۲۲۲)

(ف) مذکورہ بالا تینوں حدیثوں میں حضور اکرم ﷺ نے سفر معراج کے دوران دیکھے ہوئے حالات بیان فرمائے ہیں اور معذب قوموں کے نقشے بتائے ہیں۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ نقشے زمین پر عروج الی السماء سے پہلے دیکھے ہیں۔ (سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۲۴)

لہٰذا یہ ساری کارروائی عالم قبر و برزخ کی ہے جو آپ ﷺ کو آسمان پر جانے سے پہلے دکھائی گئی اور یہ کارروائی روح اور جسد پر وارد ہورہی تھی۔ جیسا کہ حدیث سے واضح ہو رہا ہے۔ اس دور کے منکرین عذاب قبر کے جسد مثالی کا بطلان پہلے گزر چکا ہے اور پچھلے دور کے بعض علماء جس جسد مثالی کے قائل ہیں۔ وہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے ہرگز متصادم نہیں ہے اور دور سابقہ کے قائلین جسد مثالی، جسد عنصری کے تعلق اور اس کی جزا و سزا کے قائل ہیں۔ پس جو جسد مثالی عقیدہ اہل سنت والجماعت سے متصادم ہے۔ وہ ثابت نہیں اور جو ثابت ہے وہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے متصادم نہیں ہے۔ پس سفر معراج کی حدیثوں سے عذاب قبر بھی ثابت ہوا اور روح اور جسد عنصری کا جزا و سزا میں شریک ہونا بھی ثابت ہوا۔

اگر کوئی صاحب اس کارروائی کو زمین کی کارروائی نہیں سمجھتا بلکہ آسمان پر سمجھتا ہے تو پھر بھی اس سے عقیدہ اہل سنت والجماعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ کارروائی دراصل قبر کی ہے اور اس قبر کی کارروائی کو اللہ تعالیٰ جہاں چاہتے ہیں دکھا دیتے ہیں۔ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں جیسا کہ سابقہ حدیث میں قبر کی اسی کارروائی کو خواب میں دکھایا گیا۔

حدیث نمبر ۸۵: "عن قیس بن قبیصہ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یوص لم یؤذن لہ فی الکلام مع

الموتی قیل یارسول اللہ ﷺ وھل یتکلم الموتی؟ قلم نعم ویتزاورون ''ترجمہ: حضرت قیس ابن قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بغیر وصیت کے مرگیا اس کو موتی کے ساتھ کلام کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا موتی کلام کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں ایک دوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں۔ (الانباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ص ۹۱، بحوالہ ابو الشیخ فی کتاب الوصایا)

(ف) یہ حدیث بھی حیات قبر اور حیات میت کی واضح دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۸۶: ''اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر'' اے اللہ میں نے عذاب قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

(ف) حضور اکرم ﷺ کا یہ دعائیہ کلمہ بیسیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور حدیث کی سینکڑوں کتابوں میں موجود ہے۔ جس میں آپ نے اپنی ذات کے لئے یعنی روح اور جسد عنصری کے لئے عذاب قبر سے پناہ مانگی ہے اور یہی دعا آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام امت کے لئے تعلیم فرمائی ہے اور ہر شخص اپنی ذات کے لئے عذاب قبر سے پناہ پکڑتا ہے، ہر شخص کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اے اللہ میری ذات یعنی روح اور جسد عنصری کو عذاب قبر سے نجات عطا فرما۔ یہ مطلب تو کسی کا بھی نہیں ہوتا کہ اے اللہ میری روح اور صرف روح کو عذاب قبر سے نجات عطا فرما۔ جسد عنصری چاہے عذاب قبر میں جلتا رہے، پس اپنی ذات کے لئے عذاب قبر سے، نجات اور پناہ مانگنا دلیل ہے۔ اس بات کی کہ عذاب قبر روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے۔ لہٰذا دونوں کے لئے پناہ مانگی جاتی ہے۔ کیا منکرین حیات قبر صرف اور صرف اپنی روح کے لئے پناہ چاہتے ہیں؟ کیا اپنے جسد عنصری کو عذاب قبر میں مبتلا کرنا پسند کرتے ہیں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں ہر شخص اپنی ذات کو عذاب قبر اور عذاب نار سے بچانے کے لئے دعا کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۸۷: ''عن عبداللہ بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ماالمیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا و ما فیھا و ان اللہ تعالٰی لیدخل علی اھل القبور من دعا اھل الارض امثال الجبال و ان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم ''ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قبر میں مردہ کی حالت ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص ڈوب رہا ہو اور کسی کو پکار رہا ہو (کہ کوئی اس کا ہاتھ پکڑ کر پانی سے باہر نکال لے) چنانچہ وہ مردہ ہر وقت اس بات کا منتظر رہتا ہے کہ اس کے باپ کی طرف سے یا اس کی ماں کی طرف سے یا اس کے بھائی کی طرف سے یا اس کے دوست کی طرف سے اس کو دعا پہنچے۔ پس جب اسے (کسی کی طرف سے) دعا پہنچتی ہے تو یہ دعا کا پہنچنا اس کے لئے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی قبر والوں کو دنیا والوں کی طرف سے دعا کا ثواب پہاڑ کی مانند یعنی بہت زیادہ ثواب اور رحمت و بخشش پہنچاتا ہے اور زندوں کی طرف سے مردوں کے لئے بہترین ہدیہ استغفار ہے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶)

(ف) یہ حدیث اہل سنت والجماعت کے مدعا پر واضح دلیل ہے کہ قبر میں مردہ غریق کی مانند پریشان ہوتا ہے اور اہل دنیا کی دعا کا منتظر رہتا ہے اور یہی اس کی حیات قبر کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۸۸: ''اللھم اسئلک برد العیش بعد الموت'' ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے موت کے بعد خوشگوار زندگی کا سوال کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۰ بحوالہ نسائی)

(ف) یہ حدیث حضور اکرم ﷺ کی ایک لمبی دعا کا ٹکڑا ہے جس میں آپ ﷺ نے موت کے بعد خوشگوار زندگی کا سوال کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔ پس آپ کی یہ دعا حیات قبر کی دلیل ہے۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ نے یہ قبر کی خوشگوار زندگی اپنی ذات کے لئے طلب کی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قبر کی یہ خوشگوار زندگی روح اور جسد کے مجموعہ کو نصیب ہوتی ہے نہ کہ روح مجرد کو۔ کیونکہ یہ دعا آپ نے صرف صرف روح کے لئے نہیں بلکہ اپنی ذات کے لئے مانگی ہے اور آپ کی ذات ہی کے لئے قبول ہوئی۔

حدیث نمبر ۸۹: ''عن ابی الدرداء قال مر النبی ﷺ بامرأة مجح فسأل عنها فقالوا امة لفلان قال ایلم بها قالوا نعم قال لقد هممت ان العنه یدخل معه فی قبره کیف یستخدمه و هو لا یحل له ام کیف یورثه و هو لا یحل له'' ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ ایک عورت کے قریب سے گزرے جس کے جلد ہی ولادت ہونے والی تھی آپ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا (کہ یہ کوئی آزاد عورت ہے یا لونڈی ہے) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا فلاں شخص کی لونڈی ہے۔ آپ نے پوچھا کیا وہ شخص اس سے صحبت کرتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ اس شخص پر ایسی لعنت کروں جو اس کے ساتھ قبر میں بھی جائے (یعنی لعنت جو ہمیشہ رہے) بایں طور کہ اس کا اثر اس کے مرنے کے بعد باقی رہے وہ کس طرح اپنے بیٹے سے خدمت کو کہے گا جب کہ بیٹے سے خدمت کے لئے کہنا یا اس کو غلام بنانا حلال نہیں ہے یا اس کو کس طرح اپنا وارث قرار دے گا جب کہ کسی غیر کے بیٹے کو اپنا وارث بنانا حلال نہیں۔

(مشکوٰۃ ص ۲۸۹، بحوالہ مسلم ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۰)

(ف) ایک شخص نے استبراء رحم سے پہلے اپنی باندی سے جماع کیا، حالانکہ استبراء رحم سے پہلے باندی سے جماع کرنا حلال نہیں ہے۔ اسی جرم کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت کرنے کا ارادہ فرمایا اور لعنت بھی ایسی جو قبر میں بھی ساتھ جائے۔ قبر میں لعنت کا ساتھ جانا عذاب قبر کی دلیل ہے اور عذاب قبر حیات قبر کی دلیل ہے۔ کیونکہ عذاب کے لئے حیات قبر ضروری ہے۔ حدیث مذکورہ تشریح طلب ہے جس کو بخوف طوالت ترک کیا جا رہا ہے۔ لیکن اہلسنت والجماعت کا مدعا اس سے بالکل واضح ہے۔

حدیث نمبر ۹۰: ''عن علی قال بعث النبی ﷺ سریة فاستعمل رجلا من الانصار وامرهم ان یطیعوه فغضب قال الیس امرکم النبی ﷺ ان یطیعونی قالوا بلٰی قال فاجمعونی حطبا فجمعوا فقال اوقدوا نارا فاوقدوها فقال ادخلوها فهموا و جعل بعضهم یمسک بعضا و یقولون فررنا الی النبی ﷺ من النار فمازالوا حتی خمرت النار فسکن غضبه فبلغ النبی ﷺ فقال لو دخلوها ما خرجوا منها الی یوم القیامة''

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک جماعت بھیجی اس کا سردار ایک انصاری مرد کو مقرر کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس کی اطاعت کرو ایک بار ایسا ہوا کہ اس انصاری مرد کو غصہ آیا وہ لوگوں کو کہنے لگا آنحضرت ﷺ نے تم کو میری اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں بیشک دیا ہے تب اس نے کہا اچھا جلانے کی لکڑیاں جمع کرو لوگوں نے جمع کیں۔ اس نے کہا آگ روشن کرو۔ انہوں نے آگ روشن کی۔ اس نے کہا اب اس میں گھس جاؤ۔ لوگوں نے قصد کیا کہ اس میں گھس جائیں مگر ایک دوسرے کو روکنے لگے اور کہنے لگے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ہم اس لئے بھاگ کر آئے کہ آگ سے بچیں۔ خیر وہ یہ کہتے رہے یہاں تک کہ وہ آگ بجھ

گئی اور اس انصاری سردار کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر گھس جاتے تو قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۲۲)

(ف) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ لوگ اپنے امیر کا کہنا مان کر آگ میں گھستے تو ان کا یہ اقدام خودکشی کے مترادف ہوتا۔ پس وہ لوگ خودکشی کی پاداش میں قیامت تک آگ میں رہتے۔ ظاہر ہے کہ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے والی جزا و سزا کو عذاب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث عذاب قبر اور حیات قبر کی دلیل ہے۔ اگر وہ لوگ آگ میں گھستے تو انہی اجسام عنصریہ کے ساتھ گھستے اور انہی اجسام عنصریہ کے ساتھ قیامت تک آگ میں رہتے۔ پس ثابت ہوا کہ اجسام عنصریہ قبر کی جزا و سزا میں شریک ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۹۱: دعا ماثورہ میں "اللھم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت" یعنی اے اللہ میری موت میں برکت پیدا فرما اور موت کے بعد والی زندگی میں بھی برکت پیدا فرما۔

(ف) حضور اکرم ﷺ کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی ایک زندگی ہے اور آپ دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ میری اس قبر والی زندگی کو بابرکت بنا۔ آپ ﷺ نے یہ دعا صرف اپنی روح کے لئے نہیں فرمائی بلکہ اپنی ذات کے لئے فرمائی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے حق میں یہ دعا قبول فرمائی اور عالم قبر میں حضور اکرم ﷺ کی روح اقدس اور جسد اطہر کو بابرکت زندگی عطا فرمائی۔ لہٰذا یہ حدیث بھی (حیات قبر کی واضح دلیل ہے)

حدیث نمبر ۹۲: "عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال یعرض علی ابن آدم مقعدہ من الجنۃ والنار غدوۃ وعشیۃ فی قبرہ" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم پر صبح و شام، قبر میں، دوزخ و بہشت کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۲۳)

(ف) اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ قبر میں ابن آدم پر اس کا دوزخ یا بہشت کا ٹھکانہ صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی یہ کارروائی روح اور جسد عنصری دونوں پر وارد ہوتی ہے۔ کیونکہ ابن آدم کا اطلاق روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ پس یہ حدیث بھی حیات قبر کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۹۳: "ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قال لابیھا انی رأیت فی النوم کان قمرا وقع فی حجری حتی ذکرت ثلاثۃ مرات فقال ابوبکر صدقت رؤیاک دفن فی بیتک خیر اھل الارض" ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد ماجد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے خواب میں دیکھا تین چاند میرے حجرے میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرا خواب سچا ہے کیونکہ تین شخص جو خیر البریہ ہیں تیرے حجرے میں دفن ہوں گے۔ یعنی حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

(مصنف ابوبکر ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۲۴۰ طبع امدادیہ ملتان)

(ف) یہ تین حضرات بالترتیب خیر البریہ ہیں، عالم قبر میں اگر ان حضرات کے ارواح کا ان کے اجساد سے تعلق تسلیم کیا جائے تو ان پر خیر البریہ کا اطلاق، موزوں و مناسب ہے ورنہ خالی جسد عنصری کو خیر البریہ کہنا تو کجا، منکرین عذاب قبر تو اس کو انسان کہنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔

بلکہ ان کے نزدیک محض جسد عنصری، کلہاڑی یا سواری اور ڈھانچہ ہے۔ کیونکہ یہ لوگ انسان تو صرف روح کو سمجھتے ہیں۔ لہٰذا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مدفون تین شخصیات کو خیر البریہ کہنا دلیل ہے اس بات کی

وہاں روح کا اجساد کے ساتھ تعلق ہے۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے نیز حجرہ میں مدفون حضرات کو خیر البریہ کہنے کے باوجود ہر قسم کے انعام واکرام اور راحت وسکون سے ان کو محروم کہنا ایک بے تکی سی بات ہے۔ کیونکہ جو خیر البریہ ہیں ان کو راحت وسکون چاہئے اور ان کا اکرام واحترام ہونا چاہئے اور یہ سب باتیں حیات قبر کی دلیل ہیں۔

حدیث نمبر ۹۴: ''فقال لی عمر یا ابا خالد انی محدثک حدیثا اما احدهما فسرّ واما الآخر فعلانیة اما السرّ فانی کنت نزلت فی قبر الولید بن عبدالملک حین دلّوه فی قبره فلما اخذناه من سریره علی الدنیا اضطراب فی اکنانه فوضعناه فی قبره فقال ابنه ابی حیّ ابی حیّ فقلت ان اباک لیس بحیّ ولکنهم یلقون هذا فی قبورهم'' ترجمہ: (یزید ابن مہلب) کہتے ہیں مجھے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا اے ابو خالد میں تجھے بات سنانا چاہتا ہوں ایک مخفی راز ہے اور ایک ظاہر بات ہے لیکن راز کی بات یہ ہے کہ جب لوگوں نے ولید بن عبدالملک کو قبر میں اتارا میں اس وقت اس کی قبر میں تھا۔ پس جب ہم نے اس کو اس چارپائی سے اٹھا کر (قبر میں اتارنے کے لئے) اپنے ہاتھوں پر اٹھایا تو اس نے اپنے کفن میں حرکت کی۔ پس ہم نے اس کو اس کی قبر میں رکھ دیا اس کے بیٹے نے (اس کی حرکت کو دیکھ کر) کہا میرا باپ زندہ ہے میرا باپ زندہ ہے میں نے کہا تیرا باپ زندہ نہیں ہے۔ لیکن (مردہ لوگوں کو) اپنی قبروں میں ایسے حالات سے واسطہ پڑتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۹۰)

(ف) اس روایت سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ عالم قبر کی کارروائی میں یہی دنیا والا جسد عنصری شریک اور حصہ دار ہوتا ہے اور یہی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔

حدیث نمبر ۹۵: ''خرجنا مع معاذ بن جبل علی جنازة فقال ما انتم ببارحین وهم یدفنونه حتی یسمع صاحبکم ضبط نعالکم فیاتیه صاحب القبر من عند راسه فتقول لسانه لاتاته من قبلی فانه قد کان یقوم بکتاب الله تعالیٰ وینصب فهذا حین استراح ثم یأتیه من رجلیه فتقول رجله لا تاتیه من قبلنا فانه کان یمشی بنا الی الصلوٰة فیاتیه من قبل یمینه فیقول لاتاتیه من قبل فانه کان یبسط یمینه بالصدقه فیاتیه من قبل شماله یقول شماله لاتاته من قبلی فانه کان یحمل علی السلاح او قال فی السلاح فی سبیل الله فیقوم من قبل وجهه فیقرعه فیقول ما تقول فی هذا الرجل؟ فیثبته الله وان کان شاکا قال لا ادری سمعت الناس یقولون شیئا فیضربه ضربة یسمعه کل شیٔ یحضره الا الثقلان'' (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۳)

ترجمہ: ہم لوگ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک جنازہ کے ساتھ نکلے۔ پس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا۔ حالانکہ وہ لوگ میت کو دفن کر رہے ہوتے ہیں اور تم لوگ ابھی یہاں موجود ہو گے اور میت تمہاری جوتیوں کی آہٹ کو سن رہا ہوگا کہ اس کے پاس سر کی جانب سے قبر کا فرشتہ آ جاتا ہے تو اس کی زبان کہتی ہے کہ تو میری طرف سے نہ آ کیونکہ وہ نماز میں کتاب اللہ کی تلاوت کرتا تھا اور تھک جاتا تھا۔ پس یہ اس کے آرام کا وقت ہے۔ پھر وہ فرشتہ اس کے پاؤں کی طرف سے آتا ہے اس کے پاؤں کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے مت آ۔ کیونکہ وہ ہمارے ساتھ چل کر نمازوں کے لئے جاتا تھا پھر وہ فرشتہ اس کی دائیں جانب آتا ہے تو اس کا دایاں ہاتھ کہتا ہے کہ میری جانب سے نہ آ کیونکہ وہ شخص اس دائیں ہاتھ سے صدقہ دیا کرتا تھا۔ پھر وہ فرشتہ اس کی بائیں جانب سے آتا ہے تو اس کا بایاں ہاتھ کہتا ہے کہ میری طرف سے مت آ۔ کیونکہ وہ اس پر جہاد کے سامان وہتھیار اٹھاتا تھا۔ پھر وہ فرشتہ اس کے منہ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کو گھبراہٹ میں ڈالتا ہے پس کہتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا

کہتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو ثابت قدم رکھتا ہے اور اگر شک کرنے والا ہے تو کہتا ہے میں نہیں جانتا لوگوں سے سنا وہ کوئی چیز کہتے تھے۔ پس فرشتے اس کو ایسی مار دیتے ہیں کہ ثقلین کے علاوہ قریب کی ہر چیز اس کی فریاد کو سنتی ہے۔

(ف) اس روایت کا ایک ایک لفظ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ عالم قبر کی کارروائی میں جسد عنصری شریک و سہیم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں بتایا گیا کہ جب فرشتہ حساب کے لئے آتا ہے تو جسد عنصری کے ہاتھ پاؤں اور زبان وغیرہ اعضاء اس کا دفاع کرتے ہیں۔ پس یہ روایت بھی حیات قبر کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۹۶: ''من اشهر ذالک ما رواه ابن عبدالبر مصححاً له عن ابن عباس مرفوعاً ما من احد یمرّ بقبر اخیه المسلم کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام''
ترجمہ: جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس مردے کی روح اس پر پھیر دیتے ہیں حتی کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸، کتاب الروح ص ۱۰، التذکرہ للقرطبی ص ۱۶۵، تفسیر معارف القرآن ج ۶ ص ۷۰۳، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۵، الصارم المنکی لابن عبدالہادی ص ۲۹۵، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۷۰)

حدیث نمبر ۹۷: ''فروی ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ما من رجل یزور قبر اخیه ویجلس عنده الا استانس به ورد علیه حتی یقوم'' ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس بیٹھے تو جب تک وہاں بیٹھا رہے وہ اس سے انس پکڑتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۵، کتاب الروح ص ۱۱، احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۴۹۱، الصارم المنکی ص ۲۹۵، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۷۰)

حدیث نمبر ۹۸: ''وروی عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلّم علیه رد علیه السلام'' ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا جب کوئی مرد قبر کے ساتھ گزرتا ہے کہ قبر والے کو جانتا تھا پس سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو سلام کو جواب دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۵، کتاب الروح ص ۱۱، احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۴۹۱، الصارم المنکی ص ۲۹۵، جامع صغیر ج ۲ ص ۱۵۰، بحوالہ ابن عساکر، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۷۰)

حدیث نمبر ۹۹: ''عن زید ابن اسلم قال مرّ ابو هریرة رضی اللہ عنہ وصاحب له علی قبر فقال ابو هریرة سلم فقال الرجل اسلم علی القبر؟ فقال ابوهریرة ان کان رآک فی الدنیا یوما قط انه لیعرفک الآن''
ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ایک ساتھی کا قبر سے گزر ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی کو کہا کہ قبر پر سلام کر۔ اس نے کہا میں قبر پر سلام کروں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر صاحب قبر نے تجھے دنیا میں صرف ایک دفعہ بھی دیکھا تھا تو وہ اب تجھے پہچان لے گا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۷۶)

حدیث نمبر ۱۰۰: حضرت عبیدہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب حضور اکرم ﷺ کا شہداء احد پر گزر ہوا تو فرمایا: ''الا فاتوهم وسلّموا علیهم فوالذی نفسی بیده لا یسلّم علیهم احد الی یوم القیامة الا ردّوا علیه'' ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا خبردار تم شہداء احد کے پاس آؤ اور ان پر سلام کرو، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت تک جو شخص بھی ان پر سلام کرے گا وہ جواب دیں گے۔
(تفسیر بغوی ج ۱ ص ۲۷۳، تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۷۰، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۷ بحوالہ حاکم، بیہقی، طبرانی)

حدیث نمبر ۱۰۱: ”وفی شرح الصدور للسیوطی قال اخرج العقیلی عن ابی ھریرۃ قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ﷺ ان طریقی علی الموتی فھل من کلام اکلم بہ اذا مررت علیھم؟ قال قل السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمومنین انتم سلفنا ونحن لکم تبع وانا ان شاءاللہ بکم لاحقون قال ابو رزین یارسول اللہ ﷺ یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا۔ الحدیث“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ میری گزرگاہ قبرستان ہے پس کیا میں ان سے کوئی بات کرسکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبرستان سے گزرتے وقت یوں کہا کر، اے مؤمنین مسلمین اہل قبور تم پر سلام ہو تم ہم سے پہلے آگئے اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں اور ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا وہ سنتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دیتے۔ یعنی ہم ان کے جواب کو نہیں سنتے۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۷ بحوالہ شرح الصدور للسیوطی عن عقیلی)

حدیث نمبر ۱۰۲: ”انہ کان یرجع من صنیعۃ فیمر بقبور الشھداء فیقول السلام علیکم وانا بکم لاحقون ثم یقول لاصحابہ الاتسلمون علی الشھداء فیردون علیکم“ ترجمہ: حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب اپنی زمین اور کھیتی باڑی سے واپس آتے اور شہداء کرام کی قبروں سے گزرتے تو فرماتے السلام علیکم اور بے شک ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ پھر اپنے ساتھیوں کو کہتے، کیا تم شہداء کو سلام نہیں کہتے؟ تاکہ وہ تمہیں سلام کا جواب دیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۳۸ طبع ملتان، شرح الصدور ص ۹۴ طبع مصر از سماع الموتی ص ۲۲۹ مطبوعہ امدادیہ ملتان ج ۳ ص ۲۲۱)

حدیث نمبر ۱۰۳: ”ذکر ابن ابی الدنیا ایضا عن محمد بن واسع انہ کان یذھب کل غداۃ سبت حتی یاتی الجبانۃ فیقف علی القبور فیسلم علیھم ویدعوا لھم ثم ینصرف فقیل لہ لو صیرت ھذا الیوم یوم الاثنین قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ یوما قبلہ ویوما بعدہ وذکر عن سفیان الثوری قال بلغنی عن الضحاک انہ قال من زار قبرا یوم السبت قبل طلوع الشمس علم المیت بزیارتہ فقیل لہ کیف ذالک؟ قال لمکان یوم الجمعۃ“ ترجمہ: محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ ہر ہفتہ کی صبح کو قبرستان جایا کرتے تھے اور اہل قبور کو سلام کرتے تھے اور ان کے لئے دعا مانگتے تھے۔ پھر واپس آجایا کرتے تھے۔ اسے کہا گیا کہ آپ ہفتہ کی بجائے سوموار کو قبرستان جایا کریں تو بہتر ہوگا۔ کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مردے جمعہ کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن بعد زائرین کو پہچانتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں مجھے ضحاک سے یہ بات پہنچی ہے وہ فرماتے ہیں جو شخص ہفتہ کے دن طلوع آفتاب سے پہلے قبر کی زیارت کرے تو میت کو اس کا علم دیا جاتا ہے۔ پس اس سے پوچھا گیا کہ کس طرح؟ فرمایا جمعہ کی وجہ سے۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۴۲، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۷۰، کتاب الروح ص ۱۱، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۵ بحوالہ بیہقی و شرح الصدور، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸، رد المختار ج ۱ ص ۶۶۵)

(ف) مذکورہ بالا آٹھ روایتوں سے میت کا سماع اور میت کی معرفت ثابت ہوتی ہے۔ پس اہل قبور کا سماع اور معرفت حیات قبر کی واضح اور بین دلیل ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اور نظریہ ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا آٹھ روایتوں سے اگرچہ بندہ عاجز کا مقصد قبر کی زندگی اور قبر کی جزا و سزا کو ثابت کرنا ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ عالم قبر و برزخ کی کارروائی میں روح اور جسد عنصری دونوں شریک رہتے

ہیں۔لیکن چونکہ مذکورہ بالا آٹھ روایتیں سماع موتیٰ کی بھی دلیلیں ہیں۔لہٰذا مسئلہ سماع موتیٰ کے متعلق چند امور کی وضاحت ضروری ہے۔پس راہ چلتے ہوئے چند وضاحتیں ذہن نشین فرمالیں۔تاکہ اس معاملہ میں کسی غلط فہمی کا اندیشہ نہ رہے اور کوئی بات تشنہ تکمیل نہ رہے۔

معدن السرور فی تحقیق سماع اہل القبور

انبیاء کرام کا سماع اتفاقی ہے اور بقیہ کا اختلافی (وضاحت اوّل)

پوری امت محمدیہ ﷺ کا عہد اوّل سے لے کر آج تک اس پر اتفاق چلا آرہا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور کے نزدیک سلام وغیرہ سنتے ہیں۔اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک سنی عالم نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کا انکار نہیں کیا۔پس انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع ایک اجماعی عقیدہ ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔اس کے بغیر آدمی اہلسنت والجماعت کہلوانے کا حق دار نہیں ہے۔کیونکہ اجماع امت کا انکار کم از کم گمراہی تو ضرور ہے۔اس لئے کہ اجماع امت بھی ایک حجت شرعیہ ہے۔چنانچہ فقیہ العصر قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ لکھتے ہیں۔قبر کے پاس جا کر یہ کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے یہ دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردیوے۔اس میں اختلاف علماء کا ہے۔مجوز سماع موتیٰ اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کوئی خلاف نہیں۔اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارۃ قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔پس یہ جواز کے لئے کافی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۴،۶۹)

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے وسیع النظر محقق امام ربانی کی نظر میں انبیاء کرام کے سماع کا منکر دنیا میں نہیں گزرا اور اجماع کی دلیل حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے کہ تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کے وقت سلام سے فارغ ہو کر زائر کو چاہئے کہ آپ ﷺ سے شفاعت مغفرت کی درخواست کرے۔یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے لئے دعا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ہماری بلکہ پوری امت کی مغفرت فرمائے اور زائر کو چاہئے کہ آپ کی خدمت میں سلام بھیجنے والوں کے سلام پہنچائے۔

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہاء کے نزدیک حضور اکرم ﷺ زائرین کے سلام اور درخواست دعا وشفاعت وغیرہ کو سنتے ہیں۔

آداب زیارت قبر النبی ﷺ کا یہ طریقہ مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں: (فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۷۱۳، فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۲۶۵، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۰، تفسیر معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۹، احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۵۱، زبدۃ المناسک ص ۶۴۹ ملحق تالیفات رشید)

خلاصہ یہ کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء، مفسرین، محدثین اور تمام علماء امت انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع پر متفق اور متحد ہیں اور یہی عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت ہے اور اسی پر پوری امت کا اجماع ہے۔آج تک کسی ایک مسلمان نے حضور اکرم ﷺ کی سماعت عند القبر الشریف کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی

قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے اور نہ کسی ضعیف سے ضعیف حدیث میں یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ عند القبر الشریف صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ ضعیف تو ضعیف رہی کسی موضوع روایت سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہے۔

الغرض دنیا کی کسی کتاب میں یہ لکھا ہوا نہ ملے گا کہ حضور اکرم ﷺ اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام، عند القبور کچھ بھی نہیں سنتے۔ انبیاء کرام کے سماع کے انکار کا نظریہ چودھویں صدی کے اواخر کی پیداوار ہے۔ اس لئے علماء اہلسنت والجماعت نے اس نو ایجاد نظریہ کو بدعت قرار دیا ہے اور ایسے نظریہ کے حاملین کو اہل بدعت کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔

عام موتی کا سماع، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ رہا (وضاحت دوم)

عام موتی کے سماع کا مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ رہا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ نے ابتداء عام موتی کے سماع کا انکار کیا ہے۔ جب کہ حضرت عمر، ابن عمر، حضرت ابوطلحہ، حضرت انس وغیرہ روایان حدیث قلیب بدر وحدیث قرع النعال سماع موتی کے قائل ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ وغیرہ راویان ما من احد یمر بقبر الحدیث بھی سماع موتی کے قائل ہیں اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبیدہ بن عامر، حضرت ابورزین، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم راویان سلام علی القبور بھی سماع موتی کے قائل ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرو بن العاص ''حتی استانس بکم'' کہنے والے صحابی انس میت اور سماع میت کے قائل ہیں۔ الغرض مذکورہ بالا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی روایت کردہ احادیث کو سن کر بلا نکیر خاموش ہو جانے والے تمام صحابہ کرام سماع موتی کے قائل ہیں۔ بندہ عاجز کے محدود مطالعہ کے مطابق کوئی صحابی رسول ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہم خیال نہیں ہوا۔'' واللہ اعلم بحقیقۃ الحال'' بہرحال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ جس کا انکار کوئی منصف مزاج آدمی نہیں کر سکتا کہ مسئلہ سماع موتی ابتداء سے اختلافی رہا ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ القرآن صاحب ﷫ لکھتے ہیں'' سماع موتی کا مسئلہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ دو رائیں رہی ہیں کچھ علماء کرام کی یہ رائے رہی ہے کہ مردے سنتے ہیں جب کہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بناء پر سماع موتی کی نفی کی ہے۔'' (جواہر القرآن ص ۹۰۲) البتہ بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ نے اپنے موقف عدم سماع موتی سے رجوع فرمالیا تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ سیدہ اپنے بھائی کے مزار پر گئیں اور وہاں ان کو مخاطب بنا کر ان سے گفتگو فرمائی دوسری وہ حدیث ہے جو ابن ابی الدنیا نے بروایت عائشہ نقل کی ہے۔ بہرحال سیدہ کا جو اختلاف رہا ہے وہ عام موتی کے حق میں تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس اختلاف سے یقیناً مستثنیٰ ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات کو اس اختلاف میں شامل سمجھنا ظلم عظیم اور کذب قبیح ہے۔

عام موتی کے سماع کے قائلین ومنکرین دونوں قابل ملامت نہیں (وضاحت سوم)

آپ نے پڑھ لیا ہے کہ عام موتی کے سماع میں عہد اول سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ ایک طرف حضور اکرم ﷺ کی حرم محترم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے اور دوسری طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جم غفیر ہے۔ اب یہ بھی معلوم کر لیں کہ ہر دو حضرات کے پاس اس کے دلائل ہیں۔ منکرین سماع موتی قرآن مجید کے ظاہر الفاظ سے بزعم خود استدلال کرتے ہیں جب کہ قائلین انہی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے حجت پکڑتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ

القرآن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جو علماء سماع موتی کی نفی کرتے ہیں۔ ان کا استدلال ظواہر قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہے جب کہ قائلین سماع بھی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔'' (جواہر القرآن ص ۹۰۲)

چونکہ عام موتی کے سماع کا مسئلہ اختلافی ہے اور ہر دو جانب کے دلائل ہیں اور اکابرین ہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کے کسی ایک پہلو کو عقائد ضروریہ میں سے شمار نہیں کیا گیا بلکہ اسے غیر ضروری اور فرعی مسئلہ قرار دے کر اس میں کسی ایک جانب پر تشدد کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص عام موتی کے سماع کا منکر ہے تو اس کو کوئی ملامت نہ کی جائے۔ کیونکہ اس کے انکار کی بنیاد بھی دلائل پر ہے اور اگر کوئی عام موتی کے سماع کا قائل ہے تو وہ بھی قابل ملامت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے پاس بھی قرآن وسنت کے دلائل موجود ہیں۔ لہٰذا قائلین اور منکرین ہر دو فریقین کو ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہئے۔ کسی ایک جانب سے تشدد نہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ حضرت شیخ القرآن صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یہ مسئلہ اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں۔ جن کی نفی یا اثبات پر کفر واسلام کا مدار ہے بلکہ یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے۔ جس میں بحث وتمحیص اور نظر تحقیق کی گنجائش ہے۔'' (جواہر القرآن ص ۹۰۲)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ سماع موتی ثابت ہے یا نہیں۔ درصورت جواز یا عدم جواز قول راجح کیا ہے؟ اور تلقین بعد دفن ثابت ہے یا نہیں؟ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ: ''یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اسی پر مبنی ہے جس پر عمل کرے درست ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۸) ان بزرگوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں نظر و تحقیق کی گنجائش ہے اور آدمی کا جس جانب رجحان ہو جائے وہ درست ہے کسی جانب کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔

حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر والے سے سوال کیا گیا کہ حضرت جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، حضرت نے فرمایا ''میں سماع موتی کے قائلین کو کافر تو درکنار گمراہ بھی نہیں کہتا ہوں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۱۲، شمارہ جولائی اگست ۱۹۸۴ء)

اور جو کچھ جواہر القرآن میں لکھا ہے وہی کچھ سجاد بخاری صاحب نے لکھا ہے۔ دیکھئے (اقامۃ البرہان ص ۹۷)

قارئین کرام! جواہر القرآن اور اقامۃ البرہان اشاعت والوں کی کتابیں ہیں اور تعلیم القرآن ان کا ماہنامہ رسالہ ہے ان تینوں کتابوں میں مندرجہ ذیل باتوں کو واشگاف الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے۔ سماع موتی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ رہا ہے۔ سماع موتی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ مسئلہ سماع عقائد ضروریہ سے نہیں ہے قائلین سماع موتی نہ کافر ہیں نہ گمراہ۔ لیکن اب یہی اہل اشاعت ان سب باتوں کے برعکس یوں کہتے ہیں کہ سماع موتی صحابہ کرام کے درمیان مختلف فیہ نہ تھا بلکہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم عدم سماع کے قائل تھے، سماع موتی کہیں سے ثابت نہیں۔ عقیدہ عدم سماع ضروریات دین سے ہے۔ جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں۔ وہ کافر اور مشرک ہیں۔ صبح کچھ اور شام کچھ کہنے والے اور ہر روز اپنے نظریات تبدیل کرنے والے لوگ نامعلوم کس توحید کی اشاعت کرتے ہیں اور کس سنت کا پرچار کرتے ہیں۔

خیر میں تو عرض کر رہا تھا کہ عام موتی کا سماع عہد اوّل سے اختلافی ہے اور عقائد ضروریہ سے نہیں ہے بلکہ ایک غیر اہم مسئلہ ہے کوئی قائل ہے تو وہ بھی اہلسنت ہے اور اگر کوئی منکر ہے تو وہ بھی اہلسنت ہے۔ عام موتی کے سماع اور عدم سماع سے آدمی اہلسنت والجماعت سے خارج نہیں ہوتا۔ اسی لئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں۔ اس مسئلہ کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۸) اگر بالفرض یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہوتا تو علماء حق نے اس کا پہلے دن سے فیصلہ کر دیا ہوتا کہ یہ جانب حق ہے اور یہ ناحق۔ لیکن اس مسئلہ میں کسی ایک جانب کو ترجیح تو دی جاسکتی ہے لیکن کسی کو ناحق نہیں کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ دونوں جانب اہلسنت والجماعت کے اکابرین اور سلف صالحین ہیں اور اہلسنت والجماعت سب برحق ہیں۔

فریقین کے دلائل کی حقیقت (وضاحت چہارم)

عام موتیٰ کے سماع کے منکرین مندرجہ ذیل آیات کے ظاہری الفاظ سے بھی خود استدلال کرتے ہیں ''انک لا تسمع الموتی ولاتسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین'' (النمل:۸۰) بعینہ یہی آیت سورت روم آیت نمبر ۵۲ میں بھی موجود ہے۔ جس کا معنی یہ ہے اے پیغمبر! آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں۔ جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیویں۔ ''ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الانذیر'' (فاطر:۲۳) یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں بندہ عاجز نے جو یہ لکھا ہے کہ منکرین سماع ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہیں ایک تو اس لئے کہ حضرت شیخ القرآن ﷫ نے بھی جواہر القرآن میں ظواہر قرآن کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جس کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔ دوسرا اس لئے کہ یہ آیات کا ظاہری مطلب ہے۔ حقیقی مطلب نہیں ہے۔

باقی بندہ عاجز نے کہا کہ منکرین سماع بھی خود استدلال کرتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ قائلین سماع بھی انہیں مذکورہ بالا آیات سے سماع موتیٰ ثابت کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فریقین کا استدلال اپنے اپنے فہم پر مبنی ہے ورنہ آیات مذکورہ اس مقصد کے لئے اور یہ مسئلہ بتانے کے لئے نازل نہیں ہوئی کہ مردے سنتے ہیں یا نہ بلکہ آیات مذکورہ کے نزول کا مقصد کچھ اور ہے جو ابھی آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن منکرین وقائلین نے اپنی فہم کے مطابق سماع اور عدم سماع پر استدلال کیا ہے اور ان شاء اللہ یہ دونوں حضرات اپنے اپنے استدلال میں عنداللہ ماجور ہوں گے، کیونکہ ہر دو طرف مخلصین ہیں۔

اور اب آیات مذکورہ کے مطلب اور مقصد کو سمجھئے جس کو تمام مفسرین کرام نے بیان کیا ہے کہ آیات مذکورہ میں موتیٰ سے مراد وہ زندہ کافر ہیں جن کے قلوب کفر وعناد کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں اور ''لاتسمع'' (نہیں سنا سکتے) کا مطلب ہے آپ ان کو نہیں منوا سکتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے پیارے نبی ﷺ آپ ان مردہ دل زندہ کافروں کو اپنی بات نہیں منوا سکتے۔ پس اس آیت کا مفہوم وہی ہے جو ''انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشآء'' کا ہے۔ البتہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مردہ دل زندہ کافروں کو قبر والے مردوں سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے یہ تشبیہ کس چیز میں ہے؟ منکرین سماع موتیٰ کہتے ہیں کہ یہ تشبیہ نفس سماع میں ہے یعنی جس طرح قبرستان میں مردے نہیں سن سکتے۔ اسی طرح یہ مردہ دل زندہ کافر بھی نہیں سنتے اور قائلین سماع کہتے ہیں کہ یہ تشبیہ سماع کے بعد انتفاع میں ہے۔ یعنی جس طرح قبرستان والے مردے آپ کی بات سن بھی لیں تو وہ اس سے نفع نہیں اٹھا سکتے چونکہ وجہ تشبیہ ہر فریق نے اپنی فہم کے مطابق متعین کی ہے۔ اس لئے بندہ عاجز نے لکھ دیا کہ ہر فریق کا استدلال مبنی بر فہم خود ہے۔ جس نے نفس سماع کو وجہ تشبیہ قرار دیا اس نے اس آیت سے سماع موتیٰ کی نفی سمجھی اور جس نے سماع کے بعد

انتفاع کو وجہ تشبیہ قرار دیا۔ اس نے سماع موتٰی کا اثبات کیا۔ ''للناس فیما یعشقون مذاھب'' بندہ عاجز نے جو یہ عرض کیا ہے کہ آیات مذکورہ میں موتٰی سے مردہ دل زندہ کافر مراد ہیں، اس پر کتاب اللہ کے چند قرینے ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... آیت میں ''اذا ولوا مدبرین'' کا جملہ موجود ہے۔ جس کا مطلب ہے اے پیغمبر آپ مردوں اور بہروں کو کیسے سنا سکتے ہیں جب کہ وہ آپ کی تبلیغ کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔ غور فرمائیں دعوت وتبلیغ کے درمیان بھاگ جانا زندہ کافروں کا کام ہے نہ کہ قبرستان والے مردوں کا۔

۲...... آیت میں ہے ''ان انت الا نذیر'' جس کا مطلب ہے اے پیغمبر آپ تو صرف نذیر یعنی ڈرانے والے ہیں۔ یعنی اگر آپ کی تبلیغ کے باوجود وہ نہیں مانتے تو گھبرائیں مت کیونکہ آپ تو صرف نذیر ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ زندہ کافروں کے لئے نذیر اور منذر بن کر آئے نہ کہ قبرستان والے مردوں کے لئے۔

۳...... آیت میں ہے ''ان تسمع الا من یؤمن بآیتنا'' یعنی اے پیغمبر آپ تو صرف ایمان داروں لوگوں کو سناتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایماندار لوگ جو آپ کی بات کو سنتے ہیں وہ زندہ ہیں۔ اسی طرح جو کافر آپ کی بات نہیں سنتے وہ بھی زندہ ہیں۔ یعنی زندہ ایماندار آپ کی بات سنتے ہیں اور زندہ کافر آپ کی بات نہیں سنتے ہیں۔ اس صورت میں تقابل درست ہوگا۔ اگر کوئی شخص ''انک لاتسمع الموتٰی'' سے قبرستان والے مردے مراد لیتا ہے تو ''ان تسمع الا من یؤمن'' سے بھی قبرستان والے مردے مراد ہوں گے۔ پھر دونوں کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کافر مردوں کو نہیں سنا سکتے اور ایماندار مردوں کو سنا سکتے ہیں تو پھر بھی ایمان دار مردوں کا سماع اس آیت سے ثابت ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ موتٰی سے مراد قبرستان والے مردے نہیں ہیں۔ بلکہ مردہ دل زندہ کافر مراد ہیں۔ جو آپ کی بات کو نہیں سنتے تھے یعنی سن کر نہیں مانتے تھے کیونکہ بات کو سن کر نہ ماننا ایسے ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔

یہ تو آیات قرآنیہ کا صحیح مطلب اور مقصد ہے جو آپ کی خدمت میں بیان کیا گیا ہے لیکن اگر آیات مذکورہ کا ظاہری مطلب بھی بر سبیل تنزل تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی آیات مذکورہ میں یہی کہا گیا ہے کہ اے پیغمبر آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں یہ تو قرآن مجید میں کہیں نہیں کہا گیا کہ مردے نہیں سنتے یا مردوں میں سننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے بلکہ کہا تو یہ گیا ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ جس کا صاف اور واضح مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سناتا ہے ''ان اللہ یسمع من یشآء'' جس طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے ''انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشآء'' یعنی اے پیغمبر آپ ہدایت نہیں دے سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ ان دونوں آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور آپ کسی کافر کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ مردوں کو سناتا ہے اور کافروں کو ہدایت بھی دیتا ہے۔

چونکہ دونوں آیتیں لفظاً ومعناً ایک جیسی ہیں۔ لہٰذا دونوں کا حکم بھی ایک جیسا ہی ہوگا۔ یعنی اگر ''ولکن اللہ یھدی'' میں قانون کا بیان ہے ''اللہ یسمع من یشآء'' میں بھی قانون کا بیان ہے اور اگر ''ان اللہ یسمع من یشآء'' میں قدرت کا بیان ہے تو ''ولکن اللہ یھدی'' میں قدرت کا بیان ہے یعنی قانون ہیں تو دونوں اور اگر قدرت ہیں تو دونوں، بہر حال مردوں کو سنانا تو ثابت ہے خواہ بطریق قانون ہو خواہ بطریق قدرت ہو جیسا کہ کافروں کو ہدایت دینا تو بہر حال ثابت ہے خواہ بطریق قانون ہو خواہ بطریق قدرت ہو۔

خیر تو میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں ہے کہ مردے نہیں بلکہ قرآن میں ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''ان تینوں آیتوں میں یہ بات قابل نظر ہے کہ ان میں کسی میں یہ نہیں فرمایا کہ مردے نہیں سن سکتے بلکہ تینوں آیتوں میں نفی اس کی گئی ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ تینوں آیتوں میں اسی تعبیر وعنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت تو ہو سکتی ہے مگر ہم باختیار خود ان کو نہیں سنا سکتے۔'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۲)

یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن مجید مسئلہ سماع موتی سے ساکت ہے کیونکہ قرآن مجید کی کسی آیت سے سماع موتی کی نفی نہیں ہوتی۔ چنانچہ لکھتے ہیں ''اس آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مردے کوئی کلام کسی کا سن ہی نہیں سکتے۔ اس لئے سماع اموات کے مسئلہ سے درحقیقت یہ آیت ساکت ہے۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ قابل نظر ہے کہ مردے کسی کلام کو سن سکتے ہیں یا نہیں۔'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۲)

''سماع موتی کا مسئلہ جو پہلے گزر چکا ہے اس آیت سے نہ اس کا اثبات ہے نہ نفی اس بحث کے دلائل دوسرے ہیں جن کا ذکر سورت روم میں مفصل آ چکا ہے۔'' (معارف القرآن ج ۷ ص ۳۲۹)

''اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ مسئلہ سماع موتی سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں یہ مسئلہ اپنی جگہ مستقل ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں یا نہیں اس کی مفصل تحقیق سورۃ روم میں اور سورۃ نمل میں گزر چکی ہے۔''

(معارف القرآن ج ۴ ص ۳۳۴)

بندہ عاجز نے جو یہ عرض کیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ اس پر شاید آپ کا ذہن ''ان تدعوھم لا یسمعوا دعآء کم'' کی طرف چلا جائے تو گزارش ہے کہ اس آیت میں موتی کا ذکر نہیں ہے بلکہ من دون اللہ کا ذکر ہے۔ پس اس آیت کا ظاہری مطلب یہ ہوگا کہ من دون اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں سنتا۔ جس میں زندہ، مردہ، جن، ملک وغیرہ سب شامل ہیں۔ حالانکہ زندہ تو سنتے ہیں۔ پس آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن کو بھی پکارتے ہو ان میں اکثر تو تمہاری پکار کو سنتے ہی نہیں۔ مثلاً جمادات وغیرہ یا ان میں سے جس کے اندر سننے کی صلاحیت ہے اور تم دور سے پکارتے ہو اس لیے وہ بھی دور سے نہیں سنتے اور جن میں سننے کی صلاحیت ہے اور تم ان کو نزدیک سے پکارتے ہو جیسے بعض مشرک اپنے زندہ فقیروں کو قریب سے پکارتے ہیں تو وہ اگر کانوں سے تمہاری بات کو سن بھی لیتے ہیں۔ لیکن وہ تمہاری مطلب برآری اور مشکل کشائی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ عاجز و بے بس ہیں حتیٰ کہ قطمیر کے بھی مالک نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ من دون اللہ خواہ مردہ ہوں یا زندہ تمہاری پکار بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری مرادیں پوری نہیں کر سکتے۔ بہر حال یہ آیت خاص کر موتی کے حق میں نہیں ہے۔ بلکہ من دون اللہ کے حق میں ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں ''ان تدعوھم لا یسمعوا دعآء کم ولو سمعوا ما استجابو الکم'' یعنی یہ بت یا بعض انبیاء یا فرشتے جن کو تم خدا سمجھ کر پرستش کرتے ہو۔ اگر مصیبت کے وقت پکارو گے تو اولاً یہ تمہاری بات سن ہی نہ سکیں گے کیونکہ بتوں میں تو سننے کی صلاحیت ہے ہی نہیں۔ انبیاء اور فرشتوں میں اگرچہ صلاحیت ہے مگر وہ نہ ہر جگہ موجود ہیں نہ ہر ایک کے کلام کو سنتے ہیں، آگے فرمایا کہ اگر بالفرض وہ سن بھی لیں جیسے فرشتے اور انبیاء تو پھر بھی تمہاری درخواست پوری نہ کریں گے۔ کیونکہ ان کو خود قدرت نہیں اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی شفارش نہیں کر سکتے۔'' (معارف القرآن ج ۷ ص ۳۲۹)

یہ بات بھی ذہن نشین فرمالیں کہ منکرین سماع ان آیات کے ظواہر سے تو استدلال کرتے ہیں لیکن کسی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں؟ یہ چیز میری نظر سے نہیں گزری۔

عام موتی کے سماع کے مسئلہ کی حیثیت (وضاحت پنجم)

بندہ عاجز کے اس طرز تحریر سے یہ گمان ہرگز نہ کرنا کہ میں عام موتی کے سماع کلی کا قائل ہوں نہیں نہیں ہرگز نہیں، عام موتی کے سماع کے متعلق میرا عقیدہ وہی ہے جو علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہم کا ہے۔ جس کو عنقریب آپ کی خدمت میں پیش بھی کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ، میرا مقصد عام موتی کے سماع کے مسئلہ کی حیثیت بتانا ہے کہ یہ مسئلہ غیر اہم اور غیر ضروری ہے۔ یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس پر کفر واسلام کی بنیاد رکھی جائے بلکہ یہ ایک فروعی مسئلہ ہے۔ اس لئے اس میں تشدد کرنا بالکل جائز نہیں ہے جو شخص عام موتی کے سماع کا قائل ہے وہ بھی حق پر ہے اور سنی مسلمان ہے اور جو قائل نہیں وہ بھی حق پر ہے اور سنی مسلمان ہے، بندہ عاجز کے نزدیک پورے چودہ سو سال تک کے تمام علماء اہلسنت والجماعت واجب الاحترام ہیں خواہ وہ عام سماع موتی کے قائل ہیں یا منکر، کیونکہ یہ مسئلہ حق و باطل کا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی ہدایت اور ضلالت کا مسئلہ ہے۔ اس لئے تو قرآن مجید میں اس مسئلہ کو مستقل طور پر بیان نہیں کیا گیا بلکہ قرآن اس مسئلہ سے ساکت ہے۔ فریقین کا استدلال ان کے فہم پر مبنی ہے لیکن اس دور کے منکرین سماع موتی چونکہ عذاب قبر کے منکر ہیں اس لئے وہ گمراہ ہیں۔

مذاہب اربعہ اہل سنت والجماعت ہیں (وضاحت ششم)

ان میں سے شافعیہ، حنبلیہ، مالکیہ، عام موتی کے سماع کے قائل ہیں۔ حنفیہ میں سے بعض علماء عام سماع موتی کے قائل ہیں اور بعض عام سماع موتی کے منکر ہیں۔ امام رازی اور امام غزالی جیسے فلاسفر اسلام عام موتی کے سماع کے قائل ہیں۔ اسی طرح علامہ قرطبی اور علامہ ابن کثیر جیسے مفسرین عام سماع موتی کے قائل ہیں۔ امام بخاری اور حافظ ابن عبدالبر بھی عام سماع موتی کے قائل ہیں۔ اسی طرح امام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم جیسے امام الموحدین بھی عام سماع موتی کے قائل ہیں۔ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں کوئی رائے منقول نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایت سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایت جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں، شاذ ہیں۔" (فتاوی رشیدیہ ملحق تالیفات رشیدیہ ص ۲۴۳)

پس معلوم ہوا کہ جو لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف عدم سماع کی نسبت کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ عام سماع موتی کے بارے میں ان سے کچھ بھی منصوص نہیں ہے۔ نیز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات حنفیہ بھی مسئلہ سماع موتی میں باہم مختلف ہیں۔ خیر میں تو عرض کر رہا تھا کہ ائمہ ثلاثہ کے مقلدین سب کے سب عام موتی کے سماع کے قائل ہیں۔ چنانچہ منکرین عذاب قبر کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں۔ "البتہ بعض حنفیہ جو دوسرے ائمہ کے مقلدین کی کتب بینی کر کے ان کے مسلک کے ہمنوا

ہیں اور دوسرے ائمہ کے مقلدین سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کا اپنا مسلک یہ ہے کہ میت کوئی بھی ہو اس کی قبر پر جا کر السلام علیکم کہا جائے تو میت سنتی ہے خواہ اس سننے کی کیفیت کچھ بھی ہو تو اس عموم کے تحت سب ہی اموات آجاتے ہیں۔ خواہ عامی ہو یا خواص، خواص میں سے خواہ صوفی ہوں، عالم، فاضل، ہوں، اولیاء اللہ اور صالح ہوں، شہید ہوں یا صدیق ہوں یا پیغمبر ہوں، کچھ فرق نہیں۔ جب قاعدہ کلیہ ہو گا تو اس میں یہ سوال پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں کہ شوافع، مالکیہ، حنابلہ، سماع عند قبر النبی ﷺ کے کس طرح قائل ہو گئے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ مطلقاً سماع موتی کے قائل ہیں تو اس کلیہ میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی آجاتے ہیں یعنی جب دوسرے اموات سنتے ہیں ایسے ہی انبیاء کرام علیہم السلام بھی سنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبدالہادی ہوں یا ابن حجر، سیوطی، نووی، عیاض ہو یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری رحمہم اللہ وغیرہ ہوں سب سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔'' (ندائے حق ج ۱ اول ج ص ۸۴، ۸۵)

جملہ معترضہ

قارئین کرام! آپ نے گزشتہ اوراق میں پڑھ لیا کہ اہل اشاعت کے رہنماؤں نے اپنی تمام کتابوں مثلاً جواہر القرآن، اقامۃ البرہان، ندائے حق اور ماہنامہ تعلیم القرآن وغیرہ میں یہ تسلیم کیا کہ مسئلہ سماع موتی صحابہ رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ رہا ہے۔ یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے بلکہ ایک فروعی مسئلہ ہے۔ ائمہ اربعہ کے پیروکار سارے کے سارے عام موتی کے سماع کے قائل ہیں۔ حوالہ جات گزر چکے ہیں۔ لیکن ان سب کے برعکس جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے ایک رسالہ شائع کیا ہے۔ جس کا نام ہے ''عقائد علماء دیوبند'' جس میں اشاعت کے دو ذمہ دار حضرات کے مضامین جمع کئے گئے ہیں۔ اس میں یہ لکھا دیا کہ یہ مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ نہیں تھا۔ بلکہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدم سماع موتی کے قائل تھے۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر علماء دیوبند تک کے علماء کی فہرست دے دی کہ ہر دور کے علماء عدم سماع موتی کے قائل تھے۔

اس رسالہ کو دیکھ کر آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اتنا بڑا جھوٹ علی الاعلان شائع کر دیا اور پرواہ بھی نہ کی۔ عقائد علماء دیوبند، نامی رسالہ کی تردید کے لئے تو اہل اشاعت کی اپنی سابقہ تحریریں کافی وافی ہیں۔

البتہ بندہ عاجز صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہے کہ یہ رسالہ، جھوٹ خیانت قطع و برید اور تاویل القول بمالا یرضیٰ بہ القائل کا مرقع ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہر منصف مزاج صاحب مطالعہ، جب اس رسالہ کا مطالعہ کرے گا۔ وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ جو بندہ عاجز نے عرض کیا ہے باقی اس رسالہ کا نام عقائد علماء دیوبند رکھنا ایسا ہے جیسے کالی سیاہ رات کا نام روز روشن رکھ دیا جائے۔ نہند نام کافور زنگی، غلط۔

مجھے یقین ہے کہ اہل اشاعت کے صاحب علم اور انصاف پسند حضرات نے اس رسالہ کو اس نام سے شائع کرنے کو ناپسندیدہ حرکت تصور کیا ہوگا۔ لیکن جس طرح بریلویوں نے اپنے نوجوانوں کو ایک ایسی غلط راہ پر ڈال دیا ہے کہ اب وہ خود ان کے قبضہ کنٹرول سے باہر ہو گئے ہیں حتیٰ کہ ان کے اصاغر خود اپنے اکابر سے اتنے بے قابو ہو گئے۔ خود ان کی بھی نہیں مانتے۔ اسی طرح اہل اشاعت کے پروردہ بھی اپنے مشائخ کے قابو میں نہیں رہے اور نہ ہی اپنے بڑوں کی کوئی سنتے ہیں نہ ہی مانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اہل اشاعت کے اکابرین کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور

اب اصاغر کی کتابیں دیکھی ہیں اور باتیں سنی ہیں۔ ان کے لئے مجھے اپنے اس دعویٰ کی دلیل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ عیاں راچہ بیان! لیکن اس کے باوجود آپ کی خدمت میں حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب مرحوم کا ایک مضمون پیش کیا جاتا ہے جو کہ تعلیم القرآن میں شائع ہوا تھا۔ جس سے آپ کو اہل اشاعت کے بزرگوں کی بے بسی اور چھوٹوں کی سرزوری کا خوب اندازہ ہوگا۔

مضمون کا عنوان ہے ''مسئلہ سماع موتی کے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی رائے گرامی۔'' ہمارے شیخ حضرت مولانا علامہ حسین علی صاحب مرحوم ومغفور مسئلہ سماع موتی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس میں زیادہ شدت اور بحث تمحیص نہ کی جائے اور زیادہ کوشش توحید وسنت کی اشاعت اور شرک وبدعت کی تردید میں کی جائے۔ فلہٰذا مسئلہ سماع موتیٰ مختلف فیہ (جس میں راجح مختار اور پسندیدہ مسلک علماء اکابر دیوبند کے نزدیک عدم سماع ہے'' (یہ بریکٹ میں دیا ہوا جملہ حضرت قاضی صاحب مرحوم کا نہیں ہے بلکہ اصاغر کی طرف سے اپنے اکابر کی اصلاح کی کوشش ہے کہ اپنے بزرگ کی عبارت میں ایک جھوٹ کی ملاوٹ کردی۔ دلیل یہ ہے کہ اسی مضمون میں قاضی صاحب نے صرف اپنا مسلک عدم سماع کا بتایا ہے۔ علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے کذب بیانی نہیں کی۔ قاضی صاحب کے مضمون میں بریکٹ کے اندر یہ جملہ لکھ کر اپنی سرزوری کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ از مؤلف) کو سٹیج پر موضوع تقریر و بحث بنانے کے بجائے مسئلہ علم غیب، حاضر وناظر، متصرف فی الامور اور غائبانہ ندا غیر اللہ، نذر ومنت غیر اللہ کے نام چڑھاوے چڑھانا، قبور کے طواف کرنا اور قبروں پر سجدہ کرنا کی تردید میں علماء حق تقریر فرمائیں۔ کیونکہ ان موضوعات کا تعلق براہ راست توحید وسنت کی اشاعت اور شرک وبدعت کی تردید سے ہے۔

رہا مسئلہ سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اس بارے میں اپنا مسلک یہ ہے کہ سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں۔ مگر قائلین سماع عند القبر کو بھی اہل سنت والجماعت سے خارج نہیں سمجھتا۔ جو لوگ سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے قائلین کو کافر کہتے ہیں۔ ان کے اس موقف کو صحیح نہیں سمجھتا۔ کیونکہ جن دلائل کی بناء پر وہ قائلین سماع موتی عند القبر کو کافر کہتے ہیں۔ وہ قطعی الثبوت ہیں۔ قطعی الدلالۃ نہیں۔ لہٰذا اسلاف متقدمین کے مابین مختلف فیہ مسائل میں کسی جانب کو کافر قرار دینا بہت بڑی جسارت ہے۔ جس سے احتیاط چاہئے۔ بندہ کی یہ تحقیق دیانۃً ہے اور اپنے تمام شاگردوں اور متعلقین کو اسی کی تائید کرتا ہوں۔

جماعتی طور پر اس بارے میں ۲ رربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ کو جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے اجلاس ملتان میں جو تحریر لکھی گئی تھی۔ جس پر احقر کے اور دیگر بیس علماء کرام کے دستخط ہیں وہ تحریر کسی مصلحت کے تحت نہیں بلکہ امانۃً ودیانۃً اور تحقیقاً جماعتی پالیسی کے طور تحریر کی گئی تھی اور اس پر پابندی کرنے میں جماعت کی عافیت بھی ہے اور اس تحریر میں بھی یہی طے پایا تھا کہ سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے قائل اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں اور ان کو کافر کہنا صحیح نہیں اور اسی تحریر کے بارے میں کسی کا یہ کہنا کہ وہ تحریر مصلحتاً لکھی گئی تھی یہ ساری جماعت کی توہین ہے۔

نوٹ: تحریر شائع کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ چودہ اپریل ۱۹۸۴ء کو میانوالی میں جماعت کی میٹنگ میں بعض افراد سے کچھ باتیں سن کر اکثر ساتھی بڑے پریشان اور دل برداشتہ ہو کر آئے۔ احقر شمس الدین عفی عنہ جامعہ العلوم الشرعیہ نعمانیہ مسجد ریلوے کالونی ویسٹریج راولپنڈی ۲۴ اپریل ۱۹۸۴ء ماہنامہ تعلیم القرآن جولائی اگست ۱۹۸۴ء۔ (ص ۴۶، ۴۷)

آپ قاضی صاحب کے اس بیان کو بار بار پڑھیں اور بغور پڑھیں اپنے بڑوں کی موجودگی میں اشاعت کے چھوٹے کتنے بے قابو ہو چکے تھے کہ ۱۴۰۲ھ میں ملتان میں اشاعت التوحید کے بڑوں کا اجلاس ہوتا ہے۔ قاضی صاحب سمیت اکیس علماء دستخطی فیصلہ فرماتے ہیں کہ سماع موتی کے قائلین اہلسنت والجماعت ہیں معاذ اللہ کافر نہیں۔ لیکن اشاعت کے چھوٹے کہتے ہیں کہ سماع موتی کے قائلین کافر ہیں۔ (معاذ اللہ) اور ہمارے بڑوں کا فیصلہ کسی مصلحت کی وجہ سے ہوا تھا۔ یعنی وہ محض دفع وقتی تھی۔ پس ان چھوٹوں کو قابو میں رکھنے کے لئے حضرت قاضی صاحب نے یہ بیان شائع کرایا لیکن ان اصاغر پر اپنے اکابر کی اس تنبیہ کا کیا اثر ہوا ہوگا؟

اس کا اندازہ خود اس بیان ہی سے لگالیں کہ خود قاضی صاحب کے اس بیان میں ایک جھوٹا جملہ اپنی طرف سے شامل کر دیا۔ عام آدمی سمجھے گا کہ یہ جملہ بھی قاضی صاحب کا ہے۔ حالانکہ قاضی صاحب کے بیان سے اس جھوٹے جملے کی کوئی مناسبت ہی نہیں ہے اور بریکٹ میں اس لئے دیا تا کہ اگر قاضی صاحب پوچھ لیں کہ میرے بیان میں یہ جملہ کیوں اضافہ کیا گیا ہے تو اس کو بھی مطمئن کیا جا سکے کہ جی اس لئے تو ہم نے اس کو بریکٹ میں دے کر علیحدہ کر دیا ہے اور یہ اکابر اس معاملہ میں زیادہ سختی بھی نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ ایسی راہ پر ان کو لانے والے وہی تھے۔ لیکن ان کے لئے اس کو برداشت کرنا بھی مشکل تھا کہ چھوٹے اپنے بڑوں سے آگے نکل جائیں اور ایسے نکل جائیں کہ قابو میں بھی نہ آئیں۔ اس لئے حضرت قاضی صاحب نے مجبوراً یہ بیان دیا، افسوس کہ کوئی فائدہ نہ ہوا۔

اور یہ تو آج سے چودہ پندرہ سال پہلے کی بات ہے اور اس وقت کی بات ہے جب کہ یہ اکابر زندہ موجود تھے اور اپنے اصاغر کو آپ سے آگے بڑھتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن اب جب کہ یہ بڑے عالم قبر و برزخ میں تشریف لے جا چکے ہیں ان کے پیچھے چھوٹوں نے کیا قیامت برپا کر رکھی ہے؟ وہ ناقابل گفتی ہے۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا کہ شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ سب کے سب عام موتی کے سماع کے قائل ہیں اور بعض حنفیہ عام سماع موتی کے قائل ہیں اور بعض منکر ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو اہل اشاعت کے سب اکابرین نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے لیکن یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ جو حنفیہ حضرات سماع موتی کے منکر ہیں وہ کلی طور پر سماع موتی کے منکر نہیں ہیں۔ بلکہ ان حضرات کا مؤقف یہ ہے کہ ضابطہ اور قانون تو یہی ہے کہ موتی نہیں سنتے۔ لیکن اس ضابطہ سے بہت سے لوگ اور چند مواقع مستثنٰی ہیں۔ مثلاً اس ضابطہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تو بالاتفاق مستثنٰی ہیں۔ کیونکہ انبیاء کرام کے سماع میں تو کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح حدیثوں میں جہاں جہاں سماع موتی ثابت ہے وہ صحیح ہے لیکن اپنے اسی موقع محل کے ساتھ خاص ہے۔ مثلاً حدیث خفق النعال یا حدیث قلیب بدر، وغیرہ وغیرہ وہ کہتے ہیں۔ سماع موتی کی حدیثوں سے سماع کا ضابطہ نہیں بنتا۔ بلکہ ضابطہ عدم سماع ہے اور سماع موتی کی حدیثیں اپنے مقام کے ساتھ مختص ہیں۔ چنانچہ عقائد علماء دیوبند نامی رسالہ میں بحوالہ فتح الملہم دو جگہ یہ عبارت موجود ہے۔ جس کو خود جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے شائع کیا ہے: ''والاحادیث انما اثبت سماعھم بعض الاشیاء فی بعض الاحیان ولھذا یجب ان یقتصر علی اثبات السماع فی ما ثبت بالسمع ولا یتجاوز عنه وھذا معنی ما قال الشیخ الانور ان الضابطة انما ھو عدم السماع ولکن المستثنیات فی ھذا الباب کثیرۃ الخ'' (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۷۹) ترجمہ: اور حدیثیں مردوں کا صرف بعض چیزوں کو اور وہ بھی بعض اوقات میں سننا ثابت کرتی ہیں۔ اس لئے جہاں جہاں نصوص سے سماع ثابت ہے اس کو انہی مواقع میں بند رکھنا اور ان سے تجاوز نہ کرنا واجب ہے۔

حضرت شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن اس باب میں مستثنیات بہت ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے۔ (رسالہ مذکورہ ص ۱۰، ۱۲)

پس اشاعت التوحید والسنۃ کے شائع کردہ رسالہ بنام عقائد علماء دیوبند سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جو لوگ سماع موتٰی کے منکر ہیں وہ کلی سماع کے منکر نہیں ہیں بلکہ ان کے نزدیک اس باب میں بہت سے مستثنیات ہیں۔ یعنی بہت سے اشخاص اور بہت سے مقامات مستثنٰی ہیں۔ اس حقیقت کو حضرت شیخ القرآن صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ''جن صحیح روایتوں سے بعض احوال میں میت کا سماع ثابت ہوتا ہے۔ ان سب کا جامع جواب یہ ہے کہ سماع موتٰی کا تعلق احوال برزخ سے ہے اور وہ اپنے احوال وموارد کے ساتھ مخصوص ہوں گے اور اس لئے عموم احوال میں سماع موتٰی پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ فقہاء حنفیہ کے انداز و بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔''

(جواہر القرآن ص ۹۰۴)

اس عبارت کے آگے شیخ القرآن صاحب نے سید محمد انور شاہ صاحب کا وہ جملہ بھی نقل فرمایا ہے جو بحوالہ فتح الملہم پہلے گزر چکا ہے۔

پس الحمد للہ! ثابت ہو گیا کہ جو بعض سادات حنفیہ سماع موتٰی کے منکر ہیں ان کے نزدیک بھی اس ضابطہ سے بہت سے مستثنیات ہیں۔ الغرض سماع کلی کا منکر کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لئے تو مشہور حنفی مفسر سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والحق ان الموتٰی یسمعون فی الجملۃ'' یعنی حق اور صحیح بات یہی ہے کہ مردے فی الجملہ سنتے ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۱ جز ۱۱ ص ۸۷)

قارئین کرام! ذرا توجہ فرمائیں کہ بقول نیلوی صاحب ائمہ ثلاثہ کے مقلدین چونکہ عام سماع موتٰی کے قائل ہیں۔ اسی لئے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کے بھی قائل ہیں۔ اسی طرح بعض حنفیہ جنہوں نے دوسرے ائمہ کی کتب بینی کی ہے وہ عام موتٰی کے سماع کے قائل ہیں۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کے بھی بطریق اولٰی قائل ہیں۔ اب باقی رہے وہ بعض سادات حنفیہ جو سماع موتٰی کا انکار کرتے ہیں تو وہ بھی سماع کلی کا انکار کرتے ہیں بلکہ بہت سے اشخاص اور مقامات کو مستثنٰی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ''عقائد علماء دیوبند'' نامی رسالہ سے آپ معلوم کر چکے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو ان کے نزدیک ضابطہ عدم سماع سے مستثنٰی ہیں؟ ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی اور شخصیت نہیں ہے جو اس ضابطہ سے مستثنٰی ہو۔ لہٰذا یہ بات خود بخود متعین ہو جاتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اس ضابطہ سے مستثنٰی ہیں۔ اسی لئے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرما دیا کہ انبیاء کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں جو نزاع واقع ہوا ہے وہ عام موتٰی کے سماع میں ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔

مزید تسکین صدور اور تسکین قلوب حاصل کرنے کے لئے ذرا تھوڑی سی توجہ فرمالیں کہ شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ اور بعض حنفیہ کے نزدیک تو انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع اس لئے اتفاقی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک عدم سماع کا ضابطہ ہی نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک ضابطہ ہی سماع موتٰی ہے۔ ان کے ہاں قاعدہ کلیہ ہے کہ مردے سنتے ہیں۔

(دیکھئے ندائے حق جدید اوّل ص ۸۵)

باقی رہے بعض سادات حنفیہ جن کے نزدیک ضابطہ تو سماع کا نہیں ہے۔ لیکن ان کے نزدیک اس اختلاف

سے بہت سی چیزیں مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ وہ سارے کے سارے انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع السلام عند القبر الشریف کے قائل ہیں۔ ان کا یہ قائل ہونا انبیاء کرام علیہم السلام کے مستثنیٰ ہونے کی محکم دلیل ہے۔

اب بندہ عاجز کو ائمہ ثلاثہ کے مقلدین علماء مفسرین محدثین وغیرہ کی کتب کے حوالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک قاعدہ کلیہ ہی سماع موتیٰ کا ہے۔ البتہ بعض سادات حنفیہ کے نام آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں جو حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع قائل ہیں۔

۱...... فتاویٰ عالمگیریہ کے پانچ صد مؤلفین علماء حقہ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عالمگیریہ (ج ۱ ص ۲۵۶)

۲...... المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند کے چوبیس مصدقین بمع مؤلف علماء حنفیہ المہند۔

۳...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رشیدیہ۔ (ص ۱۱۲ از بدۃ المناسک)

۴...... حضرت مولانا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ۔ (مرقات ج ۱ ص ۱۹۷، ۱۹۸، ج ۲ ص ۳۴۷، ج ۳ ص ۲۳۸، ۲۴۱،۲۳۷، ج ۸ ص ۱۱)

۵...... حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی۔ (لمعات ج ۳ ص ۱۹۲)

۶...... السید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔ (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۱، ۵۵)

۷...... علامہ سید احمد طحطاوی حنفی۔ (طحطاوی ص ۳۷۵، ۴۴۸)

۸...... الشیخ الامام کمال الدین محمد بن عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۹۷)

۹...... علامہ شامی، (ردالمختار ج ۲ ص ۲۷۹) آداب زیارت قبر النبی ﷺ کے لئے فتح القدیر کی طرف مراجعت کا مشورہ دے کر گویا اس کی تائید و تصدیق کر دی۔ (تقریر الرافعی حاشیہ ابن عابدین ج ۲ ص ۳۲، ۳۳)

۱۰...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (نشر الطیب ص ۲۱۱، ۲۱۲)

۱۱...... حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۹۳)

۱۲...... علامہ بحر العلوم مولانا عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ (رسائل الدرکان ص ۲۸۱)

۱۳...... علامہ حسن بن عمار شرمبلالی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔ (نورالایضاح ص ۱۹۱)

۱۴...... شارح نورالایضاح مراقی الفلاح۔ (ص ۴۴۸)

۱۵...... علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔ (المنحۃ الوہبی ص ۱۲)

۱۶...... علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

۱۷...... قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ (تفسیر مظہری ج ۷ ص ۳۴۳، ۳۷۸)

۱۸...... علم الفقہ (ص ۲۰۵، ۲۱۴)

۱۹...... حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی۔ (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۲)

۲۰...... حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۸۰)

۲۱...... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب۔ (فضائل درود شریف)

۲۲...... حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ۔ (المہند، بذل المجہود ج ۲ ص ۱۶۰)

۲۳...... السید الشیخ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔

(عقیدۃ الاسلام ص ۷۵، التصریح بما تواتر من نزول المسیح ص ۲۴۴، ملفوظات محدث کاشمیری ص ۱۳۰)

۲۴..... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰)

۲۵..... حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

۲۶..... شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

۲۷..... حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب قلعہ دیدار سنگھ۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ اگست ص ۱۹۶۲ء)

۲۸..... حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

۲۹..... حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۸۸)

۳۰..... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب رحمۃ اللہ علیہ صفدر دامت برکاتہم۔ (تسکین الصدور)

۳۱..... تسکین الصدور کے مصدقین حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیو بند۔
(تسکین الصدور ص ۱۸)

۳۲..... حضرت مولانا مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیو بند۔ (تسکین الصدور ص ۱۹)

۳۳..... حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ۔ (تسکین الصدور ص ۲۰)

۳۴..... حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ۔ (تسکین الصدور ص ۲۱)

۳۵..... حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ۔ (تسکین الصدور ص ۲۲)

۳۶..... حضرت مولانا السید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔ (تسکین الصدور ص ۲۲)

۳۷..... حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (تسکین الصدور ص ۲۶)

۳۸..... شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی رحمۃ اللہ علیہ۔ (تسکین الصدور ص ۲۷)

۳۹..... حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ۔ (تسکین الصدور ص ۲۸)

۴۰..... حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکوڑہ خٹک۔ (تسکین الصدور ص ۲۸)

۴۱..... حضرت مولانا محمد عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظفر گڑھی۔ (تسکین الصدور ص ۲۹)

۴۲..... حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کندیاں شریف۔ (تسکین الصدور ص ۳۰)

۴۳..... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان۔ (تسکین الصدور ص ۳۲)

۴۴..... حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ (تسکین الصدور ص ۳۳)

۴۵..... حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشی رحمۃ اللہ علیہ۔ (تسکین الصدور ص ۳۴)

۴۶..... حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا۔ (تسکین الصدور ص ۳۴)

۴۷..... حضرت مولانا محمد نذیر اللہ خان صاحب گجرات۔ (تسکین الصدور ص ۳۵)

۴۸..... حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ (تسکین الصدور ص ۳۶)

۴۹..... حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۵۱)

۵۰..... علامہ نواب قطب الدین خان صاحب شارح مشکوٰۃ۔ (مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۸۰۶، ج ۱ ص ۶۱۷، ۹۲۳)

۵۱..... رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۵، ۲۵۶)

۵۲..... حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب مصنف علم الصیغہ۔ (تواریخ حبیب ص ۱۵۶)

۵۳...... حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بجنوری رحمۃ اللہ علیہ۔ (انوار الباری ج ۱۱ ص ۱۴۵، ۱۴۶)

۵۴...... حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیو بند۔ (آب حیات، جمال قاسمی)

۵۵...... حضرت مولانا عبد الحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (حاشیہ شرح وقایہ ج ۲ ص ۲۵۴)

۵۶...... حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۸۸ تا ۴۰۴)

۵۷...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۷۷)

۵۸...... شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۲۸، ۲۴۳)

آپ نے دیکھ لیا کہ تمام مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ عام موتی کے سماع کے قائل ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتی ایک ضابطہ اور قاعدہ کلیہ ہے اور بعض حنفیہ کے نزدیک بھی سماع موتی ایک ضابطہ کی حیثیت رکھتا ہے اور بعض دوسرے سادات حنفیہ جن کے نزدیک سماع موتی ضابطہ نہیں ہے بلکہ وہ عام سماع موتی کے منکر ہیں۔ ان کے نزدیک بھی انبیاء کرام اور خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس اختلاف سے بالکل مستثنٰی ہیں۔ عام موتی کے سماع کا انکار کرنے والے علماء سب کے سب انبیاء کرام کے سماع کے قائل ہیں۔ جس طرح کہ ان کی کتابوں سے واضح ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ کے مؤلفین پانچ سو علماء نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع عند القبر الشریف کو ثابت کیا ہے اور طلب شفاعت کا مسئلہ بھی لکھا ہے۔

اسی طرح المھند علی المفند یعنی عقائد علماء دیو بند کے مؤلف اور مصدقین چوبیس چوٹی کے علماء نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کو تسلیم کیا ہے اور ان کے علاوہ بقیہ علماء کی فہرست بھی آپ کے سامنے ہے اور یہ فہرست بھی بندہ عاجز نے اپنے ناقص مطالعہ سے تیار کی ہے ورنہ لاکھوں بلکہ اس سے بھی زیادہ علماء حنفیہ ہیں۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع السلام عند القبر الشریف کے بھی قائل ہیں اور طلب شفاعت کے بھی قائل ہیں۔ بلکہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک حنفی عالم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کا انکار نہیں کیا۔ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے شائع کردہ رسالہ بنام ''عقائد علماء دیو بند'' میں جتنے علماء کے نام عدم سماع موتی کی فہرست میں دیئے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کے قائل ہیں۔ ان میں سے کسی ایک عالم نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کا انکار نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ امت مسلمہ کا یہ اجماعی اور اتفاقی عقیدہ ہے اسی لئے تو علماء حقہ نے اس عقیدہ کے منکر کو بدعتی اور خراب العقیدہ والا لکھا ہے۔ کیونکہ انکار سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم چودھویں صدی کے اوائل کی ایجاد کردہ بدعت ہے۔

بہر حال اتنی بڑی حقیقت کو خود تسلیم کرنے کے باوجود اہل اشاعت کا یہ کہنا ہے کہ مسئلہ سماع موتی میں کوئی اختلاف نہیں رہا۔ بلکہ سب لوگ عدم سماع موتی کے قائل گزرے ہیں اور سادات حنفیہ بشمول انبیاء کرام بلا استثناء عدم سماع کے قائل ہیں۔ (رسالہ عقائد علماء دیو بند، ندائے حق جدید ج اول ص ۸۴، ۸۵)

خدا معلوم کہ یہ لوگ اپنی باتوں کی خود آپ کیوں تردید کرتے ہیں ویسے تو ساری جماعت کا مزاج یہی ہے۔ لیکن الشیخ المحقق السید علامہ محمد حسین نیلوی تو اس معاملہ میں سب سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان کی مایہ ناز کتاب ندائے حق بندہ عاجز کے اس دعویٰ کا زندہ ثبوت ہے۔ بیسیوں مقام ایسے ہیں کہ خود ایک بات لکھتے ہیں اور پھر آپ ہی اس کی تردید کر دیتے ہیں۔ کما لا یخفی علی اھل المطالعہ۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب نیلوی صاحب کی باتوں کی مجذوبانہ باتیں کہتے ہیں۔

مسلک علماءِ دیوبند رحمۃ اللہ علیہ (وضاحت ہفتم)

علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم جو درحقیقت اہلسنت والجماعت کے صحیح اور حقیقی ترجمان ہیں۔ مسئلہ عام سماع موتیٰ کے بارے میں ان کا مسلک ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''اس سے دو باتیں ثابت ہوگئیں۔ اوّل یہ کہ مردے سن سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا سننا سنانا ہمارے اختیار میں نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں سنادیں۔ جب نہ چاہیں نہ سنائیں۔ مسلمان کے سلام کرنے کے وقت تو اس حدیث نے بتلا دیا کہ حق تعالیٰ مردہ کی روح واپس لاکر اس کو سلام سنا دیتے ہیں اور اس کو سلام کا جواب دینے کی بھی قدرت دیتے ہیں۔ باقی حالات وکلمات کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ مردہ ان کو سنے گا یا نہیں۔

اسی لئے امام غزالی اور علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ اتنی بات تو احادیث صحیحہ اور قرآن کی آیت مذکورہ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں لیکن یہ ثابت نہیں کہ ہر مردہ ہر حال میں ہر شخص کے کلام کو ضرور سنتا ہے۔ اسی طرح آیات وروایات کی تطبیق بھی ہوجاتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مردے ایک وقت میں احیاء کے کلام کو سن سکیں۔ دوسرے وقت نہ سن سکیں یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کے کلام کو سنیں، بعض کے کلام کو نہ سنیں یا بعض مردے سنیں اور بعض نہ سنیں۔ کیونکہ سورۃ نمل اور سورۃ روم، سورۃ فاطر کی آیات سے بھی یہ ثابت ہے کہ مردوں کو سنانا ہمارے اختیار میں نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں۔

اس لئے جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیحہ میں سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں۔ وہاں دونوں احتمال ہیں۔ اس لئے یہ نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے نہ قطعی نفی کی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۳، ۶۰۴)

حضرت مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں ''مسئلہ سماع موتیٰ زمانہ قدیم سے مختلف فیہ ہے کلام اس میں طویل ہے میرا ایک رسالہ بزبان عربی بنام اعدل الاموری سماع اہل القبور بشکل مسودہ موجود ہے۔ مگر ہنوز شائع نہیں ہوا۔ اس میں سے خلاصہ کر کے حقیقت لکھتا ہوں۔ وہ یہ کہ حیات بعد الموت انبیاء وشہداء کی تو اپنے اپنے درجوں کے موافق ثابت ہی ہے۔ عام اموات کی ارواح کا زندہ ہونا بھی ثابت ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ نوعیت اس حیات کی حیات ناسوتی سے مختلف ہے۔ وہ حیات ایک دوسرے عالم کی حیات ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ جو شخص اس دنیوی زندگی میں ہمارا کلام سنا کرتا تھا وہ بعد الموت بھی اسی طرح سنا کرے۔ یہ ضروری نہیں۔ اس لئے کوئی دلیل مستقل ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے دلیل عقلی نہ کوئی اثبات پر قائم ہے نہ نفی پر اب صرف دلیل نقلی رہ گئی۔

سو اس میں قرآن وحدیث کے متعدد نصوص ہیں۔ بعض اموات کا یا عام اموات کا خاص خاص حالات میں احیاء کا کلام سننے بلکہ بعض جگہ جواب دینے کا بھی ثبوت موجود ہے۔ لیکن ان سے کوئی ضابطہ کلیہ مستفاد نہیں ہوتا کہ ہر مرد وہر شخص کی کلام ہر وقت سن سکتا ہے۔ اس لئے سیدھا راستہ یہ ہے کہ جن مواقع میں سماع موتیٰ کسی روایت سے ثابت ہے اس کا اقرار کرلیا جائے اور جہاں قرآن وحدیث ساکت ہیں وہاں یہ اختیار کیا جائے نہ اثبات کرے نہ نفی۔ ہاں کسی شخص کو بذریعہ کشف سننا معلوم ہوجائے اور وہ اس کو صحیح سمجھے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس سے بھی یہ قاعدہ

کلیہ نہیں بنتا کہ ہر میت ہر وقت اس شخص کا کلام سن سکتا ہے۔اس لئے معلوم ہوا کہ اس کے یقین کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ہم جس وقت جس میت سے جو کلام کریں گے وہ ضرور سنے گا اور ایسا عقیدہ رکھنا بے بنیاد اور بے اصل ہے۔

جب اصل حقیقت معلوم ہوگئی تو اب مسئلہ زیر بحث یعنی دعا میں الفاظ مذکورہ کا استعمال اسی بے اصل عقیدہ پر مبنی ہے۔اس لئے درست نہیں ہاں کسی کا عقیدہ یہ نہ ہو بلکہ اسی احتمال پر کہہ دے کہ شاید سن لیں اور دعا کریں تو فی نفسہٖ مضائقہ نہیں۔لیکن دوسروں کے سامنے ایسے الفاظ کا استعمال ان کے عقیدہ کو فاسد کرے گا۔اس لئے احتراز کرنا چاہیئے۔'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۴۳۹، ۴۴۰ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

حضرت مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں: ''فالقول باطلاق سماع الموتی فی کل فرد و فی کل حین قول بما لیس لک بہ علم والقول بنفیہ رأساً مزاحمۃ للنصوص المذکورۃ آنفاً ولذالک قلنا بثبوتہ فی الجملۃ اعنی فی حین دون حین لشخص دون شخص فی کلام دون کلام وبذالک تتوافق النصوص والآثار فی ھذاالباب فالتی یستفاد منھا السماع ففی بعضھا والتی یستفاد منھا نفیہ ففی بعض آخر'' ترجمہ: مطلقاً تمام موتی کے سماع کا قول کہ ہر فرد ہر وقت سنتا ہے ایک ایسی بات ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور بالکل سماع موتی کی نفی کر دینا نصوص مذکورہ کی مخالفت ہے۔اس لئے ہم کہتے ہیں کہ سماع موتی فی الجملہ ثابت ہے۔یعنی ایک وقت میں ثابت ہے ایک وقت میں نہیں۔ایک شخص کے لئے ثابت ہے دوسرے کے لئے نہیں۔ایک کلام میں ثابت ہے اور دوسری میں نہیں۔اسی طریقہ سے اس بات میں آنے والی نصوص اور آثار کی موافقت ہو جائے گی۔پس جہاں سے سماع ثابت ہوتا ہے وہ بعض میں ہے اور جہاں سے سماع کی نفی معلوم ہوتی ہے وہ دوسرے بعض میں ہے۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۱۶۸)

حضرت مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں: ''والعبدالضعیف کان ذات یوم متفکرا فی تزاحم الآثار الواردۃ فی احوال البرزخ فارانی اللہ سبحانہ فیما یراہ النائم کان قائلا یقول ان کل قبر عالم براسہ ولا یقاس عالم علی عالم آخر۔فاحوال الناس فی قبورھم مختلفۃ علی انواع واصناف لا یحصیھا الا الذی احصی کل شئ عددا بل احوال شخص واحد فی اوقات مختلفۃ متفاوتۃ فاستیقظت بحمداللہ منشرحا قلبی وعرضت ھذاالرأیا علی شیخی حکیم الامۃ اشرف المشائخ قدس سرہ فقال انھا ان شاءاللہ رؤیا حق'' ترجمہ: عالم برزخ کے احوال کے متعلق آنے والے مختلف آثار میں ایک دن بندہ ضعیف سوچ بچار کر رہا تھا۔پس اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں دکھلا دیا گویا ایک کہنے والا کہتا ہے کہ ہر قبر مستقل جہان ہے اور ایک جہان کو دوسرے جہان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور لوگوں کے اپنی اپنی قبروں میں حالات بہت ہی مختلف ہیں جن کا شمار سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کرسکتا۔بلکہ ایک ہی شخص کے مختلف اوقات میں مختلف حالات ہوتے ہیں۔پھر میری جاگ ہوگئی اور الحمدللہ اس مسئلہ میں میرا شرح صدر ہوگیا اور میں نے اپنا یہ خواب اپنے شیخ حکیم الامت اشرف المشائخ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ پر پیش کیا تو انہوں نے فرمایا۔ان شاءاللہ خواب سچا ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۴)

نوٹ: حضرت مفتی صاحب کا اس مسئلہ میں ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے ''تکمیل الحبور بسماع اہل القبور'' جو کہ احکام القرآن کی جز بن کر شائع ہوا ہے۔رسالہ مطالعہ کے قابل ہے۔یہ دونوں اقتباس اسی رسالہ کے ہیں۔

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی سورۃ روم کی آیت ''انک لا تسمع الموتی'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے

ہیں۔ ''اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سننا ثابت ہو جائے گا۔ اسی حد تک ہم کو سماع موتی کا قائل ہونا چاہئے۔ محض قیاس کر کے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لا سکتے۔ بہرحال آیت میں ''سماع'' کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی۔'' (تفسیر عثمانی ص ۵۴۵)

الغرض علماء دیوبند اہلسنت والجماعت کے نزدیک مسئلہ سماع موتی ایک غیر ضروری مسئلہ ہے جو عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے جس کا فیصلہ اب ممکن نہیں ہے۔ البتہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس اختلاف سے یقیناً مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں بلکہ پوری امت ان کے سماع پر متفق اور متحد چلی آ رہی ہے باقی رہے عام موتی تو ان کے سماع کے بارہ میں نہ تو کلی طور پر اثبات کیا جائے اور نہ نفی۔ البتہ حدیث میں جہاں جہاں سماع میت ثابت ہے۔ ان کو تسلیم کیا جائے۔ مثلاً حدیث قرع نعال وغیرہ اور بقیہ مقامات کا سماع اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو سنا دے اور نہ چاہے تو نہ سنائے۔ بہرحال عام موتی کے سماع کا کوئی ضابطہ اور قانون نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ کسی ایک واقعہ پر دوسرے واقعات کو قیاس کرنا خود غلط ہے۔ کیونکہ دوسرے عالم کا معاملہ ہے۔ جہاں قیاس آرائی جائز نہیں ہے۔ بندہ عاجز چونکہ علماء دیوبند اہلسنت والجماعت کو منعم علیہم سمجھتا ہے اور ان کی راہ کو صراط مستقیم جانتا ہے۔

لہٰذا میں بھی انہیں اکابرین کے نظریہ کے مطابق یہی عقیدہ رکھتا ہوں جو ابھی بیان ہوا۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع ایک ضابطہ کے تحت ہے اور باقی موتی کے لئے کوئی ضابطہ نہیں بلکہ اس کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ البتہ جن حدیثوں سے جن اموات کا سماع ثابت ہے وہ صحیح اور برحق ہے۔ کما قال صاحب روح المعانی ''والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة''

اس لئے جو شخص حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کا قائل ہے اور عام موتی کے سماع کا منکر ہے بشرطیکہ وہ کسی اور گمراہی میں مبتلا نہ ہو وہ میرے نزدیک ایسا واجب الاحترام ہے جیسے کوئی شخص عام موتی کے سماع کا قائل ہو۔ بشرطیکہ کسی دوسری گمراہی میں مبتلا نہ ہو۔ یعنی صرف اور صرف سماع عام موتی کے انکار و اثبات سے آدمی کے دین و ایمان میں فرق واقع نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ قائلین اور منکرین دونوں مسلمان ہیں اور واجب الاحترام ہیں بشرطیکہ کسی دوسری گمراہی میں مبتلا نہ ہو چکے ہوں۔

سابق دور کے منکرین سماع موتی اور موجودہ دور کے منکرین میں فرق (وضاحت ہشتم)

اس موجودہ دور کے منکرین سماع موتی سابقہ ادوار کے منکرین سماع کو اپنا ہم خیال ظاہر کرتے ہیں اور ان کی عبارات اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں میں کئی فرق ہیں۔ لہٰذا چند فرق ملاحظہ فرمائیں:

۱...... اس دور کے منکرین سماع موتی عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کا انکار کرتے ہیں جب کہ سادات حنفیہ جو عام سماع موتی کے منکر ہیں وہ حیات قبر کے قائل ہیں۔ چنانچہ احناف کی کتابوں میں باب الایمان میں یہ جملہ ملتا ہے ومن یعذب فی قبرہ فیوضع فیہ نوع من الحیاۃ۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ انکار سماع کے باوجود حیات قبر کے قائل ہیں۔

۲...... اس دور کے منکرین سماع موتی سماع کلی کا انکار کرتے ہیں حتی کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی مستثنیٰ

نہیں کرتے۔ خود حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کا بھی انکار کرتے ہیں۔ جب کہ بعض سادات حنفیہ ضابطہ عدم سماع سے حضرات انبیاء کرام کو مستثنیٰ کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کے قائل ہیں۔ اسی لئے تو بوقت روضہ اطہر کے، طلب شفاعت کا طریقہ تحریر کرتے ہیں۔ اسی طرح صحیح حدیثوں سے جہاں جہاں سماع ثابت ہے۔ ان جگہوں کو بھی مستثنیٰ کرتے ہیں۔

۳...... اس دور کے منکرین سماع عدم سماع کے عقیدہ کو ضروریات دین سے سمجھتے ہیں اور سماع کے قائلین کو معاذ اللہ کافر و مشرک کہتے ہیں۔ جب کہ سادات حنفیہ کے نزدیک یہ مسئلہ فروعی اور غیر ضروری ہے۔ کسی جانب کفر و شرک کا فتویٰ لگانا بہت بڑی جسارت ہے۔ (جواہر القرآن)

۴...... اس دور کے منکرین سماع موتی مسئلہ عدم سماع کو اختلافی نہیں سمجھتے بلکہ عدم سماع کو اتفاقی مسئلہ کہتے ہیں۔ جب کہ سادات حنفیہ کے نزدیک یہ مسئلہ عہد اوّل سے اختلافی چلا آرہا ہے۔ (تعلیم القرآن، جواہر القرآن)

۵...... اس دور کے منکرین سماع موتی نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ عدم سماع یقینی ہے اور قطعی ہے جب کہ سادات حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کا حتمی فیصلہ اب ناممکن ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

۶...... اس دور کے منکرین سماع موتی بالکل اور فی الکل سماع موتی کے منکر ہیں۔ جب کہ سادات حنفیہ فی الجملہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ (روح المعانی)

۷...... اس دور کے منکرین سماع موتی اس مسئلہ میں غلو اور تشدد برتتے ہیں جب کہ سادات حنفیہ کے نزدیک اس مسئلہ میں غلو اور تشدد ناروا ہے۔ (قاضی شمس الدین صاحب بحوالہ تعلیم القرآن)

۸...... اس دور کے منکرین سماع موتی کو اپنی کسی رائے پر ثبات نہیں ہے بلکہ ہر آئے دن اس مسئلہ میں نیا فیصلہ کرتے ہیں اور نئی رائے تجویز کرلیتے ہیں۔ جب کہ بعض سادات حنفیہ جو عام سماع موتی کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا ہمیشہ سے اس مسئلہ میں ایک پختہ فیصلہ اور مستحکم رائے ہے۔ یعنی ان الضابطة انما هو عدم السماع ولكن المستثنيات في هذه الباب كثيرة (رسالہ بنام عقائد علماء دیوبند بحوالہ فتح الملہم) شائع کردہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ یعنی ضابطہ تو عدم سماع ہے لیکن اس باب میں بہت سے مستثنیٰ ہیں۔

۹...... اس دور کے منکرین سماع موتی باہم ایک رائے نہیں رکھتے بلکہ بڑوں کی رائے کچھ اور ہے اور چھوٹوں کی رائے کچھ اور ہے۔ جب کہ بعض سادات حنفیہ جن کے نزدیک ضابطہ تو عدم سماع کا ہے۔ لیکن اس باب میں مستثنیٰ بہت ہیں ان سب کی اس مسئلہ میں یہی صرف ایک ہی رائے ہے۔ وہاں بڑوں اور چھوٹوں کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بہر حال اتنے سارے فروق کی موجودگی میں سادات حنفیہ کی عبارات پیش کرکے ان کو اپنا ہم عقیدہ ظاہر کرنا مغالطہ سے کم نہیں ہے۔ پس سادات حنفیہ عام موتی کے سماع کے انکار کے باوجود برحق اور صحیح العقیدہ ہیں اور اس دور کے منکرین سماع موتی اپنی دیگر بے راہ رویوں مثلاً مسئلہ سماع میں غلو و تشدد، انکار سماع الانبیاء و انکار حیات قبر وغیرہ کی وجہ سے گمراہ ہیں اور مسلک اہل سنت والجماعت سے یقیناً ہٹ چکے ہیں۔

کیا مسئلہ سماع موتی شرک یا شرک کا ذریعہ ہے؟ (وضاحت نہم)

مسئلہ سماع موتی نہ شرک ہے نہ شرک کا ذریعہ۔ کیونکہ شریعت محمدیہ ﷺ میں ہر قسم کے شرک سے روک

دیا گیا اور جو چیزیں شرک کا ذریعہ بن سکتی تھیں ان کو بھی حرام قرار دے دیا گیا ہے لیکن قرآن مجید میں اور حدیث میں نہ تو سماع موتی کو شرک کہا گیا ہے اور نہ ہی اس کو شرک کا ذریعہ سمجھ کر حرام کہا گیا ہے بلکہ بعض مواقع پر اس کا اثبات کیا گیا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ مردہ پرندوں کو آواز دو وہ آپ کی آواز سن کر زندہ ہو کر آپ کے پاس آجائیں گے اور پھر عملاً ایسا ہوا یہ صحیح ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ لیکن معجزات میں نہ شرک ہوتا ہے اور نہ شرک کا ذریعہ۔

اسی طرح متعدد حدیثوں میں سماع موتی کا اثبات ہے۔ مثلاً حدیث قلیب بدر اور حدیث قرع نعال وغیرہ۔ پس اگر سماع موتی شرک ہوتا تو صحیح حدیثوں سے اس کا اثبات نہ ہوتا۔ بہت سے صحابہ کرام سے سماع موتی ثابت ہے۔ اگر سماع موتی شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے قائل نہ ہوتے۔ اگر سماع موتی شرک ہوتا تو مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ اور بعض حنفیہ بطور قاعدہ کلیہ کے سماع موتی کے قائل نہ ہوتے۔ مسئلہ عام سماع موتی ہر دور میں مختلف فیہ رہا ہے۔ لیکن کسی دور کے علماء نے سماع موتی کو شرک یا شرک کا ذریعہ نہیں کہا سماع موتی کے شرک اور ذریعہ شرک نہ ہونے کی وزنی دلیل تلقین المیت بعد الدفن ہے۔ کیونکہ تلقین میت سماع میت پر موقوف ہے اور تلقین میت کے متعلق علماء کے تین قول ہیں۔ مستحب ہے، مباح ہے، مکروہ ہے۔

امام ابن تیمیہ کے نزدیک اعدل القول یہ ہے کہ تلقین میت مباح ہے۔ دیکھئے (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۵۲، جوہرہ نیرہ شرح قدوری ج ۱ ص ۱۲۳) میں لکھا ہے کہ "انما لاینھی عن التلقین بعدالدفن لانہ لا ضرر فیہ بل فیہ نفع" (فتاویٰ شامی ص ۶۲۸، ۶۲۹) یعنی تلقین بعد الدفن سے منع نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ نفع ہے۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۶۸) میں لکھا ہے: "قیل لا یومر و لاینھی عنہ" یعنی تلقین کا حکم نہ کیا جائے اور اس سے روکا بھی نہ جائے۔

بہر حال تلقین میت بعد الدفن کا مسئلہ فقہاء کرام کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔ حضرات شافعیہ و حنبلیہ اس کو مستحب کہتے ہیں اور ان کے ہاں یہ مسئلہ معمول بہا ہے اور حضرات حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک تلقین میت معمول بہا نہیں ہے۔ بہر حال اختلاف کے باوجود اس تلقین میت کو کسی حنفی اور مالکی عالم نے شرک یا شرک کا ذریعہ نہیں کہا ہے۔ حالانکہ کہنے والوں نے اس کو مکروہ کہا ہے بلکہ بدعت بھی کہا ہے۔ لیکن کسی نے اس کو شرک اور ذریعہ شرک نہیں کہا ہے۔ ظاہر ہے کہ تلقین کا دارومدار سماع موتی پر ہے۔ پس جب تلقین میت کسی کے نزدیک شرک نہیں ہے تو سماع میت بھی کسی کے نزدیک شرک نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ سماع موتی کو شرک کہنا چودھویں صدی کے اواخر اور پندرھویں کی نو ایجاد بدعت ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص مردوں کو متصرف فی الامور، عالم الغیب اور نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر پکارتا ہے تو یہ یقیناً شرک ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن اس میں مردوں کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص کسی زندہ کو متصرف فی الامور عالم الغیب اور نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر پکارتا ہے تو یہ بھی شرک ہے۔ بہر حال یہ شرک مردوں کے سماع کی وجہ سے نہیں بلکہ پکارنے والے کے فاسد عقیدہ کی وجہ سے لازم آرہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو امور مردوں کے لئے شرک ہیں وہی زندوں کے لئے بھی شرک ہیں۔ مثلاً سجدہ نذر و نیاز طواف و اعتکاف وغیرہ عبادات جس طرح مردوں کے لئے شرک ہیں۔ اسی طرح زندوں کے لئے بھی شرک ہیں۔ پس اگر قریب سے میت کا سننا شرک ہوتا تو زندہ کا سننا بھی شرک ہوتا۔ حالانکہ زندوں کے سماع کو کسی نے شرک نہیں کہا۔

پس مردوں کا سماع بھی شرک نہ ہوگا۔ جب تک عقیدہ کا فساد اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ باقی رہا یہ شبہ کہ اگر مردہ سن سکتا ہے تو سب کچھ کر بھی سکتا ہے تو جواباً عرض ہے کہ زندہ قریب سے یقیناً سنتا ہے لیکن کر کچھ نہیں سکتا۔ کیونکہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہے۔ پس جب زندہ سننے کے باوجود کچھ نہیں کر سکتا تو مردہ سماع کے باوجود کیا کرے گا۔

غیر اللہ کی پکار اور غیر اللہ کے خطاب میں فرق (وضاحت دہم)

بعض لوگ سماع موتی کی تردید ان آیات سے کرتے ہیں جن میں غیر اللہ کی پکار کی تردید اور مذمت بیان کی گئی ہے۔ مثلاً ''من اضل ممن یدعوا من دون اللہ لا یستجیب له الی یوم القیامۃ وھم عن دعآئھم غفلون له دعوۃ الحق والذین تدعون من دونه ما یملکون من قطمیر۔ ان تدعوھم لا یسمعوا دعاء کم ولو سمعوا ما استجابو لکم'' وغیرہ وغیرہ!

حالانکہ اس قسم کی تمام آیات میں غیر اللہ کی پکار سے منع کیا گیا ہے اور اس کو شرک کہا گیا ہے اور سماع موتی میں خطاب غیر اللہ تو ہوتا ہے لیکن پکار و ندا غیر اللہ نہیں ہوتی اور ان دونوں میں فرق ہے۔ پکار و ندا غیر اللہ کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ پکارنے والا جس کو پکار رہا ہے اس کو متصرف فی الامور اور نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر پکار رہا ہے اور اس سے اپنی مرادیں مانگ رہا ہے۔ بخلاف خطاب میت کے کہ اس میں یہ عقیدہ فاسدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ خطاب کرنے والا میت کو مخاطب کر کے اس کو سلام عرض کرتا ہے۔ لہٰذا غیر اللہ کی پکار کی آیات پڑھ کر خطاب غیر اللہ کی تردید کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے پکار و ندا اور خطاب کے مزید چند فرق ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... پکار عبادت ہے، خطاب فی نفسہ عبادت نہیں ہے۔ ''الا فی ذکر اللہ''

۲...... پکار اللہ تعالیٰ کا حق ہے خطاب بصیغہ سلام مسلمان بھائی (غیر اللہ) کا حق ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ۔

۳...... غیر اللہ کی پکار شرک ہے اور خطاب غیر اللہ شرک نہیں ہے۔

۴...... پکارنے والا کچھ لینے کے لئے پکارتا ہے اور خطاب بصیغہ سلام کرنے والا کچھ دینے کے لئے خطاب کرتا ہے۔

۵...... غیر اللہ کی پکار حرام ہے اور غیر اللہ کا خطاب حلال اور جائز ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص حاضر و ناظر سمجھ کر یا نفع و نقصان کا مالک جان کر یا رسول اللہ ﷺ مدد کہتا ہے یا علی مدد کہتا ہے یا غوث الاعظم مدد کہتا ہے تو یقیناً یہ غیر اللہ کی پکار ہے اور اس پر ''ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ'' پڑھنا بالکل بجا ہے۔ لیکن اگر کوئی سنی مسلمان حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر جا کر سلام پڑھتا ہے یا قبرستان میں جا کر السلام علیکم یا اہل القبور کہتا ہے تو یہ خطاب ہے پکار غیر اللہ نہیں ہے اور ایسے شخص پر نداء و پکار غیر اللہ کی آیات چسپاں کرنا بالکل بے جا ہے۔

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب مردہ و قیمہ شدہ پرندوں کو بحکم خداوندی ''ثم ادعھن'' خطاب کیا اور آواز دی تو ان پر ''ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ'' والی آیت چسپاں کی جائے گی۔ حالانکہ مردہ پرندوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز سنی اور دوڑ کر ان کے پاس جمع بھی ہو گئے۔ لیکن غیر اللہ کی پکار کی آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس لئے چسپاں نہیں کی جائیں کہ انہوں نے خطاب میت تو کیا ہے لیکن پکار میت نہیں کی۔

بہر حال خطاب میت پر پکار غیر اللہ کی آیات فٹ کر دینا پرلے درجہ کی ناانصافی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احادیث المصطفیٰ فی حیات الانبیاء علیہم السلام

قارئین کرام! الحمد للہ قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات بینات اور سو سے زائد احادیث صحیحہ سے یہ عقیدہ ثابت ہو گیا کہ مرنے کے بعد عالم قبر و برزخ میں ہر انسان کو دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ روح اور جسد عنصری کے درمیان ایک غیر معلوم الکیفیت تعلق جوڑا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے ایمان اور اعمال کے مطابق جزا و سزا اور دکھ و سکھ کو محسوس کرتا ہے۔ قبر و برزخ کی یہ کارروائی عموماً لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔ کیونکہ یہ غیب کی چیز ہے جس پر بن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے اور اسی عقیدہ پر اجماع امت ہے۔ پس جس طرح انہیں آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ہر انسان کی قبر کی زندگی ثابت ہے۔ بعینہٖ اسی طرح حضرات انبیاء کرام کی قبر کی زندگی بھی انہیں آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہی پچاس سے زائد آیات بیّنات اور احادیث صحیحہ متواترہ حیات الانبیاء کی بنیاد اور دلیل ہیں۔ انہیں آیات اور احادیث کو ہر انسان کی حیات قبر کی دلیل سمجھنا اور انبیاء کرام کی حیات قبر کی دلیل نہ سمجھنا بلکہ ان کے علاوہ کسی خاص دلیل کا مطالبہ کرنا کوتاہ فہمی اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ کتاب و سنت کے جن دلائل سے ہر انسان کی قبر کی زندگی ثابت ہے، ان سے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر کی زندگی کیوں ثابت نہ ہو گی۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی انسان بلکہ اشرف و اکرم انسان ہیں۔ لہٰذا انہیں پچاس سے زائد آیات اور سو سے زائد احادیث متواترہ سے حیات الانبیاء بطریق اولیٰ ثابت ہے۔ پس عقیدہ حیات الانبیاء کے اثبات کے لئے کتاب و سنت کے یہی دلائل کافی وافی اور شافی ہیں۔ خاص دلائل کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ انبیاء کرام قبر کی زندگی میں عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور ان کو قبر میں خصوصی حیات حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا چند احادیث صحیحہ آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں، جن سے انبیاء کرام علیہ السلام کی خصوصی حیات ثابت ہوتی ہے۔ ورنہ نفس حیات قبر کے دلائل سب کے لئے ایک ہیں۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصی و امتیازی حیات قبر کے دلائل

حدیث نمبر ۱: ”عن انس بن مالک، قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (مسند ابویعلی ج ۶ ص ۱۴۷) وعلی ھامشہ اسناد صحیح واخرجہ البیھقی فی حیاۃ الانبیاء ص ۳ من طریق ابویعلی ھذہ واخرجہ البزار فی مسندہ (۲۵۶) وتمام الرازی فی الفوائد رقم (۵۶) نقلا عن الشیخ ناصر الدین البانی سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۶۲۱) وعنہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق ۲/۲۸۵/۴ وابن عدی فی الکامل ق ۹۰/۲ والبیھقی فی حیات الانبیاء ص ۳، من طریق الحسن بن قتیبہ المدائنی حدثنا المستلم بن سعید بھذا الاسناد وقال البیھقی یعد فی افراد الحسن بن قتیبہ واخرجہ ابونعیم فی اخبار اصبھان ۲/۳۸ من طریق عبداللہ بن ابراھیم الصباح بہ وذکرہ الھیثمی فی مجمع الزاوئد ۸/۲۱۱ وقال رواہ ابویعلی والبزار ورجال ابویعلی ثقاۃ وذکرہ الحافظ فی المطالب العالیہ برقم (۳۴۵۲) وعزارہ الی ابویعلی والبزار وقال البزار لانعلم رواہ عن ثابت غیر الحجاج ولا عن حجاج الا المستلم ولا روی الحجاج عن ثابت الا ھذا واخرجہ عن محمد بن عبدالرحمن الحرانی عن الحسن بن قتیبہ عن مماد عن عبدالعزیز عن

انس و قال لانعلم احداً تابع الحسن بن قتیبه فی روایته ایاه عن حماد و صحیحه المنادی ویشهد له ایضاً حدیث انس المتقدم برقم ۳۳۲۵ مررت بموسیٰ لیلة اسری بی وهو قائم یصلی فی قبره حاشیه ابویعلی جلد نمبر ۶ ص ۱۴۷ تا ۱۴۸'' (ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو بیہقی نے صحیح کہا ہے۔ (فتح الباری جز۶ ص ۳۵۲، فیض الباری ج ۲ ص ۶۴) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ رجال ابویعلی ثقات (مجمع الزوائد جلد نمبر ۸ ص ۲۱۱) یعنی ابویعلی کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔ علامہ عزیزی لکھتے ہیں: ''وهو حديث صحيح'' (السراج المنیر ج ۲ ص ۱۳۴) یعنی یہ حدیث صحیح ہے۔ حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ صحیح الخبر الانبیاء احیاء فی قبورهم (مرقات ج ۲ ص ۲۱۲) یعنی یہ حدیث صحیح ہے علامہ عبدالرؤف صاحب منادی فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث صحیح (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۸۴) یعنی یہ حدیث صحیح ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷، جزب القلوب ص ۱۸۰) قاضی شوکانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین ص ۲۸، نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴) علامہ سید سمہودی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۵) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (فضائل درود شریف ص ۲۷)

حدیث نمبر ۲: ''عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال مامن احد یسلم علی الا ردّ الله الیّ روحی حتّی ارد علیه السلام'' (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷، مشکوٰۃ ص ۸۹ بحوالہ ابوداؤد و بیہقی)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہو مگر اللہ تعالیٰ میری روح (توجہ) مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ امام احمد اور امام ابوداؤد نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۵) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ (رواتہ ثقات فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۹) یعنی اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اسنادہ حسن، (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۹) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ صححہ النووی فی الاذکار۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۴) یعنی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی اپنی کتاب الاذکار میں تصحیح کی ہے۔ علامہ زرقانی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔ باسناد صحیح (زرقانی شرح المواہب ج ۸ ص ۳۰۸) نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔ اسنادہٗ صحیح (دلیل الطالب ص ۸۴۳) علامہ سید سمہودی لکھتے ہیں۔ رواہ ابوداؤد باسند صحیح یعنی امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''رواته ثقات'' (عقیدۃ الاسلام ص ۵۲، فتح الملہم ج ۱ ص ۲۳۰) علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قال شیخنا رواته ثقات'' (القول البدیع ص ۱۱۷) یعنی ہمارے استاذ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ ہیں اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''هو حديث جيد'' (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۳۶۱) یعنی یہ حدیث جید ہے۔

حدیث نمبر ۳: ''عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم و فیه قبض و فیه النفخه و فیه الصعقه فاکثروا علیّ من الصلوٰة فیه فان صلوٰتکم معروضةٌ علیّ قال قالوا یا رسول الله کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت قال ان الله عزوجل حرم الله علی الارض

اجساد الانبیاء" (ابوداؤد ج۱ ص ۱۷۵، دارمی ص ۱۹۵، نسائی ج۱ ص ۱۵۴، مستدرک حاکم ج۱ ص ۲۷۸، ج۴ ص ۵۶۰، موارد الظمآن ص ۱۴۶، ابن ماجہ ص ۷۷، سنن الکبریٰ ج۳ ص ۲۴۹، ابن ابی شیبہ ج۲ ص ۵۱۶، صحیح ابن حبان ج۲ ص ۱۳۲، الصارم المنکی ص ۶۵)

(ترجمہ) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک تمہارے افضل ترین دنوں میں سے ایک جمعہ ہے۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں نفخہ اولیٰ ہوگا اور اسی میں نفخہ ثانیہ ہوگا۔ سو تم جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش کیا جائے گا۔ جب کہ آپ (بعد از وفات) بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں۔ (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ (مستدرک ج۴ ص ۵۶۰) علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی اور نووی نے صحیح کہا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص ۵۱۴) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صححہ ابن خزیمہ وغیرہ، (فتح الباری پ ۱۳ ص ۲۷۹) یعنی ابن خزیمہ وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بالاسانید الصحیحہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے۔ (کتاب الاذکار ص ۱۰۶)

علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس لئے کہ اس کے سب راوی صدق وامانت وثقاہت وعدالت میں مشہور ہیں اور اس واسطے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے۔ مثلاً ابن حبان حافظ عبدالغنی المقدسی اور ابن دحیہ وغیرہ (الصارم المنکی ص ۱۸۴) حافظ ابن حجر اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ (فتح الباری پ ۲۶ ص ۵۸) علامہ ابن قیم اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ کتاب الروح، علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ اس کو حسن کہتے ہیں اور علامہ عبدالغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ اس کو حسن صحیح کہتے ہیں۔ (ترجمان السنۃ ج۳ ص ۲۹۷، القول البدیع ص ۱۱۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (مدارج النبوۃ ج۲ ص ۹۲۰) علامہ سید مولانا محمد انور شاہ صاحب اس کو صحیح کہتے ہیں۔ (خزائن الاسرار ص ۱۹) علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے حجت پکڑتے ہیں۔ (فتح الملہم ج۲ ص ۴۹۸)

(ف) اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد درود وسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح اور جسد دونوں کے مجموعہ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لہٰذا روح اور جسد دونوں کی حیات ثابت ہوگئی۔ اس حدیث کے آخری جملہ "ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیآء" کو منکرین عذاب قبر تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن حدیث کے اوّل حصہ کو نہیں مانتے جس سے روح اور جسد دونوں پر درود وسلام کا پیش ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ ایک ہی حدیث ہے اور ایک سند ہے صحیح ہے تو ساری صحیح ہے اور اگر ضعیف ہے تو ساری ضعیف یہ تو ناممکن ہے کہ آدھی حدیث صحیح ہو اور آدھی ضعیف۔ جب کہ سند بھی ایک ہو۔

<u>حدیث نمبر ۴</u>: "عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰة یوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملآئکة وان احداً لن یصلی علی الا عرضت علی صلاته حتیٰ یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیآء فنبی اللہ حی یرزق"

(ابن ماجہ ص ۱۱۹، مشکوٰة ص ۱۲۱)

(ترجمہ) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو، میں نے کہا وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں بعد از وفات بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء اکرم علیہم السلام کے اجسام طیبہ کو کھائے۔ سو اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اور اس کو رزق ملتا ہے۔

حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اسنادہ جید'' (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷) یعنی اس حدیث کی سند جید اور کھری ہے۔ علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ورجالہ ثقات'' (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۹۰) یعنی اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ علامہ منادی فرماتے ہیں: ''قال الدمیری رجالہ ثقات'' (فیض القدیر ج ۲ ص ۸۷) یعنی دمیری فرماتے ہیں۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں: ''رواہ ابن ماجہ برجال ثقات'' (زرقانی شرح مواہب ج ۵ ص ۳۳۶) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''قلت رجالہ ثقات'' (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸) علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (رواہ ابن ماجہ باسناد جید خلاصۃ الوفاص ۴۸) علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔ (مرقات ج ۲ ص ۱۱۲) قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴) مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی بھی اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔ (عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵)

(ف) اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد درود و سلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روح اور جسد اطہر دونوں پر پیش ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی روح اور جسد دونوں کی حیات کی دلیل ہے۔

<u>حدیث نمبر ۵</u>: ''عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام'' (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۴۳، مسند احمد ج ۱۱ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۷، دارمی ص ۳۷۲، موارد الظمآن ص ۵۹۴، مشکوٰۃ ص ۸۶، البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۵۴، الجامع الصغیر ج ۱ ص ۹۳، وخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۰ تحریرات حدیث ص ۲۱۱، ابن حبان ج ۲ ص ۱۳۴)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے ایسے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام نسائی اور اسماعیل القاضی نے صحیح سند سے روایت نقل کی ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۴) علامہ ابن عبد الہادی فرماتے ہیں کہ امام نسائی و اسماعیل القاضی وغیرہ نے مختلف طرق سے صحیح اسانید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔ (الصارم المنکی ص ۱۶۸) علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حدیث صحیح، (السراج المنیر ص ۵۱۸) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں۔ رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴) یعنی محدث بزار نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے جملہ راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ یہ روایت (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۴۲۱) میں بھی مروی ہے۔ ''قال الحاکم والذہبی صحیح'' امام حاکم اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام سخاوی فرماتے ہیں: ''رواہ احمد، والنسائی، والدارمی وابونعیم والبیہقی والخلفی وابن حبان والحاکم فی صحیحہما وقال صحیح الاسناد، القول البدیع'' (ص ۱۱۵) یعنی امام، احمد، نسائی، دارمی، ابونعیم، بیہقی، خلفی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم کہتے ہیں کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مضمون درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۶۹)

حدیث نمبر ۶: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تجعلوا بیوتکم قبوراً و لا تجعلوا قبری عیدا و صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم'' (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۶، جامع صغیر ج ۲ ص ۴۴، کتاب التوحید لمحمد بن عبدالوہاب ص ۵۰، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱۶، حیات الانبیاء لتقی الدین سبکی ص ۲۸، مشکوٰۃ ص ۸۶، مصنف ابوبکر ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۶۸، التوسل الوسیلہ ص ۷۷، الصارم المنکی ص ۶۵)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور میری قبر کو میلہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو۔ یقیناً تمہارا درود مجھ تک پہنچ جائے گا۔ تم جہاں بھی ہو۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتے ہیں: ''رواہ ابوداود باسناد حسن ورواتہ ثقات'' (کتاب التوحید ص ۴۹) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع صغیر ج ۲ ص ۴۴)

(نوٹ) جب کوئی مسلمان حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات پر یوں درود شریف پڑھتا ہے، ''اللھم صل علی محمد'' تو پہلے یہ درود شریف اللہ تعالیٰ کی دربار میں جاتا ہے اور پھر وہاں سے شرف قبولیت حاصل کر کے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔ فافہم!

حدیث نمبر ۷: ''عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قالت اتیت وفی روایتہ ھداب مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ''

(مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، نسائی ج ۱ ص ۱۸۵، صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۱۳۱، مسند احمد ج ۳ ص ۶۱۲، مسند ابو یعلیٰ ج ۶ ص ۷۱، علی ہامشہ اسنادہ صحیح)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا معراج کی رات میں سرخ ٹیلے کے قریب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

(نوٹ) اس حدیث کی تائید و تصدیق قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ ''ولقد اتینا موسیٰ الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ (السجدۃ: ۲۳)'' یعنی اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔ پس آپ ان کی ملاقات میں کسی قسم کا شک نہ کریں۔

حدیث نمبر ۸: ''عن جابر ان رسول اللہ ﷺ قال عرض علی الانبیاء فاذا موسیٰ ضرب من الرجال کانہ من رجال شنوۃ ورائیت عیسیٰ بن مریم فاذا اقرب من بہ شبھا عروۃ بن مسعود ورائیت ابراھیم فاذا اقرب من رائیت بہ شبھا صاحبکم یعنی نفسہ ورائیت جبرائیل فاذا اقرب من رائیت دحیہ'' (مسلم ج ۱ ص ۹۵، مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۸ فی روایتہ قدرایتنی فی جماعۃ من الانبیاء، مشکوٰۃ ص ۵۲۹، فی روایتہ النسائی فجمع لی الانبیاء از سیرت المصطفیٰ ص ۲۲۵، فی روایۃ احمد عن عبداللہ بن عباس، اذا النبیون اجمعون یصلون معہ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴)

(ترجمہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (سفر معراج واسراء) کے دوران جب انبیاء کرام میرے سامنے لائے گئے تو میں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام ہلکے بدن کے ہیں۔ جیسے وہ قبیلہ شنوہ کے کوئی آدمی ہوں اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں عروہ بن مسعود سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو جن لوگوں کو میں دیکھ چکا ہوں، ان میں سے تمہارے دوست (خود حضور اکرم ﷺ) سے وہ بہت مشابہ نظر آئے اور میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو وہ میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں دحیہ بن خلیفہ سے بہت مشابہ نظر آئے۔

(ف) سفرِ معراج کے دوران بیت المقدس کی مسجد میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حضور اکرم ﷺ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ یہ سب باتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ فوت شدہ انبیاء کرام کا (بجز عیسیٰ علیہ السلام کے) بیت المقدس میں آنا، نماز ادا کرنا، اور حضور اکرم ﷺ کی ملاقات کرنا، ان کی حیات قبر و برزخ کی بہت بڑی وزنی دلیل ہے۔ یہ انبیاء کرام علیہم السلام بیت المقدس میں دنیا والے اجسام کے ساتھ آئے تھے۔ اسی لئے تو آپ ﷺ نے ان کے اجسام کے حلیے بتائے اور نماز والا عمل بھی جسم ہی سے ادا ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابھی موت واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ جسد عنصری کے ساتھ ابھی تک زندہ ہیں۔ لہٰذا ان کی آمد اور نماز یقیناً جسد عنصری ہی سے ہوئی۔ لہٰذا اقرین قیاس یہی ہے کہ بقیہ فوت شدہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی جسد عنصری کے ساتھ تشریف لائے۔ خود حضور اکرم ﷺ کا یہ سفر معراج بھی روح اور جسد عنصری کے ساتھ تھا۔ علماء محققین کی تحقیق بھی یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام معراج کے موقع پر جسد عنصری کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ نواب قطب الدین شارح مشکوٰۃ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (مظاہر حق ج ۵ ص ۲۸۶، ۴۵۰) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۴۴، ج ۳ ص ۳۹۵) حدیثوں کے ظاہر الفاظ بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام روح اور جسد سمیت تشریف لائے اور آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ مثلاً ''عرض علی الانبیاء، جمع لی الانبیاء'' وغیرہ کیونکہ انبیاء کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے، پس جب انبیاء کرام علیہم السلام نے روح اور جسد سمیت آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی تو یہ ان کی حیات قبر کی دلیل خصوصی ہے۔

توضیح: بعض علماء کا یہ کہنا کہ شب معراج میں انبیاء کرام علیہم السلام کی ملاقات اور نماز جسد مثالی سے ہوئی، قطعاً ہمارے عقیدہ کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی منکرین عذاب قبر کو مفید ہے۔ کیونکہ جو علماء انبیاء کرام علیہم السلام کی جسد مثالی کے ساتھ تشریف آوری مانتے ہیں وہ جسد عنصری کے ساتھ تعلق کو مانتے ہیں۔ انکار نہیں کرتے ہیں اور منکرین عذاب قبر بعد از وفات روح اور جسد عنصری کے تعلق کے منکر ہیں۔ پس ان لوگوں کا اس خاص موقع معراج میں روح کے لئے جسد مثالی ثابت کرنے والوں کو اپنا ہم خیال بتانا خالص دھوکہ ہے۔ کیونکہ اس خاص موقع میں جسد مثالی ثابت کرنے والے علماء روح اور جسد عنصری کے تعلق ماننے کی وجہ سے منکرین عذاب قبر کے قطعاً ہم خیال نہیں ہیں بلکہ وہ علماء اہل سنت ہیں۔ کیونکہ علماء اہل سنت میں سے کوئی ایک عالم بھی عدم تعلق کا قائل نہیں ہے۔

نیز اس دور کے منکرین حیات کا جسد مثالی اور ہے اور پچھلے دور کے علماء کا جسد مثالی اور ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ جب شب معراج کی ملاقات جسد مثالی کے ساتھ ہوئی تو عالم برزخ و قبر کی زندگی اور جزا و سزا بھی جسد مثالی کے ساتھ ہوں گی تو یہ اس کا نرا قیاس ہے اور قیاس سے کبھی عقائد ثابت نہیں ہوتے اور قیاس بھی نص کے مقابلہ میں ہے۔ اس لئے قطعاً مردود ہے۔ کیونکہ گزشتہ اوراق میں یہ بات گزر چکی ہے کہ قرآن و حدیث کے نصوص قطعیہ صریحہ سے جسد عنصری کا حیات بعد الممات اور قبر کی جزا و سزا میں شریک ہونا ثابت ہے اور یہ قیاس اس لئے بھی باطل ہے کہ اس پر ایک تیسرا آدمی یہ بھی قیاس کر سکتا ہے کہ قیامت کے دن بھی آدمی جسد مثالی کے ساتھ اٹھایا جائے گا، جس طرح عالم برزخ میں جسد مثالی ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ قیاس بالکل غلط اور نصوص کے خلاف ہے۔ پس اسی طرح عالم برزخ و قبر میں جسد مثالی ثابت کر کے جسد عنصری سے قطع تعلق کرنا بھی ایک غلط اور بے بنیاد قیاس ہے۔

حدیث نمبر ۹: ''عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی علیّ عند قبری سمعته و من صلّی علیّ من م بعید اعلمته'' (جلاء الافہام لحافظ ابن قیم ص ۱۹، مشکوٰۃ ص ۸۷، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱۸، حیات الانبیاء للسبکی ص ۲۹، انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء ص ۷ ۴ للسیوطی، معارف الحدیث، جامع صغیر ج ۲ ص ۷۴ ۱، فضائل درود شریف ص ۲۲ بحوالہ سخاوی)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا تو وہ مجھے (بواسطہ ملائکہ) بتلا دیا جاتا ہے۔

یہ حدیث مختلف سندوں سے مروی ہے جس کے بعض طرق ضعیف ہیں۔ لیکن ابوالشیخ کی سند بالکل صحیح اور جید ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ اور عادل ہیں اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح فرمائی ہے اور علماء اہل سنت والجماعۃ کا استدلال بھی اسی سند سے ہے۔ اگر کوئی حدیث مختلف سندات سے مروی ہو، جس کے بعض طرق ضعیف اور بعض طرق جید ہوں تو ایک طریقہ سے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کے سب طرق ضعیف نہیں ہو جاتے۔ ایک طریقہ سے ضعیف ہو جانے کی وجہ سے جملہ طرق کو ضعیف کہہ دینا بہت بڑی ناانصافی ہے۔ بہر حال اہل علم خوب سمجھ لیں کہ حدیث مذکورہ کی ابوالشیخ والی سند میں کوئی ضعیف اور مجروح راوی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی سند میں محمد بن مروان جیسا کوئی جھوٹا راوی موجود ہے۔ پس اسی سند سے علماء حق حجت پکڑتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ابوالشیخ کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ''بسند جید'' (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲) یعنی یہ سند جید ہے۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں۔ ''وسندہ جید'' (القول البدیع ص ۱۱۶) یعنی اس کی سند جید ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب ''اسنادہ جید'' (دلیل الطالب ص ۸۴۴) یعنی اس حدیث کی اسناد جید ہے۔ حضرت مولانا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''بسند جید'' (مرقات ج ۲ ص ۱۰) علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: ''بسند جید'' (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

(ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۴۸، اکتوبر ۱۹۶۷ء) میں بھی ابوالشیخ کی سند کو جید کہا گیا ہے۔ بہر حال یہ حدیث علماء محدثین کے نزدیک صحیح اور جید ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات امتیازی اور خصوصی کی دلیل ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن مروان سدی صغیر کی وجہ سے اس حدیث کی سند پر کڑی جرح فرمانے کے باوجود فرمایا ہے کہ یہ حدیث معنی کے لحاظ سے صحیح ہے۔ یعنی اس حدیث سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور سماع جو ثابت ہے، وہ برحق اور صحیح ہے۔ لہٰذا علامہ ابن عبد الہادی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کے قائل ہیں۔ (الصارم المنکی ص ۲۰۹)

حدیث نمبر ۱۰: ''انه سمع اباهریرة رضی اللہ عنہ یقول سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفس ابی القاسم بیده لینزلن عیسٰی ابن مریم اماماً مقسطاً وحکماً عدلاً فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیصلحن ذات البین ولیذهبن الشحناء ولیعرضن علیه المال فلا یقبله ثم لئن قام علٰی قبری فقال یا محمد لاجیبنّه'' (مسند ابویعلی ج ۱۱ ص ۴۶۲، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱، ترجمان السنۃ ص ۵۹۲، بحوالہ تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۴۵، جامع صغیر ج ۲ ص ۱۳۹، بحوالہ مستدرک حاکم، التصریح بماتواتر فی نزول المسیح ص ۲۴۴، بحوالہ ابویعلی وتفسیر روح المعانی فی تفسیر سورۃ الاحزاب، عقیدۃ الاسلام فی حیوۃ عیسٰی علیہ السلام ص ۷۵، انباء الانبیاء فی حیاۃ الانبیاء ص ۴۹)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں ابو القاسم کی جان ہے۔ ضرور بالضرور عیسیٰ بن مریم امام عادل وحاکم بن کر اترے گا۔ پھر صلیب کو توڑ دے گا (نصرانیت کا خاتمہ کرے گا) اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ (یہودیت کا خاتمہ کرے گا) اختلاف کی اصلاح کرے گا، کینہ اور بغض کو ختم کرے گا اور اس پر مال پیش کیا جائے گا۔ پس وہ قبول نہ کرے گا۔ پھر میری قبر کے قریب آ کر کھڑا ہوگا اور یا محمد کہہ کر (مجھے سلام کرے گا) تو میں ضرور اس کو سلام کا جواب دوں گا)

''وعلی هامش ابی یعلی، اسناده صحیح و ابو صخر هو حمید بن زیاد و اخرجه الهیثمی نحوه فی مجمع الزوائد ۵/۸ باب نزول عیسی بن مریم و قال قلت فی الصحیح بعضه انظر الحدیث المتقدم برقم (۵۸۷۷) رواه احمد و فیه کثیر ابن زید وثقه احمد و جماعة و ضعفه النسائی و غیره و بقیه رجاله ثقات و ذکره الحافظ ابن حجر فی المطالب العالیه، ۴/۲۳ باب حیاته ﷺ فی قبره و قال، یاتی فی اشراط الساعة ثم ذکره برقم (۴۵۷۴) حاشیه مسند ابو یعلی ج ۱۱ ص ۴۶۲''

اس حدیث کو امام حاکم اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔ (متدرک ج ۲ ص ۵۹۵) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو صحیح کہتے ہیں۔ (جامع صغیر ج ۲ ص ۱۳۹)

بہر حال محدثین کرام کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث حضور اکرم ﷺ کی خصوصی حیات قبر کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۱۱: ''عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة و منبری علی حوضی'' (بخاری ج ۱ ص ۲۵۳، ۱۵۹، ج ۲ ص ۹۷۵، مسلم ج ۱ ص ۴۴۶، نسائی ج ۲ ص ۸۱، ترمذی ج ۲ ص ۲۳۱، جامع صغیر ج ۲ ص ۱۴۳، بحوالہ بخاری، مسلم، نسائی، مسند احمد)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے گھر (حجرہ جہاں اب آپ کی قبر شریف ہے) اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے اور میرا منبر (قیامت کے دن) میرے حوض پر ہوگا۔

صحاح ستہ کی اس صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے جس حصہ (حجرہ) میں آپ کی قبر شریف ہے، وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جنت زندوں کا مقام اور ٹھکانہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ کی قبر شریف جنت کا باغ ہے اور آپ وہاں زندہ ہیں اور آپ کو جنت میں محسوس کرتے ہیں اور جنت کی نعمتوں سے محفوظ ہو رہے ہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ آپ جنت میں ہیں اور آپ کو جنت میں ہونے کا کوئی ادراک اور شعور تک نہیں ہے۔ حالانکہ اس کا تو کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ اگر آپ جنت میں ہوتے ہوئے بھی مردہ اور بے شعور ہیں تو جنت جنت نہ رہے گی، بلکہ وہ تو ایک لاش خانہ یا مردہ خانہ ہوگی۔ یقیناً جنت لاش خانہ اور مردہ خانہ نہیں ہے بلکہ وہ زندہ لوگوں کے لئے آرام گاہ ہے۔ لہٰذا حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف جنت کا باغ ہے اور آپ ﷺ اس میں پرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔ یہی علماء اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ یہی کچھ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع امت ہے اور اس عقیدہ سے منحرف ہونے والا شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور گمراہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۲: ''عن سعید بن مسیب قال لقد رائیتنی لیالی حرّة ومافی مسجد رسول اللہ ﷺ غیری ومایاتی وقت صلوٰة الا سمعت الاذان من القبر'' (رواہ ابونعیم کذا فی الخصائص ترجمان السنہ ج ۴ ص ۲۸۰، سنن

دارمی ج ۱ ص ۵۷، انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء ص ۴۹، ۵۰ بحوالہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ، الزبیر بن بکار فی اخبار المدینہ وابن سعد فی الطبقات والدارمی فی مسندہ، ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۴)

(ترجمہ) حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ واقعہ حرہ کی راتوں میں میں نے دیکھا اس دن میرے سواء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اقدس میں، کوئی اور نہ تھا کہ جب نماز کا وقت آتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر سے میں آذان کی آواز سنتا تھا۔

توضیح: حضرت سعید ابن مسیب مشہور تابعی ہیں اور مدینہ منورہ کے بہت بڑے عالم ہیں۔ جب مدینہ منورہ میں واقعہ حرہ پیش آیا جس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے تو اہل مدینہ اپنے گھروں میں محصور ہو گئے۔ قتل عام کی وجہ سے کوئی شخص گھر سے باہر نہ نکل سکتا تھا۔ حتیٰ کہ تین دن تک مسجد نبوی میں آذان اور جماعت نہ ہو سکی اور حضرت سعید بن مسیب اس وقت آنکھوں سے معذور ہونے کی وجہ سے مسجد نبوی میں رہ گئے اور باہر نہیں جا سکے۔ پس ہر نماز کے وقت وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار اطہر سے آذان کی آواز سنتے تھے اور اسی کے مطابق اپنی نمازیں ادا کرتے تھے۔

یہ بات بھی ذہن نشین فرمالیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی قبور میں آذان، نماز وغیرہ عبادات ادا کرنا کوئی خرق عادات چیزیں نہیں ہیں۔ اسی طرح عامتہ الناس کو اپنی قبور میں جزا وسزا کا ملنا بھی کوئی خرق عادت نہیں ہے۔ بلکہ قبور کی ساری کارروائی ضابطہ اور اصول کے تحت ہوتی ہے جس کے دلائل آپ پڑھ چکے ہیں۔ البتہ قبر کی یہ کارروائی اکثر عامتہ الناس کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔ کیونکہ غیب کی چیز ہے، لیکن کبھی کبھی اپنے بعض بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ غیب کی یہ چیزیں، منکشف فرمادیتے ہیں۔ پس نہ نظر آنے والے امور کا بعض اوقات نظر آجانا ضرور خرق عادت ہے۔ لہٰذا علماء اہل سنت کا استدلال اس قسم کے امور کے موجود ہونے سے ہے۔ کیونکہ انکا وجود ضابطہ اور قانون کے تحت ہے۔ ان کے ظہور سے استدلال نہیں ہے جو کہ ایک خرق عادت امر ہے۔ بعض لوگ خواہ مخواہ وجود اور ظہور میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے خلط مبحث کر دیتے ہیں۔ لہٰذا خوب سمجھ لیں کہ واقعہ کا موجود ہونا اور چیز ہے اور اس کا ظہور بالکل اور چیز ہے۔ دنوں کو ایک سمجھ لینا بنیادی غلطی ہے۔

بہر حال یہ روایت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر کی خصوصی وامتیازی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۱۳: ''قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مرضہ الذی مات فیہ یا عائشۃ ما ازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فھذا اوان وجدت انقطاع ابھری من ذٰلک السم'' (بخاری ج ۲ ص ۶۳۷)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں یوں فرماتے تھے۔ اے عائشہ مجھے اب تک اس (زہر آلود بکری کا گوشت) کھانے کی وجہ سے تکلیف معلوم ہوتی رہی جو خیبر میں میں نے کھایا تھا۔ اب مجھ کو معلوم ہوا اس زہر کے اثر سے میری زندگی کی رگ کٹ گئی ہے۔

بخاری شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے واقع ہوئی جو خیبر کے یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلایا تھا۔ لہٰذا آپ شہید ہیں اور شہیدوں کی زندگی نص قطعی سے ثابت ہے۔ پس آپ کی حیات بعد الممات قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہوئی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ولان احلف تسعۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل قتلاً احب الی من ان احلف واحدۃ وذٰلک بان اللہ اتخذہ نبیاً وجعلہ شھیداً'' (مسند ابویعلی ج ۹ ص ۱۳۲، مسند احمد ج ۱ ص ۶۳۰، ۶۷۳

وفیه کانوا یرون ان الیهود سموه وابابکر) یعنی صحابہ آپ ﷺ کو اس لئے شہید کہتے کہ یہودیوں نے آپ کو زہر دی تھی، اس اثر کو علامہ ہیثمی نے صحیح الاسناد کہا ہے۔ (مجمع الزوئدج ۸ ص ۴، ۵) امام حاکم اور علامہ ذہبی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔ (مستدرک ج ۳ ص ۵۸) یہ روایت طبرانی میں بھی موجود ہے۔

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھے اس بات پر کہ آپ کو قتل کیا گیا نو قسمیں اٹھانے سے یہ زیادہ پسند ہے کہ ایک ہی قسم اٹھاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنا نبی بنایا اور شہید بھی بنایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضور اکرم ﷺ شہید تھے اور شہید زندہ ہیں۔ لہٰذا حضور اکرم ﷺ بھی زندہ ہیں اور آپ کی یہ برزخ و قبر کی زندگی آپ کی روح اور جسد عنصری دونوں کو حاصل ہے۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۱۴: ''عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم النبی ﷺ قال قال النبی ﷺ ان اقربکم منی یوم القیامة فی کل موطن اکثرکم علیّ صلوٰة فی الدنیا، من صلّی علیّ فی یوم الجمعة ولیلة الجمعة قضی اللہ له مائة حاجةً سبعین من حوائج الآخرة ثلثین من حوائج الدنیا یوکل اللہ بذٰلک ملکاً یدخله فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا یخبرنی من صلی علی باسمه ونسبه الیٰ عشرته فاثبته عندی فی صحیفه بیضاء، حیات الانبیاء للبیهقی ص ۱۵، انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء ص ۴۷، بحواله بیهقی واصبهانی فی الترغیب''

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ جو حضور اکرم ﷺ کے خاص خادم ہیں، روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص مجھ پر دنیا میں کثرت سے درود پڑھتا ہے وہ قیامت کے دن ہر مقام پر میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرماتے ہیں۔ ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی۔ اس درود پر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے، جو مجھ پر میری قبر میں ایسے درود پہنچاتا ہے، جیسے تم پر ہدایا پہنچائے جاتے ہیں۔ وہ فرشتہ مجھے بتاتا ہے کہ یہ درود فلاں شخص فلاں قبیلے والے نے آپ پر بھیجا ہے۔ پس میں اس کو صحیفہ بیضاء میں اپنے پاس محفوظ کر لیتا ہوں۔

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض خوش بخت لوگ ایسے بھی ہیں جن کا نام اور قبیلہ کا نام لے کر ان کا درود حضور اکرم ﷺ تک پہنچایا اور بتایا جاتا ہے۔ بہرحال یہ روایت بھی امتیازی اور خصوصی حیات الانبیاء کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۱۵: ''عن ابی مسعود الانصاری عن النبی ﷺ انه قال، اکثروا الصلوٰة علی فی یوم الجمعة فانه لیس احد یصلی علی یوم الجمعة عرضت علی صلوته'' (حیات الانبیاء للبیهقی ص ۱۴)

(ترجمہ) حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ کیونکہ جمعہ کے دن مجھ پر جو شخص بھی درود بھیجتا ہے، اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(ف) اس حدیث سے گزشتہ احادیث کی تصدیق ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۶: ''عن ابی امامة قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا علیّ من الصلوٰة فی کل یوم الجمعة فان صلوٰة امتی تعرض علیّ فی کلّ یوم الجمعة'' (حیات الانبیاء للبیهقی ص ۱۵)

(ترجمہ) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ میری امت کا درود مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے۔

(ف) یہ حدیث بھی سابقہ احادیث کی تائید و تصدیق میں پیش کی جاسکتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۷: ''عن ابن عباس قال لیس احد من امتہ محمد ﷺ یصلی علیہ صلوٰۃ الا وھی تبلغہ یقول لہ الملک فلان یصلی علیک کذا و کذا صلوٰۃ'' (حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱۸)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا کوئی امتی ایسا نہیں جو آپ ﷺ پر درود پڑھے مگر وہ درود آپ ﷺ تک پہنچ جاتا ہے اور فرشتہ آپ ﷺ کو کہتا ہے کہ آپ کے فلاں امتی نے آپ ﷺ پر اتنے اتنے درود بھیجے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۸: ''عن یوسف بن عطیہ قال سمعت ثابت البنانی یقول لحمید الطویل ھل بلغک ان احداً یصلی فی قبرہ الا الانبیاء قال لا'' (انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء ص ۴۶، بحوالہ ابونعیم فی الحلیۃ)

(ترجمہ) حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے حمید الطویل محدث سے پوچھا کہ کیا آپ کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی شخص بھی قبر میں نماز پڑھتا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔

(ف) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر القرون میں یہ بات مشہور اور مسلم تھی کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ البتہ سوال یہ تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ بھی کوئی شخص قبر میں نماز پڑھتا ہے؟ لیکن حمید الطویل محدث فرماتے ہیں کہ مجھے غیر انبیاء کے بارے میں کوئی روایت نہیں پہنچی۔

حدیث نمبر ۱۹: ''عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال ان الانبیاء لا یترکون قبورھم بعد اربعین لیلۃ ولکنھم یصلون بین یدی اللہ عز و جل حتی ینفخ فی الصور''

(حیات الانبیاء للبیہقی ص ۹، حیات الانبیاء للسبکی ص ۲۶، انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء للسیوطی ص ۴۸، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۷۶)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی قبروں میں چالیس راتوں سے زیادہ ویسے نہیں چھوڑا جاتا بلکہ وہ چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں رب کے حضور قیامت تک نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام چالیس دن کے وقفہ کے بعد اپنی قبور میں نمازیں شروع کر دیتے ہیں اور نمازیں پڑھنا ان کی حیات قبر کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۲۰: ''عن عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ وکّل بقبری ملکاً اعطاہ اسماع الخلائق فلا یصلی علیّ احد الی یوم القیامۃ الا ابلغنی باسمہ واسم ابیہ ھذا فلان بن فلان قد صلی علیک'' (ترجمہ) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے۔ جس کو ساری مخلوق کی بات سننے کی قدرت عطاء فرما رکھی ہے۔ پس جو شخص مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ (رواہ البزاز کذا فی الترغیب وذکر تخریجہ السخاوی فی القول البدیع از فضائل درود شریف ص ۲۰، انباء الاذکیاء فی حیات، الانبیاء للسیوطی ص ۴۷، بحوالہ بخاری فی تاریخہ)

(ف) معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ تک درود پہنچانے کے لئے اجتماعی اور انفرادی دونوں طرح سے انتظام کر رکھا ہے۔

حدیث نمبر ۲۱: ''عن ابن عباس قال سرنا مع رسول اللہ ﷺ بین مکة و مدینة فمررنا بوادٍ فقال ای وادٍ ھذا، قالوا وادی الازرق قال کانی انظر الٰی موسٰی فذکر من لونه و شعره شیئاً واضعاً اصبعیه فی اذنیه له جوار الٰی اللہ بالتلبیه ماراً بهذا الوادی قال ثم سرنا حتی اتینا علی ثنیة قال ای ثنیة ھذہ قالوا ھرشی اولفت فقال کانی انظر الٰی یونس علی ناقة حمراء علیه جبة صوف خطام ناقته خلبة ماراً بهذا الوادی ملبیاً''

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہم مکہ و مدینہ کے درمیان سفر کر رہے تھے۔ اس وقت آپ نے پوچھا اس وادی کا نام کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یہ وادی، ازرق ہے، آپ نے فرمایا گویا میں اپنی آنکھوں سے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ فرما کر آپ نے اس کا رنگ اور بالوں کا نقشہ بیان فرمایا کہ وہ اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں دیئے ہوئے ہیں۔ اپنے رب کے نام کا تلبیہ زور زور سے پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ہم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک گھاٹی اور آئی آپ نے پوچھا اس گھاٹی کا کیا نام ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یہ ''ھرشی یالفت'' ہے۔ آپ نے فرمایا، گویا میں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ حضرت یونس علیہ السلام ایک سرخ اونٹنی پر ہیں، ان کا جبہ اون کا ہے اور اس کی اونٹنی کی مہار درخت کی چھال ہے وہ تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ (رواہ مسلم از ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۳)

حدیث نمبر ۲۲: ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال حج رسول اللہ ﷺ فلما اتنی وادی عسفان قال یا ابابکر ای وادٍ ھذا؟ قال ھذا وادی عسفان قال لقد مر بهذا الوادی نوح، و ھود، و ابراھیم، علی بکرات لهم حمر خطمهم اللیف ازرھم العباء واردیتهم النمار یحجون البیت العتیق'' (رواہ حافظ ابویعلیٰ قال الحافظ ابن کثیر فی البدایہ فیہ غرابۃ ج ۱ ص ۱۱۹، واخرجہ عن مسند الامام احمد عن ابن عباس نحوہ وفیہ ذکر ھود وصالح علیہما السلام ولیس فیہ ذکر نوح وابراہیم علیہم السلام قال ہذا اسناد حسن کما فی البدایۃ ج ۱ ص ۱۳۸، ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۴)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کیا۔ جب آپ وادی عسفان میں پہنچے تو فرمایا۔ اے ابوبکر! اس وادی کا کیا نام ہے؟ انہوں نے عرض کیا اس کا نام وادی عسفان ہے۔ آپ نے فرمایا اس وادی سے حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت ابراہیم علیہم السلام گزرے جو سرخ اونٹوں پر سوار تھے۔ ان کی مہاریں کھجور کی چھال کی اور ان کی لنگیاں عبا اور ان کی چادریں اون کی تھیں۔ خدا تعالیٰ کے قدیم بیت کا طواف کرنے جا رہے تھے۔ ابویعلی، وطبرانی، مسند احمد۔

(ف) مذکورہ بالا دونوں صحیح اور حسن حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام عالم قبر و برزخ میں حج وغیرہ عبادات میں معروف اور مشغول رہتے ہیں اور ان کا حج وغیرہ ادا کرنا روح اور جسد کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے حلئے اور لباس اور سواریوں کی علامات بیان فرمائی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم قبر و برزخ میں ان کا حج کرنا جسد ہی کے ساتھ تھا اور جسد بھی عنصری تھا، کیونکہ حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت یونس، حضرت ہود علیہم السلام وغیرہ اسماء مذکورہ بالا نبیوں کے روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر اطلاق ہوتے ہیں اور جن علماء نے کہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ حج جسد مثالی سے تھا تو ان علماء کو منکرین حیات انبیاء کا ہم خیال ہرگز نہ سمجھیں۔ کیونکہ یہ علماء اس خاص صورت میں جسد مثالی ثابت کرنے کے باوجود عالم قبر و برزخ میں روح اور جسد عنصری کے تعلق اور رشتے کے قائل ہیں۔ لہٰذا جو شخص روح اور جسد عنصری کے تعلق کو تسلیم کرنے کے بعد جسد مثالی کا

قائل ہے تو وہ اہلسنت والجماعت ہے۔ لیکن منکرین عذاب قبر و حیات انبیاء تو تعلق کے قطعاً نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں۔ جسد مثالی ماننے والوں کی عبارات کو پیش کر کے یہ لوگ دھوکہ دیتے ہیں ورنہ جو لوگ بھی جسد مثالی کو ثابت کرتے ہیں وہی روح اور جسد عنصری کے تعلق کو ثابت کرتے ہیں۔ کما لا یخفی علی اھل العلم!

حدیث نمبر ۲۳: ''نبیہ بن وھب ان کعباً علی عائشة فذکروا رسول اللہ ﷺ فقال کعب ما من یوم یطلع الا نزل سبعون الفاً من الملائکة حتی یحفوا بقبر النبی ﷺ یضربون باجنحتھم ویصلون علی رسول اللہ ﷺ حتی امسوا عرجوا وھبط مثلھم فصنعوا مثل ذالک حتی اذا انشقت عنه الارض خرج فی سبعین الفاً من الملائکة یزفونه'' (سنن دارمی ج ۱ ص ۵۷، مشکوٰۃ ص ۵۴۶)

ترجمہ: نبیہ بن وہب ﷫ (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت کعب احبار ﷜ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب اس مجلس میں رسول کریم ﷺ (کی بعض صفات وخصوصیات یا آپ ﷺ کے وصال کے حالات کا ذکر ہوا تو) انہوں نے کہا کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ فجر طلوع ہو مگر ستر ہزار فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور وہ فرشتے رسول کریم ﷺ کی قبر شریف کو گھیر لیتے ہیں اور (قبر کے اوپر سے گرد وغبار صاف کرنے کے لئے یا انوار قبر سے برکت وقرب حاصل کرنے کے لئے) اپنے پروں کو قبر شریف پر مارتے ہیں اور رسول کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور (انہی کی طرح ستر ہزار) دوسرے فرشتے اترتے ہیں جو ان (دن والے فرشتوں) کی طرح (صبح تک یہی کرتے ہیں) یعنی قبر شریف کو گھیر لیتے ہیں اور اس پر اپنے پر مارتے ہیں اور درود پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ (یعنی ہر روز صبح وشام اس طرح ستر ہزار فرشتوں کا اترنا) اس وقت تک جاری رہے گا۔ حتی کہ قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا اور قبر شریف شق ہوگی اور آپ ﷺ قبر سے اٹھیں گے اور ستر ہزار فرشتے (اپنے جلوس لے کر) محبوب کو حبیب تک پہنچائیں گے۔

(ف) حضرت کعب احبار کبار تابعین میں سے ہیں انہوں نے حضور اکرم ﷺ کا زمانہ تو پایا لیکن آپ کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ حضرت فاروق اعظم ﷜ کے زمانہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے باقی رہی یہ بات کہ فرشتوں کا اترنا ان کو کیسے معلوم ہوا۔

چونکہ یہ اہل کتاب کے عالم تھے شاید کسی آسمانی کتاب سے آپ ﷺ کی یہ پیش گوئی پڑھ کر بیان کی یا بطور کشف وکرامت کے اللہ تعالیٰ نے خود ان کو فرشتے دکھائے ہوں۔ بہرحال جس ذریعہ سے بھی ان کو یہ بات معلوم ہوئی ہو۔ لیکن جب انہوں نے یہ بات سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ اور دیگر صحابہ کرام ﷢ کے سامنے بیان کی تو کسی صحابی ﷜ نے نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ خاموشی اختیار کر کے ان کی بات کی تصدیق کر دی۔ لہٰذا حضرت کعب احبار ﷜ کی یہ بات صحابہ کرام ﷢ کی تصدیق وتائید کی وجہ سے حجت اور دلیل ہے اور یہ روایت حیات الانبیاء کی دلیل اس طرح ہے کہ ستر ہزار فرشتوں کا نزول ہوا اور وہ آ کر آپ کی قبر شریف پر درود وسلام پڑھیں اور آپ کی قبر شریف کا اکرام کریں اور آپ ﷺ کو اس کا علم وشعور تک نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ درود وسلام تو فرشتے آسمان سے بھی بھیج سکتے تھے اور بھیجتے ہیں۔ لیکن قبر شریف پر آنے کا کیا فائدہ؟ فرشتوں کا نزول دلیل ہے اس بات کی کہ آپ کو اس بات کا علم وشعور ہوتا ہے اور آپ ان کے درود وسلام کو سنتے ہیں۔ پس یہ حدیث بھی حیات الانبیاء کی خصوصی وامتیازی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۲۴: ''عن عائشة قالت یا رسول اللہ ﷺ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان ولاینام قلبی۔رواہ الشیخان راجع (ترجمان السنة ج ا ص ۱۵۴، از ترجمان السنة ج ۳ ص ۲۵۷، بخاری ج ا ص ۱۵۴، ۵۰۴) وفیہ کذالک الانبیاء تنام اعینھم ولاتنام قلوبھم'' ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز وتر پڑھنے سے قبل آپ سو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا میری آنکھیں سوتی ہیں، میرا دل نہیں سوتا وہ بیدار رہتا ہے۔

(ف) جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند کی یہ امتیازی شان ہے کہ ان کا دل نیند میں بیدار رہتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح عالم قبر و برزخ کی زندگی میں بھی ان کی زندگی کی یہی امتیازی شان ہے۔ کیونکہ نیند اور موت ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے اور اس قیاس سے سابقہ نصوص کی تائید و تصدیق مقصود ہے۔

حدیث نمبر ۲۵: ''عن ابی بکر قال قال رسول اللہ ﷺ نحن معشر الانبیاء لا نورث ماترکناہ صدقة متفق علیہ'' ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہوتے ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ سب راہ خدا میں صدقہ ہوتا ہے۔

(ترجمان السنة ج ۳ ص ۲۶۶ ص ۲۶۷)

(ف) اس صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ باقی رہا یہ سوال کہ ان کی وراثت کیوں نہیں تقسیم ہوتی؟ اس کی کئی وجوہات علماء نے بیان کی ہیں اور من جملہ ایک وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی قبور میں ایک خصوصی و امتیازی حیات حاصل ہے۔ جس کا اثر یہاں تک پہنچا کہ ان کی وراثت جاری نہیں ہوئی۔ چنانچہ مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔''اس کے علاوہ جب ان کی حیات کا مسئلہ سب سے ممتاز رکھا گیا تو وفات کے بعد اس صفت میں بھی ان کو عام بشر سے ممتاز رکھا گیا۔'' (ترجمان السنة ج ۳ ص ۲۶۷)

حدیث نمبر ۲۶: ''عن ابن عباس قال بت لیلة فنام حتی نفخ وکان اذا نام فاتاہ بلال فاذنہ بالصلٰوة فقام وصلّی ولم یتوضاء'' ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک رات حضور اکرم ﷺ کے رات کے معمولات دیکھنے کے لئے اپنی خالہ بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے گھر رہا۔ حضور اکرم ﷺ رات کے ایک حصہ میں اٹھے طہارت فرما کر نماز ادا کی۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر آپ سو گئے حتی کہ سانس لینے لگے اور جب آپ سوتے تھے تو سانس لیا کرتے تھے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ پس آپ جاگے اور اٹھے اور نماز شروع کر دی وضو نہیں کیا۔ (مسلم شریف ج ا ص ۲۶۰)

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ گہری نیند سوئے جس میں سانس چلتا رہا۔ لیکن آپ نے نیند کے بعد وضو نہیں فرمایا بلکہ نماز شروع کر دی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی نیند ناقض وضو نہیں ہوتی۔ چنانچہ علامہ شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ھذا من خصائصہ ﷺ ان نومہ مضطجعا لا ینقض الوضوء لان عینیہ تنامان ولاینام قلبہ فلو خرج حدث لاحسہ بہ بخلاف غیرہ من الناس'' ترجمہ: یہ بات حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ لیٹ کر بھی اگر سو جائیں تو ان کی نیند ان کے وضو کو نہیں توڑتی۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کی آنکھیں تو سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ پس اگر حدث خارج ہوتا تو آپ کو اس کا علم ہوتا۔ بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ ان کی نیند ناقض وضو ہے۔ (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۰)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند کا اثر صرف آنکھوں تک ہوتا ہے دل بیدار ہوتا ہے اور حالت نیند میں ان کے حواس بالکل معطل نہیں ہوتے۔ بلکہ حالت نوم میں ان کے حواس وادراک باقی رہتے ہیں۔ پس جب نیند کے بعد ان حضرات کے حواس وادراک باقی رہتے ہیں تو موت کے بعد بھی ان کے حواس وادراک کا باقی رہنا بالکل قرین قیاس ہے۔ کیونکہ موت اور نیند ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ پس انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند بھی امتیازی شان رکھتی ہے اور موت بھی۔ نہ نیند میں ان کے حواس بالکل معطل ہوتے ہیں نہ موت میں۔ اس طریقہ سے یہ حدیث بھی عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے لئے مؤید ہے۔

حدیث نمبر ۲۷: ''عن ابن عباس قال نزلت فی رجل هم ان یتزوج بعض نساء النبی ﷺ بعده''

(تفسیر مظہری ج ۷ ص ۳۷۳ بحوالہ ابن ابی حاتم وسدی وابن سعد تفسیر خازن ج ۳ ص ۵۰۹، تفسیر مدارک بر ہامش خازن ج ۳ ص ۵۱۰، تفسیر بغوی ج ۳ ص ۵۴۱، حاشیہ تفسیر جلالین ص ۳۵۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت ''ولا ان تنكحوا ازواجه من بعده ابدا'' یعنی حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح مت کرو۔ ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی کسی زوجہ کے متعلق نکاح کرنے کا اظہار خیال کیا۔ پس اس آیت میں اس شخص کے خیال کی تردید کردی گئی۔

(ف) قرآن وحدیث اور اجماع امت کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات امت کے لئے واجب الاحترام ہیں بلکہ مائیں ہیں۔ لہٰذا کسی امتی کا آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان سے نکاح کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ازواج مطہرات کو امت پر کیوں حرام قرار دیا گیا؟ سو علماء کرام نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو قبر شریف میں امتیازی حیات حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کی ازواج سے نکاح حرام ہے۔ دیکھئے تفسیر مظہری (ج ۷ ص ۳۷۳) واضح ہو کہ ایک ہی حکم کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔

حدیث نمبر ۲۸: ''عن جابر قال جاءت ملائكة الى النبی ﷺ وهو نائم فقالوا ان لصاحبكم هذا مثلاً فاضربوا له مثلاً قال بعضهم انه نائم وقال بعضهم ان العين نائمة والقلب يقظان فقالوا مثله كمثل رجل بنى دارا وجعل فيها مادبة وبعث داعيا فمن اجاب الداعی ودخل الدار واكل من المادبة ومن لم يجب الداعی لم يدخل الدار ولم يأكل من المادبة فقالوا اولوها له يفقهها قال بعضهم انه نائم وقال بعضهم ان العين نائمة والقلب يقظان فقالوا الدار الجنة والداعی محمد فمن اطاع محمدا فقد اطاع الله ومن عصى محمدا فقد عصى الله ومحمد فرق بين الناس'' (رواہ البخاری ص ۱۰۱۸، مشکوٰۃ ص ۲۷)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ فرشتے آنحضرت ﷺ کے پاس اس وقت آئے جب کہ آپ سو رہے تھے۔ فرشتوں نے آپس میں کہا تمہارے اس دوست یعنی آنحضرت ﷺ کے متعلق ایک مثال ہے اس کو ان کے سامنے بیان کرو۔ دوسرے فرشتوں نے کہا وہ تو سوئے ہیں۔ لہٰذا بیان کرنے سے کیا فائدہ؟ ان میں سے بعض نے کہا بیشک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے۔ پھر اس نے کہا ان کی مثال اس شخص کی ہے جس نے گھر بنایا اور لوگوں کے کھانا کھانے کے لئے دسترخوان چنا اور پھر لوگوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ لہٰذا جس نے بلانے والے کی بات کو مان لیا وہ گھر میں داخل ہوگا اور کھانا کھائے گا اور جس نے بلانے والے کی بات کو قبول نہ کیا وہ نہ گھر

میں داخل ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا۔ یہ سن کر فرشتوں نے آپس میں کہا اس کو (وضاحت کے ساتھ) بیان کر دو تا کہ یہ اسے سمجھ لیں بعض فرشتوں نے کہا (بیان کرنے سے کیا فائدہ) کیونکہ وہ تو سوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا بے شک آنکھیں سو رہی ہیں۔ لیکن دل تو جاگتا ہے اور پھر کہا گھر سے مراد تو جنت ہے اور بلانے والے سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ جس نے محمد ﷺ کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

(ف) اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بالکل سوئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے پاس فرشتوں نے جو گفتگو کی اس کو آپ ﷺ نے اچھی طرح سے سنا۔ لہٰذا یہ بات قرین قیاس ہے کہ آپ ﷺ قبر شریف میں زائرین کی گفتگو اور سلام وغیرہ سنتے ہیں۔ کیونکہ موت اور نیند ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ بہر حال یہ حدیث بھی سابقہ نصوص کی تائید و تصدیق کرتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ عند القبر الشریف زائرین کے سلام و طلب شفاعت کو سنتے ہیں۔ مسئلہ سماع و حیات الانبیاء نرے قیاس سے نہیں بلکہ نصوص سے ثابت ہے۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۲۹: ”عن ربیعة الجرشی قال اتی نبی اللّٰہ ﷺ فقیل له لتنم عینیک و تسمع اذنک لیعقل قلبک قال فنامت عیناى و سمعت اذناى و عقل قلبی۔ الحدیث“ ترجمہ: حضرت ربیعہ جرشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو (نیند) میں فرشتے دکھائے گئے اور آپ کو کہا گیا (یعنی فرشتوں نے کہا) چاہئے کہ آپ کی آنکھیں سوئیں، آپ کے کان سنیں اور آپ کا دل سمجھے۔ آپ نے فرمایا: میری آنکھیں سوئیں میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے سمجھا۔ (رواہ الدارمی، مشکوٰۃ ص ۲۹)

(ف) اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ نیند میں حضور اکرم ﷺ باتوں کو سنتے بھی تھے اور سمجھتے بھی تھے جس طرح آپ کو نیند میں یہ خصوصیت عطا کی گئی تھی اسی طرح عالم قبر و برزخ میں بھی آپ کو یہ خصوصیت دی گئی ہے جیسا کہ سابقہ حدیثوں میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۰: ”عن عائشة قالت سحر رسول اللّٰہ ﷺ حتی انه لیخیل الیه انه فعل الشیٔ و ما فعله حتی اذا کان ذات یوم و هو عندی دعا اللّٰہ و دعاه ثم قال اشعرت یا عائشة ان اللّٰہ قد افتانی فیما استفیته الحدیث و فی روایته فانبته من نومه ذات یوم“ ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر جادو کیا گیا آپ کو ایسا خیال آتا تھا جیسے کام کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس کو کرتے نہ ہوتے، ایک دن ایسا ہوا، آنحضرت ﷺ میرے پاس تھے آپ نے اللہ کو پکارا اور دعا کی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی۔ پھر آپ فرمانے لگے، اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا تجھ کو معلوم ہوا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو بات پوچھی اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بتلا دی ہے۔ الخ (بخاری ج ۲ ص ۸۵۸)

(ف) اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ لبید بن عاصم یہودی نے حضور اکرم ﷺ کے بال کسی طرح حاصل کئے اور ان میں جادو کی گرہیں لگائیں و ران کو کھجور کے غلاف میں رکھا اور اس کو ایک کنوئیں میں پتھر کے نیچے رکھ دیا جس کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی۔ چھ ماہ یا کم و بیش آپ ﷺ اس جسمانی تکلیف میں مبتلا رہے۔ بالآخر ایک دفعہ آپ سوئے ہوئے تھے دو فرشتے آپ کے پاس آئے، ایک سرہانے کی طرف کھڑا ہو گیا، دوسرا پاؤں کی طرف، سرہانے والے نے پوچھا اس شخص کو کیا تکلیف ہے، دوسرے نے کہا اس پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا کس نے کیا

ہے دوسرے نے کہا لبید بن عاصم نے۔ اس نے کہا کس چیز میں ہے؟ کہاں ہے؟ اور اس کا علاج کیا ہے؟ دوسرے فرشتے نے یہ باتیں بتادیں۔ پس حضور اکرم ﷺ بیدار ہوئے۔ اس کنویں پر تشریف لے گئے پانی نکالا گیا پتھر کے نیچے سے کھجور کے غلاف کو اٹھایا گیا اور بالوں میں گیارہ گرہ لگی ہوئی تھیں۔ معوذتین کی ایک ایک آیت پڑھ کر وہ گرہیں کھولی گئیں۔ پس آپ کی ساری تکلیف اسی وقت ختم ہوگئی۔

بندہ عاجز کا استدلال تو اس حدیث سے یہ ہے کہ آپ سوئے ہوئے تھے فرشتوں نے آپ کے پاس آکر جو گفتگو کی۔ آپ نے اس کو سنا اور سمجھا اور جانا۔ پس جب اللہ کا نبی نیند میں سنتا و سمجھتا ہے اور اس کا ادراک وشعور برقرار رہتا ہے تو مرنے کے بعد بھی ان کا سننا، سمجھنا اور ہوش وحواس کا باقی رہنا قرین قیاس بھی ہے اور حیات وسماع کی حدیثوں کا مؤید بھی ہے۔ مذکورہ بالا حدیثیں جن سے حضور اکرم ﷺ کا نیند کی حالت میں سننا ثابت ہوتا ہے۔ دراصل منکرین حیات وسماع کے ایک شبہ کا دندان شکن جواب ہیں۔ یہ لوگ عموماً یہ کہتے ہیں کہ میاں! جب سوتا نہیں سنتا تو مردہ کیسے سنتا ہے۔

لہٰذا بندہ عاجز کہتا ہے میاں! اللہ کا نبی نیند میں سنتا ہے جب نیند میں سنتا ہے تو مرنے کے بعد قبر میں بھی سنتا ہے۔ لہٰذا ان دلائل کو ان کے شبہ کا جواب بھی سمجھئے اور سمع کی دلیل بھی بنایئے اور سماع کی حدیثوں کی تائید بھی جانئے اور مسلک اہل حق، علماء دیوبند پر استقامت کی دعا بھی کیجئے۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا جسمانی طور پر جادو کی تکلیف سے متاثر ہونا، قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ جس کا انکار، دراصل صحیح حدیثوں کا انکار ہے خود مذکورہ بالا حدیث مندرجہ ذیل حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، عبدالرزاق، حمیدی وغیرہ اور اس حدیث کو روایت کرنے والے سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞، حضرت زید بن ارقم، عبداللہ ابن عباس جیسے کبار صحابہ کرام ﷡ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو بخار کی تکلیف ہوئی، تیر، تلوار، نیزے اور لوہے کے گرز کی تکلیف ہوئی۔ بچھو کے کاٹنے کی تکلیف ہوئی۔ پیغمبر انسان ہوتے ہیں اور انسانوں کے لوازمات اور خواص ان میں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا جادو کی تکلیف کو بھی اسی زمرہ میں سمجھ لیجئے۔ یہ بات بطور جملہ معترضہ کے عرض کی گئی ہے ورنہ موضوع سے تو خارج ہے اہل علم سے معذرت خواہ ہوں۔

حدیث نمبر ۱۳۱: ''عن عبداللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علیَّ اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم رواہ البزاز ورجالہ رجال الصحیح'' (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کروگے اور (میری طرف سے) ان کی حقیقت بیان کردی جائے گی اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے سو جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۶، ذکرہ السبکی فی شفاء السقام ص ۳۴، والعلامہ داؤد بن سلیمان البغدادی ﷫ فی المنحۃ الوہبیہ فی رد الوہابیہ ص ۱۵ والزرقانی فی المواہب ج ۵ ص ۳۳۷) علامہ سیوطی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱) علامہ زرقانی اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔ زرقانی شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۷ علامہ سید انور شاہ صاحب اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔ فہرست (عقیدۃ الاسلام ص ۱۱) علامہ عثمانی ﷫ بھی اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳) شاہ

عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۶۹) علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس سے حجت پکڑتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی ص ۳۵۸ پ ۱۴ سورۃ النحل ع ۱۲) اس حدیث کی تائید وتصدیق مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۹۴، جامع صغیر ج ۱ ص ۱۵۱، السراج المنیر ج ۲ ص ۲۳۳، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱، الصارم المنکی ص ۱۶۸، نشر الطیب ص ۲۱۰ ص ۲۲۹، البراہین القاطعہ ص ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۱۹۹ و ۲۰۰، فہرست عقیدۃ الاسلام ص ۱۱، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۲، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۱۱، نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴)

پس اس صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ البتہ علماء حق نے کتاب وسنت کی نصوص کے پیش نظر یہ فرمایا ہے کہ یہ عرض اعمال اجمالی ہی ہے۔ بہرحال عرض اعمال کی حدیث حضور اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصی حیات کی دلیل ہے۔ اگر آپ کو کسی قسم کی حیات حاصل نہیں ہے تو محض میت پر عرض اعمال کا کوئی فائدہ نہیں۔

حدیث نمبر ۳۲: ''روی البیهقی من طریق الاعمش عن ابی الصالح عن مالک الدار ورواہ ابن ابی شیبہ بسند صحیح عن مالک الدار قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ استسق اللہ تعالٰی لامتک فانهم قد هلکوا فاتاہ رسول اللہ ﷺ فی المنام فقال ائت عمر فاقرئه السلام واخبرہ انهم مستسقون وقل له علیک الکیس الکیس فاتی الرجل عمر فاخبرہ فبکی عمر ثم قال یا رب ما آلوا الا ما عجزت عنه وروا سیف فی الفتوح ان الذی رای المنام المذکور بلال بن حارث المزنی احد الصحابة'' (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۲۲۴ بیہقی وابن ابی شیبہ)

ترجمہ: بیہقی نے بطریق اعمش عن ابی الصالح عن مالک الدار رضی اللہ عنہ روایت نقل کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے اس کو صحیح سند کے ساتھ مالک الدار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے ایک شخص آنحضرت ﷺ کی قبر کے پاس گیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں۔ کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں تو خواب میں اس شخص سے آنحضرت ﷺ نے ملاقات کی اور فرمایا کہ تو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا اور اس کو سلام کہہ اور اس کو خبر دے کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دے کہ دانائی پر قائم رہے۔ دانائی پر قائم رہے تو وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ پھر فرمایا اے میرے رب میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر جس امر سے میں عاجز ہو گیا۔ علامہ سیف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتوح میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن حارث المونی رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔

یہ واقعہ علامہ علی بن عبدالکافی السبکی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ سے پوری سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۳۰)

اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس واقعہ کو پوری سند کے ساتھ نقل کر کے فرمایا ہے۔ ''ھذا اسناد صحیح'' (البدایہ النہایہ ج ۷ ص ۹۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رواہ ابن ابی شیبہ باسناد صحیح۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۸)

(ف) اس حدیث کے پہلے راوی حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ کو علامہ ذہبی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کرتے ہیں۔ (تجرید اسماء الصحابہ ج ۲ ص ۴۷) اور بعض علماء نے اس کو تابعی لکھا ہے لیکن معروف آدمی ہے۔ پس صحابی

رسول ﷺ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کی قبر کے پاس جا کرامت کے لئے دعا کی درخواست کرنا۔ آپ ﷺ کی حیات قبر کی واضح دلیل ہے۔ جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس واقعہ کو سن کر سکوت فرمایا تو اس میں مزید قوت پیدا ہوگئی۔

حدیث نمبر ۳۳: ''وقد ذکر جماعة منهم الشیخ ابو منصور الصباغ فی کتابه الشامل الحکایة المشهورة عن العتبی قال کنت جالساً عندقبر النبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یا رسول الله سمعت الله یقول ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤک فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدالله توابا رحیما۔ وقد جئتک مستغفراً لذنبی مستشفعابک الی ربی الخ'' (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۰، کتاب الاذکار ص ۱۸۵، تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۶۶، شفاء السقام ص ۴۵، جذب القلوب ص ۱۹۵، رسائل الارکان ص ۲۸۰، فضائل حج ص ۹۰۴، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۴۱۱، المواہب مع الزرقانی ج ۸ ص ۳۰۶، تطہیر الفواد من دنس الاعتقاد ص ۵۱، ۵۲)

ترجمہ: ایک جماعت نے عتبی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس جماعت میں شیخ ابو منصور بھی ہیں۔ یہ واقعہ انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں بیان کیا ہے عتبی فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے اور اگر بیشک وہ لوگ جب کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے پس وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لئے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے اس لئے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی پیش کرنے آیا ہوں۔

(ف) اس حکایت مشہور کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے۔ لہٰذا یہ حجت و دلیل ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ کا حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے یعنی بعد از وفات آپ کی قبر مبارک کے پاس طلب شفاعت جائز و ثابت ہے۔ پس یہ خصوصی و امتیازی حیات قبر کی دلیل ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ آیت کا حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد ثابت ہے۔ دیکھئے (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۹) فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۵۱) حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (آب حیات ص ۴۰) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۵۴) حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (فضائل حج ص ۹۱۹، ۹۲۰)

واقعہ مذکورہ کے بعد علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں ''ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرأیت النبی ﷺ فی النوم فقال یا عتبی الحق الاعرابی فبشره ان الله قد غفر له'' یعنی عتبی کہتے ہیں اعرابی چلا گیا اور مجھے نیند آگئی خواب میں مجھے حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عتبی جا کر اعرابی کو خوشخبری سنا دے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت فرما دی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۰)

حدیث نمبر ۳۴: ''عن حاطب قال قال رسول الله ﷺ من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی۔ الحدیث (رواه الدار قطنی وجوّد الذهبی اسناده، وفاءالوفاء ج ۱ ص ۳۹۶، ۳۹۹، از احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۵۲)'' ترجمہ: حضرت حاطب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے

میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو ایسا ہے گویا کہ میری زندگی میں زیارت کی۔

(ف) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مطلب یہ نہیں کہ وہ صحابی ہوگیا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں تو گویا یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ زندگی میں کوئی شخص در دولت پر حاضر ہوا اور مکان سے باہر مل کر آئے۔ (فضائل حج ص ۸۹۷)

حدیث نمبر ۳۵: ''عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی رواہ الدار قطنی والطبرانی فی الکبیر الاوسط وغیرھما ورواہ ابن الجوزی فی مثیر العزم الساکن انی اشرف الاماکن وابن عدی فی کاملہ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۳۹۷) (از احسن الفتاوی ج ۴ ص ۵۵۳) (فضائل حج ص ۸۹۶) بحوالہ طبرانی بیھقی، دار قطنی، مشکوٰۃ والمغنی ابن قدامہ''

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی۔ گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔ بہر حال یہ حدیث حضور اکرم ﷺ کی خصوصی و امتیازی حیات قبر پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۶: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے۔ آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی گنہگار رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول ﷺ اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت جو حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی ''قد غفر لک'' یعنی مغفرت کر دی گئی۔ (بحر محیط) (تفسیر معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰)

(ف) بندہ عاجز کئی بار یہ بات آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہے کہ اس قسم کے واقعات کا قبر میں موجود ہونا خرق عادت نہیں ہے بلکہ اس قسم کے واقعات قبر میں قانون خداوندی کے تحت ہوتے ہیں اور ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور دلائل پہلے گزر چکے ہیں۔ البتہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس قسم کے موجود، واقعات کو بعض لوگوں کے سامنے ظاہر فرماتے ہیں۔ پس ان کا ظہور بے شک خرق عادت ہوتا ہے۔ جس کو عام طور پر کرامت یا معجزہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن علماء حق کا استدلال ان کے وجود سے ہے ظہور سے نہیں ہے۔ اس فرق کو ذہن نشین کر لینے کے بعد آپ کسی دھوکہ باز کے دھوکہ میں نہ آئیں گے کہ میاں یہ تو معجزات اور کرامات ہیں۔ لہٰذا قابل استدلال نہیں ہیں۔ بھائیو! یہ دھوکہ ہے اور خالص دھوکہ، کیونکہ علماء حق کا استدلال معجزات و کرامات سے نہیں بلکہ قانون اور اصول سے ہے۔

حدیث نمبر ۳۷: ''وقد صح عن ابی ایوب الانصاری انہ قال لمن انکر علیہ وضع وجھہ علی القبر انما جئت رسول اللہ ﷺ ولم آت اللبن او الحجر'' ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ بات صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ فرط محبت میں آ کر حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر اپنا منہ رکھ دیا تو کسی شخص نے ان پر نکیر کی آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں اینٹ یا پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں۔ میں تو رسول اللہ ﷺ کے ہاں آیا ہوں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۵۱، مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۵۸۷، مرویات مالک بن حویرث)

(ف) معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی قبر میں پتھر اور اینٹ کی طرح، بے جان، بے حس اور بے شعور نہیں سمجھتے تھے، بلکہ آپ کی خصوصی اور امتیازی حیات قبر کے قائل تھے اور ان کا یہ فرمانا بھی ایک عقیدہ کی طرف اشارہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، یعنی حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں بھی وصف نبوت و وصف رسالت سے حقیقتاً موصوف ہیں حضور اکرم ﷺ کے جو صفات دنیا میں تھے، یعنی علم، شعور، فہم وادراک حیات، نبوت ورسالت، وہ سب کے سب آپ کو قبر میں حاصل ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد زیارۃ ایسی ہے جیسا گویا کہ زندگی میں ہوتی تھی۔ جیسا کہ حدیث پہلے گزر چکی ہے اور یہی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی پیدا ہونے کے بعد سے کبھی بالکل بے شعور نہیں ہوا۔ نہ عالم ارواح میں، نہ عالم دنیا میں، نہ عالم خواب میں اور نہ عالم آخرت میں۔ پس جب اللہ کا نبی کسی عالم میں بھی بے شعور نہیں رہا تو عالم قبر و برزخ میں کیسے بے شعور ہو گیا؟

قبر اقدس میں جو شخصیت مدفون وموجود ہے اس کو رسول اللہ ﷺ بھی کہنا اور ماننا اور پھر اس کو پتھر کی طرح بے حس و بے شعور سمجھنا بہت بری جسارت اور گستاخی ہے۔ بہر حال میرا مشورہ یہ ہے کہ منکرین حیات الانبیاء کو چاہئے کہ یا قبر مبارک میں موجود شخصیت کو رسول اللہ ﷺ کہنا چھوڑ دیں (نعوذ باللہ) یا پھر ان کی حیات طیبہ کے انکار سے توبہ اور رجوع کر لیں۔ کیونکہ ایک شخص کو اللہ کا نبی و رسول کہنا اور پھر اس کی ہر قسم کی حیات کا انکار کر کے اس کو بے شعور اور بے علم کہنا نہایت مکروہ اور نازیبا بات ہے۔ الحمد للہ! علماء حق، علماء اہلسنت والجماعت علماء دیوبند قبر اقدس میں موجود شخصیت کو اللہ تعالیٰ کا حقیقی نبی و رسول بھی سمجھتے ہیں اور وصف علم وشعور اور حیات وادراک سے موصوف بھی سمجھتے ہیں۔ لیکن منکرین حیات نے اب تک اس بارے میں کوئی تفصیل بیان نہیں کی، نہ تحریروں میں، نہ تقریروں میں۔

اگر یہ حضرات واضح کر دیں کہ قبر مبارک میں موجود شخصیت کو ہم وصف نبوت و وصف رسالت سے حقیقتاً موصوف سمجھتے ہیں تو سوال ہوگا کہ جو شخصیت وصف نبوت ورسالت سے حقیقتاً موصوف ہے وہ شخصیت وصف علم وشعور اور وصف حیات سے کیسے محروم ہے؟

ذرا بندہ عاجز کا سوال گوش دل سے سن لو اور ہوش سے جواب دو اور اگر تم قبر میں موجود شخصیت کو وصف نبوت ورسالت سے حقیقتاً موصوف نہیں سمجھتے تو پھر اپنے ایمان کی خیر مناؤ۔ کیونکہ علماء اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ جو شخص وفات کے بعد حضور اکرم ﷺ کو وصف نبوت ورسالت سے حقیقتاً موصوف نہیں سمجھتا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ پس حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا: ''انی جئت رسول اللہ ﷺ'' اس عظیم حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

<u>حدیث نمبر ۳۸</u>: ''عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابابکر، السلام علیک یا ابتاہ'' ترجمہ: حضرت نافع سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب سفر سے واپس آتے تو حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری دیتے اور یوں سلام عرض کرتے السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ، السلام علیک یا ابا بکر رضی اللہ عنہ، السلام علیک یا ابتاہ کہتے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۷۶، مؤطا امام مالک ص ۱۵)

(ف) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ہر سفر کے بعد اور بعض روایات کے مطابق بار بار حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر آنا اور بصیغہ خطاب السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آپ ﷺ کی خصوصی اور امتیازی حیات کے قائل تھے۔ جس طرح کہ سابقہ احادیث وروایات سے ثابت ہو چکا ہے۔ خصوصاً ان کا قبر

اقدس میں مدفون شخصیت کو یارسول اللہ! کہنا حیات قبر کی طرف واضح اشارہ ہے۔ جس طرح کہ حدیث ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ میں تفصیل گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹: ''عن سلیمان بن سحیم قال رأیت النبی ﷺ فی النوم فقلت یا رسول اللہ ﷺ ھولاء الذین یاتونک فیسلمون علیک اتفقہ سلامھم قال نعم وارد علیھم'' ترجمہ: حضرت سلیمان بن سحیم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو نیند میں دیکھا پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ پر سلام پڑھتے ہیں کیا آپ ان کا سلام (سنتے) سمجھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱۸، فضائل حج ص ۹۰۲ بحوالہ سنن سعید ابن منصور کذا فی الاتحاف فضائل درود شریف ص ۴۹)

حدیث نمبر ۴۰: ''قالت عائشۃ فکان آخر کلمۃ تکلم بھا النبی ﷺ قولہ اللھم الرفیق الاعلیٰ متفق علیہ'' ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آخری کلمہ جو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ تھا کہ اے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ عطا فرما۔ (مشکوٰۃ ص ۵۴۸)

(ف) اللھم رفیق الاعلیٰ حضور اکرم ﷺ کی دنیوی زندگی کا آخری کلمہ ہے۔ جو آپ کے منہ مبارک سے نکلا ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے رفیق اعلیٰ یعنی اعلیٰ رفاقت کا سوال کیا یعنی روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے آپ نے اعلیٰ رفاقت طلب کی اور آپ کی دعا آپ کی ذات کے لئے قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس یعنی روح اور جسد عنصری دونوں کو رفیق اعلیٰ عطا فرمائی۔ آپ اپنی قبر مبارک میں موجود و حیات ہوتے ہوئے رفیق اعلیٰ میں ہیں اور اس کی کیا صورت ہے؟ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ وہاں دیکھ لیں۔

حدیث نمبر ۴۱: ''عن عائشۃ قالت فسمعتہ یقول مع الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین فعلمت انہ خیر متفق علیہ'' ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے مرض الوفات کے آخری لمحات میں حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے (اے اللہ) مجھے ان لوگوں کے ساتھ کر دے جن پر تیرا انعام ہوا نبیوں سے صدیقوں سے اور شہداء و صالحین سے۔ پس میں نے جان لیا کہ آپ کو اختیار دیا ہے کہ دنیا و آخرت میں سے جس کو چاہیں پسند فرمائیں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۴۷)

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آخری وقت یہ دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ مجھے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کا ساتھ عطا فرما اور یہ دعا آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے یعنی روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے مانگی۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو یعنی روح اور جسد عنصری کو نبیوں صدیقوں شہداء اور صالحین کا ساتھ عطا فرمایا۔ اگر بالفرض یہ کہا جائے کہ رفیق اعلیٰ اور نبیوں صدیقوں وغیرہ کا ساتھ صرف آپ کی روح کو نصیب ہوا اور آپ کے جسد عنصری کو نصیب نہ ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پیغمبر کی روح اقدس کے لئے تو دعا قبول ہوئی اور جسد کے لئے قبول نہ ہوئی تو یہ قبولیت کی ایک ناقص صورت ہے۔ قبولیت کی کامل صورت یہی ہے کہ آپ کی یہ دعا روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے قبول ہوئی۔ لہٰذا اللہ کا نبی ﷺ روح اور جسد عنصری سمیت رفیق اعلیٰ میں ہے اور نبیوں صدیقوں کے ساتھ ہے جس کی صورت آپ معلوم کر چکے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۲: بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں جس میں حضور اکرم ﷺ نے اپنے ایک خواب کی روئیداد بیان فرمائی ہے جو کہ عذاب قبر کی حدیثوں میں نمبر ۱۸ پر گزر چکی ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو بادل میں ایک مکان دکھایا گیا اور کہا گیا کہ یہ مکان آپ کا ہے جب آپ ﷺ نے اس میں جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ کو کہا گیا کہ ابھی آپ کی (دنیاوی) زندگی کے کچھ ایام باقی ہیں۔ یعنی وفات کے بعد آپ اس مکان میں آ جائیں گے۔ اس مکان کا وعدہ بعد از وفات آپ ﷺ کی ذات اقدس یعنی روح اور جسد عنصری دونوں سے کیا گیا۔ لہٰذا وفات کے بعد یہ مکان آپ کی روح اور آپ کے جسد عنصری دونوں کو مل گیا۔ پس یہ حدیث روح اور جسد عنصری دونوں کی حیات کی دلیل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ مکان آپ ﷺ کی روح اقدس کو ملا اور جسد عنصری کو نہ ملا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ خلافی تصور کی جائے گی۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ لہٰذا جس طرح یہ وعدہ آپ ﷺ کی ذات کے لئے تھا اسی طرح ذات کے لئے پورا ہوا۔ پس وہ مکان آپ ﷺ کے روح اور جسد عنصری دونوں کو مل گیا۔ آپ قبر شریف میں ہوتے ہوئے اس مکان میں بھی تشریف فرما ہیں۔ جس طرح سونے والا عالم خواب میں چارپائی پر سو کر مختلف مقامات کی روح اور جسد سمیت سیر سیاحت کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۳: ''عن انس قال لما ثقل النبی ﷺ جعل یتغشاہ الکرب فقالت فاطمة واکرب اباہ فقال لیس علی ابیک کرب بعد الموت الحدیث'' ترجمہ: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ جب (مرض وفات) میں آپ ﷺ بوجھل ہو گئے اور مرض کی شدت کی وجہ سے آپ پر بار بار بے ہوشی طاری ہونے لگی تو حضرت بی بی فاطمہ ؓ (بے تاب ہو کر) کہنے لگیں ہائے میرے ابا جان کو کیسی تکلیف نے گھیرا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے (یہ سنا تو) ان کو مخاطب کر کے فرمایا آج کے دن کے بعد پھر تمہارے بابا جان کو کوئی سختی نہیں گھیرے گی۔ (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۵۴۷)

(ف) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس تکلیف کے بعد اور کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ بلکہ بقول صاحب مظاہر حق، پھر سکون ہی سکون ہوگا۔ پس موت کے بعد یہ مسلسل سکون آپ کی حیات قبر کی دلیل ہے، واضح رہے کہ آپ نے بی بی فاطمہ ؓ کو فرمایا تیرے ابا جان پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہ ہوگی بلکہ سکون ہی سکون نصیب ہوگا۔ یعنی بی بی فاطمہ ؓ کے ابا جان کے لئے سکون ہے اور ابا جان روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۴: ''ان عائشة اخبرته ان ابابکر اقبل علی فرس من مسکنه بالسنح حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشة فتیمم رسول اللہ ﷺ وھو مغشی بثوب حبرة فکشف عن وجھه ثم اکب علیه فقبله وبکی ثم قال بابی وامی واللہ لا یجمع علیک موتتین الحدیث''

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اپنے سنح والے گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ حتی کہ گھوڑے سے اترے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور کسی سے کلام نہ کی حتی کہ بی بی عائشہ ؓ کے حجرہ میں داخل ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کا ارادہ کیا (جب کہ آپ کی وفات ہو چکی تھی) حالانکہ ایک یمنی چادر کے ذریعہ آپ کو ڈھانپ دیا گیا تھا۔ پس آپ کے رخ انور سے چادر ہٹائی اور آپ پر جھک گئے اور آپ کو بوسہ دیا اور روئے۔ پھر کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کریں گے۔ یعنی اس موت کے بعد آپ کو کسی اور موت نے نہیں آنا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۰۷)

(ف) قارئین کرام! سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مراد ظاہر اور واضح ہے کہ اس موت کے بعد حضور اکرم ﷺ پر اور کوئی موت نہیں آنی اور اس پر سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو موت کے بعد ایک خاص قسم کی حیات دی جاتی ہے حتی کہ جن کو منکرین حیات الانبیاء کہا جاتا ہے وہ بھی حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے ایک قسم کی حیات کے قائل ہیں بلکہ موت کے بعد یہ لوگ جس حیات کے قائل ہیں۔ اس کے متعلق ان لوگوں کے القاب ملاحظہ فرمایئے: اعلیٰ، ازکیٰ، اجلیٰ، اقویٰ، اضحیٰ، اسنیٰ، احلیٰ، اشہیٰ، اھطلیٰ انفع، ارفع، ادقع، افضل، اکمل، اجل، ادوم، اقوم، اتم۔ لیکن اس کے باوجود ان کو منکرین حیات اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ آپ ﷺ کے روح مبارک کے لئے بجائے جسد عنصری دنیوی کے ایک دوسرا جسد مثالی کافوری، نورانی، عطائی موہوبہ تجویز کرتے ہیں اور اسی کے ذریعہ آپ کی حیات مانتے ہیں۔ پس جسد عنصری دنیاوی اور حقیقی کی حیات کے انکار کی وجہ سے ان کو منکر حیات کہا جاتا ہے۔

ان کے برعکس علماء اہلسنت والجماعت روح مبارک کا جسد عنصری دنیاوی سے تعلق مانتے ہیں۔ جس کی حقیقت و کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے حیات الانبیاء کے قائل ہیں۔ بہرحال موت کے بعد زندگی ایک مسلمہ حقیقت ہے اور ایک اتفاقی عقیدہ ہے۔ جس کا کسی نے آج تک انکار نہیں کیا۔ البتہ صورت حیات ضرور مختلف فیہ ہے۔ اہلسنت والجماعت جس صورت کو مانتے ہیں وہ صحیح اور معقول صورت ہے اور وہی صورت قرآن وحدیث اور اجماع امت اور سلف صالحین سے ثابت ہے اور بقیہ صورتیں جعلی اور بناوٹی یعنی مثالی ہیں۔ پس منکرین حیات کے نزدیک حیات الانبیاء کی جو صورت ہے اس پر اس دنیاوی موت کے علاوہ ایک اور موت نے بھی ضرور طاری ہونا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک بعد از وفات جسد مثالی کافوری، نورانی عطائی میں داخل کر دی گئی اور آپ کی روح اقدس اس دوسرے جسد کے ساتھ جنت میں ہیں اور بروز قیامت اس مثالی جسد سے روح مبارک کو نکال کر جسد عنصری دنیاوی میں لوٹائی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ روح مبارک کو جسد سے نکالنے کا نام موت ہے۔

پس ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق حضور اکرم ﷺ کو جنت میں بھی موت آئے گی۔ جب کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق آپ ﷺ پر کسی قسم کی موت نے نہیں آنا۔ بلکہ قبر میں آپ کی حیات مستمرہ ہے جس پر موت نے طاری نہیں ہونا۔ عالم قبر میں آپ کی روح مبارک کا جسد عنصری سے جو تعلق ہے وہ "ولکن لا تشعرون" کے تحت ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسی تعلق کو اتنا قوی فرما دیں گے کہ آپ کی حیات قیامت کے دن ہر ایک کے شعور میں آجائے گی۔ پس عالم قبر و برزخ میں جس صورت حیات کے علماء اہلسنت والجماعت قائل ہیں۔ اس پر موت طاری نہیں ہوتی اور جس صورت حیات کے یہ منکرین قائل ہیں۔ اس پر موت کا طریان ضروری ہے۔ پس سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صرف مسلک اہل حق علماء اہلسنت والجماعت دیو بند کی تائید ہی نہیں ہوتی بلکہ مسلک منکرین حیات کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے معلوم کر لیا کہ چوالیس احادیث و روایات سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیازی اور خصوصی حیات قبر ثابت ہے۔ واضح رہے کہ یہ تعداد بندہ عاجز ہیچمدان کے ناقص مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ اگر ماہرین علماء حیات الانبیاء کی احادیث و روایات کا تتبع کریں تو امید قوی ہے کہ حیات الانبیاء کے دلائل کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن بندہ عاجز انہیں پر اکتفاء کرتا ہے "وفیہ الکفایۃ" اب بندہ عاجز آپ کی خدمت میں چند توضیحات پیش کرتا ہے۔ جن سے عقیدہ حیات الانبیاء کے متعلق ذہن میں پیدا ہونے والے تمام شبہات اور اشکالات کا ان شاء اللہ صفایا ہو جائے گا۔

حیات و سماع انبیاء کی احادیث درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں، ان پر جرح کی ضرورت نہیں

توضیحات

توضیح اوّل: عقیدہ حیات الانبیاء کی احادیث درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ جن پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور اس عقیدہ کا انکار ضرورت دین کا انکار ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حیات النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتواترت بالاخبار الدالۃ علی ذالک وقد الف الامام البیھقی جزأ فی حیات الانبیاء فی قبورھم'' ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کی حیات فی القبر اور اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ہمارے ہاں علم قطعی یقینی سے معلوم ہے۔ اس لئے کہ ہمارے پاس اس پر دلائل قائم ہیں اور عقیدہ حیات الانبیاء پر دلالت کرنے والی روایات درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں حیات الانبیاء کو ثابت کیا ہے۔

(انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء ص ۱)

اسی طرح قبر میں میت کی حیات اور جزا و سزا کا ادراک و شعور بھی احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: انسان را بعد موت ادراک باقی میماند برایں معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دراند اما در شرع شریف پس عذاب و تنعیم القبر بتواتر ثابت است وتفصیل آں دفتر طویل میخواہد در کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی است و دیگر کتب حدیث باید دید و در کتب کلامیہ اثبات عذاب قبر میمانید حتی کہ بعض اہل کلام منکر آنرا کافر میدانند وعذاب تنعیم بغیر ادراک وشعور نمے تواند شد و نیز در احادیث صحیحہ مشہورہ درباب زیارۃ قبور وسلام بر موتی وہمکلامی بانہا کہ ''انتم سلفنا ونحن بالاثر وانا انا شاء اللہ بکم لاحقون'' ثابت است بالجملہ انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن اوشبہ نیست۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۸۸)

ترجمہ: مرنے کے بعد انسان کا ادراک باقی رہتا ہے اور اس پر شرع شریف اور فلسفیہ کا اجماع ہے لیکن شرع شریف میں اس لئے کہ عذاب و تنعیم قبر تواتر سے ثابت ہے اور اس کی تفصیل کے لئے دفتر درکار ہے امام جلال الدین سیوطی کی کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور اور حدیث کی دیگر کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ عقائد کی کتابوں میں علماء نے عذاب قبر کا اثبات کیا ہے۔ حتی کہ بعض علماء علم کلام نے عذاب قبر کے منکر کو کافر کہا ہے قبر کی جزا و سزا اور ثواب و عقاب بغیر ادراک و شعور کے نہیں ہوسکتی اور نیز احادیث صحیحہ مشہورہ سے مردوں پر سلام کرنا ان کے ساتھ انتم سلفنا الخ کے ذریعہ ہمکلامی کرنا ثابت ہے۔ قصہ مختصر اموات کے ادراک و شعور کا انکار اگر کفر نہ ہوگا اس کے الحاد (بے دینی) ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے۔

بہرحال علماء حق علماء اہلسنت والجماعت کے نزدیک عقیدہ حیات الانبیاء اور عقیدہ حیات قبر یعنی قبر کی جزا و سزا کا عقیدہ احادیث متواترہ سے ثابت ہیں اور ضروریات دین سے ہیں۔ ان عقائد کا انکار کرنا کفر یا پھر کم از کم الحاد ہے اور اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ درجہ تواتر کو پہنچنے والی احادیث خود بخود مستقل حجت ہیں۔ احادیث متواترہ کے بعض رواۃ پر جرح کرنا، کلام کرنا، خود غلط اقدام ہے، احادیث متواترہ کے راویوں پر بحث کرنے کی کوئی

ضرورت نہیں ہے۔ اگر حیات الانبیاء اور عذاب قبر کے متعلق حدیثوں پر جرح وقدح درست ہے تو دین اسلام کے بقیہ متواترات میں بھی جرح وقدح درست ہوگی۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اگر ایسا کیا جائے تو شاید کوئی راوی جرح وقدح سے محفوظ نہ رہ سکے گا اور تمام متواترات جرح وقدح کی زد میں آ کر مشکوک ہو جائیں گی۔ لیکن اصول یہ ہے کہ متواترات کی حجیت میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لہٰذا متواترات میں رجال کی بحث کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ بلکہ تضیع اوقات ہے اور یہ بات بھی واضح رہے کہ عذاب قبر اور حیات الانبیاء کی اکثر حدیثیں تو صحاح ستہ کی ہیں اور بعض جو دوسری حدیث کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں تو محدثین نے ان کو صحیح، حسن اور جید کہا ہے۔

اس کے باوجود اگر چند ایک روایتیں ایسی بھی آ گئی ہیں جن کے بعض راویوں پر جرح کی گئی ہے تو بعض ضعیف روایتوں کی وجہ سے صحیح روایتوں پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ بلکہ صحیح روایتوں کی وجہ سے ضعیف روایتوں میں قوت پیدا ہوگی۔ کیونکہ جو بات ان ضعیف روایتوں میں کہی گئی ہے وہ بات احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا ان کی تصدیق ہو جائے گی۔ نیز احادیث صحیحہ کی تائید میں ضعیف روایات کو پیش کرنا ہمیشہ سے محدثین اور فقہاء کا طریقہ رہا ہے۔ لہٰذا چند احادیث ضعیفہ کی وجہ سے احادیث صحیحہ بلکہ مشہورہ ومتواترہ کو رد کرنا ایک غیر علمی اور ناپسندیدہ اقدام ہے۔ کما لایخفیٰ علی اهل العلم و الفضل! پس علماء اصول کے ہاں احادیث متواترہ حجت ہیں۔ اس کے رواۃ کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر رواۃ پر بحث کرنی ہے تو پہلے اس کے تواتر کا انکار کرو، پھر رواۃ پر بحث کرو۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع کی احادیث کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے

توضیح دوم: علماء اصول کے ہاں یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ حدیث کی سند اگرچہ ضعیف اور کمزور ہو لیکن اگر اس کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے تو وہ حدیث تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح ہو جاتی ہے۔ تلقی بالقبول کا مطلب یہ ہے کہ علماء اسلام اس حدیث کے مضمون کو قبول اور تسلیم کر لیں۔ اس کے مطابق عقیدہ رکھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ بہرحال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تلقی بالقبول کی وجہ سے حدیث درجہ صحت حاصل کر لیتی ہے۔ اگرچہ اس کی سند میں کوئی ضعیف راوی موجود کیوں نہ ہو۔

چنانچہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "مدار التصحیح و التضعیف للحدیث لیس علی الاسناد فقط" (تدریب الراوی ص ۱۸، ۱۹)

"المجتهد اذا استدل بحدیث کان ذالک تصحیحاً له منه کذا فی التحریر (لابن الهمام)" وغیرہ (شامی ج ۴ ص ۵۷) "قال ابو الحسن الحضار فی تقریب المدارک علی مؤطا امام مالک قد یعلم الفقیه صحة الحدیث اذا لم یکن فی سنده کذاب بموافقة آیته من کتاب الله او بعض اصول الشریعة فیحمله ذالک علی قبوله و العمل به۔ کذا فی تدریب الراوی (ص ۱۶) وقال المحقق ابن الهمام فی الفتح اذا تائید الضعیف بما یدل علی صحبة من القرائن کائن صحیحاً (ج ۱ ص ۲۸۳) و قدیحکم للحدیث بالصحة اذا تلقأه الناس بالقبول و ان لم یکن له اسناد صحیح قال ابن عبدالبر فی الاستذکار لما حکی عن الترمذی ان البخاری صحیح حدیث البحر هو الطهور ماءه و اهل الحدیث لا یصححون مثل اسناده لکن الحدیث صحیح عندی لان العلماء تلقوا بالقبول۔ (من تدریب الراوی ص ۱۵) و القبول یکون تارة بالمقبول و تارة

بالعمل علیہ قال المحقق فی الفتح و قول الترمذی العمل علیہ عند اهل العلم یقتضی قوة الصله و ان ضعف خصوص هذا الطریق (ج ا ص ۱۸۸) و قال السیوطی فی التعقیبات الحدیث (ای حدیث ابن عباس من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من الکبائر) اخرجه الترمذی و قال حسن ضعفه احمد و غیره و العمل علیہ عند اهل العلم فاشار بذالک الی ان الحدیث اعتصد بقبول اهل العلم و قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به و ان لم یکن له اسناد یعتمد علی مثله (ص ۱۲، اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۳۹۱، ۳۹۲)'' ترجمہ: حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا دارومدار صرف اور صرف اسناد پر نہیں ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۸، ۱۹) بلکہ مجتہد جب کسی حدیث سے حجت پکڑے تو یہ اس کی طرف سے حدیث کی تصحیح ہے۔ (اگرچہ سند کے لحاظ سے وہ ضعیف کیوں نہ ہو) اسی طرح امام ابن ہمام کی تحریر الاصول وغیرہ میں ہے۔ (شامی ج ۶، ص ۵۷) ابوالحسن الحضار، تقریب المدارک علی موطا امام مالک میں فرماتے ہیں کہ کبھی فقیہ حدیث کی صحت کو کتاب اللہ کی کسی آیت کی موافقت کی وجہ سے یا بعض اصول شریعت کی موافقت کی وجہ سے معلوم کر لیتا ہے (اگرچہ سند کے لحاظ سے صحیح نہ ہو) بلکہ ضعیف ہو، بشرطیکہ اس کی سند میں کوئی جھوٹا راوی نہ ہو۔ پس فقیہ کا ایسی حدیث کو قبول کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا اسی پر محمول ہے۔ یعنی کتاب اللہ اور اصول شریعت کی موافقت کی وجہ سے فقیہ ایک ضعیف حدیث کو صحیح سمجھتا ہے اور اس کو قبول بھی کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ کیونکہ اب ضعیف کا ضعف بوجہ موافقت کتاب اللہ واصول شریعت اٹھ چکا ہے۔ (کذا فی تدریب الراوی ص ۱۶)

محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں فرمایا ہے جب کسی ضعیف کو ایسے قرائن کی تائید حاصل ہو جائے جو اس کی صحت پر دلالت کریں تو وہ حدیث صحیح سمجھی جاتی ہے۔ (ج ا ص ۲۸۳) اور کبھی حدیث کو صحیح مانا جاتا ہے۔ جب کہ اس کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے۔ اگرچہ اس کی اسناد صحیح نہ ہوں۔ ابن عبدالبر نے الاستذکار میں کہا ہے اس لئے کہ امام ترمذی سے منقول ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث البحر هو الطهور ماؤه یعنی سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے کی تصحیح کی ہے۔ حالانکہ محدثین ایسے اسناد کو صحیح نہیں کہتے۔ لیکن یہ حدیث میرے نزدیک اس لئے صحیح ہے کہ علماء نے اس کو قبول کر لیا ہے۔ یعنی اس کو تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح کہا گیا ہے ورنہ سند صحیح نہیں ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۵) اور قبول کرنا کبھی قول سے ہوتا ہے اور کبھی اس پر عمل کرنے سے ہوتا ہے یعنی تلقی بالقبول دو طرح ہوتی ہے، کبھی تو قول سے ہوتی ہے یعنی جو کچھ ضعیف حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ علماء اسی طرح عقیدہ رکھیں اور لوگوں میں بیان کریں اور کبھی عمل سے ہوتی ہے۔ یعنی جو کچھ ضعیف حدیث میں علماء اس کے مطابق عمل شروع کر دیں۔

بہر حال تلقی بالقبول خواہ قول سے ہو، خواہ عمل سے ہو دونوں سے ضعیف حدیث کا ضعف اٹھ جاتا ہے اور صحیح بن جاتی ہے اور قابل حجت محقق نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ امام ترمذی کا یہ کہنا کہ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ مضمون حدیث کی قوت کا تقاضا کرتا ہے۔ اگرچہ خاص کر اس کی یہ سند ضعیف بھی ہے۔ یعنی امام ترمذی جب یہ کہتا ہے کہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے تو اشارہ کرتا ہے کہ اہل علم کے عمل اور قبول کرنے سے ضعیف حدیث کا ضعف اٹھ گیا ہے اور اس میں قوت آ گئی ہے۔ (ج ا ص ۱۸۸) اور امام سیوطی التعقیبات میں فرماتے ہیں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما جس شخص نے بلا عذر دو نمازوں کو جمع کیا وہ کبیرہ گناہ کے دروازہ سے آیا۔ ترمذی نے اس کی تخریج کی ہے اور اس کا ایک راوی حسین ہے۔ جس کو امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور العمل علیہ، عند اهل العلم، کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ اہل

علم کی قبولیت کی وجہ سے اس ضعیف حدیث میں قوت اور طاقت پیدا ہوگئی۔ یعنی قابل احتجاج بن گئی ہے اور بہت سے اہل علم نے یہ بات بالتصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کا کسی حدیث کو قبول کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ اگر چہ اس کی سند نا قابل اعتماد کیوں نہ ہو۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں: ''الحدیث الضعیف اذ تائید باقوال الصحابة او قول اکثر اهل العلم فهو مقبول محتج به'' (اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۳۹۲)

یعنی ضعیف حدیث اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اہل علم کی اکثریت کے قول کی وجہ سے مقبول اور قابل احتجاج بن جاتی ہے۔

حجاز مقدس کے مشہور عالم الشیخ اسماعیل بن محمد الانصاری اپنے رسالہ، تصحیح حدیث صلوٰۃ التراویح عشرین رکعۃ میں مندرجہ بالا حوالجات نقل کر کے فرماتے ہیں: ''وقال الصنعانی فی توضیح الافکار قال الحافظ یعنی ابن حجر من جملة صفات القبول التی لم یتعرض لها شیخنا یرید زین الدین فی منظومة و شرحها ان یتفق العلماء علی العمل بمدلول حیث فانه یقبل حتی یجب العمل به وقد صرح بذالک جماعة من ائمة الاصول'' ترجمہ: صنعانی توضیح الافکار میں فرماتے ہیں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث کی قبولیت کے صفات میں سے ایک یہ بھی ہے جس کو ہمارے شیخ زین الدین نے اپنی منظومہ اور اس کی شرح میں بیان نہیں کیا کہ حدیث کے مفہوم و معنی پر علماء بالاتفاق عمل پیرا ہو جائیں۔ پس وہ حدیث مقبول ہو جاتی ہے۔ حتی کہ اس پر عمل واجب ہو جاتا ہے اور اس کی ائمہ اصول کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے تصحیح حدیث صلوٰۃ التراویح عشرین رکعت (ص ۱۲) شیخ مذکور نے اس کی چند مثالیں پیش کی ہیں۔

مثال ۱: ''اذا غیر طعم الماء وریحه ولونه ای بالنجس صار نجسا'' یعنی جب پانی نجاست کی وجہ سے متغیر ہو جائے یعنی اس کا ذائقہ، بو اور رنگ تبدیل ہو جائے تو وہ نجس ہو جاتا ہے۔

مثال ۲: ''لا وصیة لوارث'' یعنی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔

مثال ۳: ''هو الطهور ماءه'' یعنی سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے۔

مذکورہ بالا تینوں حدیثیں سند کے لحاظ سے ضعیف اور نا قابل احتجاج ہیں۔ لیکن ان کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے جس کی وجہ سے یہ احادیث صحیح اور حجت ہیں اور قابل احتجاج بھی ہیں اور قابل عمل بھی۔

مثال ۴: اسی طرح شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ حدیث صلوٰۃ التراویح عشرین رکعت کی سند میں اگر چہ کلام ہے لیکن اس کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے۔ یعنی پوری امت نے اس کو قبول کیا ہے اور اس پر عمل کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح اور حجت ہے اور اس پر عمل واجب ہے۔ (کتاب مذکورہ ص ۱۲)

مثال ۵: شیخ موصوف نے یہ مثال بھی بیان کی ہے ''اذا اختلف المتبایعان فی الثمن والسلعة قائمة تحالفا وترادا البیع'' یعنی جب بائع اور مشتری کا ثمن میں اختلاف ہو جائے اور سامان موجود ہو تو دونوں قسمیں اٹھائیں اور بیع کو رد کر دیں۔

مثال ۶: شیخ موصوف نے یہ مثال بھی بیان کی الدیة علی العاقلة یعنی دیت عاقلہ پر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا چھ حدیثیں سند کے لحاظ سے کمزور ہیں لیکن علماء امت نے ان کو قبول کیا اور تسلیم کیا ہے اور اس کے معنی پر عمل

کیا ہے جس کی وجہ سے ان کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہوا ہے۔ لہٰذا یہ حدیثیں صحیح اور حجت ہیں ان کے سندات کو دیکھنے کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مثال ۷: اسی طرح احلت لنا میتتان والی حدیث سنداً مجروح اور ضعیف ہے۔ لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح اور قابل احتجاج ہے۔ دیکھئے (تفسیر ابن کثیر ج ۱) پس ثابت ہوا کہ اہل اصول کے نزدیک تلقی بالقبول کی وجہ سے ضعیف حدیثیں صحیح قرار پائی ہیں۔ لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کی مخصوص حیات وسماع پر دلالت کرنے والی احادیث صحیحہ میں سے اگر کسی کی سند میں ضعیف راوی موجود بھی ہے تو پھر بھی وہ حدیث صحیح اور حجت ہے۔ کیونکہ ان حدیثوں کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے۔ لہٰذا اب ان کی سندات پر بحث کر کے ان کو نا قابل احتجاج بنانا ایک نکمی بات اور وقت کا ضیاع ہے۔ قبول عامہ کی وجہ سے وہ حدیثیں درجہ صحت حاصل کر چکی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ انبیاء کی حیات وسماع کی تمام حدیثیں صحیح اور قابل حجت ہیں۔

حیات وسماع انبیاء کرام کی احادیث کے کسی ایک آدھ راوی کو ضعیف کہنے سے اصل عقیدہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا

توضیح سوم: انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات مخصوصہ اور سماع پر دلالت کرنے والی حدیثیں الحمد للہ صحیح ہیں۔ لیکن بر سبیل تنزل بالفرض والمحال اگر ان سب حدیثوں کے راویوں پر جرح کر کے سب کو ضعیف بھی قرار دے دیا جائے تو پھر بھی یہ حدیثیں نا قابل احتجاج نہیں ہوں گی۔ کیونکہ علماء اہل اصول کے نزدیک اگر ایک مضمون کی چند حدیثیں مل جائیں تو وہ درجہ حسن کو پہنچ کر قوت حاصل کر لیتی ہیں اور قابل احتجاج بن جاتی ہیں۔ جب کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات مخصوصہ اور سماع پر دلالت کرنے والی روایات کی تعداد چالیس سے بھی زیادہ ہے اور حیات قبر پر دلالت کرنے والی آیات اور احادیث کے علاوہ ہیں۔ بہر حال حیات وسماع کی روایات حجت اور مقبول ہیں ان کے راویوں پر جرح ونقد کرنے سے اصل مسئلہ عقیدہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

توضیح چہارم: آپ نے معلوم کر لیا کہ علماء اہلسنت والجماعت کے عقائد کا ایک ایک جز کتاب وسنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ مثلاً علماء اہلسنت والجماعت فرماتے ہیں کہ میت کو قبر میں عذاب یعنی جزا وسزا ہوتی ہے اور یہی عقیدہ ہلفظہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے ''المیت یعذب فی قبرہ'' اور یہ حدیث صحیح ہے اگر بالفرض اس حدیث کے راویوں پر جرح وقدح کر کے اس کو ضعیف بھی بنا دیا جائے تو بہر حال عقیدہ کا وجود اور اس کے الفاظ تو حدیث کی کتابوں میں موجود رہیں گے۔ لیکن اس کے برعکس منکرین عذاب قبر کا یہ عقیدہ کہ میت کو قبر میں عذاب نہیں ہوتا تو کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں بلکہ موضوع روایت سے بھی ثابت نہیں ہے۔ اس عقیدہ کا وجود ہی نہیں۔ اس کے الفاظ تک حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتے۔ یعنی ''المیت لا یعذب فی قبرہ'' کا جملہ تو کسی کتاب میں بھی نہیں ہے۔ خواہ سند کیسی ہو اور راوی جیسے ہوں۔ اسی طرح اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ عالم قبر وبرزخ کی جزا وسزا میں جسد عنصری روح کا شریک ہوتا ہے۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''صلی اللہ علیک وعلی جسدک کنت تعمرینہ'' یعنی: اے

روح تجھ پر اللہ کی رحمتیں اور تیرے دنیا والے جسد پر بھی اللہ کی رحمتیں۔ لیکن اس کے برعکس منکرین عذاب قبر کا یہ عقیدہ کہ قبر و برزخ کی جزا و سزا میں جسد عنصری شامل نہیں ہوتا تو کسی حدیث کی کتاب میں اس کا وجود نہیں ہے اور ''صلی اللہ علیک و لا صلی اللہ علی جسدک العنصری'' کے الفاظ تو کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہیں، خواہ سند کیسی ہو اور راوی جیسے ہوں۔ اسی طرح اہلسنت والجماعت کا عقیدہ اعادہ روح تو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ حدیث کی کتابوں میں ''تعاد روحہ فی جسدہ'' اور ''ثم تصیر الی القبر او الی الارض'' کے الفاظ تو حدیثوں میں موجود ہیں۔ لیکن منکرین عذاب قبر کا یہ عقیدہ کہ قبر میں روح کا اعادہ نہیں ہوتا تو یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ خواہ سند کیسی ہو اور راوی جیسے ہوں۔ ''لا تعاد روحہ فی جسدہ'' اور ''ثم لا تصیر الی الارض و القبر'' کے الفاظ کا تو حدیث کی کتابوں میں وجود تک نہیں ہے۔ اسی طرح علماء اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ کہ ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور اس عقیدہ کے تمام الفاظ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ لیکن اس کے برعکس منکرین حیات کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں اور نہ ہی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

اس عقیدہ کا کوئی ایک لفظ یعنی ''الانبیاء لیسو باحیاء فی قبورھم و لا یصلون'' تو حدیث کی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ خواہ سند کیسی ہو اور راوی جیسے ہوں۔ اسی طرح علماء اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جو شخص حضور اکرم ﷺ کی قبر اطہر کے پاس درود و سلام پڑھتا ہے تو آپ اس کے درود و سلام کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ یہ عقیدہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور اس عقیدہ کے الفاظ حدیث کی کتابوں میں ملتے ہیں ''من صلی علیَ عند قبری سمعتہ'' اور ''مامن احد یسلم علیَ حتی ارد علیہ السلام'' وغیرہ کے تمام الفاظ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ لیکن اس کے برعکس منکرین حیات و سماع کا یہ عقیدہ کہ آپ ﷺ عند القبر الشریف سلام کو نہیں سنتے اور نہ ہی جواب دیتے ہیں۔ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا ''ما سمعتہ یا لا ارد علیہ'' یعنی نہ میں سلام سنتا ہوں اور نہ ہی جواب دیتا ہوں۔ اس عقیدہ کا اور اس کے الفاظ کا حدیث کی کسی کتاب میں وجود تک نہیں ہے۔ خواہ سند کیسی ہو اور راوی جیسے ہوں۔

بندہ عاجز اپنے ان کرم فرماؤں کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ اپنا مذکورہ بالا عقیدہ اور عقیدہ کا ایک ایک لفظ قرآن سے ثابت کرو۔ اگر قرآن سے ثابت نہیں ہے تو حدیث صحیحہ سے ثابت کرو۔ اگر صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے تو ضعیف حدیث سے ثابت کرو۔ اگر ضعیف حدیث سے ثابت نہیں تو موضوع اور من گھڑت روایت سے ثابت کرو بے سند حدیث سے ثابت کرو۔ حدیث کی کسی کتاب سے ثابت کرو۔ ایسی حدیث سے کرو جس کے تمام راوی وضّاع، کذاب، دجال، جھوٹے اور رافضی خبیث ہوں۔ بہر حال جہاں سے ثابت کر سکتے ہو کرو خواہ سند کیسی ہو خواہ راوی جیسے ہوں یا خود نہ ہوں۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ تمہارا یہ عقیدہ اتنا بے بنیاد ہے کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس کا وجود نہیں ہے اور نہ ہی علماء اسلام اس عقیدہ سے متعارف ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ عقیدہ چودھویں صدی کے اواخر اور پندرھویں صدی کے اوائل کی پیداوار ہے اور اس دور کی بدترین بدعت ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر ہمارے کرم فرما بضد ہیں کہ نہیں جی ہمارا یہ عقیدہ تو قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو ان کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ ذرا حوصلے سے یہ بتادیں تمہارے اس عقیدہ کو اسلام کے کسی عالم نے قرآن وحدیث سے سمجھا ہے اور سمجھ کر اپنی کسی کتاب میں نقل کیا ہے۔

اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں کسی ایک عالم دین کا نام بتادو جس نے تمہارا یہ عقیدہ قرآن وحدیث سے نقل کیا ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ ایک عقیدہ اتنا عرصہ دراز تک پردہ اخفاء میں رہے کسی عالم کے فہم کی رسائی اس تک نہ ہوسکے بلکہ ہر دور کے علماء اس کے خلاف عقیدہ رکھتے چلے آئے اور اچانک چودہ سوسال کے بعد اس کا انکشاف ہو۔ پس جس طرح یہ ناممکن ہے اسی طرح تمہارے عقیدہ کا اثبات بھی قرآن وحدیث سے ناممکن ہے ورنہ ہر گمراہ آدمی یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ میرا عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اگرچہ ہزاروں سال گزر جانے کے بعد کسی ایک عالم دین نے اس کو نقل نہیں کیا۔ بہرحال قرآن وحدیث سے ثابت شدہ عقائد ومسائل کو علماء اسلام نے باقاعدہ نقل کیا ہے اور وہ علماء امت کی کتابوں میں موجود اور محفوظ چلے آتے ہیں۔ پس کسی عقیدہ کا اتنے عرصہ تک محفوظ اور موجود نہ ہونا اس کے بے بنیاد ہونے کی دلیل ہے۔ جب کہ قرآن وحدیث میں اس کا خلاف موجود ہے اور علماء اسلام کی کتابوں میں اس کے خلاف کی نقل موجود اور محفوظ ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔

قارئین کرام! انصاف فرمائیں کہ جن لوگوں کا عقیدہ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے نہ ہی اس کو کسی عالم دین نے نقل کیا ہے اور نہ ہی اسلام کی کسی کتاب میں موجود محفوظ ہے ایسا بے بنیاد اور بے اصل عقیدہ رکھنے والے لوگ علماء حق علماء اہلسنت والجماعت کو کوستے ہیں کہ تمہارا عقیدہ حیات وسماع ضعیف حدیثوں سے ثابت ہے۔ بھیّا کہیں سے ثابت تو ہے لیکن تمہارا عقیدہ تو کہیں سے ثابت ہی نہیں۔ اگر ہمت ہے تو اپنا خود ساختہ عقیدہ اسلام کی کسی کتاب سے ثابت کردو اور منہ مانگا انعام حاصل کرو۔ جس کی صورت یہ ہے کہ پہلے اپنا عقیدہ کسی کاغذ وغیرہ پر لکھ دو پھر اس کی عربی عبارت قرآن وحدیث یا اسلام کی کسی کتاب سے نکال کر دکھادو۔ چشم ماروشن دل ماشاد!

لیکن اپنے عقیدہ کو لکھ کر قرآن وحدیث اور اسلامی کتاب سے ثابت کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔

حیات الانبیاء کا عقیدہ بریلویوں کے عقائد مخصوصہ میں سے نہیں ہے (توضیح پنجم)

بعض لوگ عقیدہ حیات وسماع کو بریلویوں کا مخصوص عقیدہ سمجھتے ہیں اور حیات وسماع کے دلائل سن کر کہتے ہیں کہ میاں پھر تو بریلوی سچے ہیں۔ حالانکہ حیات وسماع کا عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں آج تک کسی نے اختلاف نہیں کیا اور نہ ہی حیات وسماع کے دلائل سے بریلویوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر دور کے علماء اسلام انبیاء کرام کی حیات وسماع کے قائل چلے آرہے ہیں۔

بریلوی حضرات کا اختلاف تو علماء اہلسنت والجماعت سے مسئلہ بشریت النبی ﷺ، علم غیب، مسئلہ حاضر وناظر، مسئلہ مختار کل، ندائے غیر اللہ وغیرہ عقائد میں ہے یا پھر بدعات میں اختلاف ہے۔ بریلوی حضرات غیر اللہ کو عالم الغیب، مختار کل اور ہر جگہ حاضر وناظر سمجھتے ہیں اور ان کو نزدیک ودور سے پکارتے ہیں اور متصرف فی الامور سمجھتے ہیں اور علماء اہلسنت والجماعت فرماتے ہیں کہ یہ سب صفات اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں وحدہ لاشریک لہ ہیں۔ ان صفات میں اس کا کوئی شریک وساجھی نہیں ہے۔

''الحی الذی لا یموت'' اسی طرح ''السمیع لکل شیٔ'' باری تعالیٰ کے صفات ہیں اور باری تعالیٰ ان صفات میں بھی وحدہ لاشریک لہ ہیں۔ جن انسان وغیرہ مخلوقات موت سے پہلے الحی تو ہیں لیکن صفت حیات میں

اللہ تعالیٰ کے قطعاً شریک نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ الحی لا یموت ہے اور بقیہ زندہ مخلوق باوجود زندہ ہونے کا موت کا محل وقوع ہیں۔ اسی طرح علماء اہلسنت والجماعت عالم قبر و برزخ میں الحیات بعدالوفات کے قائل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حیات تو ازلی و ابدی ہے وہاں حیات بعدالوفات کا تصور بھی نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ عالم آخرت میں ہر شخص کو حیات ابدی حاصل ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی صفت حیات میں شریک نہ ہوں گے۔ کیونکہ ان لوگوں کی حیات بعدالوفات ہے اور اللہ تعالیٰ مخلوقات کی ایسی حیات سے پاک اور منزہ ہے جو بعدالوفات ہو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی صفت سماعت میں وحدہ لاشریک لہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت سمع لامحدود ہے اور زندہ لوگوں کا سننا محدود ہے اور آلات و اسباب کا محتاج ہے۔ پس قبل از موت جو لوگ سنتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماع میں شریک نہیں ہیں۔ اسی طرح بعد از وفات عندالقبر جو لوگ سنتے ہیں وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت سماع میں قطعاً شریک نہیں ہیں۔ ہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرح الحیّ لا یموت سمجھنا اور ان کو موت کا محل وقوع ہی نہ سمجھنا اور نزدیک و دور سے ان کا سننا ثابت کرنا اور ان کو متصرف فی الامور سمجھنا بیشک شرک جلی ہے جس سے علماء اہلسنت والجماعت بالکل بری الذمہ ہیں۔

وہ تو انبیاء کرام کی حیات بعدالوفات کے قائل ہیں اور قریب سے صلوٰۃ وسلام یا طلب شفاعت سننے کے قائل ہیں۔ علماء حق علماء دیوبند قریب و بعید سے یکساں سننے کے قائل بھی نہیں ہیں اور انبیاء کرام کو متصرف فی الامور بھی نہیں سمجھتے۔ پس ثابت ہوا کہ علماء حق جس حیات و سماع کے قائل ہیں اس میں شرک کا شائبہ بھی نہیں ہے اور ایسی حیات و سماع بریلویہ کے مخصوص عقائد میں سے بھی نہیں ہے۔ بلکہ پوری امت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام کا اجماعی عقیدہ ہے۔

بندہ عاجز کی اس وضاحت کے باوجود بھی اگر منکرین حیات بضد ہیں کہ عقیدہ حیات و سماع بریلویوں کا مخصوص نظریہ ہے اور شرک ہے تو میں عرض کروں گا کہ اس شرک میں خود منکرین بھی مبتلاء ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ بھی الحیات بعدالوفات اور سماع کے قائل ہیں۔ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ علماء اہلسنت والجماعت دنیا والے جسد کے ساتھ حیات و سماع کے قائل ہیں اور یہ لوگ جسد مثالی، کافوری کے ساتھ حیات و سماع کے قائل ہیں۔ پس اگر حیات و سماع کا عقیدہ شرک ہے تو یہ خود اس شرک میں غرق ہو چکے ہیں۔

اسی طرح جو لوگ عالم برزخ میں روح کی حیات اور روح کی سماع کے قائل ہیں وہ بھی بقول خود شرک میں مبتلا ہیں۔ روح میں صفت حیات اور صفت سماع تسلیم کرنے سے شرک کیوں لازم نہیں آتا ہے۔ اگر علماء اہلسنت والجماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں صفت حیات اور سماع تسلیم کر کے شرک کا ارتکاب کر ہی لیا ہے تو فرق تو صرف اتنا ہے کہ علماء حق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حیات و سماع ثابت کیا ہے اور آپ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے لئے حیات و سماع ثابت کی ہے۔ اگر علماء اہلسنت والجماعت کا عقیدہ حیات و سماع بریلویوں سے حاصل کردہ ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے متعلق تمہارا عقیدہ حیات و سماع بھی بریلویوں سے حاصل کردہ ہے۔

عقیدہ حیات و سماع الانبیاء شیعوں کا مخصوص عقیدہ نہیں ہے (توضیح ششم)

بعض ناہنجار اور ناعاقبت اندیش لوگ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ عقیدہ حیات و سماع شیعوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ معاذ اللہ! حالانکہ یہ بہت بڑی جسارت ہے۔ کیونکہ عقیدہ حیات مخصوصہ اور سماع عندالقبور احادیث متواترہ سے

ثابت ہے اور اسی پر اجماع امت ہے کیا قرآن وحدیث شیعوں کے مخصوص نظریہ کی تائید کرتا ہے؟ کیا پوری امت نے شیعوں کے مخصوص عقیدہ پر اجماع کرلیا ہے؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے لوگ شیعہ تھے؟ معاذ اللہ! شیعہ تو اپنے اماموں میں اللہ تعالیٰ کے تمام صفات کمالیہ تسلیم کرتے ہیں وہ تو اپنے اماموں کو عالم الغیب مختار کل، ہر جگہ حاضر وناظر اور متصرف فی الامور جانتے ہیں اور نزدیک ودور سے ان کو پکارتے ہیں اور ان کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں اور علماء حق علماء اہلسنت والجماعت تو الحیات بعد الوفات کے قائل ہیں۔ نزدیک ودور سے یکساں سننے کے قائل نہیں بلکہ صرف قریب سے سلام وغیرہ سننے کے قائل ہیں اور انبیاء وغیر انبیاء کو مشکل کشا اور حاجت روا نہیں سمجھتے۔ کیونکہ نزدیک ودور سے سننا تو صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور مشکل کشا اور حاجت روا بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ عقیدہ حیات وسماع شیعوں سے حاصل کیا گیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ تم نے بھی تو یہ عقیدہ حیات وسماع شیعوں سے اخذ کیا ہے۔ علماء اہلسنت والجماعت نے حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کے لئے اخذ کیا ہے اور تم لوگوں نے آپ کی روح مبارک کے لئے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ تم لوگ آپ ﷺ کی حیات روحانی اور سماع روحانی کے قائل ہو۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات کے لئے حیات وسماع کا عقیدہ اگر شیعوں سے اخذ کیا ہوا ہے تو آپ ﷺ کی روح مبارک کے لئے حیات وسماع کا عقیدہ شیعوں سے کیسے اخذ کیا ہوا نہیں ہے؟

پس اگر علماء حق نے آپ کی ذات اقدس کے لئے حیات وسماع شیعوں سے لی ہے تو تم لوگوں نے بھی روح کی حیات وسماع شیعوں سے حاصل کی ہے۔ جو الزام ان کو دیتے ہو، وہ تم پر عائد ہوتا ہے۔

انبیاء کرام کی حیات وسماع کا عقیدہ قرآن کے خلاف نہیں ہے (توضیح ہفتم)

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات مخصوصہ اور سماع پر دلالت کرنے والی حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔ لہٰذا قابل قبول نہیں ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کا یہ غلط خیال ہے۔ حیات وسماع کی حدیثیں قطعاً قرآن مجید کے خلاف نہیں ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی کسی آیت میں حضرات انبیاء کرام کا نام لے کر ان کی حیات وسماع کی نفی ہرگز ہرگز نہیں کی گئی بلکہ قرآن مجید میں تو ہر مردہ کی حیات قبر ثابت کی گئی ہے۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں تو عام موتٰی کے سماع کا مسئلہ بھی مستقل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ البتہ بعض لوگوں نے اپنے فہم سے بعض آیات کے ظواہر سے عام موتٰی کے عدم سماع پر استدلال کیا ہے۔ لیکن انہوں نے بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اس عدم سماع کے ضابطہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ ان کے سماع پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ علماء حق کی طرف سے بار بار اعلان اور چیلنج کے باوجود عہد صحابہ سے لے کر آج تک کسی ایک شخص کو نامزد نہیں کیا گیا۔ جس نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام یا خاص کر حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کا انکار کیا ہو۔ ہاں یوں کہہ دینا تو آسان ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدم سماع کے قائل تھے لیکن کسی ایک کا نام لینا۔ پھر اس کو ثابت کرنا نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ کیونکہ کسی نے آج تک اس عقیدہ کا انکار کیا ہی نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر علماء حق سے پوچھا جائے کہ تم کسی صحابی کو نامزد کر سکتے ہو۔ جس نے سماع الانبیاء کا عقیدہ رکھا ہو تو گزارش ہے کہ اس عقیدہ کے قائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نامزد بھی کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کی حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ وہ یقیناً سارے کے سارے ان کے سماع کے قائل ہیں۔

جیسے حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوامامہ، حضرت اوس بن اوس، حضرت ابومسعود انصاری، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم وغیرہ سماع کی حدیثوں کے راوی ہیں اور خود آپ ﷺ کے سماع کے قائل ہیں۔ اسی طرح جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام موتی کے سماع کے قائل ہیں۔ مثلاً حدیث قلیب بدر اور حدیث قرع النعال کے راویان جیسے حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوسعید خدری وغیرہ یقیناً حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کے قائل ہیں۔ جیسا کہ منکرین حیات وسماع کے شیخ الحدیث المحقق السید العلامہ محمد حسین صاحب نیلوی نے فرمایا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مطلقاً سماع موتی کے قائل ہیں تو اس کلیہ میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی آجاتے ہیں۔ یعنی جب دوسرے اموات سنتے ہیں۔ ایسا ہی انبیاء کرام علیہم السلام بھی سنتے ہیں۔ (ندائے حق جدید ج اوّل جز ثانی ص ۸۵،۸۴)

بہر حال اس حقیقت کو سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ جو لوگ عام موتی کے سماع کے قائل ہیں وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کے بھی یقیناً قائل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حدیث قلیب بدر اور قرع النعال کے راویان کرام، حضرت عمر، ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کے قائل تھے۔ خیر میں تو عرض کر رہا تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع کی حدیثیں قرآن کے خلاف نہیں ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں کسی جگہ بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اور سماع کی نفی نہیں کی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ صحیح حدیثیں قرآن مجید کی تفسیر اور تشریح کرتی ہیں اور قرآن مجید کی مراد کو متعین کرتی ہیں۔ اسی طرح اجماع امت سے قرآن مجید کی مراد متعین کی جاتی ہے۔ البتہ بعض ظاہر بین لوگوں کو یوں لگتا ہے کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے اور یہ اجماع امت بھی قرآن مجید کے خلاف ہے۔ جس کی وجہ سے وہ صحیح حدیث کا اور اجماع امت کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہ ان کی کج فہمی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ صحیح حدیث اور اجماع امت قرآن مجید کے ہرگز خلاف نہیں ہوتے بلکہ قرآن مجید کی تشریح اور تفسیر کرتے ہیں اور اس کی مراد متعین کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

مثال ۱: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں ''حرمت علیکم المیتة'' یعنی تم پر میتہ حرام کی گئی ہے اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تمام میتہ حرام ہیں۔ خواہ مچھلی ہو یا مکڑی، لیکن حدیث اور اجماع امت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے عموم سے مچھلی اور مکڑی مستثنیٰ ہیں اور باوجود میتہ ہونے کے حلال ہیں، حرام نہیں ہیں۔ لہٰذا حدیث ''احلت لنا میتتان'' کو قرآن مجید کے خلاف کہہ کر رد نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو قرآن مجید کی شرح سمجھ کر آیت قرآنی میں تخصیص کی جائے گی۔ پس حدیث اور اجماع امت سے آیت کی مراد متعین ہوئی نہ کہ حدیث اور اجماع امت قرآن کے خلاف ٹھہرا۔

مثال ۲: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''قل فاعتزلوا النساء فی المحیض'' یعنی حالت حیض میں عورتوں سے علیحدہ اور دور رہو۔ بظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے مردوں کو حالت حیض میں بالکل دور رہنا چاہئے۔ حتی کہ ہاتھ تک لگانا بھی ممنوع ہے۔ لیکن حدیث میں آتا ہے ''اصنعوا کل شئ الا الجماع'' یعنی حالت حیض میں تم سب کچھ کر سکتے ہو، صرف مجامعت منع ہے۔

لہٰذا اس حدیث کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ حدیث کے ذریعہ آیت قرآنی کی مراد متعین کی جائے گی اور حدیث کو قرآن مجید کی تشریح اور تفسیر سمجھا جائے گا۔

مثال ۳: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فلاتحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ'' یعنی جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں خواہ اکٹھے یا جدا جدا تو وہ عورت بوجہ طلاق مغلظہ کے اس خاوند کے لئے حلال نہیں ہے۔ جب تک کہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ اس آیت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے خاوند سے صرف نکاح کر لینے سے حرمت غلیظہ ختم ہو جاتی ہے اور عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جاتی ہے اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نکاح کافی نہیں ہے بلکہ نکاح کے بعد جماع بھی شرط ہے۔ تب عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہے۔ پس اس حدیث سے آیت قرآنی کی مراد متعین ہوئی۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کی تشریح اور تفسیر ہے۔ اس حدیث کو شرط مزید کی وجہ سے قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دینا کار خردمنداں نیست۔

مثال ۴: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''طعام الذین اوتوا الکتاب حلٌ لکم'' یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے۔ اس آیت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کا ہر کھانا تمہارے لئے حلال ہے خواہ شراب ہو یا خنزیر لیکن اجماع امت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں طعام سے مراد حلال جانور کا ذبیحہ ہے۔ یعنی اہل کتاب اگر کسی حلال جانور کو ذبح کریں تو ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ پس اجماع امت سے آیت قرآنی کی مراد متعین ہوئی اور اس اجماع امت کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دینا کار خردمنداں نیست۔

مثال ۵: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس'' یعنی اگر کوئی شخص لاولد فوت ہو جائے تو اس کے بھائی اور بہن کو اس کی وراثت سے چھٹا چھٹا حصہ ملے گا۔ اس آیت میں بظاہر بہن، بھائی سے ہر قسم کے بھائی بہن مراد ہیں۔ خواہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی۔ لیکن اس پر اجماع امت ہے کہ آیت میں بھائی بہن سے اخیافی یعنی ماں شریک بھائی بہن مراد ہیں۔ پس اجماع امت سے آیت قرآنی کی مراد متعین ہوئی اس اجماع امت کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دینا کار دانش منداں نیست۔

مثال ۶: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اذ قال اللہ یعیسی انی متوفیک ورافعک'' یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا وصول کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

بظاہر توفی سے مراد وفات دینا ہے لیکن احادیث متواترہ اور اجماع امت کی وجہ سے یہاں توفی سے موت دینا مراد نہیں ہے بلکہ پورا پورا وصول کرنا یعنی روح اور جسد دونوں کو آسمان پر اٹھا لینا مراد ہے۔ پس حیات عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث متواترہ کو اور اجماع امت کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دینا کار ایمانداراں نیست۔

مثال ۷: قرآن مجید میں ہے ''وورث سلیمان داؤد'' یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کا وارث بنا۔ اسی طرح ''یرثنی ویرث من آل یعقوب'' یعنی حضرت زکریا دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ مجھے ایسا لڑکا عطا فرما جو میرا بھی وارث بنے اور آل یعقوب کا بھی وارث بنے۔ بظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ترکہ میں وراثت جاری ہوتی ہے اور حدیث میں آیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''نحن معشر الانبیاء لا نورث درھما ولا دینارا وما ترکنا فھو صدقۃ'' یعنی ہم انبیاء کی جماعت درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے اور جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے یہ حدیث اس آیت قرآنی کے قطعاً خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ حدیث اس آیت کی تشریح اور تفسیر ہے اور آیت کا مفہوم متعین کرتی ہے کہ اس آیت سے مالی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ علمی وراثت مراد ہے۔ پس اس حدیث کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد کرنا کار مومناں نیست۔

مثال ۸: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں ''یاایھاالذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ'' یعنی اے ایمان والو جب جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لئے آذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کے لئے دوڑنا چاہئے۔ کیونکہ سعی کا لغوی معنی دوڑنا ہے۔ لیکن حدیث میں نماز کے لئے دوڑنا منع ہے۔ پس اس حدیث کی وجہ سے سعی کا معنی چلنا مراد ہے نہ کہ دوڑنا۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کی تشریح اور تفسیر ہے اور اس کی مراد کو متعین کرتی ہے اس حدیث کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دینا کار عقل منداں نیست۔

مثال ۹: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ''اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم'' یعنی جب نماز کی طرف اٹھو تو وضو کرو۔ اس آیت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی آدمی نماز کے لئے کھڑا ہو تو وضو کرے خواہ وضو پہلے سے بھی ہو۔ یعنی ہر نماز کے لئے وضو شرط معلوم ہوتا ہے اور حدیث میں یہ شرط ہے کہ اگر آدمی بے وضو ہو تو نماز سے پہلے وضو ضروری ہے اور شرط ہے ورنہ وضو ضروری نہیں ہے۔ پس یہ حدیث آیت قرآنی کی تشریح اور تفسیر ہے اور اس کی مراد کو متعین کرتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دینا کار ہنر منداں نیست۔

مثال ۱۰: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا'' یعنی جب تم سفر کرو زمین میں تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ قصر کرو نماز میں سے اگر تم کو ڈر ہے کہ ستادیں گے تم کو کافر، اس آیت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حالت سفر میں اگر تم کو کفار کی ایذارسانی کا خطرہ ہو تو نماز میں قصر کرو اور اگر کفار کی طرف سے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہے تو قصر کی اجازت بھی نہیں ہے۔ یعنی قصر نماز کے لئے کفار کا خوف شرط ہے۔ اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصر نماز تو خوف کفار کے ساتھ مشروط ہے اور اب تو کفار کی طرف سے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہے۔ کیا اب بھی ہم قصر کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''صدقۃ تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقۃ'' (مسند ابویعلی ج ۱ ص ۱۶۳) یعنی قصر صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کا تم پر صدقہ ہے کو قبول کرو۔ یعنی اگر چہ کفار کا خوف نہیں ہے۔ تب بھی قصر کرو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جو قابل رد نہیں ہے۔ پس اس حدیث نے آیت قرآنی کی مراد متعین کر کے اس کی تشریح اور تفسیر کر دی ہے۔ لہٰذا اس کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دینا کار ہوش منداں نیست۔ تلک عشرۃ کاملہ!

قارئین کرام! مسئلہ ہذا کی توضیح کے لئے بندہ عاجز کے پاس اور بھی مثالیں موجود ہیں۔ لیکن انہیں دس عدد مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ''العاقل تکفیۃ الاشارۃ'' الحمد للہ گزشتہ بالا مثالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ احادیث صحیحہ اور اجماع امت کسی آیت قرآنی کے خلاف نہیں ہوتے بلکہ آیت قرآنی کی مراد متعین کر کے اس کی تفسیر و تشریح کرتے ہیں۔ احادیث صحیحہ اور اجماع امت کو قرآن کے خلاف سمجھنا بعض ظاہر بین لوگوں کی کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہے۔ بعینہٖ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصی حیات وسماع کی حدیثیں قرآن مجید کے قطعاً خلاف نہیں ہیں بلکہ احادیث حیات وسماع آیات قرآنیہ کی مراد متعین کر کے ان کی تشریح اور تفسیر کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ جن علماء نے ظواہر آیات سے عدم سماع موتی کا ضابطہ سمجھا ہے تو انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کو انہیں احادیث صحیحہ اور اجماع امت کی وجہ سے عدم سماع کے ضابطہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک عالم دین کا نام نہیں بتایا جاسکتا جس نے انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصی حیات وسماع کا انکار کیا ہو۔ پس انبیاء

کرام علیہم السلام کی حیات وسماع کی حدیثیں آیات قرآنیہ کی مراد متعین کر کے ان کی تفسیر اور تشریح کرتی ہیں۔ لہٰذا ان کو قرآن مجید کے خلاف کہہ کر رد کر دینا کار خردمنداں، دانشمنداں، ہوشمنداں و موحداں و مومناں نیست۔

کیا ائمہ احناف رحمۃ اللہ علیہ انبیاء کرام کی حیات وسماع کے منکر تھے (توضیح ہشتم)

بعض لوگوں کا یہ خام خیال ہے کہ ائمہ احناف رحمۃ اللہ علیہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر اور سماع عند القبر کے قائل نہ تھے۔ حالانکہ ان لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط اور حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ کیونکہ ائمہ احناف رحمۃ اللہ علیہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصی حیات وسماع کے قائل ہیں، منکر نہیں ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات وسماع کی تصریح موجود ہے اور اسی طرح استشفاع عند القبر الشریف کا طریقہ بھی مرقوم ہے اور یہ استشفاع حیات وسماع کی واضح اور بیّن دلیل ہے اور استشفاع کے نظریہ پر علماء احناف کی طرف سے کسی دور میں بھی نکیر نہیں ہوئی۔ اگر بالفرض ائمہ احناف حیات وسماع کے قائل نہ ہوتے تو نظریہ استشفاع پر ضرور نکیر کی جاتی اور اس کو یوں کہہ کر رد کیا جاتا کہ استشفاع کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ائمہ احناف حیات وسماع کے قائل نہ تھے۔ لیکن اس نظریہ کا بلا نکیر مسلسل چلا آنا اس امر کی دلیل ہے کہ ائمہ احناف انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع کے بالکل قائل تھے۔ اسی دلیل سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کو اجماعی مسئلہ ثابت کیا ہے۔ دیکھئے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۴)

بہرحال انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں تو کسی کو اختلاف نہیں ہے خواہ احناف ہوں یا غیر احناف سب کے سب ان کی حیات اور سماع پر متفق ہیں باقی رہا۔ عام موتی کا سماع یا عدم سماع سو اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ منقول نہیں ہے اور اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو روایت منسوب کی جاتی ہے وہ ایک غیر معتبر اور غیر معروف کتاب کی شاذ روایت ہے جو کسی طرح بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسئلہ سماع (عام موتی) میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اس پر مبنی ہے۔ کیونکہ اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں ہے اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آتی ہیں ''شاذ'' ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۴۳)

مقام تعجب: تعجب کی بات ہے کہ منکرین حیات وسماع اپنے جرح وتعدیل کے فن پر بڑا ناز کرتے ہیں اور مخالفین کے دلائل پر بڑی ظالمانہ غیر عادلانہ جرح کر کے صحیح روایتوں کو بھی ضعیف اور موضوع کہہ دیتے ہیں۔ لیکن جب خود کسی روایت سے استدلال کرتے ہیں تو اپنے ''علم رجال'' کو پس پشت ڈال کر عقل کی آنکھیں بند کر کے روایات کا ایک انبار لگا لیتے ہیں، خواہ سند کیسی ہو اور راوی جیسے ہوں پھر ساری جرح وتنقید کو بھول جاتے ہیں۔

ان لوگوں کے اس طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ جو روایت ان کی خواہش کے مطابق ہے وہ بہرحال قابل احتجاج اور معتبر ہے خواہ اس کی سند کیسی ہو اور راوی جیسے ہوں اور جو روایت ان کی خواہش کے خلاف ہے وہ بہرحال ناقابل احتجاج اور غیر معتبر ہے، خواہ اس کی سند کیسی ہو اور راوی جیسے ہوں، یعنی ان لوگوں کے نزدیک معیار ان کی خواہش ہے علم الرجال تو ایک بہانہ ہے حتی کہ ایک حدیث جو کہ ایک ہی سند سے مروی ہے اس کا ایک حصہ ان کی خواہش اور منشاء کے مطابق ہے اور دوسرا حصہ ان کی خواہش کے خلاف ہے تو حدیث کے اس حصہ کو تسلیم کرلیں گے۔

جو ان کی مرضی کے موافق ہے اور اسی حدیث کے دوسرے حصہ کو ضعیف کہہ کر رد کر دیں گے جو ان کی خواہش کے خلاف ہے۔ مثلاً ابوداؤد شریف وغیرہ کی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی کہ وہ انبیاء کے پاک اجسام کو کھائے۔ چونکہ یہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد کے محفوظ ہونے کے قائل ہیں تو اس ٹکڑے کو تسلیم کرتے ہیں اور بطور دلیل کے اس کو پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس حدیث کے اوّل حصہ کو جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ''اکثروا علیّ صلوٰۃ یوم الجمعۃ فان صلوتکم تعرض علیّ'' یعنی جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ نہیں مانتے بلکہ اس کو ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حدیث بھی ایک ہے اور سند بھی ایک ہے۔

لیکن اس حدیث کا جو حصہ ان کی مرضی کے مطابق تھا اس کو قبول کر لیا اور جو حصہ ان کی خواہش کے خلاف تھا اس کو ضعیف کہہ کر رد کر دیا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ لوگ علم و تحقیق کے نام پر اتباع نفس کا شکار ہیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ!

خیر بندہ عاجز یہ عرض کر رہا تھا کہ عام موتی کے سماع یا عدم سماع کے بارہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ منقول نہیں ہے۔ چہ جائے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے عدم سماع کی نسبت ان کی طرف کی جائے۔ بعض لوگ مسئلہ یمین سے عدم سماع موتی پر استدلال کرتے ہیں۔ یعنی فقہ حنفیہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم اٹھاتا ہے کہ میں فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا۔ پس اگر وہ شخص مرجائے اور قسم اٹھانے والا موت کے بعد اس سے کلام کرے تو حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ کلام کرنے میں قصد عرف عام میں افہام و تفہیم ہے اور وہ میت میں بظاہر معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے قسم اٹھانے والا حانث نہ ہوگا۔ لیکن علماء محققین فرماتے ہیں کہ قسموں کی بنیاد عرف عام پر ہے اور عرف عام کے اندر میت میں افہام و تفہیم اور سماع وغیرہ نہیں سمجھا جاتا۔ اس لئے وہ شخص حانث نہ ہوگا۔ جیسا کہ کوئی شخص قسم اٹھائے کہ میں گوشت نہ کھاؤں گا اور پھر مچھلی کا گوشت کھالے تو حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ عرف عام میں مچھلی کے گوشت کو گوشت نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ قرآن مجید میں مچھلی کو لحما طریا یعنی تازہ گوشت کہا گیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قسموں کی بنیاد، حقائق کی بجائے عرف عام پر ہے۔ لہٰذا مسئلہ یمین عدم سماع موتی پر نہیں بلکہ عرف عام پر مبنی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے

(عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ ج ۲ ص ۲۵۴، فتح الملہم شرح مسلم ج ۲ ص ۴۷۹، المنحۃ الوہبیہ ص ۱۰)

پس مسئلہ یمین سے عدم سماع موتی پر استدلال درست نہیں ہے لیکن بر سبیل تنزل یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ مسئلہ یمین عدم سماع موتی پر مبنی ہے تو پھر بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا عدم سماع اس سے ہرگز ہرگز ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ اس جزئیہ سے عام موتی کے سماع کی نفی ثابت ہوگی۔ کیونکہ جن بعض فقہاء کرام کے نزدیک ضابطہ عدم سماع ہے۔ انہیں کے نزدیک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس ضابطہ سے مستثنٰی ہیں اور یقیناً مستثنٰی ہیں۔ کیونکہ جہاں یہ لکھا ہے کہ ''الضابطہ عدم السماع'' وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ ''فی الباب مستثنیات کثیرہ'' یعنی عدم سماع کے ضابطہ سے بہت سارے مستثنٰی ہیں۔ پس اگر اس ضابطہ سے انبیاء کرام علیہم السلام مستثنٰی نہیں ہیں تو پھر کون مستثنٰی ہوگا۔ جب کہ خود ضابطہ وضع کرنے والوں کو اعتراف ہے کہ اس باب میں مستثنیات کثیرہ ہیں۔

لہٰذا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اس جزئیہ میں شامل سمجھ کر ان کے سماع کا انکار کرنا پرلے درجے کی نا انصافی اور بے اصولی ہے اور یہ بات خود فقہاء کرام کے، مسلک کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ فقہاء کرام خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سماع اور استشفاع عند القبر الشریف کے قائل ہیں جیسا کہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اب ان کے کسی جزئیہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع کا انکار کشید کرنا "تاویل القول بما لایرضی بہ القائل" کی بدترین مثال قائم کرنا ہے اسی طرح منکرین حیات وسماع نے فقہاء کرام کے ایک اور جزئیہ سے بھی اپنا مطلب کشید کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ جزئیہ یہ ہے کہ بعض فقہاء احناف رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب امام نماز جنازہ میں سلام پھیرے تو میت کی نیت نہ کرے۔ کیونکہ میت خطاب کی اہل نہیں ہے۔ حالانکہ اس جزئیہ سے بھی عدم سماع موتی پر استدلال درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ خود فقہاء احناف کے درمیان مختلف فیہ ہے کہ نماز جنازہ کے سلام میں میت کی نیت کی جائے یا نہ بعض فقہاء کرام مثلاً صاحب بزازیہ، ظہیریہ، جوہرہ، بحر الرائق، قاضی خان وغیرہ نے یہی لکھا ہے کہ بوقت سلام میت کی نیت نہ کرے۔

لیکن اس کے برعکس بعض دوسرے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ سلام کے وقت میت کی بھی نیت کرے، مثلاً درمختار، ردالمختار المعروف شامی، حاشیہ کنزالدقائق اور فتح القدیر وغیرہ میں صاف لکھا ہے کہ نماز جنازہ کے سلام میں میت کی بھی نیت کرے۔ بلکہ فقہ حنفیہ کی کتابوں میں خود اس جزئیہ کی تردید موجود ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قولہ ھذا اذا المیت لیس اھلاً غیر مسلم سیاتی ما ورد فی اھل المقبرۃ السلام علیکم دار قوم مومنین وتعلیمہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام علی الموتی، منحۃ الخالق بر ھامش (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳)" یعنی صاحب بحر الرائق کا یہاں یہ کہنا کہ میت سلام کی اہل نہیں ہے غیر مسلم ہے (کیونکہ میت سلام کی اہل ہے) اور عنقریب قبرستان میں السلام علیکم دار قوم مؤمنین کہہ کر سلام وخطاب کرنے کا حکم آرہا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی تعلیم ہے کہ موتی کو سلام کیا جائے۔ پس ثابت ہوا کہ اگرچہ بعض فقہاء احناف نے کہا ہے کہ نماز جنازہ کے سلام میں میت کی نیت نہ کی جائے۔ کیونکہ میت سلام وخطاب کی اہل نہیں ہے۔ لیکن محققین فقہاء احناف نے اس کو غیر مسلم قرار دیا ہے اور خود فقہ اور حدیث سے ثابت کیا ہے کہ میت سلام وخطاب کی اہل ہے حتیٰ کہ خود صاحب بحر الرائق نے چند صفحات آگے لکھا ہے: "وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم السلام علی الموتی السلام علیکم ایھا الدار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون انتم لنا فرط ونحن لکم تبع فنسأل اللہ العافیہ" (البحر الرائق ص ۱۹۵) یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بصیغہ خطاب موتی پر سلام کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے اور قبرستان میں سلام کے بعد جس دعا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے اس میں موتی کو خطاب ہی خطاب ہے۔ مثلاً "بکم لاحقون" میں خطاب ہے "انتم لنا فرط" میں خطاب ہے "نحن لکم تبع" میں خطاب ہے اور "ایھا الدار" میں بھی خطاب ہے اور السلام علیکم خود خطاب ہے۔ گویا صاحب بحر الرائق نے یہ سارے خطاب نقل کر کے اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیا کہ میت خطاب وسلام کی اہل نہیں ہے بلکہ خود صاحب بحر الرائق کے نزدیک اب میت خطاب وسلام کی اہل ہے اور اس کی تائید حدیث بھی ہوتی ہے۔

نیز: بعض فقہاء کرام کا یہ طرز عمل کہ ایک طرف یہ لکھتے ہیں "لاینوی المیت بالتسلمین" یعنی نماز جنازہ کے سلام میں میت کی نیت نہ کرے اور دوسری طرف لکھتے ہیں کہ قبرستان میں جا کر اہل قبور کو بصیغہ خطاب سلام کرے صاف ظاہر کرتا ہے کہ جزئیہ مذکورہ کی یہ تعلیل کہ میت سلام وخطاب کی اہل نہیں ہے درست نہیں ہے۔ شاید "لاینوی المیت" سے فقہاء کرام کی مراد یہ ہے کہ سلام میں میت کی تخصیص نہ کرے بلکہ نیت میں تعمیم ہونی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ سب حضرات اس جزئیہ کے آگے لکھتے ہیں: "بل ینوی بالاولی من عن یمینہ وبالثانیۃ عن شمالہ" (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۴، قاضی خان ج ۱ ص ۱۹۴، جوہرہ ج ۱ ص) یعنی پہلے سلام میں دائیں جانب والوں کی نیت

کرے اور دوسرے سلام میں بائیں جانب والوں کی نیت کرے۔ بہر حال فقہاء کرام کے اس جزئیہ کی یہ مراد کی تخصیص کے بجائے تعمیم ہی بہتر ہے۔ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں، بلکہ قابل توجہ ہے۔ نیز واضح رہے کہ سلام میں میت کی نیت نہ کرنے سے میت کا عدم سماع لازمی نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے ایسے افراد ہیں جن کی سلام میں نیت نہیں کی جاتی۔ لیکن وہاں عدم سماع نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً ایک مخلوط مجمع سے ایک مسلمان جب گزرتا ہے تو وہ بوقت سلام صرف مسلمانوں کی نیت کرتا ہے کفار کی نیت نہیں کرتا حالانکہ کفار سلام کو سن رہے ہوتے ہیں۔

برسبیل تنزل یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ جن بعض فقہاء کرام نے بوقت سلام خاص کر میت کی نیت کرنے سے منع کیا ہے۔ اس کی علت عدم سماع میت ہے تو پھر بھی عقیدہ حیات و سماع الانبیاء پر اس کا ذرا بھی اثر نہیں پڑتا۔

کیونکہ یہ بات بحوالہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پہلے گزر چکی ہے کہ عام موتی کے سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں۔ بعض حنفیہ عام موتی کے سماع کے قائل ہیں اور بعض کے نزدیک ضابطہ تو عدم سماع ہے۔ لیکن اس باب میں مستثنیات کثیرہ ہیں۔ پس اگر فرض کر لیا جائے کہ عدم نیت کو عدم سماع مستلزم ہے تو عام موتی کے سماع کی نفی ثابت ہوگی کیونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تو بالاتفاق اس ضابطہ سے یقیناً وقطعاً مستثنیٰ ہیں۔ لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کو اس عام جزئیہ میں داخل سمجھ کر ان کے سماع کا انکار کرنا بہت بڑی علمی خیانت اور "تاویل القول بما لا یرضی به القائل" کی شرمناک مثال ہے۔ کیونکہ فقہاء احناف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات و سماع اور استشفاع عند القبر الشریف کے قائل ہیں اور یہ مسئلہ فقہ حنفیہ میں تسلسل کے ساتھ بلا نکیر چلا آ رہا ہے اور اب اگر کوئی شخص فقہ حنفیہ کے کسی جزئیہ سے عدم سماع انبیاء کرام کشید کرتا ہے تو یہ اس کی بہت بڑی دیدہ دلیری اور فقہاء احناف پر اتہام طرازی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ! اہل علم پر یہ بات مخفی نہ رہے کہ ہمارے ان کرم فرماؤں کے بقول اگر عدم نیت میت کو عدم سماع لازم ہے تو نیت میت کو سماع میت بھی لازم ہوگا۔ یعنی جو فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ سلام میں میت کی نیت بھی کی جائے تو ان کے نزدیک سماع میت ثابت ہوگا۔ پس ان حضرات کے استدلال کے مطابق سلام میں میت کی نیت کرنے والے تمام فقہاء احناف زمرہ قائلین سماع موتی میں خود بخود شامل ہو جائیں گے اور ہے بھی یہی حقیقت۔

لہٰذا صاحب درمختار، صاحب ردالمحتار، صاحب فتح القدیر اور صاحب التبیین وغیرہ فقہاء کرام کو منکرین سماع موتی میں شمار کرنا خود ان کے اپنے استدلال کے مطابق بھی غلط ہے اور واقعہ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ جب عدم نیت میت کو عدم سماع لازم ہے تو نیت میت کو سماع ضرور لازم ہوگا۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا علامہ قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہ کے فیصلے کی شرعی حیثیت

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات و سماع عند القبر الشریف کے عقیدہ کی اہمیت (توضیح نہم)

بعض لوگ اس عقیدہ کی اہمیت اور ضرورت سے ناواقف ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک اس عقیدہ کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس عقیدہ کو ماننے اور نہ ماننے کی وجہ سے آدمی کے دین و ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یعنی اس کا ماننا یا نہ ماننا ان کے نزدیک یکساں ہے۔ حالانکہ علماء محققین کے نزدیک یہ عقیدہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔

اور سنی مسلمان کے لئے اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو شخص حضور اکرم ﷺ کی حیات وسماع کا منکر ہے وہ اہلسنت والجماعت کے زمرہ سے خارج ہے۔ بلکہ بدعتی اور گمراہ ہے اور ایسے شخص کو نماز میں امام بنانا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ اس سلسلہ میں بندہ عاجز نے علماء حق سے استفسار کیا ہے۔ لہٰذا علماء حق کے فتاویٰ آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے عقیدہ ہذا کی اہمیت وضرورت واضح ہوتی ہے۔ بندہ عاجز کے سوال کی صورت جو کہ ملک کے مفتیان کرام کی طرف بھیجا گیا یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، محترم ومکرم جناب مفتی صاحب (دامت برکاتکم)

گزارش ہے کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ نے راولپنڈی میں جو فیصلہ فرمایا تھا۔ جس پر فریقین کے دستخط بھی ہیں ''کہ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔'' اس فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کوئی شخص اس عقیدہ کو نہ مانے تو کیا وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہو جائے گا؟ کیا ایسے شخص کو گمراہ کہنا صحیح ہے؟ اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا!

السائل: ابو احمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

جواب نمبر ۱: از شیخ المعقول والمنقول، حاوی الاصول والفروع استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ منظور احمد نعمانی صاحب مہتمم ومفتی وشیخ الحدیث جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی ضلع بہاولپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اہلسنت والجماعت کے نزدیک یہ نظریہ مسلمات میں سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ عنصریہ اسی ارضی قبور میں صحیح وسالم اور محفوظ ہیں اور انہی اجساد کے ساتھ قبور شریفہ میں تعلق روح قائم ہے اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ خود اپنے آذان سے سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ لیکن عوام الناس کو اتنا طاقت اور قرب حاصل نہیں ہے کہ یہ جواب سن سکیں۔ البتہ اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پورا قرب حاصل ہے اور ان کی روحانی قوت انتہائی قوی ہے وہ خود یہ جواب سنتے ہیں۔ جیسے کہ اولیاء اللہ کی روایات اس قسم کی مشہور منقول ہیں اور یہ نظریہ نصوص کے ساتھ مدلل ہے۔ روایات جو معناً متواتر ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان قبور ارضیہ میں اموات کو تنعیم اور تعذیب ہوتی ہے اور تنعیم وتعذیب کا جماد بے روح کو تو احساس نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس قبر ارضی میں ہر میت کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق روح اتنا ضروری ہے۔ جس کے ساتھ تنعیم اور تعذیب کا احساس ہو اور شہداء کی حیات چونکہ قوی ہے۔ لہٰذا ان کے روح کا تعلق بالا جساد قوی ہوگا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے مراتب شہداء سے بالاتر ہیں۔ لہٰذا ان کے ارواح کا تعلق بالا جساد شہداء سے بھی زیادہ قوی ہوگا اور رسول اللہ ﷺ چونکہ افضل الرسل ہیں ان کے روح اقدس کا تعلق آپ کے جسد مبارک سے انتہائی قوی ہوگا اور یہ احادیث صحیحہ قویہ سے ثابت ہے اور یہی نظریہ اہلسنت والجماعت کا ہے اور جو شخص اس نظریہ کا قائل نہیں ہے۔ وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ اس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو اہلسنت کہتا رہے۔ لیکن یہ اس کا قول نفس الامر کے خلاف اور جہل مرکب پر مبنی ہے۔ چونکہ یہ لوگ اپنی تقریروں میں

انتہائی گستاخ ہیں۔ جیسا ان کی تقریر کی کیسٹیں شاہد ہیں تو ان کے ساتھ اقتداء فی الصلوٰۃ جائز نہیں ہے۔ کبھی غلطی سے اقتداء کر لی گئی ہے تو وہ نماز واجب الاعادہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب! کتبہ: منظور احمد نعمانی عفی عنہ

مہر: دارالافتاء جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی

جواب نمبر ۲: از دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(کراچی کا فتویٰ سوال کے ساتھ بھیجا گیا تھا) کراچی کے فتویٰ میں اجمال ہے تفصیل ہونی چاہئے تھی کہ سوال میں مذکورہ تفصیل پر ایمان لانا مومن ہونے کے لئے تو ضروری نہیں ہے۔ البتہ سنی ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ عام اہلسنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں۔ جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام کی جسمانی حیات کا قائل نہیں وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ اس کی تفصیل (خیر الفتاویٰ ص ۹۴، ۱۲۹، ۱۸۱ تا ۱۸۹) میں موجود ہے۔

نیز: سوال میں ذکر کی گئی عبارت کہ ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔'' حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمودہ ہے اور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی فریقین کے ذمہ داروں نے اس پر دستخط کئے تھے اور یہ عبارت دیگر دلائل کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے ایک دستی فتویٰ (جو خیر الفتاویٰ میں چھپا ہوا ہے) میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

دستخط: مفتی صاحب: بندہ عبدالستار مہر: دارالافتاء ورئیس الافتاء

جواب نمبر ۳: از دارالافتاء جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات اکابر سے جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہی ہے کہ (سوال میں) مندرجہ بالا تحقیق سے منحرف ہونے والا شخص اہلسنت والجماعت سے خارج اور معتزلی العقیدہ ہے۔ اسی پر اجماع منقول ہے اور اجماع کا منکر گمراہ ہے۔ ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ مزید تحقیق دوسرے مفتیان کرام سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم!

حررہ: منظور احمد مفتی جامعہ قاسم العلوم مہر: مفتی صاحب ودارالافتاء

جواب نمبر ۴: از دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بصورت مسئولہ حکیم الامت قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کا یہ فیصلہ شرعاً کتاب وسنت کے موافق ہے اور قرآن وسنت سے ثابت ہے اور تمام اہلسنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح تمام دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اجسام عنصریہ مبارکہ کے ساتھ قبروں میں حیات ہیں۔ علماء دیوبند جو خالص اہلسنت والجماعت ہیں اور اس صدی میں اہلسنت کے سب سے بڑے ترجمان ہیں۔

اس لئے قدرتی طور پر اس بات میں بزرگان دیوبند کا وہی عقیدہ ہے جو جمہور حضرات کا ہے اور اسی عقیدے کو سلف صالحین کی تائید بھی حاصل ہے اور مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

ایسے شخص کو اہلسنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہلسنت والجماعت سے خارج ہے اور ایسے شخص کی امامت کے بارے میں جو کہ بلا تاویل حیات النبی ﷺ کا منکر ہو وہ بدعتی ہے اور اس کی امامت مکروہ۔ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ویکرہ امامۃ مبتدع ای صاحب بدعۃ'' (الدر المختار ج ۱ ص ۸۳)

اور علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۱۱۸) (ماخوذ از خیر الفتاویٰ اور مزید تفصیل بھی اس میں موجود ہے۔ فقط واللہ اعلم! کتبہ: شکور احمد غفرلہ متخصص فی الفقہ: دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ الجواب صحیح: محمد عبدالسلام عفا اللہ عنہ

مہر: رئیس دارالافتاء مہر: دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

۳۰ رشوال ۱۴۱۷ھ/ ۱۰ رمارچ ۱۹۹۷ء

<u>جواب نمبر ۵</u>: از دارالافتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی نمبر ۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمہور اہلسنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور اسی طرح دیگر تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور نماز و دیگر عبادات میں مشغول ہیں۔ مسئلہ کے آخری حل اور تصفیہ کے لئے ۱۸ رمحرم ۱۳۸۲ھ بمطابق ۲۲ رجنوری ۱۹۶۲ء کو راولپنڈی میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی فریقین کے ذمہ دار حضرات نے سوال میں درج عبارت پر دستخط فرمائے۔ اس صاف وصریح عبارت پر اقراری دستخط کے باوجود اصل اور اجماعی مسئلہ سے انحراف جہاں امانت و دیانت کی دنیا میں حیران کن ہے وہاں باعث صد افسوس بھی ہے۔

حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کا انکار کرنے والا اہلسنت والجماعت سے خارج ہے یا نہیں؟ اس کے لئے خیر الفتاویٰ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) ایسے شخص کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس باب (حیات الانبیاء) میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ اس فتویٰ پر دیگر بہت سے مفتیان کرام کے دستخط موجود ہیں۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۴ طبع یسیر) اور منکرین حیات النبی ﷺ اس مسئلہ میں غلطی پر ہیں اور چونکہ یہ ایک اجماعی عقیدہ ہے۔ لہٰذا اس کے منکر کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم! العبد: عمر فاروق غفر اللہ لہ متعلم جامعہ فاروقیہ کراچی نمبر ۲۵۔ الجواب صحیح: عبدالحمید ربانی

مہر: دارالافتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی یکم رذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

<u>جواب نمبر ۶</u>: از دارالافتاء مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام اہلسنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اجسام عنصریہ مبارکہ کے ساتھ قبروں میں موجود اور حیات ہیں۔ علماء دیوبند خالص اہلسنت والجماعت ہیں اور اس صدی میں اہلسنت کے سب سے بڑے ترجمان ہیں۔ اس لئے قدرتی طور پر اس باب میں

بزرگان دیوبند کا وہی عقیدہ ہے جو جمہور کا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے بھی اقویٰ واتم ہے اور اس حیات سے مراد حیات دنیاوی ظاہری نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''انک میت و انهم میتون'' لہٰذا احکام اموات ظاہر یہ سب پر جاری ہوتے ہیں۔ اگر اس مسئلہ کی پوری تحقیق مطلوب ہو تو آب حیات (مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) ملاحظہ فرمائیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلک علماء دیوبند اہلسنت والجماعت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے روضہ اقدس میں (زندہ ہیں) بجسدہ، روحہ زندہ ہیں۔ یعنی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں زندہ تھے ویسے ہی قبر میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز، آذان واقامت سے ادا کرتے ہیں۔ یہی آپ کی برزخی زندگی ہے اور آپ کے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پاک پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ ہم سن سکیں اور جو دور سے درود وسلام پڑھے، اسے فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدہ والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور خارج اہلسنت والجماعت ہے۔ فقط: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم! دستخط ابوعرباض محمد اقبال عفا اللہ الکبیر المتعال عنہ، مفتی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ پاکستان۔ مہر: دارالافتاء نصرت العلوم۔ مہر: مفتی مدرسہ

<u>جواب نمبر ۷</u>: از دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام اہلسنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ وارفع ہے اور جو شخص حیات الانبیاء کا قائل نہیں ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ لہٰذا مذکور فی السوال امور کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راولپنڈی میں جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی شرعاً درست ہے اور جو شخص حیات الانبیاء کا قائل نہیں ہے وہ گمراہ ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اب حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے اثبات پر چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱...... حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اعلاء السنن میں مسئلہ زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک آنجناب کی قبر کی زیارت کرنا مندوب ہے اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ''احتج القائلون بانها مندوبة لقوله تعالٰی: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول وجه الاستدلال بها انه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیّ فی قبره بعد موته کما فی الحدیث الانبیاء احیاء فی قبورهم'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۴۹۴) اس سے معلوم ہوا کہ جمہور اہل علم کے ہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے ثابت ہے۔

۲...... حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں ''فقال اللہ عز وجل ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء'' (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰)

۳...... حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ کلمات ہیں: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیّ یرزق'' (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۹)

۴...... ''عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من صلی علیّ عند قبری سمعته ومن صلی علیّ نائیاً

ابلغته'' (مشکوٰۃ ج۱ ص ۸۷)

۵...... حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ''وصلوا علیّ فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم'' (رواہ ابوداؤد بحوالہ فتح الباری ج۱۱ ص ۳۵۲)

مذکورہ بالا آیت وروایات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو رہی ہے کہ انبیاء کرام ﷩ کو اپنی اپنی قبور میں حیات حاصل ہے اور ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ اگر چہ اس بارے میں احادیث و روایات درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ لیکن ان کو طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیا گیا اور حیات انبیاء کے بارے میں اجماع امت بھی ہے۔

۱...... چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ﷫ آنحضرت ﷺ کی حیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حیات متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست۔ (اشعۃ اللمعات ج۱ ص ۶۱۳ بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۳۵)

۲...... حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫ تحریر فرماتے ہیں کہ تمام اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام ﷩ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام ﷩ کی یہ برزخی حیات اگر چہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن بلاشبہ یہ حیات حسّی اور جسمانی ہے۔ اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ ملاحظہ ہو (حیات نبوی ص ۲ بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۳۹) اب حیات انبیاء کے بارے میں اکابرین کے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

۱...... امام استاد ابو منصور طاہر الشافعی التوفی ۴۲۹ھ فرماتے ہیں ''قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حیّ بعد وفاته'' (اعلاء السنن ج۱۰ ص ۴۹۴)

۲...... علماء دیوبند کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد کی کتاب المھند علی المفند، مصنفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری ﷫ کی اس عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیں: ''السوال الخامس: ماقولکم فی حیات النبی ﷺ فی قبرہ الشریف ذالک امر مخصوص به ام مثل سائر المؤمنین حیوة برزخية۔

الجواب: عندنا وعند مشائخنا حیاة حضرت الرسالة ﷺ دنيوية من غير تكليف وهو مختصة به ﷺ وبجميع الانبياء ﷩ لابرزخية كماهي لسائر المؤمنين الخ'' (المھند علی المفند ص ۱۳)

۳...... حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ﷫ تحریر فرماتے ہیں ''ودلت النصوص الصحیحة علی حیات الانبیاء ﷩'' (فتح الملہم ج۱ ص ۳۲۵)

۴...... حضرت مولانا حسین احمد مدنی ﷫ التوفی ۱۳۷۷ھ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے قوی تر ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۱ ص ۱۳۰)

۵...... اور غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل مولانا میاں نذیر حسین صاحب دہلوی التوفی ۱۳۲۰ھ لکھتے ہیں کہ اور انبیاء کرام ﷩ اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت ﷺ کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج۲ ص ۵۵ بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۴۳)

۶...... علماء نجد جو لوگوں میں وہابی کے نام سے مشہور ہیں اپنے عقائد کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ حیات الانبیاء کے بارے میں ہمارا عقیدہ اسلاف امت کے عقیدہ سے متفق ہے۔ دیکھئے

(الدرر السنیہ فی الاجوبۃ النجدیہ ج۱ ص ۲۶۰ طبع مصر)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حیات الانبیاء قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اس کے بارے میں کسی بھی اہل سنت والجماعت کے فرد کا خواہ وہ مقلد یا غیر مقلد کوئی اختلاف نہیں ہے۔اس لئے شیخ التفسیر والحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ فرماتے ہیں کہ تمام اہلسنت والجماعت کا آپ کے سماع عند القبر پر اتفاق ہے۔کوئی اس کا مخالف نہیں گزرا اور کتب اہل اسلام کے خلاف ایک صریح حوالہ موجود نہیں۔من ادعی خلافہ فعلیہ البیان!(تسکین الصدور ص ۱۸۷) واللہ اعلم! عبدالرؤف عفی عنہ مدرس دارالعلوم کبیر والا من دارالافتاء کبیر والا ۶/۳/۱۸/۱۴۱۸ھ الجواب صواب:عبدالقادر عفی عنہ مہر:دارالافتاء دارالعلوم عیدگاہ کبیر والہ

جواب نمبر ۸: از دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

مبسملاً ومحمداً ومصلیاً ومسلماً! سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون''(مسند ابویعلی ج ۶ ص ۱۴۷) اگر برزخ ہی کی زندگی مراد ہوتی آپ یوں فرماتے''احیاء فی البرزخ'' معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں بہ تعلق روح زندہ ہیں اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔(کذا فی الفتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۴) اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اہلسنت والجماعت سے خروج ہے۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔کتاب تسکین الصدور، مقام حیات، حیات انبیاء کرام علیہم السلام۔فقط: واللہ اعلم بالصواب!

کتبہ شیر محمد عفی عنہ خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ۵/رجب ۱۴۱۷ھ مہر:دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

جواب نمبر ۹: از دارالافتاء جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا(لودھراں)

باسم ملہم الصواب! انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے جمہور علماء امت کا یہی عقیدہ ہے۔حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں،قبر مبارک کے پاس کھڑے ہوکر جو شخص سلام عرض کرتا ہے یا درود شریف پڑھتا ہے۔آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ضروریات مذہب اہل سنت میں سے ہے جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الموت کا منکر ہے وہ گمراہ ہے،بدعتی ہے،غلط عقیدہ والا ہے،ضال اور مضل ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔فقط: واللہ اعلم بالصواب! حررہ:ظفر اقبال مفتی جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا ۱۹/ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ۔مہر دارالافتاء جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا(لودھراں)

جواب نمبر ۱۰: از شیخ التفسیر حضرت مولانا علامہ منظور احمد نعمانی صاحب مہتمم مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان

وھو الموفق للصدق والصواب! حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے راولپنڈی میں حیات اور سماع النبی ﷺ کے بارے میں فریقین کے اتفاق اور دستخطوں سے جو فیصلہ صادر فرمایا تھا۔فقیر کا عقیدہ بھی وہی ہے اور اسی کی اشاعت کرتا ہے اور اسی عقیدہ کو اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ تصور کرتا ہے جو حضرات اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ان کے متعلق میرے اکابر دیوبند کا جو فتویٰ ہے اس سے فقیر من کل الوجوہ متفق ہے۔یہ فتویٰ تسکین الصدور مؤلفہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ کے(ص ۴۱،۴۲،۴۱) پر موجود ہے۔ فقط: واللہ اعلم وعلمہ اتم!

خاکسار:منظور احمد عفی عنہ خادم مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان

۱۸/ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ بروز جمعہ

جواب نمبر ۱۱: از سرمایہ اہلسنت رئیس المناظرین استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ محمد عبدالستار صاحب تونسوی صدر تنظیم اہلسنت والجماعت ملتان پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرعاً یہ فیصلہ اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق ہے تمام اہلسنت کا اجماعی عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ ایسے شخص کو گمراہ کہنا چاہئے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ جناب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر پر اجماع ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، عرب وعجم کے علماء اہلسنت اس مسئلہ پر متفق ہیں۔ جو شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا وہ سلف وخلف اہلسنت کے خلاف ہے سنی نہیں ہے۔

محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ یکم ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ

جواب نمبر ۱۲: از دارالافتاء قاسم العلوم فقیروالی ضلع بہاولنگر

بسم اللہ العلیم والصلوٰۃ علی رسولہ الکریم ! الجواب بتوفیق العلام الوھاب: چونکہ اہلسنت وجماعت، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ کا اس مسئلہ میں اجماع واتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام کو بتعلق روح باجسام اطہار حیات حاصل ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات اور جذب القلوب میں اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست الخ! اور جذب القلوب میں فرماتے ہیں: بدانکہ در حیات انبیاء علیہم السلام وثبوت ایں صفت مرایشاں را وترتب وآثار واحکام آں ہیچ کس را از علماء خلاف نیست الخ! (احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۲)

پس ظاہر ہوا کہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام تمام اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اس عقیدہ کا منکر ہوگا وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہوگا اور اگر حق کو اہلسنت وجماعت کے ساتھ خاص سمجھتا ہے تو ظاہر ہے ان کے عقیدہ کا منکر حق پر نہ ہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم! امامت کا مسئلہ اس سے معلوم ہوگیا۔

دستخط: مفتی صاحب: کتبہٗ: احقر الوریٰ عبداللطیف جامعہ قاسم العلوم فقیروالی مہر: دارالافتاء قاسم العلوم فقیروالی

جواب نمبر ۱۳: از دارالافتاء مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن مسجد گنبدوالی شہر جہلم

نحمدہ العظیم ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین فانھم کانوا علی ھدی المستقیم! حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب موصوف کے مع تمہید میں ضروری اضافہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند (ج ۲۳ ش ۶، ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۱ تا ۱۷) میں شائع ہوا۔ اس تحریر کی ابتداء یوں ہے ''اما بعد! برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور ومعروف ہے اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی روح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!

علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متواترث ہی چلا آرہا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل جوابی فتویٰ بنام المہند علی المفند مرتب فرما کر علماء حرمین کے پاس ارسال فرمایا۔ جس میں مسئلہ حیات النبی ﷺ اور حیات انبیاء کرام کے بارے میں بھی علماء دیو بند کا نقطہ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا۔ یہ مسئلہ (اثبات حیات انبیاء) بطرز مذکور سلف سے لے کر خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلمہ اور متفق علیہ رہا ہے اور تمام علماء دیو بند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی فرد منحرف نہیں ہے اور آخر نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اسی قدر مشترک تحریر یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی۔ فریقین نے دستخط فرما دیئے۔

اس یادداشت کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے: عامہ مسلمین کو فتنہ نزاع و جدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ (عنوان) مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا۔ ضرورت پڑنے پر اس کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ تفصیلات پر زور نہ دیا جائے۔ عبارت حسب ذیل ہے: وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء

جب اثبات مسئلہ حیات النبی ﷺ جمہور علماء دیو بند کا اجماعی مسئلہ ہے، اہلسنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے اور حضرات علماء دیو بند کا یہی مسلک ہے تو اس کا ماننا ضروری ہے۔ انکار کرنے والے کو گمراہ کہہ سکتے ہیں لائق امامت نہیں۔ اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ جیسا کہ مفتی اعظم دار العلوم دیو بند حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب نے ۱۳ رجمادی الاوّل ۱۳۷۶ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں یہ الفاظ لکھے ہیں جو اس کے (اثبات مسئلہ حیات النبی ﷺ کے) خلاف کہتا ہے وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ الخ (مقالہ حیات ص ۲۶۷)

نوٹ: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کی یہ تحریر خطبات حکیم الاسلام (ج ۸ ص ۴۳۷ تا ۴۴۴) کے حوالہ سے ماہنامہ حق چاریار (ج ۱۰ ش ۴، ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق اپریل ۱۹۹۷ء) زیر عنوان مالکی قادری بھائی بھائی قسط نمبر ۱۳ کے ضمن میں (۲۲ تا ۲۶) میں شائع ہوا ہے۔ فقط: خادم اہلسنت والجماعت محمد شریف عابد بقلم خود مفتی جامع حنفیہ تعلیم الاسلام جامع مسجد گنبد والی جہلم شہر پوسٹ کوڈ نمبر ۴۹۶۰۰

آج مورخہ ۲۳ رذوالحجہ ۱۴۱۷ھ / یکم رمئی ۱۹۹۷ء بروز جمعرات ۹ بجے صبح

<u>جواب نمبر ۱۴:</u> از دار الافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ حیات الانبیاء کرام علیہم السلام و شہداء عظام کے متعلق صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی نہیں ہے کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں۔ بلکہ اہل سنت اور اہل حق کے عقیدہ کے مطابق یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ قبر (برزخ) میں روح کے تعلق سے ان حضرات کو حیات حاصل ہے۔ اس کی تصریح علماء عقائد نے کی ہے۔ صرف روح یا صرف بدن کی حیات بغیر تعلق روح کا عقیدہ جمہور اہلسنت کے خلاف معتزلہ وغیرہ کی شاخ صالحیہ اور کرامیہ اور روافض کا عقیدہ ہے۔ اسی قبر میں عذاب وثواب کے عقیدہ میں اہلسنت اور معتزلہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا۔ اہلسنت واہل حق کا مذہب یہی

ہے کہ میت کو قبر میں اعادہ روح کے ساتھ حیات حاصل ہوتی ہے اور بدن وروح کے مجموعہ پر عذاب وثواب ہوتا ہے۔ بدن پر بغیر روح کے عذاب وثواب اہل سنت کے نزدیک غیر معقول ہے۔ کیونکہ روح کے بغیر بدن جماد محض ہے۔ اس میں حیات نہیں ہے اور حیات کے بغیر جماد میں الم اور لذت کا احساس غیر متصور ہے۔

جیسا کہ علامہ خیالی رحمۃ اللہ علیہ وعلامہ عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ عقائد اہلسنت کی درسی کتاب الخیالی کے مشہور محشی علامہ ایوبی اس مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''اعلم ان المذهب فی هذا المقام ثلاثة الاوّل المیت حیّ فی قبره فیعذب وهذا هو مذهب اهل السنة والحق والثانی انه جماد لایعذب ولا یدرک العذاب هذا هو مذهب جمهور المعتزلة والروافض والثالث انه جماد یعذب وهذا هو مذهب الصالحیه من المعتزلة ومذهب ابن جریر'' (الخیالی ص ۱۱۸)

اور علامہ نووی شارح مسلم وغیرہ نے اعادہ روح کی تصریح کی ہے اور بغیر روح کے تعذیب کو فاسد کہا ہے۔ چنانچہ علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں: ''ثم المعذب عند اهل السنة الجسد بعینه او بعضه بعد اعادة الروح الیه او الی جزء منه وخالف فیه محمد بن جریر وعبدالله بن کرام وطائفة فقالوا لا تشترط اعادة الروح قال اصحابنا هذا فاسد لان الالم والاحساس انما یکون فی الحیّ الخ'' (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۵)

علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ الفاظ حدیث ''فیعاد روحه فی جسده'' کی شرح میں فرماتے ہیں ''ظاهر الحدیث: ان عود الروح الی جمیع اجزائه بدنه فلا التفات الی قول البعض ولا الی قول ابن جریر الی نصفه فانه لا یصح ان یقال من قبل العقل بل یحتاج الی صحة النقل'' (مرقات ج ۴ ص ۲۵)

امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفی (المتوفی ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں: ''واذا جاز ان یکون المومنون قد احیوا فی قبورهم قبل یوم القیامة وهم منعمون فیها جاز ان یحی الکفار فی قبورهم فیعذبوا''

(احکام القرآن ج ۱ ص ۵۸)

علامہ سید محمود الحنفی آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں: ''وتحقیقه فی شرح الشمائل للعلامه ابن حجر ثم اعلم ان اتصال الروح بالبدن لایختص بجزء دون جزء بل هی متصلة شرقة علی سائر اجزاء البدن وان تفرقت وکان جزأ بالمشرق وجزأ بالمغرب ولعل هذا الاشتراق علی الاجزاء الاصلیة لانها التی یقوم بها الانسان من قبره یوم القیامة علی ما اختاره جمع'' (تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۶۳)

ان عبارات سے واضح ہے کہ مردوں کو قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور یہ زندگی ان کی ارواح کو ان کے اجسام کی طرف لوٹا کر حاصل ہوتی ہے۔ یہی مذہب اہل حق اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اس کا انکار معتزلہ وغیرہ اہل باطل نے کیا ہے۔ جو شخص بھی عذاب قبر کا قائل ہو اس کو احیاء موتی فی القبر بتعلق روح کا قائل ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ احیاء فی القبر کے قائل ہوئے بغیر عذاب قبر کا اقرار کرنا حقیقت میں اس کا انکار کرنا ہے اور بغیر تعلق روح کے حیات کا قول درحقیقت انکار حیات ہے۔ کما مرّ مفصلاً!

تو اب جو شخص بغیر تعلق روح کے قبر کی حیات کا قائل ہے اور مجمل طریقہ پر قبر کی حیات کا قائل ہے وہ مذہب حق اور مذہب اہلسنت کے مختار مذہب کے خلاف کا قائل ہے۔ کیونکہ حیات کے بغیر عذاب وثواب کے کوئی معنی نہیں اور بغیر تعلق روح کے حیات کے کوئی معنی نہیں۔ اس لئے سلف امت میں احیاء موتی کے اندر کوئی اختلاف

نہیں تھا اور عذاب قبر حق، اہلسنت کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ شرح مواقف میں ہے ''احیاء الموتی فی قبورھم مسئلہ منکر نکیر و عذاب القبر للکافر و الفاسق کلھا حق عندنا اتفق علیہ سلف الامۃ قبل ظھور الخلاف و اتفق علیہ الاکثر بعدہ'' اور مواقف کے شارح، علامہ سید شریف الجرجانی لکھتے ہیں ''و اذا ثبت التعذیب ثبت الاحیاء و المسئلۃ لان کل من قال بعذاب القبر قال بھما'' (شرح مواقف ص ۷۱۶)

جب ہر قائل عذاب، قائل حیات فی القبر ہے اور عکس نقیض موجبہ کلیہ کا موجبہ کلیہ لازم ہے۔ یعنی ''کل من لم یقل بھما لم یقل بعذاب القبر'' تو منکر حیات منکر عذاب قبر ہوگا۔ حالانکہ عذاب قبر تمام اہلسنت کے نزدیک دلائل متواترہ سے ثابت ہے آیات سے بھی احادیث سے بھی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر سے متعلق آیت ''وحاق بآل فرعون سوء العذاب'' کے تحت عذاب قبر کی احادیث کے بارے میں لکھا ہے ''ولنا الفیا'' احادیث صحیحہ و اخبار متواترہ، پھر احادیث درج کی ہیں۔ احادیث صحیحہ کو متواترہ کہنے کے بعد کسی حدیث کے کسی راوی کو کسی نے ضعیف کہہ بھی دیا تو حسب اصول حدیث تواتر پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا اور علامہ کے کہنے کے بعد وہ قابل اعتناء بھی نہیں ہوگا۔ صاف ظاہر ہے کہ عذاب قبر ایسی چیز کو ہی ہوسکتا ہے جو قبر میں ہے اور زندہ ہے اس لئے روح کا قبر میں ہونا یا اس کا تعلق ہونا ضروری ہے۔ یہی حیات ہے ورنہ جسم خالی از ارواح جو جمادات میں سے ہے عناصر اربعہ جامدہ کا مجموعہ ہے۔ اس کو عذاب کے کیا معنی؟ اور بغیر تعلق روح کے حیات کے کیا معنی؟

عذاب تفعیل کا اسم مصدر بخاصیت سلب ہے عذوبۃ یعنی شرینی حیات کو سلب کرنا ہے عذوبت حیات، حیات ہی کو لائق ہوگی۔ اسی کا سلب عذاب ہے یہ جماد میں کیسے ممکن ہے؟ جب کہ اس میں حیات ہی نہیں ہوتی اور معتزلہ کی شاخ کرامیہ جو کہ میت کو جماد مانتے ہیں اور اسی کے عذاب کے قائل ہیں۔ جیسا کہ حاشیہ خیالی سے اوپر گزرا۔ وہ مردود اور سفسطہ ہے۔

علامہ خیالی فرماتے ہیں: ''جوز بعضھم تعذیب غیر الحیّ و لاشک انہ سفسطۃ لان الجماد لاحس لہ فکیف یتصور تعذیبہ'' عقائد اہلسنت کی سب کتابوں میں عذاب قبر کے برحق ہونے کی تصریح کی گئی ہے اور اس عقیدہ کو ضروریات اہلسنت میں شمار کیا گیا ہے اور ''عذاب القبر حق'' اس کے حق ہونے کی تصریح کر رہا ہے اور یہ بغیر حیات فی القبر کے متصور نہیں اور حیات بغیر تعلق روح کے ثابت اور تعذیب و تنعیم کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس میں احساس ہی نہ ہوگا۔ (ص ۱۱۸)

اب جو شخص بتعلق روح قبر میں جسم کی حیات کا قائل نہ ہو اور صرف حیات کا قول کرتا ہو وہ درحقیقت منکر حیات ہے۔ معتزلہ اور روافض کے موافق اور اہل سنت کے مخالف ہے۔ کیونکہ اہل سنت بتعلق روح قبر میں حیات کے قائل ہیں جب کہ معتزلہ اور روافض اس کے قائل نہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ قبر میں جو حیات انبیاء کرام و شہداء عظام کو حاصل ہے وہ بتعلق روح ہے اور یہی عقیدہ اہلسنت والجماعت کا ہے۔ اس کے خلاف جو عقیدہ ہوگا وہ اہلسنت والجماعت کے خلاف ہوگا اور اسی تحقیق سے سوال میں درج شدہ مفصل عقیدہ کی شرعی حیثیت بھی واضح ہوگئی کہ وہ اہلسنت والجماعت کے موافق ہے اور یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے ورنہ اہلسنت کے خلاف لازم آئے گا۔

اب رہا سوال کا دوسرا جز کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام عرض کیا جائے تو اس کو

آنحضرت ﷺ بنفس نفیس بغیر واسطہ کے خود سنتے ہیں تو اس میں اہلسنت کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر چہ عام اموات کے سماع عند القبر میں اختلاف ہے۔ مگر سماع انبیاء کرام علیہم السلام عند القبر میں کسی کو اختلاف نہیں۔ چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی ﷫ نے لکھا ہے کہ تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں تم میرے لئے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے مجوز سماع موتی اس کے جواب کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔

سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے، مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اور اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواب کے واسطے کافی دلیل ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۹۹، ۱۰۰)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع عند القبر اجماعی مسئلہ ہے فقہاء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں سماع انبیاء کرام کا انکار، اجماع فقہاء کا انکار ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب حدیث ''مامن رجل یسلم علیَ الا ردالله علیَ روحی حتی ارد علیه السلام'' جس کو علامہ ابن تیمیہ نے حدیث جید فرمایا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ا ص ۳۶۱) کی تشریح میں لکھتے ہیں ''اتنی بات سب کے نزدیک مسلمہ اور دلیل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبروں میں حیات حاصل ہے۔ اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ آپ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتے ہیں۔ اس بنا پر اکثر شارحین نے ردّ روح کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدے میں مصروف رہتی ہے اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے۔ جب کوئی امتی سلام کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ اور التفات کو رد روح سے تعبیر فرمایا گیا۔ یہی جواب علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی تشریح بخاری میں ارقام فرمایا ہے اور عند القبر سماع اس کے علاوہ دوسری حدیث سے بھی ثابت ہے جیسا کہ احادیث ذیل سے واضح ہے۔

۱...... ''عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من صلی علیَ عند قبری سمعته و من صلی علیَ نائیاً ابلغته۔ رواہ البیهقی فی شعب الایمان'' (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۲ و تحریرات حدیث ۲۱۱ لمولانا حسین علی ﷫)

۲...... ''لیهبطن عیسی ابن مریم حکماً، اماماً مقسطاً و لیسلکنَ فجاً، حاجاً او معتمراً و لیأتین قبری حتی یسلم علیَ و لاردنَ علیه'' (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۴۰)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ سماع سلام کے بغیر جواب کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ روضہ مبارک کے پاس سلام سنتے بھی ہیں اور جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ عرض سلام اور اس کا جواب آپ ﷺ کی ذات گرامی سے وابستہ ہے جو جسم مع روح کا نام ہے صرف جسم یا تنہا روح کا یہ کام نہیں۔

اکابر علماء دیوبند کا متفقہ فیصلہ

اکابر دیوبند کا مسلک بھی یہی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیاوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ کہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن وہ (تلذذاً) نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین کا اور متکلمین اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے، اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف حیات انبیاء کرام علیہم السلام پر آب حیات کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے اور جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل!

دستخط علماء کرام

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ کراچی، عبدالحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مفتی محمد صادق عفا اللہ سابق محکمہ امور مذہبیہ بہاول پور، مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دارالعلوم کراچی، ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دارالعلوم ٹنڈوالہ یار، محمد رسول خان عفا اللہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور (مقام حیات ص ۲۷۲) مطبوعہ اوّل۔ حضرت مولانا مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ بھی مقام حیات میں طبع ہو چکا ہے۔

جس میں تصریح ہے کہ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدہ والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ آگے لکھا ہے کہ تین حدیثیں نقل کر دی ہیں۔ اس باب میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں۔ جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی ہے اور خارج اہلسنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں۔ (۲۶۷) اس فتویٰ پر استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات کے دستخط بھی موجود ہیں۔

ان سب حضرات نے مزار مبارک میں آنحضرت ﷺ کی حیات جسدی کے خلاف عقیدہ رکھنے والے کو اہلسنت والجماعت سے خارج اور خراب عقیدہ والا بدعتی قرار دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ نیز حیات جسدی بغیر تعلق روح کے ممکن نہیں۔ چونکہ جو حیات بغیر تعلق روح کے ہوگی وہ حیات جمادی ہوگی۔ جس کے ساتھ عذاب وثواب ناممکن اور غیر متصور ہے۔ جیسا کہ علماء متکلمین کی عبارات میں صراحتاً گزر چکا ہے۔ اس لئے روح کے تعلق کے ساتھ حیات فی القبر کا عقیدہ ضروری ہے اور مسلک اکابر دیوبند سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ قبر مبارک میں آنحضرت ﷺ کو حیات بتعلق روح حاصل ہے جیسا کہ اوپر مفصلاً اس تحریر میں بھی گزر چکا ہے۔ مذکورہ تمام تفصیل سے

معلوم ہو گیا کہ قبر میں تعذیب و تنعیم کا تعلق روح و جسم دونوں کے ساتھ ہے اور بغیر روح کے حیات کے کوئی معنی نہیں ہے۔

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ تعذیب و تنعیم کا تعلق روح و جسم دونوں سے ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۹۴) پر ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں ''بعض علماء کا خیال ہے کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے اور روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ عذاب روح و جسد پر ہوتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ جسم پر وقوع عذاب ہمیں معلوم نہیں ہوتا یا جسم کے اجزاء متفرق ہو جاتے ہیں اور انہیں مٹی کھا جاتی ہے۔ سو اس کے حل کے لئے صوفیاء نے یہ قول کیا ہے کہ اعادہ روح جسم مادی میں نہیں بلکہ جسم مثالی میں ہوتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی میں ہی روح کا اعادہ ہوتا ہے۔ مگر ایسے ہم معلوم نہیں کر سکتے۔''

جب تعذیب و تنعیم کا تعلق جسم اور روح دونوں سے ہوتا ہے اور بغیر تعلق روح حیات فی القبر کا تصور ممکن نہیں تو پھر روح کے تعلق کو بدن مادی کے ساتھ تسلیم کرنا ضروری ہوا اور اس تعلق کو ضروری نہ سمجھنا تعذیب و تنعیم فی القبر کا حقیقتاً انکار کرنا ہے۔ گو لفظوں میں انکار نہ بھی ہو۔ کیونکہ یہ عقیدہ معتزلہ کی شاخ کرامیہ کا ہے کہ وہ بدوں حیات کے بھی قبر میں جسم کو جماد مانتے ہوئے اس کے معذب اور مثاب ہونے کے قائل ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ قطعاً اہلسنت والجماعت کے ائمہ اور متکلمین اسلام کے خلاف ہے۔ لہٰذا حیات فی القبر کے عقیدہ کے لئے جسم خاکی کے ساتھ روح کے تعلق کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے اور بغیر تعلق روح کے حیات کا کوئی معنی نہیں۔ یہ اقرار بھی در پردہ انکار ہی ہے۔

بہر حال نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ و سلام کے سماع پر اجماع ہے اور اس کا احادیث صحیحہ سے ثبوت بھی ہو رہا ہے جیسا کہ اوپر اس تحریر میں بھی مختصراً گزرا ہے۔ اس لئے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے۔ عبارت مسئولہ میں جس تفصیل کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں انہی مذکورہ دونوں عقیدوں کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ اس لئے اس تفصیل پر اعتقاد کا ضروری ہونا اہلسنت والجماعت میں ثابت کر دیا گیا ہے اور جب جسد مادی کے ساتھ تنعیم و تعذیب کا تعلق روایات صحیحہ اور اکابر اہلسنت والجماعت کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے تو جسد مثالی کے ساتھ اس کا تعلق صحیح نہ رہا۔ جیسا کہ حضرت مفتی صاحب کی عبارت میں بھی تصریح ہے جسم مثالی سے اس کا تعلق صحیح نہیں۔

رہا یہ کہ ''من صلی علیّ عند قبری الخ'' میں محمد بن مروان سدی صغیر مجروح راوی ہے۔ اوّل تو اس پر مسئلے کا دارومدار نہیں۔ بلکہ دوسری احادیث صحیحہ سے سماع عند القبر کا ثبوت ہو رہا ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہو چکا ہے اور اجماع کے بعد ہر ہر راوی کی توثیق کی ضرورت نہیں رہتی۔ دوسرے امام بیہقی کی اس روایت کی سند میں ابو عبدالرحمن کا ذکر ہے۔ امام بیہقی کی رائے یہ ہے کہ وہ محمد بن مروان سدی صغیر ہے اور وہ مجروح ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں ''ھذا ھو ابو عبدالرحمن السدی فیما اریٰ وفیہ نظر'' (حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱۷) اوّل تو اس ابو عبدالرحمن سے محمد بن مروان سدی کا مراد ہونا متعین نہیں ہوتا۔ صرف امام بیہقی کی رائے ہے اور اس کو مان لینے کے بعد بھی وہ اس حدیث کے مضمون کو دوسری احادیث کی تائید کی وجہ سے قبول کرتے ہیں وفیہ نظر کے متصل فرماتے ہیں ''وقد مضی ما یؤکدہ'' ثابت ہوا کہ امام بیہقی کے نزدیک اگرچہ یہ راوی منظور فیہ ہے۔ مگر اس روایت کا مضمون مقبول ہے متروک نہیں۔ اب امام بیہقی کی نظر و جرح کو بیان کرنا اور ان کی تائید بیان کرنے اور اس روایت کے مضمون کو قبول کرنے سے صرف نظر کرنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اس کی مزید تفصیل بندہ کی کتاب (حیات الانبیاء کرام علیہم السلام ص ۱۵۸) پر ملاحظہ فرمائیں۔

پھر جمہور اہلسنت نے اس حدیث کی جس سند سے استدلال کیا ہے وہ اس کی دوسری سند ہے جو ابوالشیخ کی سند کہلاتی ہے اور اس کے جملہ راوی ثقہ اور معروف ہیں۔ محدثین کی خاص جماعت اس کو صحیح مانتی ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی، ابوالشیخ کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ''سندہ جید'' (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲) علامہ سخاوی فرماتے ہیں۔ سندہ جیدٌ۔ (القول البدیع)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے سند جید فرماتے ہیں۔

ان حضرات کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانی اور حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سند کی توثیق کی ہے۔ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔ اس کے حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ الغرض انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر اور سماع عند القبر الشریف جمہور اہلسنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے اور اہلسنت کے نزدیک اس میں وہی تفصیل حق ہے جس کا سوال میں حوالہ دیا گیا ہے جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج اور بدعتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والھاب فی کل باب! کتبہ: الاحقر السید عبدالشکور الترمذی مدیر الجامعۃ الحقانیہ الساہی وال من مضافات سرگودھا ۲۵ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ

نوٹ: مندرجہ بالا چودہ عدد فتاویٰ آپ نے پڑھ لئے یہ فتویٰ جات تو بندہ عاجز نے براہ راست مفتیان کرام سے حاصل کئے ہیں اور ان کی اصل میرے پاس موجود و محفوظ ہے بوقت ضرورت اہل علم حضرات تشریف لاکر دیکھ سکتے ہیں۔ اب آپ کی خدمت میں چند دیگر فتاویٰ پیش کئے جاتے ہیں جو کسی نہ کسی مستند کتاب سے نقل کئے گئے ہیں۔

<u>فتویٰ نمبر ۱۵</u>: از دارالعلوم دیوبند

استفتاء نمبر ۱۹۹۸: یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک علیین میں ہے آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کی قبر پر درود و سلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے کہ نہیں؟ اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا!

<u>الجواب</u>: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مزار مبارک میں بجسدہٖ موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے۔ آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار میں حیات ہیں، مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ و روحہٖ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدہ والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء الحدیث وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی بعیداً اعلمتہ رواہ ابو الشیخ وسندہ جیدا'' (القول البدیع ص ۱۱۶) ''عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم یصلون رواہ ابن عدی والبیھقی وغیرھما'' (شفاء السقام ص ۱۳۴) دو تین حدیثیں نقل کی ہیں۔ اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج از اہل سنت والجماعت ہے۔

غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی ملتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور اپنے

مزار مبارک میں بجسدہٖ موجود اور حیات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب! کتبہ: السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۱۴؍جمادی الاوّل ۱۳۶۷ھ مہر: دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور، ۲۱؍شوال ۱۳۷۶ھ اجاب المجیب واجاد: محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ: مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور۔ الجواب صواب: محمد رسول خان عفا اللہ عنہ

(منقول از تسکین الصدور ص ۴۱، ۴۲، مقام حیات ص ۹۴، خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۴)

فتویٰ نمبر ۱۶: از دار العلوم دیوبند

سوال: جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سردار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی قبر شریف میں محض بے جان اور مردہ ہیں اور آپ کی دنیا کی سی زندگی کا انکار کرتے ہیں۔ یہ کس فرقے کا عقیدہ ہے نام متعین فرمائیں۔

الجواب: تاریخ اسلام میں سب سے پہلے حجاج بن یوسف نے اس عقیدے کا انکار کیا۔ چنانچہ امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن المعروف بہ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان امور سے جن کی بنا پر فقہاء نے حجاج بن یوسف پر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ ایک بڑا جرم یہ ہے حجاج جب مدینہ آیا اور زائرین حرم اطہر کے ارد گرد جمع ہو رہے تو اس نے کہا کہ تم لوگ لکڑیوں اور گلی سڑی ہڈیوں کا طواف کر رہے ہو۔ اس لئے علماء نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ بحوالہ (رحمت کائنات ص ۵) اسی طرح فرقہ کا عقیدہ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بشمول نبی کریم ﷺ موت کے بعد نبوت سے معزول کر دیا جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ) یہ عقیدہ درحقیقت اس بات کا انکار ہے کہ نبی علیہ السلام کو موت ظاہر کے بعد حیات دائمی حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح فرقہ کرامیہ بعض معتزلہ اور رافضیہ کا بھی عقیدہ عدم حیات کا ہے۔

سوال: حیات النبی ﷺ کا عقیدہ رکھنے والے کی نماز منکر حیات النبی ﷺ کے پیچھے کیا حکم رکھتی ہے۔

الجواب: بلا تاویل حیات النبی کا منکر بدعتی ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ویکرہ امامۃ مبتدع ای صاحب بدعۃ" (الدر المختار ج ۱ ص ۸۳) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۱۱۸)

سوال: منکرین حیات الانبیاء علیہم السلام قائلین حیات الانبیاء فی القبور کو دجال کذاب و مشرک کہتے ہیں۔ آیا یہ منکرین حیات الانبیاء فی القبور دیوبندی کہلانے کے مستحق ہیں۔

الجواب: منکرین حیات الانبیاء دیوبندی تو کجا بعض اکابر نے تو ان کو اہلسنت والجماعت سے بھی خارج قرار دیا ہے ملاحظہ ہو: حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند ایسے شخص کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس باب (حیات الانبیاء) میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہلسنت سے خارج ہے (فتاویٰ دار العلوم غیر مطبوعہ) اس فتویٰ پر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ مفتی جامعہ اشرفیہ، مولانا محمد ضیاء الحق صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور، استاذ الکل حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب ہزاروی کے بھی دستخط ہیں۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ خود ایسے لوگ (منکرین حیات الانبیاء) دوسرے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو خصوصاً علماء کو کافر، مشرک اور دجال کہیں یہ ایک حیرت انگیز بات ہے۔ ناطقہ سربگریبان ہے اسے کیا کہیئے: ان کو غالباً اس کی خبر نہیں جو اوپر نقل کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم!

(مندرجہ بالا تینوں فتوں کے مفتی) محمد ظفر الدین مفتی دار العلوم دیو بند، الجواب صحیح: کفیل الرحمن نائب مفتی دار العلوم دیو بند ۲۳ رشعبان ۱۴۰۵ھ مہر: دار العلوم دار الافتاء دیو بند۔

نحن متفقون به کلمةً بکملة حرفاً بحرفٍ فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان، محمد حنیف جالندھری مہتمم خیر المدارس ملتان ۲۰ رشعبان ۱۴۰۵ھ منقول از خیر الفتاویٰ (ج ۱ ص ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۴، ۱۲۶)

فتویٰ نمبر ۱۷: از دار الافتاء دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

الاستفتاء: حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب السلام علیکم

ہمارے ہاں ایک مولوی احمد سعید خان صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف پر پڑھا ہوا درود شریف صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں وہ کافر ہے، وہ مولوی صاحب اپنے آپ کو آپ کی جماعت کا بتاتا ہے۔ دیو بندی لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنا عقیدہ اور اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ظاہر فرما کر ہم پر کرم نوازی فرمائیں تا کہ عام مسلمانوں کی رہبری ہو سکے۔ نیاز مند علماء احقر عبد القادر خان عباسی احمد پور شرقیہ سابق ریاست بہاول پور

الجواب: وہو الموفق للصواب کتب فقہ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت ﷺ درود وسلام سنتے ہیں، سلف اہلسنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدہ والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲ رصفر ۱۳۹۶ھ۔ الجواب صحیح: لاشئ غلام اللہ، جواب درست ہے۔ ناکارہ خلائق غلام ربانی منقول از (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۷) اصل فتویٰ کا فوٹو سٹیٹ (خیر الفتاویٰ ص ۱۸۸) پر چھپا ہوا ہے۔

فتویٰ نمبر ۱۸: از حضرت العلامہ مولانا محمد شریف صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث وصدر مدرس خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ تنبیہ الغافلین علی اقوال الخادعین پر جو تقریظ ہے اور جسے بعنوان فتویٰ من جانب، خطباء اہل سنت والجماعت ڈیرہ اسماعیل خان شائع کیا گیا وہ عبارت میری ہے۔ میں اب بھی اس کا قائل ہوں کہ: ''اگر روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں۔ بلکہ جمیع اہل سنت والجماعت اس کے قائل ہیں اور سب اکابر دیو بند کا یہی عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے اور حقیقت شرک سے قطعاً ناآشنا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا چاہئے۔ اب میں علیٰ وجہ البصیرت بتائید مفتیان خیر المدارس وقاسم العلوم ملتان مذکورہ بالا عقیدے کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں۔ جو اس کے خلاف میری طرف منسوب کر کے شائع کیا جائے اسے غلط سمجھیں میری طرف منسوب کر کے اعلان برأت کے عنوان سے جو تحریر من جانب اشاعۃ التوحید والسنۃ، شائع کی گئی وہ ایک حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' کی ایک سند کے بارے میں فنی بحث تھی لیکن کسی حدیث کی سند کا متکلم فیہ ہونا اس کے مضمون کے بطلان کی دلیل نہیں اور خود ابن عبد الہادی نے اس حدیث کے مضمون ومعنی کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الصارم المنکی ص ۱۱۳) اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضور

پاک ﷺ قبر کے پاس سے سلام خود سنتے ہیں۔ (الصارم المنکی ص ۲۸۲) علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ثم حکم ابن عبدالبر مع ذالک بصحتہ لتلقی العلماء لہ بالقبول'' (نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۴) پھر ابن عبدالعزیز نے اس بحث کے باوجود یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اس لئے کہ تمام علماء نے اسے قبول کیا ہے۔

فقط: واللہ اعلم! محمد شریف کشمیری شیخ الحدیث وصدر مدرس خیر المدارس ملتان ۲۶ / جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

التحریر صحیح: محمد شریف عفا اللہ عنہ جالندھری مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان۔ حضور اکرم ﷺ کے روضۃ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے۔ آپ اس کا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں۔ سب اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے۔

فقط: واللہ اعلم! احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۶ / ۶ / ۱۴۰۱ھ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان، ۲۶ / ۶ / ۱۴۰۱ھ، محمد اسحاق عفا اللہ عنہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان۔

فتویٰ نمبر ۱۹: از حضرت مولانا منظور الحق مدرس دار العلوم کبیر والہ وحضرت مولانا علی محمد صاحب شیخ الحدیث ومہتمم دار العلوم کبیر والہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عام موتی کا ثواب وعذاب قبر میں نہیں مانتا بلکہ صرف روح پر تسلیم کرتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے جسد مبارک کو روضہ اطہر میں بے حس وشعور خیال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر حضور پاک ﷺ کے روضہ پاک پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو اس کو آنحضرت ﷺ نہیں سنتے۔ کیا ایسے عقیدے والا شخص اہلسنت والجماعت سے خارج ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں۔ معتزلہ وروافض کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر فقط روح پر ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۵) میں ہے ''ذھب ابن حزم وابن میصرہ الی ان السوال یقع علی الروح فقط وخالفھم الجمھور فقالوا تعاد الروح الی الجسد او بعضہ کما ثبت فی الحدیث ولو کان علی الروح فقط لم یکن للبدن بذالک اختصاص''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۳۸۶) میں فرماتے ہیں: ''ثم المعذب عند اھل السنۃ الجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادۃ الروح الیہ او جزمنہ'' ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (مرقات ج ۲ ص ۲۵) میں فرماتے ہیں: ''فتعاد روحہ الی جسدہ ظاھر الحدیث ان عود الروح الی جمیع اجزاء بدنہ فلا التفات الی قول البعض بان العود انما یکون الی البعض''

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حرانی حنبلی شرح (حدیث النزول ص ۸۸) پر فرماتے ہیں: ''سائر الاحادیث الصحیحۃ المتواترۃ تدل علی عود الروح الی البدن'' ابن قیم جوزی حنبلی (کتاب الروح ص ۵۱) پر فرماتے ہیں: ''بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا بالاتفاق اھل السنۃ والجماعۃ''

تفسیر (روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۱) میں ہے ''والجمھور علی عود الروح الی الجسد او بعضہ وقت السوال لایحس بہ اھل الدنیا الی ان قال اجر اللہ سبحانہ عادتہ بتمکنھا من السمع وخلقہ لھا عند زیارۃ القبر الی ان قال وھذا الوجہ ھو الذی یترجح عندی'' (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۲) میں ہے ''اعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق۔ اعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالٰی یخلق فی المیت نوع حیات فی القبر قدر مایتألم او یتلذذ''

(نبراس ص ۳۲۲) میں ہے: ''ان الاحادیث الصحیحة ناطقة بان الروح یعاد الی الجسد عندالسوال'' ابوبکر جصاص رازی حنفی (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۸ مصری) میں فرماتے ہیں: ''فاذا جاز ان یکون المومنون قداحیوا فی قبورهم قبل یوم القیامة وهم منعمون فیها۔ جاز ان یحیی الکفار فی قبورهم فیعذبوا'' علامہ صدرالدین علی ابن محمد ازدی حنفی (شرح عقیدہ الطحاوی ص ۳۳۰ طبع مکہ مکرمہ) میں رقم طراز ہیں: ''وکذالک عذاب القبر یکون للنفس والبدن جمیعاً باتفاق اهل السنة والجماعة''

(شامی ج ۳ ص ۲۰۱) میں ہے: ''ولا یرد تعذیب المیت فی قبره لانه توضع فیه الحیات عندالعامة بقدر الحس بالالم۔'' تلک عشرة کاملہ!

اسی طرح آنحضرت ﷺ کی حیات جسمانی پر جمیع صحابہ کبار رضی اللہ عنہم، ائمہ اربعہ، جمیع حضرات محدثین ومفسرین وجمیع علماء امت کا اتفاق ہے۔ یہ بھی اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

(فتح الباری ص ۳۴۲) میں ہے: ''وقد جمع البیهقی کتابا لطیفاً فی الحیوة الانبیاء فی قبورهم واورد فیه حدیث انس، الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون اخرجه من طریق عیسٰی بن کثیر وهو من رجال الصحیح عن المسلم بن سعید وقد وثقه احمد وابن حبان عن الحجاج الاسود وهو ابی الزیاد البصری وقد وثقه احمد وابن معین عن ثابت عنه'' آگے بہت سے شواہد نقل فرمائے۔

(عینی ج ۱۶ ص ۱۸۵) میں لکھتے ہیں: ''فان الانبیاء لایموتون فی قبورهم بل هم احیاء وان سائر الخلق فانهم یموتون فی القبور حیاتاً وموتاً لابد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء''

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (مرقات ج ۵ ص ۲۶۳) میں فرماتے ہیں: ''فدل علی ان الانبیاء احیاء حقیقة ویریدون ان یتقربوا الی الله فی عالم البرزخ من غیر تکلیفهم کما انهم یتقربون الی الله بالصلوة فی قبورهم''

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۰۷) میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قال العلماء یکره رفع الصوت عند قبره ﷺ کما کان یکره فی حیاته ﷺ لانه موجود فی قبره دائما''

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۲) میں ہے: ''فحصل من مجموع هذاالکلام والاحادیث ان النبی ﷺ حیّ بجسده وروحه وانه یتصرف ویسیر حیث یشاء فی اقطار الارض وهم بهیائة التی کان علیها قبل وفاته لم یتبدل منه شئی'' جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ انباء الاذکیاء (ص ۲) میں لکھتے ہیں: ''حیات النبی ﷺ کما کان یکره فی حیاته ﷺ لانه موجود فی قبره دائماً''

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۲) میں ہے: ''فحصل من مجموع هذاالکلام والاحادیث ان النبی ﷺ حیّ بجسده وروحه وانه یتصرف ویسیر حیث یشاء فی اقطار الارض وهم بحیاته التی کان علیها قبل وفاته لم یتبدل منه شئی'' جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (انباء الاذکیاء ص ۲) میں لکھتے ہیں: ''حیات النبی ﷺ فی قبره هو وسائر الانبیاء معلومة عندنا قطعاً کما قام من الادلة فی ذالک وتواترت به الاخبار الدالة علی ذالک''

(اوجز المسالک ج ۶ ص ۴۸۲) میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری فرماتے ہیں: ''قلت او لانهم احیاء فی قبورهم فالاموال باق علی ملکهم'' آگے علامہ مناوی کا قول بھی یہی نقل فرمایا ہے۔ پھر یہ لکھا ہے ''فقال ابن عابدین فی رسائله واما عدم موت المورث نباء علی ان الانبیاء احیاء فی قبورهم'' پھر آگے حضرت

گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی نقل فرمایا: بحوالہ الکوکب الدری۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (القول البدیع ص ۱۲۵) میں رقم طراز ہیں:

"نحن نصدق بانه ﷺ حیٌ یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لاتأکله الارض والاجماع علی ھذا"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳) اور (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷) میں فرماتے ہیں: حیات جسمانی انبیاء علیہم السلام متفق است میاں علماء امت و ہیچ کس را در آں اختلاف نیست تلک عشرۃ کاملۃ۔ یہ دس دس حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں۔ ویسے بہت سا ذخیرہ احادیث وتفاسیر میں موجود ہے۔ ان دلائل کی رو سے جو شخص بھی عذاب وراحت فقط روح پر مانتا ہو اور آنحضرت ﷺ کی حیات جسمانی کا قائل نہ ہو وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ بدعتی اور گمراہ ہے ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم!
منظور الحق عفی عنہ، الجواب صحیح: علی محمد عفی عنہ مہتمم دار العلوم ۵ رذی قعدہ ۱۳۹۸ھ عیدگاہ کبیر والا

روح مبارک کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق اہلسنت میں متفق علیہ ہے اس تعلق کی کیفیت میں اہلسنت کے اقوال مختلف ہیں۔ لہٰذا کیفیت کی تعیین میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ فقط: الجواب صحیح محمد شریف کشمیری شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان۔ عبدالقادر عفی عنہ مدرس دار العلوم کبیر والا ۵ رجمادی الاوّل ۱۳۹۸ھ

حضور پاک ﷺ کی زندگی کی قبر شریف میں جسد مبارک کے ساتھ ثابت ہے اور اس کا منکر اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان۔ جواب درست ہے۔ اللہ تعالیٰ احقاق حق کی سعی کو منظور فرماویں۔ العبد الفقیر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس، ملتان ۶ رذیقعدہ ۱۳۹۸ھ

(منقول از خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۱، ۱۸۴)

<u>فتویٰ نمبر ۲۰</u>: از حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر علماء کرام

الاستفتاء: بخدمت اکابرین دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کے جانشینان کرام متعنا اللہ تعالی بطول بقائکم بالخیر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ ہے کہ آج کل بعض حضرات:

۱...... انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کے بعد حیات برزخی جسمانی کا انکار کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے جسد اطہر میں کسی حس وحرکت کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی روضہ پاک پر سلام عرض کرنے والے کے سلام سننے کے قائل ہیں اور ساتھ ہی اس خیال کو اکابر دیوبند کا مسلک بتاتے ہیں۔

۲...... عالم برزخ میں ثواب وعقاب کا تعلق صرف روح سے مانتے ہیں۔ جسد عنصری پر عذاب وعتاب کے قائل نہیں ہیں اور اسے دیوبندی مسلک قرار دیتے ہیں۔

۳...... ذوات انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنے کو صحیح نہیں سمجھتے اور اسے بزرگان دیوبند کا مسلک سمجھتے ہیں۔

۴...... سماع موتی کے قائل ہونے کو شرک کی بنیاد قرار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو دیوبندی کہلواتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ حضرات جو مسلک دیوبند کے ترجمان ہیں اور بزرگان دیوبند کے سابقین اوّلین سے براہ راست مستفیض ومستفید ہونے والے ہیں۔ یہ وضاحت فرماویں کہ مندرجہ بالا خیالات رکھنے والے صاحبان مسلک دیوبند سے منسوب ومنسلک ہو سکتے ہیں یا نہیں اور کیا اکابرین دیوبند کا یہی مسلک تھا یا یہ ان کی ذاتی آراء ہیں اور بزرگان دیوبند کے مسلک

سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ بینوا توجروا! السائلون: حضرت مولانا (خان محمد) صاحب خانقاہ سراجیہ نزد کندیاں، ضلع میانوالی، مولانا (محمد رمضان) صاحب مہتمم مدرسہ تبلیغ الاسلام، میانوالی، حافظ (سراج الدین) صاحب کلورکوٹ۔

الجواب وباللہ التوفیق: مسائل مستفسرہ میں بزرگان دیوبند کا مسلک صاف اور واضح ہے اور اس سے قبل بھی بار بار اس کی اشاعت ہو چکی ہے۔ نیز علماء دیوبند کی مختلف اور متعدد تصانیف میں مکرر سہ کرر اسے بیان فرمایا گیا ہے اور وہ کتابیں عام وخاص میں معروف ومشہور ہیں مثلاً: (۱) آب حیات (۲) جمال قاسمی (۳) نشر الطیب (۴) الشہاب الثاقب (۵) المصالح العقلیہ (۶) فیض الباری (۷) المہند علی المفند (۸) اور متفقہ اعلان وغیر ذالک (۹) حیات النبی۔

ا: چنانچہ المہند علی المفند میں لجواب سوال خامس صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک آنحضرت ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات عام مومنین یا عام لوگوں کی طرح برزخی ہی نہیں ہے بلکہ عالم برزخ میں دنیوی (جسمانی ہے) مگر مکلف بالاعمال نہیں ہیں اور یہ حیات حضور اکرم ﷺ اور جمیع انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ واضح رہے کہ اس مضمون پر علماء دیوبند کے طبقہ اولیٰ وعلیا کے تقریباً تمام اکابرین کے دستخط موجود ہیں۔ مثلاً: شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ مضمون خود ہی تحریر فرمایا۔

ب: اسی طرح تقسیم ہند کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جب اس مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق بعض صاحبان کی تقریروں اور تحریروں سے بزرگان دیوبند کا مسلک مشتبہ ہونے لگا تو اس وقت اکابر علماء نے بھی متفقہ اعلان کے نام سے اپنے دستخطوں سے ایک تحریر شائع کر کے مسلک دیوبند کی وضاحت فرمائی۔ چنانچہ اس وقت بھی مقام حیات از مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود اور دوسرے رسائل میں مطبوع ہے۔ اس میں یہ صفائی سے لکھا گیا ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ کہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔ لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضۂ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہلسنت والجماعۃ کا مسلک ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس متفقہ اعلان پر مرحومین حضرات میں سے حضرت مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ اجل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رسول خان صاحب سابق اعلیٰ مدرس دار العلوم دیوبند اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مؤلف اعلاء السنن ورحمۃ القدوس وغیرہ کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

عذاب قبر

ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک قبر میں ثواب وعقاب کا تعلق روح اور جسد دونوں کے ساتھ رہتا ہے اور جسم سے جسم عنصری مراد ہے نہ کہ جسم مثالی جو کہ حقیقی جسم نہیں ہے بلکہ عالم مثال کے آئینہ میں جسم کا ایک عکس ہے۔ ''کما صرح بہ المجدد الالف الثانی'' اور جیسا کہ کتب فقہ وعقائد میں مذکور ہے کہ ''ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب وان ذالک یحصل لروحہ وبدنہ'' (کتاب الروح) یہی اکابرین دیوبند کا مسلک ہے۔

توسل بالانبیاء والصلحاء علیہم السلام

توسل بالانبیاء علیہم السلام بھی بزرگان دیوبند کے نزدیک جائز ہے۔ (المہند علی المفند ص ۲۸ مطبوعہ جہلم) نشر الطیب للعلامہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور الشہاب الثاقب شیخ المدنی رحمۃ اللہ علیہ میں اس کی تشریح موجود ہے۔ علامہ آلوسی نے آیت کریمہ: ''وابتغوا الیہ الوسیلۃ'' کے تحت توسل بالمقبولین کو جائز قرار دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ اس کا قائل بھی توسل بالصفات ہی ہے ''کانہ یقول برحمتک وفضلک علی فلان ادعو منک ھذا''

سماع موتی

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں فرمایا ہے: ''وھذا سلام (ای السلام عند زیارۃ القبور) والخطاب والنداء لموجود یسمع ویعقل ویردون السلام وان لم یسمع المسلم الرد والسلف مجموعون علی ھذا وقد تواترت الآثار عنھم بان المیت یعرف الحی ویستبشر بہ'' ہمارے مشائخ بھی فی الجملہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ جیسا کہ فیض الباری للعلامہ الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ میں ہے اور اسے ہرگز شرک کی بنیاد قرار نہیں دیتے۔ جو لوگ ان مسائل میں کچھ اور رائے رکھتے ہوں وہ کچھ بھی ہوں بہرحال مسلک دیوبند سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ انہیں بزرگان دیوبند کی طرف غلط نسبت نہیں کرنی چاہئے۔ واضح رہے کہ بزرگان دیوبند کے یہ نظریات بحمد اللہ قرآن وسنت اور سلف صالحین کی تصریحات کے عین مطابق ہیں۔ سائلین کو چونکہ صرف مسلک دیوبند کا تعین اور تشخص مقصود تھا اس لئے صرف مسائل کے بیان پر اکتفاء کیا گیا ہے دلائل سے تعرض نہیں کیا گیا۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل! کاتب الحروف: عبدالکریم عفی عنہ بحکم سیدی حضرت افغانی مدظلہ، دستخط ومہر: مولانا شمس الحق افغانی، احمد الرحمن غفرلہ۔ دستخط ومہر: مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، ولی حسن عفا اللہ عنہ

از احقر جمیل احمد تھانوی، جامعہ اشرفیہ لاہور

مولانا افغانی زید معالیہم کا املائی جواب حق وصواب ہے چار مسئلوں میں علماء دیوبند کا یہی مسلک ہے بلکہ:

۱..... یہ توکل اہلسنت والجماعت کا اجماعی مسئلہ ہے، عدم حیات کا قول تو صرف بعض معتزلہ اور رافضیہ کا ہے۔ اہل حق میں سے کسی کا اختلاف نہیں۔ البتہ اہل سنت والجماعت کے تین قول ہیں: (۱) حیات من وجہ کا مسلسل رہنا (۲) منقطع ہو کر عود کرنا پھر منقطع ہو کر عود کرنا (۳) منقطع ہو کر عود کرنا اور تا قیامت رہنا، مگر یہ اختلاف ترجیحی ہے حق وباطل کا نہیں ہے اور معتزلہ سے حق وباطل کا اختلاف ہے۔ چونکہ عذاب قبر تواتر سے ثابت ہے اور بغیر حیات کے ثواب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حیات قبری ہر انسان کے لئے اس قدر یقینی ومتواتر احادیث سے ثابت ہے کہ جس سے عذاب وثواب کا ادراک ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نہ باشد در الحاد بودن اوشبہ نیست۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۹۳) بحذف دلائل تفصیلی دلائل وہاں ہیں۔

۲..... جمہور امت کے نزدیک برقول اصح، جسم اور روح دونوں کو عذاب ہوتا ہے اور عذاب قبر اس کی متواتر ثبوت کی دلیل ہے۔ کیونکہ عذاب قبر اسی کو ہوتا ہے جو قبر میں ہو اگر قبر میں فقط جسم ہو تو نہ عذاب عذاب ہے اور ثواب نہ ثواب کہ وہ ادراکات سے خالی ہے اور صرف روح قبر میں ہو جسم نہ ہو یہ ظاہر ہے کہ باطل ہے۔ لہٰذا دونوں پر

عذاب ہوگا۔ عذاب قبر سے صرف عذاب برزخ مراد لینا عذاب قبر کا انکار بنے گا، قبر خاص ہے۔ برزخ (جو موت سے قیامت تک کا زمانہ ہے) عام ہر قبر تو برزخ ہے مگر برزخ ہر ایک قبر نہیں۔ جو عام خاص کا خاصہ ہے۔ اگر عذاب قبر ہو تو عذاب برزخ ہے عذاب برزخ عذاب قبر نہیں۔ اگر صرف روح کا عذاب مانا جائے تو وہ قبر میں نہیں ہوگی تو عذاب قبر نہ ہو، گو عذاب برزخ ہوگا، یہ انکار متواتر کا ہے۔

۳...... وسیلہ اس کی ذات سے ہو تو بے اصل ہوگا۔ لیکن حق تعالیٰ کی ایسی صفت سے ہو جس کا تعلق اس سے ہے۔ مثلاً محبت ونسبت وغیرہ پھر تو وسیلہ صورۃً گو ان سے کیا جائے۔ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی صفت سے ہے اس کو کون ناجائز کہہ سکتا ہے۔ فقط حدیث شریف میں انبیاء کرام سے توسل آیا ہوا ہے: ''بعیسیٰ روحک وموسیٰ نجیک او کما قال'' لمبی حدیث ہے۔

۴...... میں ہمارے بزرگوں نے احتیاط کی ہے کہ صحابہ میں اختلاف رہا ہے۔ ایسا نہ ہو دوسروں کی بے تعظیمی ہو جائے۔ مگر مدار اس کا حیات پر ہے اگر حیات بقدر ادراک عذاب وثواب ثابت ہو تو سماع بھی ثابت ہے اور تمام اہلسنت والجماعت کے نزدیک حیات بقدر ادراک نعم وقمم ثابت ہے۔ حیات کے لئے سماع لازم ہے۔ یہی بات علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے اور اس کو سوال وجواب کر کے نظم بھی کیا ہے۔ جس میں یہ شعر بھی ہے۔ (الحاوی ج ۲ ص ۱۷۴)

سماع موتی کلام الخلق معتقد جاءت به عندنا الآثار فی الکتب

یعنی جمہور امت کا عقیدہ ہے احادیث قریب بتواتر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً احادیث سلام احادیث معرفت غاسل وغیرہ احادیث تلقین میت جو بکثرت وارد ہیں اور مجموعہ متواتر بن جاتا ہے اس لئے حضرت شاہ صاحب سرخیل علماء ہند کا ہی فتویٰ راجح وقوی صحیح ترین معلوم ہوتا ہے اور علماء دیوبند وہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ جو ان اسلاف کا تھا اور چودہ سو سالہ اسلاف کا ہے۔ مہر ودستخط: جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور ۱۳/ رمضان ۱۳۹۶ھ (منقول از تسکین الصدور ص ۴۲۹ تا ص ۴۳۲)

<u>فتویٰ نمبر ۲۱</u>: از حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب صدر جامعہ دار العلوم کراچی

صدر جامعہ دار العلوم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہم العالی کے تعلیمی سال (۱۴۱۷، ۱۴۱۸ھ) کے آغاز پر افتتاحی خطاب کے چند اقتباس۔

اہل سنت والجماعت اور علماء دیوبند کے عقائد ایک ہیں

تو خوب سمجھ لیجئے کہ علماء دیوبند کے عقائد بعینہٖ وہی ہیں جو اہلسنت والجماعت کے عقائد ہیں۔ جو عقیدہ اہلسنت والجماعت سے باہر ہے ہم اس سے بری ہیں اور پوری طرح برأت کا اظہار کرتے ہیں، بالکل بری ہیں اور عقائد علماء دیوبند اور عقائد اہلسنت والجماعت میں کوئی فرق نہیں، کوئی فرق نہیں۔ ہم اہلسنت والجماعت ہیں اور دیوبند کی طرف ہماری نسبت اس لئے ہو جاتی ہے کہ اس زمانہ میں عقائد اہلسنت کی جتنی بہترین تشریح اور جتنے بہترین انداز میں اس کو عملی طور پر پھیلایا اور اس کی ترویج واشاعت کی اور اس کے مطابق تربیت کی۔ وہ اس وقت ہماری نظر میں دیوبند کا کام ہے۔ اس واسطے ہم اپنے آپ کو دیوبند کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ ورنہ درحقیقت دیوبند کوئی فرقہ نہیں، کوئی الگ مسلک نہیں، مسلک وہی ہے جو اہلسنت والجماعت کا ہے۔

دیوبندیت اعتدال کا نام ہے

فرمایا دیوبندیت نام ہے اعتدال کا، اعتدال اور توازن کا نام دیوبندیت ہے، رفض وخروج میں اعتدال، ظاہر وباطن میں اعتدال، تقلید واجتہاد میں اعتدال، اعتدال کا نام دیوبندیت ہے اور اعتدال کا دوسرا نام ہی اتباع سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ یہ ہے لب لباب دیوبندیت کا۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں دیوبندیت۔ یہ الفاظ مجھے یاد ہیں کہ فرمایا کہ دیوبندیت کوئی بت نہیں ہے۔ جس کی ہم پرستش کرتے ہوں یہ دیوبند اگر سنت کے خلاف کام کرنے لگے لگا تو ہمارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ یہ دیوبند اسی وقت عظیم ہے جب تک یہ سنت کا متبع ہے تو ہمارا کوئی الگ مسلک نہیں۔ اتباع سنت اور اہلسنت والجماعت کا ظاہر وباطن میں اتباع ہی ہماری دیوبندیت ہے یہ ہمارا مسلک ہے اسی پر ہم جینا اور مرنا چاہتے ہیں۔

دارالعلوم کراچی کا مسلک

بھئی یہ مسلک دارالعلوم کا ہے، دارالعلوم کراچی کا مسلک بھی یہی ہے، ہمارا مسلک وہی ہے جو اہلسنت والجماعت کا ہے جو فقہ اکبر میں امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کردیا جو شرح فقہ اکبر میں ان کے بعد کے بزرگوں نے بیان کردیا جو عقیدہ طحاویہ میں بیان ہوگیا۔ جو شرح عقائد میں بیان ہوگیا اور جو المہند علی المفند میں بیان ہوگیا۔ یہی ہمارا مسلک ہے یہی ہمارا مذہب ہے ہم اسی پر مرنا اور جینا چاہتے ہیں۔ ہم اس مسلک کی غیرت وحمیت رکھتے ہیں۔ اس کے خلاف جو کوئی بات ہے وہ ہمارا مسلک نہیں ہے۔ ہم اس سے بری ہیں۔ دارالعلوم اس سے بری ہے۔ اگر کوئی طالب علم مماتی عقیدہ رکھتا ہے یا کوئی اور اس طرح کا عقیدہ جو ہماری ان کتابوں سے علیحدہ مختلف عقیدہ ہے اور ان کتابوں میں المہند علی المفند بھی داخل ہے اور یہ علماء دیوبند کی مستند دستاویز ہے تمام علماء دیوبند نے متفقہ طور پر وہ دستاویز تیار کی ہے تو اگر کوئی اس سے مختلف عقیدہ رکھتا ہے۔ اس سے میری دو درخواستیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنے آپ کو دیوبندی کہنا چھوڑ دے۔ اگر وہ دیوبندی کہہ رہا ہے تو وہ دھوکہ دے رہا ہے۔ جھوٹ بول رہا ہے علماء دیوبند پر افتراء کر رہا ہے تو بھئی تم اپنے عقیدہ میں ضرور آزادی اختیار کرلو ہم منع نہیں کرتے۔ لیکن ہماری درخواست ہے کہ تم دھوکہ بازی نہ کرو۔

جس طرح سے قادیانی کو ہم کہتے ہیں کہ تم اگر قادیانی مذہب اختیار کرتے ہو تو تم جانو ''لکم دینکم ولی دین'' لیکن تم اگر اپنے آپ کو مسلمان کہو گے تو ہم تمہارے سے لڑیں گے، مسلمان کہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ خیر خواہانہ مشورہ یہ ہے کہ تمہارا فائدہ اس میں ہے کہ ایسے طلبہ (مماتی) اس دارالعلوم میں داخل نہ ہوں ان کا دینی فائدہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں ہے۔ یہاں رہ کر ان کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ جب تم اپنے استاد کو غلط سمجھتے ہو۔ غلط عقیدہ والا سمجھتے ہو، اس کی فہم پر تمہیں اعتماد نہیں اس کے علم پر تمہیں اعتماد نہیں اس سے تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوگا اور وہ تمہیں کیسے فائدہ دے گا۔ استاد اور شاگرد کے درمیان باہمی اعتقاد افادہ اور استفادہ کے لئے شرط ہے۔

اساتذہ اور اپنے بڑوں سے اگر نظریاتی اختلاف ہو

اگر استاذ وشاگرد کے درمیان باہمی اعتماد نہ ہو تو استاد کتنی ہی کوشش کریں افادہ کی اور طالب علم کی کتنی ہی کوشش ہوجائے، استفادہ کی تو نہ افادہ ہوتا ہے نہ استفادہ ہوتا ہے تو پھر کیوں اپنی عمر عزیز کو برباد کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں نوجوانی توانائی دی ہے تم کسی ایسے ادارہ میں جاؤ جو تمہارے نظریات رکھنے والا ادارہ ہو، وہاں تو کچھ نہ کچھ افادہ پہنچے گا تو اس سلسلہ میں میری تین باتیں ہیں۔ پھر خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مخالف مسلک عقیدہ نظریہ رکھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو دیوبندی نہ کہے ہم اسے دھوکہ بازی سمجھتے ہیں۔ منقول از

(ماہنامہ البلاغ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ مئی ۱۹۹۷ء ج ۳۲ ش ۱ ص ۲۵ تا ۳۲)

فتویٰ نمبر ۲۲: از حضرت اقدس حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی

سوال: مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں مولانا اللہ یار خان کی کتاب حیات الانبیاء پڑھی اور اس کے بعد یہ مسئلہ صراحتاً شیخ القرآن نے اپنی تفسیر جواہر القرآن میں بیان فرمایا۔ لیکن مولانا اللہ یار خان حیات کی کیفیت روح کا جسم اطہر یعنی بدن عنصری کے ساتھ منوانے کے لئے دلائل دیتے رہے ہیں۔ حالانکہ شیخ القرآن نے جسم مثالی کو تسلیم کروایا ہے۔ براہ کرم اس کی وضاحت فرمادیں اور بتائیں کہ یہ مسئلہ ایمانیات سے ہے؟

جواب: میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ اطہر میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں۔ یہ حیات برزخی ہے۔ مگر حیات دنیوی سے بھی قوی تر ہے جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا وہ نہ علماء دیوبند کے مسلک پر ہیں۔ منقول از (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۹۰، ۹۱)

فتویٰ نمبر ۲۳: از علماء متکلمین اسلام وفقہاء دین وعلماء امت

سلطان طغرل بیگ سلجوقی کے عہد حکومت میں نیشاپور کے قریب ایک بہت فتنہ پرداز شخص گزرا ہے اس کا نام بیکندری تھا وہ لطائف الحیل سے سلجوقی دربار میں منصب وزارت پر آ گیا۔ اس کے عقائد اعتزال ورفض کا امتزاج تھے۔ ۴۴۵ھ کے قریب اس نے وفات النبی ﷺ اور جسد جمادی کی تمہید سے انتفائے نبوت کا عقیدہ اختیار کیا۔ اس کا اعتقاد تھا کہ حضور ﷺ کا جسد اطہر روضہ منورہ میں محض بے حس و بے شعور ہے۔ اس نے اسے انعزال نبوت کے لئے (کہ حضور ﷺ وفات شریف کے بعد اب حقیقتاً رسول نہیں رہے) ایک سیڑھی بنایا اور نہ صرف یہی بلکہ اس نظریہ کو امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھی منسوب کر دیا۔ اقتدار کے سہارے اس نے ان خیالات کو بہت دور تک پہنچانے کی کوشش کی۔ اس کے عقیدہ میں روضہ منورہ کی حیات جسمانی کا انکار اس لئے بھی تھا کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جوار رسول ہونے میں اور روضہ اطہر میں ہم پہلو ہونے کی شان امتیاز کمزور ہوتی تھی۔ ممکن ہے اس سے اس کے رفض کو کچھ تسکین پہنچتی ہو۔

پھر وفات کے بعد روح وبدن کی کلی مفارقت سے عذاب کا انکار بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔ سو اس سے اس کے اعتزال کو قوت ملتی تھی یہ عقیدہ کہ اب حضور رسول نہیں رہے۔ دراصل جز وکلمہ محمد رسول اللہ ہی میں تشکیک کی راہ پیدا کرنا تھا۔ حالانکہ یہ کلمہ بالا جماع صحیح ہے اور اس میں آپ کے لئے صحیح اقرار رسالت ہے، انکار حیات قبریہ، انعزال نبوت حقیقیہ، کے دونوں باطل عقیدے دوش بدوش چلنے لگے۔ کتاب وسنت کی بہت سی تصریحات بنائے فاسد علی الفاسد کی لپیٹ میں نذر تاویلات ہوتی رہیں اور اہل حق بھی اپنی طرف سے اس کے ابطال کی طرف پورے پورے متوجہ رہے۔ اکابر اہلسنت نے ان نظریات پر نکیر کی۔ امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ پر جو افتراءات باندھے گئے تھے کہ ان کے عقائد بھی یہی ہیں ان تمام الزامات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ اس وقت امام حدیث احمد بن الحسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) زندہ تھے اور امام ابوالقاسم عبدالکریم القشیری نے نہایت قوت اور ثابت قدمی سے کرامیہ کا مقابلہ کیا۔ یہ

سارے مفاسد جس بنیاد پر قائم کئے جا رہے تھے۔ وہ یہی تھے کہ حضور ﷺ اب اپنی قبر میں محض بے جان ہیں۔ معاذ اللہ ان بزرگوں نے یہ جڑ ہی اکھاڑ کر رکھ دی اور بتایا کہ حقیقت حال اور قرآن و حدیث کا استدلال کیا ہے۔

امام بیہقی نے رسالہ حیات الانبیاء لکھا اور علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ''شکایۃ اھل السنۃ بما نالھم المنحۃ'' میں ان افتراءات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ ان واقعات کی تفصیل کے لئے حافظ ابن عساکر کی کتاب تبیین کذب المفتری اور طبقات شافعیہ، زیر ترجمہ امام ابوالحسن الاشعری ملاحظہ کیجئے۔ علامہ تقی الدین سبکی کہتے ہیں:

''فان قیل فمن این وقعت ھذہ المسئلہ ان لم یکن لھا اصل قیل ان بعض الکرامیہ ملاء اللہ قبرہ نارا وظنی ان اللہ قد فعل الزم بعض اصحابنا الخ'' (طبقات شافعیہ ج ۲ ص ۲۸۲)

ترجمہ: اگر کہا جائے کہ جب اس مسئلے کی کوئی اصل نہیں تو پھر یہ کہاں سے آ گیا تو جواب میں کہا جائے گا کہ بعض کرامیہ نے اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو آگ سے بھرے اور میرا یہی گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھر دیا ہوگا۔ سب سے پہلے یہ مسئلہ گھڑا تھا۔ امام حدیث کے اس جلال و ناراضگی کو دیکھئے اور اس پر غور کیجئے۔ اس کے برعکس اپنا عقیدہ آپ ان الفاظ میں لکھتے ہیں: ''لان عندنا رسول اللہ ﷺ حیٌ یحس ویعلم وتعرض علیہ اعمال الامۃ ویبلغ الصلوۃ والسلام علی ما بینا'' (طبقات شافعیہ ج ۲ ص ۲۸۲)

ترجمہ: کیونکہ ہمارے نزدیک حضور ﷺ زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات حسی ہے اور آپ علم رکھتے ہیں اور امت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں اور آپ کو صلوٰۃ و سلام جیسا کہ ہم نے بیان کیا پہنچایا جاتا ہے۔

پھر آپ نے اپنا عقیدہ ان الفاظ میں لکھا ہے ''ان عقائدنا ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم فاین الموت الی ان قال وصنف البیھقی جزء واسمعناہ فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم واشتد نکیر الاشاعۃ علی من نسب ھذا القول الی الشیخ'' (طبقات ج ۶ ص ۲۶۶)

ترجمہ: ہمارے عقائد میں سے ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں سو وہاں موت کہاں اور امام بیہقی (۴۵۸ ھ) نے ایک مستقل جزو اس پر تصنیف کیا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے قبروں میں زندہ ہونے کے بارے میں ہے اور جن لوگوں نے حضرت الشیخ ابوالحسن الاشعری کی طرف انبیاء کے قبروں میں مردہ ہونے کا قول منسوب کیا ہے۔ اشاعرہ نے بڑی سختی سے اس پر نکیر کی ہے۔

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''فاما ما حکی عنہ (ای الاشعری) وعن اصحابہ انھم یقولون ان محمدا ﷺ لیس نبی فی قبرہ ولا رسول بعد موتہ فبھتان عظیم وکذب محج لم ینطق احد منھم ولا یسمع فی مجلس مناظرۃ ذالک عنھم ولا وجد فی کتاب لھم وکیف یصح ذالک وعندھم محمد ﷺ حیٌ فی قبرہ'' (شکایۃ اہل السنۃ رسائل قشیریہ ص ۱۰ طبقات ج ۲ ص ۲۷۹)

ترجمہ: ہاں! جو امام ابوالحسن اشعری اور دوسرے اشاعرہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک حضور ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد اپنی قبر شریف میں نبی و رسول نہیں رہے۔ یہ محض جھوٹ اور بہتان عظیم ہے اشاعرہ میں سے یہ کسی نے نہیں کہا نہ ان سے کسی مجلس مناظرہ میں ایسی بات سنی گئی نہ ان کی کسی کتاب میں یہ مضمون ملا ہے اور ان کا یہ عقیدہ کیسے ہوسکتا ہے۔ جب کہ ان کے ہاں حضور اکرم ﷺ اپنے روضہ اطہر میں زندہ ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''واما ما نسب الی الامام الاشعری امام اهل السنة والجماعة من انکار ثبوتها بعدالموت فهو افتراء وبهتان والمصرح به فی کتبه وکتب اصحابه خلاف ما نسب الیه بعض اعدائه لان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورهم وقد اقام النکیر علی افتراء ذالک ابو القاسم القشیری'' (شامی ج ۳ ص ۳۶۶ باب المغنم)

ترجمہ: امام اہلسنت والجماعت امام ابوالحسن الاشعری کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وفات شریفہ کے بعد اس وصف کے ثابت ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ یہ محض افتراء اور بہتان ہے ان کی اور ان کے ہم مشرب احباب کی کتابوں میں اس کے خلاف تصریح موجود ہے۔ یہ ان کے دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ تحقیق یہی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور امام ابوالحسن الاشعری پر اس افتراء باندھنے کے خلاف علامہ ابوالقاسم القشیری نے زبردست احتجاج کیا ہے۔

''ان نسبة الخلاف فی هذه المسئلة الی الشیخ ابی الحسن الاشعری زور وبهتان وانما وقع بسبب ان بعض الکرامیة ان الاشعری واصحابه قائلون بان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی القبر حیٌّ یحس ویعلم الراضة البهیة فیما بین الاشاعرة الماتریدیه(۱۵)'' ترجمہ: ابوالحسن الاشعری کی طرف اس عقیدہ کی مخالفت کی نسبت محض افتراء و بہتان ہے اور اس کا سبب کرامیہ تھے۔ امام اشعری اور ان کے سب اصحاب اسی بات کے قائل ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور علم و احساس بھی رکھتے ہیں۔ ان ائمہ و اکابر کے انداز بیان کو دیکھئے اور غور فرمائیے کہ یہ مسئلہ اگر کوئی معمولی مسئلہ ہوتا تو یہ اکابر داعیان اتنی سی بات پر اس قدر جلال میں نہ آجاتے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار دراصل بہت سے فتن و مفاسد کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے اور ان ائمہ فن کی ان پر پوری نگاہ تھی۔ اندریں صورت یہ مسئلہ ایک اصولی مسئلہ بن کر سامنے آتا ہے۔

قصیدہ بدء الامالی میں ہے:

وان الانبیاء لفی امان عن العصیان قصداً وانعزال

ترجمہ: اور بے شک انبیاء اس سے محفوظ ہیں کہ وہ قصداً خدا کی نافرمانی کریں اور اس سے بھی کہ وہ کسی طرح نبی نہ رہیں ان کی نبوت جاتی رہے۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''المعنی ان الانبیاء لفی امان عن العزل عن مرتبة النبوة والرسالة وحکی شارح الطوالع فیه اجماع الامة (ص ۲۵ مطبع مجتبائی)'' ترجمہ: اس کا معنی یہ ہے کہ نبیوں کو مرتبہ نبوت و رسالت سے ہٹائے جانے سے مامون (امن میں) کیا گیا ہے۔ شرح طوالع میں اس پر پوری امت کا اجماع نقل کیا گیا ہے۔ الغرض یہ امور ہیں، جنہوں نے ایک ایسے مسئلے کو جو اپنی ابتدائی سطح میں گو درجہ ضروریات میں سے نہ تھا۔ بقائے نبوت پیغمبر خاتم، شان شیخین بجوار رسول الثقلین، اعتماد علی السلف، تحفظ مسلک اہل السنۃ، ازالہ اوہام کرامیت حقیقت عذاب قبر احترام اجماع امت اور آداب زیارت، جیسے اہم مسائل کی، پامالی کی وجہ سے وہ اہمیت دے دی ہے کہ حقیقت کو جاننا اور صورت مسئلہ کو پہچاننا ضروری ہو گیا ہے۔ (منقول از مقام حیات ص ۵۴ تا ۵۹)

تنبیہ: مذکورہ بالا تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات یعنی روح اور جسد عنصری کا

مجموعہ وصف نبوت و رسالت سے موصوف ہے اور بعد از وفات بھی حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات حقیقت رسول اللہ اور نبی اللہ ﷺ ہے۔ پس جب بعد از وفات صفت نبوت و رسالت روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ثابت ہے تو الحیات بعد الوفات بھی دونوں کے لئے ثابت ہوگی۔ کیونکہ رسول اللہ و نبی اللہ ﷺ کی الحیات بعد الوفات تو مسلمات سے ہے۔ لہٰذا جو شخص روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو قبل الوفات و بعد الوفات نبی اللہ و رسول اللہ سمجھتا اور جانتا ہے۔ اس کو جسد عنصری کی حیات ماننا لازم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول اللہ نبی اللہ ﷺ ہے اور نبی اللہ و رسول اللہ ﷺ کی حیات متفق علیہ ہے۔

اسی لئے تو منکرین حیات و سماع کے شیخ الحدیث محمد حسین نیلوی نے لکھ دیا کہ حضور اکرم ﷺ کا جسد عنصری وصف نبوت و رسالت سے موصوف نہیں ہے یہ دونوں صرف روح کی صفات ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: پھر حنفیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ بات ثابت و محقق ہو چکی ہے کہ رسالت و نبوت دراصل صفت ارواح ہے (نہ جسد عنصری مع الروح کی) (ندائے حق جدید ص ۵۶۱ الموسوم ازالۃ الخفاء عن حیات الانبیاء) بریکٹ میں دیئے ہوئے الفاظ بھی خود علامہ صاحب کے ہیں۔ جن میں انہوں نے جسد عنصری کے موصوف بصفت نبوت و رسالت ہونے سے صاف صاف انکار کر دیا ہے۔ البتہ اپنے اس انکار کی نسبت حنفیہ کی طرف کر دی ہے۔ بندہ عاجز کی دانست کے مطابق اس انکار کی نسبت حضرات حنفیہ کی طرف درست نہیں ہے۔ کیونکہ کسی حنفی عالم نے جسد عنصری سے وصف نبوت و رسالت سے انکار نہیں کیا ہے۔ بلکہ تمام حنفیہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو صفت رسالت و نبوت سے موصوف سمجھتے ہیں۔ بعض کرامیہ نے امام ابوالحسن اشعری کی طرف اس غلط عقیدہ کی نسبت کی ہے تو علماء اہلسنت نے اس کی خوب تردید کی ہے۔

جیسا کہ فتویٰ نمبر ۲۲ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ پس یہ نظریہ نیلوی صاحب اور اس کی جماعت کا ہے کہ جسد عنصری نبی اللہ و رسول اللہ ﷺ نہیں ہے نہ کہ حنفیہ کا۔ نیلوی صاحب نے اس نظریہ کو محقق اور ثابت کہہ دیا ہے، حالانکہ یہ نظریہ نہ محقق ہے اور نہ ثابت۔ کیونکہ صحابہ کرام سے لے کر آج تک حضور اکرم ﷺ کے جسد عنصری کو رسول اللہ و نبی اللہ کہنا تواتر سے چلا آ رہا ہے۔ جیسے غسل رسول اللہ، کفن رسول اللہ، صلوا علی رسول اللہ ﷺ وغیرہ کے الفاظ بکثرت صحابہ وغیرہم سے منقول و معروف ہیں۔ یہ نظریہ اس لئے بھی درست نہیں ہے کہ اس کے تسلیم کرنے سے کسی صحابی کو صحابی کہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی ہو اور آخری دم تک ایمان پر قائم رہا ہو۔ پس تمام صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کی زیارت بایں صورت کی کہ آپ کے جسد عنصری کو دیکھا۔ جب کہ روح مبارک اس میں موجود تھی۔ پس زیارت کی اس صورت سے وہ لوگ صحابی رسول ﷺ بنے۔

اگر حضور اکرم ﷺ کے جسد عنصری کو اللہ کا رسول اور نبی نہ مانا جائے جس کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زیارت کی تو ان کو صحابی کہنا کیسے درست ہوگا۔ کیونکہ جس کو انہوں نے دیکھا ہے وہ رسول اللہ نہیں اور جو رسول اللہ ہے اس کو انہوں نے دیکھا نہیں۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ کوئی صحابی صحابی نہ رہے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی روح مبارک کو کسی صحابی نے دیکھا نہیں اور نہ ہی روح نظر آتی ہے۔ اسی طرح زمین کے جس ٹکڑے میں حضور اکرم ﷺ مدفون اور آرام فرما ہیں اس کو قبر رسول اللہ ﷺ کہنا درست نہ ہو۔ کیونکہ قبر میں آپ کا جسد عنصری مدفون ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ نہیں ہے اور جو رسول اللہ ہے وہ قبر میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو قبر رسول اللہ کہنا درست نہ ہوگا۔ (نعوذ باللہ)

حالانکہ خود مؤلف ندائے حق نے اپنی کتاب میں قبر رسول اور قبر نبی کا لفظ بیسیوں جگہ پر استعمال کیا ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ نے قبر کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ مثلاً ''اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد'' وغیرہ لہٰذا مؤلف ندائے حق کے نزدیک وہ سب حدیثیں صحیح نہیں ہونی چاہئیں جن میں قبری کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ قبر میں تو جسد عنصری ہوتا ہے اور وہ رسول اللہ نہیں اور جو دراصل رسول اللہ ہے وہ قبر میں ہے ہی نہیں۔ لہٰذا قبری کہنا کیسے درست ہوگا۔ فافھم! یہ عقیدہ اس لئے بھی درست نہیں ہے کہ اس سے حضور اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ مؤلف ندائے حق کے نزدیک جسد عنصری کو موت آتی ہے روح کو موت نہیں۔ دیکھئے (ندائے حق جدید ص ۵۶۱) مؤلف موصوف کے دونوں نظریوں کو آپس میں ملانے سے یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ پر موت نہیں آئی اور نہ ہی موت نے آنا ہے۔ کیونکہ جس پر موت آئی یعنی جسد عنصری پر وہ نبی ورسول نہیں اور جو دراصل رسول اور نبی ہے۔ یعنی روح وہ مرتی نہیں۔ پس اس نظریہ کو صحیح تسلیم کرنے سے حضور اکرم ﷺ کی موت کا انکار لازم آتا ہے۔

اب یہ لوگ اپنے نظریات کے آئینہ میں حضور اکرم ﷺ کی حیات کے بھی منکر ہیں اور موت کے بھی منکر، نہ حیات کے قائل نہ موت کے قائل۔ خدارا معلوم یہ کس چیز کے قائل ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ان لوگوں نے سلف صالحین اور جمہور علماء امت کی راہ جو کہ صراط مستقیم ہے کو چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے یہ بیچارے تضاد بیانی کا شکار ہیں۔

ایک مشورہ

اہل اسلام سے درخواست ہے کہ وہ دین اسلام کے مفتیان کرام سے رجوع کریں اور فتویٰ پوچھیں کہ جو شخص حضور اکرم ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نبی ورسول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف روح اللہ تعالیٰ کا نبی ورسول ہے جسد عنصری نہ نبی اللہ ہے نہ رسول اللہ ﷺ تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔ مجھے امید ہے کہ تسلی بخش جواب موصول ہوگا۔

قارئین کرام! آپ نے تیئیس فتاویٰ پڑھ لئے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر اور سماع عند القبر کا قائل نہیں ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدہ والا ہے اور گمراہ ہے اس کو نماز میں امام بنانا درست نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات وسماع کے انکار کے ساتھ ساتھ عقیدہ عذاب قبر کا بھی انکار کرتا ہے، قبر کے ثواب وعقاب کا قائل نہیں ہے بلکہ قبر کی جزا وسزا کا منکر ہے تو ایسے شخص کو فقہاء کرام نے کافر کہا ہے۔ فقہاء کرام کی عبارات بمع حوالجات پہلے گزر چکی ہیں۔ وہاں دیکھ لیں۔ دار العلوم دیوبند کا ایک فتویٰ جو کہ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۴، ۱۲۵) میں شائع ہو چکا ہے۔ میں بھی منکرین عذاب قبر کو کافر کہا گیا ہے اور دلائل بھی دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ انبیاء کرام کی حیات وسماع کا عقیدہ ضروریات اہلسنت والجماعت میں سے ہے۔ اس لئے اوّل الذکر کا منکر گمراہ اور ثانی الذکر کا منکر کافر ہے۔ اگر کوئی شخص مذکورۃ الصدر دونوں نظریوں کے انکار کے ساتھ ساتھ تکفیر المسلمین توہین علماء حق اور توہین گنبد خضراء وغیرہ کا مرتکب ہے تو وہ کافر ہونے کے ساتھ ساتھ واجب القتل بھی ہے۔

فتویٰ نمبر ۲۴: از دار الافتاء والارشاد کراچی

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین، مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کراچی کے کیپٹن مسعود

عثمانی کا پورا پورا پیروکار ہے۔ آیات قرآنیہ کی تحریف کرتا ہے، احادیث صحیحہ کی تکذیب کرتا ہے، محدثین خصوصاً امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کافر کہتا ہے کسی مسلمان کو سلام کرنا جائز نہیں سمجھتا نہ ہی کسی مسلمان کے جنازہ میں شریک ہوتا ہے۔ پوری امت مسلمہ کو کافر ومشرک سمجھتا ہے عذاب قبر کا انکار کرتا ہے۔ انبیاء اولیاء کے توسل کو شرک کہتا ہے حضور اکرم ﷺ کے سماع سلام عند القبر الشریف کو شرک جانتا ہے۔ آپ کے جسد اطہر کو قبر شریف میں محفوظ نہیں سمجھتا بلکہ جسد اطہر کو وصف نبوت سے موصوف نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں نہیں ہیں، آپ ﷺ کے روضہ انور کی حاضری ناجائز کہتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے روضہ انور کو شرک کی بنیاد کہتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اس پر بلڈوزر چلوا دیتا۔ حیات الانبیاء کا انکار کرتا ہے، آیات قرآنیہ اور ادعیہ ماثورہ تعویذات کو شرک کہتا ہے۔ علماء معلمین مدرسین کی تنخواہ کو حرام کہتا ہے۔ عہد اوّل سے لے کر آج تک کوئی ایسا عالم دین نہیں ہے جس کو یہ کافر نہ کہتا ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے عقائد رکھنے والا شخص مسلمان ہے یا کافر اس کے پیچھے نماز ہوگی کہ نہیں۔ اس شخص کی ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ ایسے شخص کے ساتھ رشتہ ناطہ کرنا اٹھنا بیٹھنا جائز یا نہ؟ اگر مرجائے اس پر نماز جنازہ جائز ہے یا نہ؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب باصواب سے نوازیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء! السائل: ابواحمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

الجواب باسم ملہم الصواب: ایسا شخص ملحد وزندیق وواجب القتل ہے۔ حکومت پر فرض ہے کہ ایسے زندیق کو فی الفور تہ تیغ کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو۔ مسلمانوں کو اس سے کسی قسم کا تعلق سلام کلام، میل جول رکھنا ناجائز وحرام ہے۔ اس زندیق کا ذبیحہ حرام اور اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نماز غارت وبرباد، مرجائے تو نماز جنازہ نہیں، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں، کہیں گڑھا کھود کر اس میں دبا دیا جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

آفتاب احمد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی، الجواب صحیح: عبدالرحیم نائب مفتی دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی۔ مہر: دارالافتاء والارشاد کراچی ۳۰ رذی الحجہ ۱۴۱۴ھ نمبر ۵۸۰۵ ۷

<u>فتویٰ نمبر ۲۵</u>: از دارالافتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

سوال مذکورہ بالا کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب واللہ الموفق للصواب: سوال میں مذکورہ عقائد کا حامل شخص قرآن وحدیث کی رو سے کافر ومرتد ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا قطعاً درست نہیں اور نہ ہی ایسے شخص کا ذبیحہ حلال ہے۔

نیز: اس شخص کے ساتھ رشتہ ناطہ کرنا، اٹھنا بیٹھنا اور دیگر تعلقات شرعاً ناجائز ہیں اور ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب! کتبہٗ: عنایت الرحمن رحمانی عفا اللہ عنہ، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی۔ الجواب صحیح: عبدالحمید ربانی: مہر دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

قارئین کرام! جن لوگوں نے انبیاء کرام کی حیات وسماع کا انکار کیا، عذاب قبر کا انکار کیا، عامۃ المسلمین اور علماء حق کی تکفیر کی، حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس اور گنبد خضراء کی توہین کی۔ آپ کے جسد عنصری کے نبی اللہ ورسول اللہ ہونے کا انکار کیا۔ ان لوگوں میں سے بعض نے کفر کی طرف ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ حتیٰ کہ حیات عیسیٰ

بن مریم علیہ السلام اور اس کے نزول الی الارض کا بھی انکار کر دیا۔ حالانکہ یہ گندا عقیدہ قادیانیوں کا ہے اہل اسلام میں سے کوئی عالم حیات ونزول ابن مریم علیہ السلام کا کوئی منکر نہیں گزرا۔ لہٰذا یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان مدعیان توحید کو قادیانیوں کا یہ نظریہ کیوں پسند آیا ہے وجہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بزعم خویش جن دلائل سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت کی ہے اور ان کی حیات کا انکار کیا ہے۔ بدقسمتی سے انہیں دلائل کی بنیاد پر یہ لوگ حیات الانبیاء کا انکار کرتے ہیں۔

بہرحال دلائل ایک ہیں یا پھر ایک جیسے ہیں جن کو سامنے رکھ کر قادیانی حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں اور مدعیان توحید حیات الانبیاء کا انکار کرتے ہیں۔ مسلک حق مسلک اہلسنت والجماعت کو کمزور بنانے کے لئے ان لوگوں کے شکوک وشبہات بھی ملتے جلتے ہیں۔ حیات قبر، حیات الانبیاء اور حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دلالت کرنے والی آیات واحادیث کی تاویلیں بھی ایک جیسی کرتے ہیں۔ مزاج کی ہم آہنگی اور طرز استدلال کی یکسانیت نے مدعیان توحید کے لئے انکار حیات عیسیٰ علیہ السلام کی راہ ہموار کر دی۔ جب منکرین حیات قبر وحیات الانبیاء اور منکرین حیات عیسیٰ علیہ السلام کا طریقہ واردات ایک جیسا ہے تو منکرین حیات قبر اور منکرین حیات الانبیاء علیہم السلام کے لئے انکار حیات عیسیٰ علیہ السلام ناگریز ہے اور یہی حقیقت ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے انکار کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا اقرار مشکل سا بن جاتا ہے۔ کیونکہ جن دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کی جاتی ہے۔ انہیں دلائل سے یا اس قسم کے دلائل سے انبیاء کی حیات ثابت کی جاتی ہے۔ پس حیات عیسیٰ علیہ السلام کے ثابت کرنے سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر کے انکار کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے انکار کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مدعیان توحید کسی قادیانی کے ساتھ عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر نہ کچھ کہہ سکتے ہیں اور نہ کچھ لکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ منکرین حیات عیسیٰ علیہ السلام کی تردید کرنے سے خود بخود منکرین حیات الانبیاء اور منکرین حیات قبر کی تردید ہوجاتی ہے حتی کہ منکرین کے شیخ الحدیث علامہ محمد حسین صاحب نیلوی نے جب قادیانیوں کے خلاف حیات عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر ایک رسالہ بنام ''القول الاتم فی حیات ابن مریم'' لکھا اور اس میں جمہور علماء امت کا سہارا لیا اور اجماع امت سے استدلال کیا اور سلف صالحین کی بات پر اعتماد کیا۔

جب کہ ندائے حق وغیرہ کتب میں عقیدہ حیات الانبیاء کی تردید میں اجماع امت اور سلف صالحین کی پروا نہ کی اور جمہور کی تو ایسی مٹی پلید کی کہ ان کو جمہور زنبور کہہ دیا اور قادیانیوں کی جن تاویلات کو مردود ٹھہرایا حیات الانبیاء کی تردید میں وہی تاویلات استعمال کیں جن آیات سے قادیانیوں نے استدلال کیا اور نیلوی صاحب نے ان کے استدلال کو باطل ٹھہرایا۔ حیات الانبیاء کی تردید میں انہی آیات سے خود استدلال کیا۔ بندہ عاجز کی تصدیق کے لئے آپ نیلوی صاحب کا رسالہ ''القول الاتم'' کا مطالعہ کریں اور رسالہ مذکورہ سے چند حوالہ جات اس رسالہ میں بھی گزر چکے ہیں۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ جو شخص ابتداءً حیات الانبیاء اور حیات قبر کا انکار کرتا ہے تو اس کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے انکار کی راہ ہموار ہوجاتی ہے۔ اس لئے بندہ عاجز نے مفتیان دین کی خدمت میں استفتاء بھیج کر منکر حیات عیسیٰ علیہ السلام کا حکم دریافت کیا اور فتوے کا نمبر سابقہ فتاویٰ سے ملا کر شمار کیا گیا ہے۔

فتویٰ نمبر ۲۶:

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے منکر کا شرعی حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا انکار کرتا ہے اور ان کے رفع جسمانی الی السماء اور نزول الی الارض کا بھی انکار کرتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ رکھتا ہے۔ آیا یہ شخص مسلمان ہے یا کافر؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ۔ اس کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام اس کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہ؟

السائل: ابواحمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

جواب: از دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

حامداً ومصلیاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور قیامت کے قریب ان کے نزول کا عقیدہ قطعی اور اجماعی ہے۔ جس کا منکر کافر ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اور اس کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہے۔ اب اس بات کے دلائل ملاحظہ فرمایئے: ''ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین اذ قال اللہ یعیسی انی متوفیک ورافعک الیَ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ ثم الیَ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون'' (آل عمران: ۵۴، ۵۵)

ترجمہ وتفسیر: اور ان لوگوں نے (جو کہ بنی اسرائیل میں سے آپ کی نبوت کے منکر تھے آپ کو ہلاک کرنے اور ایذاء پہنچانے کے لئے) خفیہ تدبیر کی (چنانچہ مکر وحیلہ سے آپ کو گرفتار کر کے سولی دینے پر آمادہ ہوئے) اور اللہ نے (آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے) خفیہ تدبیر فرمائی۔ جس کی حقیقت کا ان لوگوں کو پتہ نہ لگا۔ کیونکہ انہیں مخالفین میں سے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل پر بنا دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ جس سے وہ محفوظ رہے اور ہم شکل سولی دیا گیا۔ ان لوگوں کو اس تدبیر کا علم تک بھی نہ ہوسکا اور دفع پر تو کیا قدرت ہوتی اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے اچھے ہیں۔ (کیونکہ اوروں کی تدبیریں کبھی ضعیف ہوتی ہیں اور کبھی قبیح اور بے موقع بھی ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ کی تدبیریں قوی بھی ہوتی ہیں اور ہمیشہ خیر محض اور موافق حکمت کے بھی ہوتی ہیں اور وہ تدبیر اللہ پاک نے اس وقت فرمائی) جب کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب کہ وہ گرفتاری کے وقت متردد تھے اور پریشان ہوئے) فرمایا: اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بے شک میں تم کو (اپنے وقت موعود پر طبعی موت سے) وفات دینے والا ہوں۔

(پس جب تمہارے لئے طبعی موت مقدر ہے تو ظاہر ہے کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں دار پر جان دینے سے محفوظ رہو گے) اور (فی الحال) میں تم کو (عالم بالا کی) طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں (کی تہمت) سے پاک کرنے والا ہوں جو (تمہارے) منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں۔ ان کو غالب رکھنے والا ہوں۔ ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے) منکر ہیں۔ روز قیامت تک (گو اس وقت یہ منکرین غلبہ اور قدرت رکھتے ہیں) پھر (جب قیامت آجائے گی اس وقت) میری طرف ہوگی سب کی واپسی جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے۔ (مجملہ ان امور کے عیسیٰ علیہ السلام کا مقدمہ ہے)

اس آیت کی تفسیر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں اور قیامت کے نزدیک ان کا زمین کی طرف نزول ہوگا۔ اس آیت میں بعض لوگوں کو ''متوفیک'' کے لفظ سے شبہ ہو جاتا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ لفظ ''متوفیک'' کا لفظ متوفی کا مصدر متوفی اور مادہ وفی ہے۔ اس کا اصل معنی لغت عرب کے اعتبار سے پورا پورا لینے کے ہیں۔ ''وفاء، ایفاء اور استیفاء'' اسی معنی کے لئے بولے جاتے ہیں۔ متوفی کے بھی اصل معنی پورا پورا لینے کے ہیں۔ تمام لغت عربی کی اس پر شاہد ہیں۔

چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے (الجواب صحیح ج ۲ ص ۸۳) میں فرمایا: ''التوفی فی لغة العرب معناها القبض والاستیفاء و ذالک ثلاثة انواع احدها توفی فی النوم والثانی توفی الموت والثالث توفی الروح والبدن جمیعا'' اور کلیات ابوالبقاء میں ہے ''التوفی الاماتة وقبض الروح وعلیه استعمال العامة او لاستیفاء واخذ الحق وعلیه استعمال البلغاء'' اسی وجہ سے آیت مذکورہ میں اکثر حضرات نے ترجمہ متوفیک پورا پورا لینے سے کیا ہے۔ اس ترجمہ کے لحاظ سے مطلب واضح ہے کہ ہم آپ کو یہودیوں کے ہاتھوں میں نہ چھوڑیں گے۔ بلکہ خود آپ کو لے لیں گے۔ جس کی صورت یہ ہوگی کہ اپنی طرف آسمان پر چڑھا لیں گے۔ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ وعدے کئے۔ پہلا وعدہ یہ تھا کہ ان کی موت یہودیوں کے ہاتھوں قتل کے ذریعے نہ ہوگی۔ طبعی موت سے وقت موعود پر ہوگی اور وہ وقت موعود قریب قیامت میں آئے گا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے، احادیث صحیحہ متواترہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ دوسرا وعدہ فی الحال عالم بالا کی طرف اٹھانے کا تھا یہ اس وقت پورا کر دیا گیا ''ورافعک الیٰ'' تیسرا وعدہ ان کو دشمنوں کی تہمت سے پاک کرنے کا تھا ''ومطهرک من الذین کفروا'' میں وہ اس طرح پورا ہوا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور یہود کے سب الزامات کو صاف کر دیا۔ چوتھا وعدہ ''وجاعل الذین اتبعوک'' میں ہے کہ آپ کے متبعین کو آپ کے منکرین پر غالب رکھا جائے گا (اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل متبع اہل اسلام ہیں) پانچواں وعدہ قیامت کے روز مذہبی اختلافات کا فیصلہ فرمانے کا تو وہ وعدہ بھی اپنے وقت پر ضرور پورا ہوگا۔ جیسا کہ آیت میں ارشاد ہے۔ ''ثم الیٰ مرجعکم فاحکم بینکم الایة''

دنیا میں صرف یہودیوں کا کہنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول و مصلوب ہو کر دفن ہو گئے اور پھر زندہ نہیں ہوئے اور ان کے خیال کی حقیقت قرآن کریم سورۃ نساء میں واضح کر دی ہے اور آیت ''ومکروا ومکر اللہ'' میں اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کے کید اور تدبیر کو خود انہی کی طرف لوٹا دیا کہ جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے مکان کے اندر گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک شخص کی صورت تبدیل کر کے بالکل عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں ڈھال دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں: ''وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم'' نہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا، نہ سولی چڑھایا، لیکن تدبیر حق نے ان کو شبہ میں ڈال دیا (کہ اپنے ہی آدمی کو قتل کر کے خوش ہو گئے)

نصاریٰ کا یہ کہنا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول و مصلوب تو ہو گئے۔ مگر پھر زندہ کر کے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ مذکورہ آیت نے ان کے اس خیال کی بھی تردید کر دی اور بتلایا کہ جیسے یہودی اپنے ہی آدمی کو قتل کر کے خوشیاں منا رہے تھے۔ اس سے یہ دھوکہ عیسائیوں کو بھی لگ گیا کہ قتل ہونے والے عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح شبہ لهم کا مصداق یہود کی طرح نصاریٰ بھی ہو گئے۔

ان دونوں گروہوں کے بالمقابل، اسلام کا عقیدہ ہے جو اس آیت میں اور دوسری کئی آیتوں میں وضاحت کے ساتھ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لئے آسمان کی طرف اٹھالیا نہ آپ کو قتل کیا جاسکا نہ سولی چڑھایا جاسکا، وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوکر یہودیوں پر فتح پائیں گے اور آخر میں طبعی موت سے وفات پائیں گے۔ اس عقیدہ پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اتفاق ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (تلخیص الحبیر ص ۳۱۹) پر اجماع نقل کیا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث کی متواتر روایات سے یہ عقیدہ اور اس پر اجماع ثابت ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لئے درج ذیل کتب کا مطالعہ کریں (۱) حیات عیسیٰ علیہ السلام مصنف مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ) حیات مسیح علیہ السلام مصنف حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ) علامات قیامت اور نزول مسیح مصنف حضرت مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری دلیل

''وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيماً وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً'' (النساء: ۱۵۷، ۱۵۹)

ترجمہ وتفسیر: اور ان کے کہنے کی وجہ سے ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو جو کہ رسول اللہ ہیں قتل کردیا۔ حالانکہ ان (یہودیوں) نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ ان کو سولی چڑھایا۔ لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا اور جو لوگ (اہل کتاب میں سے) عیسیٰ علیہ السلام میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں (مبتلا) ہیں ان کے پاس اس پر کوئی بھی (صحیح) دلیل (موجود) نہیں ہے بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور ان یہودیوں نے ان کو (عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھالیا (اور ایک شخص کو ان کا ہم شکل بنا دیا اور وہ مقتول و مصلوب ہوا۔ اسی اشتباہ نے یہود میں اختلاف پیدا کر رکھا ہے) اللہ بڑی زبردست (قدرت) اور حکمت والے ہیں اور کوئی اہل کتاب میں سے باقی نہیں رہے گا۔ مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی (نبوت) کی اپنے مرنے سے پہلے (جب عالم برزخ نظر آنے لگے گا) ضرور تصدیق کرے گا۔ (مگر اس وقت کی تصدیق نافع نہیں) اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہی دیں گے۔

آیات میں واضح کیا گیا ہے کہ ''وما قتلوه وما صلبوه'' یعنی ان لوگوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ صورت حال یہ پیش آئی کہ معاملہ ان پر مشتبہ کردیا گیا۔ چنانچہ اس اشتباہ کی وجہ سے ''ولکن شبہ لهم'' کی تفسیر میں تفسیر مظہری میں ہے کہ ''یہودیوں نے ایک شخص ططلانوس کو عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے واسطے بھیجا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مکان میں نہ ملے اس لئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا تھا اور وہ شخص جب گھر میں سے باہر نکلا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمشکل بنا دیا گیا۔ یہود یہ سمجھے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اس اپنے ہی آدمی کو لے جا کر قتل کردیا۔'' (تفسیر مظہری)

آگے پھر اللہ پاک فرماتے ہیں ''وما قتلوه يقيناً'' انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا ''بل رفعه الله اليه'' اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔

اس تفسیر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی وفات نہیں ہوئی بلکہ قیامت کے قریب جب وہ آسمان سے نازل ہوں گے اور ان کے نزول سے اللہ تعالیٰ کی جو حکمتیں وابستہ ہیں وہ پوری ہو جائیں گی۔ تب زمین پر ان کی وفات ہوگی اور حضور اقدس ﷺ کے ساتھ حجرہ میں دفن ہوں گے۔

تیسری دلیل

''وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا واتبعون'' (الزخرف:۶۱) تفسیر: یعنی عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک نشانی ہیں۔ پس تم قیامت کے آنے میں شک مت کرو اور میرا کہنا مانو۔

مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے یہاں لکھا ہے کہ انہٗ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجح ہے اور معنی یہ ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک علامت ہیں کہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے اور ان کا آنا قیامت کی علامات میں سے ہوگا، اس آیت میں ایک دوسری قرأت بھی منقول ہے ''لعلم'' اس سے یہ معنی اور زیادہ واضح ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ''علم'' بفتح اللام کے معنی علامت کے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر بھی تائید کرتی ہے۔

''عن ابن عباس فی قولہ تعالٰی وانہ لعلم للساعۃ قال خروج عیسٰی'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں منقول ہے کہ اس سے عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں جو قیامت سے پہلے تشریف لائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اب چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔

۱...... ''عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابو ھریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ الایۃ'' (بخاری ومسلم، رواہ مشکوٰۃ ص ۴۷۹ طبع نور محمد اصح المطابع دہلی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک عادل حکمران بن کر ضرور نازل ہوں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور جزیہ کو اٹھا دیں گے اور مال اتنا زیادہ ہوگا کہ اس کو لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اس وقت ایک سجدہ کرنا دنیا وما فیہا سے بہتر ہوگا۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پڑھ لو قرآن کی آیت بھی اگر تم چاہو، جس میں ذکر فرمایا گیا کہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ مگر یہ کہ وہ ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔ (روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے)

۲...... ''عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسٰی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبرہ فاقوم انا وعیسٰی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر'' (رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء، مشکوٰۃ ص ۴۸۰ طبع ایضا)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوں گے اور نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی ۴۵ سال رہیں گے۔ پھر ان کی وفات ہوگی پھر میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے۔ پس قیامت میں، میں اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ایک قبر سے کھڑے ہوں گے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان۔ روایت کیا اس کو ابن الجوزی نے کتاب الوفاء میں۔ ان تمام آیات اور احادیث سے

واضح ہو گیا اور اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا ہے قیامت کے قریب ان کا نزول ہوگا پھر ان کی طبعی موت واقع ہوگی اور قبر میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوں گے۔ اس مضمون کی تفصیل کے لئے جن کتابوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کا مطالعہ کیجئے۔ واللہ اعلم بالصواب!

عبدالحکیم ملتانی دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴۔ ۱۹/۱/۱۵ ۱۴۱۵ھ، الجواب صحیح: اصغر علی ربانی دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴۔ ۱۹رمحرم الحرام ۱۴۱۵ھ، الجواب صحیح: محمد عبدالمنان عفی عنہ دارالافتاء کراچی نمبر ۱۴۔ ۲۲رمحرم ۱۴۱۵ھ، الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفی عنہ دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴۔ ۲۴رمحرم ۱۴۱۵ھ، الجواب صحیح: محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ ۲۴/۱/۱۵ ۱۴۱۵ھ دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴، الجواب صحیح: بندہ محمود اشرف غفرلہ ۲۵/۱/۱۵ ۱۴۱۵ھ، الجواب صحیح: بندہ عبدالرؤف سکھروی دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴۔ ۲۲/۱/۱۵ ۱۴۱۵ھ

اس فتویٰ پر دارالافتاء و مفتیان کرام کی پانچ مہریں ثبت ہیں۔

<u>فتویٰ نمبر ۲۷</u>: از دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

الجواب باسم ملہم الصواب: ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج و مرتد ہے اس کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات، سلام و کلام، میل وجول ناجائز و حرام ہے۔ اس کا ذبیحہ حرام ہے۔ یہ مرجائے تو بغیر نماز جنازہ مسلمانوں کے قبرستان سے الگ کسی گڑھے میں دبا دیا جائے۔ اگر توبہ نہ کرے تو حکومت اسلامیہ پر فرض ہے کہ ایسے شخص کے ناپاک وجود سے اللہ تعالیٰ کی زمین کو پاک اور صاف کرے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم! محمد قاسم دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی ۶رذی الحجہ ۱۴۱۴ھ، الجواب صحیح: عبدالرحیم نائب مفتی دارالافتاء والارشاد ۶رذی الحجہ ۱۴۱۴ھ، نمبر ۲۵۷۸۷، مہر: دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

<u>فتویٰ نمبر ۲۸</u>: از دارالافتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی نمبر ۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الجواب واللہ الموفق للصواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور زندہ رہنے پھر قرب قیامت میں نازل ہونے کا عقیدہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کافر ہے "لھذا فی الواقع" اگر شخص مذکور کا یہی عقیدہ ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا یا اس کی نماز جنازہ پڑھنا شرعاً ناجائز ہے اور ایسے شخص کا ذبیحہ حرام ہے۔ "وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بھا فلا یصح الاقتداء بھا اصلاً" (الدر المختار مع رد المختار باب الامامۃ ج ۱ ص ۲۷۷)

فقط: واللہ اعلم بالصواب: کتبہٗ عنایت الرحمن رحمانی عفا اللہ عنہ، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی، الجواب صحیح: عبدالحمید ربانی ۱/۱/۱۵ ۱۴۱۵ھ مہر: دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

<u>فتویٰ نمبر ۲۹</u>: از جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ "وانہ لعلم للساعۃ الآیۃ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں "وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اماما عادلاً" (معارف القرآن ج ۲ ص ۲۰۵)

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو سے زائد احادیث ذکر کیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور قرب قیامت میں نزول مذکور ہے۔ قرآن کریم میں بھی رفع کی تصریح ہے۔ یہ امت

مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اس کے منکر کو (معارف القرآن ج ۲ ص ۵۰۶) پر کافر قرار دیا ہے۔ فقط واللہ اعلم! بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفی عنہ رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔ مہر: جامعہ خیر المدارس ملتان

قارئین کرام! مندرجہ ذیل کتب میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کے منکر کو کافر کہا گیا ہے۔

۱...... (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۲) تحت آیۃ ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم''

۲...... (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۶۶) از امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

۳...... (مقدمۃ التصریح بما تواتر من نزول المسیح ص ۴۳) از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ۔

۴...... (اکفار الملحدین ص ۱۱) از علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ مذکورہ بالا دونوں رسالے (مجموعہ رسائل کشمیری ج ۳) میں مطبوع ہیں۔

۵...... (معارف القرآن ج ۲ ص ۶۰۵) از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

۶...... (تسکین الصدور ص ۴۳۱) از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر۔

۷...... (علوم القرآن ص ۲۶۰) از حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۸...... (القول الاتم فی حیات عیسیٰ ابن مریم ص ۱۲۶) از علامہ محمد حسین نیلوی۔

انتیس فتاویٰ آپ نے پڑھ لئے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بتعلق روح اور سماع عند القبر کا انکار گمراہی اور بدعت ہے اور اہلسنت والجماعت سے خروج ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ اہلسنت والجماعت کے لوازمات میں سے ہے اور عذاب قبر کا انکار کفر ہے۔ کیونکہ عقیدہ عذاب قبر یعنی حیات قبر دین اسلام کے لوازمات سے ہے۔ اگر اس انکار کے ساتھ ساتھ کوئی شخص تکفیر المسلمین کرتا ہے۔ گنبد خضریٰ اور خود حضور اکرم ﷺ کی توہین کرتا ہے تو وہ اس کفر کی وجہ سے واجب القتل اور مباح الدم ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول الی الارض کا انکار کفر صریح، الحاد، زندقہ اور ارتداد ہے۔ کیونکہ ان کی حیات جسمانی اور نزول الی الارض کا عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے اور اب چند تنبیہات آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

تنبیہات

تنبیہ اوّل: علماء کافر بناتے نہیں، کافر بتاتے ہیں

بعض لوگ علماء حق کے فتوؤں کی یوں کہہ کر بے قدری کرتے ہیں کہ میاں علماء کا کام لوگوں کو کافر بنانا ہے، حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ علماء حق کفر کا فتویٰ دینے میں بہت بڑی احتیاط کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہے کہ علماء کافر بناتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علماء کافر کا کفر بتاتے ہیں، کسی کو کافر بناتے نہیں ہیں۔ کافر تو آدمی برا عقیدہ اختیار کر کے خود بنتا ہے۔ جیسے حکیم وڈاکٹر مریض کا مرض بتاتے ہیں، کسی تندرست کو مریض بناتے نہیں ہیں۔ اسی طرح علماء حق کافر کا کفر بتاتے ہیں۔ کسی کو بلا وجہ کافر بناتے نہیں، کافر کا کفر بتانا اور ظاہر کرنا، ہمدردی اور خیر خواہی ہے تا کہ وہ شخص اپنے کفر سے باز آ جائے یا کم از کم دوسرے مسلمان اس کے فتنہ سے اپنے ایمان کو بچا سکیں

اور یہی علماء حق کا فریضہ ہے کہ وہ ہر قسم کے کفر وشرک سے اور بدعت وضلالت سے لوگوں کے ایمان واعمال کی حفاظت کریں۔لہٰذا غلط بات کہہ کر علماء حق کے فتوؤں کے وزن کو کم کرنے کی کوشش نہ کی جائے اور جو علماء سوء ہیں۔ ان کے فتوے بیشک بے موقع و بے محل ہوتے ہیں۔لیکن سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا کہاں کی دیانت ہے۔

تنبیہ دوم: مقصد تالیف کتاب

بندہ عاجز مسلک اہلسنت والجماعت علماء دیوبند سے وابستہ ہے اور انہی حضرات کا خوشہ چین ہے اور ان چند سطور میں مسلک اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کی ترجمانی کی گئی ہے۔میرا مقصد سادہ لوح مسلمانوں کے عقیدہ کا تحفظ اور اصلاح ہے۔اگر بندہ عاجز اپنے اس مقصد میں کامیاب رہا ہے اور مجھ سے مسلک اہلسنت والجماعت کی صحیح صحیح ترجمان ہوئی ہے تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوا اور اللہ ہی سے بندہ عاجز اس کے اجر کا امیدوار ہے۔

''ان اجری الّا علی اللہ وما توفیقی الّا باللہ ان ارید الا الاصلاح''

اگر بالفرض بندہ عاجز سے مسلک حق کی ترجمانی نہیں ہوسکی تو یہ میری کوتاہی ہے جس کا میں فراخدلی سے معترف اور مقر ہوں اور اگر میری قلم سے کوئی بات مسلک اہلسنت والجماعت کے خلاف نکل گئی ہے تو میں اس سے بری ہوں میرا اس سے رجوع تصور فرمائیں میرا مسلک وہی ہے جو اہلسنت والجماعت کا ہے۔اس مسلک سے سرمو انحراف کو بندہ اپنے لئے خطرناک تصور کرتا ہے۔لیکن یہ فیصلہ اہلسنت والجماعت کے ماہرین علماء فرمائیں گے۔ منکرین حیات بعد الوفات کو فیصلہ کا کوئی حق نہیں ہے۔

تنبیہ سوم: تفصیل وتعبیر کے اختلاف کی آڑ لینا صحیح نہیں ہے

منکرین حیات قبر عقیدہ حیات قبر کے وزن کو گرانے کے لئے اور اس کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے یوں کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے،فلاں نے یہ لکھا ہے فلاں نے یہ لکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ایسی باتیں کہہ کر ان کا مقصد اس عقیدہ کی ضرورت اور اہمیت کو کم کرنا ہے۔حالانکہ تفصیلات اور تعبیرات کے اختلاف کی وجہ سے کسی عقیدہ وعمل کو غیر اہم بنانا خود غلط ہے۔کیونکہ اس کی آڑ میں مخالفین اسلام کے ہاتھوں دین اسلام کی پوری عمارت ہی متزلزل ہوکر رہ جائے گی۔کیونکہ تفصیل وتعبیر کا اختلاف تو اسلام کے ہر عقیدہ اور ہر عمل میں پیدا کیا جاسکتا ہے۔خواہ وہ عقیدہ توحید ہو یا عقیدہ رسالت،ختم نبوت ہو یا عدالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم،عقیدہ حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام کا ہو یا معراج جسمانی،عقیدہ قیامت ہو یا حوض کوثر،دوزخ وبہشت کا عقیدہ ہو یا وزن اعمال کا۔

الغرض دین اسلام کا کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جس پر مخالفین اسلام یہ ہتھیار استعمال کر کے اس کو غیر اہم نہ بنا سکتے ہوں۔اسی طرح نماز،زکوٰۃ،روزہ،حج،قربانی وغیرہ فرائض میں تعبیرات وتفصیلات کے بیسیوں اختلاف ہیں۔لیکن کیا اس اختلاف کی وجہ سے ان سب فرائض کو غیر اہم بنا دیا جائے گا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔کیونکہ ان سب عقائد اعمال کی قدر مشترک میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور قدر مشترک پر اتفاق کے بعد،تعبیر وتفصیل کے اختلاف کی وجہ سے اصل عقیدہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔اسی طرح عقیدہ حیات کی قدر مشترک جو کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کے فیصلہ میں موجود ہے وہ تو متفق علیہا ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔لہٰذا اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کا انکار ضلالت وگمراہی ہے اور نجات کے لئے قدر مشترک کو تسلیم کرنا کافی ہے اور عوام کو تفصیلات

میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ احتیاط اسی میں ہے کہ تفصیلات میں نہ پڑیں اور جن علماء نے مسئلہ ہذا میں تفصیل سے کلام کیا ہے اور ان کی تفصیلات اور تعبیرات میں اختلاف بھی رونما ہوا ہے تو وہ علماء بھی قطعاً قابل ملامت نہیں ہیں۔ کیا فقہی جزئیات میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کے سینکڑوں اختلاف موجود نہیں ہیں؟ لیکن ان اختلاف کے باوجود وہ حضرات واجب الاحترام ہیں کسی کے خلاف زبان طعن دراز کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ پس حیات قبر کی تفصیلات کے اختلاف کو اسی زمرہ میں داخل فرما کر کسی اہل علم پر فتویٰ بازی نہ کریں۔ کیونکہ ایسا اختلاف رحمت ہے۔ ہاں جو شخص خود قدر مشترک کو تسلیم نہیں کرتا وہ بیشک فقہاء کرام کے فتویٰ کا حقدار اور سزاوار ہے اور قدر مشترک کو مان لینے کے بعد آدمی صراط مستقیم پالیتا ہے اور گمراہی سے بچ جاتا ہے۔

تنبیہ چہارم: منکرین عذاب قبر اپنا عقیدہ واضح کریں

اسلام کے نام لیوا بہت سے گروہ ہیں جنہوں نے عذاب قبر یعنی الحیات بعد الممات کا انکار کیا ہے، مثلاً معتزلی، کرامی، رافضی، قادیانی، عثانی، چکڑالوی، پرویزی، چتروڑی، حزب اللہ، جماعت المسلمین، موجودہ دور کے بعض غیر مقلدین وغیرہ وغیرہ۔ پس اگر ان میں سے کوئی شخص بندہ عاجز کی اس کتاب کا جواب لکھے تو اسے چاہئے کہ سب سے پہلے اپنا عقیدہ واضح لفظوں میں لکھے، اپنے عقیدہ کو کھول کر بیان کرے، اجمال اور ابہام سے ہرگز کام نہ لے۔ منکرین عذاب قبر کے عقیدہ کو معلوم کرنے کے لئے بندہ عاجز چند سوالات تحریر کرتا ہے۔ ان سوالوں کے جواب میں اس شخص کا عقیدہ کھل کر سامنے آجائے گا۔ وہ سوال یہ ہیں

منکرین سے چند سوال

سوال نمبر ۱: بعد از وفات حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک کہاں چلی گئی، وہاں آپ کی روح مبارک کو کوئی اور جسد ملا یا نہ؟ عالم برزخ میں ہوتے ہوئے آپ کی روح مبارک کا جسد عنصری کے ساتھ کسی قسم کا تعلق ہے یا نہ؟ حضور اکرم ﷺ کا جسد عنصری عالم دنیا میں ہے یا عالم برزخ میں؟ آپ کا جسد اطہر اب جنت میں ہے یا جنت سے باہر؟ آپ کا جسد اطہر جنت کی نعمتوں سے محظوظ ہے یا محروم؟

سوال نمبر ۲: جو شخص بعد از مرگ ہر مردے کے روح کا جسد عنصری کے ساتھ غیر معلوم الکیفیت تعلق جزا وسزا کے لئے تسلیم کرتا ہے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ نیز جو شخص مرنے کے بعد روح کا جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ تعلق تسلیم کرتا ہے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے اور جو شخص وفات کے بعد روح اور جسد عنصری کے تعلق کا نہ اثبات کرتا ہے نہ انکار بلکہ سکوت کو احوط خیال کرتا ہے اس شخص کے بارے میں کیا ہے؟ اور جو شخص آپ کے روح مبارک کے لئے نیا جسد تسلیم کرتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور جو شخص نہ نیا جسد تسلیم کرتا ہے اور نہ جسد عنصری سے تعلق تسلیم کرتا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے۔ جس شق کو آپ صحیح تسلیم کرتے ہیں اس کے قرآن وحدیث سے دلائل بیان فرمائیں اور جس کو صحیح نہیں سمجھتے اس کی تردید بھی کتاب وسنت کے دلائل سے ہونی چاہئے۔ جو شخص حضور اکرم ﷺ کے جسد عنصری کو عالم برزخ وقبر کی نعمتوں اور رحمتوں سے بالکل محروم سمجھتا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے عالم قبر و برزخ میں مردہ کے اندر نوع من الحیاۃ کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

سوال نمبر ۳: موت کے بعد عالم قبر و برزخ میں ارواح مجردہ کو جزا و سزا دی جاتی ہے یا اجسام بھی ہمراہ ہوتے ہیں۔ اگر ارواح کو اجسام عطا کئے جاتے ہیں تو وہ دنیا والے اجسام ہوتے ہیں یا کوئی اور؟ اگر کوئی اور اجسام عطا کئے جاتے ہیں تو ان کا نام کیا ہے؟ وہ کس مادے سے تیار کئے جاتے ہیں؟ وہ انسانی شکل و صورت میں ہوتے ہیں یا حیوانی میں؟ کیا ارواح کا ان میں حلول ہوتا ہے یا صرف تعلق؟ اگر حلول ہوتا ہے تو کیا یہ تناسخ نہ ہوگا؟ نئے جسد میں روح داخل ماننے سے کیا دو زندگیوں پر ایک تیسری مستقل زندگی کا اضافہ ہوگا یا نہ؟ پھر بروز قیامت اس نئے جسد سے روح نکالی جائے گی تو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ کیا اس پر احکام میت جاری ہوں گے یا نہ؟

سوال نمبر ۴: اگر ارواح کو برزخ میں نئے جسم عطا نہیں کئے جاتے اور اجساد عنصریہ سے بھی ان کا تعلق نہیں جوڑا جاتا تو وضاحت فرمائیں کہ روحیں بغیر زبان کے کیسے بولتی ہیں، بغیر آنکھوں کے کیسے دیکھتی ہیں اور بغیر کانوں کے کیسے سنتی ہیں اور بغیر پاؤں کے کیسے چلتی ہیں۔ الغرض بغیر اعضاء جسمانی کے روح کی گاڑی کیسے چلتی ہے؟ حالانکہ عالم ارواح میں ارواح کو اجسام عطا کئے گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ''الست بربکم'' سے خطاب فرمایا۔

سوال نمبر ۵: عالم دنیا میں انسان سے جو اعمال سرزد ہوتے ہیں نیک یا بد کیا اس میں اجسام روح کے ساتھ برابر کے شریک ہوتے ہیں یا نہ؟

سوال نمبر ۶: قیامت کے دن انسانوں کا حشر روحانی ہوگا یا جسمانی؟ اگر جسمانی ہوگا تو کیا یہی دنیا والے جسم اٹھائے جائیں گے یا کوئی اور جسم ہوں گے؟

سوال نمبر ۷: قیامت کے دن حشر اجساد عنصریہ کی حکمت، ضرورت اور اہمیت کو بیان فرمائیں۔

سوال نمبر ۸: حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راولپنڈی میں جو فیصلہ تحریر فرمایا تھا جس پر فریقین کے دستخط بھی ہیں۔ اس فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ کیا سنی مسلمان کے لئے اس کو ماننا ضروری ہے یا نہ؟ جو لوگ اس فیصلہ کو صحیح سمجھتے ہیں؟ ان کا کیا حکم ہے اور جو لوگ اس کو نہیں مانتے ان کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۹: کتاب و سنت کی تشریحات میں فہم سلف صالحین قابل اعتبار ہے یا نہ؟ اجماع امت کی حیثیت کیا ہے؟

سوال نمبر ۱۰: تاویل کسے کہتے ہیں، تاویل کی کب ضرورت پڑتی ہے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے جائز و ناجائز تاویلات کی مثالیں دے کر اس کو واضح فرمائیں۔

ہر ایک سوال کا جواب بالتفصیل، بالترتیب، مع الدلائل تحریر فرمائیں تا کہ آپ کا عقیدہ معلوم ہو سکے۔

تنبیہ پنجم: کیا عقیدہ حیات و سماع سے توحید خداوندی متاثر ہوتی ہے؟

بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ جب تک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ہر قسم کی حیات و سماع کی نفی نہ کی جائے اس وقت تک توحید خداوندی کے تقاضے پورے نہیں ہوتے، حالانکہ یہ گمان فاسد ہے، کیونکہ ایک خاص قسم کی حیات و سماع تسلیم کر لینے سے توحید باری تعالیٰ پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا اور نہ ہی حیات و سماع کے عقیدہ سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے بیان سے قرآن مجید لبریز ہے۔ لیکن اس کے

باوجود قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات سے قبر کی حیات ثابت ہے۔ اگر بالفرض عقیدہ حیات قبر سے توحید خداوندی متاثر ہوتی تو قرآن مجید میں اس کو بیان نہ کیا جاتا۔

حضور اکرم ﷺ نے پوری زندگی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید سنائی لیکن اس کے باوجود آپ نے قبر کی زندگی کھول کر بیان کیا۔ اگر بالفرض عقیدہ حیات سے توحید باری تعالیٰ پر کوئی اثر پڑتا تو آپ عذاب قبر اور حیات قبر کو ہرگز ہرگز بیان نہ فرماتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساری امت سے بڑے موحد تھے، بلکہ توحید کی محبت میں سرشار تھے۔ لیکن اس کے باوجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیات قبر اور عذاب قبر کے قائل تھے۔

اگر بالفرض عقیدہ حیات قبر سے توحید خداوندی میں کوئی فرق آتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قطعاً عذاب قبر اور حیات قبر کے قائل نہ ہوتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک پوری امت مسلمہ حیات قبر کی قائل چلی آرہی ہے۔ اگر عقیدہ حیات قبر سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر کوئی زد پڑتی تو امت مسلمہ حیات قبر کی قائل نہ ہوتی۔ اسی طرح عقیدہ سماع الانبیاء کرام عند القبر سے بھی توحید باری تعالیٰ کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

ورنہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سماع موتی کا معجزہ عطا نہ فرماتے، حالانکہ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ ذبح اور قیمہ شدہ پرندوں کو آواز دے۔ چنانچہ انہوں نے مردہ پرندوں کو بلایا آواز دی وہ سن کر زندہ ہو گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے اسی طرح بروز قیامت اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم فرمائیں گے وہ صور پھونکیں گے اور تمام مردے فرشتے کی صور پھونکنے کی آواز سنیں گے اور قبروں سے اٹھیں گے۔ پس اگر سماع موتی سے اللہ تعالیٰ کی توحید متاثر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو ایسا معجزہ عطا نہ فرماتے اور اپنی قدرت کو ایسے خطرناک طریقہ سے ظاہر نہ فرماتے۔ اگر سماع موتی سے توحید کا عقیدہ کچا ہوتا تو حضور اکرم ﷺ یہ نہ فرماتے کہ میت جوتیوں کی آہٹ کو سنتی ہے اور قلیب بدر کی حدیث بھی بیان نہ فرماتے اور حضرت عمر و ابن عمر رضی اللہ عنہما و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سماع موتی کے قائل نہ ہوتے۔ اگر بالفرض سماع موتی سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر کوئی معمولی سا اثر پڑتا تو پوری امت مسلمہ "والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة" پر کبھی بھی اتفاق نہ کرتی۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ حیات و سماع سے توحید خداوندی کو نہ کوئی خوف نہ کوئی خطرہ۔ جب خود حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توحید کو ان چیزوں سے کوئی خطرہ نہیں ہے تو ہماری توحید کو کیسے خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ کیا ہی خوب فرمایا۔ حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب خیر المدارس والے نے "ہم نہیں سمجھتے ہماری توحید اتنی ذکی الحس کیوں ہے جس صیغہ سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شرک کی بو نہیں آتی ہمیں کیوں آتی ہے۔ دراصل یہ توحید پرستی نہیں ہے غلو ہے۔" (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۰)

تمت بالخیر

الحمد للہ الذی بنعمة تتم الصالحات و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمدٍ صلوٰة تنجینا بھا من جمیع الاھوال و الآفات و تقضی لنا بھا جمیع الحاجات و تطھرنا بھا من جمیع السیئات و ترفعنا بھا عندک اعلی الدرجات و تبلغنا بھا اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیوة و الممات انک علی کل

شیٔ قدیر۔ اللھم صل علی روح محمد فی الارواح، اللھم صل علی جسد محمدٍ فی الاجساد، اللھم صل علی قبر محمد فی القبور، الی یوم النشور و بعد النشور، بعدد من قعد و قام و بعدد من صلی و صام۔

فقط: ابو احمد نور محمد تونسوی قادری
خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان
۲۸ رصفر المظفر ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۳ رجون ۱۹۹۹ء
بروز اتوار بوقت چار بج کر پچپن منٹ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریری مناظرہ برموضوع الحیات بعد الممات

یعنی حیات الانبیاء وحیات الاموات

بندہ نے جو پہلا سوال حضرت مولانا محمد حسین شاہ صاحب نیلوی مدظلہٗ کی طرف لکھا درج ذیل ہے۔ جس کا جواب انہوں نے بندہ کی طرف بھیجنے کے بجائے اپنے ماہنامہ گلستان اسلام مارچ ۱۹۹۷ء میں شائع فرما دیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از ترنڈہ محمد پناہ:

محترم المقام جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین شاہ صاحب نیلوی دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حکیم الاسلام قاری محمد طیب قدس سرہٗ نے راولپنڈی میں جو فیصلہ فرمایا تھا جس پر فریقین کے علماء نے دستخط بھی فرمائے تھے کہ وفات کے بعد حضرت نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو (برزخ) قبر شریف میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ سنتے ہیں۔ اس فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کو ماننا ضروری ہے؟ اگر کوئی شخص اس فیصلہ کو نہ مانے تو کیا وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہو جائے گا؟ اور ایسے شخص کی امامت کا حکم کیا ہے۔ (سائل: ابو احمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ ضلع رحیم یار خان)

حضرت نیلوی شاہ صاحب کا جواب جو انہوں نے ماہنامہ گلستان اسلام میں شائع کیا:

اہل اصول کا قاعدہ ہے کہ جو مسئلہ درپیش ہو اس کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے تو قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ اگر قرآن مجید میں سے اس مسئلہ کے بارے میں حکم مل گیا تو اسے سر آنکھوں پر رکھا جائے اور اگر قرآن مجید میں سے اس مسئلہ کے متعلق کوئی حکم نہ مل سکے تو صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان تلاش کیا جائے۔ اگر صحیح حدیث میں سے اس مسئلہ کے متعلق حکم مل جائے تو اسے سر آنکھوں پر رکھا جائے اور اگر صحیح حدیث میں بھی یہ حکم نہ مل سکے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول دیکھا جائے جو صحیح سند سے ثابت ہو اور اگر اس میں بھی یہ حکم نہ مل سکے تو مجتہد کے قیاس کو دیکھا جائے بشرطیکہ اس مسئلہ کا تعلق عقیدہ سے نہ ہو بلکہ محض اعمال سے ہو۔ کیونکہ عقائد کے لئے قرآن مجید کی صریح نص یا حدیث متواتر ہی ماخذ ہوسکتا ہے اور بس۔

اور یہ مسئلہ کہ حضرت رسول اللہ ﷺ اس قبر شریف میں جسد عنصری کے ساتھ بہ دخول روح یا بہ تعلق روح زندہ ہے قرآن کی صریح نص یا حدیث متواتر سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ البتہ قرآن مجید کی عبارت النص سے صرف اتنا ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والے شہداء زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں رزق دیئے جاتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے ہیں اور وہ حیات برزخیہ ہے اور اس عالم برزخ کو اصطلاح شرع میں قبر کہا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الخیر الکثیر میں تحریر فرمایا ہے: ''سماہ رسول اللہ ﷺ بالقبر'' ترجمہ: کہ خود حضرت رسول اللہ ﷺ نے عالم برزخ کا نام قبر رکھا ہے۔

اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ اپنی قبر اطہر پر آنے والے ہر زائر کا صلوٰۃ وسلام خود اپنے جسد اطہر کے مبارک کانوں سے سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور جو روایت بعض حضرات دلیل میں پیش کرتے ہیں وہ من گھڑت، اس کا راوی محمد بن مروان سدی ہے۔ جو پرلے درجے کا جھوٹا، کذاب اور کٹر رافضی ہے اور ہمارے دین کی مدار کذاب راویوں پر ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اس روایت کے متعلق تفصیلی بحث ''شفاء العی فی بیان خبر من صلی علیٰ'' میں لکھی جاچکی ہے اور جو فیصلہ راولپنڈی میں کیا گیا تھا۔ اگرچہ اس مجلس میں شامل بڑے بڑے جید علماء نے متفقہ طور پر لکھا تھا۔ اس کے باوجود وہ فیصلہ شرع کی کسوٹی پر صحیح نہیں اترتا۔ اس لئے اس فیصلہ کو ماننا صحیح نہیں اور اس فیصلہ کا انکار کرنے والے کو اہلسنت والجماعت سے خارج قرار دینا اور اس کی اقتداء میں نماز نہ ہونے کا فتویٰ دینا ناقابل فہم بات ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس فیصلہ کی بنیاد بننے والی روایت کی صحیح تحقیق ہوجانے کے بعد بھی اس فیصلہ کو درست کہنے والوں میں رفض کی بو آتی ہے۔ (ماہنامہ گلستان اسلام مارچ ۱۹۹۷ء)

اس کے جواب میں بندہ عاجز نے جو تحریر قلمبند کر کے ارسال کی درج ذیل ہے:

از ترنڈہ محمد پناہ: باسمہ سبحانہ وتعالیٰ!

محترم ومکرم جناب شیخ الحدیث صاحب برکاتکم العالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ آج سے چند ماہ قبل ایک عریضہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا گیا تھا۔ جس میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ کے فیصلہ کی شرعی حیثیت معلوم کی گئی تھی۔ چونکہ بندہ نے جوابی لفافہ ہمراہ بھیجا تھا اس لئے جواب کا منتظر رہا نہ معلوم آپ نے میرے سوال کا جواب ماہنامہ گلستان اسلام میں شائع کردیا بندہ گلستان اسلام نامی رسالہ سے ناواقف تھا۔ چنانچہ کئی ماہ گزر جانے کے بعد بعض لوگوں کے بتانے سے مجھے علم ہوا کہ میرے سوال کا جواب شائع ہوچکا ہے۔

محترم! اگر آپ ماہنامہ گلستان اسلام کو میری طرف بھیج کر مجھے مطلع کردیتے کہ تیرا جواب گلستان اسلام میں آچکا ہے تو مناسب ہوتا اور مجھے اتنی لمبی مدت انتظار نہ کرنا پڑتی۔ ہوسکتا ہے کہ آپ نے میرا جوابی لفافہ بھیجا ہو اور مجھے نہ ملا ہو، خیر جواب شائع ہوگیا۔ میں نے پڑھ لیا۔ شکریہ! لیکن چند چیزیں وضاحت طلب ہیں۔ امید ہے وضاحت فرما کر ہمیں شکریہ کا موقع عطا فرمائیں گے۔ جزاک اللہ!

ا...... جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ عقیدہ کے لئے قرآن مجید کی صریح نص یا حدیث متواتر ہوسکتی ہے اور

بس۔ اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ کیا اجماع امت عقیدہ کی بنیاد نہیں بن سکتا کیا اجماع امت شرعی حجت نہیں ہے۔ آپ نے اجماع امت کو نظر انداز کیوں کر دیا۔

۲...... آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ مسئلہ کہ حضرت رسول اللہ ﷺ اس قبر شریف میں جسد عنصری کے ساتھ بہ دخول روح یا بہ تعلق روح زندہ ہیں۔ قرآن مجید کی صریح نص یا حدیث متواتر سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ البتہ اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ آپ نے اپنا عقیدہ ندائے حق میں جواہر القرآن سے جو نقل کیا ہے۔ کیا آپ کا یہ عقیدہ قرآن مجید کی صریح نص یا حدیث متواتر سے ثابت ہے؟

آپ کا عقیدہ

''تو اس بارے میں صحیح مسلک یہ ہے کہ عالم برزخ میں ان کی ارواح کو ان کے عنصری بدنوں کے **ہمشکل** اور مماثل مشک وکافور کے مثالی اجسام عطا کئے جاتے ہیں اور ان کا مقام ومستقر جنت کے اعلیٰ ترین اور سب سے اونچا درجہ اعلیٰ علیین ہے۔ ویسے جنت میں جہاں چاہیں آتے جاتے اور جنت کے میوے تناول فرماتے ہیں۔''

(ندائے حق ص ۴۴۵، ازالۃ الخفاء عن حیات الانبیاء) نیز اسی کتاب میں تفصیل مسلک اہل حق کے عنوان سے آپ تحریر فرماتے ہیں'' بلکہ ان کے ارواح ونسمہ کو عالم برزخ میں نئے نورانی اجساد مرحمت کئے جاتے ہیں جو مشابہ ہیں اجساد عنصریہ کے ان اجسام میں اڑنے کی بھی طاقت ہوتی ہے اور ان عنصری اجساد میں اڑنے کی طاقت نہیں وہ موہوبہ اجسام کے ذریعہ جنت کی سیرت کرتے ہیں اور اپنے دوستوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ اس عالم برزخ کے آسمان زمین اور جنت میں جہاں جی چاہے جاتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کی یاوری کرتے ہیں۔ انبیاء کی شان تو بہت رفیع ہے۔ ان کے موہوبہ اجسام مجسم مشک وکافور بلکہ ان سے بھی زیادہ معطر وخوشبوناک ہیں۔ انہی موہوبہ اجسام نورانیہ، کافوریہ کے ساتھ جنت کی سیرت کرتے کھاتے پیتے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، خوشی کے مارے اس ذات کی مدح اور اسی کے آگے سربسجود رہتے ہیں۔'' (ندائے حق ص ۴۶۶، ازالۃ الخفاء عن حیاۃ الانبیاء)

آپ کا یہ عقیدہ قرآن مجید کی کس نص صریح یا حدیث متواتر سے ثابت ہے اپنے عقیدہ کو نص صریح اور حدیث متواتر سے ثابت کریں۔ یہ اجسام موہوبہ نورانیہ کافوریہ مشابہ اجسام عنصری کس نص صریح اور حدیث متواتر سے ثابت ہے اور ان کے بہت سے اعمال جو بہشت میں کرتے ہیں حتی کہ اپنے ساتھیوں کی یاوری بھی کرتے ہیں کہاں سے ثابت ہے۔ ندائے حق میں علماء کے اقوال تو ذکر کئے گئے ہیں۔ لیکن اس عقیدہ کے اثبات میں نص صریح اور حدیث متواتر پیش نہیں کی گئی۔ حالانکہ عقیدہ کی بنیاد انہیں دو چیزوں پر ہے اور بس۔ لہٰذا قرآن مجید کی نص صریح یا حدیث متواتر سے اپنا عقیدہ ثابت فرمائیں۔ جزاکم اللہ فی الدنیا والآخرۃ!

۳...... آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ قرآن مجید کی عبارت **النص** سے صرف اتنا ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والے شہداء زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں رزق دیئے جاتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں اور دلالۃ **النص** سے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ کون ہیں؟ قتل کا فعل کس پر وارد ہوا روح پر یا روح اور جسد کے مجموعہ پر۔ کیونکہ زندہ وہ ہے جو قتل ہوا اور قتل کا فعل تو جسد پر وارد ہوا۔ کیونکہ آپ نے ندائے حق میں لکھا ہے کہ'' موت اسی جسم کو ہے نفس کو نہیں۔'' (ندائے حق ص ۲۹۲)

جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جسم قتل ہوتا ہے تو کیا قرآن مجید کی نص صریح سے مقتول فی سبیل اللہ یعنی (جسم کی حیات ثابت ہوئی یا نہ، حدیث طیور خضر کی حیثیت زیادہ سے زیادہ شرح کی ہے۔ آیت قرآنی کے لئے ناسخ تو نہیں۔

لہٰذا حیات شہداء کے دو پہلو تھے ایک جسمانی کا اور دوسرا حیات روحانی کا، مسئلہ کے ایک پہلو یعنی حیات جسمانی کو ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا'' میں بیان کیا گیا ہے اور دوسرا پہلو یعنی حیات روحانی کو حدیث طیور خضر میں بیان کیا گیا ہے۔ پس کتاب وسنت سے شہداء کی حیات جسمانی اور روحانی دونوں ثابت ہیں۔ حدیث طیور خضر سے شہداء کی حیات جسمانی کی نفی نہیں ہوتی ورنہ یہ حدیث آیت کے لئے شرح کی بجائے ناسخ ہوجائے گی۔ لہٰذا وضاحت فرمائیں کہ آیت ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء'' شہید کی حیات کے لئے نص صریح ہے یا نہ واضح رہے کہ نص صریح سے ثابت شدہ حقیقت کو کسی قول سے نسخ نہیں کیا جاسکتا۔

۴...... آپ جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الخیر الکثیر میں تحریر فرمایا ہے ''سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقبر'' کہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم برزخ کا نام قبر رکھا ہے آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کس حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برزخ کا نام قبر رکھا ہے اور وہ حدیث متواتر ہے یا غیر متواتر ہے۔ آپ نے ندائے حق میں اقوال تو بہت پیش کئے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کی نص صریح اور حدیث متواتر پیش نہیں کی۔ چونکہ بقول شما اقوال العلماء حجت نہیں ہیں۔ لہٰذا نص صریح سے ثابت فرمائیں یا پھر حدیث متواتر سے ثابت فرمائیں کہ قبر کا معنی برزخ اور برزخ سے مراد علیین یا سجین ہے ساتھ ساتھ قبر عرفی یا حسی کی بھی نفی نص صریح اور حدیث متواتر سے ہوتی چلی جائے یا پھر یہ وضاحت فرمائیں کہ اس مسئلہ میں نص صریح اور حدیث متواتر کی ضرورت نہیں اور اقوال سے گذارہ ہوجاتا ہے۔

۵...... آپ تحریر فرماتے ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا ہے کہ آپ اپنی قبر اطہر پر آنے والے زائر کا صلوٰۃ وسلام خود اپنے جسد اطہر کے کان مبارک سے سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور جو روایت بعض حضرات دلیل میں پیش کرتے ہیں وہ من گھڑت ہے۔ اس کا راوی صرف محمد بن مروان سدی ہے جو پرلے درجے کا جھوٹا تھا۔ کذاب اور کٹر رافضی تھا اور ہمارے دین کی مدار کذاب راویوں پر ہرگز نہیں ہوسکتی۔ آپ کی تحقیق کے مطابق حیات وسماع کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص آپ کی تحقیق کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ جن محدثین نے حیات وسماع کی حدیثوں کو صحیح کہا ہے۔ وہ ان کی تحقیق پر اعتماد کرتا ہے اور قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ کو شرعی اصولوں کے مطابق سمجھتا ہے اور اسی کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع پر ایمان رکھتا ہے تو آپ کے نزدیک ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ شخص اہلسنت والجماعت سے خارج ہے یا نہ ہے؟ ایسے شخص کو گمراہ کہنا صحیح ہے یا نہ، ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟

۶...... آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اور جو فیصلہ راولپنڈی میں کیا گیا اگرچہ اس مجلس میں شامل بڑے بڑے جید علماء نے متفقہ طور پر لکھا تھا۔ اس کے باوجود وہ فیصلہ شرع کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا۔ اس لئے اس فیصلہ کو ماننا صحیح نہیں۔ ہوجانے کے بعد اس فیصلہ کو درست کہنے والوں میں رفض کی بو آتی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ بقول شما جن جید علماء نے اس فیصلہ پر متفقہ طور پر دستخط کردیئے تھے۔ کیا بعد میں ان کو اس مسئلہ کی تحقیق ہوگئی تھی اور اپنا توبہ نامہ شائع کیا تھا یا مرتے دم تک ان سے رفض کی بو آتی رہی۔

۷...... حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کے فیصلہ دو شقیں ہیں: (۱) روح کے جسد عنصری سے تعلق (۲) اسی تعلق کی وجہ سے زائرین کا صلوٰۃ وسلام سننا۔ آپ اپنی مایہ ناز کتاب ندائے حق میں تھوڑی سی لفظی تبدیلی کے ساتھ ان دونوں شقوں کو تسلیم کر چکے ہیں۔ چنانچہ آپ ندائے حق میں تحریر فرماتے ہیں:

۱...... ''ہاں رہا جسد اطہر کے ساتھ روح پر فتوح کا تعلق، سو اس تعلق سے کون سا تعلق مراد ہے؟ اگر تعلق عشق ومحبت والا اور معنوی اتصال ہے جیسے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے (مرقات ج ۴ ص ۲۵) میں فرمایا ''لکل روح بجسدھا اتصال معنوی'' اسی طرح ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا تو یہ سب کو مسلم ہے نہ اس میں کسی کا اختلاف ہے اور نہ ہی اس میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی کوئی خصوصیت ہے کیونکہ اس قسم کا تعلق تو تمام اموات کی ارواح کو ان کے اجساد عنصریہ کے ساتھ ہوتا ہے۔'' (ندائے حق ص ۴۶۶، ۴۶۷)

۲...... ''پس اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ روح کا تعلق اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ امر یقینی ہے اور احادیث بھی اس بارے میں اسی طرف مشیر ہیں بلکہ مؤید ہیں۔'' (ندائے حق ص ۱۵)

۳...... ''بس روح کا تعلق اجزائے اصلیہ کے ساتھ مانا جائے تب تعذیب وتنعیم میت ہوگی۔'' (ندائے حق ص ۱۸۸)

۴...... ''پس روح کا تعلق انہیں اجزائے اصلیہ اور ذرات کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ بالکل صحیح سالم قائم رہتے ہیں، ان میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا اور قبر (برزخ) میں سوال انہیں ذرات سے ہوگا اور انہیں میں روح اور حیات واپس کر دی جائے گی۔'' (ندائے حق ص ۲۰۸)

آپ نے اپنی کتاب میں اور بھی بہت سے مقامات میں روح کا تعلق جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ سے تسلیم کیا ہے اور جن لوگوں سے آپ کو رفض کی بو آتی ہے وہ بھی جسد عنصری سے اجزائے اصلیہ مراد لیتے ہیں۔

پس وضاحت فرمائیں کہ قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ مطابق روح کا تعلق جسد عنصری سے مانا جائے تو رفض کی بو آتی ہے اور آپ کی تحریر کے مطابق روح کا تعلق جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ سے مانا جائے تو پھر رفض کی بو نہیں آتی۔ آخر وجہ کیا ہے نیز راہ چلتے یہ بھی بتاتے جائیں کہ جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ کہاں ہوتے ہیں؟ جسد عنصری کے ہمراہ زمین میں مدفون ہیں یا روح کے ہمراہ علیین یا سجین میں اٹھائے جاتے ہیں؟ اسی طرح آپ نے قاری صاحب کے فیصلہ کی دوسری شق یعنی سماع الصلوٰۃ والسلام کو بھی آپ نے تسلیم کر لیا ہے۔ البتہ اس سماع کو آپ سماع روحانی سے تعبیر کرتے ہیں۔

چنانچہ تحریر فرماتے ہیں ''جب کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ وسلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں یہ صلوٰۃ سلام ودعا قبول ومنظور فرماتے ہیں اور آپ کو مطلع فرما دیتے ہیں۔ یہ ہے سماع روحانی جو حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تصریح سے ارقام فرما گئے ہیں۔'' (ندائے حق ص ۳۰)

آپ وضاحت فرمائیں کہ اگر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سماع کا فیصلہ فرمائیں تو اس سے رفض کی بو آتی ہے اور اگر آپ سماع روحانی تسلیم کر لیں تو اس سے رفض کی بو نہیں آتی، آخر وجہ کیا ہے؟

۸...... آپ کا عقیدہ ہے کہ روح کا تعلق جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے میت کو جزا وسزا دی جاتی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سماع روحانی حاصل ہے۔ آیا قرآن مجید کی نص صریح سے ثابت ہے یا حدیث متواتر سے؟ بہرحال جہاں سے ثابت ہے پیش کریں۔ ندائے حق میں اقوال کی تو بھرمار ہے۔ حالانکہ علماء کے اقوال

توان کے پاس بھی ہیں جن سے آپ کو رفض کی بو آتی ہے۔ اب ضرورت نص صریح اور حدیث متواتر کی ہے۔ جس سے روح کا جسد عنصری سے تعلق بھی ثابت ہو جائے اور سماع روحانی بھی ثابت ہو جائے امید ہے کہ توجہ فرمائیں گے۔

۹...... آپ کے نزدیک روز قیام قیامت حشر جسمانی ہوگا یا روحانی؟ اگر حشر جسمانی ہوگا تو بتائیں یہ حشر جسد عنصری کا ہوگا یا جسد مثالی کا؟ اگر یہ حشر جسد عنصری کے ساتھ ہوگا تو بتائیں کہ جب روحوں کو اجسام موہوبہ سے نکالا جائے گا اور جسد عنصری میں داخل کیا جائے گا تو اس قبض روح کو موت کہیں گے یا نہ۔ کیونکہ موت کی تعریف اس پر بالکل سچی آتی ہے۔ پس حیات برزخی تسلیم کرنے کے بعد موت برزخی تسلیم کرنا امر لازمی ہے۔ خصوصاً حضور اکرم ﷺ کے لئے آپ نے جو حیات کی صورت تجویز کر رکھی ہے کہ وفات کے بعد آپ کی روح اقدس کو نوری، کافوری جسم مشابہ جسد عنصری کے دے دیا گیا ہے اور قیامت کے دن جب اس نوری کافوری جسم سے پیغمبر ﷺ کی روح اقدس کو نکالا جائے گا تو کیا پیغمبر ﷺ کو جنت میں بھی موت دی جائے گی؟ جب آپ نے پیغمبر ﷺ کے لئے دو جسم تجویز کر رکھے ہیں:

(۱) عنصری (۲) نوری کافوری تو جنت میں روح کے ساتھ ایک جسد جائے گا تو دوسرے کا کیا ہوگا۔ کیا اس کافوری جسد سے روح نکالنے کے بعد اس کی تجہیز وتکفین وتدفین اور نماز جنازہ عمل میں لائی جائے گی یا نہ؟ آخر پیغمبر کا جسد اطہر ہے اس کے ساتھ کیا ہوگا؟ اگر تمام مردوں کی ارواح کو ان کے اجسام عنصریہ میں لوٹا کر قیامت کے فیصلہ کے بعد ہر آدمی کو ایمان وعمل کے مطابق دوزخ یا بہشت میں بھیجا جائے گا تو کیا ثابت نہ ہوگا کہ جسد عنصری دنیا میں روح کے ساتھ نیکی اور برائی میں شریک کار تھا۔ اس لئے تو اس کو روح کے ساتھ دوزخ یا بہشت میں بھیجا جا رہا ہے۔ پس جب جسد عنصری روح کے ساتھ نیکی اور برائی میں شریک ہے اور اسی لئے اس کو جزاء وسزا دی جا رہی ہے تو برزخ کی جزا وسزا اس کو کیوں نہیں دی جا رہی ہے اور اگر جسد عنصری کو جزا وسزا نہیں ہوتی نہ آخرت میں اور نہ برزخ میں کیونکہ یہ آلہ محض ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حشر اجساد کے عقیدہ کو معرکۃ الآراء کیوں بنا دیا جب کہ جسد عنصری کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ مہربانی فرما کر ایک ایک جز کا مدلل جواب دیں۔ جزاک اللہ!

۱۰...... آپ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں آپ کا ایک رسالہ القول الاتم فی حیات ابن مریم میری نظر سے گزرا ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ روح مع الجسد عنصری آسمان پر اٹھایا جانا ثابت کیا ہے اور پھر قیامت سے پہلے ان کا نزول الی الارض بھی ثابت کیا ہے۔ حالانکہ مرزائی جس قسم کے دلائل سے حیات ابن مریم کی نفی کرتے ہیں۔ انہیں دلائل سے حیات الانبیاء کی نفی کی جاتی ہے اور جس طرح حیات ابن مریم کی تاویلیں کی جاتی ہیں۔ مثلاً روحانی مثالی وغیرہ بعینہ یہی تاویلیں حیات الانبیاء کے دلائل کی پیش کی جاتی ہیں حتی کہ بعض لوگ حیات الانبیاء کی نفی کرتے کرتے حیات ابن مریم کا بھی انکار کر بیٹھے۔ لہٰذا آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ حیات الانبیاء کی تردید میں ایسے دلائل بیان فرمائیں اور ایسا طریقہ اختیار فرمائیں اور ایسی تاویلیں بیان فرمائیں جس سے انکار حیات ابن مریم کی راہ ہموار نہ ہو آپ کے طرز بیان سے منکرین حیات ابن مریم فائدہ نہ اٹھائیں تاکہ سادہ لوح مسلمان حیات ابن مریم کے انکار کی گمراہی میں نہ جا پڑیں۔ کیونکہ حیات ابن مریم کا عقیدہ تو تمام مسلمانان عالم کی مشترک متاع ہے اور اس عقیدہ کا تحفظ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا وہ دلائل اور تاویلیں پیش کریں۔ جس سے مخالفین کی مطلب برآری نہ ہو سکے اور عقیدہ حیات ابن مریم متاثر نہ ہونے پائے۔ شکریہ! بینوا توجروا!

تلک عشرۃ کاملہ (۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۸/۸/۱۹۹۷ء) السائل: ابو احمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت ضلع رحیم یار خان

نوٹ: آپ جس رسالہ میں میری گزارشات کا جواب شائع فرمائیں وہ رسالہ بذریعہ وی پی ارسال فرما دینا میں وی پی وصول کرلوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

قارئین کرام! اس پوری تحریر کا جواب بھیجنے کی بجائے نیلوی شاہ صاحب کی طرف سے دو سوال بھیجے گئے جن سوالوں کو ان کے ایک شاگرد نے اپنی طرف منسوب کر کے لکھا جو کہ سادسہ میں زیر تعلیم ہیں۔ جن کا اسم گرامی عبدالقدوس ہے۔ آئندہ بھی بندہ عاجز کے جوابات کے جوابات اسی کی طرف منسوب کر کے لکھے جائیں گے۔ واللہ اعلم! حقیقت میں یہ جوابات سادسہ میں پڑھنے والا طالب علم لکھتا ہے یا کوئی اور جو بیضاوی تک کو حل کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ بہر حال جوابات کے جوابات سے آپ کو ان کی تحریر سے کچھ اندازہ ہو جائے گا۔ اب ملاحظہ فرمائیں ان کا خط:

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترم جناب مولانا صاحب! السلام علیکم

از سلام عرض ہے کہ چند دن پہلے آپ کا خط حضرت نیلوی شاہ صاحب کو موصول ہوا، آپ انتظار فرمائیں جواب آپ کو کچھ عرصہ پر مل جائے گا۔ کیونکہ شاہ صاحب بہت مصروف ہیں۔ بہت ساری تصنیفات شروع کی ہوئی ہیں جن کی وجہ سے فرصت کم ملتی ہے۔ بہرحال آپ کا جواب استاد محترم ضرور دیں گے۔ یہ بات ذہن نشین رکھنا کہ میں ان کا شاگرد ہوں۔ مولانا امین اوکاڑوی صاحب کو میں نے دو سوال بھیجے تھے کہ مہربانی کر کے ان کا جواب دے دیں۔ لیکن آج چھ ماہ ہونے والے ہیں اور اوکاڑوی صاحب میں یہ ہمت پیدا نہ ہوئی کہ میرے سوالات کا جواب دیں۔ لہٰذا آپ کا اگر ان سے کوئی تعلق ہے تو انہیں غیرت دلائیں کہ جناب طالب علم نے سوال کیا ہے جواب دے دیں۔ بہرحال وہ جواب دیں یا نہ دیں آپ سے بھی میں وہی دو سوال کروں گا۔ لیکن کچھ زیادہ وضاحت طلب کروں گا کیونکہ آپ کے خط سے لگتا ہے کہ آپ کا علم کچھ زیادہ ہی جوش مار رہا ہے۔ اس لئے آپ کے ذمہ دو سوال بھی ہوں گے اور کچھ مزید وضاحتیں بھی ہوں گی۔

سوال نمبر ۱: یہ جو آپ لوگوں کا نظریہ ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں باحیات ہیں تو سوال یہ ہوگا کہ وہ حیات دخول ارواح کے ساتھ ہے یا ارواح تو اعلیٰ علیین میں ہیں مگر جسم کے ساتھ تعلق ہے۔ ان دونوں قسموں میں سے جس قسم کی حیات کے آپ قائل ہیں اس کی وضاحت فرماتے ہوئے ایک آیت اس پر تحریر فرما بھیجیں۔ کیونکہ ہم حنفی ہیں اور احناف نے جو اصول مقرر فرمائے ہیں ان میں سے پہلے نمبر پر قرآن ہے۔ اگر آپ قرآن کی نص قطعی اس پر نہ دکھا سکیں تو بغیر بوکھلاہٹ کے تحریر کر دیں کہ میرے پاس قرآن نہیں ہے۔

وضاحت طلب امور

۱...... اگر آپ تعلق کے قائل ہیں تو دخول کے قائلین کے اوپر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

۲...... اور اگر دخول کے قائل ہیں تو دخول کے نہ ماننے والوں پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

سوال نمبر ۲: انبیاء کو دفن کرنے کے بعد کتنے دنوں بعد حیات پیدا ہوجاتی ہے۔ ایک آیت قرآنی، اگر آیت نہیں ہے تو کوئی صحیح حدیث پیش کریں۔ استاد محترم حضرت نیلوی شاہ صاحب تو جواب دیں گے وہ آپ تک پہنچ جائے گا۔ مگر پہلے شاہ صاحب کے شاگرد کے سوالات کا جواب دے کر اپنی ایمانی غیرت کا ثبوت دیں۔

والسلام: عبدالقدوس متعلم ضیاء العلوم سرگودھا درجہ سادسہ ۳۱ر ۸ر ۱۹۹۷ء بروز اتوار

بندہ عاجز کی طرف سے جواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از ترندہ محمد پناہ: عزیزم عبدالقدوس صاحب سلمہ الواہب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مراسلہ موصول ہوگیا۔ آپ نے مجھے اطمینان دلایا کہ شیخ الحدیث آپ کے خط کا جواب ضرور دیں گے۔ شکریہ البتہ یہ نہ بتایا کہ جواب میرے جوابی لفافہ میں بھیجا جائے گا یا کسی رسالہ میں شائع کردیا جائے گا خیر جو صورت ہوگی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پتہ چل ہی جائے گا۔ چونکہ چند سوال آپ نے مجھ سے دریافت فرمائے ہیں۔ لہٰذا ان کا جواب آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

آپ کا پہلا سوال یہ ہے یہ جو آپ لوگوں کا نظریہ ہے کہ انبیاء اپنی اپنی قبور میں باحیات ہیں تو سوال ہوگا وہ حیات دخول ارواح کے ساتھ ہے یا ارواح تو اعلیٰ علیین میں ہے۔ مگر جسم کے ساتھ تعلق ہے ان دونوں میں سے جس قسم کی حیات کے آپ قائل ہیں اس کی وضاحت فرماتے ہوئے ایک آیت اس پر تحریر فرما بھیجیں کیونکہ ہم حنفی ہیں اور احناف نے جو اصول مقرر فرمائے ہیں ان میں سے پہلے نمبر پر قرآن ہے۔ اگر آپ قرآن کی نص قطعی اس پر نہ دکھا سکیں تو بغیر بوکھلاہٹ کے تحریر کردیں کہ میرے پاس قرآن نہیں ہے۔ انتہیٰ!

الجواب: باسم اللہ الذی لا یموت والانس والجن یموتون فیحیون فی قبورھم بنوع من الحیاۃ للسوال والجزاء ثم یوم القیامۃ یبعثون۔

عزیز من! حیاۃ الانبیاء کی بنیاد حیات قبر پر ہے یعنی مسئلہ حیات انبیاء شاخ ہے حیات قبر کے عقیدہ کی یہی وجہ ہے کہ جو لوگ قبر کی زندگی کے قائل ہیں وہ حیات الانبیاء کے بھی قائل ہیں اور جو لوگ قبر کی زندگی کے قائل نہیں ہیں۔ پس وہ حیات الانبیاء کے بھی قائل نہیں ہیں اور قبر کی زندگی کا مطلب یہ ہے کہ ہر مردہ کو قبر میں سوال وجواب اور جزاوسزا کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور قبر کی یہ زندگی متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں "مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہوکر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان کی کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا، قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت ووضاحت کے ساتھ مذکور ہے جس میں کسی مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔" (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۶)

واضح رہے کہ جن آیات اور احادیث سے قبر میں ہر مردہ کی حیات ثابت ہوتی ہے انہیں آیات اور احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حیات اور جزاوسزا مرنے والے کے روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو حاصل ہے۔ بطور اختصار کے چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

آیت نمبرا: ''النار یعرضون علیها غدوا عشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب'' آل فرعون نے دنیا میں سزا پائی پانی میں غرق ہوئے عالم قبر میں سزا پا رہے ہیں صبح شام ان کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ آخرت میں سزا پائیں گے ان کو آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ (مومن:۴۶) آل فرعون کا اطلاق روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ پس دنیا میں روح اور جسد سمیت غرق ہوئے عالم قبر میں روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر آگ پیش کی جاتی ہے اور آخر میں روح اور جسد عنصری سمیت اشد العذاب میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ عالم قبر میں مرنے والوں کو جو عذاب دیا جاتا ہے۔ اس کا تعلق روح اور جسد دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۲: ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ ویضل اللہ الظالمین'' باتفاق مفسرین ومحدثین یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور قبر کی زندگی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ الذین آمنوا کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے اور والظالمین کا مصداق بھی روح اور جسد کا مجموعہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قبر کی کارروائی میں ثابت قدم رہنے والے مومنین سے مراد روح اور جسد کا مجموعہ ہے اور ظالمین سے مراد بھی روح اور جسد کا مجموعہ ہے۔ (ابراہیم:۲۷)

آیت نمبر ۳: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' (بقرہ:۱۵۴)

اس آیت میں مقتول فی سبیل اللہ کو زندہ کہا گیا ہے چونکہ مقتول روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا مرنے کے بعد حیات بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو حاصل ہے قتل کا فعل جسد عنصری پر وارد ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۴: ''قیل ادخل الجنۃ قال یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین'' یہ آیت اور اس کے الفاظ مرنے کے بعد ایک شخص نے کہے تھے جن کو قرآن میں نقل کیا گیا ہے ''قال'' کے اندر جو ضمیر ہے وہ پیچھے رجل کی طرف راجع ہے اور رجل روح اور جسد کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت سے حیات، روح اور جسد کے مجموعہ کے لئے ثابت ہوئی۔ (یٰسین:۲۷)

آیت نمبر ۵: ''مما خطیئتهم اغرقوا فادخلوا نارا فلم یجدوا لهم من دون اللہ انصارا'' (نوح:۲۵)

''اغرقوا'' کے اندر ہم ضمیر ہے جو قوم نوح کی طرف راجع ہے اور ''ادخلوا'' کے اندر بھی ہم ضمیر ہے جو قوم نوح کی طرف راجع ہے۔ چونکہ قوم نوح روح اور جسد عنصری سمیت پانی میں غرق ہوئی۔ اسی طرح مرنے کے بعد عالم قبر میں بھی روح اور جسد عنصری کے ساتھ آگ میں داخل ہوئی۔ ان کے علاوہ بھی آیات قرآنیہ موجود ہیں جن سے عالم قبر کی زندگی ثابت ہے۔ لیکن بندہ انہیں پر اکتفاء کرتا ہے اور احادیث نبویہ تو درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ جن سے عالم قبر کی حیات ہر مرنے والے کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ پس جب قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ بلا استثناء ہر مردہ کو عالم قبر میں جزاوسزاء کے لئے ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے تو عزیز من انبیاء کرام علیہم السلام کی نفس حیات بھی انہیں آیات بینات سے ثابت ہوتی ہے جو کہ ان کے روح اور جسد عنصری دونوں کو حاصل ہے۔ البتہ انبیاء کرام علیہم السلام بعض دیگر امور میں جس طرح عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس حیات قبر میں بھی انبیاء کرام علیہم السلام عام انسانوں سے ممتاز ہیں، عالم قبر میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ عام انسانوں کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے اور اس ممتاز حیات کے دلائل وہ حدیثیں ہیں جن کو محدثین اور مفسرین نے صحیح اور حسن اور جید کہا ہے۔

بہر حال انبیاء کرام کی اصل حیات فی القبر تو قرآن مجید سے ثابت ہے اور خصوصیات حدیثوں سے ثابت ہیں۔''فافهم، و لا تكن من الغافلين''

قبر کی زندگی کے یہ واقعی دلائل ہیں جواب آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں۔لیکن افسوس کہ آپ غصہ میں ہیں اور آپ کے خط کے ایک ایک لفظ سے غصہ ٹپک رہا ہے۔اس لئے آپ کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے مزید عرض کرتا ہوں کہ قبر کی زندگی ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے کہ جس کو آپ کے استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسین نیلوی نے بھی اپنی مایہ ناز کتاب ندائے حق میں بایں الفاظ تسلیم کیا ہے کہ مرنے کے بعد روح کا جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس سے میت دکھ سکھ محسوس کرتا ہے۔(ندائے حق ص ۱۵ او ۲۱۲ و ۱۸۸ او ۲۲ و ۲۰۸)

میرے عزیز طالب علم! آپ اپنے شیخ کی کتاب کا مطالعہ کریں اور خصوصاً مذکورہ بالا صفحات کا بغور مطالعہ کریں آپ کے استاد صاحب تسلیم کر چکے ہیں کہ جسد عنصری اجزائے اصلیہ کے ساتھ روح کا تعلق اور اعادہ ہوتا ہے اجزائے اصلیہ کے ساتھ میت کو حیات حاصل ہوتی ہے۔اسی تعلق کی وجہ سے اجزاء اصلیہ دکھ وسکھ کو محسوس کرتے ہیں۔ٹھنڈے دل سے سوچیں میری گزارشات اور آپ کے شیخ کے فرمودات میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔صرف الفاظ کا تھوڑا سا فرق ہے۔میں نے عرض کیا کہ جسد عنصری کے ساتھ حیات ہے اور حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں: جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ حیات ہے۔حقیقت یہ ہے کہ انسان احکام شرعیہ کا مخاطب اور مکلف ہے اور انسان ہی ہر عالم میں جزا و سزا کا مستحق ہے اور انسان روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔اب آپ اس کو خواہ روح اور جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ سے تعبیر کریں یا روح اور جسد عنصری سے تعبیر کریں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔پس جب ثابت ہو گیا کہ حضرت انسان (روح اور جسد عنصری کا مجموعہ) کو قبر میں دوبارہ سوال و جواب اور جزا و سزا کے لئے زندہ کیا جاتا ہے تو لامحالہ روح اور جسد عنصری یا اس کے اجزاء اصلیہ کے بایں تعلق ثابت ہوگا تا کہ قرآن مجید کی بتائی ہوئی حیات فی القبر متحقق ہو جائے اور اس تعلق کو علماء اہلسنت والجماعت مجہول الکیفیت بتاتے ہیں اور یہ تعلق ہمارے فہم و شعور سے بالاتر ہے۔

اور''ولکن لا تشعرون'' سے بھی یہی کچھ سمجھا جاتا ہے۔اس لئے علماء اہلسنت والجماعت نے قبر کی زندگی اور کارروائی کو غیب کی چیز قرار دیا ہے جس پر بن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے۔اسی تعلق کی علماء اہلسنت والجماعت سے مختلف الفاظ میں تعریفیں منقول ہیں۔مثلاً اتصال کا تعلق، اشراق کا تعلق، حلول و دخول کا تعلق وغیرہ لیکن اس پر تمام علماء اہلسنت والجماعت اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ تعلق مجہول الکیفیت ہے۔ہم جیسے لوگوں کے لئے علماء حقہ کا مشورہ ہے کہ اتنی بات پر یقین رکھیں کہ عالم برزخ یعنی عالم قبر میں ہر مردہ کو یہ تعلق روح مع الجسد العنصری حیات حاصل ہے اور اسی حیات کی وجہ سے مردہ سوالوں کو سمجھتا اور جواب دیتا ہے اور دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے اتنے پر ایمان لانا ضروری ہے اور اتنا عقیدہ نجات کے لئے کافی ہے اور اس سے آگے کی بحثیں وہ خالص علمی باتیں ہیں اور یہ علماء محققین کی باتیں ہیں۔

اس بارے میں علماء اہلسنت والجماعت کے اقوال کی وہ حیثیت ہے جو ایک آیت کی مختلف تفسیروں کی حیثیت ہوتی ہے یا پھر ایک حدیث کی مختلف توجیہات کی حیثیت ہوتی ہے۔علماء حقہ کے اس معمولی اختلاف کو راجح مرجوح یا زیادہ سے زیادہ خطا و صواب کا اختلاف کہا جا سکتا ہے۔علماء اہلسنت والجماعت کے ہاں اکابرین امت اور سلف صالحین کی آراء کا احترام از حد ضروری ہے۔سلف صالحین میں سے کسی پر فتوی بازی تو''لعنت آخرھا اولھا'' کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے علماء طلبا اور ہم سب کو ادب و احترام نصیب فرمائیں۔اسی لئے تو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد

طیب صاحب قدس سرہ نے اس مسئلہ میں قدر مشترک پر فیصلہ فرمایا جس کا متن متین یہ ہے ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

واضح رہے کہ اس شرعی فیصلہ کو قاضی نور محمد صاحب قلعہ دیدار سنگھ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب اور اس دور کے جید علماء نے بدل وجان تسلیم کیا اور تصدیقی دستخط فرمائے اور بندہ راقم الحروف بھی اس فیصلہ کو شرعی فیصلہ کی حیثیت سے بدل وجان تسلیم کرتا ہے اور اسی میں اپنی نجات سمجھتا ہے۔ اس سے زیادہ میں کسی سے الجھتا نہیں اور علماء اہلسنت والجماعت میں سے جس کسی نے بھی اس مجہول الکیفیت تعلق کی جو تعبیر کی ہے۔ اس پر کسی عالم دین نے فتویٰ نہیں لگایا۔ اس لئے بندہ علماء سلف صالحین کے راستہ کو راہ نجات اور صراط مستقیم سمجھتا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ! آپ کے پہلے سوال کے جواب میں آپ کے دونوں سوالوں کا جواب بھی آگیا اور جن امور کی آپ کو وضاحت مطلوب تھی ان کی وضاحت بھی آگئی۔ لیکن علیحدہ طور پر بھی سن لیں۔ آپ وضاحب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱...... اگر آپ تعلق کے قائل ہیں تو دخول کے قائلین پر آپ کا کیا فتویٰ ہے۔

۲...... اور اگر آپ دخول کے قائل ہیں تو دخول نہ ماننے والوں پر آپ کا کیا فتویٰ ہے۔ انتھیٰ!

الجواب: باسمہ المحی والممیت فی القبور ویوم النشور وھو علی کل شئ قدیر!

دونوں امور کی وضاحت ہو چکی ہے۔ میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کے فیصلہ کو قدر مشترک کے طور پر تسلیم کرتا ہوں اور اسی میں نجات مانتا ہوں۔ علماء اہلسنت والجماعت میں سے جن لوگوں نے مجہول الکیفیت تعلق کی جو تعبیریں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی قابل ملامت نہیں ہے۔ اہلسنت والجماعت علماء محققین سب کے سب واجب الاحترام ہیں۔ کسی پر فتویٰ زنی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ دنیا میں ایسا کون ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو لے صاحبین پر فتویٰ لگادے اور صاحبین کے قول کو لے کر امام صاحب پر فتویٰ جڑ دے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

عزیزم! روح اور جسد کے تعلق کو تسلیم کرنے کے بعد تفصیلات کی حیثیت صرف اقوال ائمہ کرام کی سی رہ جاتی ہے۔ ہاں روح اور جسد کے تعلق کو ماننا ضروری ہے۔ کیونکہ دونوں کی جزاء سزا اسی تعلق پر موقوف ہے۔ جب کہ دونوں کا جزا وسزا میں شریک ہونا تو آیات بیّنات اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عدم تعلق کا قائل کوئی بھی نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب نے تسکین الصدور میں یہ چیلنج کیا ہے کہ اہل اسلام کی کسی کتاب سے ایک آدمی کا نام بتاؤ جس نے عالم قبر میں تعلق کا انکار کیا ہو۔ آج تک آپ کے علماء کی طرف سے کسی عالم دین کا نام بتا کر چیلنج کا جواب نہیں دیا گیا۔ اگر آپ نے اب کسی عالم دین کا نام دریافت کرلیا ہو تو مہربانی فرما کر ہمیں مطلع فرمانا تو بہرحال عالم قبر میں روح کا جسد کے ساتھ تعلق ماننا ضروری ہے اور یہی نجات کے لئے بھی کافی ہے اور بس۔

سوال نمبر ۲: انبیاء کو دفن کرنے کے بعد کتنے دنوں بعد حیات پیدا ہو جاتی ہے ایک آیت قرآنی اگر آیت نہیں ہے تو کوئی صحیح حدیث پیش فرمائیں۔ انتھیٰ!

الجواب: باسم العلیم الخبیر الذی یعلم جمیع المغیبات وجمیع الکائنات بتفصیلہ وتعیینیہ والانس والجن لا یعلمون الغیب ولا یعلمون تفصیل کل شئ ولا تعیینھا کما قالت الملائکۃ الکرام،

سبحانک لاعلم لنا الاما علمتنا انک انت العلیم الحکیم!

عزیزم! کسی پختہ عقیدہ کی بعض جزئیات کی تفصیل یا تعین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے انسانوں کو نہ بتائی جائے تو اس سے اصل عقیدہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ قیامت کا عقیدہ کتنا پختہ ہے لیکن اس کی حتمی تاریخ نہ ہمیں معلوم ہے اور نہ ہی ہمیں بتائی گئی ہے۔ مشرکین مکہ نے بار بار قیامت کی تاریخ کا تعین چاہا۔ لیکن تاریخ کا تعین نہیں کیا گیا۔ تاریخ کا تعین نہ بتانے کے باوجود قیامت کے عقیدہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اصحاب کہف کا جتنا واقعہ قرآن وحدیث میں ہے۔ اس پر ایمان اور عقیدہ ضروری ہے۔ لیکن اس واقعہ کی بہت چیزوں کی تفصیل اور تعیین قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ اس کے باوجود اصل واقعہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ آدم علیہ السلام کے شجر ممنوعہ کا ذکر تو قرآن میں ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن اس درخت کی تعیین نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں لیکن درخت کے عدم تعین سے اصل واقعہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اسی طرح اگر انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر کتنے دن یا کتنے وقت بعد پیدا ہوتی ہے۔ اگر کسی کو مدت معلوم نہ ہو تو عقیدہ حیات قبر پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

عزیز طالب علم! آپ کے شیخ اور استاد محترم کا عقیدہ باحوالہ گزر چکا ہے کہ وہ قبر میں جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ روح کے تعلق کے قائل ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے وہ اجزاء اصلیہ کی حیات کے بھی قائل ہیں اور اجزاء اصلیہ کے دکھ دسکھ کے بھی قائل ہیں۔ کیا آپ یا آپ کے استاد محترم یہ بتاسکتے ہیں کہ دفن کے کتنے دنوں بعد جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ میں حیات پیدا ہوتی ہے۔ ایک آیت قرآنی اگر آیت نہیں تو کوئی صحیح حدیث پیش فرمائیں۔

عزیز من! آپ کے استاد محترم کا عقیدہ ہے کہ وفات کے بعد حضور اکرم ﷺ کے جسد عنصری کے مشابہ ایک نورانی کافوری جثہ تیار کیا گیا اور حضور اکرم ﷺ کی روح اقدس کو اس نورانی کافوری جثہ میں داخل کر کے آپ ﷺ کو جنت میں داخل کر دیا گیا ہے۔ (ندائے حق ص ۴۴۵ و ۴۴۶) کیا آپ یا آپ کے شیخ محترم یہ بتاسکتے ہیں کہ اجسام نورانیہ کافوریہ عطائیہ میں کتنے دنوں کے بعد روح کو داخل کر کے حیات پیدا کی جاتی ہے۔ ایک آیت قرآنی اگر آیت نہیں ہے تو صحیح حدیث پیش فرمائیں۔ ماھو جوابکم فھو جوابنا، ان شاءاللہ!

آپ نے اپنے خط میں لکھا: مولانا امین اوکاڑوی صاحب کو میں نے دو سوال بھیجے تھے کہ مہربانی فرما کر ان کا جواب دے دیں۔ لیکن آج چھ ماہ ہونے والے ہیں اوکاڑوی صاحب میں یہ ہمت پیدا نہ ہوئی کہ میرے سوالات کا جواب دے دیں۔ لہٰذا آپ کا اگر ان سے کوئی تعلق ہے تو انہیں غیرت دلائیں کہ جناب طالب علم نے سوال کیا ہے جواب دے دیں۔ انتھیٰ!

میرے عزیز! مولانا محمد امین اوکاڑوی دامت برکاتہم ایسے نہیں ہیں کہ سوالات کا جواب نہ دیں۔ اگر بالفرض واقعی آپ کو ان کا جواب نہیں ملا مناسب یہ تھا کہ آپ ان کو اپنے استاد صاحب کی طرح مصروف سمجھ لیتے۔ کیونکہ وہ تو مرد بہادر و مجاہد اور مسلک احناف کے پاسبان ہیں اور غیر مقلدیت کے رد میں بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔ لیکن آپ ناراض ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اب تو ناراضگی ختم کر دیں۔ کیونکہ میں نے اپنا قرض بھی ادا کر دیا ہے اور اوکاڑوی صاحب کا فرض بھی اتار دیا ہے۔ آئندہ بھی آپ میرے اکابر علماء کی بجائے میری طرف رجوع فرمالیا کریں۔ ان شاءاللہ! بندہ خدمت کے لئے حاضر ہے۔ آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں: استاد محترم حضرت نیلوی صاحب تو جواب دیں گے وہ آپ تک پہنچ جائے گا۔ لیکن پہلے شاہ صاحب کے ایک شاگرد کا جواب دے کر اپنی ایمانی غیرت کا ثبوت دیں۔ انتھیٰ!

میرے عزیز! میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شاہ صاحب کے شاگرد کے سوالات کا جواب دے کر اپنی غیرت ایمانی کا ثبوت دے دیا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ علی توفیق الجواب! لیکن ابھی شاہ صاحب کے جواب کی انتظار میں ہوں۔ کسی نے خوب کہا: جولطف انتظار میں ہے وہ وصال میں نہیں!

فقط والسلام: ابواحمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

۱۹ر جمادی الاوّل ۱۴۱۸ھ، ۲۲ر ستمبر ۱۹۹۷ء بروز سوموار

مذکورہ بالا جواب کا جو جواب سرگودھا سے آیا جسے حضرت نیلوی شاہ صاحب کے شاگرد نے اپنی طرف منسوب کر کے بھیجا جس کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا بابرکت نام تک نہیں لکھا گیا اور آخر میں کسی نے اپنا نام مع پتہ درج نہیں کیا اور اس تحریر میں جو گندی زبان استعمال کی گئی ہے معلوم نہیں ایسے اخلاق کی تربیت کس استاد سے حاصل کی ہے۔ اللھم انی اعوذبک من سوءالاخلاق! اس کو ہم من وعن نقل کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

''حیات انبیاء کی بنیاد حیات قبر پر ہے یعنی مسئلہ حیات الانبیاء شاخ ہے حیات قبر کے عقیدہ کی۔ معلوم ہوا کہ حیات قبر جڑ اور بنیاد ہے۔ اگر یہ جڑ نہ ہو تو حیات الانبیاء والی شاخ نہ ہو۔'' عزیز من جاننا چاہئے مطلق حیات قبر اور مطلق حیات انبیاء کا کوئی بھی ہم میں سے منکر نہیں ہے۔ یہ عقیدہ محض آپ لوگوں نے ہمارے اوپر چسپاں کر دیا ہے۔ سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ قبر شرعاً کس مقام کا نام ہے؟ کستیوں سے کھودے جانے والے گڑھے کو قبر شرعی کہنا ایک تحکم ہے۔ ہاں عرفاً قبر اس گڑھے کو کہا جا سکتا ہے۔ لیکن جو شرعی قبر ہے وہ برزخ ہے اور برزخ ہی کو قبر شرعی کہتے ہیں۔ جتنے بھی عالم ہیں سب کو اللہ نے بنایا ہے۔ اس عالم دنیا کو کسی نے نہیں بنایا۔ سوائے اللہ کے، اسی طرح عالم ارواح عالم آخرت عالم ارحام کو بھی مگر اس گڑھے کو تو کمہار نے تیار کیا ہے جسے تم برزخ کہتے ہو۔ برزخ ایک ایسا جہان ہے جو عالم آخرت اور عالم دنیا کے درمیان ہے جس کے محل وقوع کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ لیکن اس گڑھے کا تو ہمیں پتہ ہے کہ کہاں پر ہے۔ لہٰذا یہ گڑھا برزخ یعنی شرعی قبر نہ ہوا جو عالم دنیا سے عالم قبر میں چلا گیا وہ واپس عالم دنیا میں نہیں آ سکتا۔ برخلاف اس گڑھے کے کہ اس میں تو دفن کرنے والے جاتے ہیں اور نکل بھی آتے ہیں۔ لہٰذا یہ برزخ نہ ہوا۔ ایک آدمی عالم ارحام سے عالم دنیا میں آ جائے تو پھر پچھلے جہان میں جانا ناممکن اور محال ہے۔ اگر کسی کو کہا جائے کہ عالم ارحام میں چلا جا تو وہ اس کو بہت بڑی بکواس سمجھے گا اور یہ حقیقتاً ایک بہت بڑی گالی ہے تو اس طرح یہ بھی بہت بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ یوں کہا جائے کہ فلاں برزخ سے دنیا میں آ گیا۔ لہٰذا حیات قبر سے مراد حیات برزخ ہے عذاب وثواب قبر سے مراد بھی وہی عذاب وثواب ہے جو قبور شرعیہ میں ہوتا ہے۔

آگے آپ رقم طراز ہیں ''اور قبر کی زندگی کا مطلب یہ ہے کہ ہر مردہ کو سوال وجواب کے لئے قبر میں زندہ کیا جاتا ہے۔ مولانا صاحب! میں نے آپ سے یہ نہیں پوچھا کہ قبر کے اندر مردے کو زندہ کر کے سوال وجواب ہوتا ہے یا نہیں۔ جو میں نے مسئلہ پوچھا ہے اس کا جواب دیں۔ ادھر ادھر جانے سے اور کاغذ کالے کرنے سے فائدہ نہیں ہوگا۔ فائدہ اس صورت میں ہے کہ آپ ایک ایسی آیت دکھائیں جس میں صراحت کے ساتھ یہ بات ہو کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے وہ تو آپ بتانے سے قاصر ہو گئے اور عذاب وثواب پر آیات لکھنے لگ گئے۔

اور مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ کہ دس آیات میں اشارۃً اور ستر احادیث میں بڑی وضاحت کے ساتھ سوال وجواب، عذاب وثواب کا ذکر ہے۔ یہ بات بھی آپ نے موضوع بدلنے کے لئے کی اور محض کاغذ کالا کیا۔ میرا اور

آپ کا جھگڑا کوئی سوال و جواب کا نہیں ہے یا عذاب وثواب میں نہیں۔ اصل موضوع کو چھوڑ کر عذاب وثواب کی بحث میں مبتلا ہونا قلب موضوع ہے جو کہ قانون مناظرہ کے خلاف ہے۔ پہلے اصل موضوع کو ختم کر لیں۔ پھر اس مسئلے پر بھی آپ کا شوق پورا کر دوں گا۔ ان شاءاللہ! جس موضوع پر آ ؤ گے (فقیر راقم الحروف) تو پھر خدمت کر ہی جانتا ہے۔''

اور آگے آپ نے لکھا ہے کہ ''جن احادیث اور آیات سے قبر میں مردہ کی حیات ثابت ہوتی ہے انہیں آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حیات اور جزاء وسزا مرنے والے کی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات بھی غلط ہے کہ جہاں سے جزا وسزا ثابت ہوتی ہے وہاں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جزاء وسزا روح مع الجسد کو حاصل ہوتی ہے۔'' عزیز من! میں نے وضاحت کر دی کہ قبر کسے کہتے ہیں جو شرعی قبر ہے۔ روح وہاں ہوتی ہے اور جسم اسی گڑھے میں۔ کسی کا پانی میں کسی کا جانور کے پیٹ میں کسی کا کہاں اور کسی کا کہاں۔ وغیرہم ذالک۔

اب دو حال ہیں یا صرف عذاب وہاں ہوتا ہے جہاں جسم ہے یہ بات بھی غلط ہے، وہاں ہوتا ہے جہاں روح ہو یہ بات صحیح ہے۔ کیونکہ وعدہ قالوا ابلی میں یہی تھا۔ اب اگر آپ کہیں کہ عذاب ہوتا تو روح کو ہے مگر تعلق روح جسم کو بھی اثر محسوس ہوتا ہے تو پھر گھوم گھما کر بات تعلق پر آ گئی تو پھر سوال میرا دوبارہ آ گیا کہ ایک آیت جس میں تعلق کا لفظ ہو یا ایک صحیح حدیث جس میں تعلق کا لفظ ہو اور سوال عام موتی کے بارے میں نہیں تھا۔ دوبارہ میرے سوال کو پڑھ لینا۔ اب بھی یہی کہوں گا کہ ایک آیت تعلق کے بارے میں نبی ﷺ کے لئے صراحت کے ساتھ جس میں تعلق کا لفظ ہو لیکن میں یہ چیلنج کر کے کہہ رہا ہوں کہ آپ دکھلانے سے قاصر ہیں تو خدارا خدا سے ڈرو ایسا عقیدہ کیوں گھڑ لیا۔ جس کا ثبوت نہ تو قرآن سے ہے اور نہ ہی حدیث خیر الانام سے ہو۔

اور یہ بات کہ جزاء وسزا روح مع الجسد العنصری کو ہے۔ یہ قرآن سے ثابت ہے یہ محض افتراء اور سفید جھوٹ ہے۔ ورنہ ایک آیت تو پورے قرآن سے دکھلاؤ جس میں یہ ہو کہ روح مع الجسد العنصری کو جزا وسزا ہوتی ہے۔ اس بات کی صراحت پورے قرآن میں نہیں ہے۔ البتہ ایسی آیات ضرور مل جاتی ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف روح کو جزا وسزا ہوتی ہے۔ اس پر آیات تحریر نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ مناظرہ کا موضوع نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ تعلق کا لفظ نبی کے لئے دکھلاؤ جب دکھلاؤ گے تو پتہ لگ جائے گا جو آپ نے آیات لکھیں وہ سب موضوع سے خارج ہیں۔ ان کا جواب دینے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن آپ کے جو استدلال ہیں ان کے پرخچے اڑانے کے لئے ضرور جواب دوں گا۔ مہربانی فرما کر انہی جوابات کو موضوع نہ بنا لینا۔ مختصراً جواب موضوع کے مطابق تحریر کریں۔

<u>جواب آیت نمبر ا</u>: آپ نے لکھا ہے کہ عالم قبر میں سزا پا رہے ہیں یہ بات آپ کی قلم سے نکل گئی ہے اور ہمارے عقیدہ کے مطابق لکھ دی اور ہماری تائید کر لی تم گڑھے کو قبر کہتے ہو۔ گڑھا ان کے لئے کھودا نہیں گیا۔ شیشے کی الماریوں کو تم قبر نہیں کہتے اور نہ ہی کہنا چاہئے جس میں ان کا وجود پڑا ہے۔ اب ایک ہی جہت بچ گئی۔ وہ یہ کہ برزخ جو کہ ایک مستقل جہان ہے جہاں روح رہتی ہے عذاب وہاں ہوتا ہے۔ آگے آپ نے لکھا کہ آل فرعون کا اطلاق روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ پس دنیا میں روح اور جسم سمیت غرق ہوئے عالم قبر میں روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر آگ پیش کی جاتی ہے۔ یہ بھی آپ کی ذاتی رائے ہے۔ ورنہ اس بات پر کوئی دلیل نہیں۔ کوئی نص نہیں ہے کہ ان فرعونیوں کا اطلاق صرف روح پر نہیں ہوتا۔ اگلی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ روح اور جسم کو اکٹھا کر کے عالم قبر میں عذاب ہوتا ہے خدا جانے یہ قرآن کے کون سے لفظ کا معنی ہے یا کون سے لفظ کی تشریح ہے۔ یہ

تفسیر آپ کی ذاتی خواہش کے مطابق ہے۔ کیونکہ کہ عالم قبر تو عالم برزخ ہے۔ روح ہے وہاں اور جسم ہے مصر کی لیبارٹری میں اور دو ہی صورتیں ہیں یا تو روح دنیا میں آجاتی ہے اور روح اور جسم اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر عذاب ہوتا ہے یہ غلط ہے۔ کیونکہ روح دنیا میں آ نہیں سکتی۔

بالفرض مان لیا جائے کہ روح آ گئی تو یہ مصر کی لیبارٹری برزخ یعنی عالم قبر نہیں کہ یہاں عذاب ہو۔ کیونکہ آپ مان گئے کہ عذاب عالم برزخ میں ہوتا ہے۔ اب صاف بات ہے کہ صرف روح کو عالم برزخ میں عذاب ہو رہا ہے اور آل فرعون جہاں آیا ہے وہ قیامت کے بارے میں کہا گیا۔ جہاں برزخ کے عذاب کا ذکر ہوا وہاں آل فرعون نہیں کہا گیا۔ آیت کی تفسیر مجھ سے بھی حاصل کر لیجئے۔

''النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا قولہ النار یعرضون علیھا وذالک لارواحھم فی اجواف طیر سود وفیہ دلیل علی بقاء النفس (ای روح) وعذاب القبر'' (تفسیر بیضاوی ص ۳۵۶) اس آیت سے مراد ارواح آل فرعون ہیں۔ ''قولہ: النار یعرضون علیھا غدوًا وعشیا یقول یعرض ارواح آل فرعون علی النار غدوا وعشیا'' (تفسیر ابن عباس ص ۳۵۶) اس آیت میں ''یعرضون'' سے مراد عرض ارواح کہ ان کی ارواح کو صبح وشام آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ ''ان ھدہ الایۃ علی عذاب الارواح فی البرزخ'' (تفسیر جامع البیان ص ۴۰۶) اس آیت میں دلیل ہے کہ ارواح کو برزخ میں عذاب ہوتا ہے۔

''قولہ: النار یعرضون علیھا وذالک لارواحھم کما روی ابن مسعود ان ارواحھم فی اجواف طیر سود تعرض علی النار بکرۃ وعشیا الی یوم القیامۃ'' لیجئے اب آپ کے استدلال کے پرخچے اڑتے ہوئے نظر آرہے ہیں اور آپ میں انابت الی اللہ ہوگی تو آپ کو بھی نظر آئیں گے کہ آپ روح مع الجسد العنصری مراد لیتے ہو اور مفسرین کیا مراد لیتے ہیں؟

میں نے اپنی بات بحوالہ لکھی اور اپنی طرف سے ایک لفظ بطور تفسیر کے نہیں لکھا اور آپ نے اپنی طرف سے جو آیا لکھا اگر قرآن سمجھنا ہے تو ہم سے سمجھو۔ آپ کو قرآن کا کیا پتہ۔ انہی حوالہ جات پر اکتفاء کرتا ہوں۔ ماننا ہوگا تو اتنا مان لو گے اگر نہ ماننا ہو تو پوری کتاب لکھ دوں تو نہ مانو گے اور تفاسیر اس آیت پر میں نے پیش کیں۔ ان سے آپ کی وہ تفسیر مردود ہو گئی جو آپ نے کی کہ عذاب وثواب کا تعلق روح اور جسم کے ساتھ ہے۔

آیت نمبر ۲: ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا ویضل اللہ الظالمین'' اس آیت میں ظالمین سے مراد روح مع الجسد لینا بھی تحکم ہے۔ کیا صرف روح کو ظالم نہیں کہا جاسکتا۔ جس نے وعدہ کر کے خلاف ورزی کی اور اگر آپ کہیں کہ صرف روح مراد نہیں لی جاسکتی تو کوئی ایک آیت صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روح مراد لینا غلط ہے۔ دونوں کو مراد لیں ایسی کوئی آیت تو لکھیں اور یہ بات ہے قبر کی اور قبر کی وضاحت میں کر چکا ہوں کہ اس گڑھے کو قبر نہیں کہتے۔ اس آیت کے اندر کہیں بھی یہ نہیں کہ نبی ﷺ کی روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ جب یہ بات اس آیت میں نہیں تو یہ بھی موضوع سے خارج ہے اور جن آیات میں یہ سمجھایا گیا کہ کفار کو برزخ میں عذاب ہوتا ہے ان سے نبی کی حیات اس قبر دنیاویہ والی ثابت کرنا یہ کتنی توہین ہے نبی ﷺ کی اور کتنی بڑی جہالت ہے۔

آیت نمبر ۳: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' اس آیت کی تفسیر میں جو آپ نے گل بکھیرے ہیں، ان کا حشر بھی دیکھ لیا کرتا ہوں۔ اگر آپ میں غیرت ایمانی ہوگی تو آئندہ اس

قسم کے استدلالات نہ کرو گے۔ آپ نے لکھا ہے چونکہ مقتول روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا حیات بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو حاصل ہے۔ پہلے جملے سے آپ کے علم کا اندازہ ہو رہا ہے۔ جناب والا مقتول صرف جسم ہے روح کو کوئی مقتول نہیں کہتا اور نہ روح قتل ہوتی ہے۔ ایک آیت دکھلاؤ جس میں یہ لفظ ہو کہ روح بھی قتل ہوتی ہے۔ اگر آپ کو روح کے بارے میں معلومات ہوتیں اور روح کی تعریف جانتے ہوتے تو ایسا کبھی نہ کہتے۔ پھر آگے آپ نے اپنی بات کی خود تردید کر دی۔ بایں الفاظ کہ قتل کا فعل جسد عنصری پر وارد ہوتا ہے۔ اس جملہ سے پتہ چلا کہ قتل صرف جسم ہوتا ہے روح نہیں۔ پہلے جملے سے یہ پتہ چلا کہ روح اور جسم دونوں پر قتل کا فعل وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ مقتول وہ ہوتا ہے جس پر قتل کا فعل وارد ہوتا ہے۔ آپ کی اپنی کلام میں تناقض ہے۔

آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ میں نے کہنا کیا ہے اور کہہ کیا رہا ہوں اور جو آپ نے لکھا کہ مرنے کے بعد حیات روح اور جسم عنصری کے مجموعے کو حاصل ہے۔ یہ بھی آپ کی اپنی تفسیر ہے اور اپنا زعم باطل۔ میں اب اس آیت کی تفسیر پیش کرتا ہوں: ''بل احیاء وھھنا تنابیہ علی ان حیوتھم لیست بالجسد'' (تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۲۱)

کہ اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کی حیات جسم والی نہیں۔ جب جسم والی نہیں تو روح والی ہو گی۔ جو کہ ہمارا مدعا ہے اس تفسیر سے آپ کی تفسیر اور آپ کا استدلال ختم ہو گیا اور جلالین والے نے تو آپ کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ ''احیاء الی ارواحھم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت'' معلوم ہوا یہ حیات ارواح کی ہے جسم کی نہیں جو کہ ہمارے مدعا کے مطابق ہے۔ آپ کے عقیدہ کی بیخ کنی کر رہی ہے اور ''ولکن لا تشعرون'' بھی ہمارے عقیدہ کے مطابق ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک آدمی کہے فلاں مثلاً زید نماز پڑھ رہا ہے۔ زندہ ہے کھاتا ہے تو یہ بات عقل میں آسکتی ہے۔ مدرک باشعور ہے۔

بعینہٖ اگر کوئی کہے کہ نبی اس قبر میں زندہ ہیں جسد عنصری کے ساتھ اور قیام وقعود کرتے ہیں، رزق کھاتے ہیں تو یہ بات بھی مدرک بالشعور ہے۔ یہ عقیدہ ''ولکن لا تشعرون'' کا مصداق نہیں ہے۔ برخلاف ہمارے عقیدہ کے کہ وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ بایں طور کہ جسم مبارک ہے دنیا والی قبر میں اور حیات ہے جنت میں یہ بات مدرک بالشعور نہیں۔ یہ عقیدہ عقل میں نہیں آسکتا اور یہی عقیدہ ''ولکن لا تشعرون'' کا مصداق ہے۔

آیت نمبر ۴: ''قیل ادخل الجنۃ قال یلیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین''

آپ کے اس استدلال پر بھی قربان جاؤں جو آپ نے تحریف قرآن کا ایک نمونہ پیش کیا۔ یہی تو میں کہتا ہوں کہ اگر قرآن سمجھنا ہے تو ہمارے پاس آؤ۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ قرآن کیا کہتا ہے۔ آپ نے لکھا ہے ''قال'' کے اندر ایک ضمیر ہے جو رجل کی طرف راجع ہے اور رجل روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ لہٰذا حیات روح اور جسد کے مجموعہ کے لئے ثابت ہوئی۔ یہ تفسیر آپ کا ذاتی تفرد ہے۔ اب ذرا اس استدلال کے پرخچے اڑتے دیکھنا۔ تفسیر جلالین والے نے لکھا ''قیل ای عند موتہ'' یعنی فوت ہوتے ہی اس کو امر ملا کہ جنت میں داخل ہو جا وہ داخل ہو گیا۔ جنت میں داخل ہو کر کہا ''یلیت قومی یعلمون الخ'' ذرا توجہ کریں بات سمجھ میں آجائے گی کہ جنت میں داخل ہوئی روح، جسد تو ادھر پڑا ہوا تھا۔ جسد تو جنت میں گیا ہی نہیں تو روح مع الجسد حیات نہ ہوئی بلکہ صرف روح کی حیات ہوئی۔ یا پھر ایک آیت یا ایک حدیث دکھلاؤ جس میں یہ ہو کہ جسد بھی آسمانوں پر اٹھ گیا تھا۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ جو تفسیر آپ نے کی ہے وہ غلط ہے ہماری صحیح ہے اور ہمارے مدعا کے مطابق ہے اور اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ باحوالہ لکھی ہے۔

آیت نمبر ۵: ''مما خطیئتھم اغرقوا فادخلوا نارا فلم یجدوا لھم من دون اللہ انصارا''

اس کا جواب بھی ضمناً گزر چکا ہے۔ علیحدہ طور پر دیکھ لو آپ نے لکھا ہے کہ ''اغرقوا'' کے اندر ھم ضمیر ہے جو روح مع **الجسد العنصر**ی دونوں کی طرف راجع ہے۔ چونکہ قوم نوح روح اور جسد عنصری سمیت پانی میں داخل ہوئی۔ اسی طرح مرنے کے بعد عالم قبر میں بھی روح اور جسد عنصری سمیت آگ میں داخل ہوئی۔

یہ بات بھی صحیح نہیں لکھی، آپ نے غلط لکھی ہے۔ میں کہتا ہوں عالم قبر یہ گڑھا نہیں اور جو برزخ ہے وہ عالم قبر ہے اور اس عالم قبر میں روح جاتی ہے فقط جسم اس دنیا میں ہی رہ جاتا ہے تو عالم قبر یعنی برزخ میں جسم جب جاتا ہی نہیں تو دونوں کو اکٹھا عذاب میں کیسے داخل کر دیا گیا۔ کیونکہ جہاں جسم ہے وہاں روح نہیں آتی، جہاں روح ہے وہاں جسم نہیں ہے تو اکٹھا ہونے کا کیا مقصد۔ چار و ناچار آپ صرف اتنا کہو گے کہ برزخ میں جب روح کو عذاب ہوتا ہے تو **بتعلق** روح جسم کو بھی عذاب ہوتا ہے تو پھر چکر لگا کر مسئلہ وہیں پر آ گیا کہ تعلق کے بارے میں ایک صریح آیت نص قطعی یا ایک صحیح حدیث جس میں تعلق کا لفظ ہو دکھلاؤ اور عام موتی کے بارے میں نہیں۔

پھر کہہ رہا ہوں کہ میرا سوال انبیاء کے بارے میں ہے کہ ان کی ارواح کا تعلق ان کے ابدان کے ساتھ ایسا ہو جاتا ہے جس سے قیام و قعود کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اپنے تعلق والے عقیدہ پر ایک آیت تحریر کریں جس میں اس قسم کے تعلق کا لفظ ہو اور جو آپ نے لکھا ہے کہ ''ھم'' ضمیر جو ''ادخلوا'' میں ہے یہ روح اور جسد عنصری دونوں کی طرف راجع ہے۔ یہ بات بھی نہیں ہے۔ آپ کی کلام کا منشاء یہ ہے کہ ''ھم'' ضمیر سے مراد قوم نوح ہے اور قوم نوح روح اور جسد دونوں کو کہتے ہیں۔ میں پوچھوں گا کہ کیا قوم نوح کا مصداق صرف روحیں یہاں نہیں بن سکتیں۔ حالانکہ قرآن میں ایک جگہ بنی آدم کا اطلاق صرف روح پر ہوا اور ''الست بربکم قالوا بلی'' اس آیت میں کم ضمیر سے مراد صرف روحیں ہیں اور ''قالوا بلی'' سے مراد بھی صرف روحیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہی وعدہ کیا تھا اور ''قالوا'' کے اندر ''ھم'' ضمیر بھی روح کی طرف راجع ہے تو یہاں پر قوم نوح کا اطلاق روحوں پر ہو رہا ہے۔ کیونکہ آپ مان رہے ہیں کہ عالم قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

اس گڑھے کو حکیم الامت عالم قبر یعنی برزخ کہتے ہی نہیں ہیں اور جو عالم قبر ہے وہاں آپ مانتے ہیں کہ عذاب ہو رہا ہے اور عالم قبر میں صرف روح ہے جسم عرفی قبر میں ہے۔ جب جسم کا مقام اور روح کا مستقر اور، دونوں علیحدہ علیحدہ پڑے ہیں تو ان دونوں کا اکٹھا عذاب میں ایک مقام پر ماننا نری جہالت ہے اور غفلت اور ہٹ دھرمی ہے۔ ایک طرف تو آپ یوں کہتے ہیں کہ روح مع الجسد آگ میں داخل کر دیا گیا۔ دوسری طرف (ص ۵) پر آپ نے تحریر کیا کہ **بتعلق** روح حیات حاصل ہے۔ اس حیات کی وجہ سے مردہ سوالوں کو سمجھتا ہے اور دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے۔

اب یہاں آپ نے جو کچھ کہا اس کا منشاء یہ ہے کہ عذاب جب روح کو ہوتا ہے تو **بتعلق** روح جسم کو محسوس ہوتا ہے۔ یعنی داخل تو صرف روح کو آگ میں کیا گیا جسم کو تعلق کی وجہ سے محسوس ہوتا ہے۔ پہلے جملے کا منشاء یہ ہے کہ دونوں اکٹھے آگ میں ہیں۔ اب آپ کی اپنی کلام میں ہی تناقض ہے۔ ایک بات کر دیا تو یوں کہو کہ دونوں اکٹھے آگ میں ہیں یا یوں کہو کہ صرف روح آگ میں ہے اور تعلق کی وجہ سے دکھ سکھ محسوس جسم کرتا ہے۔ یقینی بات ہے کہ آپ دوسرے قول کو لیں گے اور لیتے بھی ہو تو پھر بات اصل موضوع پر آ گئی کہ ایک آیت یا حدیث ایسی ہو جس کے اندر تعلق کا لفظ ہو کہ نبی کی روح کا جسد کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ دکھا دو تو خدا کی قسم اٹھا کر کہہ رہا ہوں کہ آپ کے

عقیدے کو قبول کرلوں گا۔لیکن تم دکھلا نہیں سکتے۔ جب ایسی آیت یا حدیث آپ کے پاس کوئی نہیں تو پھر موضوع سے خارج آیات لکھنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ صاف کہہ دیتے کہ ہمارے پاس کوئی ایسی آیت نہیں ہے۔لیکن آپ نے ادھر ادھر بھاگ کر اور دوسرے موضوعات کو چھیڑ کر جان بچانے کی کوشش کی۔لیکن ہم نے آپ کے اس گر کو کار آمد ثابت نہ ہونے دیا اور آپ کے فراڈ کو بے نقاب کردیا۔

اب مہربانی فرما کر تعلق پر آیات دکھانا جن میں تعلق کا لفظ ہو۔ان جوابات کو موضوع نہ بنانا اگر آپ نے تعلق والی آیات واحادیث دکھانے کی بجائے ان جوابات کو موضوع بنایا یا کوئی اور راستہ اختیار کیا یا سوال وجواب یا عذاب وثواب پر بات کی تو آپ کی شکست سمجھوں گا اور آپ کو شکست خوردہ سمجھ کر اس موضوع کو چھوڑ دوں گا۔ پھر جو موضوع آپ کہیں گے اس پر بات کروں گا یا پھر جو مناسب ہوگا۔آگے آپ نے لکھا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی آیت قرآنیہ ہیں جن سے عالم قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔لیکن بندہ انہیں پر اکتفاء کرتا ہے اور احادیث تو درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔جن سے عالم قبر کی حیات ہر مرنے والے کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ پس جب قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بلا استثناء ہر مردہ کو عالم قبر میں جزاوسزا کے لئے ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ عالم قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ یہ بات لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ جو عالم قبر کی زندگی ہے۔ وہ ہم بھی مانتے ہیں اور میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس قبر کو عالم قبر نہیں کہتے۔ عالم قبر برزخ ہے۔آگے آپ نے لکھا ہے کہ عالم قبر کی حیات ہر مرنے والے کے لئے ثابت ہے۔اس جملے سے آپ کا منشاء یہ ہے کہ جب ہر مرنے والے کے لئے حیات ثابت ہے تو نبی پر بھی موت آئی تو حیات ان کے لئے ثابت ہوگئی۔ پھر آپ نے حیات کی علت لکھی کہ جزاوسزا کے لئے اور عذاب وثواب کے لئے حیات ملتی ہے تو کیا انبیاء کو العیاذ باللہ اس لئے حیات ملتی ہے کہ ان سے سوال وجواب کیا جائے۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ!

تف ہے ایسے عقیدہ پر اور لعنت ہو خدا کی ایسا عقیدہ گھڑنے والوں پر جو عقیدہ یہ سبق دے کہ انبیاء سے برزخ میں سوال وجواب ہوتا۔مرنے والوں سے سوال ہوتے ہیں تین۔ایک ہوتا ہے من نبیک تو جب انبیاء سے سوال ہوگا وہ کیا جواب دیں گے۔استغفراللہ! کیوں خدا کا خوف تمہارے دلوں سے نکل گیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ جب مرنے والوں کو سوال وجواب کے لئے حیات حاصل ہوتی ہے تو کیا سوال وجواب کے بعد پھر موت کی حالت ہوجاتی ہے یا تاقیامت پھر حیات ہی رہتی ہے۔ اگر تاقیامت حیات ہی رہتی ہے تو جسم کا گل جانا پھٹ جانا ریزہ ریزہ ہوجانا حیات کے منافی حالات ہیں۔

آگے آپ نے لکھا ہے کہ عزیز من! انبیاء کرام کی نفس حیات بھی، انہیں آیات سے ثابت ہوتی ہے جو کہ روح اور جسد دونوں کو حاصل ہے۔ یہ بات بھی لکھ کر آپ نے کاغذ کالا کیا اور وقت ضائع کیا۔ میرے بھائی نفس حیات کے تو ہم بھی قائل ہیں۔ وہ حیات ہے صرف روح کی اور ہے بھی برزخی۔لیکن جو بات آپ نے آگے لکھی ہے کہ روح اور جسد عنصری دونوں کو حاصل ہے۔ یہ آپ کا اپنا زعم باطل اور محض افتراء ہے۔ ورنہ جتنی آیات آپ نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کسی آیت میں یہ نہیں ہے کہ انبیاء کی حیات روح اور جسد دونوں کی ہے۔ اگر کسی آیت کا یہ معنی نکل آئے کہ انبیاء کی حیات روح اور جسد عنصری دونوں کی ہے تو میں ہارا اور آپ جیتے۔ یہ یقین جانئے آپ ایسی آیت نہ تو ان مذکورہ پانچ آیات میں دکھلا سکتے ہیں اور نہ پورے قرآن میں سے دکھلا سکتے ہیں:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

آگے آپ نے لکھا ہے کہ بہرحال انبیاء کی اصل حیات فی القبر قرآن سے ثابت ہے اور خصوصیات حدیثوں سے ثابت ہیں۔ محترم! آپ ضد کو چھوڑ کر بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں چیلنج کر کے کہتا ہوں قرآن مجید میں ایک آیت ایسی نہیں جس کے یہ لفظ ہوں کہ انبیاء اس قبر دنیویہ میں زندہ ہیں۔ رہا مسئلہ خصوصیات کا کہ وہ حدیثوں سے ثابت ہے۔ میرے پیارے! وہ خصوصیات جن میں آپ کا اور ہمارا جھگڑا ہے مثلاً سماع عند القبر ہر وقت یا کوئی اور خصوصیات جن میں ہمارا اور آپ کا اختلاف ہو وہ کسی صحیح، صریح اور غیر مجروح روایت سے آپ نہیں دکھلا سکتے۔ فافهم وتدبر وتشكر وتذكر ولا تكن من الكافرين!

آگے چل کر آپ نے استاد محترم حضرت علامہ نیلوی شاہ صاحب کا حوالہ پیش کیا کہ وہ جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ تعلق مانتے ہیں۔ میرے پیارے آپ نے ان کی عبارت نہیں سمجھی۔ آپ کہتے ہیں کہ میرے الفاظ اور شاہ صاحب کے الفاظ میں فرق ہے۔ لیکن بات ایک ہے۔ آپ کی کم علمی ہے یہ، ورنہ ایک قدوری پڑھنے والا طالب علم یہ سمجھ سکتا ہے کہ جسد عنصری اور جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ میرے بھائی! اگر شاہ صاحب کہتے اجزائے عرفیہ تب تو آپ کا مدعا ثابت ہوتا وہ فرماتے ہیں اجزائے اصلیہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ اجزائے اصلیہ اور اجزاء عرفیہ میں کیا فرق ہے۔ اب آپ کی اس حماقت کا علاج میرے پاس کوئی نہیں۔ صرف ایک مشورہ دوں گا کہ اپنی اس حماقت پر رویا کریں۔ اگر پھر بھی فرق محسوس نہ ہوسکے تو چلو پانی لے کر ڈوب مرنا۔

عزیز من! اجزاء اصلیہ وہ نسمہ ہے اور نسمہ ہی اصل انسان ہے۔ اگر یہ اجزاء عرفیہ حقیقتاً انسان ہوتا تو پھر انسان کی اگر ٹانگیں کٹ جائیں اور دفن ہو جائیں تو یوں کہا جاتا کہ آدھا انسان زندہ ہے اور آدھا مر گیا۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ایک انسان کی ٹانگیں کٹ جائیں، بازو کٹ جائیں اور دفن کر دی جائیں پھر بھی کہتے ہیں انسان زندہ ہے۔ آدھا انسان نہیں کہتے اور اگر یہی اجزاء اصلیہ ہوتے تو پھر دکھ سکھ بھی محسوس ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا تو آپ کا مدعا باطل ہو گیا کہ یہ اجزاء اصلیہ ہیں اور انہیں اجزاء کو دکھ سکھ محسوس ہوتا ہے تو پھر جس کی ٹانگ دفن ہو جاتی ہے وہ خود زندہ ہے تو اس کو وہ دکھ سکھ کیوں نہیں محسوس ہوتا اور اس کو تو میرے پیارے یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ میری ٹانگ مٹی ہو گئی ہے یا کیا ہوا ہے تو اب اس سے معلوم ہوا کہ یہ اجزاء اصلیہ نہیں۔ اجزاء اصلیہ وہ ہیں جو ابتدائے آفرینش سے مرتے دم تک اس وجود میں رہتے ہیں۔

آگے آپ لکھتے ہیں کہ: جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت انسان (روح اور جسد کا مجموعہ) کو قبر میں سوال وجواب کے لئے اور جزاء وسزا کے لئے دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے تو لامحالہ روح اور جسد عنصری یا اس کے اجزاء اصلیہ کے مابین تعلق ثابت ہوگا تاکہ قرآن کی بتائی ہوئی حیات فی القبر متحقق ہو جائے۔ میرے بھائی میں نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ وجود جزو اصلی نہیں۔ جزو اصلی وہ نسمہ ہے اور یہ روح کے ساتھ ہی نکل کر برزخ میں جاتا ہے۔ اس پر موت آئی ہی نہیں تو دوبارہ زندہ کرنے کا کیا مقصد زندہ تو تب کیا جاتا جب اس پر موت آتی اور اجزاء اصلیہ کے درمیان تو تعلق ہے۔

مگر جسد عنصری کے ساتھ تعلق ماننے کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ آپ کی ان تمام باتوں کو میں نے رد کر دیا جن سے آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ روح اور جسد کے درمیان تعلق ہوتا ہے۔ جب یہ سب کچھ رد ہو گیا تو

یہی حیات بچی کہ برزخ میں جو مستقل جہان ہے۔عذاب وثواب اور سوال وجواب ہوتا ہے اور اجزاء اصلیہ اور روح سے ہوتا ہے۔آپ نے انسان کی وضاحت کی کہ روح اور جسد کا مجموعہ ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں بنی آدم انسان کو کہتے ہیں۔مگر قرآن میں ایک جگہ بنی آدم صرف روحوں کو کہا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ انسان کا اطلاق روحوں پر بھی ہوا ہے۔

باقی رہا مسئلہ مجہول الکیفیت کا جو آپ نے کہا کہ علماء اس تعلق کو جو جسد عنصری کے ساتھ ہوتا ہے، مجہول الکیفیت بتاتے ہیں۔اس لئے میں سب باتیں، سب سوال معاف کرتا ہوں صرف ایک ایسی آیت دکھلاؤ جس میں یہ لفظ ہو کہ روح کا جسد کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور مجہول الکیفیت ہوتا ہے۔میرا سوال بار بار تعلق کے بارے میں ہو رہا ہے۔لفظ دکھاؤ تعلق کا۔اگرچہ مجہول الکیفیت ہی کیوں نہ ہو اور ''ولکن لا تشعرون'' سے یہ نہیں سمجھا جاتا جو آپ نے سمجھا ہے بلکہ وہ عقیدہ ''لا تشعرون'' کا مصداق ہے۔جو ہمارا ہے کہ جسم ہو دنیا والی قبر میں، حیات ہو جنت میں یہ عقیدہ ایسا عقیدہ ہے جو مدرک بالشعور نہیں ہے اور یہ جو آپ نے کہا کہ اس تعلق کی مختلف تعبیریں علماء نے کیں۔میرے بھائی یہ تعلق جس کی علماء تعبیریں کر رہے ہیں اس کا لفظ قرآن یا حدیث سے دکھلاؤ اگر نہیں ہے تو پھر کیوں آپ نے خواہ مخواہ اپنی طرف سے گھڑ لی ہے ایک بات، اور یہ جھوٹ بولا کہ جی حدیث سے ثابت ہے۔آگے آپ نے لکھا ہے کہ برزخ یعنی عالم قبر میں ہر مردہ کو بتعلق روح مع الجسد حیات حاصل ہے۔میرے پیارے جب برزخ یعنی عالم قبر میں جسم جاتا ہی نہیں ہے۔ بلکہ جسم تو اس گڑھے میں ہوتا ہے اور یہ عالم برزخ نہیں ہے تو یہ کہنا فضول ہو گیا کہ برزخ میں روح مع الجسد حیات ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ اتنا عقیدہ نجات کے لئے کافی ہے اس سے آگے کی بحثیں خالص علمی بحثیں ہیں۔ہم بھی پھر اس کے جواب میں پھر یہی کہیں گے کہ مطلقاً عذاب وثواب کا عقیدہ رکھو آگے یہ عقیدہ نہ رکھو کہ اس قبر میں ہوتا ہے اور تعلق کے ساتھ ہوتا ہے اور اس جسد کو ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی علمی بحثیں بن جاتی ہیں۔ پھر آپ نے کہا کہ کسی پر فتویٰ بازی کرنا لعنت کا باعث ہے۔میں کہتا ہوں جب ایک عقیدہ آپ قرآن سے یا حدیث سے سمجھ رہے ہو۔مثلاً یہی تعلق والا تو دخول روح کا عقیدہ قرآن وحدیث میں نہیں تھا۔تب ہی آپ نے نہیں سمجھا جب ایک بات قرآن میں نہیں اور کوئی مانے تو پھر اس کی ذات کا لحاظ کرو گے یا قرآن کا اگر قرآن کا لحاظ کرو گے تو پھر فتویٰ صادر کرنا پڑے گا اور ذات کا لحاظ کرو گے۔تو آپ خود ہی لعنت ''اوّلہا و آخرھا'' کا مصداق بن جاؤ گے اور میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ تعلق کا لفظ قرآن سے دکھلاؤ۔آپ نے تعلیم القرآن سے دکھلایا۔میرے بھائی ہم اس کو قرآن نہیں مانتے اور نہ یہ قرآن ہے۔شاید آپ کے ہاں یہ قرآن کا درجہ رکھتا ہو۔میں نے جب قرآن کہا تو آپ نے تعلیم القرآن پیش کیا۔میرے خیال میں آپ نے بوکھلا کر تعلیم القرآن کو قرآن سمجھا۔آئندہ خیال کرنا یہ قرآن نہیں ہے، یہ تعلیم القرآن رسالہ ہے۔

آگے آپ نے لکھا ہے کہ جس کسی نے بھی اس مجہول الکیفیت تعلق کی جو تعبیر کی ہے۔اس پر کسی عالم دین نے فتویٰ نہیں لگایا۔جناب والا ایک بات ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے۔دوسری بات ہے کہ روح جسم میں داخل ہے۔تعلق کا مطلب ہے، روح ہے جنت الفردوس میں، جسم ہے دنیا والی قبر میں اور ان کا آپس میں تعلق ہے اور دخول کا مطلب ہے کہ روح جنت میں نہیں ہے بلکہ جسم میں ہے جو دنیا کی قبر میں ہے اور وضاحتوں کے جواب میں آپ نے لکھا کہ حضرت قاری صاحب کے فیصلہ کو قدر مشترک سمجھتا ہوں۔ جناب جو دلائل آپ نے دیئے اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ روح اور جسم اکٹھا ہے اور اس فیصلے میں ہے کہ روح کا جسم سے تعلق ہے دونوں باتیں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

اس کا یہی مطلب ہے کہ جب آپ کے نزدیک قرآن کہتا ہے کہ روح اور جسم اکٹھا ہوتا ہے۔ پھر بھی آپ قرآن کو چھوڑ کر وہ بات مان رہے ہیں جو آپ کے دلائل سے ثابت شدہ عقیدہ کے خلاف ہے تو اس سے بڑا کفر کیا ہوگا۔ کیا اب بھی کافر ہندوستان سے منگوانے پڑیں گے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کی بات جو آپ نے کی ہے وہ اختلاف میرے بھائی عقائد کا نہیں ہے بلکہ فروعات میں ہے اور فروعات میں فتویٰ بازی نہیں ہوتی۔ کم از کم مثال تو مثل لہ کے مطابق دیتے کیوں جاہل مطلق بنتے ہو آگے آپ نے لکھا ہے کہ جزا و سزا اسی تعلق پر موقوف ہے۔

معلوم ہوا کہ تعلق نہ ہو تو جزاء سزا نہ ہو۔ میرے پیارے آپ کا اور میرا اس بات میں اتفاق ہے کہ دفن ہونے سے پہلے روح کا جسم سے تعلق نہیں ہوتا اور اس کے باوجود جونہی جہنمی کی روح نکلتی ہے تو عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ بایں حیثیت کہ فرشتے ایک دوسرے پر پھینکتے ہیں کہ وہ لے جائے اور میری جان چھوٹ جائے۔ میں اس جہنمی کی روح کو نہیں لے جاتا اور بدبودار کپڑے میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں۔ لیجئے میں نے ثابت کر دیا کہ روح کا تعلق نہ ہو تو بھی عذاب ہوتا ہے۔

آپ کا مدعا غلط ہو گیا کہ عذاب و ثواب تعلق پر موقوف ہے اور آپ نے کہا کہ عدم تعلق کا قائل کوئی بھی نہیں اور مولانا سرفراز خان چیلنج کرتے ہیں کہ ایک آدمی دکھلاؤ۔ جناب مولانا صاحب تم آدمیوں کا پوچھتے ہو کہ عدم تعلق کا قائل دکھلاؤ۔ میں آیات پوچھتا ہوں کہ ایک آیت یا ایک حدیث تعلق کے لفظ کی دکھلاؤ آپ ہمارے چیلنج کا جواب دیں۔ ہم آپ کے چیلنج کا جواب دیں گے۔ چلو آدمیوں کا پوچھتے ہو لاکھوں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی کا نام لے کر بتاؤ۔ جس نے کہا ہو کہ انبیاء کی ارواح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور تعلق کا لفظ کسی صحابی کی زبانی دکھلاؤ۔ ہم بھی یہی چیلنج کرتے آ رہے ہیں۔ لیکن آج تک تم میں سے کسی نے یہ چیلنج قبول کر کے جواب نہیں دیا اور نہ دے سکتے ہو اور آپ کی بھی مہربانی ہوگی کہ ایک صحابی کا نام بتا کر جواب دینے والے عالم کا نام دریافت کر کے ہمیں بتانا کہ فلاں نے جواب دیا ہے۔

سرفراز صاحب کا جواب آ گیا ہے کہ جب تعلق کا قول کرنے والا کوئی صحابی نہیں ہے تو تعلق کا قائل کوئی صحابی نہ ہوا۔ الخ تو ایک آدمی کا عقیدہ پوچھتے ہو میں نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا عقیدہ بتا کر تمہارے شیخ کا جواب دے دیا اور آپ نے پوچھا ہے کہ حضرت شیخ سرفراز صاحب کے چیلنج کا جواب دینے والے کا نام دریافت ہو جائے تو مطلع فرمانا۔ جناب میں نے جواب دیا ہے اور میرا نام عبدالقدوس ہے۔

سوال نمبر ۲: کا جواب دیتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ کسی پختہ عقیدے کی بعض جزئیات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انسانوں کو نہ بتائی جائیں تو اصل عقیدے پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

یہی بات تو ہم کہتے ہیں کہ جب تعلق کا لفظ نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں ہے اور نہ خدا نے تعلق کی اطلاع دی اور نہ نبی نے دی تو مطلق برزخی حیات مانو اور تعلق کا عقیدہ جب خدا اور رسول نے نہیں بتایا تو قیاس آرائی کے ذریعے نہ بتاؤ اور ہم مطلق حیات کے قائل ہیں اور تعلق کو نہیں مانتے جو خدا اور رسول نے ہمیں نہیں بتایا تو ہمارے اس نہ ماننے سے ہمارے اس حیات والے عقیدہ پر اثر نہ پڑے گا۔ آپ کی عبارت سے آپ کے وہ الزامات جو ہمارے اوپر لگائے جاتے ہیں سب ختم ہو گئے کہ تم حیات کے منکر ہو۔ میرے بھائی ہم حیات کے منکر نہیں ہیں۔ ہم اس چیز کے منکر ہیں جو اللہ اور رسول نے نہیں بتائی اور آپ بھی یہی کہتے ہو کہ جو اللہ اور رسول نے نہ بتائی ہو اس کو نہ ماننا چاہیے۔

قیامت کی تاریخ کے پیچھے نہ پڑنے سے قیامت والے عقیدہ پر اثر نہیں پڑتا اور شجر ممنوعہ کے تعین کے پیچھے نہ پڑنے سے اصل واقعہ کے اوپر کوئی اثر نہیں پڑتا تو جناب جب اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے تعلق کی خبر نہیں دی تو تعلق کی رٹ لگانے سے کوئی فائدہ نہیں اور تعلق کی رٹ نہ لگانے سے عقیدہ حیات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اور آپ نے لکھا ہے آپ کے استاد اجزاء اصلیہ میں دفن کے کتنے عرصہ بعد حیات مانتے ہیں۔ جناب جن اجزاء کی حیات کے ہم قائل ہیں ان پر موت آئی ہی نہیں تو حیات دوبارہ آنے کا کیا مطلب۔ جب موت ان پر آتی تو ہم ثابت کرتے اور وہ اجزاء نسمہ ہے۔ لیکن جن اجزاء کی حیات کے تم قائل ہو ان پر موت آتی ہے آپ کو وہ موت بتانی پڑے گی کہ اتنا عرصہ ممات ہے، پھر حیات ہے۔ کیونکہ یہ اس لئے ضروری ہے کہ دفن کے بعد کوئی عرصہ شاید ایسا ہو کہ وہ حیات اور ممات ہم مان رہے ہوں تو یہ عقیدہ پر اثر پڑے گا۔ اس لئے آپ یا اپنا عقیدہ چھوڑ دو یا پھر بتاؤ کہ کتنے عرصہ بعد حیات پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے آپ کے سوال کا جواب دیا۔ جو آپ نے اجزائے اصلیہ کی حیات کا پوچھا قرض نہیں رہنے دیا۔

آپ بھی قرض اتاریں ادھر ادھر اعتراض کر کے جان نہ چھڑائیں اور جو آپ نے نورانی، کا فوری جثہ کا پوچھا یہ ہمارا عقیدہ نہیں اور نہ ہی ہمارے شیخ صاحب کا ہے۔ آپ نے جھوٹ بولا کہ تمہارا عقیدہ ہے بلکہ انہوں نے الزام دیتے ہوئے ایک بزرگ کی عبارت پیش کی کہ آپ یہ کہتے ہیں اور بزرگ یہ کہتے ہیں۔ تمہارا عقیدہ اس عبارت کے خلاف ہے۔ تطبیق بٹھاؤ اگر پوری ندائے حق میں سے آپ یہ دکھلا دیں کہ کہیں انہوں نے کہا ہو کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے ہم ہارے آپ جیتے۔ یہ بھی قرض میں نے اتار دیا آپ اپنے قرض کا سوچو:

تم ایسا کرنا کوئی جگنو کوئی ستارہ سنبھال رکھنا ہمارے اندھیروں کی فکر چھوڑ و اپنے گھر کا خیال رکھنا

باقی اوکاڑوی صاحب کیا اتنا مصروف ہیں کہ آج سات ماہ ہونے والے ہیں جواب کی فرصت نہیں اور آپ نے کہا کہ میں نے اوکاڑوی صاحب کا قرض بھی اتار دیا کیا وہ عاجز آ گئے کہ آپ وکیل بن کر سامنے آ گئے اور لگتا ہے کہ آپ فقہ سے بھی کورے ہیں۔ کیا انہوں نے آپ کو وکیل بنایا ہے۔ جب انہوں نے آپ کو وکیل نہیں بنایا تو آپ نے اپنا فرض ادا کیا نہ کہ ان کا قرض اتارا۔ آپ نے کہا میں نے اپنی ایمانی غیرت کا ثبوت جواب دے کر دے دیا۔ آپ نے اپنی غیرت ایمانی کا ثبوت ابھی تک نہیں دیا۔ بلکہ آپ نے تو اپنی بے ایمانی کا ثبوت دیا کہ موضوع سے ہٹ کر تمام باتیں لکھیں اور میں نے بھی مجبوراً آپ کی زبان بند کرنے کے لئے جوابات دیئے۔ آئندہ خط میں دو سوالوں کا جواب دو ٹوک لفظوں میں دینا اور صاف صریح آیات و احادیث بتانا۔ اگر نہ ہوں تو پھر گند اُڑانے سے چپ اچھی ہے۔''

اس جواب الجواب کے ساتھ جناب عبدالقدوس صاحب نے جو خط روانہ کیا مناسب ہے کہ وہ بھی درج کر دیا جائے۔ جس کی تحریر جواب الجواب سے ذرا مختلف ہے۔

عزیزم عبدالقدوس صاحب کا خط

محترم المقام واجب الاحترام جناب مولانا نور محمد صاحب

بعد از سلام مسنون و خیریت طرفین عرض ہے کہ آپ کا خط ملا اور پڑھنے کے بعد نہایت دل دکھا کہ جو میں نے سوال کیا اس کا جواب صاف لفظوں میں دینے کے بجائے دبے لفظوں میں دیا۔ خصوصاً وضاحتوں کا جواب اور دوسرے

سوال کا جواب اور دوسرے سوال کے جواب میں آپ نے جواب دینے کی بجائے الٹا ہمارے اوپر اعتراضات کردیئے کہ آپ جواب دو۔ میرے بھائی میں نے جواب دے دیئے۔ اب آپ متعین کریں کہ دفن کے کتنے عرصے بعد قبر میں انبیاء کی حیات پیدا ہوجاتی ہے اور تعلق کا لفظ کسی آیت یا حدیث سے دکھلاؤ۔ ورنہ صاف کہہ دو کہ ایسی آیت اور حدیث کوئی نہیں جس میں تعلق کا لفظ ہو اور جو آپ نے آیات لکھی تھیں وہ سب موضوع سے خارج تھیں۔ ان کا جواب لکھنے کی ضرورت تو نہیں تھی مگر پھر بھی آپ کی زبان بند کرنے کے لئے میں نے جوابات لکھ دیئے مہربانی فرما کر انہیں جوابات کو موضوع نہ بنانا اور نہ ان کا جواب میں آپ سے مانگتا ہوں۔ صرف دو سوالوں کے جواب دوٹوک لفظوں میں چاہئے۔ اگر پھر بھی ادھر ادھر بھاگنے کی اور کاغذ کالا کرنے کی کوشش کی تو آپ کی شکست سمجھوں گا۔ والسلام پتہ تبدیل ہوگیا ہے۔ اب درج ذیل پتہ پر خط روانہ فرمائیں۔ رفیق کراکری سٹور کچہری بازار میانوالی شہر عبدالقدوس کو ملے۔

بندہ عاجز نے جواب الجواب کا جواب دیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

از ترندہ محمد پناہ: عزیزم عبدالقدوس صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط اور جواب الجواب موصول ہوگیا۔ فجزاکم اللہ کما یلیق بشانکم! جواب کے اوّل میں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لکھا گیا۔ جس سے جواب کی شرعی حیثیت معلوم ہوجاتی ہے۔ آپ کی جو باتیں ضابطہ اخلاق کی گری ہوئی ہیں ان کا جواب تو بندہ صرف سلام کی صورت میں عرض کرتا ہے اور یہی قرآنی تعلیم ہے اور جو زبان آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ بندہ ایسی زبان استعمال کرنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ میرے اساتذہ کرام نے مجھے ایسی تعلیم نہیں دی۔ لہٰذا آپ نے جو پڑھا وہی لکھا اور میں نے جو پڑھا وہی لکھوں گا۔ آپ نے بار بار دعوت دی کہ آؤ اور ہم سے قرآن سیکھو۔ عزیزم! آپ کا لب ولہجہ قرآن والا تو ہے نہیں۔ لہٰذا اس کو قرآن کہنا یا سمجھنا مشکل ہے۔ میں نے اپنے اساتذہ کرام سے قرآن وسنت کے چند اسباق پڑھے ہیں اور ان پر کاربند ہوں اور آپ کا لب ولہجہ اور اخلاق دیکھنے سے مجھے حیا مانع ہے۔ ورنہ آپ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا اور کچھ حاصل کرتا۔ اب نمبروار چند گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔

۱...... قبر کی یہ تقسیم شرعی اور عرفی نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے۔ اگر ثبوت ملتا ہے تو پیش فرمائیں۔ کسی سے کھودی جانے والی قبر جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے۔ یہی حقیقی اور شرعی قبر ہے۔ قرآن مجید میں اسی کو قبر کہا گیا ہے "ولا تقم علی قبرہ، اذاالقبور بعثرت، اماتہ فاقبرہ" وغیرہ وغیرہ آیات اس کی دلیل ہیں۔ "فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض" میں قبر کھودنے کی ترکیب بتلائی گئی ہے۔ قبر سے مراد برزخ کہنے سے قبر شرعی کی ہرگز نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ قبر میت کے لئے ظرف مکان ہے اور برزخ میت کے لئے ظرف زمان ہے۔ الحمدللہ!

آپ نے بھی برزخ کو ایک جہان کہہ کر تسلیم کرلیا کہ برزخ ظرف زمان ہے۔ اسی لئے تو آپ اس کو عالم برزخ تسلیم کرتے ہیں اور موت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی وقت اور زمانے کو عالم برزخ کہا جاتا ہے۔ اس کو بھی آپ نے تسلیم کرلیا ہے۔ جب قبر ظرف مکان اور برزخ ظرف زمان ہے تو ان میں کوئی تضاد اور تنافی نہیں ہے۔ بلکہ بیک وقت یہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں اور صادق آتی ہیں۔ دیکھو اہل دنیا بیک وقت عالم دنیا میں بھی ہیں اور اپنے گھروں میں، دکانوں، مسجدوں اور مدرسوں میں بھی ہیں۔ کیونکہ کہ عالم دنیا زندہ لوگوں کے لئے ظرف زمان ہے اور گھر دکان مسجد مدرسہ وغیرہ ان کے ظرف مکان ہیں۔

مثلاً رات کا وقت ہے اور زید مسجد میں بیٹھا ہے تو کہا جائے گا کہ زید مسجد میں ہے اور رات میں ہے۔ مسجد اس کے لئے ظرف مکان اور رات اس کے لئے ظرف زمان ہے۔ کوئی عقلمند یہ نہ کہے گا کہ اگر مسجد میں ہے تو رات میں نہیں اور رات میں ہے تو مسجد میں نہیں۔ کیونکہ مسجد اور رات ایک دوسرے کی ضدیں نہیں ہیں۔ بلکہ بیک وقت دونوں صادق ہیں۔ ہاں مکان سے مکان کی نفی ہوتی ہے کہ زید مسجد میں ہوگا دکان پر نہ ہوگا اور دکان پر ہوگا تو مسجد میں نہیں ہوگا اور اسی طرح زمان سے زمان کی نفی ہوتی ہے کہ جو شخص رات میں ہوگا وہ دن میں نہیں ہوگا۔ جو دن میں ہوگا وہ رات میں نہیں ہوگا۔ بیک وقت مسجد اور مکان اور دن ورات صادق نہیں آتے۔ لیکن زمان ومکان تو بیک وقت جمع ہوتے ہیں اور ایک سے دوسرے کی نفی کر دینا کوئی دانش مندی نہیں ہے۔

جب آپ برزخ کو عالم جہان کہہ کر ظرف زمان ظاہر کر رہے ہیں تو برزخ کہنے سے قبر کی کیسے نفی ہوگی جب کہ کسی سے کھودی جانے والی قبر کو آپ ظرف مکان ظاہر کر رہے ہو۔ بانگ دہل اپنی قرآن دانی پر ناز کرنے والو ذرا بتاؤ برزخ کہنے سے قبر کی نفی کیسے ہوتی ہے۔ درحقیقت مردہ قبر میں بھی ہے اور برزخ میں بھی ہے قبر مردہ کے لئے مکان اور برزخ زمان ہے۔ دونوں بیک وقت سچی آتی ہیں۔ جب یہ متعین ہوگیا کہ عالم برزخ ظرف زمان ہے اور وہ موت سے شروع ہوجاتا ہے۔ پس یہ معلوم ہوگیا کہ مرنے کے بعد آدمی روح اور جسد سمیت عالم برزخ میں چلا جاتا ہے۔ مردہ کے روح کو عالم برزخ میں سمجھنا اور اس کے جسد کو عالم دنیا میں سمجھنا بنیادی غلطی ہے۔ جس کا آپ شکار ہوچکے ہیں۔

عزیزم! مردہ جہاں بھی پڑا ہے خواہ چارپائی پر یا شیشے کی الماری میں ہو۔ قبر میں ہو یا کسی درندے کے پیٹ میں ہو وہ عالم برزخ میں ہے۔ کیونکہ موت واقع ہونے سے اس کا زمان تبدیل ہوگیا اس کی روح جہاں بھی ہے وہ بھی برزخ میں ہے اور اس کا جسد جہاں بھی ہے وہ بھی برزخ میں ہے اور زمان کی تبدیلی سے مکان کی تبدیلی ضروری نہیں ہے۔ دیکھئے آپ عصر کی نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھ گئے اور غروب آفتاب تک وہاں بیٹھے رہے۔ غروب آفتاب سے پہلے آپ دن میں تھے اور آپ کا زمان دن تھا۔ لیکن غروب آفتاب کے بعد وہاں بیٹھے بیٹھے آپ کا زمانہ تبدیل ہوگیا اور آپ دن سے رات کی طرف منتقل ہوگئے۔ آپ پہلے دن میں تھے اور اب رات میں چلے گئے۔ حالانکہ آپ اسی جگہ بیٹھے رہے۔

پس معلوم ہوا کہ زمانہ کی تبدیلی سے مکان کی تبدیلی ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا مرنے کے بعد روح اور جسد جہاں بھی ہیں دونوں برزخ میں ہیں اور عالم برزخ مردہ کے ہر مکان کو شامل ہے۔ ہائے افسوس! آپ روح کو تو عالم برزخ میں سمجھتے ہیں اور جسد کو عالم برزخ میں نہیں سمجھتے۔ ظرف زمان سے ظرف مکان کی نفی کر کے پہلے ٹھوکر کھائی اور مردہ کو عالم برزخ سے نکال کر دوسری ٹھوکر کھائی۔

قبر سے مراد عالم برزخ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی

مرنے کے بعد قبر میں میت کی زندگی اور اعمال کے مطابق سزا وجزا، دین اسلام کے مسلمات میں سے ہے اور اس عقیدہ پر قرآن وحدیث ناطق ہیں اور اسی پر اجماع امت ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے بھی بایں الفاظ قبر کی زندگی کو تسلیم کرلیا ہے جو عالم قبر کی زندگی ہے وہ ہم بھی مانتے ہیں۔

جواب نمبر ۲: قبر کی اس کارروائی سے جو حدیث وعقائد کی کتابوں میں عذاب قبر کے عنوان سے ذکر کی جاتی ہے۔ اس عنوان سے مخالفین اسلام کو غلط فہمی ہوئی۔ وہ سمجھے کہ عذاب قبر اس قبر کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے

انہوں نے اعتراض کیا کہ جس میت کو اس قبر میں دفن نہیں کیا جاتا تو کیا اس کو عذاب نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ مخالفین اسلام کی غلط فہمی ہے۔ عذاب تو میت کو ہوتا ہے لیکن اکثر مردوں کو چونکہ دفن کیا جاتا ہے اس لئے اس کو عذاب قبر کہا جاتا ہے۔ ورنہ درحقیقت یہ عذاب میت ہے۔ اگر بالفرض کسی میت کو کسی وجہ سے اس شرعی اور حقیقی قبر میں دفن نہیں کیا گیا تو وہ جہاں ہے وہی اس کی مجازی قبر ہے اور وہاں اس کو جزاء وسزا مل رہی ہے تو علماء اہلسنت نے مخالفین اسلام کے اعتراض کا قلع قمع کرنے کے لئے فرمایا کہ قبر سے مراد صرف یہی گڑھا نہیں ہے بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے تاکہ برزخ مردہ کے ہر مقام کو شامل ہوجائے۔ جو مردہ اس حقیقی قبر میں ہے وہ بھی برزخ میں ہے اور جو مردہ شیشہ کی الماری میں وہ بھی برزخ میں ہے۔ جو درخت پر لگا ہوا ہے۔ وہ بھی برزخ میں ہے۔

الغرض مردہ جہاں بھی ہے وہ برزخ میں ہے یعنی عالم برزخ قبر سمیت مردہ کے ہر مکان کو شامل ہے اور قبر برزخ کے مفہوم میں داخل ہے۔ گویا علماء اہلسنت والجماعت نے قبر سے مراد عالم برزخ لے کر قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کی تاکہ ہر مردہ جہاں بھی ہے وہ قبر کے مفہوم میں شامل ہوجائے اور مخالفین اسلام کے اعتراض کا دفعیہ بھی ہوجائے اور ان کی غلط فہمی بھی دور ہوجائے کہ جزاوسزا صرف اسی قبر میں نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ میت جہاں بھی ہے وہی اس کی قبر ہے اور وہاں اس کو جزاوسزا مل رہی ہے۔ پس علماء حق نے قبر سے برزخ مراد لے کر خود حقیقی قبر کو بھی قبر کے مفہوم سے خارج کردیا ہے۔ یہ تیسری ٹھوکر ہے جو آپ نے کھائی ہے۔ لہٰذا ذہن نشین کرلیں کہ موت سے لے کر قیامت تک درمیانی عرصہ میں میت کو جو جزاوسزا دی جاتی ہے۔ اس کو عذاب قبر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کو عذاب برزخ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کو عالم قبر اور عالم برزخ بھی کہا جاتا ہے اور یہی قبر کی زندگی ہے۔ بہرحال جو لفظ بھی استعمال کیا جائے مراد سب کی ایک ہے۔ انہی حقائق کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے آپ نے مسلسل تین ٹھوکریں کھالیں۔

۱...... ظرف زمان سے ظرف مکان کی نفی کردی۔

۲...... مردہ کو برزخ سے باہر نکال دیا۔

۳...... قبر سے عالم برزخ مراد لے کر حقیقی قبر کو قبر کے مفہوم سے خارج کردیا۔ کسی نے سچ کہا مصرعہ: سخن شناسی نہی دلبر خطا این جاست۔

<u>نمبر ۲</u>: آپ کو شبہ ہے کہ موت کے وقت جب روح اور جسد جدا ہوجاتے ہیں تو دونوں کو جزاء سزا کیسے ہوسکتی ہے اور جسد جب محفوظ نہیں رہتا گل سڑ جاتا ہے تو جزاء سزا کیسے ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

عزیزم! گزارش ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا بتادیا ہے کہ عالم قبر میں میت کے ساتھ یہ ساری کارروائی ہوتی ہے بلکہ بخاری وغیرہ صحاح ستہ میں تو یہ ہے کہ قبر میں ہونے والی کارروائی کو حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے تو اس کو من وعن اور بلاچوں وچرا تسلیم کرنا چاہئے اور اسی طرح روح کے جو حالات بتائے گئے ہیں۔ ان سب کو مان لینا چاہئے اللہ علی کل شئی قدیر ہیں۔ وہ سب کچھ کرسکتے ہیں۔ عالم قبر وعالم برزخ کی کارروائی ایسی نہیں جو ناممکن ہو۔ کسی مسلمان کو قبر کی زندگی کے متعلق شکوک وشبہات میں پڑنا زیب نہیں دیتا۔ لیکن افسوس کہ آپ روح کے متعلق وارد ہونے والی ساری کارروائی کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن جسد کی کارروائی کے متعلق آپ کو شبہات ہیں۔ اس لئے قبر میں جسد پر طاری ہونے والی ہر کارروائی کو آپ روح پر محمول کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ''تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل'' کا مصداق ہے۔ مثلاً (صحیح بخاری

ج ا ص ۱۷۱، ۱۷۲) پر حدیث ہے۔ المیت یعذب اور (بخاری ج ا ص ۱۸۴) پر حدیث ہے۔ ''المیت یعرض علیه مقعده'' ان حدیثوں میں واضح طور پر بتایا گیا کہ میت کو عذاب ہوتا ہے اور میت پر اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے تو اب اس حدیث میں میت سے روح کیسے مراد لی جاسکتی ہے۔ جب کہ آپ نے کہہ دیا کہ روح کو موت نہیں بلکہ اجزائے اصلیہ کو بھی موت نہیں آتی۔

دیکھو آپ کا جواب (ص ۷ تا ۱۵) لہٰذا حدیثوں میں جو آیا ہے ''المیت یعذب'' اس سے روح مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ آپ کے نزدیک اس کو موت نہیں آئی تو وہ میت کہلانے کی حق دار نہیں ہے۔ پس المیت کا اطلاق قبر میں پڑے ہوئے جسد پر راست آتا ہے۔ ہاں بے جا تاویلات کا دروازہ تو آپ نے کھول رکھا ہے۔ لیکن طفل تسلی اور بے سود ہے تو میں عرض کر رہا ہوں کہ جس طرح عالم برزخ میں روح پر طاری ہونے والے حالات بتائے گئے۔ اسی طرح جسد پر طاری ہونے والے حالات بھی بتائے گئے ہیں۔ بلکہ جسد پر طاری ہونے والے حالات نسبتاً زیادہ بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً (بخاری ج ا ص ۱۷۵) پر حدیث کے یہ الفاظ ہیں: ''اذا وضعت الجنازة فاحتملها الانسان علی اعناقهم فان كانت صالحة قالت قدمونی و ان كانت غير صالحة قالت يا ويلها اين تذهبون بها يسمع صوتها كل شئ الا الانسان'' اور (صحیح بخاری شریف ج ا ص ۱۷۶) پر یہ حدیث موجود ہے ''اسرعوا بالجنائز فان تک صالحة فخير تقدمها اليه و ان تک سوی ذالک فشر تضعونه عن رقابكم'' (بخاری ج ا ص ۱۷۸) پر حدیث موجود ہے ''العبد اذا وضع فی قبره وتولی و ذهب اصحابه حتی انه يسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فاقعده'' (بخاری شریف ج ا ص ۱۸۲) پر یہ حدیث موجود ہے ''مر النبی ﷺ بقبرين يعذبان'' اور (بخاری شریف ج ا ص ۱۸۳) پر یہ حدیث موجود ہے ''اذا قعد المؤمن فی قبره'' اور (بخاری ج ا ص ۱۸۳) پر حدیث موجود ہے ''اطلع النبی ﷺ علی اهل القليب فقال و جدتم ما وعد ربكم حقا فقيل له تدعوا امواتاً قال ما انتم باسمع منهم'' اور (بخاری ج ا ص ۱۸۴) پر یہ حدیث موجود ہے ''فيقعدانه'' اور (بخاری ج ا ص ۱۸۴) پر یہ حدیث موجود ہے ''خرج النبی ﷺ وقد وجبت الشمس فسمع صوتا فقال يهود يعذبان فی قبورهم'' اور بخاری شریف کے اسی صفحہ پر یہ الفاظ موجود ہیں ''هذا مقعدک حتی يبعث الله يوم القيامة''

اور (مسلم شریف ج ا ص ۲۱۷) پر حدیث کے یہ الفاظ ہیں: ''يعذبون عذابا تسمعه البهائم'' اور (مسلم شریف ج ا ص ۳۱۰) پر لفظ ہیں ''ان هذه القبور مملوة ظلمة علی ويلها'' اور (مسلم شریف ج ا ص ۷۶) پر حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کی وصیت کے یہ الفاظ ہیں ''فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقيموا حول قبری قدر ما ينحر جزور و يقسم لحمها حتی استانس بكم و انظر ما ذا اراجع به رسل ربی'' اور (مشکوٰۃ ص ۲۵) پر بحوالہ مسلم شریف حدیث کے یہ الفاظ ہیں: ''بينا رسول الله ﷺ فی حائط لبنی النجار علی بغلة له و نحن معه اذ حادت به فكادت تلقيه و اذا اقبر ستة او خمسة فلو لا ان لا تدافنوا الدعوت الله ان يسمعكم من عذاب القبر الذی اسمع منه ثم اقبل علينا بوجهه فقال'' اور (مشکوٰۃ شریف ص ۲۵) بحوالہ ترمذی یہ حدیث موجود ہے ''اذا اقبر الميت اتاه ملكان فيقال للارض التمی عليه'' اور (مشکوٰۃ ص ۲۶) پر بحوالہ ابن ماجہ یہ حدیث موجود ہے ''اذا دخل الميت مثلت لها الشمس عند غروبها'' اور (مشکوٰۃ ص ۲۶) بحوالہ ابوداؤد یہ حدیث موجود ہے ''كان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لاخيكم ثم سلوا له بالتثبيت فانه الآن يسأل'' رواہ ابوداؤد، اور

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۸) بحوالہ ترمذی یہ حدیث موجود ہے ''اذا دفن العبد المومن قال له القبر مرحبا و اهلا اما ان کنت لاحب من یمشی علی ظهری الیَّ فاذ ولیتک الیوم و صرت الی فستری صنیعی بک فیلتئم علیه حتی تختلف اضلاعه'' اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت (مشکوٰۃ ص ۲۰۷) پر موجود ہے کہ ایک گنہگار نے اپنے جسد عنصری کو جلا دینے کا حکم دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے جسد عنصری کے اجزاء کو جمع فرما کر سوال کیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''فامر الله البحر فجمع ما فیه و امر البر فجمع ما فیه'' (ترمذی شریف ج ۲ ص ۶۹) پر حضور اکرم ﷺ نے قبر کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں: ''انا بیت الغربة، انا بیت الوحدة، انا بیت التراب، انا بیت الدودہ''

عزیزم! ان سب حدیثوں میں جسد مدفونہ کی جزا و سزا کا ثبوت ہے۔ احادیث مذکورہ بالا کا ایک ایک لفظ جسد پر وارد ہونے والی کارروائی کو صاف اور واضح بیان کر رہا ہے۔ آپ کس کس کی کیا کیا بے جا تاویل کریں گے۔ انہی ناروا تاویلات کے ذریعے بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں اور دین اسلام کی اصلی اور حقیقی صورت کو مسخ کر چکے ہیں۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۸۶) پر تو گویا جسد عنصری کی تصریح موجود ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کسی مومن نیک صالح کی روح کو فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں تو آسمان کے فرشتے ان الفاظ میں اس کو دعا دیتے ہیں: ''صلی الله علیک و علی جسدک کنت تعمرینه'' الحمد للہ! یہ حدیث روح اور جسد عنصری دونوں کے مرحوم ہونے پر اور انعام پر پانے پر نص کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن اب بھی تیرا دل نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں۔

عزیزم! اس سلسلہ کی پانچ آیتیں آپ کے ہاں پہنچ چکی ہیں۔ اب ان حدیثوں کو بھی ان کے ساتھ شامل کر لیجئے۔ اب قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہو گیا کہ عالم برزخ عالم قبر کی کارروائی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتی ہے۔ اگر رحمت کے حقدار ہوتے ہیں تو دونوں پر رحمت نازل ہوتی ہے اور اگر لعنت کے حق دار ہوتے ہیں تو دونوں پر لعنت ہوتی ہے۔ بہر حال مرنے کے بعد والی جزاء و سزا میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔ باقی رہا آپ کا یہ شبہ کہ موت کے وقت سے جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں تو دونوں کو جزا و سزا کیسے ملتی ہے؟ ویسے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں پر کسی مسلمان کو شک و شبہ پیدا کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔ لیکن اس کے باوجود علماء اہلسنت والجماعت نے اس قسم کے تمام شبہات کے ازالہ کے لئے خواب کی مثال بیان کی تاکہ عالم قبر کی زندگی اور کارروائی اقرب الی الاذھان ہو جائے اور سب اشکال دور ہو جائیں۔ کیونکہ عالم خواب عالم قبر سے کچھ نہ کچھ ملتا جلتا ہے۔

جب آدمی سوتا ہے تو اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے ''والتی لم تمت فی منامها'' اس کی دلیل ہے اور نیند کے وقت جسد کی اکثر مشینری معطل ہو جاتی ہے۔ آنکھ زبان وغیرہ بند ہیں اور ہاتھ پاؤں وغیرہ ساکن ہیں۔ دیکھنے والوں کو سونے والا بے حرکت نظر آتا ہے۔ ادھر روح عالم خواب کی سیر و سیاحت میں مصروف ہوتی ہے اور روح اس عالم میں چارپائی پر پڑے ہوئے جسد کو اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے اور روح عالم خواب میں بصورت انسانی محو عمل ہوتی ہے۔ جو زبان دنیا والوں کی نگاہ میں بند ہے وہی زبان عالم خواب میں روح کے ساتھ بول رہی ہے اور جو آنکھ ہماری نظروں میں بند ہے روح اسی آنکھ سے اس عالم میں دیکھ رہی ہے۔ جو ہاتھ پاؤں ہمارے سامنے ساکن پڑے ہیں۔ وہی مصروف عمل ہیں اور عالم خواب میں روح پر خوشی و غمی اور دکھ سکھ کے جو حالات طاری ہو رہے ہیں جسد اس میں روح کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔

اگر روتی ہے تو بعض دفعہ سونے والے کے منہ سے بھی رونے کی آواز نکلتی ہے۔ جس کو دنیا والے مشاہدہ

بھی کرتے ہیں۔ اگر روح ہنستی ہے تو ادھر جسد سے بھی ہنسنے کی آواز نکلتی ہے۔ بعض اوقات سونے والا کانپتا ہے اور گھبرا کر اٹھ بیٹھتا ہے۔ یہ اس لئے کہ روح پر طاری ہونے والے حالات سے یہ برابر متاثر ہوتا رہتا ہے تو اسی طرح عالم قبر اور عالم برزخ کی کارروائی کو سمجھنے کی کوشش کرو کہ موت کے وقت روح اور جسد اگرچہ جدا ہو جاتے ہیں اور روح جہاں بھی ہو جنت یا دوزخ میں علیین میں یا سجین میں آسمان میں یا زمین میں۔ وہ بہر حال قبر میں پڑے ہوئے جسد کو اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے اور روح وہاں بصورا نسانی ہوتی ہے اور روح پر دکھ سکھ کے جو حالات طاری ہوتے ہیں، قبر میں پڑا ہوا جسد چاہے جس حال میں بھی ہو ان سے برابر متاثر ہوتا ہے۔

جس طرح کہ سونے والے کا جسم چار پائی پر پڑے رہنے کے باوجود روح کے ساتھ مصروف عمل بھی ہے اور شریک رنج و راحت بھی ہے "وما ذالک علی اللہ بعزیز" اب یہ شبہ بھی دفع ہو گیا کہ عذاب قبر ہمیں نظر کیوں نہیں آتا۔ سونے والے کے پاس آدمی بیٹھا ہوتا ہے اور سونے والے کے ساتھ عالم خواب میں بہت کچھ ہو رہا ہوتا ہے۔ لیکن پاس بیٹھنے والے کو کچھ نظر نہیں آتا۔ اسی طرح قبر کی کارروائی دنیا والوں کو نظر نہیں آتی۔ الا ماشاء اللہ!

عالم قبر کی کارروائی کو اقرب الفہم کرنے کے لئے خواب کی مثال دینے والے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن قیم، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھنوی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو (احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۵۱۰، کتاب الروح ص ۸۸، ۸۹، حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۴، نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶، معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۸۸، احکام قرآن ج ۴ ص ۱۰۵، معارف القرآن ج ۴ ص ۲۳۷)

واضح رہے کہ خواب کی یہ مثال مستنبط من الکتاب والسنۃ ہے۔ چنانچہ نکیرین سوال و جواب کے بعد میت کو کہتے ہیں۔ نم صالحاً (بخاری ج ۱ ص ۱۹ و ۱۴۴) اور کہتے ہیں: "نم کنومۃ العروس الذی لا یوقظہ الا احب اھلہ الیہ" (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۲۷) نیز قرآن مجید میں قبر پر مرقد کا اطلاق بھی کیا گیا ہے اور اس کی تردید بھی نہیں کی گئی۔ مرحومین بزرگان کو بایں الفاظ دعا بھی دی جاتی ہے نور اللہ مرقدہٗ۔ پس قرآن وحدیث سے معلوم ہوا کہ قبر ایک قسم کی خوابگاہ ہے۔

۳...... آپ نے گلہ دیا کہ بندہ عاجز موضوع سے باہر نکل گیا۔ آپ کا یہ شکوہ بے جا ہے۔ میں نے موضوع سے باہر کی کوئی بات نہیں کی۔ آپ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کی زندگی کے متعلق سوال کیا اور اس کی دلیل پوچھی میں نے جواب دیا کہ بشمول انبیاء کرام علیہم السلام قبر میں ہر مردہ کو ایک خاص قسم کی زندگی عطا کی جاتی ہے۔ البتہ انبیاء کرام اس حیات میں دیگر اموات سے ممتاز ہوتے ہیں۔ بہر حال نفس حیات ہر مردہ کو حاصل ہوتی ہے۔ جس کا ثبوت پانچ آیات قرآنیہ سے آپ کی خدمت میں بھیج دیا گیا تھا۔ عزیزم اس کو موضوع سے باہر جانا نہیں کہتے۔ دیکھو بریلوی لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر، عالم الغیب اور مختار کل سمجھتے ہیں اور ہمارے علماء کرام خصوصی دلائل کے ساتھ ساتھ عمومی آیات و احادیث سے بھی ان کے نظریے کی تردید کرتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں، کوئی ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں اور کوئی مختار کل نہیں اور انہی عمومی دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عالم الغیب ہر جگہ حاضر و ناظر اور مختار کل نہیں ہیں اور ہمارے علماء کے اس استدلال کو خروج عن الموضوع نہیں کہا جاتا ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی موت (بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کیونکہ وہ ابھی تک زندہ ہیں) اور پھر قیامت کے دن ان کا قبروں سے اٹھنا عمومی آیات سے ثابت کیا جاتا ہے۔

مثلاً ''کل نفس ذائقۃ الموت، کل من علیھا فان، اذاالقبور بعثرت'' وغیرہ اس طرز استدلال کو بھی خروج عن الموضوع نہیں کہا گیا۔ لہٰذا بندہ نے ہر مردہ کی حیات فی القبر ثابت کرنے سے خروج عن الموضوع کا ارتکاب نہیں کیا۔ الحمدللہ علی ذالک!

باقی رہی آپ کی یہ ناراضگی کی کہ ان آیات سے نفس حیات تو ثابت ہوتی ہے لیکن روح اور جسد کے مجموعہ کی حیات ثابت نہیں ہوتی۔ حتی کہ آپ نے مجھے تحریف قرآن کا الزام دے دیا۔ نعوذباللہ من ذالک! عزیزم غصہ مت کھائیں، الزام تراشی گناہ ہے۔ میں نے جو روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے جزاوسزا قرآن وحدیث سے ثابت کیا۔ یہ میرا تفرد نہیں ہے اور نہ ہی میں نے آیات کا نیا معنی نکالا ہے۔ بلکہ پوری امت مسلمہ کے مفسرین اور محدثین نے یہی کچھ لکھا ہے کہ عالم قبر کی جزاوسزا روح اور جسد دونوں کو ہوتی ہے۔ چنانچہ چند تفسیروں کے نام لکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۷۵، ج ۱۵ ص ۱۶۱، ج ۸ ص ۱۱۸، ج ۲۲ ص ۳۰ تا ۳۸، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۶۷، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۹۰ وص ۱۷۱، ج ۸ ص ۲۲۰، تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۱۰۰، تفسیر عثمانی ص ۷۶۶، تفسیر نسفی ج ۴ ص ۳۹، تفسیر بیضاوی ص ۲۲۰ وص ۲۵۴ وص ۴۲ وص ۴۳۲، بیان القرآن ج ۳ ص ۱۱۳، تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۲۳۳، تفسیر مظہری ج ۱ ص ۷۷، ج ۱۱ ص ۲۲۵، معارف القرآن ج ۳ ص ۱۱۳ ج ۵ ص ۲۳۶، ج ۳ ص ۵۶۶، احکام القرآن لمفتی محمد شفیع ص ۷۷ تا ۱۱۷۔

قرآن مجید کی ان بارہ تفسیروں میں وہی کچھ لکھا ہے جس کو میں نے عرض کیا کہ روح اور جسد کا آپس میں تعلق ہے۔ جس کی وجہ سے یہ دونوں باوجود جدا ہونے کے جزاوسزا پاتے ہیں اور یہی عدل وانصاف کا تقاضہ ہے۔

باقی آپ نے تفسیر جلالین کا حوالہ دیا۔ جلالین کے ایک نصف کے مؤلف امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مستقل کتاب اس مسئلہ پر لکھ گئے ہیں کہ عالم قبر عالم برزخ میں روح اور جسد کا تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے دونوں اعمال کے مطابق جزاء وسزا پاتے ہیں۔ دیکھو (شرح الصدور للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۶۱، ۱۶۴، ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۲۲، ۹۶) جلالین کے مؤلف سمیت جس مفسر کی تفسیر پر فیصلہ قبول فرمالیں بندہ حاضر ہے۔

انتباہ: باقی کسی تفسیر میں ''ذالک لروحھم یا ارواحھم یا حیات روحانی'' کے الفاظ دیکھ کر ہرگز دھوکہ نہ کھانا اور نہ دینا۔

اس قسم کی باتوں سے مفسر کا مقصد صرف روحانی جزاء وسزا بیان کر کے جسد کی نفی کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ مقصد جزاء وسزا کی صورت بتلانا ہوتا ہے۔ کیونکہ عالم قبر میں روح نمایاں اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے۔ جب کہ عالم دنیا میں جسد نمایاں اور روح اس کے تابع ہوتی ہے۔ یہاں دنیا میں اصل تکلیف جسم کو پہنچتی ہے اور جسم کے واسطہ سے روح متاثر ہوتی ہے۔ اس لئے دنیاوی تکلیف کو جسمانی اذیت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں جسم اصل ہے اور روح تابع اور جسمانی اذیت کہنے سے روح کی تکلیف کی ہرگز نفی نہیں ہوتی۔ چونکہ عالم قبر کا معاملہ اس کے برعکس وہاں روح اصل اور نمایاں ہے اور جسد تابع ہے تو وہاں کی تکلیف کو روحانی عذاب روحانی حیات کہا جاتا ہے۔ چونکہ جسد روح کے تابع ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے ذکر کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی اور نہ روحانی عذاب وغیرہ الفاظ سے جسد کی نفی کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصد روح کو اصل اور جسد کو تابع بتانا ہوتا ہے۔ مفسرین کے الفاظ سے جسد کی نفی سمجھنا ایسے ہے جیسے یہاں کوئی مریض کہے کہ یار میرے جسم میں درد ہے تو کوئی عقلمند یہ نہیں کہے گا کہ اچھا یار شکر پڑھ جسم

میں تو درد ہے لیکن روح کو تو درد نہیں ہے۔ وہ تو خیریت سے ہے تو بہر حال عالم دنیا میں جسمانی اذیت سے روحانی اذیت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اثبات ہوتا ہے اور عالم برزخ میں روحانی عذاب یا روحانی راحت کہنے سے جسد کی نفی نہیں ہوتی بلکہ بالتبع اثبات ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو

(کتاب الروح لابن القیم ص ۸۸، ۸۹، شرح فقہ اکبر لعلی قاری ص ۱۲۶، احکام القرآن ص ۹۹، ۱۰۰)

اس کی دلیل یہ ہے کہ جو مفسرین کرام ''لارواحھم ذالک لروحھم'' یا حیات روحانی اور عذاب روحانی سے تفسیر کرتے ہیں۔ وہی مفسر اپنی انہی تفسیروں میں روح اور جسد دونوں کی جزا وسزا بھی بیان کرتے ہیں اور تعلق بھی ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ بارہ تفسیروں کے حوالہ جات آپ دیکھ چکے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بندہ عاجز نے جو کچھ آیات قرآنیہ کے مفہوم کے متعلق لکھا مفسرین کی تفسیروں کے مطابق لکھا۔ الحمد للہ!

غلط تفسیر بیان کرنے کا الزام خود غلط ہے۔ اہلسنت والجماعت کا کوئی مفسر ایسا نہیں گزرا جس نے جسد کے معذب یا منعم ہونے کا انکار کیا ہو یا پھر ان کے تعلق کا منکر بنا ہو۔ درحقیقت مفسرین کی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے آپ کو یہ چوتھی ٹھوکر لگی۔ وہ عالم برزخ وعالم قبر کی جزا وسزا کی صورت بتاتے ہیں کہ وہاں روح اصل اور نمایاں ہے اور جسد اس کے تابع ہے۔ لیکن آپ روح کے لفظ کو دیکھ کر خوشی سے پھول جاتے ہیں کہ اب روح کا ذکر ہے جسد کا ذکر نہیں۔ لہٰذا خود جسد کی نفی ہو گئی۔

عزیزم! تفسیروں کے سمجھنے کی کوشش کرو مفسرین عذاب برزخ وقبر کی صورت بتانا چاہتے ہیں اور آپ جسد کی نفی سمجھنے لگتے ہیں۔ سخن شناس نہی دلبر خطا این جاست۔ اس کی صورت ہی خواب والی ہے۔

۴...... آپ نے کئی بار اپنے جواب میں سوال کیا ہے کہ روح اور جسد کے تعلق کو ثابت کرو؟ یہ تعلق کہاں سے ثابت ہے؟

عزیزم! کتاب وسنت کے کثیر التعداد دلائل سے قبر کی زندگی اور قبر کی جزا وسزا ثابت ہے قبر کی زندگی اور جزا وسزا کو آپ نے الحمد للہ بایں الفاظ تسلیم کیا ہے۔ ''مطلق حیات قبر اور مطلق حیات الانبیاء کا ہم میں سے کوئی بھی منکر نہیں۔''

<u>آپ کا جواب نمبر ۱</u>: قرآن وحدیث کے جن دلائل سے حیات قبر اور قبر کی جزا وسزا ثابت ہوتی ہے انہی دلائل سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس حیات اور جزا وسزا کا تعلق روح اور جسد دونوں کے ساتھ ہے۔ دس سے زائد آیات میں سے پانچ آپ کے پاس پہلے خط کے ذریعہ پہنچ چکی ہیں اور ستر سے زائد احادیث میں سے تقریباً بیس اس خط میں آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں۔ جس میں صراحت اور وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ قبر کی کارروائی میں جسد بھی شامل ہوتا ہے اور علماء اہلسنت والجماعت کے تمام طبقے اس پر متفق ہیں۔ مفسرین کی تفسیروں کے حوالے لکھے جاچکے ہیں۔ محدثین، فقہا اور متکلمین اسلام نے بھی یہی کہا ہے کہ قبر کی کارروائی روح اور جسد دونوں پر طاری ہوتی ہے۔ اگر آپ حکم فرمائیں تو وہ سب حوالہ جات آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔ اب بخوف طوالت اختصار کیا جاتا ہے۔ پھر بھی چند حوالے دیکھ لیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: ''ثم المعذب عند اھل السنۃ الجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادۃ الروح الیہ او الی جزء منہ''

(شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶) اسی طرح (فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۷، فتح القدیر ج ۴ ص ۹۹)

عزیزم! پوری امت کے علماء جو اتفاق فرمارہے ہیں کہ قبر کی جزاء وسزا دونوں پر وارد ہوتی ہے۔ اس اجماع کی بنیاد وہی دس سے زائد آیات اور ستر سے زائد احادیث ہیں جن سے روح اور جسد دونوں کی جزاء وسزا اور

حیات ثابت ہوتی ہے۔ پوری امت کے علماء نے قرآن وحدیث سے جو عقیدہ ثابت کیا (روح اور جسد کے معذب ہونے کا) تو آپ نے کیسے مجھے الزام دے دیا کہ قرآن کی تفسیر غلط بیان کی۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم!

عزیزم! خفا کیوں ہوتے ہو! بندہ عاجز نے فہم سلف صالحین کی روشنی میں آیات کا مطلب بیان کیا ہے کہ مرنے کے بعد والی کارروائی روح اور جسد کے مجموعہ پر وارد ہوتی ہے۔ اب بھی آپ مجھے غلط بیانی کا الزام دیں تو آپ کی مرضی۔ جو شخص ضد میں آکر دوضرب دو کو پانچ بتانے پر مصر ہو اس کا علاج اللہ تعالیٰ کے پاس ہوگا۔

خیر میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ قرآن وحدیث سے یہ مسلمہ حقیقت ثابت ہے کہ قبر و برزخ کی حیات اور جزا وسزا روح اور جسد دونوں کو حاصل ہے۔ جسد کا حیات برزخی میں شامل ہونا اتنی بڑی حقیقت ہے کہ اس کا انکار تو آپ کے شیخ نیلوی صاحب بھی نہیں کرتے بلکہ وہ حیات برزخی میں جسد کو روح کے ساتھ شامل کرتے ہیں۔ البتہ وہ اس حیات میں جسد عنصری کے بجائے جسد مثالی کو شامل کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں "مرنے کے بعد بھی انسان زندہ ہی رہتا ہے۔ مگر لباس ومکان بدل لیتا ہے۔ تبدیلی لباس جدید ومکان جدید سے انسان کو فرحت یا غمی ہوتی ہے۔ مگر مرتا نہیں۔ ایسے جسد عنصری کا لباس اتار کر جسد مثالی کا لباس پہن لینے اور دار دنیا سے منتقل ہو کر دار برزخ میں پہنچ جانے سے بھی انسان نہیں مرتا۔" (ندائے حق ص ۲)

پھر لکھتے ہیں یہی مسلک صحیح ہے کہ ان ابدان محسوسہ سے نکل کر روح دوسرے مثالی جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ (ص ۱۵) عزیزم! اپنے شیخ کی مذکورہ بالا عبارت پر غور فرمائیں۔ آپ کے شیخ روح کے ساتھ جسد کو حیات میں شامل فرمارہے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ صاحب کے نزدیک روح کے ساتھ جسد کا حیات میں شامل ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ کیونکہ بزعم خویش آپ قرآن وحدیث سے باہر نہیں جاتے۔ اب قرآن کی وہ کون سی آیات ہیں جن سے روح کے ساتھ جسد کا شریک حیات ہونا ثابت ہوگا۔ گو مثالی ہی سہی!

بہرحال آیات تو وہی ہیں جو بندہ عاجز نے پیش کی ہیں۔ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ پوری امت نے جسد سے مراد جسد عنصری لیا۔ کیونکہ عالم دنیا میں نیکی اور برائی کے کاموں میں یہی جسد عنصری روح کا شریک حیات تھا۔ لہٰذا مرنے کے بعد والی حیات اور جزا وسزا میں اسی جسد عنصری کو شریک حیات ہو کر جزاء وسزا پانی چاہئے اور آپ کے شیخ نے جسد عنصری کے بجائے جسد مثالی کو شریک بنا دیا۔ حالانکہ یہ ناانصافی ہے، کرے کوئی بھرے کوئی۔

بہرحال ایک ہی آیات ہیں جن سے علماء اہلسنت نے جسد عنصری ثابت کیا اور شیخ نے مثالی ثابت کیا۔ ورنہ وہاں حضرت شیخ سے پوچھ لینا کہ یہ روح کے لئے جسد مثالی کس آیت سے ثابت ہے تو الحمدللہ آپ کے شیخ کے قلم سے ثابت ہو گیا کہ مرنے کے بعد روح کے ساتھ کوئی نہ کوئی جسد شریک ہوتا ہے۔ لیکن آپ جسد کو ثابت نہیں سمجھتے۔ بلکہ پیش کردہ آیات کو صرف روح کے لیے ثابت کرتے ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ آپ وہاں کر لینا۔ بہرحال قبر کی زندگی بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہوئی۔ جس کو آپ تسلیم کرتے ہیں اور اس زندگی میں روح کے ساتھ جسد کا شریک ہونا بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہو گیا جس کو آپ کے شیخ سمیت پوری امت کے علماء نے تسلیم کیا۔

البتہ پوری امت نے دنیا والا جسد بتایا اور حضرت شیخ نے جسد مثالی بنایا۔ لیکن آپ نے صرف روح کا قول کر کے اہلسنت سے علیحدگی اختیار کر لی اور حضرت شیخ صاحب کے راستہ کو بھی چھوڑ دیا۔ عزیزم قرآن وحدیث کے مجموعہ سے روح اور جسد کے مجموعہ کے لئے ثابت ہونے والی زندگی جو کہ ہر مرنے والے کو ثابت اور مسلم ہے۔ یہی

زندگی عقیدہ حیات الانبیاء کی بنیاد ہے۔ کتنی ناانصافی کی بات ہے کہ مرنے کے بعد عذاب دینے کے لئے کفار کو زندہ کیا جاتا ہے۔ عامۃ المومنین کو انعام اور راحت دینے کے لئے زندہ کیا جاتا ہے۔ شہداء کرام کو ان سب سے بڑھ کر اعلیٰ قسم کی حیات دی جاتی ہے۔ پھر اس حیات میں جسد کو بھی شریک کیا جاتا ہے۔ مثالی عند الشیخ اور عنصری عند اہلسنت۔ لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اس قسم کی حیات سے محروم رکھا جائے۔ عامۃ المومنین تو انعام اور راحت قبر میں حاصل کریں۔ لیکن اگر انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اور انعام وراحت انہیں دلائل سے ثابت کی جائے تو فوراً اعتراض ہوتا ہے کہ آپ موضوع سے باہر نکل گئے۔ کیوں جناب! آپ کا انصاف یہی فیصلہ کرتا ہے؟ عزیزم! اگر بندہ عاجز کے پیش کردہ دلائل سے حیات الانبیاء ثابت نہیں ہوتی بلکہ آدمی موضوع سے باہر نکل جاتا ہے تو آپ بھی بزعم خویش حیات الانبیاء کے قائل ہیں تو بتائیں وہ کون سے دلائل ہیں جن سے حیات الانبیاء ثابت ہوتی ہے؟ دیدہ باید!

اب رہا مسئلہ تعلق کا تو اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ جب کتاب وسنت سے یہ ثابت شدہ ومسلم شدہ حقیقت ہے کہ موت کے وقت روح اور جسد ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور نیز یہ بھی کتاب وسنت سے ثابت شدہ ومسلمہ حقیقت ہے کہ موت کے بعد اعمال کے مطابق جزاء یا سزا روح اور جسد دونوں کو ملتی ہے۔ پس باوجود دونوں کے ہونے کے اور اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ جانے کے دونوں کو جزاء وسزا کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ ہر ذی شعور اور ذی علم آدمی ضرور اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ دونوں کی جزاء وسزا کی صحیح اور معقول صورت یہی ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک خاص قسم کا تعلق ہے۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے دونوں جدا ہونے کے باوجود جزاء یا سزا کے مورد بن رہے ہیں۔ لہٰذا اس تعلق کی بنیاد وہی آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے روح اور جسد دونوں کا معذب اور منعم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

روح اور جسد دونوں کے معذب یا منعم ثابت کرنے والی آیتوں اور حدیثوں کو تعلق ایسے لازم ہے جیسے سورج کو روشنی لازم ہے۔ جن لوگوں نے جسد کے معذب یا منعم ہونے کو تسلیم کیا۔ انہوں نے تعلق کو بآسانی تسلیم کیا۔ کیونکہ برزخی جزا یا سزا کی صحیح اور معقول صورت اسی تعلق پر موقوف ہے۔ البتہ جو لوگ جسد کو جزاء وسزا میں روح کا شریک نہیں سمجھتے۔ ان کے لئے تعلق کا ماننا مشکل بھی ہے اور بے سود بھی ہے۔ چونکہ آپ جسد کی جزا وسزا کے منکر ہیں۔ لہٰذا پہلے آپ کو ان آیات اور احادیث کا جواب دینا چاہئے۔ جن سے صراحت اور وضاحت کے ساتھ جسد کا معذب ہونا یا منعم ہونا ثابت ہوتا ہے اور پھر جسد کی نفی پر کتاب وسنت سے دلائل دینے چاہئیں کیونکہ اگر آپ جسد کی نفی کسی آیت یا حدیث سے ثابت کر دیں گے تو تعلق کی نفی خود بخود ہو جائے گی اور اگر آپ جسد کی نفی کسی آیت یا حدیث سے نہیں کر سکتے بلکہ قرآن وحدیث سے جسد کا معذب یا منعم ہونا ثابت ہوتا ہے تو تعلق خود بخود لازم اور ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ جسد کی معذب یا منعم ہونے کی صحیح اور معقول صورت صرف یہی ایک ہے تو بہر صورت تعلق یا عدم تعلق کوئی مستقل علیحدہ مسئلہ اور بحث نہیں ہے۔

اصل مسئلہ جس میں بحث کی ضرورت ہے وہ جسد کا روح کے ساتھ شریک ہونا ہے۔ آپ کا بار بار اصرار کرنا کہ قرآن وحدیث سے تعلق کا لفظ دکھاؤ۔ اگر لفظ تعلق کا نہ دکھلایا تو تمہاری شکست ہوگی۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی قادیانی کہے کہ مسلمانو! تم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مع الجسد العنصری مانتے ہو تو ہمیں قرآن وحدیث سے جسد عنصری کا لفظ دکھاؤ۔ ورنہ تمہاری شکست یا کوئی مرزائی کہے کہ مسلمانو! تم جو حضور اکرم ﷺ کے معراج جسمانی کو مانتے ہو تو قرآن وحدیث سے جسمانی کا لفظ دکھاؤ ورنہ تمہاری شکست۔

میرے ناقص مطالعہ کے مطابق حیات ابن مریم کے متعلق جسد عنصری کا لفظ کہیں قرآن وحدیث میں نہ ملے گا اور اسی طرح معراج جسمانی کا لفظ نہیں ملے گا اور شاید صحابہ کرام ﷡ کے دور میں ان الفاظ کے عام استعمال کا رواج نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات مع الجسد العنصری برحق ہے اور حضور اکرم ﷺ کا معراج جسمانی بھی برحق ہے اور صحابہ کرام ﷡ کا بھی یہی عقیدہ اور نظریہ تھا۔ جیسا کہ آج مسلمانوں کا عقیدہ اور نظریہ ہے۔ کیونکہ جن دلائل سے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہے ان ہی دلائل سے ہی جسد عنصری ثابت ہے۔ بعینہٖ جن دلائل سے حیات قبر اور قبر کی جزاء وسزا ثابت ہے۔ انہیں دلائل سے روح اور جسد کا تعلق بھی ثابت ہے۔ فافہم ثم فافہم!

باقی رہا یہ سوال کہ اس دور میں جسد عنصری، معراج جسمانی اور تعلق وغیرہ کا اظہار کیوں نہ ہوا تو بات یہ ہے کہ صحابہ کرام ﷡ کے اندر تسلیم وانقیاد کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ عقائد اسلامیہ کے متعلق شبہات سے ہمیشہ پاک وصاف رہے جو کچھ حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے وہ بے چون وچرا تسلیم کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں قیامتؒ سے پہلے اتریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے تسلیم کر لیا۔

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ﷡ کو سفر معراج کی روئیداد سنائی انہوں نے تسلیم کی کوئی اعتراض وغیرہ نہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ﷡ کے سامنے قبر میں ہونے والے حالات بیان فرمائے تو انہوں نے آمنا وصدقنا کہا۔ کسی قسم کے شبہات نہ اٹھائے۔ لیکن جب بعد کے لوگوں نے اعتراض انکار اور شبہات کی فضا پیدا ہوئی تو اس دور کے علماء حق نے عقائد اسلامیہ کی تشریح کی اور ان ہی اصطلاحی الفاظ کے ذریعے ان کے شبہات کا رد کیا۔

لہٰذا معراج کا جسمانی ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عنصری جسد کے ساتھ آسمان پر جانا اور عذاب قبر روح اور جسد دونوں کو بالتعلق ہونا یہ سب عقائد اسلامیہ کی تشریحات ہیں۔ ان کی بنیاد کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ہے اور یہی تشریحات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی منشاء کے مطابق ہے اور صحابہ کرام ﷡ بھی انہی عقائد کو اسی طرح مانتے تھے۔ جیسا کہ آج اہلسنت والجماعت مانتے ہیں۔ البتہ ان کا اظہار اعتراض وانکار کے موقع پر ہوا۔

یہی تو وجہ ہے کہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک قرآن وحدیث کی وہی تشریح وتفسیر اور معنیٰ ومطلب صحیح ومعتبر ہے جو سلف صالحین سے منقول ہے۔ سلف صالحین کے راستہ کو چھوڑنا گمراہی ہے اور غیر مقلدیت ہے۔ اعاذنا اللہ منہ!

پس عقیدہ عذاب قبر کی جو تشریح سلف صالحین نے کی ہے وہی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے اور اس کے عین مطابق ہے۔ اگر علماء حق کی یہ تشریحات خدانخواستہ صحیح نہ ہوتی تو جس دور میں علماء حق نے مخالفین اسلام کے اعتراضات کا دفعیہ کرتے ہوئے یہ تشریحات کی ہیں تو اس دور میں صحابہ کرام کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد تو موجود ہوں گے تو وہ ان تشریحات کی نفی کرتے اور ان کو قرآن وحدیث کے خلاف بتاتے اور کہتے کہ صحابہ کرام ﷡ کے عقائد ایسے نہ تھے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ جب سے یہ تشریحات عام ہوئی ہیں۔ اس دور کے لوگوں نے ان کی تردید نہیں کی بلکہ تائید کی ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ تشریحات قرآن وحدیث کے مطابق ہیں اور نظریات صحابہ کے موافق ہے۔ فافہم فافہم!

اس حقیقت کو یوں سمجھئے کہ آپ نے لکھا قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ آپ کا نقل کردہ یہ جملہ ہمارے بزرگان دین کا ہے اور انہوں نے مخالفین اسلام کے اعتراض کے جواب میں یہ کہا ہے اور اعتراض یہ تھا کہ جس مردہ کو قبر نصیب نہیں ہوتی تو کیا اس کو عذاب نہیں ہوتا تو ان کے جواب میں ہمارے بزرگان نے کہا کہ قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں ہے بلکہ قبر

سے مراد عالم برزخ ہے۔ لہٰذا مردہ جہاں بھی ہو برزخ اس کو شامل ہے۔ کیونکہ برزخ کا مفہوم مردے کے ہر مقام کو شامل ہے۔ آپ بھی اس جملہ کو مانتے ہیں۔ اگرچہ آپ نے اس کا مطلب سمجھنے میں ٹھوکر کھائی۔ کیونکہ اس کا مطلب الٹا سمجھا بہرحال آپ اس جملہ کو تسلیم تو کرتے ہیں۔ عزیزم! یہ جملہ بھی عقیدہ عذاب قبر کی تشریح کی حیثیت رکھتا ہے اور ہمارے بزرگوں کی یہ تشریح حق اور سچ ہے قرآن وحدیث کے مطابق اور نظریات صحابہ رضی اللہ عنہم کے عین موافق ہے۔

لیکن اس سب کے باوجود آپ اس جملہ کے الفاظ اس ترتیب سے نہ قرآن کی کسی آیت سے ثابت کر سکتے اور نہ کسی صحیح حدیث سے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ الفاظ منقول ہیں کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے، ہاں برزخ کا لفظ قرآن مجید میں بمعنی پردہ کے استعمال ہوا۔ لیکن یہ تو کہیں نہیں کہا گیا کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ پس جس طرح یہ جملہ اس ترتیب لفظی کے ساتھ ثابت نہ ہونے کے باوجود حق اور سچ ہے۔ اسی طرح عالم برزخ میں روح اور جسد کا تعلق جس کی وجہ سے دونوں معذب یا منعم ہوتے ہیں حق اور سچ ہے۔ اگر آپ کو پھر بھی اصرار ہے کہ تعلق کا لفظ دکھاؤ، تعلق کا تو لفظ کہیں نہیں ہے تو عرض یہ ہے کہ عزیزم تعلق کے آپ بھی قائل ہو چکے ہیں اور آپ کے شیخ بھی قائل ہیں۔ البتہ علماء اہلسنت والجماعت جسد عنصری سے تعلق مانتے ہیں اور آپ جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ سے تعلق مانتے ہیں۔ یہاں آپ نے مجھ پر بے جا ناراضگی کا اظہار کر دیا کہ آپ کو پتہ نہیں کہ اجزاء اصلیہ وعرفیہ میں کیا فرق ہے۔ اجزاء اصلیہ وہ نسمہ ہے۔ عزیزم غصہ تھوک دیجئے۔ آپ کا خفا ہونا بے محل ہے۔ میں نے نہ تو اجزاء کی وضاحت کی اور نہ ہی تقسیم۔ میں نے تو اتنا عرض کیا کہ آپ کے شیخ روح کا تعلق جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ مانتے ہیں۔ (ندائے حق ص ۱۵، ۲۲، ۱۸۸، ۲۰۸، ۲۱۲)

اور آپ نے بایں الفاظ مان لیا، اجزاء اصلیہ کے درمیان تو تعلق ہے آپ کا جواب نمبر ۱۵ میری گزارش یہ ہے کہ اجزاء اصلیہ جو بھی ہیں لیکن آپ ان کے ساتھ تعلق کے تو قائل ہیں نا حالانکہ بندہ سے آپ کا مطالبہ چل رہا ہے کہ تعلق کا لفظ دکھاؤ، تعلق کا ثبوت کہاں سے ہے۔

عزیم! جب آپ کے نزدیک سرے سے تعلق ہی ثابت نہیں تو آپ تعلق کے کیسے قائل ہو گئے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ جسد عنصری سے تو تعلق ثابت نہیں اور اس کے اجزاء اصلیہ سے تو تعلق ثابت ہے تو جی بسم اللہ یہی تعلق آپ قرآن وحدیث سے ثابت کر دو۔ دیدہ باید!

۵ ...... اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں وہ کسی کام میں اسباب وآلات کے محتاج نہیں وہ روح کے بغیر جسد سے کام لے سکتے ہیں اور جسد کے بغیر روح سے کام لے سکتے ہیں۔ لیکن قرآن وحدیث کے ماہرین علماء بتاتے ہیں کہ سنت اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عموماً روح سے کام لیتے وقت جسد کو اس کے ساتھ استعمال فرماتے ہیں۔ بالتعلق یا بدخول عالم دنیا میں تو یہ بات ظاہر بھی ہے اور مشاہدہ بھی ہے کہ روح جسد کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتی۔ روح یہاں جسد عنصری کی زبان سے بولتی ہے اور اسی کے کان سے سنتی ہے۔ اسی کے ہاتھ وپاؤں سے کام کرتی ہے۔ اگر جسد کی زبان بند کر دی جائے تو روح بولنے سے عاجز اور اگر جسد کی آنکھ بند ہو جائے تو روح دیکھنے سے فارغ الخ۔

یہاں تو روح کی گاڑی جسد کے بغیر چل ہی نہیں سکتی۔ یہاں تو روح جسد کی سخت محتاج ہے اور اسی طرح جسد بھی روح کا سخت محتاج ہے۔ عالم آخرت میں بھی جسد روح کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ معاد جسمانی کو قرآن مجید میں پرزور دلائل سے ثابت کیا گیا۔ کیونکہ مشرکین مکہ اجساد کے دوبارہ زندہ ہونے کو بعید اور مشکل سمجھتے تھے۔ اسی لئے

اللہ تعالیٰ نے حشر اجساد کے مسئلہ کو کھول کر بیان کیا۔ مشرکین مکہ نے کہا ''من یحی العظام وھی رمیم'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یحیھا الذی انشاھا اوّل مرۃ'' (یٰسین: ۷۹) اور فرمایا ''بلٰی قادرین علٰی ان نسوی بنانہ'' (قیامہ: ۴) لہٰذا قرآن سے ثابت ہے کہ انسان انہی اجزاء و اعضاء کے ساتھ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

اور انہی اجساد کے ساتھ اعمال کے مطابق دوزخ یا بہشت میں جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ عالم آخرت میں بھی انسانی گاڑی روح اور جسد کے مجموعہ سے چلے گی اور عالم ارواح میں بھی جب اللہ تعالیٰ نے ارواح سے وعدہ لیا تھا تو ان کو جسد عطا کئے تھے اور ارواح نے انہی اجساد کے ساتھ بلیٰ کہا تھا۔ اس کی دلیل خود قرآن مجید کے الفاظ ہیں۔ ''بنی آدم، ظھور اور ذریتہ''

عزیزم! مذکورہ بالا صفات جسد پر صادق آتے ہیں اور حدیثوں میں مزید وضاحت ہے کہ ان کے جسد چیونٹی کے برابر تھے (کذرہ) آپ تو ماشاء اللہ سادسہ کے طالب علم ہونے کے باوجود بیضاوی کو سمجھنے والے ہیں۔ انداز گفتگو اور طرز استدلال سے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاگرد کی بجائے استاد بول رہا ہے اور ادھر قرآن دانی اور قرآن فہمی کے لمبے چوڑے دعوے ہیں۔ ادھر حضرات اساتذہ کرام کی پشت پناہی اور سایہ عطوفت اس پر مزید ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود آیت قرآن سمجھنے میں کتنی بڑی ٹھوکر کھائی۔

عزیزم! عالم ارواح میں بھی روح کے ساتھ جسد کی شرکت قرآن و حدیث سے ثابت ہے زیادہ تفسیریں تو وہاں خود دیکھ لینا۔ میں صرف ایک تفسیر کا اقتباس آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت وعدہ الست کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''قرآن مجید میں اس سب ذریت آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار لینے میں اس کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ یہ ذریت آدم جو اس وقت پشتوں سے نکالی گئی تھی۔ صرف ارواح نہیں تھے۔ بلکہ روح اور جسم کا ایسا مرکب تھا جو جسم کے لطیف ترین ذرات سے بنایا گیا تھا۔ کیوں کہ ربوبیت اور تربیت کی ضرورت زیادہ تر وہیں ہوتی ہیں۔ جہاں جسم و روح کا مرکب ہو اور جسم کا ایک حال ہے دوسرے حال تک ترقی کرنا ہو، ارواح کی یہ شان نہیں۔ وہ تو اوّل سے آخر تک ایک ہی حال پر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ احادیث مذکورہ میں جو ان کے رنگ سفید و سیاہ مذکور ہیں یا ان کی پیشانی کی چمک مذکور ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف روح بلا جسم نہیں تھی۔ ورنہ روح کا تو کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ جسم کے ساتھ یہ اوصاف متعلق ہوتے ہیں اور اس پر کوئی تعجب نہ کیا جائے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے سارے انسان ایک جگہ میں کس طرح سما گئے۔ کیونکہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکورہ میں اس کی بھی تصریح ہے کہ اس وقت جو ذریت پشت آدم سے نکالی گئی تھی۔ وہ اپنے اس ڈیل ڈول کے ساتھ نہیں تھی۔ جس میں وہ دنیا میں آئیں گے بلکہ چھوٹی چیونٹی کے جثہ میں تھی اور سائنس کی اس ترقی کے زمانہ میں تو کسی سمجھ دار انسان کو کوئی اشکال اس میں ہونا ہی نہیں چاہئے کہ اتنے بڑے ڈیل ڈول کا انسان ایک چیونٹی کے جثہ میں کیسے ظاہر ہوا۔ آج تو ایٹم کے اندر تمام نظام شمسی کے موجود ہونے کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ فلم کے ذریعے بڑی سے بڑی چیز کو ایک نقطہ کی مقدار دکھلایا جا سکتا ہے۔ اس لئے یہ کیا مشکل ہے کہ حق تعالیٰ نے اس عہد و میثاق کے وقت تمام بنی آدم کو بہت چھوٹے جثہ میں وجود عطا فرمایا ہو۔''
(معارف القرآن ج ۴ ص ۱۱۳، ۱۱۴)

عزیزم! عالم ارواح میں بھی ارواح مجرد نہیں تھے وہاں بھی ان کے ساتھ اجساد استعمال کئے گئے تھے۔ لہٰذا

قرآن مجید سے آپ کا استدلال باطل ٹھہرا لیکن بندہ عاجز کے استدلالات کے پرخچے اڑانے والو! ان کا حشر کرنے والو! مجھے اپنی حماقت پر رونے کا سبق دینے والو! پانی میں ڈوب کر مرجانے کا طعنہ دینے والو! اور قرآن دانی کے ٹھیکیدارو! ذرا اپنے استدلال کی زبوں حالی کا تو ملاحظہ فرماؤ۔ اگر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی، الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

عزیزم! آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہر عالم میں روح کے ساتھ جسد کو استعمال فرمارہے ہیں تو یقین فرمائیں کہ عام برزخ میں صرف روح نہیں بلکہ بقیہ عالموں کی طرح روح کے ساتھ جسد استعمال ہوتے ہیں اس کو قیاس سمجھ کر خفا نہ ہونا۔ یہ استشہاد ہے ورنہ عالم برزخ میں روح کے ساتھ جسد کا شریک حیات ہونا تو قرآن وحدیث سے مسلمہ حقیقت ہے۔ حتیٰ کہ آپ کے شیخ صاحب نے بھی وہاں روح کے لئے جسد کو ثابت کیا۔ مگر اصل کے بجائے نقل یعنی مثالی کو۔ اگر روح کی گاڑی وہاں بغیر جسد کے چل سکتی تھی تو شیخ صاحب کو روح جسد مثالی میں داخل کرنے کی کیا ضرورت پڑی۔

۶ ...... آپ خط میں لکھتے ہیں جونہی جہنمی کی روح نکلتی ہے تو عذاب شروع ہوجاتا ہے۔ بایں حیثیت کہ فرشتے ایک دوسرے پر پھینکتے ہیں کہ وہ لے جائے اور میری جان چھوٹ جائے۔ میں اس جہنمی کی روح کو نہیں لے جاتا۔ آپ کا جواب نمبر ۱۹۔

عزیزم! یہ استدلال ہرگز آپ کو مفید ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ یہ تو آپ کے عقیدہ کی بیخ کنی کرنے والا ہے۔ کیونکہ آپ کا استدلال ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو آپ نے مفید سمجھ کر نقل کردیا ہے۔ ورنہ پوری حدیث نقل کردیتے تو جھگڑا ہی ختم ہوتا۔ اسی حدیث میں تو یہ الفاظ بھی موجود ہیں ''فتعاد روحه فی جسده'' جس میں اعادہ روح اور جسد عنصری کی صراحت موجود ہے۔ پس اگر اپنے پیش کردہ استدلال پر فیصلہ چاہتے ہیں تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ دیکھو آپ کے استدلال سے مسلک اہلسنت والجماعت کی کیسے تائید ہوگئی ہے۔

۷ ...... آپ لکھتے ہیں: البتہ ایسی آیات ضرور مل جاتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف روح کو جزاوسزا ہوئی ہے۔ اس پر آیات تحریر نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ مناظرہ کا موضوع نہیں۔ آپ کا جواب نمبر ۴۔

عزیزم! آپ ایسی آیات ضرور تحریر کرکے بھیجیں تاکہ آپ کا عقیدہ قرآن سے ثابت ہوجائے اور یہ بات موضوع سے ہرگز ہرگز خارج نہیں ہے۔ بلکہ عین موضوع ہے۔ کیونکہ اہلسنت والجماعت کا دعویٰ ہے کہ ہر مرنے والے کو بلا استثنٰی بشمول انبیاء علیہم السلام ایک خاص قسم کی درجہ بدرجہ حیات ہے۔

اور اس حیات کا تعلق روح اور جسد عنصری دونوں سے ہے۔ اس لئے عالم برزخ کی کارروائی دونوں پر وارد ہوتی ہے اور آپ کا دعویٰ ہے کہ بلا استثناء بشمول انبیاء کرام ہر مرنے والے کے صرف روح کو حیات ہے۔ یہی موضوع ہے اور ہر فریق نے اپنے دعویٰ کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا ہے۔ الحمد للہ! اہلسنت کی طرف سے پانچ آیات اور بیس حدیثیں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی جاچکی ہیں اور مزید بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن ماشاء اللہ آپ اپنے دعویٰ پر نہ ایک آیت پیش کرسکے ہیں اور نہ صحیح حدیث۔ اب فرمایا گیا ہے کہ ایسی آیات ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف روح کو جزاوسزا ہوتی ہے۔ لہٰذا درخواست ہے کہ وہ آیات پیش کریں جن سے آپ کا دعویٰ ثابت ہوجائے۔ شکریہ!

عزیزم! اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ نبی کا لفظ دکھاؤ جس کے ساتھ جسد عنصری کی تصریح ہو۔ پھر تعلق کا بھی لفظ ہو۔ تب حیات الانبیاء ثابت ہوگی۔ ورنہ نہیں۔ بلکہ موضوع ہی بدل جائے گا تو کیا آپ اپنے دعویٰ کو اس طریقہ

سے ثابت کر سکتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے روح مبارک کا لفظ ہو ساتھ حیات کی تصریح ہو۔ عدم تعلق کا لفظ ہو اور جسد عنصری کی نفی کی تصریح ہو۔ اگر کوئی ایک قید نہ پائی جائے تو آپ کا دعویٰ باطل۔ دیدہ باید!

تو مقصد یہ ہے کہ بنیاد قبر کی زندگی ہے جن دلائل سے قبر کی زندگی ثابت ہے وہ انبیاء وغیرہ انبیاء سب کو حاوی ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ''یثبت اللہ الذین آمنوا اور ولنحیینہ حیاۃ طیبۃ'' سے اور لوگوں کی حیات تو ثابت ہوتی ہے۔ لیکن انبیاء کرام کی حیات طیبہ ثابت نہیں ہوتی۔ بریلوی لوگ حضور اکرم ﷺ کے متعلق علم غیب، مختار کل اور حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ہمارے علماء عام دلائل سے ان کے خاص دعویٰ کا رد کرتے ہیں تو کیا وہ موضوع سے نکل جاتے ہیں، ہاں کوئی مخصص موجود ہو تو اور بات ہے۔

اور یہاں مخصص آپ کے پاس موجود نہیں، جس سے ثابت ہو کہ قبر کی زندگی عام موتی کو حاصل ہے۔ لیکن نبیوں کو حاصل نہیں تب تو ٹھیک ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ قبر کی زندگی کے دلائل بیان نہ کرو ورنہ تمہاری شکست ہوگی۔

عزیزم! یہ عجیب منطق ہے آپ کتاب وسنت کے دلائل سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کر رہے ہیں اور شکست ہوگئی میری۔

۸...... آپ لکھتے ہیں تعلق کا قائل کوئی صحابی نہ ہوا۔ آپ کا جواب نمبر ۲۰

عزیزم! آپ کی عادت ہے سچی بات پر ناراض ہونے کی۔ اگر خفا نہ ہو تو ذرا بتائیں کس کتاب میں لکھا ہے کہ کوئی صحابی تعلق کا قائل نہ تھا۔ ان شاء اللہ آپ کسی کتاب کا نام نہیں بتا سکتے۔ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر نے بھی تو یہ چیلنج دیا ہے تاکہ کسی کتاب کا نام بتاؤ۔ لیکن جو کام آپ کے اساتذہ نہ کر سکے وہ آپ کے بس کی بات نہیں۔ آپ تو ابھی بچے ہیں۔ آپ ہم سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کون صحابی تعلق کا قائل تھا۔ اگر نہیں بتا سکتے تو ثابت ہوگیا کہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم عدم تعلق کے قائل تھے۔

عزیزم! آپ کا یہ استدلال تو قادیانیوں والا ہے وہ کہتے ہیں دکھاؤ کون سا صحابی رضی اللہ عنہ معراج جسمانی کا قائل تھا۔ اگر نہیں دکھا سکتے تو ثابت ہوگیا کہ کوئی صحابی معراج جسمانی کا قائل نہ تھا۔

عزیزم! جب قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ عالم برزخ کی کارروائی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتی ہے تو یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ بھی اسی کے مطابق تھا۔ لیکن تسلیم کی فضا تھی اور انکار واعتراض کا ماحول نہ بنا تھا تو تشریح کی نوبت نہ آئی لیکن جب انکار اور اعتراض کا دور آیا تو اہلسنت والجماعت نے عقیدہ حیات کی تشریح کردی کہ دونوں کے معذب یا منعم ہونے کی صورت یہ ہے کہ ان کا آپس میں تعلق ہے۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

اگر بالفرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعلق کے قائل نہ ہوتے اور انہوں نے اپنے دور کے لوگوں کو عدم تعلق کی تعلیم دی ہوتی تو تعلق کا قول کرنے والے علماء کرام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ٹوکتے کہ تعلق کا عقیدہ غلط ہے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدم تعلق کے قائل تھے۔ تم نے کیا بدعت نکال لی ہے۔ حالانکہ جب سے امت میں تعلق کا نظریہ چلا آرہا ہے۔ اس پر کسی دور میں نکیر نہیں ہوئی۔ پس تعلق کا تسلسل بلانکیر چلا آنا دلیل ہے۔ اس بات کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت ساری امت تعلق کی قائل چلی آرہی ہے اور اس پر اجماع امت ہے۔ ورنہ کسی دور کے علماء کی تعلق، پر نکیر دکھاؤ۔ اگر بقول شما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدم تعلق کے قائل ہوتے تو وہ اس کی تعلیم دیتے اور عدم

تعلق کی تعلیم ہر دور کے تسلسل سے ہم تک پہنچتی۔ لیکن صورت حال تو یہ ہے۔ چودھویں صدی کے اواخر میں پیدا ہونے والے لوگ عدم تعلق کا عقیدہ بناتے ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے کہ یہ عقیدہ کس کا ہے۔ کہتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اور جب پوچھا جاتا ہے کہ جناب درمیان میں چودہ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اس عقیدہ کی کوئی سند یا تسلسل دکھاؤ تو خفا ہو جاتے ہیں۔ جب کہ حدیث کی سند کا ایک راوی درمیان سے نہ ہو تو وہ نا قابل قبول بنا دی جاتی ہے اور جہاں درمیان میں چودہ صدیاں ہیں وہ کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے۔

عزیزم! ''المیت یعذب المیت یعرض علیه مقعده اذا اقبر المیت یقعدانه، اقیموا حول قبری کلام المیت علی الجنازة، اسرعوا بالجنائز، حدیث قلیب بدر صلی اللہ علیک وعلی جسدک، فیعاد روحه فی جسده وغیره'' روایت کرنے والے صحابہ کرام حضرت عمر، ابن عمر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت ابن عباس، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم وغیرہم کے متعلق آپ نے کیسے کہہ دیا کہ وہ عدم تعلق کے قائل تھے۔

جب کہ یہ سب حضرات جسد عنصری کے شریک جزاء وسزا ہونے کی تصریح فرما رہے ہیں۔ یہی روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور ہوئیں۔ اگر بالفرض والمحال کوئی صحابی جسد عنصری کو جزاو سزا میں شریک نہ سمجھتا ہوتا اور عدم تعلق کا قائل ہوتا تو وہ ایسی روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ضرور نکیر فرماتا۔ چنانچہ حدیث قلیب بدر جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی۔ جس سے جسد عنصری کے معذب ہونے کے ساتھ ساتھ سماع موتی بھی ثابت ہوتا ہے تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے ''ما انتم باسمع منهم'' پر نکیر فرمائی اور ان کے جسد کے معذب ہونے پر نکیر تو کیا فرماتی۔ اس کی تو ''فانهم یعلمون یفهمون'' کہہ کر تصدیق فرما دی کہ قلیب بدر میں پڑے ہوئے اجساد عنصریہ کو جو عذاب وسزا مل رہی ہے۔ وہ اس کو سمجھ رہے ہیں اور جان رہے ہیں۔ یعنی عذاب کو اور ذلت اور اپنی شکست کو محسوس کر رہے ہیں۔

کیوں میرے عزیز، قلیب بدر میں پڑے ہوئے مردوں کے لئے فہم اور علم العذاب ثابت کرنے والی سیدہ طاہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے بارے میں کس زبان سے کہتے ہو کہ وہ جسد کی جزاء یا سزا کی قائل نہ تھی۔ بلکہ عدم تعلق کی قائل تھیں صد افسوس کہ سیدہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہتان کا طوفان کھڑا کر دیا۔ معاذ اللہ! ''کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا سبحانک هذا بهتان عظیم اولئک مبرؤن مما یقولون''

عزیزم! اگر آپ نے درس انصاف پڑھا ہوتا تو آپ ایسی بات ہرگز نہ لکھتے لیکن جن لوگوں نے شریفانہ زبان میں پیش کردہ کتاب وسنت کے روشن دلائل در بارہ حیات قبر کو ورق سیاہ کرنے اور گندا رونے سے تعبیر کر دیا ان سے انصاف کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ ''واللہ المستعان علی ما تصفون''

۹...... آپ نے پوچھا کہ وفات کے کتنا عرصہ بعد روح کو جسد عنصری کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ بندہ نے جواباً لکھا تھا کہ آپ کے شیخ صاحب جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ روح کا تعلق مانتے ہیں۔ حوالہ جات گزر چکے ہیں۔ لہٰذا آپ یا آپ کے شیخ بتائیں کہ دفن کے بعد کتنے دنوں بعد جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ میں حیات پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک آیت قرآنی اگر آیت نہیں ہے تو کوئی صحیح حدیث پیش فرمائیں۔ ماهو جوابکم فهو جوابنا!

تو عزیزم! آپ بندہ عاجز کے اس الزامی جواب پر بہت خفا ہوئے اور کہا آپ نے تو ان کی عبارت نہیں سمجھی۔ یہ آپ کی کم علمی ہے اجزاء اصلیہ وہ نسمہ ہے اور نسمہ ہی اصل انسان یہ وجود جزء اصلی نہیں۔ جز اصلی وہ نسمہ

ہے اور یہ روح کے ساتھ نکل کر برزخ میں جاتا ہے۔ اس پر موت آئی ہی نہیں تو دوبارہ زندہ کرنے کا کیا مقصد۔ زندہ تو تب کیا جاتا جب اس پر موت آتی۔ آپ کا جواب (ص ۱۴، ۱۵)

عزیزم! آپ نے مجھے کم علمی کا طعنہ دیا اور کہا کہ آپ حضرت شیخ صاحب کی عبارت کو نہیں سمجھے۔ گزارش یہ ہے کہ بندہ اپنی کم علمی کا معترف ہے اور آپ نے جو بندہ کو القاب دیئے ہیں۔ بندہ ان سے بھی کمتر ہے۔ لیکن رہا یہ الزام کہ بندہ حضرت شیخ کی عبارت کو نہیں سمجھا تو یہ الزام سولہ آنے غلط ہے اور بے بنیاد ہے گو حضرت شیخ الحدیث صاحب کے بعض علمی مضامین بندہ عاجز کے فہم سے اوپر ہیں۔ لیکن حضرت شیخ کے مسلک اور عقیدہ کو جو کہ انہوں نے ندائے حق میں تحریر فرمایا ہے۔ الحمدللہ! بندہ اس کو خوب سمجھتا ہے اور صحیح سمجھتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب اجزائے اصلیہ کی موت کے قائل ہیں اور ان سے قبض روح کے قائل ہیں اور پھر عالم برزخ میں ان کی طرف اعادہ روح کے بھی قائل ہیں۔ آپ ندائے حق کا مطالعہ فرمائیں۔

بندہ چند اقتباس آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ حضرت شیخ لکھتے ہیں ''جو ذرہ پہلے زمین سے لیا گیا تھا ہر انسان میں باقی رہتا ہے۔ کبھی نہیں بدلتا اور وہ وہی جز ہے جو قائم رہتا ہے اور جس سے عہد لیا گیا ہے۔ یعنی جیسا کہ ذروں سے خطاب کرنے کی آیت میں ہے۔ جو پیشتر گزری اور قبر میں اسی پر سوال متوجہ ہوتا ہے اور وہی جواب کا ذمہ دار بنتا ہے۔ اسی طرح کہ اس میں روح لوٹا دی جاتی ہے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ ہی باقی اعضاء جہاں جہاں ہوں گے قدرت خداوندی سے مل جائیں گے۔ یہاں تک کہ پورا آدمی بن جائے گا۔ جیسا کہ دنیا میں تھا۔ یہ ایسی بات ہے، نہ عقل اس کی مخالف ہے نہ شرع۔'' (ندائے حق جدید ص ۲۲۱)

امام رازی کا یہ قول حضرت شیخ نے اپنے مسلک کی تائید میں نقل کیا اور پھر اس کی تصدیق بایں الفاظ کردی۔ ''پیروان محمد ﷺ کے لئے جائز ہے کہ ان اجزائے اصلیہ کی تفسیر انہی ذرات کو ٹھہرائیں۔ جن کی نسبت پیشتر گزر چکا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اور ان سے عہد لیا گیا تھا۔'' (ندائے جدید ص ۲۲۲)

نیز: حضرت شیخ لکھتے ہیں ''پس انسان روح اور ذرہ کے مجموعہ کا نام ہے اور اسی ذرہ کو پیروان محمد ﷺ اصلی اجزاء کہتے ہیں اور یہ تمام عمر باقی رہتا ہے اور یہی بعد مرنے کے روح کے عود کرنے سے بحکم خدا زندہ ہو جائے گا اور جن سے یہ ہیکل بنی ہے۔ وہ محض زائد اجزاء ہیں۔ جو شب و روز بدلتے اور کم و بیش ہوتے رہتے ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کی موت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے ذرہ سے اس کی روح کو جدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح پر اس سے اور اس کی ہیکل سے جو زائد اجزاء سے بنی ہے حیات زائل ہو جاتی ہے اور اس ذرہ اور ہیکل دونوں کو موت آجاتی ہے۔ اس کے بعد ہیکل منحل ہونے لگتی ہے اور اس کا پراگندہ اور کسی دوسری ترکیب میں داخل ہونا وغیرہ جو کچھ بھی ہونے والا ہوتا رہتا ہے اور وہ ذرہ زمین کی تہوں میں محفوظ رہتا ہے۔ جیسے کہ سونے کے ذرے بوسیدہ اور منحل ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔'' (ندائے حق جدید ص ۲۲۴)

اور ایک مقام پر اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ پس نیلوی کا بیان کردہ نظریہ کہ روح کا تعلق اجزاء اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی ان غیر مبصر ذرات کے ساتھ جو آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے عہد لینے کے لئے نکالے گئے تھے صحیح ہو گیا۔ پس اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ روح کا تعلق اجزاء اصلیہ کے ساتھ ہے اور یہ امر یقینی ہے اور احادیث بھی اس بارے میں اسی طرف مشیر ہیں۔ بلکہ مؤید ہیں کہ جس سے عہد و میثاق لیا تھا کہ اس عہد کو پورا کرنا ہوگا۔ پھر امتحان بھی اسی سے لیا جائے گا نہ یہ کہ عہد کسی سے لیا جائے اور اس کا امتحان لیا جائے کسی اور سے۔'' (ندائے حق ص ۱۵)

پھر حضرت شیخ اپنے عقیدہ پر ایک سوال وارد کرتے ہیں اور پھر اس کا جواب بھی خود دیتے ہیں۔

سوال: اب رہا یہ سوال کہ تم تو جسد مثالی میں روح کے دخول کے قائل ہو اور ادھر تم کہتے ہو کہ روح کا تعلق جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ کیا دورنگی چال ہے۔ ایک طرف بات کو لگاؤ یا جسد مثالی سے تعلق مانو یا صرف اجزاء اصلیہ سے۔

جواب: سو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مجتہد نہیں ہیں پایہ اجتہاد کا نہیں رکھتے تو تم سلف صالحین کی بات کو لے کر اس پر کار بند ہو جاتے ہو۔ جب حضرت عبداللہ بن مبارک کے طریق سے ہمیں آنحضرت ﷺ کا فرمان معلوم ہو گیا۔ پھر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سلف وخلف کے نزدیک بھی یہی مسلک صحیح ہے کہ ان ابدان محسوسہ سے نکل کر روح دوسرے مثالی جسم میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر انکار کی ہمیں کوئی گنجائش نہیں۔ ہاں اگر کوئی پرویزی ذہن کا نہ مانے تو ہم اس کو منوانے کے مکلف نہیں ہیں۔ پھر علماء کا فرمان یہ بھی ہے کہ روح کا تعلق اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے اور تعلق بھی اتنا جس سے دکھ سکھ محسوس کر سکے۔ (الضرورۃ یتقدر بقدر الضرورۃ) کے اصول پر صرف اتنا ہی تعلق قائم کیا جاتا ہے۔ سارے اجزاء کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی ضرورت نہیں کہ جس سے زائرین کو بھی جان پہچان سکے دیکھ سکے۔ ان کی باتیں سن سکے۔ ضرورت ہے تو اتنی کہ نیک ہے تو تلذذ و تنعم اس کو حاصل ہوا۔ اگر بد ہے تو گرزوں کی زد محسوس کرے۔'' (ندائے حق جدید ص ۱۵،۱۶)

عزیزم! آپ کے شیخ صاحب کی کتاب کے چند اقتباس نقل کئے ہیں جن میں انہوں نے اجزائے اصلیہ سے روح نکلنے کو اور اجزاء اصلیہ کی موت کو تسلیم کیا ہے۔ پھر اجزاء اصلیہ کو زمین کی تہوں میں محفوظ ہونا بھی بیان کیا ہے اور پھر سوال وجواب اور دکھ سکھ کے لئے روح کا اعادہ اجزاء اصلیہ کی طرف بھی تسلیم کیا ہے۔ لیکن آپ نے تو ان سب باتوں کا اپنے جواب میں انکار کر دیا شاگرد کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ استاذ کا مقابلہ کرے۔ چنانچہ:

۱...... آپ اجزاء اصلیہ سے روح نکلنے کے قائل نہیں۔ شیخ صاحب ان سے روح نکلنے کو مانتے ہیں۔

۲...... آپ اجزائے اصلیہ کی موت کے قائل نہیں ہیں اور شیخ صاحب ان کی موت کو بھی مانتے ہیں۔

۳...... آپ اجزاء اصلیہ کو روح کے ساتھ علیین یا سجین میں مانتے ہیں اور شیخ صاحب اجزاء اصلیہ کو سونے کی طرح زمین کی تہوں میں محفوظ مانتے ہیں۔

۴...... آپ کہتے ہیں کہ اجزاء اصلیہ پر موت ہی نہیں تو دوبارہ زندہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور شیخ صاحب سوال جواب اور دکھ سکھ کے لئے اعادہ روح اور دوبارہ زندہ کرنے کو مانتے ہیں۔

عزیزم! تین ٹھوکریں آپ نے پہلے کھائیں اور چوتھی ٹھوکر آیت الست کا مطلب بیان کرنے میں کھائی اور اب حضرت الشیخ کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر مسلسل چار کلہ بازیاں اکٹھی کھالیں۔ یہ سب بچہ پن ہے اور ناتجربہ کاری ہے۔ اگر آپ پھر بھی بضد ہیں کہ بندہ عاجز نے حضرت شیخ کی عبارت کو نہیں سمجھا بقول شما۔ حضرت شیخ صاحب بھی آپ کی طرح اجزاء اصلیہ کی موت نہیں مانتے تو دوبارہ زندہ کرنے کا کیا مقصد۔ زندہ تو تب ہوتا۔ جب اس پر موت آتی۔ (آپ کا جواب نمبر ۱۵) تو اس سے آپ کا مقصد میرے اس سوال کا رد کرنا ہے کہ اجزاء اصلیہ کی طرف روح کا اعادہ کب ہوتا ہے کتنے عرصہ کے بعد۔ آپ نے یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی کہ جب موت ہی نہیں آئی تو دوبارہ زندہ کرنے کا کیا مطلب۔

عزیزم! آپ کی جان پھر بھی نہیں چھوٹتی کیونکہ حضرت الشیخ صاحب جسد عنصری کے اجزاء اصلیہ کے تعلق کے ساتھ ساتھ روح کے جسد مثالی کے اندر داخل ہونے کے بھی قائل ہیں۔ (ندائے حق ص ۱۵)

لہٰذا میرا سوال پھر بھی قائم ہے کہ بتاؤ روح جسد مثالی میں کتنے عرصہ بعد داخل کی جاتی ہے۔ آپ یا آپ کے شیخ جو مدت بتائیں وہ مدت ہماری طرف سے جسد عنصری کی طرف اعادہ کی سمجھ لینا۔ دوبارہ سوال کی تکلیف نہ فرمائیں۔ یہ مسئلہ وہاں سرگودھا ہی میں حل ہوگا۔ واضح ہو کہ شیخ صاحب کے بیان سے بھی آیت الست کی آپ کی تفسیر غلط ہو گئی۔

۱۰..... آپ اپنے جواب میں لکھتے ہیں: اجزاء اصلیہ وہ نسمہ ہے اور نسمہ ہی اصل انسان ہے میں نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ وجود جز و اصلی نہیں۔ جز و اصلی وہ نسمہ ہے اور یہ روح کے ساتھ ہی نکل کر برزخ میں جاتا ہے۔ اس پر موت آتی ہی نہیں تو دوبارہ زندہ کرنے کا کیا مطلب۔ زندہ تو تب کیا جاتا۔ جب اس پر موت آتی۔ (آپ کا جواب ص ۱۴، ۱۵) عزیزم! یہ آپ کا عقیدہ ہے جس کو آپ نے ان لفظوں میں بیان کیا۔

عقائد کے معاملہ میں آپ دوسرے سے آیت طلب کرتے ہیں۔ اگر آیت نہ ہو تو پھر حدیث مانگتے ہیں۔ پھر یہ شرط لگاتے ہیں کہ عقیدہ کا ایک ایک لفظ قرآن و حدیث سے دکھاؤ، ورنہ موضوع سے نکل جاؤ گے۔ وغیرہ وغیرہ

لہٰذا گزارش یہ ہے کہ آپ یہ اپنا عقیدہ انہی الفاظ سے اور اسی ترتیب سے کہ (۱) اجزاء اصلیہ نسمہ ہے (۲) نسمہ اصل انسان ہے (۳) نسمہ یعنی اجزاء اصلیہ کو موت نہیں آتی (۴) بلکہ وہ روح کے ساتھ برزخ میں چلا جاتا ہے۔ کس آیت سے ثابت ہے۔ اگر آیت نہیں تو کس حدیث سے ثابت ہے۔ میرے ناقص خیال میں آپ کے عقیدہ کے یہ چار نمبر ترتیب وار کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں ہیں۔ دوسروں سے قرآن و حدیث مانگنے والو آپ نے کیا خوب کہا:

تم ایسا کرنا کوئی جگنو کوئی ستارہ سنبھال رکھنا ہمارے اندھیروں کی فکر چھوڑو اپنے گھر کا خیال رکھنا

عزیزم! آپ نے اپنا عقیدہ ظاہر کر کے اپنے آپ کو بڑی بڑی مشکلات میں ڈال دیا اور سب سے بڑی مشکل تو یہ ہے کہ یہ عقیدہ کہیں سے ثابت ہی نہیں ہے۔ بعدہ چند مشکلات اور بھی ہیں جن کا آپ کو سامنا کرنا پڑے گا۔

۱..... جب اصل انسان اجزاء اصلیہ ہیں۔ یعنی نسمہ اور اجزاء زائدہ انسان نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ اصل انسان کو موت ہی نہیں آتی اور جس کو موت آتی ہے وہ انسان نہیں تو کیا۔ اس سے انسان کے لئے موت کا انکار لازم نہیں آتا؟ اور انسان کی موت کی آیات تو آپ کو یاد ہوں گی۔ کیونکہ انبیاء کرام کی موت ثابت کرنے لئے آپ ان کو اکثر پڑھتے ہیں اور اب تو آپ نے سرے سے اصلی انسان سے موت کا انکار کر دیا۔

۲..... جب انسان کو موت ہی نہیں آتی تو بغیر موت کے عالم برزخ میں کیسے پہنچ جاتا ہے؟

۳..... اگر انسان کو موت نہیں آتی تو ''کل نفس ذائقة الموت'' والا وعدہ کس پر پورا ہوتا ہے۔ انسان پر یا غیر انسان پر۔

۴..... اگر انسان کو موت آتی ہی نہیں تو ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم۔ الذی یتوفکم وغیرہ اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها' ان آیات میں خطاب کس کو ہے انسان کو غیر انسان کو نیز اس کا کیا مطلب ہے؟

۵..... اگر انسان کو موت نہیں آتی اور بغیر موت کے عالم برزخ میں چلا گیا تو پھر ''و البعث بعد الموت'' کا کیا مطلب؟

۶..... قیامت کے دن مردے قبروں سے برآمد ہوں گے یا روحوں کے مقام سے؟

۷...... حضور اکرم ﷺ کا جسد اطہر جو کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں مدفون اور محفوظ ہے۔کیا آپ اس کو نبی اللہ اور رسول اللہ ﷺ سمجھتے ہیں یا نہ اگر آپ اس کو نبی اللہ و رسول سمجھتے ہیں تو لازم آتا ہے کہ یہ جسد بھی انسان ہے کیونکہ نبی انسان ہوتا ہے۔حالانکہ آپ قبر میں مدفون جسد عنصری کو انسان ہی نہیں سمجھتے اور اگر آپ قبر شریف میں مدفون و محفوظ جسد اطہر کو نبی اللہ و رسول اللہ نہیں سمجھتے تو صحابہ کرام کیوں کہتے ہیں۔''قبض رسول اللہ، کفن رسول اللہ، غسل رسول اللہ، دفن رسول اللہ، قبر رسول اللہ''

۸...... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ''من کان یعبدمحمدا فان محمدا قد مات'' کا کیا مطلب ہے ''محمدا'' کا اطلاق کس پر ہوتا ہے۔روح پر یا اجزاء اصلیہ پر یا ان دونوں کے مجموعہ پر یا صرف اجزاء زائدہ پر یا ان سب پر ذرا بات کو کھولیں۔

۹...... اگر اجزاء روح کے ساتھ چلے گئے تو ''منہا خلقناکم و فیہا نعیدکم و منہا نخرجکم تارۃ اخری'' کا وعدہ کس پر پورا ہوا؟ انسان پر یا غیر انسان پر۔

عزیزم! دیکھو اپنے بیان کردہ عقیدہ کی وجہ سے کتنی الجھنوں میں پھنس گئے اب تو نکلنا بھی مشکل ہے:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں　　　　لو اپنے دام میں خود صیاد آگیا

۱۰...... بندہ عاجز نے آپ کے حضرت شیخ صاحب کا عقیدہ و مسلک ان کی اپنی کتاب سے نقل کیا تھا۔لیکن آپ نے جواب لکھا اور جو آپ نے نورانی، کافوری جثہ کا پوچھا یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے حضرت شیخ صاحب کا ہے۔ آپ نے جھوٹ بولا کہ تمہارا عقیدہ ہے۔بلکہ انہوں نے تو الزام دیتے ہوئے ایک بزرگ کی عبارت پیش کی ہے کہ آپ یہ کہتے ہیں۔بزرگ یہ کہتے ہیں۔تمہارا عقیدہ اس عبارت کے خلاف ہے۔تطبیق بٹھاؤ۔اگر پوری ندائے حق میں سے آپ یہ دکھلا دیں کہ کہیں انہوں نے کہا ہو کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے تو ہم ہارے آپ جیتے۔ (جواب ص ۲۲)

عزیزم! خفا نہ ہوں بندہ نے جھوٹ نہیں بولا۔''اعاذنا اللہ من الشرک و الکفر و البدعۃ و النفاق و اعاذنا اللہ من الجھل و العناد و البغی و العصیان و اعاذنا اللہ من تکذیب الحق و الکذب و البھتان آمین یا رب العالمین''

حضرت شیخ نے اپنا یہی عقیدہ تحریر کیا ہے اور اسی کو صحیح اور مسلک اہل حق کہا ہے۔مصیبت یہ ہے کہ آپ نے ندائے حق کو دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا۔اگر دیکھا تو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔لہٰذا دوبارہ غور فرمائیں۔حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں تو اس بارے میں صحیح مسلک یہ ہے کہ عالم برزخ میں ان کی ارواح کو ان کے عنصری بدنوں کے ہم شکل اور مماثل مشک و کافور کے مثالی اجسام عطا کئے جاتے ہیں۔(ندائے حق جدید ص ۴۴۵) ایک مقام پر حضرت الشیخ ایک موٹی سرخی قائم کر کے تحریر فرماتے ہیں۔

عزیزم! بنظر انصاف دیکھیں حضرت شیخ نورانی، کافوری اجسام والے مسلک کو صحیح کہہ رہے ہیں اور اہل حق کا مسلک قرار دے رہے ہیں۔اگر پھر بھی آپ جھوٹ کی جھوٹی نسبت میری طرف کریں تو آپ کی مرضی۔اس جھوٹی نسبت کے متعلق صرف اتنا عرض کروں گا:

بدم گفتی و خرسندم جزاک اللہ نکو گفتی　　　　کہ جواب تلخ مے زیبد لب شکر خوارا

اگر آپ پھر بھی بضد ہیں کہ یہ ہمارے شیخ کا مسلک نہیں تو سوال یہ ہے کہ شیخ صاحب نے اس کو صحیح کیوں کہا اور اس کو اہل حق کا مسلک کیوں کہا ہے؟

باقی علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بھی شیخ نے اپنے مسلک کی تائید میں پیش کی ہے۔ کتاب میں تطبیق بٹھانے کا ذکر نہیں ہے: سخن شناس نہی دلبر خطا این جا است!

اگر آپ پھر بھی بضد ہیں کہ یہ حضرت الشیخ کا مسلک نہیں ہے تو لازم آئے گا کہ شیخ صاحب کا مسلک نہ صحیح ہے نہ حق ہے۔ کیونکہ وہ صحیح اور اہل حق کا مسلک تو نورانی اور کافوری اجسام کو قرار دے چکے ہیں۔ پس اگر یہ مسلک حضرت الشیخ کا نہیں ہے تو اس کے علاوہ جو مسلک بھی ہوگا نہ وہ صحیح ہوگا نہ حق ہوگا۔ فافہم، فافہم، فافہم! اگر آپ پھر بھی بضد ہیں کہ نورانیہ کافوریہ اجسام والا مسلک حضرت الشیخ کا نہیں ہے تو ہمیں بتائیں کہ اس بارے میں حضرت الشیخ کا مسلک کیا ہے اور وہ ندائے حق کے کس صفحہ پر لکھا ہوا ہے؟ اگر ساڑھے آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل کتاب میں حضرت الشیخ نے اپنا عقیدہ لکھا ہی نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ندائے حق میں ندائے حق ہے ہی نہیں۔ لہٰذا ندائے حق کے کس صفحہ پر مصنف نے اپنا عقیدہ درج کیا ہے۔ ذرا بتاؤ تو سہی۔ ان سب باتوں کے علاوہ الحمدللہ! حضرت الشیخ دامت برکاتہم زندہ باحیات ہیں یہ مقدمہ خود ان کی عدالت میں پیش کر کے فیصلہ کرالو۔

وہ فرمائیں کہ یہ میرا مسلک نہیں ہے اور نہ ہی صحیح ہے اور نہ ہی یہ اہل حق کا مسلک ہے۔ لیکن ایک گزارش ہے کہ ساتھ ساتھ اپنا عقیدہ و مسلک بیان فرمادیں اور اپنے دستخط ثبت فرمائیں۔ بہر حال یہ فیصلہ بھی وہاں سرگودھا ہی میں ہوگا۔ اگر بالفرض حضرت الشیخ اس عقیدہ سے انکار بھی کردیں تو یہ ان کا رجوع ہوگا۔ ورنہ بندہ عاجز نے مصنف کے عقیدہ معلوم کرنے میں کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ الحمدللہ علی ذالک!

۱۱...... آپ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبر کی زندگی مدرک بالشعور ہے اور ہمارے عقیدہ والی جنتی زندگی مدرک بالشعور نہیں ہے۔ آپ کا جواب عزیزم اگر کوئی شخص دن کو رات اور رات کو دن کہتا رہے تو وہ جانے اور اس کا کام ورنہ قبر میں میت کو جو حیات حاصل ہے تو اس کو کوئی باشعور آدمی مدرک بالشعور نہیں کہے گا۔ کیونکہ جسد کے اندر بظاہر اہل دنیا کی نظر میں حیات کے کوئی اثرات معلوم ومحسوس نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض اوقات بلکہ اکثر اوقات یہ حیات جسم کو اصلی حالت پر برقرار نہیں رکھ سکتی بلکہ جسم ذرات میں تبدیل ہوجاتا ہے تو قرآن وحدیث پھر بتاتا ہے کہ اس میت میں دکھ سکھ کا احساس موجود ہے تو یہ وہ حیات ہے جس پر "ولکن لا تشعرون" صادق آتا ہے یا دوسرے لفظوں میں قبر کی یہ زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر اعتماد کرتے ہوئے تسلیم کی جارہی ہے۔ ورنہ اس خاص قسم کی حیات تک ہمارے فہم وشعور کی رسائی قطعاً نہیں اور آپ پھر کہیں کہ قبر کی حیات مدرک بالشعور ہے تو میں عرض کروں گا؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۱۲...... آپ لکھتے ہیں نہ خدا نے تعلق کی اطلاع دی اور نہ نبی نے دی تو مطلق برزخی حیات مانو۔

عزیزم! بندہ نے سابقاً واضح کردیا ہے کہ تعلق کی بنیاد وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے روح کے ساتھ جسد کا معذب یا منعم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن "المیت یعذب المیت یعرض علیہ مقعدہ" کی تصریح تو حدیثوں میں واضح ہے۔ لہٰذا جب میت کے عذاب یا راحت کی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے تو اس کو تو مانو۔ تم تو اس کو بھی نہیں مانتے جو ثابت ہے۔ روح کو تو میت کہنے کے لئے آپ تیار ہی نہیں ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میت کے عذاب یا راحت کی اطلاع دیتے ہیں تو اس کو تسلیم کرلو اور باقی کو سپرد خدا کرو۔

۱۴...... آپ نے بندہ عاجز کی بعض عبارات پر گرفت کی ہے اور تعارض وغیرہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب نمبروار اس کے جوابات سن لیں۔

۱...... بندہ نے اوّلاً لفظ قبر استعمال کیا، پھر عالم قبر کا لفظ استعمال کیا جس سے آپ نے تعارض سمجھا۔ عزیزم وضاحت پہلے ہوچکی ہے کہ قبر کا حقیقی مفہوم جو قرآن مجید میں استعمال کیا گیا ہے زمین کا وہ حصہ ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے۔ لیکن علماء اہلسنت والجماعت نے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کی ہے کہ قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں ہے بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے تاکہ قبر کا مفہوم میت کے ہر مقام کو عام اور شامل ہوجائے تو اب جزاء وسزا کے تذکرہ میں قبر عالم قبر، برزخ عالم برزخ ایک مفہوم پر اطلاق ہوتے ہیں۔ زمین والی قبر یا میت کو جو مقام حاصل ہوا عذاب وراحت کے لئے مکان کی حیثیت رکھتے ہیں اور برزخ اس کے لئے زمان ہے۔ جزا وسزا وغیرہ امور کے لئے زمان ومکان دونوں ضروری ہیں۔ لہٰذا قبر اور عالم قبر میں تعارض سمجھنا آپ کا سوءِفہم ہے۔

۲...... بندہ ناچیز نے لکھا تھا کہ ''لمن یقتل'' میں مقتول روح اور جسد کا مجموعہ ہے اور پھر بندہ نے لکھا کہ قتل کا فعل جسد پر وارد ہوتا ہے تو اس میں بھی آپ کو تعارض نظر آیا۔ عزیزم میری بات میں تعارض نہیں ہے۔ روح اور جسد کے مجموعہ کو مقتول فی سبیل اللہ کہنا صحیح ہے۔ جیسا کہ روح اور جسد کے مجموعہ کو شہید کہنا صحیح ہے۔ دیکھو مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک صحابی کا نام ہے اور اس کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ اب جس طرح یہ کہنا صحیح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہیں۔ اس طرح یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقتول فی سبیل اللہ ہیں اور اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ قتل کا فعل ظاہراً جسد پر وارد ہوتا ہے۔ ان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ تعارض سمجھنا آپ کا سوءِفہم ہے۔ لیکن راہ چلتے یہ واضح کردیں کہ جب آپ زور دے رہے ہیں کہ مقتول جسد ہے روح مقتول نہیں ہے تو قرآن تو اس کو زندہ کہتا ہے جو مقتول ہے۔ جب کہ تم جسد کو مقتول سمجھتے ہو تو زندہ بھی اسے سمجھو۔ جب روح کو مقتول نہیں سمجھتے تو اس کی زندگی کیسے ثابت ہوگئی۔ کیونکہ زندہ وہ ہے جو قتل ہوا۔

۳...... بندہ عاجز نے قرآن مجید کی چند آیات سے یہ ثابت کیا کہ عالم برزخ میں روح اور جسد دونوں کو جزا وسزا اکٹھے ہوتی ہے۔ نیز بندہ نے یہ بھی کہا کہ ان دونوں کے درمیان تعلق ہے۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اس پر بھی آپ کو تعارض کا شبہ ہوا کہ روح اور جسد اکٹھے ہیں تو تعلق کا کیا مطلب اور اگر تعلق ہے تو اکٹھے کا کیا مطلب؟

عزیزم! میں نے یہ نہیں کہا کہ روح اور جسد اکٹھے ہوتے ہیں بلکہ میں نے کہا روح اور جسد دونوں کو جزاء وسزا کی صورت وہی ہے۔ جس کو علماء اسلام نے خواب کی مثال دے کر سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ یعنی عالم برزخ میں روح پر دکھ سکھ کے جو حالات طاری ہوتے ہیں۔ جسد اس میں برابر کا شریک ہوتا ہے اور جسد تک اس کے اثرات پہنچتے رہتے ہیں۔ یہ ہے اکٹھی جزا وسزا۔

عزیزم! اس کو تعارض سمجھنا آپ کا سوءِفہم ہے۔

۴...... آپ نے میرے فہم پر حملہ کرتے ہوئے کہا کہ تو نے تعلیم القرآن کو قرآن سمجھا۔ حالانکہ تعلیم القرآن ایک رسالہ ہے قرآن نہیں۔

عزیزم! بندہ نے تعلیم القرآن کو قرآن نہیں سمجھا رسالہ سمجھا ہے۔ یہ آپ کا سوءِفہم ہے۔ لیکن سوال تو یہ تھا

اوراب بھی یہی ہے کہ آپ رسالہ تعلیم القرآن میں شائع ہونے والے عقیدہ اوراس عقیدہ کے رکھنے والوں کواوراس عقیدہ پر دستخط کرنے والوں اوراسے تعلیم القرآن میں شائع کرنے والوں کو صحیح العقیدہ سمجھتے ہو یا نہ؟

۵...... بندہ عاجز نے قرآن مجید سے قبر کی زندگی ثابت کی اور اسی قبر کی زندگی کو حیات الانبیاء کی بنیاد قرار دیا۔ مجملہ دلائل کے یہ دلیل بھی دی کہ قبر میں میت سے سوال وجواب ہوتا ہے اور اس کے اعمال کے مطابق ثواب وعقاب ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی حیات قبر کی ایک دلیل ہے۔ لیکن آپ نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ کیا انبیاء کرام علیہم السلام کو زندگی جزاء وسزا کے لئے اور عذاب وثواب کے لئے ملتی ہے اور اس لئے ملتی ہے کہ ان سے قبر میں سوال وجواب کیا جائے۔ (آپ کا جواب ص ۱۲)

عزیزم! یہ سب کچھ آپ کا سوء فہم ہے ورنہ حقیقت واضح ہے کہ قبر میں ہر مردہ کو درجہ بدرجہ ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے اور وہ حیات ہمارے فہم اور شعور سے بالاتر ہے۔ اسے ہم محسوس نہیں کرتے بلکہ قرآن وحدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اس حیات کو مانتے ہیں۔ بہر حال نفس حیات تو ہر ایک کے لئے ثابت ہے۔ لیکن مقصد حیات تو سب کا ایک نہیں ہے اور اس حیات کے درجات میں سب مردے برابر بھی نہیں ہیں۔

عزیزم! مقصد حیات بھی مختلف ہے اور درجات بھی مختلف اور متفاوت ہیں۔ کافروں کو سزا دینے کے لئے حیات دی جاتی ہے اور مومنین کو راحت اور آرام دینے کے لئے حیات دی جاتی ہے۔ پھر مومنین کے بھی درجات ہیں اور ہر ایک کو اعمال اور درجہ کے مطابق حیات بھی دی جاتی ہے اور انعام بھی دیا جاتا ہے۔ پھر شہداء کرام کی حیات ان سے افضل وبرتر ہے۔ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ان سے اعلیٰ وارفع ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام قبر کے سوال سے مستثنیٰ ہیں اور ان کے بارے میں عقاب یا سزا کا تصور تو کوئی بدبخت ہی کر سکتا ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد تو ان کو راحت وآرام اور سکون دینا ہے اور وہ اس زندگی میں نمازیں پڑھتے ہیں اور عند القبر الشریف سلام پڑھنے والوں کا سلام سنتے ہیں۔

جیسا کہ آپ کے بڑے اس عقیدہ سماع کو تسلیم بھی کر چکے ہیں اور اس کی تصدیق بھی کر چکے اور اس کی اشاعت تعلیم القرآن میں بھی کر چکے ہیں۔ بہر حال انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اور مقصد حیات کو شان میں عامۃ الاموات کے برابر سمجھنا آپ کے سوء فہم کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ نبی اور غیر نبی کی موت میں فرق ہے۔ اسی طرح نبی اور غیر نبی کی حیات اور مقصد حیات میں فرق ہے۔ بہر حال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بہت سی چیزوں میں عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ انہی میں ان کی اموات وحیات بھی شامل ہے۔

۱۵...... آپ لکھتے ہیں: باقی اوکاڑوی کیا اتنے مصروف ہیں کہ آج سات ماہ ہونے والے ہیں۔ جواب کی فرصت نہیں۔ (آپ کا جواب ص ۲۲)

عزیزم! اکاڑوی صاحب کے جواب نہ دینے کے ایام تو آپ شمار کر رہے ہیں لیکن حضرت شیخ الحدیث صاحب نے جو ابھی تک میرے سوالوں کا جواب نہیں دیا جب کہ آپ وعدہ بھی فرما چکے ہیں کہ استاد محترم جواب ضرور دیں گے تو ساتھ ساتھ ان ایام کو بھی شمار کرتے رہو۔ تاکہ انصاف ہو جائے۔

۱۶...... بندہ عاجز نے لکھا تھا کہ میں نے اوکاڑوی صاحب کا قرض بھی اتار دیا ہے جس پر آپ ناراض ہو کر لکھتے ہیں کیا وہ عاجز آگئے ہیں کہ آپ وکیل بن کر سامنے آگئے ہیں اور لگتا ہے کہ آپ فقہ سے بھی کورے ہیں۔ کیا انہوں نے آپ کو وکیل بنایا ہے۔ (آپ کا جواب ص ۲۲)

عزیزم! جو آپ کے منہ میں آئے کہتے جاؤ۔ آخر جو کچھ اساتذہ سے حاصل کیا ہے اس کی اشاعت ہی تو آپ نے کرنی ہے۔ عزیزم! آپ کو قرآن دانی پر پندار تھا جس کی حقیقت وعدہ الست میں کھل گئی اور اب فقہ پر نازاں ہیں۔ لیکن بندہ عاجز کی ایک گزارش سن لیں۔ وکالت میں مؤکل کا عجز ضروری اور شرط نہیں، خفا نہ ہونا۔ آپ بھول گئے ہیں۔ باقی آپ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ اوکاڑوی صاحب نے اپنا وکیل نہیں بنایا اور اتنے بڑے محقق مناظر کا مجھ جیسوں کو وکیل بنانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ لیکن آپ نے قرآن پڑھا، فقہ پڑھی۔ مگر تبرع اور احسان نہ پڑھا۔ ورنہ اعتراض کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ سخن شناس نہی دلبر خطا اینجا است!

۷...... آپ نے بندہ عاجز کو سبق پڑھایا کہ گندا رونے سے چپ اچھی۔

عزیزم! اتنے ظلم اور ناانصافی پر اگر کوئی فریاد کرے تو آپ اسے گندا رونا سمجھتے ہیں۔ مظلوم کو اگر چپ کرانی ہے تو اس کے ساتھ انصاف کرو۔ انصاف ملنے پر مظلوم خود بخود چپ ہو جائے گا۔ نہیں تو پھر وہ فریاد کرے گا:

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

۱۸...... عزیزم! آپ نے میرے سابق جواب کو جھوٹ فراڈ اور خارج از موضوع وغیرہ کہا اور ان ہی سوالوں کو دہرایا کہ ان کا جواب دو۔ لیکن سچ کہا کسی دانش مند نے: دروغ گو را حافظہ نباشد!

عزیزم! آپ نے جواب کے آخر میں ایک ایسا جملہ لکھ دیا بلکہ من جانب اللہ لکھایا گیا۔ جس سے آپ کے عائد کردہ سب الزامات کی تردید اور میرے جواب کی حقانیت کی تصدیق ہوگئی۔ وہ جملہ آپ کی قلم کا لکھا ہوا اور آپ کے منہ سے نکلا ہوا یہ ہے۔ آپ نے اپنا فرض ادا کیا۔ (جواب ص ۲۲) جناب غور فرمائیں اور اس کو بار بار پڑھیں۔ الفضل ما شهدت به الاعداء!

بندہ عاجز کس زبان سے خداوند ذوالجلال کا شکریہ ادا کرے کہ ایک شخص تحیس بڑے سائز کے صفحات پر مجھ ناتواں پر الزامات کی بوچھاڑ کرتا ہے اور بے جا غم و غصہ اظہار کرتا ہے اور اس کی قلم سے ایک ایسا جملہ اللہ تعالیٰ لکھواتے ہیں۔ جس سے سارے کے سارے الزامات کا صفایا ہو جاتا ہے اور میرے فرض ادائیگی کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ الحمدللہ رب العالمین، حمداً کثیراً طیباً مبارکاً و شکراً کثیراً!

۱۹...... میری فرض ادائیگی کی اتنی بڑی تصدیق اپنے منہ سے کرنے کے بعد آپ کا یہ لکھنا کہ آپ نے اپنی غیرت ایمانی کا ثبوت ابھی تک نہیں دیا۔ بلکہ آپ نے تو اپنی بے ایمانی کا ثبوت دیا۔ (آپ کا جواب ص ۲۲) شرم و حیا کو ذبح کر ڈالنے کے مترادف ہے۔

ذہین کو کمین اور کمین کو ذہین کہتے ہیں اس زمانہ کے نادان بے حیا کو حسین کہتے ہیں

۲۰...... آپ نے (ص ۴) پر لکھا کہ صرف روح کو جزاء و سزا ہوتی ہے اور (ص ۱۵) پر روح کے ساتھ اجزاء اصلیہ کو حیات برزخی میں شامل کر دیا۔ لہٰذا تعارض کو رفع فرمائیں۔

۲۱...... مناسب ہے کہ جواب کے آخر میں جواب لکھنے والے کے دستخط ہوں۔ صلی اللہ علی خیر خلقه محمد و اله و اصحابه اجمعین! ابو احمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان ۲۵ ر جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ، ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۹۷ء

اس کے بعد عزیزم عبدالقدوس کی طرف سے جواب کی بجائے درج ذیل خط آیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام مولانا نور محمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا پڑھ کر بہت حیرانگی ہوئی۔ کیونکہ مکتوب میں خلط مبحث کا بھرپور مظاہرہ کیا گیا تھا۔ میں نے آنجناب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ کسی آیت مبارکہ یا حدیث شریف سے تعلق کا لفظ دکھلائیں اور اگر جواب نفی میں ہے تو صاف اقرار کریں کہ تعلق کا لفظ قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ نیز میں نے یہ بھی زیب قرطاس کیا تھا کہ میں اپنے جوابات کے جواب کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ تعلق کا لفظ قرآن وسنت سے دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آپ نے تعلق کا لفظ قرآن وسنت سے دکھانے کی بجائے جوابات کو موضوع بنایا یا کوئی اور راستہ اختیار کیا تو آپ کی شکست سمجھوں گا۔ چنانچہ آپ اپنی عادت کے مطابق میرے جوابات کے پیچھے پڑ گئے اور قرآن وسنت سے تعلق کا لفظ نہ دکھا سکے۔ لہٰذا اب آپ کی شکست ہے اور اب سوال وجواب کا سلسلہ بند ہے۔ یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ آپ کے ۳۱ صفحات کا جواب میرے پاس نہیں بلکہ ان تمام باتوں کا منہ توڑ جواب میرے پاس موجود ہے لکھ سکتا ہوں۔ مگر نہیں لکھتا کہ موضوع سے خارج ہے۔

جو شخص چار ورق کے جواب میں گیارہ ورق لکھ سکتا ہے وہ اکتیس ۳۱ صفحات کے جواب میں باسٹھ صفحات لکھ سکتا ہوں۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کرلیں صفحات میں مقابلہ بازی ہمارا مشن نہیں ہے۔ اب آپ شکست اپنی مانیں یا نہ مانیں۔ ہم نے آپ کو قانون کے مطابق شکست دے دی۔

باقی مسائل حل کرنے کے لئے میں آنجناب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ آپ مجھے اپنے مدرسہ آنے کا وقت دیں تاکہ میں آپ کو پیار ومحبت کے لہجے میں سمجھاؤں اور آپ اپنا عقیدہ سمجھائیں۔ اس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوگا۔ کیونکہ میں اکیلا آپ کے ہاں آؤں گا۔ اگر رمضان کے آخری عشرہ سے آٹھ شوال تک کا درمیانی عرصہ میں سے کوئی وقت ہوجائے تو بہتر ہے۔ والسلام: عبدالقدوس

نوٹ: اب کوئی خط وکتابت کے ذریعے سوال وجواب ختم۔

بندہ عاجز کی طرف سے اس خط کا جواب: باسمہ تعالیٰ!

عزیزم عبدالقدوس صاحب سلمہ الواہب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط موصول ہوگیا، آپ کے فرمان کے مطابق سوال وجواب کا سلسلہ بند ہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ آپ کے حکم سے جاری ہوا تھا اور آپ کے حکم سے بند ہورہا ہے اور پھر آپ کے حکم سے جاری ہوگا۔ ان شاء اللہ!

اگر آپ کے پاس میرے دلائل کا رد ہوتا اور میرے سوالات کا جواب ہوتا تو ضرور جواب دیتے۔ لیکن اہلسنت والجماعت کے صحیح عقیدہ کی تردید آپ کے بس کا روگ نہیں۔ آپ تو ایک فریق ہیں۔ ہار جیت کا ثالث تو آپ کو کسی نے مقرر نہیں کیا۔ آپ کے اور بندہ کے دلائل تحریر کی قید میں آچکے ہیں۔ جس کا فیصلہ اہل علم کریں گے۔ آپ جلد بازی نہ کریں۔ میری اور آپ کی گفتگو کا موضوع ہے ''الحیات بعد الممات'' یعنی مرنے کے بعد ہر مردہ کو قبر میں درجہ بدرجہ ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اس حیات میں سب سے ممتاز ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں قبر کی زندگی اگر آپ اس کو گفتگو کا موضوع تسلیم کرتے ہیں تو جی بسم اللہ! تشریف لائیں اور اپنا مؤقف ہمیں سمجھائیں۔ آنے والے مہمان کا شایان شان اکرام بھی کریں گے اور کرایہ بھی

ہمارے ذمہ ہوگا ورنہ ہر بات بے سود۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ حضرت شیخ الحدیث بندہ کے دس سوالوں کا جواب ضرور دیں گے۔ ذرا بتائیں کہ کب؟

فقط والسلام: ابواحمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان بمطابق ۲۶ رنومبر ۱۹۹۷ء، ۲۵ رجب ۱۴۱۸ھ

نوٹ: تادم تحریر فریق مخالف کی طرف سے نہ تو کوئی خط آیا نہ کوئی شخص آیا اور نہ ہی حضرت نیلوی نے بندہ کے دس سوالوں کا جواب دیا۔ ۱۵ رمئی ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی کے نائبین مفتیان کرام سے

سوال وجواب برموضوع حیات الانبیاء علیہم السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ عاجز نے دارالافتاء والارشاد ناظم کراچی کی طرف مندرجہ ذیل استفتاء بھیجا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! واجب الاحترام والاکرام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مسئلہ: حیات انبیاء کرام وشہداء کرام کے متعلق صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں یا مندرجہ ذیل تفصیل پر بھی اعتقاد ایمان رکھنا ضروری ہے۔ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ اس تفصیل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس کو ماننا یا نہ ماننا دونوں یکساں ہیں؟ اس کے اثبات اور انکار سے کوئی اثر مرتب ہوگا؟ اور وہ اثر کیا ہوگا؟ بینوا توجروا!

فقط والسلام: ابواحمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ ۹ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ/ ۲۵ راگست ۱۹۹۶ء

بندہ عاجز کے استفتاء کی رسائی حضرت اقدس فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ تک شاید نہ ہوسکی۔ البتہ ان کے نائبین کی طرف سے مندرجہ ذیل جواب موصول ہوا:

الجواب باسم ملہم الصواب: اس تفصیل پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

افضال احمد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی۔ ۱۶ رجمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: محمد احمد، الجواب صحیح محمد موسیٰ، بمع مہر دارالافتاء والارشاد۔

پھر بندہ عاجز نے نائبین دارالافتاء والارشاد کی طرف مندرجہ ذیل استفتاء بھیجا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مفتیان واہلیان دارالافتاء والارشاد دام ظلکم! حضور اکرم ﷺ کی حیات برزخیہ کے متعلق آپ حضرات اپنے عقیدہ کی وضاحت فرمادیں اور ہمیں شکریہ کا موقع دیں۔

آپ کے نزدیک عالم برزخ میں حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک کا جسد عنصری سے تعلق ہے یا نہ۔ نیز زائرین عند القبر الشریف کے صلوٰۃ وسلام کو حضور اکرم ﷺ سماعت فرماتے اور جواب مرحمت فرماتے ہیں یا نہ۔ آپ کے نزدیک کتاب وسنت اور سلف صالحین کی فہم کی روشنی میں جو چیز برحق اور صحیح ہو اس کو واضح طور پر تحریر فرمائیں نہ

اختصار سے کام لیں اور نہ اجمال سے بلکہ دل کو کھول کر واشگاف الفاظ میں اپنا عقیدہ ہمیں بتا دیں فتویٰ کا جواب دینا اور رسائل کی تشفی کرانا آپ کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے۔ بینوا توجرا! ۱۷ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ، ۲ رفروری ۱۹۹۷ء

فقط والسلام: ابو احمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

دارالافتاء والارشاد کی طرف سے بندہ عاجز کو مندرجہ ذیل جواب موصول ہوا۔

الجواب باسم ملھم الصواب: انبیاء علیہم السلام کی حیات حیات برزخیہ ہے۔ لیکن ان کی حیات عام مومنین بلکہ شہداء سے بھی اعلیٰ وارفع اور اکمل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مطلق حیات بنص قرآن ثابت ہے۔ بس اس اجمال پر ایمان رکھنا فرض ہے۔ اس کی تفصیل نہ اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور نہ ہی اس کی تحقیق و تدقیق کے ہم مکلف ہیں یہ اندیشہ ہے کہ اس تحقیق میں پڑنا گستاخی نہ ہو ورنہ کم از کم غیر ضروری امر میں اوقات و قویٰ کی تضیع کے وبال سے تو خالی نہیں۔

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه وقال صلی اللہ علیہ وسلم علامة اعراض اللہ تعالی عن العبد اشتغاله بمالا یعنیه۔ واللہ اعلم'' حبیب اللہ غفرلہٗ، دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸۔ ۱۵ رربیع الثانی ۱۴۱۸ھ۔ الجواب صحیح: موسیٰ دارالافتاء والارشاد ۱۵ رربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، الجواب صحیح: احمد دارالافتاء والارشاد بمع مہر دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی۔

پھر بندہ عاجز نے دارالافتاء والارشاد کی طرف یہ استفتاء بھیجا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

واجب الاحترام والاکرام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتھم العالیہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا؟ یا مندرجہ ذیل تفصیل پر بھی اعتقاد و ایمان رکھنا ضروری ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابھی موت واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ روح مع جسد العنصری آسمان پر اٹھالیا ہے۔ قیام قیامت سے پہلے ان کا نزول الی الارض ہوگا۔ وہ آکر دجال کو قتل کریں گے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نافذ کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ!

وضاحت فرمائیں کہ اس تفصیل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کو ماننا یا نہ ماننا یکساں ہے؟ اس کے اثبات یا انکار سے کوئی اثر مرتب ہوگا؟

نیز: یہ بتائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے متعلق صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں یا مندرجہ ذیل تفصیل پر بھی اعتقاد و ایمان رکھنا ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی خاتم النبیین ہیں کہ آپ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نئے نبی نے نہیں آنا۔ آپ پر ہر قسم کی نبوت خواہ ظلی ہو یا بروزی تشریعی ہو یا غیر تشریعی ختم کردی گئی ہے۔ آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا کذاب و دجال ہے۔

وضاحت فرمائیں اس تفصیل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یکم ررجب ۱۴۱۷ھ فقط والسلام: ابو احمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ۔

بندہ عاجز کو دارالافتاء والارشاد کی طرف سے مندرجہ ذیل جواب موصول ہوا:

۱...... مذکورہ تفصیل پر اعتقاد و ایمان ضروری ہے۔ اس تفصیل کا منکر ملحد و کافر ہے۔

۲...... اس تفصیل کے ساتھ ایمان فرض ہے جو شخص اس تفصیل کو نہیں مانتا وہ کافر و مرتد ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم! حبیب اللہ دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸۔ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، الجواب صحیح: موسیٰ دارالافتاء والارشاد، الجواب صحیح: احمد دارالفتاویٰ والارشاد ناظم کراچی، ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بمع مہر دارالافتاء والارشاد کراچی۔

پھر بندہ نے دارالافتاء والارشاد کراچی کی طرف مندرجہ ذیل استفتاء بھیجا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب مفتیان دارالافتاء والارشاد مدظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی خدمت میں چند سوالات ارسال کئے تھے۔ آپ نے جواب مرحمت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ لیکن چند امور بھی وضاحت طلب باقی ہیں۔ امید ہے کہ وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ آپ کی خدمت میں مندرجہ ذیل سوال بھیجا گیا کہ مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے متعلق صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں؟

یا مندرجہ تفصیل پر بھی اعتقاد ایمان رکھنا ضروری ہے؟ کہ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ آپ نے ۱۶ رجمادی الثانی ۱۴۱۷ھ میں مندرجہ ذیل جواب لکھا۔ اس پر ایمان لانا ضروری نہیں۔

پھر بندہ نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ آپ کے نزدیک عالم برزخ میں حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک کا جسد عنصری سے تعلق ہے یا نہ؟

نیز: زائرین عندالقبر الشریف کے صلوٰۃ وسلام کو حضور اکرم ﷺ سماعت فرماتے ہیں اور جواب مرحمت فرماتے ہیں یا نہ۔ آپ نے جواب میں اپنا عقیدہ تو ظاہر نہ فرمایا واللہ اعلم عقیدہ چھپانے میں کیا حکمت ہوگی۔ لیکن اس مسئلہ کی تحقیق کو اندیشہ گستاخی، تضیع وقت اور لایعنی قرار دیا۔ آپ کا یہ جواب ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ میں لکھا گیا ہے اور فتویٰ ۲۹۲۴۹ ہے۔ پھر تیسری بار آپ کی خدمت میں خط بھیج کر مندرجہ ذیل سوال کیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے یا مندرجہ ذیل تفصیل پر بھی ایمان واعتقاد رکھنا ضروری ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابھی موت واقع نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ روح مع الجسد العنصری آسمان پر اٹھالیا ہے۔ قیام قیامت سے پہلے ان کا نزول الی الارض ہوگا۔ وہ آکر دجال کو قتل کریں گے اور شریعت محمدی ﷺ کو نافذ کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ آپ نے جواب دیا کہ مذکورہ تفصیل پر اعتقاد وایمان ضروری ہے۔ اس تفصیل کا منکر ملحد وکافر ہے۔ یہ جواب ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ میں لکھا گیا۔ فتویٰ نمبر ۲۹۲۵۰ ہے۔ یہ ہیں بندہ کے تین سوال اور آپ کے تین جواب۔ اب میری گزارشات پر توجہ فرمائیں:

۱...... پہلے سوال میں حضور اکرم ﷺ کی حیات اور سماع کے متعلق جو تفصیل آپ کی خدمت میں پیش کی گئی تھی وہ دراصل حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کے فیصلہ کا متن تھا۔ جس کو آپ نے ۱۹۶۲ء میں راولپنڈی میں تحریر فرمایا تھا۔ اسی تحریر پر فریقین کے علماء کے دستخط موجود ہیں۔ لیکن آپ نے پہلے فتویٰ میں تحریر فرمایا کہ اس پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔

اور دوسرے فتویٰ میں آپ نے اس کو لایعنی قرار دے دیا۔ اب گزارش ہے کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیصلہ لایعنی ہے؟ قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے لایعنی فیصلہ پر دستخط فرمائے تھے؟ کیا موت کے بعد روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق اور سماع النبی ﷺ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ نہیں ہے؟ کیا یہ اجماع لایعنی بات پر ہوا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواپنے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں ہے تو کیا انہوں نے لایعنی کا ارتکاب کیا ہے۔ تمام علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم نے اس عقیدہ کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے تو کیا انہوں نے لایعنی کا ارتکاب کیا ہے۔

جمہور اہلسنت والجماعت نے یہی عقیدہ اپنا کر لایعنی بات کی ہے؟ علماء اسلام میں سے کسی ایک کا نام آپ بتا سکتے ہیں؟ جس نے اس لایعنی سے انکار کیا ہو؟ اگر روح اور جسد عنصری کا تعلق اور سماع النبی ﷺ لایعنی ہے تو اس کا ارتکاب آپ کے پیر اور شیخ بھی کر چکے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: بعض علماء کا خیال ہے کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے اور روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے۔ کیونکہ مردہ کا قبر میں جا کر زندہ ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ روایت میں نکیرین کے بارہ میں ''یقعدانہ کان ز غیرھا من الروایات'' بھی اعادہ روح پر دال ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی ہی میں روح کا اعادہ ہوتا ہے۔ مگر ہم اسے معلوم نہیں کر سکتے ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۹۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے شیخ و مرشد تو ہر میت کی حیات بہ تعلق روح مع الجسد العنصری کے قائل ہیں۔ مزید استحباب زیارت قبر النبی ﷺ کے دلائل دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''واتج القائلون بانھا مندوبۃ لقولہ تعالٰی: ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفر اللہ واستغفر لھم الرسول۔ الایۃ وجہ الاستدلال بھا انہ ﷺ حیّ فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم فثبت ان حکم الآیۃ باق بعد وفاتہ ﷺ فینبغی لمن ظلم نفسہ ان یزور قبرہ ویستغفر اللہ عندہ فیستغفر لہ الرسول'' (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۵۵)

اس سے معلوم ہوا اپنی جان پر ظلم کرنے والا جب حضور اکرم ﷺ کے مزار اقدس کے پاس آ کر استغفار کرتا ہے تو حضور اکرم ﷺ اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ اس کے استغفار کو سنتے ہیں۔ پھر اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

آپ خود ہی وضاحت فرمائیں کہ کیا آپ کے شیخ و مرشد نے حیات قبر بہ تعلق روح مع الجسد العنصری اور سماع النبی ﷺ عند قبرہ الشریف تسلیم کر کے لایعنی کا ارتکاب کیا ہے۔

۲...... آپ کے شیخ و مرشد حضرت اقدس فقیہ العصر مرشد المجاہدین دامت برکاتہم العالیہ نے (احسن الفتاویٰ ج اوّل ص ۵۱۸، ۵۱۹) پر نو حدیثوں سے عرض اعمال علی النبی ﷺ بعد الوفات کو ثابت کیا ہے۔ کیا عرض اعمال کی بنیاد حیات وسماع کے عقیدے پر نہیں ہے؟ کیا حضرت اقدس نے عرض اعمال کے عقیدہ کو بیان کر کے لایعنی بات کی ہے؟

نوٹ: کتاب کے شائع ہونے سے قبل حضرت مفتی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

۳...... آپ فتویٰ نمبر ۲۹۲۴۹ میں لکھتے ہیں: مطلق حیات بنص قرآن ثابت ہے۔ بس اس اجمال پر ایمان رکھنا

ہے۔اس کی تفصیل نہ منصوص ہے، نہ اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ابھی باحوالہ یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ آپ کے شیخ ومرشد کے نزدیک قبر میں مردہ کا زندہ ہونا، جسد مادی کی طرف روح کا اعادہ اور تعلق قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔اے نائبین دارالافتاء والارشاد جس تفصیل کو حضرت والا آپ کے شیخ ومرشد قرآن وحدیث سے ثابت فرماتے ہیں۔آپ اسے کیسے کہتے ہو کہ یہ تفصیل منصوص نہیں ہے؟

آپ اسی فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ اور نہ ہی اس تحقیق وتدقیق کے ہم مکلف ہیں۔جناب من جو عقیدہ قرآن وسنت سے ثابت ہے آپ اس کی تحقیق وتدقیق کے کیسے مکلف نہیں ہیں؟

۴...... آپ سے جب عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فتویٰ نمبر ۲۹۹۵۰ میں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مطلق اجمالی حیات کو ماننا کافی نہیں بلکہ ان کا روح مع الجسد العنصری زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور قیامت سے پہلے ان کا نزول الی الارض اور شرع محمدی کا نفاذ وغیرہ سب پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو شخص مذکورہ تفصیل کا انکار کرے وہ کافر، ملحد ہے۔بندہ آپ کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ حیات الانبیاء کے عقیدہ میں تو مطلق اور اجمالی حیات مان لینا کافی ہے اور تفصیل پر ایمان لانا ضروری نہیں اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ میں مطلق اور اجمالی حیات کیوں کافی نہیں ہے اور تفصیل پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟ ان دونوں عقیدہ میں ذرا فرق واضح فرمائیں۔حالانکہ ان دونوں عقیدوں کے منکر ایک ہی قسم کے دلائل سے ان کی نفی کرتے ہیں اور ایک ہی قسم کی روحانی، مثالی تاویلیں کرتے ہیں۔حتی کہ بعض منکرین حیات الانبیاء نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کا بھی انکار کر دیا ہے۔لہٰذا آپ ان دونوں عقیدوں میں وجہ فرق واضح کریں۔

۵...... المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بہ تعلق روح مع الجسد العنصری اور سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کیا اور اس پر جوبیس علماء دیوبند بلکہ مشائخ دیوبند نے تصدیقی دستخط فرمائے ہیں۔

مزید (۱) دارالعلوم دیوبند (۲) جامعہ خیر المدارس ملتان (۳) جامعہ قاسم العلوم ملتان (۴) جامعہ قاسم العلوم فقیر والی (۵) جامعہ فاروقیہ کراچی (۶) جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا (۷) جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ (۸) تنظیم اہلسنت والجماعت (۹) جامعہ اشرفیہ لاہور (۱۰) مدرسہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم (۱۱) الجامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن (۱۲) جامعہ احیاء العلوم ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان کے مفتی صاحبان، قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کے فیصلے کو شرعی فیصلہ قرار دے چکے ہیں اور اس عقیدہ کو اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ قرار دے چکے ہیں اور فرماتے ہیں جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔بدعتی اور گمراہ ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔کیونکہ سنی کے لئے یہ عقیدہ رکھنا لازمی ہے۔اب واضح فرمائیے کہ ان سب حضرات کے متعلق آپ کو گستاخی کا اندیشہ ہے؟ کیا انہوں نے تضییع اوقات وقوی کی ہے۔آپ کے نزدیک ان سب نے لایعنی بات کی ہے؟ بینوا توجروا! ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۹۷ء/۹/۱۔فقط والسلام: ابواحمد نور محمد تونسوی قادری خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

نوٹ: بندہ عاجز کے اس استفتاء کا جواب نہیں دیا گیا بلکہ دارالافتاء والارشاد کی طرف سے میرے جوابی لفافے میں اسی استفتاء کو رکھ کر واپس کر دیا گیا۔ ابواحمد نور محمد تونسوی قادری

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحدیث)

امیر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ مؤلف "مسلک الاکابر"
حضرت مولانا محمد طیب طاہری پنج پیری صاحب کی خدمت میں

ایک سو چار سوالات

معہ

ایک معتزلی کے خط کا جواب

تالیف:

حضرت مولانا ابو احمد نور محمد قادری تونسوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ائتونی بکتٰب من قبل ہذآ او اثرۃ من علم ان کنتم صٰدقین

امیر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ مؤلف مسلک الاکابر

حضرت مولانا محمد طیب طاہری پنج پیری صاحب کی خدمت میں

ایک سو چار سوالات

معہ

ایک معتزلی کے خط کا جواب

تالیف

حضرت مولانا ابواحمد نور محمد قادری تونسوی صاحب مدظلہ خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

مکتبہ سید احمد شہید

بالمقابل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی قادری رحمہ اللہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵ر جنوری ۲۰۱۵ء

جمعیۃ اشاعت التوحید پاکستان کے امیر مرکزیہ مولانا محمد طیب پنج پیر نے ''مسلک الاکابر فی تحقیق الحیات وعدم السماع لاہل المقابر'' نامی رسالہ تحریر فرمایا۔ جس پر مولانا نور محمد صاحب نے ایک سو چار سوال قائم کئے۔ ان سوالات کے آخر پر جناب محمد زبیر صاحب کا ایک رسالہ کا جواب دیا۔

اس کا آخری حصہ ہم نے حذف کر دیا کہ وہ بعینہٖ مولانا نور محمد صاحب کے دوسرے رسالہ میں چھپ چکا ہے۔ اس کا حوالہ دے کر یہاں سے اسے محو کر دیا اور ایسا ہی کرنا چاہئے تھا تاکہ تکرار کی قباحت سے بچ سکیں۔ ''امیر جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ مولانا محمد طیب پنج پیری کی خدمت میں ایک سو چار سوالات'' نامی یہ رسالہ اس مجموعہ میں شامل اشاعت ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ مؤلف مسلک الاکابر مولانا طیب طاہری پنج پیری کی خدمت میں ایک سو چار سوالات معہ ایک معتزلی کے خط کا جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محترم ومکرم جناب شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد طیب صاحب طاہری مدظللکم

امیر اشاعۃ التوحید والسنۃ العالیہ گزارش ہے کہ آپ کی کتاب مسلک الاکابر فی تحقیق الحیات وعدم السماع لاہل المقابر، نظر سے گزری اور اس کا مطالعہ کیا تو چند سوالات دل میں ابھرے ارادہ ہوا کہ ایک عریضہ لکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کروں اور آپ وضاحت فرمادیں تا کہ تسلی وتشفی ہو جائے۔ چنانچہ وہ سوالات یہ ہیں:

سوال (۱): آپ نے اپنی کتاب میں لکھا ''مرنے کے بعد ہر مکلف کو ایمان واعمال کے مطابق ایک نئی زندگی ملتی ہے جسے عالم برزخ کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے حیات برزخیہ کہتے ہیں۔'' (مسلک الاکابر ص ۱۱)

اب سوال یہ ہے مکلف کسے کہتے ہیں؟ صرف روح کو یا صرف جسد کو یا دونوں کے مجموعہ کو۔ اگر صرف جسد کو مکلف کہتے ہیں تو قرآن وحدیث سے ثبوت پیش فرمائیں۔ اگر دونوں کے مجموعہ کو مکلف کہتے ہیں تو آپ نے دنیا والے جسد کی حیات کو تسلیم کرلیا ہے۔ جب کہ آپ نے ساری کتاب میں دنیا والے جسد کی حیات کی نفی کی ہے۔ امید ہے کہ تسلی بخش جواب مرحمت فرمائیں گے۔

سوال (۲): آپ تحریر فرماتے ہیں: ''ہمارے جو کرم فرما اسی قبر محفورۃ فی الارض میں اسی دنیاوی جسم کے ساتھ حیات دنیویہ پر اصرار فرماتے ہیں اور انبیاء وشہداء کی حیات برزخیہ کا انکار فرماتے ہیں۔'' (ایضاً ص ۱۹)

اب سوال یہ ہے کہ کس عالم دین نے کس کتاب میں انبیاء وشہداء کی حیات برزخیہ کا انکار کیا ہے؟

سوال (۳): آپ کے نزدیک برزخ ظرف زمان ہے یا ظرف مکان؟ قرآن وحدیث سے وضاحت فرمائیں۔

سوال (۴): آپ نے لکھا ہے ''یہ ساری بحث قبر شرعی کی ہے جسے عرف عام میں برزخ کہا جاتا ہے۔'' (۲۷)

سوال یہ ہے کہ آپ نے جو یہ فرمایا کہ قبر شرعی کو برزخ کہا جاتا ہے۔ کیا یہ بات قرآن سے ثابت ہے یا حدیث سے؟ جس آیت میں یا جس حدیث میں کہا گیا ہو کہ قبر شرعی برزخ کو کہتے ہیں وہ پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

سوال (۵): قرآن مجید میں برزخ کا لفظ پردہ، حائل اور رکاوٹ کے معنی میں تو استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہ بتائیں کہ قرآن وحدیث میں برزخ کا لفظ جہان اور عالم کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے؟

سوال (۶): آپ نے اپنی کتاب میں بہت سے علمائے اسلام کے حوالہ جات پیش فرمائے ہیں کہ قبر سے مراد صرف یہی زمین والا گڑھا نہیں ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔ لہٰذا سوال یہ ہے علماء اسلام یہ کہہ کر کیا بتانا چاہتے ہیں؟ ایسے کہنے سے ان کا مقصد قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا ہے کہ قبر کا لفظ اس حفرہ سمیت جسد کے ہر

مقام کو شامل ہو جائے؟ یا وہ قبر کے مفہوم سے اس ارضی قبر کو خارج کرنا چاہتے ہیں؟ انصاف کی بات ہوتا کہ تاویل القول بمالا یرضیٰ بہ القائل لازم نہ آئے۔ امید ہے کہ جلد وضاحت فرمائیں گے۔ بارک اللہ! ماشاء اللہ!

سوال (۷): آپ نے لکھا ہے ''(برزخ میں) ہر روح کو ایک دوسرا جسم دیا جاتا ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں اور اسی کے ساتھ اسے عذاب وثواب ہوتا ہے۔'' (ایضاً ص ۲۷)

سوال یہ ہے کہ جس آیت اور جس حدیث میں جسم مثالی کا لفظ صاف صاف لکھا ہوا ہو وہ پیش فرمائیں۔ قیاس آرائیوں کی ضرورت نہیں۔ علماء اسلام کی عبارات برسروچشم لیکن آپ قرآن وحدیث پیش کریں۔

سوال (۸): جتنے لوگ بھی جسد مثالی کا قول کرتے ہیں وہ سب کے سب روح کا دنیا والے جسد کے ساتھ تعلق بھی مانتے اور سماع موتیٰ کا قول بھی کرتے ہیں۔ آپ ان کی ایک بات کو لے رہے ہیں۔ باقی باتوں کا انکار کر رہے ہیں۔ آخر وجہ کیا ہے؟ قائلین جسد مثالی سے تعلق اور سماع موتیٰ ثابت کرنا میری ذمہ داری ہے۔ آپ اپنی ذمہ داری ادا کریں۔

سوال (۹): نیکی اور بدی کرنے میں تو دنیا والا جسد عنصری شریک تھا اور ثواب وعذاب کے وقت ایک دوسرے جسد مثالی کو شامل کر دیا گیا ہے۔ کیا یہ عقیدہ انصاف خداوندی کے خلاف تو نہیں ہے کہ کرے اور، بھرے اور، جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ان اللہ لا یظلم الناس شیئا'' قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

سوال (۱۰): قیامت وآخرت کی جزاوسزا میں کون سا جسد شامل ہوگا۔ دنیاوی یا مثالی؟

سوال (۱۱): بروز قیامت اگر دنیا والا جسد اٹھے گا تو سوال یہ ہے کہ جب برزخ میں جسد مثالی سے روح کو نکال کر دنیاوی جسد کی طرف لائیں گے تو کیا یہ موت تصور ہوگی یا نہ؟ اگر موت تصور ہوگی تو یہ تیسری موت ہوگی اور اگر موت نہیں تو قبض روح کو کیسے موت نہ کہا جائے گا۔ صحیح صحیح وضاحت فرمائیں۔ قرآن کے مطابق۔

سوال (۱۲): روح کو برزخ میں جو جسد ملے گا وہ بشکل حیوانانی ہوگا یا بشکل انسان ہوگا؟ پرندے کی شکل میں ہوگا یا بندے کی شکل میں۔ قرآن لکھیں یا حدیث۔ تیسری بات بعد میں کریں۔ جن دلائل کا آپ اپنے مخالفین سے مطالبہ کرتے ہیں وہ خود پیش فرمائیں۔ جزاکم اللہ!

سوال (۱۳): حضور ﷺ کو برزخ میں جو جسم مثالی عطا ہوا وہ عام موتیٰ کی طرح ہے یا وہ انسان کی صورت میں ہے؟

سوال (۱۴): اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ بعد از موت ارواح کا سبز رنگ کے پرندوں کے جسم میں باقاعدہ حلول ہوتا ہے اور مردے برزخ میں پرندوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں تو یہ تناسخ نہ ہوگا؟ جو کہ اسلام میں ایک باطل نظریہ ہے۔ کیا یہ عقیدہ انسان کے اشرف المخلوقات کے متصادم تو نہ ہوگا؟ اور ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم'' کے خلاف تو نہ ہوگا۔ بینوا توجروا!

سوال (۱۵): مسلم شریف کی حدیث طیور خضر پر تو ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ لیکن اس کا مطلب جو آپ نے لیا ہے کہ موتیٰ کی ارواح کو سبز رنگ کے پرندوں کے جسموں میں داخل کر دیا جاتا ہے اور وہ پرندے بن جاتے ہیں۔ کیا یہ مطلب صحیح ہے؟ یا یہ مطلب کہ اللہ تعالیٰ ان کو سبز رنگ کے پرندوں کی شکل کے ہوائی جہاز عطاء فرماتے

ہیں۔ جن میں بشکل انسانی بیٹھ کر جنت کی سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ دنیا میں ہوائی جہاز مچھلی کی شکل کا ہے۔ اس میں بیٹھنے والا مسافر مچھلی نہیں بن جاتا بلکہ انسان ہی رہتا ہے یا افغانستان میں عقاب کی شکل کا اسمبلی حال تھا لیکن اس میں بیٹھنے والے لوگ عقاب نہیں بن جاتے تھے۔ بلکہ انسان ہی ہوتے تھے۔ اس طرح موتی بشکل انسانی سبز رنگ کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر سیر و سیاحت کرتے ہیں لیکن پرندے نہیں بن جاتے۔ کسی صاحب کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ اگر بصورت انسانی جنت میں ہوں گے تو قبر میں نہ ہوں گے تو یہ خیال درست نہیں ہے۔ کیونکہ قبر میں موجود ہوتے ہوئے بھی بصورت انسانی جنت کی سیر ممکن ہے۔ جیسے اپنے گھر میں اپنی چارپائی پر سوتا ہوا عالم خواب میں جب چلا جاتا ہے تو وہ اپنی چارپائی پر موجود ہوتے ہوئے بصورت انسانی مختلف مقامات کی سیر کرتا ہے۔ لہٰذا یہ کوئی بعید نہیں۔ اب آپ وضاحت فرمائیں۔ یہ مطلب صحیح ہے یا وہ؟

سوال (۱۶): آپ کے نزدیک قبر و برزخ میں تضاد اور تنافی ہے کہ ایک سے دوسرے کی نفی ہو جائے یا ان دونوں کا مصداق واحد ہے۔ اگر ان دونوں میں تضاد ہے اور ایک سے دوسرے کی نفی ہوتی ہے۔ آپ یہ کیسے کہتے ہیں کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے؟ اگر تضاد نہیں ہے بلکہ مردہ انسانی قبر میں بھی ہے اور برزخ میں بھی ہے۔ قبر اس کے لئے ظرف مکان ہے اور برزخ اس کے لئے ظرف زمان ہے۔ زمان و مکان دونوں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً زید رات کے وقت مسجد میں بیٹھا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ زید مسجد میں ہے۔ زید رات میں ہے۔ مسجد اس کے لئے مکان اور رات اس کے لئے زمان ہے۔ لہٰذا یہ دونوں باتیں مصداق کے اعتبار سے درست اور سچی ہیں۔ ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے اس طرح قبر و برزخ میں بھی کسی قسم کا تضاد نہیں ہے تو آپ برزخ کا لفظ دیکھ کر قبر کی نفی کیوں کر دیتے ہیں؟ ٹھنڈے دل سے جواب دیں۔

سوال (۱۷): آپ نے اپنی کتاب میں کئی بار اس بات کو دھرایا کہ برزخ کی زندگی دنیا کی زندگی کی طرح نہیں بلکہ اس سے مختلف ہے اور قسم کی زندگی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کس نے کہا ہے کہ قبر کی زندگی بالکل اور ہر لحاظ سے دنیا والی زندگی کی طرح ہے؟

اگر آپ کا اشارہ علماء دیوبند کی طرف ہے تو گزارش ہے کہ بے شک علماء دیوبند نے آپ ﷺ کی حیات قبر کو دنیویہ کہا ہے لیکن انہوں نے وضاحت فرمائی ہے کہ حیات دنیویہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حیات ہر لحاظ سے بالکل دنیا والی حیات کی طرح ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیات قبر کا تعلق دنیا والے جسد کے ساتھ ہے۔ چونکہ اس حیات قبر میں دنیا والا جسد شامل ہے اور جنت کی ہر نعمت سے محظوظ ہے نہ کہ محروم۔ اسی لئے آپ ﷺ کی اس حیات کو دنیویہ کہا جاتا ہے اور یہی حیات برزخیہ بھی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ بعد از وفات عالم برزخ میں داخل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ موت سے لے کر قیامت کے زمانہ کو برزخ کہا جاتا ہے۔ مردہ جہاں بھی ہے وہ برزخ ہی میں ہے۔ کیونکہ برزخ اس کے لئے زمان ہے تو آپ کو علماء دیوبند کی بیان کردہ تشریح پر اعتماد کیوں نہیں؟ وہ تو آپ ﷺ کے جسد دنیاوی کو شامل حیات کر کے جنت میں موجود اور جنت کی ہر نعمت سے محظوظ سمجھتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ لوگ حضور ﷺ کے جسد اطہر کو جنت اور اس کی نعمتوں سے کیوں محروم سمجھتے ہیں۔ اگر آپ لوگ حضور ﷺ کے جسد اطہر کو جنت میں اور جنت کی نعمتوں سے محظوظ تسلیم کر لیں تو جھگڑا ہی ختم ہے۔ نقطہ اختلاف تو صرف یہی چیز ہے جس کے آپ انکاری ہیں۔

سوال (۱۸): آپ نے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی کتاب اعلاء السنن کا حوالہ دے کر لکھا ہے:
''آپ ﷺ اس دنیاوی زندگی کے اعتبار سے میت ہیں اور برزخی زندگی کے اعتبار سے زندہ ہیں۔'' (ایضاً ص ۱۶)
حضرت عثمانی تھانویؒ کی بات تو بالکل درست ہے لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ آپ کی حیات برزخیہ کا کس جسد کے ساتھ تعلق مانتے ہیں اور آپ کس جسد سے تعلق مانتے ہیں۔ حضرت عثمانی تھانویؒ حیات برزخیہ دنیویہ جسد کے تعلق کے ساتھ مانتے ہیں اور آپ اور جسد تجویز کرتے ہیں۔ اب بتائیں حقیقت حال پر پردہ ڈال کر آپ نے کون سا ثواب کمایا۔ بینوا توجروا!

سوال (۱۹): آپ تو مردہ کے لئے برزخ میں ایک نیا جسم تجویز کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص برزخ میں روح نیا تجویز کرے تو آپ اسے قبول فرمائیں گے یا رد کر دیں گے تو کیسے؟ (جواب دیں)

سوال (۲۰): اگر کوئی شخص روح اور جسد دونوں نئے تجویز کرلے تو کیا مان لیں گے یا نہ؟

سوال (۲۱): اگر کوئی شخص کہے کہ قیامت کے دن بھی یہی نیا مثالی جسد اٹھے گا نہ کہ عنصری تو کیا یہ درست ہے؟

سوال (۲۲): جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ برزخ وقیامت میں یہی دنیاوالا جسد اور روح بھی جزاو سزا بھگتیں گے تو کیا یہ عقیدہ از روئے قرآن وحدیث صحیح۔ ہے یا غلط؟

سوال (۲۳): احکام شریعت کا مکلف اور مخاطب دنیاوالا جسد ہے یا مثالی؟

سوال (۲۴): اگر احکام کا مکلف ومخاطب جسد ہے ہی نہیں نہ دنیاوی نہ مثالی تو سوال یہ ہے کہ پھر حشر اجساد کی کیا حیثیت رہے گی۔

سوال (۲۵): مثالی جسد کس چیز سے تیار ہوتا ہے۔ کیا اس کی تخلیق کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ جو شخص جسد مثالی کو نہ مانے اس پر کیا حکم لاگو ہوگا؟

سوال (۲۶): جو شخص برزخ وقبر میں جسد مثالی کی تجویز کے ساتھ ساتھ جسد عنصری کو قبر کی جزاو سزا میں شریک جانے اور تعلق مانے۔ عند القبر اس کے سماع کا قائل ہو اس پر کون سا شرعی حکم صادر فرمائیں گے۔

سوال (۲۷): اللہ تعالیٰ کا قانون کیا ہے کہ قبر و برزخ میں کوئی شخص دنیاوی زندگی پا کر دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا یا قبر و برزخ میں رہتے ہوئے بھی کسی قسم کی حیات حاصل نہیں کرسکتا چاہے اتنی ہو کہ وہ قبر و برزخ کے ثواب وعقاب کا ادراک واحساس کرے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

سوال (۲۸): ہمارے فقہاء احنافؒ نے ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ کتب میں یہ جملہ لکھا ہے: ''ومن یعذب فی قبرہ فیوضع فیہ نوع من الحیوۃ'' اس جملے کا کیا مطلب ہے۔ حضرات فقہاء کرام کیا بتانا چاہتے ہیں؟ ''نوع من الحیاۃ'' جسد عنصری دنیاوی میں ہوگی یا جسد مثالی میں۔ اگر یہ ''نوع من الحیوۃ'' جسد دنیاوی میں ہے تو حیات قبر ثابت۔ کیونکہ ''نوع من الحیاۃ'' حیات ہی تو ہوگی اور اگر ''نوع من الحیاۃ'' کا تعلق جسد مثالی سے ہے تو یہ کیسے؟ جب کہ آپ روح کو جسد مثالی میں داخل سمجھتے ہیں اور جب روح کا جسد میں دخول وحلول ہو تو وہ حیات کاملہ ہوگی نہ کہ ''نوع من الحیوۃ'' اگر آپ فقہاء کرام کے اس عقیدہ کو تسلیم فرماتے ہیں کہ قبر میں مردہ انسان میں ''نوع

من الحیوۃ'' ہوتی ہے تو حیات قبر آپ کو جب تسلیم ہے تو جھگڑا کس بات کا ہے اور انکار کس چیز کا ہے؟ اگر آپ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ یہ حیات دنیوی کے قائل ہیں۔ میں برزخی کا قائل ہوں تو محترم وہ ایسے نہیں ہیں جیسے آپ نے سمجھ رکھا ہے۔ وہ حیات برزخیہ کے قائل ہیں اور دنیوی سے مراد بالکل دنیا والی حیات نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قبر و برزخ کی حیات کا تعلق دنیا والے جسد کے ساتھ ہیں۔ جیسا کہ فقہاء احناف فرماتے ہیں۔ البتہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات تمام موتی سے افضل و برتر ہیں اور یہ بات آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

سوال (۲۹): آپ نے قبر کی جو تقسیم کر رکھی ہے کہ مدفن ارضی عرفی قبر ہے اور روح کا مقام شرعی قبر ہے۔ بتائیں کہ یہ تقسیم قرآن میں ہے یا حدیث میں؟ جہاں بھی یہ تقسیم بیان کی گئی ہو اس کا حوالہ دیں۔

سوال (۳۰): جہاں مسئلہ ہو کہ قبروں والے نہیں سنتے۔ وہاں تو آپ قبر سے مراد مدفن ارضی لے لیتے ہیں اور جب مسئلہ عذاب قبر یعنی حیات قبر کا ہو تو وہاں آپ روح کی قبر مراد لیتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے؟

سوال (۳۱): مدفن ارضی کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اور خیر القرون والوں نے اور تمام علماء اسلام نے قبر کہا ہے لیکن اس سب کے باوجود آپ حضرات اس کو عرفی قبر کہتے ہیں اور صرف روح کے مقام کو کسی نے قبر نہیں کہا۔ لیکن آپ اس کو شرعی اور حقیقی قبر کہتے ہیں کیا وجہ؟

سوال (۳۲): از روئے قرآن و حدیث متعین قبر یعنی مدفن ارضی کو چھوڑ کر آپ نے ایک دوسری قبر کیوں بنائی۔ بتائیں آپ کو کون سی مجبوری پیش آئی کہ قبر کے شرعی مفہوم کو بدل ڈالا۔

سوال (۳۳): قبر کے شرعی معنی کو چھوڑ کر ایک اور قبر تجویز کرنے کی وجہ دشمنان اسلام کا یہ اعتراض تو نہیں کہ جو مردہ اس ارضی قبر میں دفن نہیں ہوا تو اس کو عذاب قبر نہ ہوگا؟ مثلاً شیشے وغیرہ کی الماری میں رکھ دیا گیا یا پرندوں درندوں کے پیٹ میں چلا گیا وہ عذاب قبر سے بچ گیا۔ اگر قبر میں عذاب ہوتا تو نظر کیوں نہیں آتا۔ وغیرہ وغیرہ محترم! اگر آپ نے ان اعتراضات کی وجہ سے قبر کا مصداق بدل ڈالا تو پھر اس پر بس نہیں ہوگی۔ مخالفین کو تو حشر اجساد، پل صراط، دوزخ، بہشت، وزن اعمال اور معراج وغیرہ پر بھی اعتراض ہے۔ ان سب کو بدل ڈالو گے؟

سوال (۳۴): اگر آپ نے روح کے لئے دوسرا جسد اس لئے تجویز فرمایا کہ دنیا والے جسد پر دشمنان اسلام کا اعتراض ہے کہ ہندو تو اپنے مردوں کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں۔ مردوں کو تو قبر میں مٹی کھا جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ہڈیاں بھی مٹی ہو جاتی ہیں۔ جسم کو سمندر کی مچھلیاں کھا گئیں یا پرندے کھا گئے تو جب جسم ہی نہ رہا تو عذاب قبر کیسے ہوگا تو ان اعتراضات سے ڈر کر آپ نے دنیا والے جسد کا انکار کر کے دوسرا جسد بنا لیا تو سوال یہ ہے کہ مخالفین اسلام اس قسم کے اعتراض کر کے قیامت اور حشر اجساد کا بھی انکار کرتے ہیں تو کیا آپ ڈر کے مارے قیامت کا یا حشر اجساد کا انکار کر دیں گے۔

سوال (۳۵): آپ لوگوں پر مخالفین اسلام کے اعتراضات کا اتنا خوف کیوں طاری ہے کہ آپ کے عوام و خواص خود مخالفین والی ہی بولی بولنے لگ جاتے ہیں۔

سوال (۳۶): علماء اسلام، متکلمین اسلام، فقہاء کرام اور محدثین و مفسرین نے ان اعتراضات کے کافی وافی اور شافی جوابات دیئے۔ لیکن کیا وجہ آپ کو ان جوابات پر تسلی و تشفی نہیں ہوتی۔

سوال (۳۷): اگر دشمنان اسلام یہ اعتراض کریں کہ قرآن کہتا ہے کہ مردے قبروں سے اٹھیں گے۔

لہٰذا جس مردہ کو یہ قبر نصیب نہیں ہوئی وہ قیامت کے دن اٹھنے سے بچ جائے گا تو کیا آپ ان کے اعتراض کے ڈر کے مارے ایک تیسری قبر تجویز فرمالیں گے یا حشر اجساد کا انکار کر دیں گے یا معقول جواب دیں گے۔

سوال (۳۸): آپ کی کتاب کے نام میں آخر کلمہ یہ ہے ”عدم السماع لاهل المقابر“ سوال یہ ہے کہ یہاں کون سا مقبرہ مراد ہے، زمین والا یا آسمان والا؟

سوال (۳۹): موت کے بعد اگر کوئی مردہ خاک ورا کھ ہو بھی جائے تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت سے باہر نکل جاتا ہے یا جس حالت میں بھی ہے وہ تحت القدرت رہتا ہے؟

سوال (۴۰): عذاب قبر کے لئے یہ ہیئہ (انسانی ڈھانچہ) کا اصلی حالت پر باقی رہنا شرط ہے یا جس شکل میں بھی مستحیل ہو جائے بہر حال اس کے ذرات کے ساتھ اللہ تعالیٰ تعلق جوڑ کر عذاب قبر یا راحت قبر کا حکم فرماتے ہیں؟ فقہاء اسلام نے جو جواب لکھا ہے وہ تحریر فرمائیں؟

سوال (۴۱): اگر یہ نظریہ رکھا جائے کہ بعض مردوں کو یہ زمین والی قبر نصیب ہوتی ہے اور بعض کو نہیں تو سوال یہ ہے کہ ایسے نظریہ سے اس آیت کا انکار تو لازم نہ آئے گا۔ ”منها خلقنا کم وفيها نعيد کم ومنها نخرجکم تارة اخرى“

سوال (۴۲): یہ نظریہ ”فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون“ کے متصادم تو نہ ہوگا؟

سوال (۴۳): ہر مردے نے دیر یا سویر بہر حال مٹی میں تو ملنا ہی ہے تو یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے کہ بعض کو قبر نہیں ملتی؟

سوال (۴۴): دنیا والا جسد اگر نیکی وبرائی میں روح کا شریک کار رہا اس کو قبر و برزخ کی کارروائی میں شامل تفتیش کرنا صرف قدرت خداوندی ہوگی یا قانون وقدرت کا حسین امتزاج ہوگا؟

سوال (۴۵): اگر جسد عنصری محض آلہ ہے۔ اس نے نہ کوئی نیکی کی ہے نہ برائی بلکہ سب کچھ روح نے کیا ہے تو کیا قیامت کے دن اس کو اٹھانا پھر دوزخ یا بہشت میں بھیجنا فضول تو نہ ہوگا؟

سوال (۴۶): اگر جسد محض آلہ ہے تو اس کو قرآن مجید میں انسان کیوں کہا گیا ہے۔ ”لقد خلقنا الانسان فی احسن تقويم“ وغیرہ؟

سوال (۴۷): اگر جسد محض آلہ ہے تو اس کی تجہیز وتکفین، تدفین اور جنازہ کا کیا مطلب؟

سوال (۴۸): قبر پر سلام، قبر کی زیارت اور قبر پر پاؤں رکھنے کی ممانعت کا حکم کیوں ہے؟

سوال (۴۹): اگر علماء اہل السنۃ والجماعت مردہ انسان میں ”نوع من الحياة“ مان لیں تو آپ کی جماعت کے لوگ شور مچا کر آسمان پر اٹھا لیتے ہیں کہ دیکھو جی یہ تیسری حیات کہاں سے آگئی۔ یہ تو قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ دو زندگیاں ہیں وغیرہ وغیرہ اور آپ جب برزخ میں روح کے لئے ایک نیا جسد تجویز کرتے ہیں اور روح کا اس میں حلول ودخول سمجھتے ہیں۔ پھر بروز قیامت اس سے روح نکلے گی اور جسد عنصری کی طرف آئے گی۔ نتیجہ تین مستقل تین زندگیاں اور تین موتیں لازم آئے گی۔ لیکن کیا وجہ کہ ان تین مستقل زندگیوں پر قرآن خاموش ہو جاتا؟ جب کہ تین حیاتیں اور تین موتیں بن ہی گئیں ہیں؟ کیا آپ کو ”نوع من الحياة“ جو کہ حیات دنیا کا تکملہ یا حیات قیامت کا مقدمہ ہے گوارا نہیں اور مستقل تین حیات ہضم ہے؟

سوال (۵۰): جب بروز قیامت جسد مثالی سے روح نکال کر اس کو مردہ بنایا جائے گا تو اس مردہ مثالی کا کیا ۔ گا؟

سوال (۵۱): آپ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے ''البتہ اس دنیاوی یا عرفی قبر اور اس جسد عنصری کے ساتھ بھی عذاب وثواب کا ایک تعلق ہے۔ لیکن ہم اس تعلق کی حقیقت اور کیفیت کو نہیں جانتے ۔ (ایضاً ص ۲۷) آپ نے اس بہت ہی مختصر عبارت میں کیا فرمایا ہے؟ اگر قدرے تفصیل فرما دیتے ہیں تو کیا ہی خوب تھا۔ بہر حال جو کچھ بھی فرما دیا غنیمت ہے۔ الحمد للہ! بندہ عاجز آپ کے اس مختصر عبارت سے جو سمجھا ہے اس کی تفصیل آپ کی خدمت میں عرض کئے دیتا ہوں۔ اگر درست ہے تائید فرمائیں، اگر غلط ہے تو خود آپ اپنی بات کی تفصیل بیان فرمائیں۔

اس عبارت کا خلاصہ جو بندہ عاجز کے ذہن میں آیا ہے یہ ہے کہ عالم برزخ میں نئے جسد مثالی کے ہوتے ہوئے بھی روح کا اس عرفی قبر میں یعنی ارضی قبر میں پڑے ہوئے جسد عنصری سے ایک تعلق ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے جسد عنصری میں ایک قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے۔ اس ''نوع من الحیاۃ'' کی وجہ سے جسد عنصری عذاب وثواب کا ادراک واحساس کرتا ہے اور جزا وسزا کا مورد بنتا ہے۔ البتہ ہم اس تعلق کی حقیقت اور کیفیت کو نہیں جانتے صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ بہر حال اس زمین والی قبر میں جسد عنصری کو عذاب یا ثواب ضرور ہوتا ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ آپ کی عبارت کا یہ مطلب صحیح ہے یا غلط۔ وضاحت فرمائیں۔ اگر غلط ہے تو خود تفصیل بیان فرمائیں۔

سوال (۵۲): آپ نے یہ بات تو صاف لفظوں میں بیان فرمادی کہ عذاب وثواب کا تعلق عرفی یعنی ارضی قبر اور جسد عنصری کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ لیکن گزارش یہ ہے کہ ارضی قبر میں جسد عنصری کے عذاب وثواب کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ روح کا جسد عنصری سے تعلق ہو اور اسی تعلق کی وجہ سے جسد عنصری عذاب وثواب کو محسوس کرے۔ یہ ایک معقول صورت ہے اور اسی پر اہل السنۃ والجماعت علماء دیوبندؒ کا اجماع ہے اور یہی عقیدہ ان تمام اکابر علماء دیوبند کا ہے۔ جن کی عبارات آپ اپنی تائید میں پیش کی ہے۔ یہ سب حضرات روح کا جسد عنصری سے تعلق مانتے ہیں اور اس کو قبر کی کارروائی میں شریک سمجھتے ہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ روح کا جسد عنصری سے تعلق نہ مانا جائے۔ بلکہ ہر قسم کے علاقے اور تعلق کی نفی کر دی جائے اور عقیدہ یہ رکھا جائے کہ بغیر تعلق روح کے جسد کو عذاب وثواب دیا جاتا ہے۔ جس کو علماء اسلام سفسطہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک نامعقول صورت ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کے نزدیک جسد عنصری کے عذاب وثواب کی کون سی صورت صحیح ہے اور برحق ہے؟

اگر آپ بہ تعلق روح جسد عنصری کی جزاء وسزا کے قائل ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ لیکن ذرا اپنی جماعت کو یہ عقیدہ پڑھا اور سمجھا دیں کہ وہ اس تعلق کا انکار نہ کریں اور امیر صاحب کی مان لیں؟

سوال (۵۳): جب آپ کو اصل مسئلہ میں علماء دیوبند سے اتفاق ہے کہ اسی ارضی قبر میں بہ تعلق روح جسد عنصری کو ثواب وعذاب محسوس ہوتا ہے تو اس کے بعد آپ اسے حیات برزخیہ تعبیر کریں یا ساتھ ساتھ جسد مثالی کا قول کریں تو علماء دیوبند ان باتوں میں آپ سے ہرگز نہ الجھیں گے لیکن اگر علماء دیوبند اس کو حیات قبر یا شعور میت سے تعبیر کریں تو کیا آپ اس میں اختلاف پیدا کریں گے؟

سوال (۵۴): اس وضاحت اور اس اتفاق کے بعد یہ کہتے رہنا ہم حیات برزخیہ مانتے ہیں اور فلاں فلاں اکابر نے بھی کہا ہے کہ یہ حیات دنیوی نہیں بلکہ برزخیہ ہے اور ہمارے کرم فرما کہتے ہیں کہ یہ حیات برزخیہ نہیں ہے بلکہ دنیویہ ہے بتائے خواہ مخواہ ایسی باتیں کرتے رہنا کون سی خدمت اسلام ہے؟

سوال (۵۵): حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا ظفر احمد عثانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کی عبارات آپ نے اپنی تائید میں پیش کیں ہیں اور ان سب حضرات کا مسلک اور عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوک الایة'' کا حکم حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ زائرین مزار اقدس پر اب بھی درخواست کر سکتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے لئے استغفار فرمائیں۔ ہمارے حق میں دعاء فرمائیں۔ وغیرہ وغیرہ! اب سوال یہ ہے کہ آپ بھی ان اکابر کے اس مسلک پر قائم ہیں؟ کیا آپ کے نزدیک یہ درخواست کرنا صحیح ہے؟ اکابر کا مسلک درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔ (آب حیات ص ۴۰، اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۴۹۸، معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰، احسن الفتاوی ج ۴ ص ۵۵۱)

سوال (۵۶): حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی عبارات بھی آپ نے پیش کی ہیں اور ان کو بھی اپنا ہم مسلک بنانے کی کوشش فرمائی ہے۔ حالانکہ انہوں نے لکھا ہے کہ زائرین کو چاہئے کہ روضہ اقدس پر عرض سلام کے بعد طلب شفاعت کریں۔ جن لوگوں نے روضہ اقدس پر سلام پیش کرنے کا کہا ان کے سلام پیش کریں اور ان کے لئے طلب شفاعت بھی کریں۔ دیکھئے (زبدۃ المناسک ص ۶۴۹ ملحق تالیفات رشیدیہ)

اور طلب شفاعت کا مسئلہ فقہائے احناف خصوصاً علماء دیوبند کا متفقہ مسئلہ ہے جہاں بھی آداب زیارت قبر النبی ﷺ لکھے ہیں: وہاں یہ مسئلہ بھی لکھا ہے آپ بتائیں آپ بھی اکابر کے اس مسلک کو تسلیم کرتے ہیں یا نہ؟ جواب ہی سے مسلک اکابر کی پیروی کی قلعی کھل جائے گی۔

سوال (۵۷): یہ طلب شفاعت کا مسئلہ اور بلوغ سلام کا مسئلہ سماع النبی ﷺ عند القبر الشریف پر مبنی ہیں یا عدم السماع پر ذرا انصاف کی بات کریں؟

سوال (۵۸): ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے راولپنڈی میں فیصلہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق فرمایا تھا کہ: ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ سلام سنتے ہیں۔'' احقر محمد طیب وارد راولپنڈی ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء اس فیصلہ پر فریقین کے علماء نے دستخط کئے۔ دیکھئے (ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء (خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۴۴۴) ارشاد فرمایئے کہ اکابر کا یہ متفقہ فیصلہ ہے یا غلط؟

سوال (۵۹): حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا عند القبور اور عام موتی کے سماع کا مسئلہ آپ کے نزدیک یکساں حیثیت رکھتا ہے یا اس میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی کوئی خصوصیت ہے؟

سوال (۶۰): حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ نے جو اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس مسلک میں آپ منسلک ہیں؟ کیا آپ ان کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں؟

سوال (۶۱): آپ نے اپنی کتاب میں بہت سے اکابر کے حوالہ جات پیش فرمائے ہیں جن سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ محترم! اصل حقیقت تو تب معلوم ہوگی۔ جب ان عبارات اکابر کو خود اصل کتابوں میں دیکھا جائے گا اور خود ان اکابر کے عقیدہ کو سامنے رکھا جائے گا۔ ان عبارات کا مطلب کیا ہے خیر قطع نظر ان باتوں سے گزارش یہ ہے کہ آپ کی پیش کردہ عبارات اکابر میں تو عام موتی کے سماع کی نفی کی گئی ہے۔ کسی بزرگ کی کتاب کے حوالہ میں خاص کر نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے سماع عند القبر الشریف کی نفی صراحتاً نہیں کی گئی تو کیا آپ نے ان عام موتی میں نبی کریم ﷺ کے سماع کی نفی سمجھ لی ہے؟

سوال (۶۲): اگر آپ نے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو عام موتی میں شامل کر کے سب پر عدم سماع کا یکساں فیصلہ فرمایا ہے تو کیا یہ آپ کا سوئے فہم تو تصور نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ سب اکابر جن کے نام آپ نے اپنی کتاب میں پیش کئے ہیں۔ مثلاً صاحب روح المعانی، علامہ رازی، صاحب فتح القدیر، علامہ تفتازانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت گنگوہی، مفتی عزیز الرحمن، مفتی رشید احمد لدھیانوی، سید انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی ﷭۔ یہ سب حضرات نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے سماع السلام وغیرہ عند القبر الشریف کے قائل ہیں اور ان حضرات کی تصنیفات نایاب نہیں ہیں بلکہ عام متداول ہیں۔ ان اکابر نے نبی کریم ﷺ کے سماع کی تصریح فرمائی ہے۔ اہل علم جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے وہ اصل کتابیں ملاحظہ فرمالیں۔ اگر آپ مجھے حکم فرمائیں تو یہ سارا مواد اکٹھا کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔

اب سوال یہ ہے کہ جن کو آپ اپنا اکابر سمجھ رہے ہیں اور ان کی عبارات پیش کر کے یہ تاثر بھی دے رہے ہیں کہ میں ان اکابر کا ہم مسلک ہوں۔ لیکن بتاؤ ان کے اصل مسلک پر پردہ دے کر ان کی عام عبارات میں خواہ مخواہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو شامل کر کے توحید وسنت کی کون سی اشاعت کر رہے ہوں۔ اکابر کی عبارات کا ایسا مطلب لینا جو خود ان کے اپنے عقیدہ کے خلاف ہو اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ ہم اکابر کے مسلک پر ہیں۔ کیا یہ دھوکا اور خیانت نہیں تو کیا ہے؟

سوال (۶۳): اکابر تو واشگاف الفاظ میں نبی کریم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کی تصریح کرتے ہیں اور مشورہ دیتے ہیں کہ زائر آپ ﷺ سے طلب شفاعت کرے اور سلام دینے والے کے سلام آپ ﷺ تک پہنچائے اکابر تو فرماتے ہیں: ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم'' کا حکم اب بھی باقی ہے۔ لیکن آپ اکابر کی عبارات سے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سلام وغیرہ سنتے ہی نہیں تو کیا یہ اکابر پر الزام، اتہام اور بہتان نہ ہوگا؟

سوال (۶۴): اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک صحابی، تابعی، تبع تابعی، امام مجتہد، محدث، مفسر، صوفی الغرض کسی عالم دین نے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کی تصریح فرما کر اور عند القبر الشریف کی قید لگا کر آپ ﷺ کے سماع کا انکار کیا ہو۔ بتائیں نام لیجئے۔ جی بسم اللہ!

سوال (۶۵): اگر آپ اکابر علماء دیوبند اور فقہاء احناف کی طرح نبی کریم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کے قائل اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے فیصلے پر قائم ہیں تو اکابر کی طرح صاف لفظوں میں اپنے اس عقیدہ کو عیاں بیان کیجئے۔ تاکہ ہمیں یقین ہو کہ آپ مسلک الاکابر کے واقعی پیروکار ہیں۔ اگر اکابر کے مسلک کو تسلیم نہیں کرتے تو اکابر کے نام پر دھوکہ دینے کا کیا فائدہ۔

سوال (۶۶): آپ حضرت شبیر احمد عثمانیؒ کی تصنیف فتح الملہم کے حوالہ سے مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ان الضابطة انما هو عدم السماع لكن المستثنيات في الباب كثيرة'' (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۷۹) بے شک ضابطہ تو عدم سماع ہی ہے۔ لیکن اس باب میں مستثنیات بہت ہیں۔ (ایضاً ص ۳۳) ماشاء اللہ! آپ نے اکابر کے حوالے سے یہ بات تسلیم فرمائی کہ ضابطہ عدم سماع سے بہت چیزیں مستثنیٰ ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں وہ مستثنیٰ کون کون ہیں؟ آخر اکابر نے جن افراد کو عدم سماع کے ضابطہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے ان کی تفصیل تو بیان کی ہوگی؟

سوال (۶۷): آپ کی عبارت مندرجہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں ''فیض الباری میں انہیں مستثنیات میں سے بعض مواقع سے بحث کی گئی ہے۔'' (ایضاً ص ۳۴) معلوم ہوا کہ اکابر کا مسلک ہے کہ عدم سماع میں سے بہت سی مستثنیات ہیں اور ان مستثنیات کی اکابر نے تفصیل بھی بیان کی ہے اور ان مستثنیات پر ایمان بھی مسلک اکابر ہے لیکن آپ نے مسلک اکابر کی پیروی کا دعویٰ کرنے کے باوجود اکابر کی مستثنیات کو کیوں چھپا دیا۔ کیا یہ کتمان حق نہ ہوگا؟

سوال (۶۸): بتائیں کہ اکابرؒ کی طرح آپ کن کن کو عدم سماع کے ضابطہ سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں؟

سوال (۶۹): کیا آپ عدم سماع کے ضابطہ سے نبی کریم ﷺ کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں یا نہ؟

سوال (۷۰): اگر آپ نبی کریم ﷺ کو اس ضابطہ سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں اور آپ ﷺ کی سماعت عند القبر الشریف کے قائل ہیں تو اس عقیدہ کا اعلان و اظہار فرما دیجئے اور امارت کے چلے جانے کا خوف نہ کھایئے اور اگر آپ نبی کریم ﷺ کو مستثنیٰ نہیں سمجھتے تو پھر ظاہر ہے کہ آپ کسی کو بھی مستثنیٰ نہیں سمجھتے۔ اب بتائیں کہ اکابر تو فرمائیں کہ ''في الباب مستثنيات كثيرة'' اور آپ ایک مستثنیٰ بھی تسلیم نہ کریں تو کیا یہ اکابر کے مسلک کی پیروی ہوگی یا اس سے بیزاری ہوگی۔ جواب دیں؟

سوال (۷۱): آپ نے اپنی کتاب میں ''کشف مغالطات'' نامی کتاب کو بڑی ہوا دی۔ حتیٰ کہ اس کے آخری چار صفحات کا فوٹو سٹیٹ بھی کتاب کے آخر میں شامل کیا اور فرمایا کہ یہ کتاب ہندوستان میں عدم سماع موتی کے موضوع پر لکھی گئی تھی اور اس پر اکابر علماء دیوبندؒ کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں اور اس طریقہ سے آپ نے ثابت کر دکھایا کہ علماء دیوبندؒ کے نزدیک مردے نہیں سنتے۔ میرے محترم! ''کشف مغالطات'' نامی کتاب شاید ایک آدھ بار ہندوستان میں چھپی ہوگی۔ لیکن اب تو وہ کتاب ناپید ہے اگر وہ کتاب عام و متداول ہوتی تو دیکھ کر حقیقت حال معلوم کی جاتی۔ لیکن آپ کی پیش کردہ عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں عام موتی کے سماع کی نفی کی گئی ہے۔ چونکہ عام موتی کے سماع کا مسئلہ مختلف فیہ اور غیر اہم ہے۔ اس لئے ہمارے علماء اس میں بہت زیادہ نہیں الجھتے۔ الا بقدر ضرورت۔ لیکن اہم اور اجماعی مسئلہ تو نبی کریم ﷺ کے سماع کا ہے۔ لہٰذا آپ کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ کتاب مذکورہ آپ کے پاس موجود ہے۔ لہٰذا وہاں سے دیکھ کر ہمیں بتائیں کہ نبی کریم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کا اس کتاب میں اثبات ہے یا نفی؟ یا اس مسئلہ کو چھیڑا نہیں گیا۔ بہر حال جو صورت حال ہو آپ ہمیں مطلع فرمائیں؟

سوال (۷۲): اکابر تو حدیث: ''من صلى علىّ عند قبري۔ الحديث'' کی توثیق کرتے ہیں اور اس کے مطابق آپ ﷺ کے سماع کا عقیدہ رکھتے ہیں اور آپ اس حدیث کو موضوع کہہ کر اس عقیدہ سے انکار کر رہے ہیں۔ پھر بھی آپ کو اتباع اکابر کا دعویٰ ہے۔ کیا یہی اتباع ہے؟

سوال (۷۳): اگر اس کتاب میں آپ ﷺ کے سماع کا اثبات ہے تو آپ نے اس کو کیوں چھپایا ہے؟

سوال (۷۴): اگر اس کتاب میں آپ ﷺ کے سماع کو نہیں چھیڑا گیا بلکہ صرف عام موتی کے سماع کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے تو آپ نے نبی کریم ﷺ کی خصوصی شان کو نظر انداز کر کے آپ کی ذات کو عام موتی میں کیوں شامل کر دیا؟

سوال (۷۵): بقول شامیہ کتاب مذہب حنفی کی تائید میں لکھی گئی ہیں اور مذہب حنفیہ آپ نے خود لکھا ہے کہ ضابطہ تو عدم سماع ہے لیکن اس ضابطہ سے مستثنیات بہت ہیں۔ لہٰذا کشف مغالطات میں بھی مستثنیات کا ذکر ضرور ہوگا۔ لہٰذا بتائیں وہاں کن کن کو مستثنیٰ کیا گیا ہے؟

سوال (۷۶): کشف مغالطات تو ایک ناپید اور غیر متداول کتاب ہے اور ''المہند علی المفند'' یعنی عقائد دیوبند ایک عام متداول کتاب اور ہر جگہ دستیاب ہے۔ اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کی حیات القبر الشریف کو واضح لفظوں میں تسلیم کیا گیا ہے اور اس کتاب پر تمام اکابر علماء دیوبند کے تصدیقی دستخط موجود ہیں اور بعد والے بھی اس کتاب پر دستخط کرتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے ایک عام اور متداول کتاب کو نظر انداز کر کے ایک ایسی کتاب کا سہارا کیوں لیا جو کہ ناپید ہے۔ جب کہ المہند خود علماء دیوبند کی تصنیف ہے۔ آخر کیا وجہ ہے؟

سوال (۷۷): آپ نے ایک گمشدہ کتاب سے عقائد علماء دیوبند معلوم کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ خود علماء دیوبند کی اپنی خود نوشت کتابیں موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی آب حیات وغیرہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی زبدۃ المناسک اور فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ، حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کی فیض الباری وغیرہ، حضرت مولانا سہارنپوریؒ کی بذل المجہود اور المہند وغیرہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی فتح الملہم وغیرہ، حضرت مولانا مفتی شفیعؒ کی معارف القرآن وغیرہ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی فضائل درود وغیرہ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی سیرت المصطفیٰ وغیرہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نشر الطیب اور امداد الفتاویٰ وغیرہ، حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے خطبات اور راولپنڈی والا فیصلہ وغیرہ، حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کا رسالہ تعلیم القرآن وغیرہ۔ الغرض ہزاروں کتابیں موجود ہیں جن میں واشگاف الفاظ میں نبی کریم ﷺ کی حیات قبر بہ تعلق روح اور آپ کا سماع عند القبر الشریف تسلیم کیا گیا ہے۔ کیا وجہ کہ اصل کتاب بلکہ کتب کو چھوڑ کر گم شدہ کتاب پر اعتماد کیا؟

سوال (۷۸): آپ نے اپنی کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے: ''ہمارے کرم فرماؤں کا المہند پر عدم اعتماد اور اس میں تحریف اور اس عنوان کے تحت آپ نے لکھا ہے کہ المہند میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حیات دنیاوی حیات کی سی ہے اور ہمارے کرم فرما ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ کی حیات دنیاوی ہیں۔ یعنی المہند میں آپ کی حیات برزخیہ کو حیات دنیاوی سے تشبیہ دی گئی ہے اور ہمارے کرم فرما اسے حیات دنیاوی ہی مانتے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۳) میرے محترم! دیانت کی بات بتائیں آپ نے المہند سے عربی عبارات نقل فرمائی ہے یا اردو ترجمہ نقل کیا ہے؟ درحقیقت المہند تو عربی کی کتاب ہے عام طور پر اردو ترجمہ بھی ساتھ ہوتا ہے؟

سوال (۷۹): اگر آپ نے اردو ترجمہ نقل کیا ہے تو کتاب میں ترجمہ یوں لکھا ہے کہ: ''اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔'' ترجمہ نقل کرنے میں آپ سے یہ غلطی دیدہ دانستہ ہوئی ہے یا نادیدہ دانستہ؟

سوال (۸۰): اگر آپ نے المہند کی اصل عربی عبارت دیکھی ہے تو وہاں صراحۃً آپ ﷺ کی حیات قبر کو حیات دنیویہ کہا گیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جب اکابر نے صاف لفظوں میں اس کو حیات دنیویہ کہا ہے تو آپ کیوں خلاف واقعہ بات لکھتے ہیں کہ اکابر نے آپ ﷺ کی حیات برزخیہ کو دنیوی نہیں کہا ذرا عربی عبارات ملاحظہ فرمائیں: ''عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ ﷺ حیٌ فی قبرہ الشریف وحیاتہ ﷺ من غیر تکلیف'' (المہند ص ۳۸) باقی رہا اردو ترجمہ تو وہ اپنی جگہ پر صحیح ہے۔ کیونکہ وہ مرادی ترجمہ ہے یعنی حیات دنیویہ کا یہ مطلب نہیں کہ بالکل ہر لحاظ سے دنیا والی حیات ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ حیات برزخیہ دنیا کی سی ہے یعنی دنیا والا جسد عنصری حیات میں شامل ہے۔ اب بتائیں کہ اکابر تو حیات برزخیہ میں دنیا والے جسد عنصری کو شامل سمجھتے ہیں اور اس کو حیات دنیویہ لکھتے ہیں اور آپ اس کو حیات دنیویہ کہنے کے لئے بھی تیار نہیں اور دنیا والے جسد عنصری کو بھی شامل حیات نہیں سمجھتے بلکہ اس کو حیات سے محروم کرتے ہیں۔ لہٰذا بتائیں کہ المہند کی عبارات میں تحریف کس نے کی۔ آپ نے یا علماء دیوبند نے؟ اور بتائیں کہ اکابر کے مسلک کا پیروکار کون ہیں؟ وہ جو دنیا والے جسد کو شامل حیات کہتے ہیں یا وہ جو دنیا والے جسد کو حیات برزخیہ سے محروم کرتے ہیں۔ جنت سے بھی محروم اور جنت کی نعمتوں سے بھی محروم سمجھے۔ ذرا سوچ کر کے جواب دیں؟

سوال (۸۱): اکابر علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم نبی کریم ﷺ کی حیات قبر کو حیات برزخیہ بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ المہند میں لکھا ہے: ''قال تقی الدین السبکی حیات الانبیاء والشھداء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا ویشھد لہ صلوٰۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسداً حیاً الیٰ آخر ما قال فثبت بھذا ان حیوتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ'' (المہند ص ۳۸)

(ترجمہ) علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس کے معنی برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے تو خود اکابر کی زبانی معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ کی حیات قبر بایں معنی دنیوی ہے کہ دنیا والا جسد حیات میں شامل ہے اور بایں معنی برزخیہ بھی ہے کہ عالم برزخ میں ہے۔ کیا آپ اکابر کی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ دنیا والا جسد بھی شامل حیات ہے یا نہ؟ ''جسداحیاء کی تصریح'' ذہن نشین فرمالیں۔

سوال (۸۲): المہند کی مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ اکابر علماء دیوبند نبی کریم ﷺ کی حیات قبر کو برزخی کہتے ہیں اور دنیوی کا یہ مطلب بتاتے ہیں کہ دنیا والا جسد اطہر شامل حیات ہے۔ لہٰذا آپ کی یہ بات تو خلاف واقعہ ہو گی کہ ہم حیات برزخیہ مانتے ہیں اور ہمارے کرم فرما برزخی نہیں مانتے اور دنیا کی زندگی کی طرح مانتے ہیں۔ لہٰذا اب سوال یہ ہے کہ آپ کا علماء دیوبند سے کس بات میں نزاع واختلاف ہے؟ فریقین میں نقطہ اختلاف کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ جزاکم اللہ!

سوال (۸۳): اگر کہا جائے کہ علماء دیوبند آپ ﷺ کی حیات برزخیہ میں دنیا والے جسد اطہر کو شامل

کرتے ہیں اور آپ دنیا والے جسد اطہر کی حیات برزخیہ کا انکار کر کے کوئی اور جسد تجویز کرتے ہیں تو کیا یہ نقطہ اختلاف اور وجہ نزاع درست ہے یا غلط؟ تائید یا تردید فرمائیں۔

سوال (۸۴): آپ کا دعویٰ ہے کہ المہند کے مصنف اور مصدق سارے کے سارے ہمارے ہم خیال اور ہم مسلک تھے تو گزارش ہے کہ کیا آپ المہند پر دستخط فرما کر اس کے سب مندرجات کی تصدیق کریں گے۔ کیا جو عقائد اس کتاب میں لکھے ہوئے ہیں آپ کو تسلیم ہیں؟

سوال (۸۵): آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے مکاتیب کے حوالہ جات پیش کر کے ان کو اپنا ہم مسلک باور کرانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ حضرت شیخ الحدیثؒ کی فضائل درود کی تائید وتصدیق کریں گے؟ اگر آپ حضرت شیخ کی فضائل پر تصدیق دستخط کر دیتے ہیں تو مان لیا جائے گا کہ واقعی حضرت شیخ آپ کے ہم مسلک تھے۔ لیکن اگر آپ شیخ کی کتاب کی تصدیق نہیں کرتے تو بتائیں کہ وہ کیسے آپ کے ہم مسلک تھے۔ ذرا سوچ کر جواب دیں؟

سوال (۸۶): اگر آپ حضرت شیخ کی فضائل درود پر دستخط نہیں فرماتے تو ان کی مکاتیب کی ایک عبارت جو آپ نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے اس کی تصدیق کر دیں وہ عبارت درج ذیل ہے: ''البتہ اپنے اکابر کا عقیدہ جو ہمیشہ سے سننے کو چلے آئے ہیں اور اس میں کوئی تردد نہیں وہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنے جسد مبارک کے ساتھ قبروں میں زندہ ہیں: ''فان اللہ حرم علی الارض ان یاکل اجساد الانبیاء او کما قال ﷺ'' دوسری حدیث میں ''نبی اللہ حیی یرزق'' وغیرہ کثرت سے ہے۔ (ایضاً ص ۲۰)

حضرت شیخ نے صاف لفظوں میں حضرات انبیاء کرام کی حیات قبر کے بارے میں فرمایا کہ وہ جسد حقیقی یعنی دنیا والے جسد کے ساتھ ہے کیا آپ حضرت شیخ کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔ جس کو آپ نے خود اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے۔

سوال (۸۷): حضرت شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے منکرین حیات قبر کو عرصہ دراز سے درج ذیل چیلنج دے رکھا ہے: ''بلا خوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ تک اہلسنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آپ ﷺ اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر الشریف صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ کسی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی۔ کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر الشریف صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے: ''من ادعی خلافہ فعلیہ البیان ولا یمکنہ ان شاء اللہ الی یوم البعث والجزاء والمیزان'' (تسکین الصدور ص ۲۸۲) محترم! کسی ایک شخص کو نامزد کر کے چیلنج کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ دعویٰ تو کرتے ہو کہ امت کے تمام اکابر علماء اسلام ہمارے ہم مسلک ہیں اور نام ایک کا بھی نہیں لیتے۔ کیا وجہ کون سی مشکل بات ہے؟

سوال (۸۸): بعض فرقے دعویٰ کرتے ہیں کہ اجراء نبوت میں تمام اکابر علماء ہمارے ساتھ ہیں اور پھر ان کی کتابوں کی عبارات پیش کرتے ہیں اور بعض فرقے دعویٰ کرتے ہیں کہ انکار حدیث میں تمام اکابر علماء ہمارے ساتھ ہیں اور پھر ان کی کتابوں کی عبارات پیش کرتے ہیں اور بعض فرقے دعویٰ کرتے ہیں کہ ترک تقلید میں تمام اکابر علماء ہمارے ساتھ ہیں اور پھر ان کی کتابوں کی عبارات پیش کرتے ہیں اور بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ عدم تعلق اور عدم سماع میں تمام اکابر علماء ہمارے ساتھ ہیں۔ بتائیں کن کو سچا مانیں، کن کو جھوٹا؟

سوال (۸۹): جن آیات قرآنیہ سے آپ عدم اعادہ روح فی القبر پر استدلال کرتے ہیں۔ ان میں ہر قسم کے اعادہ کی نفی ہے خواہ کیسا ہو یا ایسے اعادہ کی نفی ہے کہ اس اعادہ سے آدمی عالم دنیا میں واپس آجائے اور ''والبعث بعد الموت'' قبل از وقت ہو جائے؟

سوال (۹۰): اگر ایسا اعادہ ہو کہ مردہ عالم قبر و برزخ میں رہتے ہوئے نکیرین کے سوال کو سمجھ کر جواب دے اور ایسا تعلق ہو کہ مردہ عذاب وثواب قبر کا احساس کرے۔ کیا ایسے اعادہ اور ایسے تعلق کی بھی قرآن میں نفی ہے؟

سوال (۹۱): پورے قرآن میں کوئی ایسی آیت ہے جس میں لکھا ہو کہ قبر کے پاس مردے کچھ بھی نہیں سنتے، مردے کی اور عند القبر کی اور نہ سننے کی تصریح ہو۔

سوال (۹۲): جن آیات قرآنیہ سے آپ عدم سماع پر استدلال کرتے ہیں کیا وہ تمہارے مدعا پر قطعی الدلالۃ ہیں یا نہ؟

سوال (۹۳): اگر وہ آیات تمہارے مدعا پر قطعی الدلالۃ ہیں تو قائلین سماع موتی پر کیا حکم لگائیں گے؟

سوال (۹۴): اگر وہ آیات قطعی الدلالۃ نہیں ہیں تو کیا قائلین سماع موتی کو قرآن کا منکر یا قرآن کا مخالف کہنا صحیح ہے یا نہ؟

سوال (۹۵): قرآن مجید میں جو ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''انک لا تسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور'' ان آیات میں قبروں میں مدفون مردے مراد ہیں یا وہ زندہ کافر مراد ہیں جن کے قلوب ضد وعناد کی وجہ سے مردہ ہو چکے تھے؟

سوال (۹۶): آپ ﷺ زندوں اور مردوں سب کے لئے داعی اور بشیر ونذیر بن کر تشریف لائے تھے یا صرف زندہ لوگوں کے لئے؟

سوال (۹۷): آپ ﷺ پوری زندگی کبھی بھی مدفون مردوں کو دعوت وتبلیغ کرنے کے لئے قبرستان تشریف لے گئے یا نہ؟ حالانکہ زیارت قبور اور دعا اہل قبور کے لئے جانا تو ثابت ہے۔

سوال (۹۸): عام موتی کا سماع اکابر علماء کے نزدیک اصولی ہے یا فروعی؟ اور آپ کیا فرماتے ہیں؟

سوال (۹۹): قرآن مجید کی آیات ''انک لا تسمع الموتی الایۃ'' اور ''انک لا تهدی من احببت الایۃ'' کی تفسیر وتشریح ایک جیسی ہیں یا کوئی فرق ہے؟ اگر فرق ہے تو واضح فرمائیں؟ کیونکہ اس کے آگے ''ولکن اللہ یھدی من یشاء'' بھی آیا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ''ان اللہ یسمع من یشاء'' بھی آیا۔

سوال (۱۰۰): آپ نے اپنی کتاب میں علامہ ابن ابی العز الحنفی (المتوفی ۷۹۲ھ) کی کتاب شرح عقیدۃ الطحاویۃ کے حوالے کے ایک اقتباس نقل فرمایا ہے کہ جس میں روح کا جسد عنصری سے پانچ قسم کا تعلق بتایا گیا ہے۔ چنانچہ اس عربی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں: ''رابع: برزخ میں بدن کے ساتھ روح کا تعلق، اگرچہ (موت) سے روح اس بدن کو چھوڑ دیتی ہے اور اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ لیکن بایں طور کہ ان میں کلی جدائی نہیں ہوتی کہ روح کا اس کی طرف التفات ہی نہ رہے۔ کیونکہ سلام کرنے والے کے سلام کے وقت اس کا رد اور دفن کرنے والوں کے لوٹتے ہوئے ان کے جوتوں کی آواز کا سننا وارد ہوا ہے۔ لیکن یہ ایک خاص طرح کا اعادہ ہے جس سے قیامت سے پہلے جسمانی زندگی لازم نہیں آتی۔ (ایضاً ص ۱۲)

اس ترجمہ کے آگے آپ نے بریکٹ میں لکھا ہے (اگرچہ اس اعادہ میں بھی سخت کلام ہے اور یہ مؤول ہے۔ لیکن یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں) ماشاءاللہ! احناف کا مؤقف تو خود آپ نے بیان فرما دیا کہ برزخ میں روح کا دنیا والے جسد کی طرف اعادہ ہوتا ہے۔ اس لئے مردہ سلام کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتا ہے اور دفن کرنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ بھی سنتا ہے۔ البتہ یہ اعادہ ایسا نہیں جیسا قیامت کو ہوگا۔ لیکن آپ نے جو اس مسلک حنفیہ کو رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس اعادہ میں سخت کلام ہے۔ وہ سخت کلام کس حنفی عالم نے کیا ہے؟ جن احناف نے سخت کلام کیا ہے ان کے نام بتائیں ان کی کلام سنائیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ اعادہ مؤول ہے بتائیں کس حنفی عالم نے اس کی کیا تاویل کی ہے؟ نام تاویل بتائیں۔ جو لوگ آپ کو دیوبندیت اور حنفیت سے خارج قرار دیتے ہیں کیا ان کے دعویٰ کے لئے ہی ایک دلیل کافی نہیں؟ کہ حنفیوں کی بات نقل کر کے اس کی تردید فرما رہے ہو۔ ویسے اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

سوال (۱۰۱): آپ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی الکوکب الدری سے ایک عربی عبارت نقل کی ہے اور اس کا ترجمہ بھی کیا ہوا ہے۔ چنانچہ لکھا ہوا ہے: ''وایضاً فلھم من الروایات ما ورد ان المیت یسمع خفق نعالھم اذ یحضر ان عندہ ملکان نکیر ومنکر والجواب ان ذالک کنایۃ عن سرعۃ اتیا بھما بعد الدفن لا حقیقۃ'' ترجمہ: ان کے دلائل میں یہ روایت بھی ہے کہ میت شرکاء تدفین کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے نکیر اور منکر آجاتے ہیں (حدیث قرع النعال) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرشتوں کے جلدی آجانے سے کنایہ ہے نہ کہ حقیقتاً سننا (ایضاً ص ۳۵) محترم! حضرت گنگوہیؒ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ دفن کے بعد فوراً حساب والے فرشتے میت کے پاس آجاتے ہیں اور میت سے سوال شروع کر دیتے اور حساب لیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ کو حضرت گنگوہیؒ کی اس بات سے اتفاق ہے؟ کیا واقعی مردہ مدفون کے پاس اسی قبر میں نکیرین آجاتے ہیں اور انہیں قبروں میں حساب وکتاب اور قبر کی کارروائی ہوتی ہے۔ اگر آپ ان قبروں میں حساب وکتاب تسلیم کرتے ہیں۔ تب تو آپ کو یہ جواب مفید ہے ورنہ یہ جواب تو آپ کے مذہب کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ شاید عدم سماع موتیٰ میں اتنے مدہوش ہوئے کہ: ''کنایۃ عن سرعتہ اتیانھما بعد الدفن'' والا جملہ آپ کی آنکھوں سے مستور ہو گیا۔ اب فرمایئے مذکورہ بالا جملہ میں آپ کو حضرت گنگوہیؒ سے اتفاق ہے یا نہ؟

سوال (۱۰۲): آپ نے اپنی کتاب کے سبب تالیف میں لکھا ہے کہ پنجاب کے ایک عالم قاضی مظہر حسین صاحب جو خیر سے اپنے آپ کو دیو بندی کہتے ہیں اور جنہیں کسی ستم ظریف نے بجا طور پر مظہر مباحث کہا تھا اپنے بیانات میں ہمیں عموماً یاد فرماتے ہیں چند ماہ سے ان کے رسالہ میں ہمارے متعلق کچھ نہ کچھ قلم کھسائی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور بڑے گرے ہوئے انداز کی تحریرات سامنے آرہی ہیں۔ (ایضاً ص ۹)

محترم! آپ اپنے رسالے کے شروع میں موجود سید ضیاء اللہ صاحب بخاری کی تصدیق میں ذرا غور فرمائیں۔ بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''بعض حضرات کی باسی کڑی میں پھر سے ابال آجانے سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ اور عدم سماع الموتی پر ایک مختصر مگر جامع تحریر مرتب کی جائے جو معاندین اور حاسدین کی بے جا فتویٰ بازی اور گھٹیا پروپیگنڈا پر مبنی طوفان بدتمیزی کا سنجیدہ اور مؤثر تدارک بن سکے۔ (ایضاً ص ٦)

اب سوال یہ ہے کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب قائد اہلسنت ؒ کا انداز تحریر آپ کے بخاری کے انداز تحریر سے بھی زیادہ گرا ہوا تھا جس کو آپ نے اپنے رسالہ میں شامل فرمادیا۔ ذرا انصاف کی بات کریں؟

سوال (۱۰۳): آپ حیات النبی ﷺ کے متعلق اپنا عقیدہ واضح فرمائیں اور صاف صاف لکھیں کہ آپ کس طرح حیات مانتے ہیں صرف روح کی حیات مانتے ہیں یا روح اور جسد دونوں کی اگر صرف روح کی حیات مانتے ہیں اور کسی قسم کے جسد کو شامل نہیں کرتے تو قرآن مجید کی ایک آیت یا پھر ایسی حدیث جو تمہارے عقیدہ کی بنیاد بن سکے۔ پیش فرمائیں؟

اگر آپ روح اور جسد دونوں کی حیات کے قائل ہیں تو بتائیں کہ آپ کون سے جسد کو شامل حیات سمجھتے ہیں دنیا والے جسد عنصری کو یا اس کے علاوہ کسی اور کو اگر دنیا والے جسد کو چھوڑ کر کسی اور جسم کو شامل حیات سمجھتے ہو تو بتاؤ۔ اس دوسرے جسم میں روح کا تعلق کیسے ہوتا ہے حلول ودخول کا یا اتصال کا یا کسی اور قسم کا اس دوسرے جسم کا قرآن میں کیا نام رکھا گیا ہے؟

جسد خاکی کی تخلیق کی تفصیل تو پوری کی پوری قرآن مجید میں بیان کی گی ہیں۔ ابتداء آفرینش سے انتہا تک کیا اس دوسرے جسد کی بھی اسی طرح تخلیق کی تفصیل قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے وہ دوسرا جسم کسی شکل وصورت میں ہوگا؟ قرآن مجید میں اس کی صورت بیان کی گئی ہے یا نہ؟ حقیقی جسم کے ہوتے ہوئے دوسرے جسم کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟ قیامت کے دن نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک سے جسد عنصری کے ساتھ اٹھیں گے یا کسی دوسرے جسم کے ساتھ۔ اگر آپ ﷺ جسد عنصری کے ساتھ اٹھیں گے تو لازماً آپ کی روح اقدس کو اس دوسرے جسد سے نکالا جائے گا کیا آپ ﷺ کو عالم برزخ میں بھی موت کا مزہ چکھایا جائے گا؟ پھر اس دوسرے جسم کا کیا ہوگا۔ روح اقدس کو نکالا گیا؟ اپنا عقیدہ تفصیل سے بیان فرمائیں اور اس عقیدہ کے مطابق نص قطعی پیش فرمائیں؟ صرف حیات برزخی لکھ دینے سے آپ کا عقیدہ واضح نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ کہہ دینا کہ ہم نبی کریم ﷺ کو جنت میں مانتے ہیں۔ آسمانوں میں مانتے ہیں رفیق اعلیٰ میں مانتے ہیں اور مقام محمود پر مانتے ہیں یا آپ ﷺ کی اعلیٰ ارفع زندگی مانتے ہیں۔ یہ سب مجمل باتیں ہیں۔ لہٰذا بات کو کھولیں اپنے عقیدہ کی وضاحت فرمائیں اور ساتھ ساتھ وہ آیات لکھیں جن سے آپ کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے؟

سوال (۱۰۴): بندہ عاجز کے سوالات کے جوابات بالتفصیل اور بالترتیب عنایت فرمائیں کسی کتاب کے حوالہ نہ فرمائیں۔ اجمال وابہام اور الزامی جوابات پر اکتفاء کرنا دفع وقتی تصور ہوگی۔ اگر آپ بندہ عاجز سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو بندہ حاضر ہے لیکن پہلے میرے سوالات کے جواب عنایت فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔ آمین! السائل: ابواحمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان ۸ رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ عاجز کا ایک مضمون ماہنامہ بینات بابت محرم الحرام ۱۴۲۵ھ میں شائع ہوا جس کا نام بینات والوں نے ''سلف صالحین کی راہ ہی صراط مستقیم ہے'' تجویز فرمایا۔ اس مضمون میں بندہ عاجز نے علماء اہل سنت والجماعت دیوبند کے عقائد ونظریات اور مسائل سے جداگانہ رائے رکھنے والے حضرات کے تفردات کی ایک فہرست بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ ہمارے اکابر علمائے دیوبند کے افکار ونظریات اور معمولات اہل سنت والجماعت والے ہیں اور برحق ہیں اور ان حضرات کی رائے سے اختلاف کرنے والے لوگ تفردات کا شکار ہیں اور ان تفردات میں نمبر ۲۰ کے اندر حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر وبرزخ اور عند القبر الشریف سماع صلوٰۃ اور سلام کا مسئلہ ہے اور نمبر ۲۱ میں عقیدہ عذاب قبر کا بیان ہے کہ اسی ارضی قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے اور روح وجسد عنصری کے تعلق کی وجہ سے قبر کی جزاوسزا بھی دونوں کو ملتی رہتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کو کوئی منصف مزاج جھٹلا نہیں سکتا کہ اکابر علمائے دیوبند ان دونوں نظریات کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان پر ان سب کا اجماع واتفاق ہے۔

جس پر علمائے دیوبند کی تصنیفات، تحریرات اور فتاویٰ جات شاہد عدل ہیں۔ جن میں واضح لکھا ہے کہ جو شخص ان عقائد کا منکر ہے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ مبتدع ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے ایسے شخص کا علمائے دیوبند سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ بندہ عاجز کا یہ مضمون جب بینات وغیرہ رسائل میں شائع ہوا تو اکابر علماء دیوبند کے بہت سے خدام نے پسند فرمایا حتیٰ کہ بعض جماعتی ساتھی صرف اور صرف اس مضمون کی وجہ سے دور دراز کا سفر طے کر کے جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ میں بندہ عاجز کی حوصلہ افزائی کے لئے تشریف لائے ''فجزاھم اللہ خیرا'' تو جہاں یہ مضمون اپنے ہم مشرب بھائیوں کے لئے تسکین قلب اور فرحت جان کا باعث بنا وہاں تفردات کے دلدادہ حضرات کے لئے ناراضگی کا سبب بھی ثابت ہوا۔

چنانچہ حضرو اٹک سے ایک صاحب محمد زبیر ولد رحمت دین صاحب نے ہمارے مخدوم مکرم جناب مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری مدیر ماہنامہ بینات کراچی کی طرف شکایت آمیز خط لکھا اور ناراض ہوئے کہ ایسا مضمون بغیر تحقیق کے بینات میں شائع کر کے ہمیں کیوں دلبراشتہ کیا گیا اور پھر بندہ عاجز کے مذکورہ مضمون پر چند شکوک وشبہات اور اعتراض بھی وارد کئے اور پھر اس خط کی ایک نقل بھی میرے پاس بذریعہ ڈاک بھیج دی تاکہ میں اس کا جواب لکھوں۔ چنانچہ بندہ عاجز نے محمد زبیر صاحب کے خط کا جواب لکھ کر اس کے تمام شبہات ووساوس کے ازالے کی کوشش کی ہے

تاکہ حق و باطل کا التباس نہ رہے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ محمد زبیر صاحب کا شکایت نامہ، دھوکہ، فریب، خیانت، کتمان حق، قطع و برید اور ''تاویل القول بمالا یرضی بہ القائل'' کا ایک مرقع ہے اور اس بات کا اندازہ آپ بندہ عاجز کے جوابات میں خود لگالیں گے۔ اب ایک ایک اعتراض کا جواب سنئے۔

سوال (۱): بندہ عاجز کے مضمون پر گرفت کرتے ہوئے محمد زبیر صاحب لکھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت والجماعت کا وجود دور صحابہؓ میں اور تابعین و تبع تابعین میں پایا جاتا تھا۔

الجواب باسم ملہم الصواب: یقیناً تمام صحابہ کرامؓ، تابعین و تبع تابعین، اہل سنت بلکہ اہل سنت کے امام و پیشواء تھے۔ اہل سنت کا اطلاق عہد اوّل سے جاری و ساری ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سے آیت کریمہ: ''یوم تبیض وجوہ'' کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جن کے چہرے قیامت کے دن روشن ہوں گے وہ اہل سنت والجماعت ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی یہی ارشاد فرمایا (الدر المنثور ج ۲ ص ۶۳) اور آپ ﷺ نے فرمایا: حسنؓ اور حسینؓ اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

(الکامل لابن اثیر ج ۴ ص ۶۲، تجلیات ج ۱ ص ۱۸، ۱۹)

(تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۱۶) پر بھی آیت مذکورہ کی یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور مسند الفردوس کے حوالہ سے بروایت حضرت ابن عمرؓ یہی تفسیر حضور اکرم ﷺ سے بھی مروی ہے۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۱۱) میں امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: ''لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنۃ قالوا سموا لنا رجالکم فینظر الی اھل السنۃ فیؤخذ حدیثھم وینظر الی اھل البدع فیؤخذ حدیثھم''

یعنی عہد اوّل میں حدیث کی سند کے بارے میں سوال نہ کیا جاتا تھا۔ لیکن جب فتنہ برپا ہوا اور کچھ لوگ اہل سنت کو چھوڑ کر اہل بدعت بن گئے تو پھر ایسے دور میں سوال کیا جاتا تھا کہ حدیث کے راویوں کے نام و حالات بتلاؤ۔ چنانچہ دیکھا جاتا تھا اگر راوی اہل سنت ہوتا تو اس کی روایت قبول کر لی جاتی اور اگر اہل بدعت سے ہوتا تو اس کی روایت قبول نہ کی جاتی۔ اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ عہد اوّل اور خیر القرون میں اہل سنت کا لفظ اہل حق یعنی صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اسی طرح حدیث صحیح ہیں جو ''ما انا علیہ و اصحابی'' وارد ہوا ہے۔ اس کی مراد بھی اہلسنت والجماعت ہی ہے۔

اس طرح مشکوٰۃ شریف ''باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ'' میں بکثرت روایات موجود ہیں جن میں اتباع سنت اور اتباع جماعت کی تاکید کی گئی ہے۔ اتباع سنت اور اتباع جماعت کرنے والوں کو اہلسنت والجماعت ہی کہا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ اہل سنۃ والجماعت حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے چلے آرہے ہیں۔ (لاشک فیہ)

سوال (۲): محمد زبیر صاحب بندہ عاجز کے بارے میں لکھتے ہیں: دوسری بات وہ یہ بھی ثابت کررہے ہیں کہ نجات انسان کے لئے ضروری ہے کہ عقائد و نظریات اہل سنت والجماعت والے ہوں۔

الجواب باسم ملہم الصواب: بندہ عاجز اپنے اسی موقف پر قائم ہے کہ نجات پانے والی جماعت اہل سنت والجماعت ہے۔ جیسا کہ "ما انا علیہ واصحابی" والی حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے کہ میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ "ثنتان وسبعون فی النار واحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ" (مشکوۃ ص ۳۰ بحوالہ احمد وابوداؤد) یعنی بہتر فرقے آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہ جماعت ہے یعنی اہل سنت والجماعت۔

سوال (۳): محمد زبیر صاحب لکھتے ہیں: انبیاء علیہم السلام کی زندگی بعد الممات قرآن میں منصوص شہداء کی زندگی کی طرح ہے۔ جس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے فرمائی۔ "ارواحھم فی طیر خضر الخ" یا کسی دوسری نوع کی ہے (خیال رہے رتبہ کی بات نہیں)

الجواب باسم ملہم الصواب: جن آیات بیّنات سے حضرات شہداء کرام اور عام موتی کی حیات بعد الوفات ثابت ہے انہیں آیات سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الوفات ثابت ہے اور ان آیات کی تعداد پچاس (۵۰) سے متجاوز ہے اور وہ تمام آیات بندہ کی کتاب (الحیات بعد الوفات یعنی قبر کی زندگی) میں یکجاء کردی گئیں ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں درجہ سے ہٹ کر بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کا تعلق ان کے اجسام عنصریہ سے قوی تر ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ صاحب لکھتے ہیں: ایک شخص نے حیات نبوی ﷺ میں مجھ سے گفتگو کی میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں ان کے حق میں ارشاد ہے: "بل احیاء عند ربھم" اور جو مقتول فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مقتول فی اللہ ہیں وہ کیوں کر زندہ نہ ہوں گے اور اسی نکتہ پر مدار مسئلہ کا نہیں۔ اس میں حدیث صریح موجود ہے اور تائید کے درجہ میں ہے۔ (مقالات حکمت ص ۶۰، الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۳۱۷)

اگر کوئی شخص حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر کے ثبوت میں مخصوص نص کا طالب ہے جیسا کہ شہداء کرام کے حق میں ہے تو اس کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ کا مطالبہ ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ قرآن مجید میں والدین کو اف کہنے سے تو منع کیا گیا لیکن ان کو تھپڑ وغیرہ مارنے کی ممانعت نہیں ہے۔ حالانکہ جب ان کے سامنے اف کرنا حرام ہے تو تھپڑ وغیرہ بطریق اولیٰ حرام ہے۔ اسی طرح جس نص سے حیات شہداء ثابت ہے اسی نص سے حیات انبیاء بطریق اولیٰ ثابت ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ حضور اکرم ﷺ بھی شہید ہیں دیکھئے۔ (مسند ابو یعلی ج ۹ ص ۱۳۲، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۸، ۴۳۴، ۴۷۶) کیونکہ آپ ﷺ کی وفات اس زہر کی وجہ سے ہوئی جو آپ ﷺ کو خیبر میں یہودیوں نے دی تھی۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۳۷، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۴، ۵، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۸ طبرانی) اور حیرت کا مقام ہے کہ جو لوگ عام آیات وفات پڑھ کر مثلاً "کل من علیھا فان" اور "کل نفس ذائقۃ الموت" وغیرہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی موت ثابت کرتے ہیں۔ وہی مطالبہ کرتے ہیں کہ عام آیات حیات قبر سے نہیں بلکہ مخصوص نص سے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الوفات ثابت کی جائے۔

حدیث طیور خضر کا مطلب

مسلم شریف کی جس حدیث میں وارد ہوا کہ شہداء کرام کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں میں ہیں اور جنت کی سیر و سیاحت میں مصروف ہیں۔ فرقہ مماتیہ عصر ہذا کے معتزلہ کو اس حدیث کے مطلب سمجھنے میں دو غلط فہمیاں لاحق ہوئی ہیں۔ پہلی غلط فہمی ان کو یہ لاحق ہوئی ہے کہ ان لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کرام سے صورت انسانی سلب کر لی ہے اور اب وہ پرندوں کی شکل میں ہیں۔ حالانکہ یہ تو تناسخ ہے اور اسلام میں تناسخ کا عقیدہ باطل ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ شہداء کرام اب پرندے ہیں درست نہیں ہے۔ کیونکہ شکل انسانی سب سے اچھی شکل وصورت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم''

پھر فرمایا: ''ولقد کرمنا بنی آدم'' تو معلوم ہوا کہ انسان کو پرندہ بنا دینا انسان کی فضیلت نہیں ہے بلکہ توہین ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ شہداء کرام کی عزت وتکریم بیان فرما رہے تو حدیث طیور خضر سے یہ سمجھنا کہ شہداء کرام خود پرندے بن چکے ہیں۔ ایک قسم کی غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سبز رنگ کے پرندے شہداء کرام کے لئے سواریاں اور ہوائی جہاز ہیں جن میں بیٹھ کر بشکل انسانی جنت کی سیر و سیاحت کرتے ہیں جیسا کہ دنیا میں اڑنے والا ہوائی جہاز مچھلی کی شکل کا ہے اور اس میں بیٹھنے والا مسافر مچھلی نہیں بن جاتا بلکہ مچھلی نما جہاز میں بیٹھنے والا مسافر بشکل انسانی ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح افغانستان میں عقاب نما ایک بہت بڑا اسمبلی حال تھا جس کو طالبان نے بوجہ تصویر ذی روح کے اڑا دیا تھا تو اس اسمبلی حال میں بیٹھنے والے لوگ عقاب نہیں بن جاتے تھے بلکہ انسانی شکل وصورت میں ہوتے تھے۔

اسی طرح شہداء کرام بھی سبز رنگ کے پرندوں کی شکل کی ہوائی جہازوں میں بشکل انسانی جنت کی سیر کرتے ہیں اور دوسری غلط فہمی ان حضرات کو یہ لاحق ہوئی ہے کہ ان حضرات نے شہداء کرام کی ارواح کا سبز پرندوں کے جسموں میں حلول ودخول سمجھ کر دنیا والے اجسام سے تعلق کی نفی کر دی حالانکہ موتٰی کے ارواح کا ان کے دنیا والے اجسام سے نامعلوم الکیفیت تعلق متفقہ عقیدہ ہے جس کا آج تک کسی نے انکار نہیں کیا۔

قبر میں ہوتے ہوئے جنت کی سیر وسیاحت کی صورت

قبر میں موجود ہوتے ہوئے جنت کی سیر وسیاحت کی صورت اقرب الی الاذہان کرنے کے لئے ہمارے اسلاف خواب کی مثال پیش فرماتے ہیں کہ جس طرح سونے والا شخص جب عالم خواب میں چلا جاتا ہے تو وہ اپنی چارپائی پر موجود ہوتے ہوئے بصورت انسانی مختلف مقامات کی سیر کرتا ہے۔ اسی طرح قبر میں موجود ہوتے ہوئے مردہ عالم برزخ کے مختلف مقامات کی سیر وسیاحت کرتا ہے اور جس طرح خواب والا عالم خواب کی سیر وسیاحت میں اپنے دنیا والے جسد کو اپنے ہمراہ محسوس کرتا ہے اسی طرح قبر میں سونے والا شخص عالم برزخ کی سیر وسیاحت میں اپنے دنیا والے جسد کو اپنے ہمراہ محسوس کرتا ہے اور یہ مثال علامہ ابن قیمؒ، علامہ ملا قاریؒ، علامہ سیوطیؒ، علامہ شاہ ولی اللہؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اپنی اپنی کتب میں پیش کی ہے اور یہ مثال بھی قرآن وحدیث

سے مستفاد ہے۔ قرآن مجید میں قبر کو مرقد یعنی خوابگاہ بلانکیر فرمایا گیا ہے اور ادھر حدیث بخاری میں: ''نم صالحاً'' اور حدیث ترمذی میں: ''نم کنومۃ العروس'' وارد ہوا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ عالم قبر و برزخ کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے عالم خواب میں غور کرنے سے تمام شکوک وشبہات اور مشکلات خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔

حدیث طیور خضر قرآن مجید کی شرح کرتی ہے

قرآن مجید میں جو حیات شہداء بیان کی گئی ہے حدیث طیور خضر اس کی شرح کرتی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مقتول فی سبیل اللہ زندہ ہے اس کو مردہ مت کہو تو ممکن تھا کہ کسی شخص کو یہ غلط فہمی لاحق ہو کہ مقتول فی سبیل اللہ بظاہر جسد انسانی ہے۔ کیونکہ قتل کا فعل اس پر وارد ہوا۔ اگرچہ در حقیقت روح اور جسد کا مجموعہ مقتول فی سبیل اللہ ہے۔ بہر حال بظاہر قتل جسد پر وارد ہوا۔ کیونکہ تیر وتلوار وغیرہ کا مورد یہی بنتا ہے۔ لہٰذا یہ ممکن تھا کہ کوئی شخص صرف جسد کو زندہ سمجھے اور روح کی زندگی کا انکار کر بیٹھے تو آپ ﷺ نے قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تصویر کے دوسرے رخ کو بھی اجاگر کر دیا کہ جس طرح شہید کا جسد زندہ ہے اسی طرح اس کی روح بھی زندہ ہے۔ یعنی روح اور جسد کا مجموعہ زندہ ہے جس کی صورت اوپر مذکور ہو چکی ہے کہ وہ حضرات قبر میں موجود ہوتے ہوئے بصورت انسانی سبز رنگ کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر جنت کی سیر وسیاحت کرتے ہیں۔ البتہ شہیدوں کے اجسام کی حیات قرآن مجید کی آیت میں زیادہ نمایاں ہے اور ان کے ارواح کی حیات کو حدیث میں نمایاں کیا گیا۔

توضیح کے لئے ایک مثال

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور اکرم ﷺ کے ازواج مطہرات کو صاف لفظوں میں ''اھل البیت'' فرمایا ہے لیکن حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور ان کے والدین پر چادر ڈال کر فرمایا: ''اللھم ھؤلاء اھل بیتی'' تو رافضیوں نے اس حدیث کو لے کر ازواج مطہرات کے اہل بیت ہونے کا انکار کر دیا۔ حالانکہ خود قرآن مجید نے ان کو اہل بیت قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک سے دوسرے کی نفی کر دینا کوتاہ فہمی اور کم عقلی ہے۔ ازواج مطہرات کا اہل بیت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے اور حسنین کریمینؓ اور ان کے والدین کا اہل بیت ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ مسئلہ کے دو پہلو تھے۔ ایک پہلو قرآن سے ثابت ہے اور دوسرا پہلو حدیث سے ثابت ہے۔

اہلسنت والجماعت ان دونوں پہلوؤں پر ایمان رکھتے ہوئے ازواج مطہرات اور حسنین کریمینؓ بمع والدین کو اہل بیت سمجھتے ہیں لیکن رافضی حدیث والے ایک پہلو کو لے کر قرآن والے دوسرے پہلو کا انکار کر کے ازواج مطہرات کو اہل بیت نہیں سمجھتے۔ اسی طرح فرقہ مماتیہ معتزلہ حدیث طیور خضر میں بیان کردہ پہلو کو لے کر جس میں روح کی حیات کا ذکر قرآن مجید میں بیان کردہ حیات جسمانی کے دوسرے پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ روافض کا طریقہ ہے اور اہلسنت والجماعت مسئلہ کے دونوں پہلوؤں، حیات جسمانی اور حیات روحانی دونوں پر ایمان واعتقاد رکھتے ہیں۔ کیونکہ شہداء کرام کی حیات کے ایک پہلو کو قرآن مجید میں اور دوسرے پہلو کو حدیث میں نمایاں کیا گیا اور یہ دونوں اپنے اپنے مقام پر حق وصحیح ہیں۔ کسی ایک کے انکار کی ضرورت نہیں ہے تو قرآن مجید کی

آیت اور حدیث طیور خضر سے معلوم ہوگیا شہداء کرام کی ارواح اور اجساد دونوں کو حیات بہ تعلق حاصل ہے۔ جس کی کنہ وکیفیت اللہ ہی جانتے ہیں۔ چنانچہ یہ آیت اور یہ حدیث بھی اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کی دلیل ہیں۔

اگر حدیث طیور خضر کا یہ مطلب تسلیم نہ کیا جائے بلکہ اس سے دنیا والے جسد سے قطع تعلق کیا جائے تو یہ حدیث آیت قرآنی کی تفسیر وتشریح نہ رہے گی بلکہ اس سے آیت قرآنی کے مطلب کی نفی لازم آئے گی، کیونکہ قرآن جسد کی حیات کو ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ مقتول فی سبیل اللہ ہے اور یہ حدیث بایں معنی اس کا انکار کرے گی۔

لہٰذا حدیث کا ایسا مطلب لینا جو آیات قرآنیہ کے متصادم ہو درست نہیں ہے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کرام کی حیات سے زیادہ قوی ہے

حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ لکھتے ہیں: ''اور یہی حیات ہے جس میں حضرت انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم سے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر شہداء پھر اور معمولی مردے۔'' بیان القرآن تحت آیت ''ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ''

سوال (۴): روح کا اعادہ ارضی قبر میں اور تعلق روح بجسدہ میں کوئی فرق ہے یا ایک ہی معنی ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اعادہ روح اور تعلق روح قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔ اعادہ روح تو صحاح ستہ کی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے ''تعاد روحہ فی جسدہ'' بکثرت روایتوں میں وارد ہوا ہے۔ باقی رہا تعلق کا لفظ تو کتاب وسنت کے جن دلائل سے عذاب وراحت قبر یعنی حیات قبر ثابت ہے انہیں دلائل سے روح اور جسد کا تعلق بھی ثابت ہے۔ کیونکہ عذاب وراحت قبر حیات کو مستلزم ہے اور حیات انسانی کے لئے روح اور جسد کا تعلق لازمی ہے۔ کیونکہ تعلق کے بغیر حیات انسانی کا تحقق ہونا عادتاً ناممکن ہے تو عذاب وراحت قبر کے جتنے دلائل ہیں وہی سب کے سب تعلق کے دلائل ہیں نہ تو تعلق کے لئے علیحدہ دلائل کی ضرورت ہے اور نہ ہی تعلق کے لفظ کی تصریح کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جب قرآن وحدیث سے بالتصریح اور بالوضاحت یہ عقیدہ ثابت ہے کہ دنیا والا جسد خواہ جس حالت میں بھی مستحیل ہوجائے روح کے ساتھ قبر کی جزاوسزا میں شریک ہوتا ہے۔

مثلاً ''المیت یعذب فی قبرہ'' بخاری ''صلی اللّٰہ علیک وعلی جسدک کنت تعمرینہ'' (مسلم) ''اذا وضعت الجنازۃ فاحتملھا الانسان علی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی الحدیث'' وغیرہ سینکڑوں احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ دنیا والا جسد قبر کی کارروائی میں شریک ہوتا ہے جس کی معقول صورت یہی ہے کہ روح اور جسد کا عالم برزخ میں ایک خاص قسم کا تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ البتہ یہ اعادہ روح، تعلق روح اور قبر وبرزخ کی ساری کارروائی غیب کی چیزیں ہیں۔ جن پر ایمان بالغیب لازمی ہے یہ اعادہ روح تعلق روح نامعلوم الکیفیت ہیں۔ ان کی کنہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تمام علمائے اسلام نے یہی لکھا ہے کہ تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور ''ولکن لاتشعرون'' کا بھی یہی مطلب ہے۔ لہٰذا اس

بارے میں جتنا کچھ قرآن وحدیث میں بتایا گیا ہے اس کو ماننا چاہئے اور جو کچھ نہیں بتایا گیا۔ ہمارے لئے اس میں پڑنا مناسب نہیں۔ تعلق کو تسلیم کرنے کے بعد مزید تفصیلات میں جانے سے ہمارے اکابر نے ہمیں منع فرمایا ہے۔

جیسا کہ خود محمد زبیر صاحب نے قاری محمد طیبؒ صاحب، مولانا عبدالرحمن کامل پوریؒ صاحب، مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ، مفتی نظام الدین شامزئی صاحبؒ وغیرہ حضرات سے باحوالہ نقل کیا ہے۔ ان سب حضرات کا مطلب یہی ہے کہ حیات قبر تعلق روح ماننے کے بعد آگے والی تفصیلات میں نہ جانا چاہئے کیونکہ بعد والی تفصیلات پر مدارنجات نہیں ہے اور نہ ہی وہ اصولی باتیں ہیں۔ جی ہاں! محمد زبیر صاحب نے مذکورہ بالا عبارات کا غلط مطلب سمجھا ہے اور دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ نفس حیات پر مدارنجات نہیں ہے۔ یہ ان کے سوءِ فہم کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ تمام علمائے اسلام حیات قبر تعلق روح کے قائل ہیں۔ البتہ ہم جیسے لوگوں کو بعد والی تفصیلات میں پڑنے سے منع کرتے ہیں۔ کیونکہ ایمان اتنا کافی ہے اور تفصیلات میں نہ جانا ہی زیادہ مفید ہے تو ثابت ہوا کہ اعادہ اور تعلق روح پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان کی کنہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ ہمیں ان کے اندر مزید کھود کرید نہیں کرنی چاہئے۔ جب میت سے قبر کا سوال ہوتا ہے وہاں اعادہ روح کا لفظ استعمال ہوا ہے اور جزا وسزا کے لئے تعلق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ان دونوں کے بارے میں مزید معلومات کے ہم مکلف نہیں ہیں۔ جیسا کہ تقدیر پر ایمان ضروری ہے۔ لیکن اس میں بحث وتمحیص ممنوع ہے۔ البتہ اکابر علماء سلف کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقت سوال نکیرین میت میں جو اعادہ روح ہوتا ہے۔ اس میں نسبتاً حیات زیادہ قوی ہوتی ہے اور قرآن وحدیث کا انداز بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

<u>سوال (۵)</u>: محمد زبیر صاحب سوال کرتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق قرآنی واقعہ کہ جسم مبارک لاٹھی کے سہارے کھڑا رہا۔ پھر لاٹھی کو دیمک نے کھایا گر گیا۔ کیا اس میں اعادہ روح یا تعلق روح تھا؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: جی ہاں! حضرت سلیمان علیہ السلام کو بعد از وفات وہ مخصوص حیات حاصل تھی جو دیگر انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوئی تھی۔ لیکن حیات بعد الوفات یعنی قبر کی زندگی غیب کی چیز ہے۔ جس کے اثرات عام لوگوں کی نظروں سے مستور رہتے ہیں۔ حیات بعد الوفات پر اس لئے ہمارا ایمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں اس کی خبر دی ہے۔ مثلاً ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' مسند ابو یعلی وغیرہ بہت سی احادیث میں اس حیات کی اطلاع دی گئی ہے۔ چونکہ یہ حیات پس پردہ ہے۔ اسی لئے اس کو حیات برزخی بھی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ہم اس حیات اور اس کے اثرات کو اپنی ان آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ ''الا بخرق العادۃ''

سائل کے سوال کا منشاء دراصل ایک غلط فہمی ہے کہ اس نے عالم قبر وبرزخ کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر قیاس کر لیا اور پھر اس کو بعید از عقل سمجھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں اعادہ روح اور زندگی تھی تو وہ کیسے گر گئے۔ حالانکہ اگر سائل عالم خواب میں غور کر لیتا تو اس کو یہ شبہ لاحق نہ ہوتا۔ عالم خواب میں جانے والے شخص کی جسم کی پوری مشینری بظاہر معطل پڑی ہوتی ہے۔ آنکھیں، کان، زبان اور ہاتھ و پاؤں وغیرہ سب ساکن اور معطل ہوتے ہیں لیکن وہ خواب دیکھنے والا۔ اس عالم میں دیکھتا، سنتا، دوڑتا، پکڑتا اور بولتا ہے۔ دیکھنے والا اس کے کسی عمل کو نہیں دیکھ رہے ہے لیکن وہ سب کچھ کر رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام عالم قبر وبرزخ میں زندہ تھے لیکن ہم اس عالم کے

حالات کو نہیں دیکھ سکتے۔ لہٰذا بنیادی غلطی یہی ہے کہ ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم پر قیاس کر لیا۔ جس کی وجہ سے بہت شبہات و وساوس پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں: مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا۔ پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول اکرم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے جس میں مسلمان کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے وہ عامیانہ شبہات کہ دنیا میں دیکھنے والوں کو یہ ثواب و عذاب نظر نہیں آتے۔ سو اس کے تفصیلی جوابات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا۔ اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ جنات اور فرشتے بھی کسی کو نظر نہیں آتے مگر موجود ہیں۔ ہوا نظر نہیں آتی مگر موجود ہے۔ جس کائناتی فضا کا اس زمانہ میں راکٹوں کے ذریعے مشاہدہ ہو رہا ہے وہ اب سے پہلے کسی کو نظر نہ آتی تھی مگر موجود تھی۔ خواب دیکھنے والا خواب میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو کر سخت عذاب میں بے چین ہوتا ہے، مگر پاس بیٹھنے والوں کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔

اصول کی بات یہ ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ جب خالق کائنات نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد اس عذاب و ثواب کی خبر دے دی تو اس پر ایمان و اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۶)

معلوم ہوا کہ جناب محمد زبیر صاحب کے شبہ کی بنیاد یہی بنیادی و اصولی غلطی ہے کہ اس نے ایک عالم کے دوسرے عالم کے حالات پر قیاس کر لیا ہے: سخن شناس نہ ای دلبر خطا ایں جاست! لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیات برزخی بتعلق روح بھی حق و سچ ہے اور دنیا والوں کی نظر میں ان کا خر ور، بھی ایک حقیقت ہے چونکہ یہ دو مختلف عالموں کی بات ہے۔ لہٰذا اس میں تعارض بھی نہیں ہے۔

<u>سوال (۶)</u>: محمد زبیر صاحب لکھتا ہے: ناجی جماعت اہل سنت ہے بدلیل ''ما انا علیه واصحابی الحدیث'' کیا ان دونوں شقوں میں کہیں تعلق والا مسئلہ موجود ہے تو برائے کرام بحوالہ کتب مہربانی فرماویں۔ یا قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر سے وضاحت فرماویں۔

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: سائل کا مقصد ہے کہ روح اور جسد کا تعلق حدیث رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت کیا جائے یا کم از کم خیر القرون سے تعلق ثابت کیا جائے گزارش ہے کہ الحمد للہ روح اور جسد کے تعلق کا عقیدہ حدیث شریف، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون سے ثابت ہے۔ جن صحیح حدیثوں سے قبر میں بوقت سوال نکیرین اعادہ روح الی جسدہ کا ذکر ہے وہ سب حدیثیں تعلق روح کے دلائل ہیں اور جن درجنوں حدیثوں سے روح اور جسد دونوں کے معذب اور منعم ہونے کا ذکر ہے۔ وہ سب حدیثیں روح اور جسد کے مابین تعلق کی دلیل ہیں۔ کیونکہ دونوں کے معذب اور منعم ہونے کی معقول اور صحیح صورت یہی ہے کہ ان کے مابین تعلق ہو اسی طرح جن سینکڑوں حدیثوں سے عذاب قبر ثابت ہے وہ سب تعلق کی دلیل ہیں۔ کیونکہ عذاب قبر حیات قبر کو لازم ہے اور

حیات انسانی کے لئے روح اور جسد کا تعلق ضروری ہے۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ تعلق کے قائل تھے۔ کیونکہ اعادہ روح، عذاب قبر اور روح اور جسد دونوں کے معذب ومنعم ہونے کی حدیثیں روایت کرنے والے یہی صحابہ کرامؓ ہیں۔ دیکھئے حضرت عمرو ابن عمرؓ سماع موتی کے قائل ہیں: (بخاری ج۱ ص ۱۸۳، ج۲ ص ۵۶۶) حضرت انس بن مالکؓ بھی سماع موتی کے قائل ہیں۔ (بخاری ج۱ ص ۱۸۳) حضرت ابوسعید خدریؓ کلام میت کے قائل ہیں۔ (بخاری ج۱ ص ۱۸۴، ۱۷۶) حضرت عمر ابن عمرؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ عذاب میت کے قائل ہیں۔ (بخاری ج۱ ص ۱۷۱، ۱۷۲) حضرت براء ابن عازبؓ اعادہ روح کے قائل ہیں۔ (ابوداؤد ج۲ ص ۶،۳) حضرت عمرو بن عاصؓ انس میت کے قائل ہیں۔ (مسلم ج۱ ص ۷۶) حضرت انس بن مالکؓ ''صلوٰۃ الانبیاء فی قبورھم'' کے قائل ہیں۔ (مسلم ج۲ ص ۲۶۸، مسند ابویعلی ج۶ ص ۱۴۸)

قارئین کرام! جو صحابہ کرام ان نظریات کے قائل ہیں وہ یقیناً تعلق کے قائل ہیں۔ کیونکہ عذاب میت، سماع میت، انس میت، علم وفہم میت روح کے تعلق سے ہی متحقق ہوسکتا ہے تو معلوم ہوا کہ تعلق۔ حدیث اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔

عہد اوّل میں لفظ تعلق کے ذکر اذکار نہ ہونے کی وجہ

قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ کرامؓ سے تعلق ثابت ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر عہد اوّل میں لفظ تعلق کا عام چرچا اور ذکر واذکار کیوں نہیں ہوا تو جواباً عرض ہے کہ صحابہ کرامؓ میں انقیاد وتسلیم کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اسی لئے قسم وقسم کے شبہات ان کے دلوں میں پیدا نہ ہوتے تھے اور وہ لوگ بہت کم آپ کی خدمت میں اشکال پیش کرتے تھے۔ ان حضرات میں چون وچرا اور کیوں اور کیسے کا رواج نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قبر میں میت کو عذاب ہوتا ہے انہوں نے تسلیم کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میت دفنانے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتی ہے، انہوں نے مان لیا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا میت چارپائی پر کلام کرتی ہے، انہوں نے آمنا کہا۔

الغرض صحابہ کرامؓ ماننے والے تھے اعتراض وانکار کرنے والے نہ تھے انہوں نے آپ ﷺ سے یہ نہیں پوچھا کہ یہ کیسے اور کیوں۔ لیکن بعد کے ادوار میں جب لوگوں نے قرآن وحدیث کے نظریات میں شکوک وشبہات پیدا کئے اور اعتراض کیا کہ میت میں روح نہیں ہے عذاب کیسے؟ وغیرہ وغیرہ تو اس دور کے علمائے اسلام نے عقیدہ عذاب قبر کی یہ تشریح کی کہ روح اور جسد کا تعلق ہوتا ہے جس کی کنہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے میت کو عذاب وراحت دیا جاتا ہے اور علماء اسلام کی یہ تشریح قرآن وحدیث اور اقوال صحابہؓ کے عین مطابق بلکہ انہیں سے مستفاد تھی۔ البتہ اس کا ظہور شکوک وشبہات کے دور میں ہوا۔ کیونکہ ضرورت اسی وقت در پیش آئی۔ اگر خدانخواستہ علماء اسلام کی یہ تعلق والی تشریح قرآن وحدیث اور اقوال صحابہؓ کے خلاف ہوتی تو اسی دور کے علماء اس پر نکیر کرتے لیکن یقین جانئے کہ آج تک مسئلہ تعلق پر کسی نے نکیر نہیں فرمائی بلکہ اس کو تسلیم کیا۔ معلوم ہوا ہے یہ تعلق قرآن وحدیث اور اقوال صحابہؓ سے ثابت ہے، خلاف نہیں ہے۔

مسئلہ تعلق کی ایک نظیر

تمام علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسد عنصری سمیت زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے۔ قیامت سے پہلے ان کا نزول الی الارض ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں علماء اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی کے قائل ہیں۔ اسی طرح تمام علماء اسلام حضور اکرم ﷺ کے معراج جسمانی کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ نے روح اور جسد عنصری سمیت آسمانوں کی سیر کی لیکن قادیانی مرزائی ان دونوں عقیدوں کے منکر ہیں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی کے قائل ہیں اور نہ حضور اکرم ﷺ کی معراج جسمانی کے قائل ہیں اور پھر یہ مرزائی قادیانی علماء اسلام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں جسمانی اور معراج جسمانی کا لفظ دکھاؤ اور علماء اسلام فرماتے ہیں کہ جن دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہے انہیں دلائل سے ان کی حیات جسمانی ثابت ہے اور جن دلائل سے حضور اکرم ﷺ کا معراج ثابت ہے انہیں دلائل سے آپ کا معراج جسمانی ثابت ہے۔

الغرض ایک ہی دلائل ہیں جن سے معراج بھی ثابت ہے اور جسمانی بھی ثابت ہے۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام بھی ثابت ہے اور جسمانی بھی ثابت ہے اور حیات قبر بھی ثابت ہے اور حیات جسمانی بھی ثابت ہے۔ البتہ ان الفاظ کا چرچا اور ذکر واذکار شکوک وشبہات کے دور میں ہوا۔ ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت خیر القرون کے سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی اور آپ ﷺ کے معراج جسمانی اور حیات قبر جسمانی کے قائل تھے۔ خیر القرون کا شخص ان امور کا منکر نہ تھا۔ لہٰذا یہ مطالبہ کرنا کہ جسمانی یا تعلق کا لفظ علیحدہ دلائل سے ثابت کیا جائے۔ ایک فضول اور بیہودہ بات ہے اور مزید یہ کہ علماء اسلام کی کتابیں، تعلق روح، اعادہ روح اور حیات جسمانی کے ذکر واذکار سے بھرپور ہیں اور یہ عقیدہ علماء اسلام نے قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا ہے۔ حوالہ جات کے لئے (الحیات بعد الوفات یعنی قبر کی زندگی) کا مطالعہ فرمائیں۔

<u>سوال (۷)</u>: محمد زبیر صاحب لکھتے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کے اصول اثبات عقائد کے لئے جو ہیں۔ ان میں سے کسی اصل کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اگر کوئی انسان ارضی قبر میں اعادہ روح کا قائل نہ ہو۔

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: جی ہاں جو شخص اس ارضی قبر میں اعادہ روح اور تعلق روح کا قائل ہے اور دنیا والے جسد کو عذاب قبر میں شریک وسہیم نہیں سمجھتا۔ ایسے فاسد عقیدہ سے اصول اربعہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس صحیح کی مخالفت لازم آتی ہے۔ کیونکہ اس ارضی قبر کی جزاوسزا ساٹھ کے قریب آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور انہیں دلائل سے یہ بھی ثابت ہے کہ دنیا والا جسد بھی قبر کی کارروائی میں شریک ہوتا ہے۔ جس کی معقول اور صحیح صورت یہی ہے کہ روح اور دنیا والے جسد کے مابین ایک خاص قسم کا تعلق ہوتا ہے جس کی کنہ اور حقیقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور جو شخص تعلق اور اعادہ کا انکار کرتا ہے۔ دراصل وہ دنیا والے جسد کی جزاوسزا کا انکار کرتا ہے اور دنیا والے جسد کی جزاوسزا کا انکار۔ قرآن وحدیث اور اجماع امت کا انکار ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دنیا والا جسد جزاوسزا میں شریک ہونا چاہئے۔ کیونکہ عالم دنیا میں ہر نیکی اور برائی میں یہ شریک کار تھا۔

لہٰذا قبر و برزخ کی جزا وسزا میں اس کو شریک ہونا چاہئے۔ جیسا کہ آخرت کی جزا وسزا میں بھی اس کو شریک کیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اس ارضی قبر میں دنیا والے جسد کی جزا وسزا سے اصول اربعہ کی مخالفت لازم آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام کفر کا فتویٰ لگانے میں بڑے زبردست محتاط ہیں لیکن عذاب قبر کے منکر کو انہوں نے کافر کہا ہے۔ مندرجہ کتب کا مطالعہ فرمایئے: (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۹، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۷، تمہید از علامہ عبدالشکور سالمی ص ۱۲۵، رسائل بحرالعلوم ص ۹۹، فتاویٰ عالمگیریہ ج ۲ ص ۳۱۰)

سوال (۸): مندرجہ ذیل قائلین پر کیا حکم لگے گا؟

الجواب باسم ملہم الصواب: محمد زبیر صاحب نے اس سوال میں ہمارے چند اکابر اسلاف کی عبارات پیش کی ہیں اور ان عبارات سے وہ یہ سمجھے کہ یہ اکابر مماتیوں کے ہم خیال ہیں۔ حالانکہ یہ ایک دھوکہ، فریب اور خلاف واقعہ بات ہے۔ کیونکہ ہمارے تمام اکابر علماء دیوبند اہلسنت والجماعت حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر تعلق روح کے قائل ہیں اور عند القبر الشریف آپ ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام وغیرہ کے بھی قائل ہیں۔ اسی طرح ہمارے تمام اکابر اسی ارضی قبر میں اعادہ روح، تعلق روح اور دنیا والے جسد کی جزا وسزا میں شرکت کے قائل ہیں۔ علماء دیوبند میں سے کسی ایک عالم نے ان امور کا انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے ان امور کے منکرین کو اہلسنت والجماعت سے خارج قرار دیا ہے اور اس کو مبتدع کا نام دیا ہے۔ لیکن فرقہ مماتیہ معتزلہ شروع سے یہ مغالطہ دیتا آرہا ہے کہ فلاں عالم اور فلاں عالم ہمارا ہم خیال ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی عالم بھی ہم خیال نہیں ہے۔ لیکن فریب کاری اور دھوکہ بازی سے علماء دیوبند کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

اب بالترتیب ایک ایک عالم دین کا عقیدہ ہم نے دوسرے رسالہ عقیدہ حیات قبر اور علماء اسلام میں درج کر دیا ہے۔ اس میں ملاحظہ فرمائیں۔

***

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحدیث)

منکرین حیات قبر
کی
خوفناک چالیں

مصنف: وکیل علماء دیوبند

حضرت علامہ مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ

منکرین حیات قبر کی خوفناک چالیں

مصنف

وکیل علماء دیو بند حضرت علامہ

ابو احمد نور محمد تونسوی مدظلہ

مدیر جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ رحیم یار خان

ناشر

مکتبہ صدیقیہ
بالمقابل نیشنل بینک خانیوال روڈ کبیر والہ ضلع خانیوال
Ph: 0652-410836

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵ رجنوری ۲۰۱۵ء

آپ کوٹ قیصرانی ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔ جامعہ محمودیہ تونسہ شریف، احیاء العلوم مظفر گڑھ، مخزن العلوم خانپور سے دینی تعلیم کی تکمیل کی۔ ترنڈہ محمد پناہ ضلع رحیم یار خان میں دینی خدمات سرانجام دیں، یہاں مدرسہ عثمانیہ بھی قائم کیا۔ ذی استعداد عالم دین اور محقق ومناظر تھے۔ عقیدہ حیات النبی، سماع عند القبر شریف، عذاب قبر پر آپ کی چھوٹی بڑی نو کتابیں ہمیں میسر آئیں۔ ان میں ایک کتاب ''منکرین حیات قبر کی خوف ناک چالیں'' بھی ہے۔ یہ فروری ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی۔ مکتبہ صدیقیہ خانیوال روڈ کبیر والہ شائع کندہ ہے۔ اس مجموعہ میں شامل اشاعت ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

''الحمد للہ و کفی و الصلوۃ و السلام علی سید الرسل و خاتم الانبیاء''

امابعد! اللہ رب العزت نے دین متین کی حفاظت کے لیے جن لوگوں کے سینوں کو چنا انہی میں سے حضرت مولانا نور محمد تونسوی زید مجدہ بھی ہیں۔ حضرت والا کی ذات گرامی یقیناً ہمارے لیے عطیہ خداوندی ہے۔ سنت اللہ یہ ہے کہ ان جیسے لوگوں کے ذریعے عقائد اسلام کی حفاظت ہو اور دین متین جوں کا توں قیامت تک آنے والے ہر انسان کو میسر ہو۔

اہل باطل کا مقابلہ اور دفاع کرنے کے لیے ایک جماعت علماء کی ہر وقت اور ہر زمانے میں رہی اور اہل باطل کے نظریات سے عوام الناس کو مطلع کرتی رہی۔

اب بھی اہل باطل کی سرکوبی کے لیے، ان کے وساوس اور سبہات کو رد کرنے کے لیے اور حضرات علماء کرام کام کر رہے ہیں اور ان کی چالوں سے لوگوں کو اور بالخصوص اہل علم کے طبقہ کو آگاہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا نور محمد تونسوی مدظلہ نے بھی منکرین حیات قبر کی خوفناک چالوں کو قلم بند کیا ہے۔ ہم ان کی اس عظیم محنت کو عام کرنے کی غرض سے شائع کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین!

مکتبہ صدیقیہ خانیوال روڈ کبیر والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
''نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم''

منکرین حیات قبر کی خوفناک چالیں

تمہید: بندہ عاجز نے منکرین حیات قبر کی متعدد کتابوں اور رسالوں کو پڑھا اور دیکھا ہے اور ان سب کی تحریروں میں جو چیز بطور قدر مشترک پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ خود بھی خلط مبحث میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی اس چیز کا شکار کررہے ہیں ان لوگوں کی کوشش ہے کہ سادہ لوح عوام مسئلہ حیات قبر کے متعلق ہمیشہ اندھیرے میں رہیں اور اصل صورت حال پر پردہ پڑا رہے اور کسی کو یہ پتہ نہ چلے کہ ان لوگوں کا علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم کے ساتھ کسی چیز اور کسی بات میں اختلاف ونزاع ہے۔ صحیح صورت حال چھپا کر ان لوگوں نے کئی فرضی اور جعلی وجوہات نزاع اختراع کر رکھے ہیں جس کی وجہ سے طلبہ اور سادہ عوام نقطہ اختلاف سے بے خبر ہیں۔ بلکہ اس عقیدہ عالیہ کو غیر اہم اور غیر ضروری قرار دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کی تحریریں، غلط بیانی، دھوکہ دہی اور تلبیسات وتحریفات کا مرقع ہیں۔ قرآن وحدیث اور اقوال سلف صالحین کی تاویلات فاسدہ کرنے میں یہ لوگ مہارت تامہ اور ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اکابر علماء اہل سنت کی کتابوں سے اپنا من بھاتا مطلب کشید کر کے ''تاویل القول بما لا یرضی بہ'' القائل کرنا ان لوگوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے تو ایسے حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ طلبہ اور عوام کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔ ان کے اور علماء دیوبند کے مابین جو فروق ہیں ان کو واضح کیا جائے اور جن چالوں سے یہ لوگ عوام وخواص کو اپنے دام تزویر میں پھنساتے ہیں ان کا پردہ چاک کیا جائے تاکہ ان لوگوں کا اصل چہرہ کھل کر سامنے آجائے اور اس طریقہ سے مسلک اہل حق کی حفاظت کی جائے اور اہل ایمان کو گمراہی اور بے راہ روی سے بچایا جائے۔ ''ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ'' چنانچہ ان لوگوں کی چند خوفناک چالیں درج ذیل ہیں، جن کے ذریعے دھوکہ بازی کرتے ہیں۔

اکابر علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کے نام پر قبضہ

چال نمبر ۱: منکرین حیات قبر جو اپنے آپ کو اشاعت التوحید والسنہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں درجنوں مسائل وعقائد میں علماء دیوبند سے اختلاف کر رکھا ہے۔ بندہ عاجز نے انتیس مسائل اپنے ایک مضمون میں جمع کئے تھے۔ جن میں ان لوگوں کو علماء دیوبند سے اختلاف ہے اور وہ مضمون ماہنامہ ''نصرت العلوم'' میں شائع بھی ہوا تھا۔ لیکن اتنے سارے فروق کے باوجود ان لوگوں نے علماء دیوبند کے نام پر ایسا قبضہ جما رکھا ہے کہ کہتے ہیں ''اصل دیوبندی ہیں ہی ہم'' اور علماء دیوبند کے صحیح اور سچے پیروکاروں کو دیوبندی سمجھتے ہی نہیں بلکہ ان کا نام بناسپتی دیوبندی رکھتے ہیں۔ چند اختلاف درج ذیل ہیں۔

۱...... علماء دیوبند اس زمین والی قبر کو قبر سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قبر کی کاروائی اور عذاب وراحت اسی قبر میں ہوتا ہے تاہم وہ ہماری نظروں سے مستور رہتا ہے اور غیب کی چیز ہے۔ کسی چیز پر بن دیکھے ایمان لانا مومن کی شان ہے لیکن یہ انکار کرتے ہیں۔

۲...... علمائے دیوبند عالم قبر و برزخ میں روح اور جسد عنصری کے مابین ایک خاص قسم کا تعلق مانتے ہیں جس کی کنہ (حقیقت) اللہ ہی جانتا ہے اور اسی تعلق خاص کی وجہ سے مردہ انسان جزا و سزا کو محسوس کرتا ہے، لیکن یہ انکار کرتے ہیں۔

۳...... وفات کے بعد نبی اکرم ﷺ کو قبر شریف میں بعلق روح حیات حاصل ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ زائرین کا سلام سنتے ہیں اور جواب مرحمت فرماتے ہیں لیکن یہ انکار کرتے ہیں۔

۴...... علمائے دیوبند حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر استشفاع اور بلوغ سلام کے قائل ہیں لیکن یہ انکار کرتے ہیں۔

۵...... علمائے دیوبند بعد از وفات حضور اکرم ﷺ کی ذات اور اسی طرح دیگر صالحین کے توسل کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن یہ انکار کرتے ہیں۔

بقیہ اختلافات بندہ عاجز کے مضمون میں ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن ظلم دیکھئے کہ اتنے سارے فروق کی موجودگی میں اپنے آپ کو مسلک علمائے دیوبند کا ترجمان کہتے ہیں اور جو اصل دیوبندی ہیں ان کو بے دخل کرنا چاہتے ہیں، کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

اکابر کی کتابیں ان مسائل وعقائد سے بھری پڑی ہیں اور وہ عام و متداول ہیں کہ اسی ارضی قبر میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔ قبر برزخ میں روح اور دنیا والے جسد کا تعلق ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر میں آپ کا جسد عنصری شریک حیات ہے۔ آپ ﷺ قریب سے زائرین کا سلام وغیرہ سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کے روضہ اقدس کے پاس استشفاع اور بلوغ سلام جائز ہے۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس کا توسل جائز ہے لیکن یہ لوگ اکابر کو ان سب چیزوں کا منکر بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ہم مسلک تھے اور پھر اکابر کی عبارات، سیاق وسباق کاٹ کر ایسے رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ عام قاری کو شبہ ہونے لگتا ہے کہ واقعی اکابر کا عقیدہ بھی انہیں لوگوں کی طرح انکار حیات، انکار سماع اور انکار تعلق والا تھا۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ اور اکابر پر بہتان والزام ہے وہ لوگ قطعاً ان کے ہم خیال نہ تھے لیکن بہت کم ہیں وہ جو اکابر کی کتب کے مطالعہ کا ذوق رکھتے ہیں اور باقاعدہ اور بالاستیعاب ان کی کتابوں کو پڑھتے ہیں ایسے لوگ تو اکابر کے عقیدہ اور مسلک کو خوب جانتے ہیں اور ان کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو تاثر دے رہے ہیں وہ اکابر کے مسلک کے خلاف بلکہ متصادم ہیں اور ''تاویل القول بما لایرضی بہ القائل'' شرمناک مثال ہیں۔ لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو تحقیق اور مطالعہ کی زحمت نہیں اٹھاتے اور ان لوگوں کی پیش کردہ نقول پر اعتماد کر لیتے ہیں اور یوں کہنے لگ جاتے ہیں کہ: ''میاں دونوں جانب اکابر ہیں۔ علمی باتیں ہیں علماء جانیں ہمیں اس میں نہ پڑنا چاہئے۔'' وغیرہ وغیرہ! حالانکہ ان لوگوں کے مخصوص نظریات ہیں کہ بزرگ بھی ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ لیکن ان ناعاقبت اندیشوں نے اکابر کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی اٹھا کر ان کو متنازیہ بنا رکھا ہے۔ بلکہ ان کو بدنام کر رکھا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ان لوگوں کی ایک خطرناک چال ہے۔ جس کے ذریعہ یہ لوگ اکابر کے نام پر اپنے مخصوص نظریات کو پھیلا رہے ہیں اور اس کو تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔ لہٰذا بندہ عاجز اپنے ہم مسلک علماء طلباء اور عوام وخواص سے درخواست کرتا ہے کہ اس چال میں مت آئیں بلکہ اکابر کے مسلک کا مزید مطالعہ فرمائیں تاکہ اصل حقیقت آپ کے سامنے آجائے۔

علمائے دیوبند حضور اکرم ﷺ کی وفات کے منکر ہیں

چال نمبر ۲: منکرین حیات قبر ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ اکابر علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم حضور اکرم ﷺ پر وقوع موت کا انکار کرتے ہیں اور اس پر قرآن مجید کی وہ آیات پڑھتے ہیں جن میں آپ ﷺ پر وقوع موت کی اطلاع دی گئی ہے اور تاثر دیتے ہیں کہ کہ انی آیات سے آپ ﷺ کی موت ثابت ہے اور قائلین حیات ان آیات کو نہیں مانتے اور پھر اس پر احادیث پڑھتے ہیں جن میں آپ ﷺ پر موت واقع ہونے کا ذکر ہے اور خاص کر حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کا وہ خطبہ خوب بیان کرتے ہیں جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا اور بعض یوں بدگوئی کرتے ہیں کہ: ''پھر تو صحابہ کرام ﷡ نے بڑا ظلم کیا کہ حضور اکرم ﷺ کو معاذ اللہ زندہ درگور کر دیا اور زندہ نبی کو دفن کر دیا، نکال کیوں نہ لیا۔ وغیرہ وغیرہ! حالانکہ تمام علماء دیوبند اور اولیاء دیوبند کثر اللہ جماعتھم حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر وقوع موت کے قائل ہیں کسی دیوبندی عالم نے اس کا انکار نہیں کیا۔ ان لوگوں نے یہ طوفان بدتمیزی صرف اور صرف اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے کھڑا کر رکھا ہے تاکہ سادہ لوح عوام کی ہمدردیاں حاصل کی جاسکیں کہ دیکھو جی! دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر موت نہیں آئی اور صحابہ کرام ﷡ نے آپ ﷺ کو زندہ درگور کر دیا۔

اصل اختلاف تو الحیات بعد الوفات میں ہے اکابر علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ پر موت والا قانون خداوندی پورا ہوا۔ ''لا شک فیه و لا ریب فیه'' لیکن موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو حیات عطا فرمائی ہے اس میں دنیا والا جسد اطہر بھی شامل حیات ہے۔ البتہ ''ولکن لا تشعرون'' درجہ میں ہے۔ بہر حال آپ ﷺ کے جسد اطہر کو حیات ضرور حاصل ہے جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے اور غیب کی چیز ہے۔ جس پر بن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ صادق و مصدوق پیغمبر نے اس کی اطلاع دی ہے کہ لیکن منکرین حیات آپ ﷺ کی حیات جسدی کا انکار کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے جسد اطہر کو حیات قبر سے محروم سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

حیات برزخی اور حیات دنیوی کا چکر

چال نمبر ۳: منکرین حیات قبر اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے علماء دیوبند عافہم اللہ پر الزام لگاتے ہیں اور بہتان کھڑا کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی حیات برزخیہ کا انکار کرتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر کو حیات دنیوی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حیات برزخی کے قائل ہیں اور وہ حیات دنیوی کے قائل ہیں حالانکہ وجہ نزاع یہ نہیں ہے کہ کیونکہ اکابر علماء دیوبند آپ ﷺ کی حیات قبر کو حیات برزخیہ مانتے ہیں کسی دیوبندی عالم نے آپ ﷺ کی حیات برزخیہ سے انکار نہیں کیا۔ وقوع موت کے بعد آدمی خود بخود عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسے غروب آفتاب کے بعد ہر آدمی اپنے اپنے مقام پر موجود ہوتے ہوئے خود بخود رات میں داخل ہو جاتا ہے تو حضور اکرم ﷺ بھی عالم دنیا سے عالم برزخ میں انتقال فرما گئے ہیں لہٰذا آپ ﷺ کی یہ حیات قبر حیات برزخیہ ہے۔ قبر مبارک آپ ﷺ کے لیے ظرف مکان اور برزخ آپ ﷺ کے لیے ظرف زماں ہے۔ یہ کہنا درست ہے کہ آپ ﷺ قبر شریف میں تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ برزخ میں ہیں۔ جیسے یہ بات درست ہے کہ زید مسجد میں ہے اور زید رات

میں ہے۔ کوئی عقل اندھا ہی کہے گا کہ دو متضاد باتیں نہ کہو۔ مسجد میں ہوگا تو رات میں نہ ہوگا اور اگر رات میں ہوگا تو مسجد میں نہ ہوگا۔ یہی حماقت ہے قبر سے برزخ کی نفی کرنے والوں کی اور جو علماء دیوبند حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر کو برزخی کے ساتھ ساتھ حیات دنیوی کہتے ہیں۔ انہوں نے متعدد بار وضاحت فرمائی ہے کہ حیات دنیوی کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ حیات برزخیہ بالکل دنیا والی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس حیات برزخیہ میں آپ ﷺ کا دنیا والا جسد اطہر شامل ہے۔ جب کہ منکرین حیات آپ ﷺ کے جسد اطہر کو بے حیات اور معاذ اللہ بے شعور سمجھتے ہیں۔ یہ ہے وجہ نزاع لیکن یہ لوگ بہت بڑی عیاری کے ساتھ یہ رٹ لگائے جا رہے ہیں کہ جھگڑا حیات برزخی اور حیات دنیوی کا ہے۔ لہٰذا یہ بھی ایک بہت بڑی سازش اور سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ایک چال ہے جو چلی جا رہی ہے۔

لفظ برزخ سن کر حقیقی قبر کی نفی

چال نمبر ۴: حیات قبر اور شعور میت کے سینکڑوں دلائل کتاب وسنت میں موجود ہیں جن پر اجماع امت ہے اور قیاس صحیح کی بھی اس کو حاصل ہے۔ لیکن علماء اسلام نے دشمنان اسلام کے ایک وسوسہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قبر سے مراد صرف اور صرف یہ گڑھا ہی نہیں ہے بلکہ قبر مراد عالم برزخ ہے اور برزخ کا لفظ اپنے وسیع تر مفہوم کے لحاظ سے قبر حقیقی سمیت مردہ انسان کے ہر مقام کو شامل ہے کیونکہ دشمنان اسلام کہتے تھے کہ جس مردہ کو کسی عارض کی وجہ سے یہ حقیقی قبر نصیب نہیں ہوتی تو اس کو عذاب قبر نہ ہوگا اس لیے علماء اسلام نے قبر سے مراد برزخ کہہ کر قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کر دی تا کہ وسوسہ کا قلع قمع ہو جائے۔ لیکن منکریں حیات قبر نے علمائے اسلام کے مقولہ کا غلط مطلب سمجھا بلکہ الٹا مطلب نکالا۔ یعنی علمائے اسلام نے اس حقیقی قبر کو قبر کے وسیع تر مفہوم میں شامل کیا اور انہوں نے حقیقی قبر کے مفہوم کو قبر کے مفہوم سے خارج کر دیا۔ لہٰذا حیات قبر کی کسی بھی دلیل کو دیکھ کر یہ کہنا کہ قبر سے مراد یہ گڑھا نہیں ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔ یہ بھی ایک چال ہے جو ہمیشہ سے چلی جا رہی ہے تا کہ اصل حقیقت تک طلباء کی رسائی نہ ہو۔

قبر و برزخ میں روح اور جسد کے مابین تعلق کے ثبوت کا مطالبہ

چال نمبر ۵: یہ بات قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ قبر و برزخ میں روح اور جسد دونوں کو جزا اور سزا دی جاتی ہے کیونکہ نیکی میں اور برائی میں دونوں ایک دوسرے کے شریک تھے اور دونوں کی جزا وسزا کی صحیح اور معقول صورت یہ ہے کہ یہ دونوں اپنے اپنے مقام میں رہتے ہوئے اس طریقہ سے رنج وراحت کو محسوس کرتے ہیں کہ ان کے درمیان ایک خاص قسم کا تعلق جوڑا جاتا ہے جس کی کنہ (حقیقت) صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے وہ دونوں عذاب وثواب کا مزا چکھتے ہیں۔ جیسا کہ عالم خواب میں باوجود ان کے جدا ہونے کے ایک اکٹھا دکھ دسکھ سونے والا شخص محسوس کرتا ہے تو بندہ عرض کر رہا تھا کہ یہ ہے عذاب قبر کی صحیح صورت لیکن منکریں حیات اصل حقیقت اور محکم دلائل سے توجہ ہٹانے کے لیے یہ سوال شروع کر دیتے ہیں کہ تعلق کا لفظ قرآن وحدیث سے دکھاؤ۔ یقین جانیے کہ یہ بھی ان لوگوں کی ایک خطرناک چال ہے کیونکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ لفظ تعلق ثابت نہیں۔ لیکن روح اور جسد دونوں کی جزاء وسزا میں مشارکت تو نصوص قطعیہ اور اجماع امت سے ثابت شدہ حقیقت ہے لہٰذا ان کو چاہیے کہ ان دونوں کی جزا وسزا بلا تعلق مان لیں لیکن جو چیز قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس کو بھی نہیں مانتے معلوم ہوا کہ ان کا

مقصد انکار کرنا ہے البتہ تعلق کے عدم ثبوت کا بہانہ بنا رکھا ہے اور واضح رہے کہ الحمد للہ یہ تعلق بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور جن دلائل سے روح اور جسد دونوں کی جزاء وسزا ثابت ہے انہیں دلائل سے تعلق بھی ثابت ہے کیونکہ ان دونوں کی جزاء وسزا کی صحیح اور معقول صورت یہی ہے کہ ان کے مابین تعلق ہو۔ لہٰذا تعلق کے لیے علیحدہ دلائل طلب کرنا ایک غیر معقول بلکہ غلط سوال ہے۔ جیسا کی قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ روح مع الجسد العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کا بھی انکار کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے ایسی دلیل پیش کرو جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے ساتھ جسد عنصری کا لفظ بھی موجود ہو اور اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے ساتھ لفظ جسمانی بھی موجود ہو لیکن علماء اسلام فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے جن دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے انہیں دلائل سے روح مع الجسد العنصری اٹھایا جانا بھی ثابت ہے علیحدہ دلائل کی ضرورت نہیں اور اسی طرح قرآن وحدیث کے جن دلائل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج ثابت ہے انہیں دلائل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسمانی بھی ثابت ہے بعینہ جن آیات واحادیث صحیحہ سے روح اور جسد دونوں کی جزا وسزا ثابت ہے انہیں آیات واحادیث سے تعلق بھی ثابت۔ ہے علیحدہ دلائل کا مطالبہ کرنا ایک نامعقول بات ہے۔ بہر حال جو دلائل ان دونوں کی جزا وسزا کے ہیں وہ دلائل ان دونوں کے مابین تعلق کے ہیں خواہ مخواہ تعلق کے علیحدہ دلائل کا مطالبہ کرنا بھی ایک چال ہے تاکہ اس چال کے ذریعہ عوام سے اعتماد و وٹ حاصل کیا جائے کہ واقعی قائلین حیات قبر تعلق کا لفظ نہیں دکھا سکتے حالانکہ تعلق ثابت ہے کیونکہ حیات کو تعلق لازم ہے کیونکہ بغیر تعلق حیات ثانی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ حیات برزخیہ کے وہ خود بھی اقراری ہیں۔

جسد مثالی کے نام پر دھوکہ

چال نمبر ۶: الحیات بعد الوفات اتنے وزنی اور قوی دلائل سے ثابت ہے کہ اس کو منکرین حیات قبر بھی تسلیم کرتے ہیں اور اسے حیات برزخیہ کہتے ہیں اسی طرح حیات بعد الوفات میں ایک جسد کا ہونا بھی ضروری ثابت شدہ ہے جس کا انکار منکرین بھی نہیں کر سکتے۔ البتہ ان لوگوں کو دنیا والے جسد کے ساتھ خدائی بیر ہے اس لیے حیات بعد الوفات میں ایک اور جسد تجویز کرتے ہیں جس کا نام جسد مثالی رکھتے ہیں۔ روح کو اس نئے جسد میں داخل کر کے اس کے لیے جزا وسزا تجویز کرتے ہیں۔ بہر حال ان کے مسلک سے معلوم ہو گیا کہ الحیات بعد الوفات کے لیے جسد اور اس جسد کے ساتھ روح کا تعلق ان حضرات کی بھی مجبوری ہے جس کے بغیر ان کا کوئی چارہ نہیں۔ خواہ وہ جسد کون سا ہو اور وہ تعلق جیسا ہو بہر حال حیات برزخیہ میں جسد اور اس کے ساتھ تعلق ضروری ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ہے جسے منکرین حیات بھی مجبوراً تسلیم کرتے ہیں۔ اہل علم کو معلوم ہے کہ جسد مثالی کا قول بہت سے علماء خصوصاً صوفیاء کرام کرتے ہیں جن کی اس قسم کی عبارات یہ لوگ پیش بھی کرتے ہیں کہ فلاں عالم جسد مثالی کے قائل ہیں لیکن منکرین حیات قبر دھوکہ یہ دیتے ہیں کہ جسد مثالی تجویز کر کے جسد عنصری سے ہر قسم کے تعلق کی نفی کر دیتے ہیں اور ہر قسم کے علاقہ کی نفی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ تمام علماء کرام اور صوفیاء عظام جسد مثالی کے قول کے ساتھ جسد عنصری سے بھی تعلق مانتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے جسد عنصری کی جزاء سزا میں شریک سمجھتے ہیں حتیٰ کہ وہ اہل قبر کے سماع سلام کے بھی قائل ہیں۔ لیکن منکرین ان سب باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صوفیاء کرام کے ہاں جسد مثالی اور ہے اسی لیے وہ جسد

عنصری کے تعلق کے قائل ہیں اور ان کے ہاں جسد مثالی اور اسی لیے یہ لوگ جسد عنصری سے تعلق کے قائل نہیں تو معلوم ہوا کہ صوفیاء کرام کے نام پر اور ان کے جسد مثالی کے نام پر دھوکہ دینے کے لیے ایک چال چلتے ہیں تا کہ عوام سمجھے کہ ان کا مسلک صوفیاء کرام والا ہے۔ نہیں، نہیں، ہرگز نہیں، ان کا مثالی اور ہے ان کا اور ہے۔ یہ صرف ایک چال ہے۔

حضور اکرم ﷺ زمین میں نہیں آسمان میں اور جنت میں زندہ ہیں

چال نمبر ۷: جب حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف حیات برزخیہ کا مسئلہ چلتا ہے تو منکرین حیات قبر اصل حقائق پر پردہ ڈالنے کی غرض سے ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ علماء دیو بند کثر اللہ سوادہم تو حضور اکرم ﷺ کو قبر کے گڑھے میں اور زمین میں زندہ مانتے ہیں اور ہم آپ ﷺ کو آسمانوں میں جنت میں۔ اعلیٰ علیین میں اور رفیق اعلیٰ میں زندہ مانتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ نیچے مانتے ہیں اور ہم اونچا مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اپنے عقیدہ بد کو چھپانے کے لیے ایک یہ بھی چال ہے اور وہ عقیدہ بد یہ ہے کہ یہ لوگ حضور اکرم ﷺ کے جسد اطہر کو وصف نبوت و رسالت سے موصوف نہیں سمجھتے بلکہ صرف روح اقدس کو نبی اللہ و رسول اللہ سمجھتے ہیں اسی لیے تو کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ مدینہ والی قبر میں نہیں بلکہ جنت میں ہیں۔ حالانکہ پوری دنیا جانتی ہے کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ منورہ والی قبر شریف میں رکھا۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ والی قبر میں نہیں ہیں صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ مدینہ منورہ والی قبر شریف میں موجود شخصیت کو رسول اللہ اور نبی اللہ نہیں مانتے البتہ ان لوگوں نے اپنے اس عقیدہ بد پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ رنگین الفاظ استعمال کئے ہیں۔

باقی رہا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ ہم حضور اکرم ﷺ کو جنت، رفیق اعلیٰ اور آسمانوں میں زندہ مان کر ہم آپ کی اعلیٰ اور ارفع حیات کے قائل ہیں اور علماء دیو بند آپ ﷺ کو زمین میں زندہ مان کر آپ کی ادنیٰ حیات کے قائل ہیں تو یہ بھی محض لفاظی اور ایک خوفناک چال ہے کیونکہ یہ باتیں کر کے لوگوں کو تاثر دیتے ہیں کہ علماء دیو بند حضور اکرم ﷺ کی ذات کے لیے یہ اعزاز نہیں مانتے حالانکہ علماء دیو بند آپ ﷺ کی ذات اقدس یعنی روح اور جسد کے مجموعہ کے لیے یہ سب باتیں ثابت کرتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں موجود ہوتے ہوئے جنت کی اور آسمانوں کی سیر و سیاحت فرماتے ہیں اور آپ کو رفیق اعلیٰ بھی حاصل ہے کیونکہ آپ ﷺ کی روح اقدس کا جسد اطہر سے تعلق ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے آپ ﷺ کی روح اور جسد دونوں کو یہ سارے اعزاز و اکرام حاصل ہیں جنت اور اس کی نعمتیں آپ ﷺ کی ذات اقدس کو حاصل ہیں ان اعزازت سے نہ آپ ﷺ کی روح محروم ہے نہ آپ کا جسد اطہر محروم ہے جیسا کہ سوتا ہوا آدمی عالم خواب میں داخل ہوتا ہے تو اہل دنیا کی نظر میں اس کا جسد اگرچہ اپنی چارپائی پر پڑا ہوتا ہے اور جسم ہر کام سے معطل نظر آتا ہے لیکن عالم خواب میں یہی چارپائی پر پڑا ہوا جسم روح کے ہمراہ مختلف مقامات کی سیر کر رہا ہوتا ہے اور ہر قسم کے لوگوں سے مل جل رہا ہوتا ہے اور روح اپنے ہر عمل میں اس کو اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے۔ بعینہ اسی طرح حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں محو استراحت ہوتے ہوئے اپنی روح اقدس کے ہمراہ جنت کی سیر و سیاحت کرتے ہیں اور رفیق اعلیٰ میں رہتے ہیں تو علماء دیو بند حضور اکرم ﷺ کی روح اور جسد دونوں کے لیے جنت اور جنت کے نعماء ثابت کرتے ہیں اور منکرین حیات قبر آپ ﷺ کے جسد اطہر کو جنت اور جنت کی ہمہ نعمتوں سے معاذ اللہ محروم سمجھتے ہیں اور سب کچھ صرف روح کے لیے تجویز کرتے ہیں۔

روح ایک دفعہ جسد سے نکل جاتی ہے تو قانون خداوندی ہے کہ وہ قیامت سے پہلے واپس نہیں آتی

چال نمبر ۸: منکرین حیات قبر ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جب روح ایک دفعہ بدن سے نکل جاتی ہے تو وہ پھر قیامت سے پہلے واپس نہیں آتی اور قرآن مجید کی آیت ''یمسک التی قضی علیھا الموت'' سے حجت پکڑتے ہیں حالانکہ یہ بھی ایک مغالطہ ہے پورے قرآن میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے۔ جس میں ہر قسم کے اعادہ روح کی نفی ہوتی ہو۔ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت اور اس مضمون کی دوسری آیات سے جو قانون خداوندی معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی جب فوت ہو جاتا ہے تو وہ بوقت موت اور بعد الموت یہ تمنا کرتا ہے کہ مجھے دنیا میں دوبارہ بھیجا جائے لیکن کسی مرنے والے کو اس کی اجازت نہیں دی جاتی کہ دنیا میں دوبارہ واپس آ جائے یہ قانون خداوندی ہے البتہ یہ بھی قرآن مجید میں ہے کہ خرق عادت کے طور پر متعدد موتی کو دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں لایا گیا۔ بہر حال قانون یہ ہے کہ کوئی مردہ عالم دنیا میں دوبارہ نہیں آ سکتا۔ کیونکہ ''والبعث بعد الموت'' تو قیامت کے دن ہوگا۔

باقی رہا ایسا اعادہ روح فی القبر کہ مردہ اسی عالم برزخ و قبر میں رہتے ہوئے ایک خاص قسم کی حیات حاصل کر کے نکیرین کے سوالات کو سمجھے اور بدرستی ہوش و حواس ان کو جواب دے اور صحیح جواب دینے پر جزاء اور غلط جواب دینے کی صورت میں سزا پائے تو ایسے اعادہ روح کی نفی نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں بلکہ ایسا اعادہ تو قرآن وحدیث کی نصوص قطعیہ اور اصول شرعیہ سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔ جس کا آج تک کسی مسلمان نے انکار نہیں کیا۔ قرآن مجید کی وہ آیات جن سے عالم دنیا میں واپس آنے کی ممانعت موجود ہے سے ہر قسم کے اعادہ کی نفی سمجھنا بھی ایک خوفناک چال ہے۔ کیونکہ ایک خاص قسم کا اعادہ ممنوع ہے کہ مردہ دنیا والی پہلی حالت پر آ جائے لہٰذا ان آیات کو اعادہ روح فی القبر سے کوئی سروکار نہیں۔

حیات قبر کو حیات دنیا پر قیاس کر کے شبہات پیدا کرنا

چال نمبر ۹: منکرین حیات قبر ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ قبر کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر قیاس کر کے اس میں قسم قسم کے شبہات پیدا کر کے عوام الناس کو اس عقیدہ سے منحرف بنانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ بنیادی غلطی یہی ہے کہ ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم پر قیاس کر لیا گیا ہے۔ درحقیقت حیات دنیا عالم شہود کی حیثیت رکھتی ہے اور حیات قبر عالم غیب کی چیز ہے۔ دنیا کی زندگی، تشعرون کے درجہ میں ہے اور قبر کی زندگی، ''ولکن لا تشعرون'' کے درجہ میں ہے۔ بہر حال قبر برزخ کا جہاں اور قسم کا ہے اس کو دنیا پر ہرگز ہرگز قیاس نہ کرنا چاہیے ورنہ آدمی ہزار ہا قسم کے شبہات و وساوس میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بالآخر اس کا انکار کر کے اپنی عاقبت خراب کر بیٹھتا ہے۔ جو شخص فوت ہو گیا اہل دنیا کی نظر میں مردہ ہے اور یہ اسے مردہ کہیں گے اور اس کے ساتھ مردوں والا سارا سلوک کیا جائے گا، اس کو مردہ سمجھ کر غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا، جنازہ پڑھا جائے گا۔ اور باقاعدہ قبر میں دفن کیا جائے گا۔ اب یہ شخص عالم دنیا کے اعتبار سے مردہ ہے ضرور اس پر مردہ کا اطلاق بھی درست ہے لیکن عالم قبر و برزخ کے اعتبار سے یہ شخص زندہ ہے اس عالم میں رہتے ہوئے یہ کلام کرتا ہے دیکھئے صحیح بخاری میں ہے۔ ''باب کلام المیت وھو علی الجنازہ'' اور نکیرین کی بات کو سنتا ہے اور جواب دیتا ہے اور اس عالم کی جزا و سزا کا ادراک اور احساس رکھتا ہے البتہ ان امور کو اہل دنیا نہیں دیکھتے۔ ''الا بخرق العادۃ'' اور قبر کی حیات کو ''اقرب الی الاذھان'' کرنے کے لیے اکابر علماء اسلام نے عالم خواب

کی مثال بیان فرمائی ہے۔ اہل دنیا کی نظر میں سونے والا شخص مردہ کی مانند معطل پڑا ہے لیکن یہی سونے والا شخص عالم خواب میں بہت کچھ کر رہا ہے حتی کہ بول رہا ہے، سن رہا ہے، خوشی وغمی کا ادراک کر رہا ہے، بلکہ دوڑ بھی رہا ہے ادھر دیکھنے والے اسے ہر طرح سے معطل بھی دیکھ رہے۔ اگر عالم قبر و برزخ کو عالم دنیا پر قیاس کرنا چھوڑ دیا جائے اور عالم خواب میں غور کیا جائے تو قبر کی زندگی کو آسانی سے سمجھا اور مانا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ یٰسین میں فرماتے ہیں۔ ''من بعثنا من مرقدنا ھذا'' اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''نم صالحا'' وغیرہ وغیرہ۔

اگر حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں تو باہر تشریف کیوں نہیں لاتے؟

چال نمبر ۱۰: منکرین حیات قبر ایک چال یہ چلتے ہیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ اپنی مدینہ والی قبر شریف میں زندہ تشریف فرما ہیں تو قبر سے باہر تشریف کیوں نہیں لاتے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلافات رونما ہوئے آپ ﷺ نے باہر آکر فیصلے کیوں نہیں فرمائے؟ آج بھی امت لاکھوں مسائل میں الجھی ہوئی ہے آپ ﷺ باہر تشریف لاکر تصفیہ کیوں نہیں کراتے؟ وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ یہ بھی ایک چال ہے جس کے ذریعہ سادہ لوح عوام اور طلباء کو اس عقیدہ عالیہ سے دور رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ علمائے اسلام نے وضاحت فرمادی ہے کہ بے شک حضور اکرم ﷺ اپنی مدینہ منورہ والی قبر شریف میں زندہ ہیں اور دنیا والا جسد اطہر بھی شامل حیات لیکن آپ ﷺ کی یہ حیات بالکل اور ہر لحاظ سے دنیا والی نہیں ہے کہ آپ ﷺ دنیا میں واپس تشریف لائیں آپ ﷺ جس عالم میں ہیں اس عالم کے اعتبار سے آپ ﷺ زندہ ہیں۔ آپ ﷺ کا جسد اطہر بھی اسی عالم میں ہے اور اسی قبر میں موجود ہوتے ہوئے آپ ﷺ اسی عالم میں ہیں قبل از وقت آپ ﷺ کا بعث بعد الموت نہیں ہوگا وہ تو قیامت کے دن ہوگا لہٰذا یہ سوال اور اس قسم کے سب سوالات فضول ہیں اور اصل حقائق سے دور رکھنے کی چالیں ہیں جو چلائی جارہی ہیں۔

حیات قبر کی حدیثیں خبر واحد ہیں، عقیدہ کی بنیاد نہیں بن سکتیں

چال نمبر ۱۱: منکرین حیات قبر کی ایک چال یہ بھی ہے کہ یہ لوگ حیات قبر کی تمام احادیث کو خبر واحد کہہ کر رد کردیتے ہیں کہ عقیدہ نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے اور یہ احادیث جو خبر واحد کے درجہ میں ہیں اگرچہ صحیح بھی ہوں لیکن عقیدہ کی بنیاد نہیں بن سکتیں۔ حالانکہ یہ بھی ایک خوفناک چال ہے جو عقیدہ حیات قبر کی اہمیت کو گھٹانے کے لیے چلی گئی ہے۔ کیونکہ عقیدہ حیات قبر تو قرآن مجید کی پچاس سے زائد نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور جن احادیث صحیحہ سے ثابت ہے وہ بھی درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ اور اجماع امت اس پر مستزاد ہے لہٰذا ایسے پختہ اور قطعی دلائل سے ثابت ہونے والا عقیدہ کو کمزور کرنے کے لیے یہ کہنا کہ یہ تو خبر واحد سے ثابت ہے اگر چال نہیں تو پھر کیا ہے۔

وہ نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ ''رحمت کائنات'' مقام حیات'' ہدایۃ الحیران'' تسکین الصدور'' اور ''الحیات بعد الوفات'' یعنی قبر کی زندگی وغیرہ کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔ واضح رہے کہ حیات بعد الوفات کے تو خود منکرین حیات قبر بھی قائل ہیں جس کا نام حیات برزخیہ رکھتے ہیں۔ اگر حیات قبر نص قطعی سے نہیں بلکہ خبر واحد سے ثابت ہے تو یہ لوگ حیات برزخیہ کے کیسے قائل ہوئے ہیں۔ حیات قبر یعنی حیات بعد الوفات تو بہر حال ثابت ہے البتہ علماء دیوبند اس حیات میں دنیا

والے جسد کو شامل سمجھتے ہیں۔ جب کہ منکریں اس حیات میں کوئی اور جسد تجویز کرتے ہیں۔ نیز جب اصل عقیدہ نص قطعی سے ثابت ہو جائے تو اس کی بعض تفصیلات اگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہو جائیں تو وہ بھی قابل قبول ہو جاتی ہیں اور یہ بات بھی ذہن نشین فرمالیں کہ منکرین حیات قبر کو اس لیے حیات قبر کا منکر کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ قبر کی ایک صحیح اور معقول صورت کو چھوڑ کر ایک اور صورت بتاتے ہیں جب کہ علماء اسلام ومفتیان کرام دوسری صورتوں کو الحاد اور زندقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کی حدیثیں ضعیف ہیں

چال نمبر ۱۲: منکرین حیات قبر چال چلتے ہیں کہ عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کی بنیاد ضعیف حدیثوں پر ہے اور اس طریقہ واردات سے وہ لوگوں کو اس عقیدہ عالیہ سے بیزار کرتے ہیں حالانکہ حیات انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ، عقیدہ حیات قبر کی شاخ ہے جس کا اعتراف جماعت اشاعۃ التوحید والسنہ کے امیر مولانا محمد طیب طاہری صاحب پنج پیری نے کیا ہے۔ (مسلک اکابر ص ۱۱)

اصل عقیدہ حیات قبر یعنی حیات بعد الوفات بے شمار نصوص قطعیہ سے ثابت ہے یعنی ہر مردہ انسان کو اپنی قبر میں خواہ حقیقی ہو یا مجازی زندہ کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا حساب وکتاب ہوتا ہے اور وہ جزاء وسزا کا مزہ چکھتا ہے تو یہ حیات بدرجہ اتم حضرات انبیائے علیہم السلام میں پائی جاتی ہے۔ البتہ باتفاق علمائے اسلام انبیاء کرام علیہم السلام قبر کے حساب وکتاب سے مستثنیٰ ہیں ان کو حیات قبر صرف اور صرف راحت وسکون پہنچانے کے لیے دی جاتی ہے باقی رہیں احادیث شریفہ تو ان سے انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیازی حیات کا ثبوت ملتا ہے۔ یعنی نفس حیات تو قرآن مجید کی نصوص سے ثابت ہے اور امتیازی شان احادیث شریفہ سے ثابت ہے اور امتیازی حیات پر دلالت کرنے والی حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچتی ہے۔ پھر ان کو ''تلقی بالقبول'' کا شرف حاصل ہے اور انہیں کو اجماع امت کی تائید بھی حاصل ہے لہٰذا حیات انبیاء علیہم السلام کی احادیث کو ضعیف کہہ کر اس عقیدہ کو کمزور کرنا بھی ایک خوفناک چال ہے۔ بلکہ علماء اصول حدیث کے نزدیک جس حدیث کو ''تلقی بالقبول'' کا شرف حاصل ہو جائے اور اس مضمون پر اجماع امت ہو جائے تو اس کی سند کو دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ لہٰذا حیات انبیاء علیہم السلام کی احادیث پر فرداً فرداً جرح کر کے ان کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرنا بھی ایک خوفناک چال ہے۔

یہ بات بھی اہل علم پر مخفی نہیں کہ جو عقیدہ کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہو چکا ہے تو ایسے عقیدہ کی محض تائید میں ضعیف حدیثیں پیش کرنا علمائے اسلام کا قدیم طریقہ چلا آ رہا ہے بلکہ جو عقیدہ کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور ادھر سنداً ضعیف حدیث سے بھی وہ عقیدہ ثابت ہو رہا ہے تو اصولاً یہ اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ سنداً ضعیف حدیث کو دیکھ کر خود ثابت شدہ عقیدہ کو رد کر دینا بے اصولی ہے۔ مثلاً عقیدہ ختم نبوت اور عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کتاب وسنت اور اجماع امت کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور ان عقائد کا منکر باتفاق علماء اسلام مرتد اور خارج از اسلام ہے اور اگر کوئی مسلمان عالم دین ان عقائد کے اثبات میں قرآن وحدیث صحیحہ کے دلائل جمع کرے اور آخر میں بطور تائید کے ایک ایسی احادیث بھی بیان کر دے جن کی اسناد میں کوئی راوی ضعیف ہے یا مجروح ہے تو یہ کوئی گناہ نہ ہوگا اور کسی مرزائی قادیانی کو یہ حق بھی نہ ہوگا کہ وہ ان حدیثوں کے راویوں پر جرح کریں اور نہ ہی ان کی جرح کا اعتبار ہوگا۔ اور نہ ہی ضعیف حدیثوں کی وجہ سے عقیدہ ختم نبوت اور حیات عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی اثر پڑے گا۔ بلکہ عقیدہ کی صحت ان ضعیف حدیثوں کی صحت کی ضمانت ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو یقیناً یہ اس کی ایک چال بازی ہوگی۔ جو عقیدہ صحیحہ کو کمزور کرنے کے لیے چل رہا ہے۔

علیین و سجین کے نام پر دھوکہ

چال نمبر ۱۳: منکرین حیات قبر ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ برزخ سے مراد علیین اور سجین ہیں۔ جہاں روحیں رہتی ہیں اور وہاں روحوں کو اور جسد مل جاتے ہیں اور وہاں جزا وسزا کا سلسلہ جاری رہتا ہے لہٰذا علیین اور سجین میں سب کچھ ہوتا ہے قبروں میں کچھ بھی نہیں ہوتا نہ عذاب نہ راحت یقین جانیے یہ بھی ایک رنگین قسم کی چال ہے۔ جس کے ذریعہ حیات قبر کے انکار کی راہ ہموار کی جاتی ہے۔ اولاتو اس لیے کہ قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ علیین اور سجین لوگوں کے اعمال ناموں کے لیے ایک دفتر کی حیثیت رکھتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے''ان کتاب الفجار لفی سجین۔ وما ادراک ما سجین۔ کتٰب مرقوم'' (المطففین: ۷،۸،۹)

اور یہی کچھ علیین کے بارے میں بھی اس سورت میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اعمال ناموں کا دفتر ہے بدکار لوگوں کے اعمال نامے سجین میں اور نیک لوگوں کے اعمال نامے علیین میں رکھے جاتے ہیں۔ لہٰذا قرآن مجید کی تصریح کے مطابق وہ تو دفتر ہیں قرآن مجید ان مقامات کو جزا وسزا کا مقام نہیں بتایا گیا۔

ثانیا اگر چہ بعض روایات میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ علیین اور سجین نیک اور بد روحوں کا مقام بھی ہیں اور ان روایات کے مطابق بعض علماء کرام نے ان کو ارواح کا مستقر قرار دیا ہے جیسے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ صاحب روح المعانی وغیرہ علماء اسلام نے ارواح کے لیے سات مستقر بتائیں ہیں جن میں علیین و سجین بھی ہیں بہر حال ارواح کا جو بھی مستقر ہو۔ علیین یا سجین یا کوئی اور اس پر تو تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ ارواح کا اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی دنیا والے جسد کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے جس کی حقیقت و کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اسی تعلق خاص کی وجہ سے مردہ انسان عذاب وثواب کو محسوس کرتا ہے اور رنج وراحت کا ادراک کرتا ہے اور آج تک کسی مسلمان نے علیین و سجین کے نام پر حیات قبر یعنی عذاب وراحت قبر کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی ہوا ہے۔ لہٰذا علیین و سجین کو مستقر ارواح ٹھہرا کر حیات قبر کا انکار بھی ایک خوفناک چال ہے کیونکہ جو علماء بھی علیین و سجین کو ارواح کا ٹھکانہ کہتے ہیں وہ سارے کے سارے جسد عنصری کے ساتھ تعلق کے قائل ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے حیات قبر، عذاب قبر کے بھی قائل ہیں۔

انبیاء و شہداء اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں قبروں میں نہیں

چال نمبر ۱۴: اللہ تعالیٰ نے شہداء کرام کی حیات قبر و برزخ کو بیان فرمایا ہے کہ''بل احیاء عند ربھم یرزقون''یعنی مقتول فی سبیل اللہ زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اس آیت کو مدنظر رکھ کے منکرین حیات قبر نے یہ چال چلنی شروع کردی کہ شہداء کرام یہاں قبروں میں زندہ نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں۔ ان کی یہ چال ایک غلط عقیدہ پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مخصوص مکان میں رہتے ہیں۔ ارواح اس مکان کے قریب میں اور شہداء کرام کی قبریں اس مکان سے دور ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ لا مکان ہیں اور اپنے وسیع علم کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر وناظر اور ہر جگہ موجود ہیں وہ ہر چیز کے قریب ہیں۔ وہ ارواح کے بھی قریب ہیں اور شہداء کی قبور کے بھی قریب ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور قبر میں جسم اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہیں بلکہ دور ہیں خود غلط ہے اور غلط عقیدہ پر مبنی ہے۔ مقتول فی سبیل اللہ روح اور جسد کا مجموعہ ہے اور دونوں اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور دونوں زندہ ہیں اور بعض علماء نے فرمایا کہ''عند ربھم''کا تعلق احیاء کی بجائے یرزقون سے ہے۔ یعنی شہداء کرام زندہ ہیں۔ ان کو اپنے رب کی طرف

سے رزق ملتا ہے اور بعض علماء نے یہ بھی فرمایا کہ "عند ربھم، ان الدین عند اللہ الاسلام" کی طرح ہے اور اہل علم درج ذیل آیات میں غور فرما کر بھی ان کی اس خوفناک چال کو باآسانی باطل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

آیت نمبر ۱: "وکان عند اللہ وجیھا" یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے معزز تھے۔ کیا کوئی کم فہم آدمی اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے معزز تھے لیکن یہاں ہمارے ہاں معاذ اللہ معزز نہ تھے۔ اسی طرح نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۲: "فاؤلٰئک عند اللہ ھم الکاذبون" یعنی اگر وہ چار گواہ نہیں لاتے تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ کون ہے جو اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کرے کہ تہمت لگانے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹے تھے۔ معاذ اللہ یہاں ہمارے پاس جھوٹے نہ تھے۔ میری سمجھ کے مطابق ایسا نتیجہ اخذ کرنے والا یقیناً اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں۔

آیت نمبر ۳: "عند ذی العرش مکین" تو کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ والا ہے اور یہاں ہمارے پاس مرتبہ والا نہیں ہے؟ (نعوذ باللہ)

دو موتیں اور دو حیاتیں ہیں لہٰذا قبر کی حیات نہیں

چال نمبر ۱۵: منکرین حیات قبر ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے کہ حیاتیں بھی دو ہیں اور موتیں بھی دو ہیں اور اگر قبر میں حیات تسلیم کر لی جائے تو یہ تیسری زندگی ہوگی جو کہ قرآن مجید کے خلاف ہے لہٰذا حیات قبر نہیں حالانکہ قبر کی تیسری زندگی کا تذکرہ پچاس سے زائد آیات میں وارد ہوا ہے۔

باقی رہا سوال کہ قرآن مجید میں کہ کیوں فرمایا کہ دو موتیں اور دو حیاتیں ہیں تو علماء اسلام فرماتے ہیں کہ دو موتوں سے مراد دو مستقل موتیں ہیں اور دو مستقل حیاتیں ہیں اور ظاہر ہے کہ قبر کی مستقل حیات نہیں بلکہ نوع من الحیات ہے لہٰذا اس کو دنیا کی زندگی کا نتیجہ یا پھر آخرت کی زندگی کا مقدمہ بنا کر ان میں شامل کر کے صرف دو موتوں اور دو حیاتوں کا ذکر کیا گیا لہٰذا اس قسم کی آیات جن میں دو موتوں اور دو حیاتوں کا ذکر ہے ان سے حیات قبر کا انکار نہیں ہے بلکہ انہیں آیات سے حیات قبر کا اثبات ہے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ صحیح فہم عطا فرمائے۔

کوئی ان کج فہموں سے پوچھے کہ اگر واقعی دو حیاتیں ہیں اور تیسری نہیں ورنہ قرآن کے خلاف ہوگا تو تم خود بھی موت کے بعد اور قیامت سے پہلے حیات برزخیہ کے قائل ہو اور بقول شما تمہاری حیات برزخیہ ایک مستقل حیات ہے کیونکہ تم لوگ روح کو جسد مثالی میں داخل سمجھتے ہو تو کیا تمہاری یہ تیسری حیات قرآن مجید کے خلاف نہ ہوئی؟ عجیب چال ہے کہ تمہاری تیسری مستقل حیات تو قرآن کے خلاف نہیں بنتی اور ہماری جو نوع "من الحیوۃ" ہے وہ قرآن کے خلاف ٹھہرتی ہے۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟

اپنا عقیدہ ظاہر نہیں کرتے

چال نمبر ۱۶: منکرین حیات قبر ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ علماء اہل سنت والجماعت کے عقیدہ حیات قبر پر خوب اعتراض بازی کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ فلاں فلاں آیت قرآنیہ کے خلاف ہے، مسلک احناف کے خلاف ہے، علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اپنا عقیدہ صاف اور کھلے لفظوں میں بیان نہیں کرتے بلکہ چھپانے

کی کوشش کرتے ہیں اگر ظاہر کرنا پڑتے تو مجمل الفاظ پر گزارا کرتے ہیں اور عقیدہ کو واضح نہیں کرتے۔ مثلا کہیں گے ہم حیات برزخیہ کے قائل ہیں، ہم آسمانوں میں اور رفیق اعلیٰ میں زندہ مانتے ہیں، ہم برزخ میں زندہ مانتے ہیں۔ ہم آسمانوں میں اور رفیق اعلیٰ میں زندہ مانتے ہیں، ہم اوپر مانتے ہیں اور اعلیٰ وارفع اور اکرم واجمل حیات مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ سب لفاظی ہی لفاظی ہے۔ ان رنگین اور مجمل الفاظ کے پردہ میں یہ لوگ دنیا والے جسد کی نفی کرتے ہیں اور اس کو حیات سے محروم کرتے ہیں لہٰذا ان سے سوال کیا جائے کہ تم اپنی حیات برزخیہ کی وضاحت کرو کس جسد کے ساتھ حیات مانتے ہو؟ دنیا والے کے ساتھ یا مثالی کے ساتھ؟ اور پھر مثالی کا لفظ قرآن سے دکھاؤ اس کی تخلیق کا ذکر قرآن مجید سے دکھاؤ جیسا کہ جسد خاکی کی تخلیق بالتفصیل قرآن مجید میں موجود ہے اور جو عقیدہ بھی رکھتے ہو اس کو مکمل کر بیان کرو۔ صاف لفظوں میں بیان کرو پھر وہ آیت لکھو جس سے تمہارا عقیدہ ثابت ہو، دیدہ باید! دوسروں سے نص قطعی کا مطالبہ کرنے والوں کے پاس اپنے عقیدہ کے مطابق کسی قسم کی دلیل نہیں ہے۔

سماع موتی کے قائلین کو قرآن کا منکر گردانتے ہیں

چال نمبر ۱۷: مسئلہ سماع موتی ایک فروعی مسئلہ ہے اور عہد اول سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے دونوں جانب مشاہیر اہل علم میں اکابر علماء دیوبند تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی طرح حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کے قائل ہیں اور دوسرے مقامات جہاں جہاں سماع احادیث میں وارد ہوا ہے اس کے بھی قائل ہیں اور بقیہ موتی کا معاملہ سپرد خدا ہے۔ چاہے تو سنوا دے اور چاہے تو نہ سنوائے اسی کو سماع موتی فی الجملہ کہا جاتا ہے۔ شافعیوں، مالکیوں اور حنبلیوں کی طرح ان کے نزدیک سماع موتی کا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ لیکن علماء دیوبند اس میں تشدد اور غلو کے قطعا قائل نہیں ہیں۔ نہ ہی نفس سماع پر شرک وکفر کا فتویٰ لگاتے ہیں بشرطیکہ اس کے عقیدہ کا فساد شامل نہ ہو۔ مثلا اہل قبور ہماری سنتے ہیں مرادیں پوری کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں ضرور نکیر وتردید فرماتے ہیں ورنہ صرف سلام وغیرہ کے سننے پر فتویٰ بازی نہیں کرتے۔

البتہ حضور اکرم ﷺ کے سماع کے منکر کو خارج از اہل سنت قرار دیتے ہیں کیونکہ اجماعی عقیدہ کا مسئلہ ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ ہر دو فریق ظاہر قرآن سے استدلال کرتے ہیں۔ قائلین سماع موتی بھی اور منکرین بھی بلکہ ایک ہی آیت سے حجت لاتے ہیں لیکن منکرین حیات قبر سماع موتی کی تردید میں جن آیات قرآنیہ سے استدلال کرتے ہیں ان کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ ہر آدمی یہی سمجھتا ہے کہ قائلین سماع موتی قرآن مجید کے منکر اور مخالف ہیں بلکہ کافر ومشرک ہیں۔ درحقیقت یہ بھی ایک خوفناک چال ہے کیونکہ ایک ہے قرآن پاک سے استدلال دوسرا ہے ظاہر ہے ظاہر قرآن سے استدلال علماء اسلام کا قدیم زمانہ سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ اپنے اپنے مؤقف کی تائید میں اپنے فہم کو بروئے کار لاتے ہوئے ظاہر قرآن سے استدلال کرتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن ایسی صورت میں دوسرے کو منکر قرآن یا مخالف قرآن گردانا ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔ مثلا جس عورت کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو اس کی عدت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی عدت تین حیض ہے جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی عدت تین طہر ہیں اور استدلال ان حضرات کا قرآن مجید کی آیت "ثلثۃ قروء" سے ہے کیونکہ لغت کے اعتبار سے قرء کا معنی حیض بھی ہے اور طہر بھی ہے۔ تو ایسی صورت میں حنفیوں کو حق نہیں ہے کہ وہ شافعیوں کو

منکر قرآن بنائیں اور اسی طرح شافعیوں کو بھی حق نہیں ہے کہ حنفیوں کو مخالف قرآن بنائیں کیونکہ ہر دو فریق نے فہم خویش ظاہر قرآن سے استدلال کیا ہے۔ بے شک کریں اور اپنے اپنے مؤقف پر قائم رہیں لیکن کسی کو منکر قرآن نہ کہیں اسی طرح کا مسئلہ ہے سماع موتی کا دونوں فریق بے شک اپنے فہم کے مطابق اپنے مؤقف کو تقویت اور ترجیح دینے کے لیے ظاہر قرآن سے استدلال کریں لیکن ایک دوسرے کو قرآن کا منکر اور مخالف نہ کہیں۔ اس قسم کی باتیں جواہر القرآن میں بھی موجود ہیں اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین مرحوم جو اشاعت التوحید والسنہ کے اکابر میں سے ہیں لکھتے ہیں۔

جن آیات سے عدم سماع موتی پر استدلال کیا جاتا ہے۔ وہ قطعی الثبوت تو ہیں لیکن قطعی الدلالۃ نہیں ہیں۔ (تعلیم القرآن ص ۴۶ جولائی، اگست ۱۹۸۴)

لہٰذا آیات قرآنیہ کو ایسا رنگ دیان اور اسی طرز سے پیش کرنا کہ قائلین سماع موتی منکر قرآن نظر آنے لگیں۔ یقیناً ایک خوفناک چال ہے کیونکہ اشاعت والوں کی کتابوں میں تصریح موجود ہے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سماع موتی کے قائل تھے تو کیا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی منکر قرآن کہا جائے گا؟ (نعوذ باللہ)

قرآن اور احادیث صحیحہ میں ٹکراؤ پیدا کرتے ہیں

چال نمبر ۱۸: منکرین حیات قبر کی ایک چال یہ بھی ہے کہ یہ لوگ قرآن اور احادیث صحیحہ میں تعارض اور ٹکراؤ پیدا کر کے عوام فیصلہ کرا لیتے ہیں کہ قرآن یوں کہتا ہے اور حدیث یوں کہتی ہے تم بتاؤ قرآن کو مانیں یا حدیث کو؟ عوام فوراً کہہ دیتی ہے قرآن کو تو احادیث صحیحہ رد کرنے کی یہ ایک خوفناک چال ہے۔ جب کہ علماء اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ظاہری تعارض کو دور کرنے کے لیے قرآن وحدیث میں تطبیق کی صورت پیدا کرتے ہیں تاکہ قرآن وحدیث اپنے موقع ومحل پر محمول ہو کر دونوں قابل عمل اور قابل عقیدہ بن جائیں لیکن یہ لوگ اپنی اس چال بازی سے احادیث صحیحہ کو رد کرنے کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

قرآن واحادیث صحیحہ کی ناروا تاویل کرتے ہیں

چال نمبر ۱۹: منکرین حیات قبر نے اپنے جو مخصوص نظریات اپنا رکھے ہیں اگر کوئی آیت، حدیث، قول صحابی وغیرہ یا کسی امام، بزرگ اور عالم دین کا قول ان کے مخالف ہوتا نظر آئے تو فوراً اس کو تاویلات کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں بلکہ بعض اوقات کسی کتاب کی عبارت کا ایسا مطلب کشید کر لیتے ہیں جو مؤلف کتاب کے حاشیہ خیال میں بھی نہ گزرا ہوگا اور ایسی غلط تاویلات کرتے ہیں جو مؤلف کتاب کے عقیدہ اور نظریہ کے بھی خلاف ہوتی ہیں تاویلات بوقت ضرورت علماء اسلام بھی فرماتے ہیں لیکن ان لوگوں کی تاویلات تو خواہ مخواہ اور بلا جواز ہوتی ہیں۔ لہٰذا ایسی تاویلات فاسدہ کو چال کہنا ہی موزوں اور مناسب ہے بندہ عاجز کا دل چاہتا ہے کہ قارئین کرام کی ظرافت طبع کے لیے ایک مثال بھی پیش کردوں تاکہ مشت نمونہ از خروارے کا کام دے۔ چنانچہ منکرین حیات قبر کے شیخ الحدیث محمد حسین نیلوی صاحب مسلم شریف میں موجود ایک حدیث جس میں وارد ہوا ہے کہ وہ "قبر میں معذب مردوں کی چیخ وپکار بہائم جانور سنتے ہیں" کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں بہائم سے مراد قبرستان میں چرنے والے دنیا کے جانور نہیں ہیں بلکہ برزخ یعنی علیین وسجین کے بہائم مراد ہیں۔ ان ستم ظریفوں سے کوئی پوچھے کہ کیا قرآن وحدیث میں علیین وسجین کے اندر جانوروں کے موجود ہونے کا ثبوت بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وہاں کیا رکھے ہیں گدھے یا گھوڑے؟

جو آیات قرآنیہ من دون اللہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو مردوں پر فٹ کرتے ہیں

چال نمبر ۲۰: منکرین حیات قبر کی ایک چال یہ بھی ہے کہ وہ آیات قرآنیہ جو کہ ''من دون اللہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ساری مخلوق کے حق میں نازل ہوئی ہیں خواہ مخواہ زندہ ہوں یا مردہ ان کو صرف اور صرف مردوں پر چسپاں کر کے ان کی حیات قبر و برزخ کی نفی کر دیتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون۔ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون'' (النحل:۲۱)

ترجمہ: از حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں۔ مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو خبر نہیں کہ مردے کب اٹھائے جاویں گے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر مشرکین جن کی بھی پرستش اور پکار کرتے ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود اللہ کی مخلوق ہیں مردے ہیں، یعنی موت کا محل وقوع ہیں ہمیشہ زندہ رہنے والے نہیں ہیں۔ یعنی ''الحی الذی لا یموت'' نہیں ہیں کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس نے ہمیشہ زندہ رہنا ہے اس کے لیے موت نہیں ہے اور ''من دون اللہ، الحی الذی لا یموت'' نہیں بن سکتے اور ان کو یہ پتہ بھی نہیں ہے کہ وہ کب قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ اس آیت میں مردوں اور زندوں سب کو اموات غیر احیاء فرمایا گیا ہے اور یہ ہے بھی حقیقت کیونکہ مردے اور زندے سب موت کے لیے محل وقوع ہیں اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کی طرح ہمیشہ زندہ رہنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ اس آیت سے قبر و برزخ کی حیات کی نفی ہرگز نہیں ہوتی۔ اگر کوئی صاحب سینہ زوری سے حیات قبر و برزخ کی نفی کرتا ہے تو اس سے زندوں کی حیات دنیوی کی بھی نفی لازم آئے گی حالانکہ وہ زندہ ہیں کیونکہ قرآن میں تو ان کو بھی ''اموات غیر احیاء'' کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں کسی قسم کی حیات کی نفی کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ''من دون اللہ، الحی الذی لا یموت'' نہیں ہیں۔ اسی چیز کی نفی کرنا مقصود ہے خواہ وہ حیات دنیوی کے مراحل سے گزر رہے ہوں یا بعد الوفات حیات قبر و برزخ کے مراحل سے گزر رہے ہوں بہرحال دونوں قسم کی حیاتوں میں وہ ''الحی الذی لا یموت'' نہیں ہیں جو لوگ اپنی خانہ زاد منطق سے اس آیت میں حیات قبر کی نفی سمجھتے ہیں اسی منطق سے حیات دنیا کی بھی نفی لازم آتی ہے۔ نیز یہ بات بھی ذہن نشین فرمالیں کہ منکرین حیات قبر، حیات برزخیہ کے قائل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ''اموات غیر احیاء'' سے حیات قبر کی نفی تو کرتے ہو کیا اس سے حیات برزخیہ کی نفی نہیں ہوتی؟ آپ کی علیین وسجین والی حیات۔ اعلیٰ علیین والی حیات، جنت کی حیات، روحانی حیات اور ''عند ربھم'' والی حیات اس آیت کی زد سے کیسے محفوظ رہ جاتی ہے۔

یقین جانئے جس طریقہ سے منکرین حیات اپنی مزعومہ حیات کو بچالیں گے اسی طریقہ سے بندہ عاجز قرآن وحدیث سے ثابت شدہ حیات قبر کو بھی بچالے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ آیت ''من دون اللہ'' کسی قسم کی حیات کی نفی کے لیے نہیں اتری خواہ حیات دنیا ہو۔ خواہ حیات قبر و برزخ ہو بلکہ یہ آیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ساری مخلوق اللہ کی طرح ''الحی

الذی لا یموت'' نہیں ہے بلکہ وہ سب موت کے لیے محل وقوع ہیں موت واقع ہونے سے پہلے اور بعد میں جو حیات بھی انسان کو حاصل ہے یہ آیت اس حیات سے تعرض نہیں کرتی۔ معلوم ہوا اس عام آیت کو صرف مردوں پر چسپاں کر کے ان کی حیات قبر کی نفی کرنا ایک خوفناک چال ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

اگر کوئی منکر حیات قبر یہ سمجھتا ہے کہ مشرکین صرف مردوں کی پوجا پاٹ کرتے تھے لہٰذا آیت مذکورہ کا مصداق صرف مردے ہیں تو یہ بھی ایک چال ہے اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ مشرکین زندہ جنات کو پکارتے تھے اور ان سے مدد و حفاظت مانگتے تھے، اور جنات جب ان کی پکار کو سنتے تھے تو ان کی سرکشی بڑھ جاتی تھی۔ مشرکین کا مشہور معبود عزیٰ نامی زندہ جنیہ تھی جس کو حضور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور کرام ﷺ کے حکم سے قتل کیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک آسمان پر زندہ ہیں اور نصرانی ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں اور بہت سے نقلی پیر و فقیر زندہ ہیں اور لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں معلوم ہوا قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت ''اموات غیر احیاء'' زندوں اور مردوں سب کو عام اور شامل ہے اور اسی آیت سے حیات قبر کی نفی کرنا ایک خوفناک چال ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

غیر اللہ کی پکار والی آیات کو خطاب غیر اللہ پر چسپاں کرتے ہیں

چال نمبر ۲۱: قرآن مجید میں بکثرت غیر اللہ کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ پکار بھی عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ پکارنے والا جب کسی کو مدد کے لیے پکارتا ہے تو وہ اس کو مشکل کشا، حاجت روا اور نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر پکارتا ہے جب کہ نفع و نقصان کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے جو چیز اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ کسی غیر اللہ کو دینا یقیناً شرک ہے اور اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو پکارنے والے کو بہت بڑا گمراہ قرار دیا ہے۔ مثلاً ''من اضل ممن یدعوا من دون اللہ'' وغیرہ لیکن منکرین حیات قبر اس قسم کی آیات کو غیر اللہ کے خطاب پر چسپاں کرتے ہیں۔

مثلاً حضور اکرم ﷺ نے تعلیم دی ہے کہ جب قبرستان میں داخل ہو تو ان کو کہو ''السلام علیکم یا اھل القبور'' یقیناً یہ خطاب میت ہے اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم جب حضور اکرم ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کرتے تھے تو کہتے تھے ''السلام علیک یا رسول اللہ'' تو یہ سلام بصیغہ خطاب مسلمان کا حق ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ یہ غیر اللہ کی پکار نہیں بلکہ غیر اللہ کو خطاب ہے کیونکہ خطاب کرنے والے کا عقیدہ فاسد نہیں ہے وہ مدد مانگنے کے لیے نہیں بلکہ سلام کرنے کے لیے خطاب کر رہا ہے۔ موحد اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم سے مردہ بلکہ قیمہ شدہ پرندوں کو بھی خطاب کیا تھا ''ثم ادعھن'' معلوم ہوا کہ غیر اللہ کی پکار اور غیر اللہ کے خطاب میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ لہٰذا غیر اللہ کی پکار والی آیات کو خطاب میت وغیرہ پر فٹ کرنا بھی ایک خوفناک چال ہے۔

موت کا معنی بیان کرنے میں تاثر دینا کہ وہ عدم محض کا نام ہے

چال نمبر ۲۲: منکرین حیات قبر موت کے معنی بیان کرنے میں ایسا رنگ اختیار کرتے رہیں کہ عام آدمی موت کو عدم محض سمجھنے لگتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ موت عدم محض کو نہیں کہتے اور یہ تاثر بھی غلط ہے کہ موت کے بعد

آدمی گل سڑ کر ختم اور محروم ہو جاتا ہے۔ ایسا مطلب تو مشرکین مکہ لیا کرتے تھے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ''خلق الموت والحیوۃ'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت ایک وجودی چیز ہے کیونکہ حیات کی طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ البتہ وقوع موت کے بعد آدمی عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ پورا انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ عالم برزخ کی چیزیں بن جاتے ہیں لہٰذا موت کو عدم محض گردانا بھی ایک چال ہے اور جسد کو برزخ کی چیز سمجھنا بھی ایک خوفناک چال ہے۔

موت کے بعد روحانی حیات ہے لہٰذا جسمانی نہیں

چال نمبر ۲۳: منکرین حیات قبر ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ موت کے بعد حیات روحانی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حیات میں جسد شامل نہیں ہے حالانکہ یہ بھی مغالطہ آمیز چال ہے۔ یہ بات تو درست ہے کہ بعض علماء نے حیات بعد الوفات کو حیات روحانی یا روح کی حیات سے تعبیر کیا ہے لیکن انہوں نے اس تعبیر سے جسم کی نفی نہیں کی بلکہ وہ علماء اس تعبیر کے باوجود روح اور جسد کے تعلق کے قائل ہیں اور دونوں کی حیات کے بھی قائل ہیں۔ یعنی وہ دنیا والے جسد کو بھی شامل حیات اور شامل جزا و سزا سمجھتے ہیں لہٰذا روح اور روحانی کے لفظ کو دیکھ کر جسد کی نفی کر دینا خود ان علماء کے نظریہ کے خلاف ہے اور ''تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل'' کا مصداق ہے اسی لیے بندہ عاجز نے اس کا نام چال رکھا ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ بعض علماء اس کو حیات روح اور حیات روحانی کیوں کہتے ہیں؟ تو وجہ اس کی یہ ہے کہ عالم دنیا اور عالم قبر و برزخ میں روح جسد کے تعلقات کی کیفیات اور احکام مختلف ہیں۔ عالم دنیا میں صورت یہ ہے کہ جسم ظاہر ہے اور روح مخفی اور پوشیدہ ہے۔ اس عالم میں انسان پر دکھ سکھ کے جو حالات طاری ہوتے ہیں وہ براہ راست جسم پر وارد ہوتے ہیں اور روح تبعاً اس سے متاثر ہوتی ہے۔ مثلاً چوٹ جسم پر پڑتی ہے بالتبع تکلیف روح کو بھی ہوتی ہے لیکن عالم قبر و برزخ میں معاملہ اس کے برعکس ہے وہاں روح نمایاں اور اصل قرار پاتی ہے اور جسد عموماً مخفی اور پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ وہاں براہ راست دکھ و سکھ روح کو پہنچتا ہے اور جسم تبعاً متاثر ہوتا ہے۔ تکلیف براہ راست روح کو پہنچتی ہے اور روح کے واسطہ سے جسم کو بھی دکھ و سکھ کا احساس ہوتا ہے۔ اسی اصل اور تبعیت کی وجہ سے حیات دنیا کو حیات جسمانی اور مادی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور قبر و برزخ کی زندگی کو حیات روح اور حیات روحانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس طرح حیات جسمانی کہنے سے روح کے متاثر ہونے کی نفی بھی نہیں ہوتی اس طرح حیات روحانی کہنے سے جسم کے متاثر ہونے کی بھی نفی نہیں ہوتی دیکھئے۔ (کتاب الروح لابن قیم ص ۸۹، احکام القرآن للتھانوی، ج ۴ ص ۹۹)

یہی بات حضرت مولانا محمد منظور نعمانی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بڑی تفصیل سے بیان فرمائی ہے اس لیے ان کا ایک طویل اقتباس پیش خدمت ہے انشاء اللہ نہایت ہی مفید ثابت ہوگا۔ فرماتے ہیں۔

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک جسم جو ظاہر ہے اور نظر آتا ہے دوسری روح جو اگرچہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی لیکن اس کے ہونے کا ہم سب کو یقین ہے پھر انسان کے ان دونوں جزوں کا باہمی تعلق اس دنیا میں اس طرح ہے کہ تکلیف و مصیبت یا راحت کی جو کیفیت یہاں آتی ہے وہ براہ راست جسم پر آتی ہے روح اس سے تبعاً متاثر ہوتی

ہے مثلاً انسان کو چوٹ لگتی ہے وہ زخمی ہوتا ہے یا مثلاً وہ کہیں آگ سے جل جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ چوٹ اور آگ کا تعلق براہ راست اس کے جسم سے ہوتا ہے لیکن اس کے اثر سے روح کو بھی دکھ ہوتا ہے اسی طرح کھانے پینے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ بھی براہ راست جسم ہی کو حاصل ہوتی ہے لیکن روح بھی اس سے لذت حاصل کرتی ہے۔ الغرض اس دنیا میں انسان کے وجود اور اس کے حالات میں گویا جسم اصل ہے اور روح اس کے تابع ہے لیکن قرآن وحدیث میں عالم برزخ کے متعلق جو کچھ بتلایا گیا ہے اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں معاملہ اس کے برعکس ہوگا لیکن اس عالم میں جس پر جو اچھی بری واردات ہوگی براہ راست اس کی روح ہوگی اور جسم اس سے تبعاً متاثر ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ نے شاید اسی لیے کہ اس حقیقت کو سمجھنا ہمارے لیے آسان ہوجائے) اس دنیا میں بھی اس کا ایک نمونہ پیدا کردیا ہے اور عالم رویا یعنی خواب ہے عقل و ہوش رکھنے والا ہر انسان اپنی زندگی میں بار بار ایسے خواب دیکھتا ہے جن سے اس کو بڑی لذت ملتی ہے یا بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن خواب میں یہ لذت یا تکلیف براہ راست روح کے لیے ہوتی ہے اور جسم تبعاً اس سے متاثر ہوتا ہے۔ یعنی خواب میں آدمی مثلاً جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ کوئی لذیذ کھانا کھا رہا ہے تو صرف یہ نہیں دیکھتا کہ میری روح کھا رہی ہے یا خیالی قوت ہی کھا رہی ہے بلکہ اس سے وہ یہی دیکھتا ہے کہ بیداری کی طرح وہ اپنے اس جسم والے منہ سے کھا رہا ہے جس سے روزانہ کھایا کرتا ہے۔ اسی طرح خواب میں اگر وہ یہ دیکھتا ہے کہ کسی انسان نے اس کو مارا ہے تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کی روح کو مارا گیا بلکہ وہ اس وقت یہی دیکھتا ہے کہ مار اس کے جسم پر پڑی اور اس کے جسم پر اس وقت ویسی ہی چوٹ لگی جیسی بیداری میں مار پڑنے سے لگتی ہے۔

حالانکہ واقعہ میں جو کچھ گزرتا ہے وہ خواب میں دراصل روح پر گزرتا ہے اور جسم اس سے تبعاً متاثر ہوتا ہے البتہ کبھی کبھی جسم کا یہ تاثر اتنا محسوس ہوجاتا ہے کہ آدمی بیدار ہونے کے بعد جسم پر اس کے نشانات اور تاثرات پاتا ہے۔ الغرض نیند کی حالت میں اچھے یا برے خواب دیکھنے والے شخص پر جو کچھ گزرتا ہے نوعیت یہی ہے کہ وہ براہ راست اور اصلی طور پر روح پر گزرتا ہے اور جسم پر اس کا اثر گہرا پڑتا ہے اسی لیے جواب دیکھنے والے کے قریب والا آدمی بھی اس کے جسم پر کوئی واردات گرتے نہیں دیکھتا کیونکہ ہم اس دنیا میں کسی انسان کے ان ہی حالات کو دیکھ سکتے ہیں جن کا تعلق براہ راست اس کے جسم سے ہو۔ پس عالم برزخ میں جس کی بعض تفصیلات آگے آنے والی حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں اس کی نوعیت بھی یہی ہے کہ وہ اصلی طور پر اور براہ راست روح پر گزرے گا اور جسم اس میں تبعاً شریک ہوگا اور عالم رویا (خواب) کی تجربات کی روشنی میں اس کو سمجھ لینا کسی سمجھنے والے آدمی کے لیے مشکل نہیں ہے۔ امید ہے کہ اس دنیا اور عالم برزخ کے اس فرق کو جان لینے کے بعد وہ عامیانہ اور جاہلانہ شبہے اور وسوسے پیدا نہ ہوں گے جو کہ سوال وجواب اور عذاب و ثواب کی حدیثوں کے متعلق بعض ضعیف الایمان اور کم عقل لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ (معارف الحدیث ج۱ ص۱۸۸)

بندہ عاجز کو یقین ہے کہ جو بھی منصف مزاج آدمی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ﷫ کی یہ ایمان افروز تحریر پڑھے گا وہ حیات قبر کی حقیقت کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ معلوم ہوا حیات روحانی کے قائلین بھی جسم کی نفی

نہیں کرتے بلکہ جسم کو تبعاً شامل سمجھتے ہیں۔ نیز یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ حیات روح یا روحانی حیات کہنے سے جسم کی حیات کی نفی ہو جاتی ہے تو منکرین حیات قبر بھی تو جسم مثالی کے قائل ہیں اور اس کو روح کے ہمراہ شامل حیات کہتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ روح اور روحانی کہنے سے ان کے جسد مثالی کی نفی ہو گی یا نہ؟ اگر جسم مثالی کی نفی ہو گی تو خود ان کا اپنا عقیدہ ٹوٹے گا اور اگر نہیں تو کیسے؟ پھر تو جسد عنصری کی بھی نفی نہ ہو گی۔

حیات قبر کو عقل کی میزان میں رکھ کر تولنے لگ جاتے ہیں

چال نمبر ۲۴: منکرین حیات قبر، قبر کی زندگی کو عقل کے ترازو میں رکھ کر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب قبر کی زندگی ان کے عقل میں نہیں آتی تو انکار کر دیتے ہیں اور اس میں قسم قسم کے عقلی شبہات پیدا کرتے ہیں حالانکہ قبر کی زندگی کی کیفیات، حالات اور کارروائیاں دائرہ عقل سے ماوراء ہیں۔ جیسے معجزات، کرامات، کراماً کاتبین، وزن اعمال اور معراج النبی ﷺ وغیرہ اگر کوئی شخص ان امور کو دائرہ عقل میں لانے کی کوشش کرے گا تو یقیناً سوچتے سوچتے بالآخر انکار ہی کر بیٹھے گا۔ لہٰذا قبر و برزخ کے حقائق کو خود عقل کے ترازو میں رکھنا ہی غلط ہے کیونکہ یہ معاملہ غیب کا ہے اس پر بن دیکھے اور بغیر سوچے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں پر آمنا وصدقنا کہنا ایک مسلمان کی شان اور سلامتی کی راہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی یہ باتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بھی تو آئی تھیں اور انہوں نے بے چوں وچرا تصدیق کر دی کسی قسم کے عقلی شبہات پیدا نہیں کئے۔ تو معلوم ہوا کہ حیات قبر کو عقل کی میزان میں تولنا بھی ایک خطرناک اور خوفناک چال ہے۔

کتاب مصنف کی طرف غلط منسوب ہے

چال نمبر ۲۵: اگر کسی کتاب میں عقیدہ حیات قبر بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ موجود ہے اور ان کے پاس اس کا جواب نہیں ہے تو گلو خلاصی کے لیے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ اس کتاب کی نسبت مؤلف کی طرف غلط ہے یہ ان کی تصنیف نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض غلط فرقے ایسا کر دیتے ہیں لیکن علماء اسلام نے تحقیق اور دلائل کے ساتھ ایسی جعلسازی کا پردہ چاک بھی کر دیا ہے لیکن بلا دلیل اور بے تحقیق صرف اس لیے یہ دعویٰ کر دینا کہ یہ کتاب ہمارے نظریہ کے خلاف ہے لہٰذا یہ غلط طور پر مؤلف کی طرف منسوب ہو گئی ہے یقیناً یہ بھی ایک خوفناک چال ہے جس کے ذریعے جان چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

کتب اسلام میں مسئلہ حیات وسماع باغیوں کی تدسیس ہے

چال نمبر ۲۶: منکرین حیات قبر کی ایک چال یہ بھی ہے کہ کتب اسلام میں باغیوں نے تدسیس کی ہے یعنی انہوں نے از خود یہ عقیدہ مسلمانوں کی کتابوں میں درج کر دیا ہے۔ لہٰذا جس کتاب میں بھی یہ عقیدہ پایا جاتا ہے وہ ان باغیوں کی تدسیس اور ان کا ادراج ہے۔ یہ چال اس لیے چلی جاتی ہے تاکہ عقیدہ حیات قبر کی اہمیت کو گھٹایا جائے بلکہ سادہ لوح عوام اور طلباء کو اس عقیدہ سے بیزار کیا جائے۔ درحقیقت یہ ایک خوفناک چال ہے کیونکہ عقیدہ حیات قبر علماء اسلام کی اکثر و بیشتر کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور ہر دور کے علماء نے اس عقیدہ کو بڑی صفائی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ لہٰذا یہ

ناممکن ہے کہ باغیاں دین اسلام ہر دور کے علماء کی کتابوں میں گھس گئے ہوں اور ہر کتاب میں گھس کر اور ایک غلط نظریہ ہر کتاب میں درج کر دیا ہو اور کسی عالم دین کو اس دسیسہ کاری کا علم بھی نہ ہوا ہو۔ ہاں کسی ایک آدھ کتاب کی بات ہوتی تو اس پر سوچ و بچار کی جاتی اور تحقیق کی جاتی کہ آیا یہ تدسیس ہے یا نہیں؟ لیکن بلا تحقیق اور بغیر ثبوت کے اتنا بڑا دعویٰ کر دینا تو ایسی بات ہے کہ کوئی مسلمان اس دعویٰ کو سچا نہیں سمجھ سکتا۔ پھر جس بات کو تدسیس قرار دیا جا رہا ہے وہ تو قرآن وحدیث سے ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تو یہ نعوذ باللہ باغیان اسلام قرآن وحدیث میں بھی گھس گئے تھے؟ علماء اسلام نے تو اپنی تالیفات میں قرآن وحدیث کی تشریح وتفصیل پیش کی ہے اصل مسئلہ تو قرآن وحدیث کا ہے معلوم ہوا یہ دعویٰ تدسیس بھی ایک مکروہ چال ہے کوئی ان تدسیس کے دعویدار سے پوچھے کہ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یہ مسئلہ ختم نبوت کتب اسلام میں تدسیس ہے یا مسئلہ خلافت خلفاء ثلاثہ کتب اسلام میں تدسیس ہے۔ بتاؤ کیا جواب دو گے نیز اگر کوئی ان سے پوچھے کہ تمہارا مزعومہ جسد مثالی اور تمہاری مزعومہ حیات برزخیہ بھی ان یار لوگوں کی تدسیس ہے تو کیا جواب دیں گے؟ معلوم ہوا کہ خواہ مخواہ بلا دلیل و بلا ثبوت صرف اور صرف جان چھڑانے کے لیے دعویٰ کرنا ایک خوفناک چال ہی ہے۔

اپنی مزعومہ حیات کو قیاس کے ذریعہ ثابت کرتے ہیں

چال نمبر ۲۷: منکرین حیات قبر دوسروں سے تو ہر بات میں قرآن وحدیث کا مطالبہ کرتے ہیں بلکہ قرآن وحدیث کی نص قطعی کا مطالبہ کرتے اور بڑے دھڑلے سے کرتے ہیں لیکن اپنی مزعومہ حیات برزخیہ کو قرآن وحدیث کی نصوص قطعیہ کی بجائے قیاس وعقل سے ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ کا سفر معراج بڑی بسط وتفصیل کے ساتھ کتب حدیث، تفسیر اور کتب سیر میں مذکور ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ ﷺ نے بیت المقدس کی مسجد میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات فرمائی اور ان کو نماز پڑھائی پھر آسمانوں پر بعض انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی باقی رہا یہ سوال کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کس طرح ہوئی جسد عنصری کے ساتھ یا جسد مثالی کے ساتھ؟ تو حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب سیرت المصطفیٰ میں لکھا ہے کہ: ''حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ کو حرام کیا ہے زمین ان کے جسموں کو کھا نہیں سکتی اس لیے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کا اصل مستقر تو ان کی قبور ہیں اور حضور پر نور ﷺ کا انبیاء کرام علیہم السلام کو بیت المقدس اور آسمانوں میں دیکھنا اس سے یا تو ان کی ارواح مبارکہ کو دیکھنا مراد یا مع اجسام عنصریہ کے دیکھنا مراد ہے کہ حضور ﷺ کے اعزاز و اکرام کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مع اجسام عنصریہ کے مسجد اقصیٰ اور آسمانوں میں مدعو کیا گیا۔'' وما ذالک علی اللہ بعزیز '' اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اجسام اصلیہ تو قبور میں رہے اور اللہ نے ان کی ارواح کو اجسام مثالیہ کے ساتھ متمثل کر کے آپ ﷺ کی ملاقات کے لیے جمع کیا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جسد اصلی کے ساتھ دیکھا کیونکہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور علیٰ ہذا حضرت ادریس علیہ السلام کو بھی جسم اصلی کے ساتھ دیکھا کہ وہ بھی زندہ اٹھائے گئے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۶۲ سطر ۱۵، فتح الباری ج ۹ ص ۱۶۴، زرقانی شرح مواہب ج ۶ ص ۲۷، ۷۳، رسالہ الحافظ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی قصۃ الاسراء ص ۴۱۔ سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۴۴)

مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء اسلام کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کے اعزاز واکرام میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بنفس نفیس یعنی مع اجساد عنصریہ تشریف لائے جیسا کہ خود حضور اکرم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقیناً جسد عنصری کے ساتھ تھے اور جن بعض علماء نے سفر معراج کے موقع پر جسد مثالی کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کا تشریف لانا لکھا ہے وہ بھی منکرین حیات قبر کو قطعاً مفید نہیں ہے۔

اولاً اس لیے کہ یہ ان کا نرا قیاس ہے انہوں نے حیات برزخیہ کو سفر معراج پر قیاس کرلیا ہے حالانکہ وہ ہمیشہ سے یہی گردان رٹتے چلے آرہے ہیں کہ عقیدہ کے اثبات کے لیے خبر واحد بھی معتبر نہیں اس کے لیے تو نص قطعی چاہیے حیرت کا مقام ہے کہ جو لوگ عقیدہ کے معاملہ میں خبر واحد رد کردیتے ہیں یہاں قیاس محض پر کیسے گزارا کرلیتے ہیں؟ شاید کوئی مجبوری درپیش ہوگی۔ عوامی مقولہ ہے ''مجبوری کا نام شکریہ'' معلوم ہوا کہ محض قیاس آرائی سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا نص قطعی درکار ہے جس سے ثابت ہو کہ حیات برزخیہ میں جسد مثالی شامل ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ جسد عنصری کی نفی بھی نص قطعی میں موجود ہو اور جسد مثالی کا لفظ بھی نص قطعی میں موجود ہو۔ تب عقیدہ ثابت ہوگا جو چیز اپنے لیے پسند کرتے ہو دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرو نص قطعی کا مطالبہ کرنے والو تمہارا قیاس کس کام کا ہے؟

ثانیاً: اس لیے کہ جو علماء سفر معراج اور حیات برزخیہ میں جسد مثالی کا قول کرتے ہیں ان کا مثالی اور قسم کا ہے اور ان کا مثالی اور قسم کا ہے ادوار سابقہ کے علماء کے نزدیک جسد مثالی کسی خاص قسم کے مادہ سے تیار نہیں ہوتا بلکہ اس کی حیثیت ظل اور عکس کی سی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ جسد مثالی کے قائل ہونے کے باوجود بھی جسد عنصری سے روح کے تعلق کو تسلیم کرتے ہیں حتی کہ اسی تعلق کی وجہ سے عند القبر سماع سلام وغیرہ کے قائل ہیں۔ جب کہ منکرین حیات قبر کے نزدیک ایک جسد مثالی کسی خاص قسم کے مادہ سے تیار ہوتا ہے اور روح کا باقاعدہ اس میں حلول و دخول ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ ایک مستقل جسم ہے یہی وجہ ہے کہ یہ ایک ایسے جسد مثالی کی تجویز کی وجہ سے روح کا جسد عنصری سے تعلق تسلیم نہیں کرسکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ علماء سابقین کے جسد مثالی سے ان کا مثالی مختلف ہے اور یہ فرق تو ایک طالب علم بھی سمجھتا ہے کہ سابقین مثالی کی تجویز کے باوجود عنصری سے تعلق مانتے ہیں اور منکرین مثالی کی تجویز کے بعد عنصری سے تعلق کا انکار کرتے ہیں لہٰذا منکرین حیات کا نہ تو جسد مثالی پر قیاس صحیح ہے اور نہ ہی علماء سابقین کے تجویز کردہ جسد مثالی کا ناجائز استعمال صحیح ہے۔ بہرحال یہ سب چالیں ہیں جو عوام الناس اور سادہ لوح طلباء کو دھوکہ دینے اور اندھیرے میں رکھنے کے لیے چلائی جارہی ہیں۔

عقیدہ حیات قبر کے متعلق ایسی جزئیات کا سوال کرتے ہیں جو بتائی نہیں گئیں

چال نمبر ۲۸: منکرین حیات قبر کی ایک چال یہ بھی ہے کہ علماء اہلسنت دیوبند سے عقیدہ حیات قبر کے متعلق ایسی جزئیات کا سوال کرتے ہیں جو قرآن وحدیث میں بیان نہیں کی گئیں ظاہر ہے کہ جب کسی عالم دین سے غیب کی ایسی بات پوچھی جائے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں نہیں بتائی تو وہ لاعلمی کا اظہار کرکے خاموش ہوجائے گا۔ تو منکریں حیات قبر کو موقع ہاتھ آجائے گا اور کہتے پھریں گے کہ دیکھو جی دیوبندیوں کا کتنا بڑا عالم ہے لیکن سوال کا جواب نہیں دے سکا حالانکہ وہ سوال ہی ایسا تھا کہ جس کا جواب قرآن وحدیث میں موجود نہ تھا چونکہ حیات قبر غیب کی چیز ہے اس کی جتنی تفصیل قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو باتیں قرآن

وحدیث میں نہیں بتائیں وہ سپرد خدا کرنی چاہیے۔ یہی سلامتی کا راستہ ہے پل صراط، دوزخ، بہشت، قیامت وغیرہ کی جو تفصیلات قرآن وحدیث میں آگئیں ہیں وہ سب تسلیم کر لینی چاہئیں اور جو باتیں قرآن وحدیث میں نہیں آئیں اس کا سوال کرنا ہی غلط ہے۔ لیکن یہ لوگ اس قسم کے سوالات کرتے ہیں اپنی جماعت کے سامنے سرخروئی اور بڑائی جتانا چاہتے ہیں میرا بھی ایک مشورہ اپنے طلباء بھائیوں کی خدمت میں یہ ہے کہ لوگ جب حیات قبر کے عقیدہ پر کوئی شبہ اور سوال کریں تو وہی ان کی مزعومہ حیات برزخیہ پر کیا جائے۔ ان شاء اللہ دماغ درست ہو جائے گا۔

اگر قبر میں حیات مانی جائے تو اللہ تعالیٰ صفت الحی القیوم میں شرک لازم آتا ہے

چال نمبر ۲۹: منکرین حیات قبر ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ اگر قبر میں حیات مان لی جائے تو شرک لازم آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام الحی یعنی ہمیشہ زندہ رہنے والا بھی جسے موت کبھی بھی نہ آئے اب اگر قبر میں مردہ کو زندہ تسلیم کر لیا جائے تو یہ نعوذ باللہ شرک لازم آئے گا کہ اللہ بھی زندہ اور مردہ بھی زندہ اور یہی تو شرک ہے۔ لہٰذا قبر میں کسی قسم کی حیات اور زندگی نہیں ہے ورنہ شرک کی خرابی لازم آئے گی۔

دوستو! یہ بھی ایک خطرناک چال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ الحی ہے کہ اس کو قطعاً موت نہیں ہے نہ آئی ہے نہ آنی ہے۔ قبر میں جو حیات ہے وہ تو بعد الوفات ہے اور یہ شرک تب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی حیات بھی بعد الوفات ہوتی حالانکہ ایسا نہیں، لہٰذا جو مر کر زندہ ہوا اور وہ کسی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفت الحی میں شریک نہیں بن سکتا۔ اسی طرح قیامت کے دن جو مردے قبروں سے اٹھائے جائیں گے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے شریک نہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ بھی مر کر زندہ ہوئے اسی طرح عالم دنیا میں جو لوگ بھی زندہ ہیں وہ بھی باوجود زندہ ہونے کے اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے بالآخر مرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے تو موت ہے ہی نہیں لہٰذا صرف زندہ کا لفظ سن کر شرک کا فتویٰ لگانا بھی ایک چال ہے۔ بندہ عاجز ان منکرین سے پوچھنا چاہتا ہے کہ اگر حیات قبر سے شرک لازم آتا ہے تو بتاؤ تمہاری حیات برزخیہ سے شرک کیوں لازم نہیں آتا؟ پھر تو تمہیں چاہیے کہ شرک فی الحیات سے بچنے کے لیے برزخیہ سے بھی انکار کر دو تا کہ تمہارا عقیدہ شرک کی لعنت سے مبرا ہو جائے۔

حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف سے شرک فی السماع لازم آتا ہے

چال نمبر ۳۰: حضور اکرم ﷺ کا سماع عند القبر الشریف کتاب وسنت سے ثابت شدہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ ہر دور کے علماء اسلام بلا نکیر و بلا تردید اس عقیدہ کو نقل کرتے چلے آرہے ہیں آج تک کسی مسلمان عالم دین نے اس کا انکار نہیں کیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف تسکین الصدور میں منکرین حیات کو چیلنج دیا ہے پوری اسلامی تاریخ میں سے کسی ایک عالم دین کا نام پیش کیا جائے جس نے حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کا انکار کیا ہو۔ یا روح اقدس اور جسد عنصری کے تعلق کا انکار کیا ہو۔ پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے دعویٰ بھی کیا ہے کہ کوئی شخص قیامت تک اس چیلنج کو جواب نہیں دے سکتا تو میں عرض کر رہا ہوں کہ خاص کر آپ ﷺ کا سماع عند القبر الشریف اجماعی عقیدہ ہے

لیکن منکرین حیات قبر اس اجماعی عقیدہ سے منحرف ہو چکے ہیں اور الٹا قائلین سماع النبی ﷺ کو مشرک بنانا شروع کر دیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر حضور ﷺ کے سماع کو تسلیم کر لیا جائے تو شرک لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی سمیع ذات ہے اور حضور اکرم ﷺ بھی قبر میں سمیع بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کی صفت سمع بھی آپ ﷺ کے شریک ٹھہریں گے لہٰذا آپ ﷺ کے سماع کا عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ درحقیقت یہ بھی ایک خطرناک چال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''وجعلناہ سمیعا بصیرا'' یعنی ہم نے حضرت انسان کو سمیع و بصیر یعنی سننے اور دیکھنے والا بنایا۔

کیا قرآن مجید میں یہ شرک لکھا گیا ہے؟ دنیا میں جتنے لوگ موجود ہیں کیا وہ ایک دوسرے کی بات نہیں سنتے؟ اگر سنتے ہیں تو کیا یہ شرک ہو رہا ہے۔ قبر میں مردہ نکیرین کے سوال کو سنتا ہے کیا یہ بھی شرک ہے؟ یہی منکرین حیات قبر، حیات برزخیہ میں حضور اکرم ﷺ کے سماع کے قائل ہیں کیا یہ بھی شرک ہوگا۔ اشاعت التوحید والسنہ والے حضور اکرم ﷺ کے سماع روحانی کے قائل ہیں تو کیا سماع روحانی بھی شرک ہوگا؟ اصل بات یہ ہے کہ ایسا سماع قطعاً شرک نہیں دنیا کے زندوں کا۔ قبر و برزخ کے زندوں کا اور قیامت و آخرت کے زندوں کا سماع محدود ہے اور آلات کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کا محتاج ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا سماع لامحدود ہے اور وہ اپنے کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں ہے ہاں اگر کوئی شخص کسی زندہ یا مردہ کا سماع بالکل اللہ تعالیٰ کے سماع جیسا سمجھتا ہے تو یہ یقیناً شرک ہے لیکن علماء اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم حضور اکرم ﷺ کے عام تام سماع سے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی وہ آپ ﷺ کو اللہ کی طرح سمیع سمجھتے ہیں۔ وہ تو آپ ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کے قائل ہیں معلوم ہوا کہ جو شرک ہے علماء اسلام اس کے قائل نہیں اور جس کے قائل نہیں اور جس کا قائل ہیں وہ شرک نہیں لہٰذا جو چیز شرک نہیں اس کو شرک کہنا بھی ایک چال ہے تاکہ سادہ لوح عوام کو اس اجماعی عقیدہ سے بیزار کیا جائے۔

درود شریف اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچتا ہے حضور اکرم ﷺ کے پاس نہیں جاتا

چال نمبر ۳۱: منکرین حیات قبر ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر پڑھا جانے والا درود شریف اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچتا ہے اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ ''الیہ یصعد الکلم الطیب'' یعنی پاکیزہ کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے ہیں۔ اور وہ بھی کہتے ہیں کہ درود شریف جو پڑھا جاتا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ ہی سے درخواست کی ہے کہ اے اللہ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر رحمتیں نازل فرما۔ مثلاً ''اللھم صل علی محمد'' الخ۔ لہٰذا حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر پیش نہیں کیا جاتا۔ اس میں شک نہیں کہ بموجب آیت مذکورہ بالا درود شریف دوسرے پاکیزہ کلمات کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہے وہاں سے شرف قبولیت حاصل کر کے حضور اکرم ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے سے حضور اکرم ﷺ پیش ہونے کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ ان دونوں میں کسی قسم کی تنافی اور تضاد نہیں ہے۔ جب کہ احادیث صحیحہ کثیرہ سے آپ ﷺ پر درود شریف پیش ہونا ثابت ہے لہٰذا ''الیہ یصعد الکلم الطیب'' اور ''اللھم صل علی محمد'' الخ سے آپ ﷺ پر پیش ہونے کی نفی کرنا بھی ایک چال ہے۔ درحقیقت درود شریف دربار خداوندی سے شرف قبولیت حاصل کر کے حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے۔

دوسروں سے نص قطعی کا مطالبہ کرتے ہیں اور خود ضعیف وشاذ قول پیش کرتے ہیں

چال نمبر ۳۲: منکرین حیات قبر ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ اپنے مخالفین سے تو ہر مسئلہ پر نص قطعی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ضعیف حدیث تو کجا، خبر واحد کو بھی قبول نہیں کرتے لیکن جب اپنے آپ کو ضرورت پڑ جاتی ہے تو ہر قسم کے قول سے استدلال کرتے ہیں خواہ وہ ضعیف ہو، شاذ ہو، غیر معتبر ہو، مرجوح ہو، غیر مفتیٰ بہ ہو اور مردود ہو۔ الغرض جیسا بھی۔ بہر حال من پسند ہو یہ ہے معیار مقبول اور نہ مقبول ہونے کا۔

دورنگی چال

چال نمبر ۳۳: منکرین حیات قبر کبھی تو غیر مقلدین والی بولی بولنے لگ جاتے ہیں قرآن وحدیث کے بغیر ہم کسی کی نہ مانتے ہیں نہ سنتے ہیں۔ ہمیں قرآن وحدیث دکھاؤ۔ ہمیں کتابیں اور اقوال نہ دکھاؤ ہم کسی کے مقلد نہیں ہیں قرآن وحدیث کے مقابلہ میں کسی کا کوئی قول قابل اعتبار نہیں اور کبھی پکے حنفی بن جاتے ہیں اور فقہ احناف کی عبارات کے انبار لگا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جی فقہ حنفی میں یہ لکھا ہے وہ لکھا ہے اور پھر کبھی دیو بند کے اسٹیج سے بولتے ہیں کہ ہم دیو بندی ہیں ہمارا مسلک علماء دیو بند والا ہے۔ پھر ان کی کتابوں کے حوالہ جات دکھانا شروع کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ کسی کے نہیں بلکہ مطلب کے ہیں اگر خواہش والا مطلب قرآن سے پورا ہوتا ہوا نظر آتا ہے تو قرآن کے بن جاتے ہیں اور اگر حدیث سے پورا نظر آتا ہے تو حدیث کے بن جاتے ہیں اگر فقہ حنفی سے مطلب براری ہو رہی ہو تو فقہ حنفی کے ہیں اور اگر علماء اسلام دیو بند کی عبارات میں سہارا مل رہا ہے تو ان کے ہیں الغرض جہاں سے خواہش پوری نظر آرہی ہو یہ اس کے ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ کسی کے بھی نہیں ہیں بلکہ خواہش نفس کے بندے ہیں۔ مطلب کے یار ہیں اسی کا نام ہے دورنگی چال۔

موت کی نسبت صرف جسد کے لیے اور حیات کی نسبت صرف روح کے لیے سمجھتے ہیں

چال نمبر ۳۴: عزیز طلباء کرام! قرآن وحدیث اور اقوال الصحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ میں موت وحیات کی نسبت حضرت انسان کی طرف بکثرت وارد ہوئی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ موت وحیات کا محل وقوع پورا انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ ہے لیکن منکرین حیات قبر کی یہ چال ہے کہ موت کی نسبت صرف جسد کی طرف کرتے ہیں اور موت کے بعد حیات کی نسبت جو انسان کی طرف کی گئی ہے اس کو صرف اور صرف روح کے لیے خاص کر دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کہا جائے کہ ''مات عمر یا قتل عمر رضی اللہ عنہ'' تو کہتے ہیں کہ جسد مر گیا یا قتل کر دیا گیا اور جب کہا جائے ''بل احیاء'' تو اس کو روح کے ساتھ مختص کر دیتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ مات، یمت، موتاء کی نسبت بھی حضرت انسان کی طرف ہوتی ہے اور الحیات بعد الوفات بھی انسان کے لیے ہے یعنی مجموعہ کے لیے۔ اس قسم کی چالیں یہ لوگ محض اپنے غلط عقیدہ کو تقویت دینے کے لیے چلتے ہیں۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مت پڑو، اختلافی باتیں ہیں یہ علماء کا کام ہے

چال نمبر ۳۵: منکرین حیات قبر عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت، ضرورت اور افادیت کو عوام الناس کی

نظروں سے گرانے کے لیے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ علمی باتیں ہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے علماء جانیں اور ان کا کام۔ ہمیں اس مسئلہ میں بالکل نہیں پڑنا چاہیے۔ حالانکہ یہ عقیدہ نہایت ہی عظیم الشان ہے اور ہمارے مفتیان دین فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان کے لیے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور اسی عقیدہ عالیہ کا منکر گمراہ مبتدع اور اہل السنہ والجماعہ سے خارج ہے۔ ایسے شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ہاں حیات قبر تعلق روح مع الجسد العنصری ماننا ضروری ہے اس سے آگے تفصیلات میں پڑنا کہ وہ تعلق کس قسم کا ہے وغیرہ۔ یقیناً یہ اہل علم کی باتیں ہیں، ہم جیسے طالب علموں کے لیے اتنا عقیدہ کافی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ محض نفس حیات مانو یعنی تعلق کا ماننا ضروری نہیں ہے۔ یہ ایک خطرناک چال ہے۔ کیونکہ تعلق ماننا از بس ضروری ہے اور بغیر تعلق کے حیات انسانی کا تصور مشکل ہے۔

حیات وسماع کا عقیدہ شیعوں اور بریلویوں سے لیا گیا ہے

چال نمبر ۳۶: منکرین حیات قبر عقیدہ حیات وسماع کی اہمیت کو گھٹانے کے لیے ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ یہ عقیدہ شیعوں اور بریلویوں سے لیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ عقیدہ کتاب وسنت، خیر القرون اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور یہ عقیدہ شیعوں اور بریلویوں کے نظریات مخصوصہ میں سے قطعاً نہیں ہے۔ اس عقیدہ کو شیعہ اور بریلوی نظریہ کہنا بہت بڑی جسارت ہے۔ اگر کسی گمراہ انسان نے قرآن وحدیث کے کسی عقیدہ کو اپنا لیا ہے تو مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس عقیدہ کو صرف اس لیے چھوڑ دیں کہ یہ نظریہ کسی گمراہ انسان نے اپنا لیا ہے۔ شیعہ، بریلوی وغیرہ کلمہ وقرآن پڑھتے ہیں کیا مسلمانوں کو اس لیے قرآن وکلمہ چھوڑ دینا چاہیے کہ اس کو شیعہ اور بریلوی اپنا رہے ہیں۔ شیعہ اور بریلوی وغیرہ وضو، غسل اور نماز وروزہ کرتے ہیں تو کیا مسلمانوں کو یہ اعمال چھوڑ دینے چاہیے کہ شیعہ اور بریلوی کرتے ہیں۔ شیعہ و بریلوی صدقہ خیرات کرتے ہیں، حج وعمرہ کرتے ہیں تو کیا ہمیں ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔ شیعہ، بریلوی، نبیوں فرشتوں اور آل بیت کو مانتے ہیں تو کیا صرف اسی وجہ سے ہم نبیوں، فرشتوں اور آل بیت کو چھوڑ دیں گے؟ نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ شیعہ اور بریلوی جس طرح حیات وسماع کو مانتے ہیں علماء اہل سنت دیو بندان کی طرح نہیں مانتے وہ تو حیات وسماع اس طرح مانتے ہیں اہل قبور مشکل کشا اور حاجت روا ہیں ہماری مرادیں پوری کرتے ہیں۔ وہ متصرف فی الامور اور مختار کل ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں وغیرہ جب کہ علماء اہل سنت دیو بندان باتوں کو شرک سمجھتے ہیں۔ لہٰذا عقیدہ حیات وسماع کے متعلق یہ کہنا کہ یہ شیعوں والا یا بریلویوں والا عقیدہ ہے نہایت خوفناک چال ہے باقی رہا یہ عامیانہ بلکہ جاہلانہ شبہ کہ اگر موتی سنتے ہیں تو سب کام بھی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی دجل وفریب پر مبنی ایک چال ہی ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد ہی غلط ہے کہ جو سن سکتا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ زندہ انسان سنتے ہیں فرشتہ سنتے ہیں اور جنات سنتے ہیں لیکن سب کچھ نہیں کر سکتے جاہل لوگ اپنے زندہ پیروں، فقیروں کو پکارتے ہیں اور وہ زندہ ہونے کی وجہ سے ان کی قریب والی پکار سنتے ہیں۔ لیکن وہ کر کچھ نہیں سکتے قرآن مجید میں ہے۔ ''یانار کونی بردا و سلاما'' ایک مقام پر ''یا جبال اوبی معہ'' ظاہر ہے کہ آگ اور پہاڑ نے اللہ تعالیٰ کی بات کو سنا لیکن سننے کے بعد سب کچھ نہیں کر سکتے لہٰذا سماع کے بعد ضروری نہیں ہے کہ سب کچھ کر سکتا ہے بلکہ بہت ساری مخلوق ہے جو سماع کے بعد کچھ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا سماع کو سب کچھ کرنا لازم نہیں ہے اور لزوم سمجھنا جہالت اور حماقت ہے۔

عدم سماع موتی کے عام دلائل سے خاص کر حضور اکرم ﷺ کے سماع کی نفی کرتے ہیں

چال نمبر ۳۷: منکرین حیات قبر بزعم خویش قرآن وحدیث سے جو دلائل عدم سماع موتی پر پیش کرتے ہیں وہ دلائل عام ہیں جب کہ حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے آپ ﷺ عند القبر الشریف زائرین کا سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں اور اسی خصوصیت پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے لہٰذا عام دلائل سے خصوصی طور پر حضور اکرم ﷺ سے سماع کی نفی کرنا بھی ایک چال ہے ہاں اگر آپ ﷺ کی خصوصیت پر دلائل نہ ہوتے تو پھر کوئی بات بنتی۔

روزانہ حضور اکرم ﷺ کی ذات پر ہزاروں لوگ سلام پڑھتے ہیں آپ ﷺ سب کے سلام کو کیسے سنتے ہیں؟

چال نمبر ۳۸: منکرین حیات قبر کی ایک چال یہ بھی ہے ہزاروں آدمی روزانہ آپ ﷺ کے روضہ اقدس پر جا کر سلام پڑھتے ہیں آپ ﷺ ان سب سلام کرنے والوں کا سلام کیسے سنتے ہیں اور کس کس کا کس طرح جواب دیتے ہیں یہ تو مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اتنے آدمی روزانہ آپ ﷺ کو سلام کریں اور آپ ﷺ سب کا جواب دیں یہ تو آپ ﷺ کو تکلیف دینے والی بات ہے وغیرہ وغیرہ۔

درحقیقت یہ شبہ بھی ایک فاسد مفروضہ پر قائم ہے کہ عالم قبر و برزخ کے حالات کو عالم دنیا پر قیاس کر لیا گیا اور یہ ایک بنیادی غلطی ہے اگر یہ قیاس آرائیاں چھوڑ دی جائیں تو آدمی کے ذہن کو بہت سی غلط فہمیوں سے نجات مل سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر سلام پہنچانے والے قریب سے سنوانے والے خود اللہ رب العالمین ہیں اور جس کام کو کرنے والے اللہ رب العالمین ہوں وہاں مشکل اور ناممکن کا سوال ہی غلط ہے۔ دیکھئے حضور اکرم ﷺ کا سفر معراج کتنا لمبا اور مشکل سفر ہے اور وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں طے ہوا۔ تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ ''لیلا'' یعنی رات کے تھوڑے حصہ میں ہوا۔ جب اس موقع پر تھوڑے سے وقت میں اتنا لمبا سفر ہو گیا تو وہاں قبر و برزخ میں بہت ساروں کا درود وسلام پہنچانا اور قریب والوں کا براہ راست سنوا دینا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ دیکھئے دنیا میں ہر دور کے اندر اربوں کھربوں کی تعداد میں انسان چلے آ رہے ہیں اور نا معلوم دنیا میں کتنی صدیوں سے آباد ہیں اور کتنی صدیاں آباد رہیں گی۔ اور قیامت کا دن صرف پچاس ہزار سال کا ہے ادھر ہر انسان کی اوسط سو سال یا کم وبیش لگا لیجئے اور دیکھئے کہ آدمی روزانہ کتنے اعمال کرتا ہے اور وہاں ذرہ ذرہ کا حساب ہونا ہے میری دانست کے مطابق حساب کے لیے ایک آدمی کو پانچ منٹ بھی نہیں مل سکتے اور حساب ہونا ہے پچاس سال یا کم بیش کا کیا عقل انسانی اس کو باور کر سکتی ہے کہ سو سال کے اعمال کا حساب پانچ منٹ میں لے لیا جائے۔ یہ بات تو انسانوں کی ہے جب کہ وہاں تو جانوروں کا بھی حساب ہونا ہے اور جانوروں کی تعداد یقیناً انسانوں سے کہیں زیادہ ہے اب بتائیے کہ انسان کے لیے کتنا وقت بچے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ ایک منٹ میں بھی سو سال کے اعمال کا حساب کر سکتا ہے۔ ''وما ذالک علی اللہ بعزیز'' اسی طرح لاکھوں کے درود وسلام بہت تھوڑے وقت میں وہ قادر مطلق پہنچا بھی سکتا ہے اور

قریب سے ہزاروں کے سلام سنوا سکتا ہے اور وقت کو بچا بھی سکتا ہے وہ ڈھیر ساروں کا درود وسلام بہت تھوڑے وقت میں آپ ﷺ کی ذات اقدس پر پہنچتا ہے تو یقیناً یہ بات حضور اکرم ﷺ کے لیے باعث راحت اور سکون بنے گی نہ کہ تکلیف وکلفت کا سبب۔ جس شخص کے دوست بہت ہوں اور وہ اس کو سلام بھیجیں تو وہ خوش ہوتا ہے کہ میری طرف فلاں نے سلام بھیجے، فلاں سلام کے لیے آیا۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ بھی اپنی قبر مبارک میں درود وسلام سے خوش ہوتے ہیں اور یہی حال معجزات اور کرامات کا ہے مثلاً بی بی بلقیس کا تخت سینکڑوں میلوں سے ایک عالم کی کرامت سے آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے پہنچا۔ بہر حال سلام اور سننے پر اس قسم کے سوالات بھی ایک خوفناک چال ہے۔

بوقت موت روح کا جسم سے بالکل تعلق ختم ہو جاتا ہے

چال نمبر ۳۹: بعض علماء کرام نے ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا'' کی تفسیر میں یا کسی اور مقام پر لکھا ہے کہ جب موت کے وقت روح کا جسم سے بالکل تعلق ختم ہو جاتا ہے چنانچہ منکرین حیات قبر اس قسم کی عبارات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سادہ لوح عوام اور طلباء کو تاثر دیتے ہیں کہ فلاں عالم نے فلاں بزرگ سے فلاں دیوبندی نے لکھا ہے کہ موت کے بعد روح کا جسم سے تعلق بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قبر کی حیات نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایک چال اور دھوکہ ہے کیونکہ اس قسم کی عبارات لکھنے والے حضرات کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ عالم قبر و برزخ میں روح اور جسد کے مابین کسی قسم کا تعلق نہیں ہے اور نہ ہی وہ حضرات حیات قبر کے منکر ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ بتانا ہے کہ موت کے وقت روح اور جسد کا دنیاوی تعلق ختم ہو جاتا ہے یعنی وہ دنیا والے تعلق کی بالکل نفی کرنا چاہتے ہیں۔

باقی رہا عالم قبر میں برزخ کا تعلق تو وہ حضرات اس کی نفی نہیں فرما رہے کیونکہ اس تعلق کے تو وہ خود قائل ہیں۔ چنانچہ جس عالم کی یہ عبارت ہے بندہ اسی عالم کی کتابوں سے تعلق والا عقیدہ ثابت کر سکتا ہے، ان شاء اللہ۔ تو معلوم ہوا کہ وہ حضرات نفی کرتے ہیں تعلق دنیا کی نہ کہ تعلق قبر و برزخ کی جس کی کنہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ جس کی نفی کی گئی ہے وہ برزخی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ دنیوی تعلق ہے اور یہ بات مکرر سہ کرر عرض کی جا چکی ہے کہ اکابر علماء دیوبند کے نزدیک حیات دنیوی کا مطلب یہ ہے کہ اس حیات میں دنیا والا جسد شامل ہے۔ لہٰذا ایسی عبارات سے قبر و برزخ کی نفی کرنا بھی ایک خوفناک چال ہے اور دھوکہ ہے۔

حیات قبر برحق ہے لیکن منکرین حیات قبر بھی برحق ہیں

چال نمبر ۴۰: منکرین حیات قبر میں ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو بر بنائے مجبوری حالات حیات قبر کا اقرار کر لیتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کو بھی مان لیتا ہے لیکن ان لوگوں کی تمام تر ہمدردیاں منکرین کے حق میں جاتی ہیں۔ ان کی تعریف وتوصیف میں ہمیشہ رطب اللسان رہتے ہیں۔ کبھی ان کی قرآن خوانی کی حق گوئی، کبھی قرآن دانی کی، کبھی توحید بیانی، کبھی ان کے تقویٰ اور طہارت کی اور کبھی ان کے دورہ تفسیر کی تعریف کرتے رہتے ہیں اور اگر اکابر علماء دیوبند اور منکرین حیات کے بڑوں کا تقابلی تذکرہ چھڑ جائے تو ہمارے بڑوں پر

ان کو ترجیح دیتے ہیں اور ایسے لوگوں کے تربیت یافتہ شاگرد عموماً ذہنی طور پر مماتی ہی ہوتے ہیں۔ اور نسبتاً ان کے بڑوں کے زیادہ عقیدت مند ہوتے ہیں یہ طبقہ سب سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ بظاہر ہمارا اور درحقیقت انہیں کا ہے۔ یہ لوگ ہمارے طلباء کو ان کی طرف سپلائی کرنے میں اور ان کی گود میں ڈالنے زیادہ چالاک اور بہت کامیاب واقع ہوئے ہیں۔ اور یہ عیار لوگ ہمارے مسلک کی ہر تنظیم میں تقیہ شامل ہو چکے ہیں۔ خواہ وہ سیاسی جماعت ہو یا مذہبی، تبلیغی ہو یا جہادی الغرض ہر جماعت میں گھس کر اپنا الو سیدھا کر رہے ہیں اور مسلک اکابر دیوبند کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور جماعتوں کے شیرازہ کو سبوتاژ کر رہے ہیں۔

ہماری تمام جماعتوں میں جو انتشار اور دھڑے بندی ہے یہ اس قسم کے لوگوں کی شرارتوں کا نتیجہ ہے یہ چالاک ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے فارمولا پر رل پیرا ہیں۔ یہ لوگ ظاہری طور پر ہماری جماعت کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ سے رابطہ رکھ کر اپنے لیے تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ اور یوں ہمارے بن کر ہمارے طلباء کے عقیدہ حیات النبی ﷺ عقیدہ عذاب قبر، مسئلہ توسل اور مسئلہ استشفاع کے خلاف ذہن سازی کرتے ہیں اور بالآخر کشاں کشاں ان کو غیر شعوری طور پر سید عنایت اللہ شاہ صاحب کی راہ پر ڈال کر ان کا عقیدت مند بنا ڈالتے ہیں۔ ایسے عیار و چالاک لوگوں سے تقیہ کی چادر اتار لینے کے لیے بندہ عاجز نے ایک مضمون لکھا تھا جو ماہنامہ ''الخیر'' ملتان میں ''کچھ پہچان پیدا کر'' کے نام سے اور ''بینات کراچی'' اور خدام الدین لاہور میں ''سلف بیزاری'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ بہر حال اس طبقہ کی یہ چال بے حد خوفناک ہے۔ جس کی طرف توجہ کر کے اپنی جماعت کے افراد کو ایسے لوگوں کی عیاری اور مکاری سے تحفظ فراہم کرنا وقت کی ضرورت اور وقت کے علماء کی ذمہ داری ہے تاکہ ہمارے اسٹیج، ہماری مساجد، ہمارے مدارس، ہمارے دارالافتاء اور دارالارشاد ان کے بیانوں، اماموں، درسوں، فتوؤں اور قیادتوں سے پاک صاف ہو جائیں۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے۔ اسی طرح وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ارباب حل وعقد اور سیاہ وسفید کے مالک بھی ٹھنڈے دل سے سوچیں اور غور فرمائیں۔ جب انہوں نے یہ تاریخ ساز فیصلہ فرمایا ہے کہ جو شخص مسلک اہل سنت والجماعت دیوبندیہ حنفیہ سے انحراف کرے گا تو اس کی سند وفاق، شہادۃ عالیہ کالعدم تصور ہوگی تو اس فیصلہ کے بعد مسلک اہل حق سے باغی ہونے والوں کو سند جاری کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

''ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ واتباعہ اجمعین۔ آمین''

ابواحمد نور محمد تونسوی قادری
خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ
تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

أَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحديث)

عذاب قبر کی
صحیح صورت کے منکر کا
شرعی حکم

تالیف:

حضرت علامہ مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب:

صاحبزادہ قاری محمد احمد اللہ تونسوی قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا (القرآن)

ملک بھر کے نامور مفتیان کرام کے فتاویٰ کی روشنی میں

عذاب قبر کی صحیح صورت

کے

منکر کا شرعی حکم

تالیف

ابو احمد نور محمد قادری تونسوی

خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور

ترتیب

صاحبزادہ قاری محمد احمد اللہ تونسوی قادری

متعلم جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خان پور

ناشر

مکتبہ جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور

فون۔ 068-5671350

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵/جنوری ۲۰۱۵ء

حضرت مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی قادری رحمہ اللہ نے ایک امام جو زمینی قبر کے عذاب کا قائل نہ تھا کے متعلق پاکستان کے مدارس، دار الافتاؤں سے فتاویٰ جات منگوائے کہ ایسے شخص کو امامت سے برطرف کیا جائے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ ان بیس فتاویٰ جات کو آپ نے اپنے وقیع مقدمہ کے ساتھ شائع کر دیا۔ اس کا نام ''عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکر کا شرعی حکم'' تجویز کیا۔

اس مجموعہ میں اسے بھی شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طباعت کتاب میں تائید ایزدی

بندہ عاجز نے اس مجموعہ فتاویٰ کو اشاعت کی نیت سے کمپوزنگ کرا رکھی تھی لیکن طباعت کے اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر ہو رہی تھی۔ البتہ بندہ اللہ تعالیٰ سے پرامید ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کی طباعت کے ضرور اسباب پیدا فرمائے گا۔ چنانچہ ۲ ستمبر ۲۰۰۷ء بروز اتوار جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا شفیق الرحمن صاحب درخواستی رحمہ اللہ کی یاد میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا جس میں دیگر علماء کرام کے ساتھ پیر طریقت حضرت اقدس حضرت مولانا محمد ارشد الحسینی دامت برکاتہم العالیہ بھی تشریف لائے اور بیان بھی فرمایا، چونکہ بندہ عاجز کی تصانیف خصوصاً عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر مطالعہ فرما چکے تھے اس کی وجہ سے ان کے ساتھ بندہ کا غائبانہ تعارف اور خط و کتابت رہتی تھی اور یہی بات میرے مدرسہ کے مدرسین کو اور خود میرے عزیزوں کو بھی معلوم تھی تو میرے عزیزوں نے حضرت اقدس کو مذکورہ جلسہ پر جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ آنے کی دعوت دی۔

جسے حضرت اقدس نے بخوشی قبول فرمایا اور ۳ ستمبر ۲۰۰۷ء بروز سوموار آٹھ بج کر کچھ منٹ پر جامعہ عثمانیہ میں تشریف لے آئے۔ حضرت اقدس کے ہمراہ ان کے صاحبزادہ قاری محمد احمد بھی تھے۔ بندہ عاجز کی یہ ان سے بالمشافہ پہلی ملاقات تھی۔ تقریباً ایک گھنٹہ آپ ہمارے مدرسے میں رہے اور آپ نے متانت کے ساتھ بڑی علمی گفتگو فرمائی خصوصاً عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو اس عقیدہ سے والہانہ محبت ہے تو دوران گفتگو اس مجموعہ فتاویٰ کا تذکرہ ہوا، بندہ عاجز نے طباعت کے وسائل نہ ہونے کا بھی تذکرہ کیا تو حضرت اقدس نے بڑی خوشی سے اس کی طباعت اپنے ذمہ لے لی، تو انہی کے تعاون اور دعاؤں سے یہ فتاویٰ چھپ کر منظر عام پر آیا لہٰذا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سایہ کو ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے اور ان کے فیوضات سے ہمیں اور پوری امت کو مستفیض فرمائے اور اس مجموعہ فتاویٰ کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور انہیں ہر قسم کے شرور فتن سے محفوظ رکھے۔ آمین رب العالمین!

ابواحمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ
ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان
۲۱ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ / ۴ ستمبر ۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حامدا و مصلیا و مسلما

بندہ عاجز ہیچ مداں عرصہ طالب علمی سے عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام سے شغف رکھتا ہے چونکہ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کی بنیاد عقیدہ حیات قبر پر ہے تو اس مناسبت کی وجہ سے اس موضوع پر کتب کثیرہ کی ورق گردانی کی اور حاصل مطالعہ کے طور پر قبر کی زندگی۔ اسلام کے نام پر ہوئی پرستی، مولانا طیب طاہری پنج پیری کی خدمت میں ایک سو چار سوالات، منکرین حیات قبر کی خوفناک چالیں، عقیدہ حیات قبر اور علم وفہم میت کی حدیث وغیرہ کتب ورسائل معرض وجود میں آئے اور بیسیوں مضامین ومقالات چھپ کر منظر عام پر آئے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور اس کی توفیق سے ہوا، ورنہ من آنم کہ من دانم اور زیر نظر رسالہ عذاب قبر بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

بندہ عاجز نے آج سے تقریباً پانچ سال پہلے ملک پاکستان کے مفتیان کبار سے استفتاء کیا تھا کہ جو شخص امام مسجد ہے اور وہ عذاب قبر کی صحیح صورت پر یقین نہیں رکھتا بلکہ وہ عذاب قبر کی ایک ایسی صورت تجویز کرتا ہے جو ہر لحاظ سے غلط ہے عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے کیا ایسے پیش امام کے پیچھے نمازیں پڑھنا کیسا ہے تو ہمارے مفتیان کرام نے بالاتفاق جو جواب مرحمت فرمایا وہ یہ ہے کہ عذاب قبر کی صحیح صورت یہی ہے کہ اسی مدفن ارضی میں جہاں مردہ انسان کو دفن کیا گیا ہے۔ اعادہ روح ہوتا ہے قبر کا سوال وجواب روح اور جسد کے مجموعہ سے ہوتا ہے قبر کی جزاء وسزا کے لئے روح اور جسد عنصری کے مابین ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے روح اور بدن دونوں جزاء سزاء سے متاثر ہوتے ہیں البتہ اس اعادہ روح اور تعلق روح کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں ہم جیسے عام لوگوں کے لئے اتنا ایمان عذاب قبر کے متعلق کافی ہے باقی رہیں اعادہ اور تعلق کی کیفیات تو وہ اہل علم کے لئے خالص علمی باتیں ہیں ان میں پڑنا نامناسب ہے۔ روح اور نفس تعلق پر ایمان لانا ایک سنی مسلمان کے لئے ضروری ہے تو جو امام صاحب اس صحیح صورت پر ایمان نہیں رکھتا اس کی اقتداء میں نمازیں پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ الغرض بندہ عاجز میں اکابر کے ان فتاویٰ جات کی اشاعت کا داعیہ پیدا ہوا کیونکہ یہ ایک علمی ذخیرہ ہے اور عذاب قبر کی صورت پر کتاب وسنت کے دلائل کا انبار ہے اور مزید یہ کہ منکرین عذاب قبر نے جتنی الجھنیں پیدا کر رکھی ہیں ہمارے مفتیان کرام نے اس کا صفایا کر کے اصل عقیدہ کو بڑے صاف اور شفاف انداز میں پیش کیا ہے جس پر ایمان لانے کے لئے ہر منصف مزاج آدمی مجبور ہو جاتا ہے مثلاً عذاب قبر کی بحث میں برزخ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور حیات دنیوی کا ذکر بھی ملتا ہے تو ہمارے مفتیان کرام نے وضاحت فرمادی ہے کہ اگر عذاب قبر کو عذاب برزخ سے تعبیر کر دیا جائے تو ان دو باتوں میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے بلکہ مصداق کے اعتبار سے ایک ہیں، قبر مردہ انسان کے لئے ظرف مکان ہے اور برزخ مردہ انسان کے لئے ظرف زمان ہے علمائے اسلام کو قبر سے مراد برزخ کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کیونکہ بعض مردے ایسے ہوتے ہیں جن کو وقتی طور پر زمین میں دفن ہونا نصیب نہیں ہوتا بلکہ پرندوں درندوں کے پیٹ میں چلے جاتے ہیں یا خاک وراکھ میں مستحیل ہو جاتے ہیں تو اس پر ملاحدہ اعتراض کرتے تھے کہ جس کو یہ معروف قبر نصیب نہیں ہوئی کیا اس کو عذاب قبر نہ ہوگا تو ہمارے علماء نے جواب دیا کہ قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں ہے جس میں مردہ انسان کو دفن کیا

جاتا ہے بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے اور برزخ موت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی زمانہ کو کہتے ہیں برزخ کہہ کر قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کی گئی ہے کیونکہ جو مردہ اس زمینی قبر میں دفن ہے وہ بھی برزخ میں ہے جو مچھلیوں کے پیٹ میں یا پرندوں درندوں کے پیٹ میں ہے وہ بھی برزخ میں ہے جو خاک وراکھ میں ہے وہ بھی برزخ میں۔ الغرض! مردہ انسان جہاں بھی ہے وہ برزخ ہے۔ ان کج فہموں کی حماقت کو ملاحظہ فرمایئے کہ علمائے اسلام نے قبر سے مراد برزخ کہہ کر قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کی تا کہ قبر کا لفظ مردہ انسان کے ہر مقام کو شامل ہو جائے اور ان لوگوں نے برزخ کے لفظ سے خود اصلی حقیقی اور شرعی قبر کی بھی نفی کر دی۔

سخن شناس نہی دلبر خطا ایں جاست

معلوم ہوا کہ برزخ کے لفظ سے قبر کی نفی نہیں ہوتی اور نہ ہی نفی کرنی چاہئے اور جو شخص برزخ کے لفظ سے قبر کی نفی کرتا ہے وہ احمق اصطلاحات شرعیہ سے لاعلم ہے اسی طرح جن علمائے اسلام نے الحیات بعد الوفات کو حیات دنیویہ سے تعبیر کیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ حیات برزخیہ میں دنیا والا جسد عنصری شامل ہے لہٰذا حیات برزخی اور حیات دنیوی میں تضاد سمجھنا بھی حماقت ہے حیات برزخی بایں معنی ہے کہ عالم برزخ میں ہے اور حیات دنیوی بایں معنی ہے کہ دنیا والا جسد شامل حیات ہے اور اسی طرح مفتیان کرام نے جسد عنصری اور جسد مثالی کے بارے میں بھی بڑی وضاحت فرمائی ہے کہ جسد عنصری اصل ہے اور جسد مثالی اس کا عکس اور ظل اور تابع ہے جسد مثالی کا وجود جسد عنصری کا مرہون منت ہے جسد اصلی میں اگر حیات وسماع وغیرہ صفات پائے جاتے ہیں تو بالتبع جسد مثالی میں بھی یہ صفات پائی جائیں گی اگر جسد عنصری اصلی کو پتھر کی طرح بے جان قرار دے دیا جائے تو جسد مثالی میں نہ حیات آسکتی ہے نہ سماع یہی وجہ ہے ہمارے جو علمائے کرام روح کے لئے جسد مثالی تجویز کرتے ہیں وہ جسد عنصری کی حیات اور سماع کے بھی قائل ہیں اور اس کے ادراک شعور اور فہم کے بھی قائل ہیں۔ پس اگر اب کوئی شخص جسد مثالی کا لفظ دیکھ کر جسد عنصری کی نفی کرتا ہے تو یہ اس کے سوء فہم کا نتیجہ ہے بلکہ اس کی حماقت ہے ہمارے علماء اسلام فرماتے ہیں اگر کوئی شخص جسد عنصری سے تعلق مان لے پھر اس کے بعد ہزار مثالی جسد تجویز کرے تو ہمارا اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہاں جو شخص جسد مثالی کو تجویز کر کے جسد عنصری سے تعلق کا انکار کرتا ہے وہ گمراہ ہے بدعتی ہے اور اہل السنت سے خارج ہے اسی طرح ہمارے مفتیان کرام نے یہ وضاحت بھی فرما دی ہے کہ علمائے اسلام قبر و برزخ کی زندگی کو جو حیات روحانی کہتے ہیں یا اسے روح کی حیات سے تعبیر کرتے ہیں یا اس حیات کے متعلق ''لیست بالجسد'' کہا ہے تو اس قسم کے الفاظ سے وہ ایک بہت بڑی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ حقیقت یہ ہے کہ عالم دنیا میں جسد انسانی ظاہر اور اصل ہے اور روح مخفی ہے اور اس کے تابع ہے یہاں کے حالات اوّلاً جسم پر طاری ہوتے ہیں اور روح ظاہر نمایاں ہو جاتی ہے اور اسی لئے اصل ٹھہرتی ہے جب کہ جسد عموماً مخفی ہو جاتا ہے اور روح کے تابع رہتا ہے وہاں دکھ سکھ کے حالات اوّلاً واصلاً روح پر طاری ہوتے ہیں اور جسد بالتبع ان سے متاثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جتنے علمائے اسلام نے قبر کی اس زندگی کو حیات روحانی یا روح کی حیات کہا ہے وہ سب حضرات روح کا تعلق جسد عنصری سے تسلیم کرتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے جسد عنصری کو روح کے ساتھ جزاء سزاء میں شامل سمجھتے ہیں پس جو لوگ حیات روحانی کے لفظ سے جسد عنصری کی جزاء سزاء کا انکار کرتے ہیں وہ نہ تو اصطلاحات شرعیہ کو جانتے ہیں نہ ہی علمائے اسلام کی باتوں کا صحیح مطلب سمجھتے ہیں دیکھیے دنیا کی ہر تکلیف کو جسم کی

طرف منسوب کیا جاتا ہے مثلاً جسمانی اذیت، جسمانی کوفت، جسمانی تھکاوٹ وغیرہ دنیا کا کوئی عقلمند بھی ان جملوں سے روحانی اذیت اور روحانی تکلیف کی نفی سنے سمجھے گا بلکہ یہی سمجھے گا اصل کا ذکر کیا گیا ہے اور جو بالتبع وہ خود بخود اس میں شامل ہے اسی طرح حیات روحانی کہہ کر اصل کا ذکر کیا گیا اور جو تابع ہے وہ خود بخود مذکور ہے۔

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا صحیح مطلب

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ایک جملہ تحریر فرمایا ہے کہ حیات برزخیہ ''لیست بالجسد'' ہے یعنی قبر کی یہ حیات جسمانی نہیں ہے بلکہ روحانی ہے بعض کج فہموں نے اس جملہ سے جسد عنصری کے عذاب کا انکار کر دیا حالانکہ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ یہ جملہ ذکر کر کے اس عالم کی جزاء سزاء کی صحیح صورت بتا رہے ہیں کہ اس عالم میں جسد اصل نہیں ہے بلکہ روح کا تابع ہے وہاں کے دکھ سکھ کے حالات اوّلاً جسد پر وارد نہیں ہوتے بلکہ اوّلاً روح پر وارد ہوتے ہیں اور روح کے واسطہ سے جسد بھی متاثر ہوتا ہے چنانچہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

''وھو تنبیہ علٰی ان حیاتھم لیست بالجسد و لا من جنس ما یحسبہ من الحیوانات و انما ھی امر لا یدرک بالعقل بل بالوحی وعن الحسن ان الشھداء احیاء عند ربھم تعرض ارزاقھم فیصل الیھم الوجع'' (بیضاوی تحت الآیہ ولا تقولوا لمن یقتل)

بندہ عاجز کے فہم کے مطابق امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ جسد کی حیات کی نفی نہیں فرما رہے بلکہ نفی اس بات کی فرما رہے ہیں کہ قبر کی زندگی دنیا کی زندگی کی طرح جسمانی نہیں ہے کہ جسم اصل ہو اور روح اس کا تابع ہو بلکہ روح اصل ہے اور جسد اس کے تابع ہے اس پر دو قرائن ملاحظہ فرمائیں۔

قرینہ ۱۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''یثبت اللہ الذین آمنوا'' کی تفسیر میں ''تعاد روحہ فی جسدہ'' الحدیث۔ نقل فرما کر جسد کی حیات کو تسلیم کر لیا ہے۔

قرینہ ۲۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم'' کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ ''ثم یحییکم'' سے مراد قبر میں سوال وجواب کے لئے زندہ کرنا ہے۔

مفسر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''او للسوال فی القبور'' اسی طرح امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین'' کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ دوسری حیات سے مراد وہ حیات ہے جو مردہ انسان کو قبر میں مہیا کی جاتی تا کہ وہ نکیرین کے سوال کو سنے اور جواب دے تو ان حقائق کی روشنی میں بندہ عاجز نے بیضاوی کی عبارت کا یہی مطلب سمجھا ہے اگر کوئی مصنف مزاج اہل علم اس کا کوئی اور مطلب بتاتا ہے تو بندہ عاجز افہام تفہیم کے لئے ہر وقت تیار ہے۔

کیا کچھ مردے ایسے بھی ہیں جن کو یہ زمینی قبر نصیب نہ ہو

منکرین عذاب قبر کے سامنے جب عذاب قبر کی صحیح صورت پیش کی جاتی ہے تو وہ اس کو جھٹلانے کے لے ایک سوال کر ڈالتے ہیں کہ جن مردوں کو یہ زمین والی قبر نصیب نہیں ہوتی ان کو عذاب کہاں ہوتا ہے اس سوال سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان قبروں میں عذاب نہیں ہوتا بلکہ عذاب روح کی قبروں میں یعنی علیین اور سجین میں ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کا مغالطہ ہے اور اس قسم کے مغالطات سے لوگوں کو عذاب قبر کی صحیح صورت منوانا چاہتے ہیں۔

کیونکہ ہمارے علمائے اسلام نے بڑی وضاحت سے فرما دیا ہے کہ قبر کا حقیقی مصداق زمین کا وہ حصہ ہے

جس میں مردہ انسان کو باقاعدہ دفن کیا جاتا ہے اور یہی شرعی حقیقی اور عرفی قبر ہے اور اسی میں قبر کا حساب اور قبر کی کارروائی ہوتی ہے اور اگر کسی وجہ سے کسی مردہ کو یہ قبر نصیب نہیں ہوتی تو اس کے جسد کو جو بھی ٹھکانہ مل گیا وہی اس کی قبر ہے جو مردہ پرندوں درندوں کے پیٹ میں ہے وہی اس کی قبر ہے اور جو شیشے کی الماری میں رکھا ہوا ہے وہی اس کی قبر ہے جو خاک اور راکھ میں ہے وہی اس کی قبر ہے الغرض مردہ جہاں بھی ہے وہی اس کی قبر ہے البتہ مدفن ارضی اس کے لئے حقیقی قبر ہے اور جو اس کے علاوہ ٹھکانے ہیں وہ اس کے لئے مجازی قبریں بہر حال ہر مردہ کو قبر ضرور نصیب ہوتی ہے خواہ حقیقی ہو یا مجازی لہٰذا یہ کہنا ہی غلط ہے کہ بعض مردے ایسے ہیں جن کو قبر نصیب نہیں ہوتی۔

منکرین کے اس سوال سے قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے

محترم قارئین! منکرین کے اس سوال سے کہ بعض مردوں کو یہ ارضی قبر نصیب نہیں ہوتی۔ قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کئی بار قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ ہم تمہیں مرنے کے بعد زمین میں لے جائیں گے مثلاً ''منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى'' اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ''قال فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون۔ ثم اماته فاقبره'' وغیرہ آیات میں تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کے بعد ہر مردہ انسان کو مٹی میں لے جاتے ہیں ہاں بعض موتی کو جلد ارضی قبر نصیب ہو جاتی ہے اور بعض موتی کو کچھ وقفے کے بعد ارضی قبر نصیب ہوتی ہے بہر حال جلد یا بدیر ہر مردہ انسان نے زمین میں جانا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ بعض مردوں کو یہ ارضی قبر نصیب نہیں ہوتی قرآن مجید کے خلاف ہے بلکہ اس نظریہ سے قرآن مجید کی تکذیب لازم آتی ہے۔ دیکھئے جو مردہ وقتی طور پر پرندوں درندوں یا مچھلیوں کے پیٹ میں چلا گیا تو بالآخر مردہ خور جانوروں نے بھی تو مر کر مٹی میں جانا ہے اسی طرح جو مردہ صندوق میں یا الماری وغیرہ میں رکھا ہوا ہے تو قیامت کے زلزلے سے اس نے بھی زمین میں دھنسنا ہے اور یوں ہر مردہ انسان نے زمین میں جانا ہے اور بروز قیامت زمین سے باہر آنا ہے لہٰذا یہ سوال کرنا کہ بعض مردوں کو زمین والی قبر نصیب نہیں ہوتی خود غلط ہے۔

منکرین عذاب قبر کا عقیدہ

علمائے اسلام! عذاب قبر کی جس صورت کے قائل ہیں وہ تو آپ نے پڑھ لی ہے تو اب ضرورت ہے اس بات کی کہ منکرین کا عقیدہ بھی آپ کے سامنے لایا جائے تاکہ تصور کے دونوں رخ سامنے رکھ کر حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنا آسان ہو جائے چنانچہ عذاب قبر کے متعلق منکرین کا نظریہ درج ذیل ہے ''قبر سے مراد اس زمین کا وہ حصہ نہیں ہے جس میں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے اس کو تو عام لوگ قبر کہتے ہیں بلکہ قبر سے مراد برزخ ہے اور برزخ سے مراد علیین اور سجین ہے علیین ساتویں آسمان پر ہے سجین ساتویں زمین میں ہے اور وہیں ارواح رہتی ہیں اور وہیں ارواح کو مثالی جسد عطا کئے جاتے ہیں اور روحیں مثالی ابدان میں باقاعدہ حلول کرتی ہیں عام موتی کے مثالی بدن بصورت حیوان پرندہ ہوتے ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے یہ مثالی بدن بصورت انسان ہوتے ہیں اور ان کے دنیا والے ابدان کے مشابہ اور متشاکل ہوتے ہیں اور اس صورت حیات کو حیات برزخیہ کہتے ہیں اور قبر کی یہ کارروائی علیین وسجین میں روح اور جسد مثالی سے متعلق رہتی ہے باقی رہے مردہ انسانوں کے اجسام عنصریہ نہ تو وہ برزخ میں ہیں نہ ہی ان کی طرف اعادہ روح ہوتا ہے اور نہ ارواح کا ان سے کسی قسم کا تعلق رہتا ہے اور نہ ہی اجسام عنصریہ عذاب وثواب میں شریک وسہیم رہتے

ہیں بلکہ یہ تو اپنی قبور میں بے جان اور بے حس وحرکت پڑے ہوئے ہیں جن میں کسی قسم کی حیات کا شائبہ نہیں ہے۔''

نوٹ: منکرین کا یہ عقیدہ ان کی مختلف کتب کے مختلف اوراق اور صفحات پر منتشر طور لکھا ہوا ہے۔ مثلا (ندائے حق، اقامۃ البرہان، حیات برزخیہ، اور عقائد علمائے اسلام ص ۸۸، ۹۰، ۹۱، ۱۰۳، ۱۱۲، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۰، ۱۷۴، ۱۷۵) وغیرہ وغیرہ۔ نیز واضح رہے کہ یہ لوگ اپنے ان عقائد کا انکار نہیں کریں گے اور نہ کر سکتے ہیں اگر بالفرض کسی بات کا یہ انکار کرتے ہیں تو ان کی کتابوں سے ان کا یہ عقیدہ ثابت کرنا بندہ عاجز کی ذمہ داری ہے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

عقائد کا اثبات کس طرح ہوتا ہے

اہل اشاعت اپنی تحریروں اور تقریروں میں ہمیشہ اس بات کی رٹ لگائے پھرتے ہیں کہ عقیدہ کے اثبات کے لئے یا تو نص قطعی درکار ہے یا پھر احادیث متواترہ اس باب میں خبر واحد کی گاڑی نہیں چلتی اب بندہ عاجز مطالبہ کرتا ہے کہ اپنے اس عقیدہ کے ایک ایک جز کو قرآن کی نص سے ثابت فرمائیں یا پھر احادیث متواترہ سے، مہربانی فرما کر علماء کے اقوال پیش نہ فرمائیں کیونکہ وہ آپ کے ہاں حجت نہیں ہیں۔ جب خبر واحد کی گاڑی نہیں چلتی تو اقوال علماء کی گاڑی کیسے چلے گی۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: سوال پیدا ہوتا ہے کہ منکرین عذاب قبر، عذاب قبر کے لفظ کو تو مانتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص عذاب قبر کو نہ مانے وہ ایسا ویسا ہے تو جب وہ عذاب قبر کو مانتے ہیں چاہے غلط صورت کے ساتھ ہی سہی تو پھر ان کو عذاب قبر کا منکر کیوں کہا جاتا ہے؟

الجواب: ہمارے علمائے اسلام فرماتے ہیں اگر کوئی کسی اسلامی عبادت یا کسی اسلامی عقیدہ کے نام کو برقرار رکھ کر اور اسے تسلیم کر کے اس کے شرعی مفہوم یا مصداق کو تبدیل کر دے تو اسے اس عبارت اور اس عقیدہ کا منکر ہی کہا جائے گا۔ مثال کے طور پر مرزائی قادیانی بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ہمارا ایمان ہے اور ہم حضور اکرم ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور جو آپ ﷺ کی ختم نبوت کو نہ مانے وہ تو کافر ہے لیکن اس دعویٰ کے باوجود وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی جانتے ہیں تو جب اس بارے میں ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ تم ایک طرف ہمارے نبی ﷺ کو خاتم النبیین کہتے ہو اور دوسری طرف تم اجرائے نبوت کے قائل ہو اس کا کیا مطلب؟ تو اس کے جواب میں مرزائی کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔ آپ ﷺ بایں معنی خاتم النبیین ہیں کہ آپ نبیوں کے لئے مہر ہیں جس شخص کو آپ کی مہر لگ جائے تو وہ نبی بن جاتا ہے مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی آپ کی مہر لگ گئی ہے لہٰذا وہ بھی نبی ہیں لیکن ہمارے علمائے اسلام نے مرزائیوں کو اس لئے ختم نبوت کا منکر قرار دیا ہے کہ انہوں نے ختم نبوت کے لفظ کو تسلیم کر کے اس کے شرعی مفہوم کو مسخ کر دیا ہے تو معلوم ہوا کسی عبارت اور کسی عقیدہ کو لفظ کی حد تک تسلیم کر لینا اور اس کے مفہوم کو تبدیل کر دینا انکار کے مترادف ہے۔ چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ ''ان الذین یلحدون فی آیاتنا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہاں سے انکار کی ایک خاص قسم کا ذکر کیا جاتا ہے جس کا نام الحاد ہے لحد اور الحاد کے لغوی معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں قبر کی لحد کو بھی اسی لئے لحد کہتے ہیں کہ وہ ایک طرف مائل ہوتی ہے قرآن وحدیث کی اصطلاح میں

آیات قرآنی سے عدول وانحراف کو الحاد کہتے ہیں۔ لغوی معنی کے اعتبار سے تو یہ عام ہے صراحۃ کھلے طور پر انکار وانحراف کرے یا تاویلات فاسدہ کے بہانہ سے انحراف کرے۔ لیکن عام طور سے الحاد ایسے انحراف کو کہتے ہیں کہ ظاہر میں تو قرآن اور اس کی آیات پر ایمان وتصدیق کا دعویٰ کرے مگر ان کے معانی اپنی طرف سے ایسے گھڑے جو قرآن وسنت کی نصوص اور جمہور امت کے خلاف ہوں اور جس سے قرآن کا مقصد ہی الٹ جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں الحاد کے معنی یہی منقول ہیں۔'' (تفسیر معارف القرآن ج ۷ ص ۵۵۹)

الحیات بعد الوفات اجماعی عقیدہ ہے قرآن مجید کی کوئی آیت اس کی نفی نہیں کرتی

تصویر کے دونوں رخ سامنے لائے جائیں تو ہر دو فریق اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ موت سے لے کر قیامت تک کے وقفے میں کوئی خاص قسم کی حیات ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان سے قبر کا حساب لیا جاتا ہے اور جزاء وسزا کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ وہ حیات کس بدن کے ساتھ ہے علمائے اسلام تو فرماتے ہیں کہ یہ حیات دنیا والے جسد عنصری سے متعلق ہے اور وہ اس حیات کو حیات برزخیہ کہتے ہیں۔ بہر حال الحیات بعد الوفات پر دونوں فریق ایمان رکھتے ہیں کسی فریق کو اس حیات پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

منکرین کا سوء فہم

منکرین عذاب قبر قرآن مجید کی درجنوں آیات پڑھ کر عوام الناس کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ موت کے بعد سے قیامت تک کے عرصہ میں کسی قسم کی حیات نہیں ہے حالانکہ اس عرصہ میں حیات کے وہ خود بھی قائل ہیں اگر قرآن مجید کی کوئی آیت الحیات بعد الوفات کی نفی کرتی ہے تو وہ یقینا جس طرح علمائے اسلام کی حیات قبر وبرزخ کی نفی کرے گی تو وہ ان کی حیات برزخیہ کی بھی نفی کرے گی لیکن یہ بدفہم لوگ علمائے اسلام کی حیات قبر کی تردید میں اتنے اندھے ہو جاتے ہیں کہ خود اپنی حیات برزخیہ کی بھی بیخ کنی کر ڈالتے ہیں اور ان کو احساس تک بھی نہیں ہوتا۔

دو موتیں اور دو حیاتیں

یہاں منکرین کا ایک اور سوء فہم ملاحظہ فرمایئے وہ یہ ہے کہ ان کے عوام خواص خطباء اور واعظین یہ شور مچاتے پھرتے ہیں کہ علمائے دیوبند نے دو حیاتوں کی بجائے تین حیاتوں کا عقیدہ قائم کر رکھا ہے حالانکہ حیاتیں تو صرف دو ہیں ایک دنیا کی ایک آخرت کی یہ قبر کی تیسری زندگی کہاں سے آئی مجھے تعجب آتا ہے ایسے لوگوں پر کہ یہ لوگ قبر کی تیسری زندگی پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی تیسری زندگی کو کیوں بھول جاتے ہیں ان لوگوں کی تین حیاتیں یہ ہیں۔

(۱) دنیا کی زندگی (۲) برزخ کی زندگی (۳) آخرت کی زندگی اگر یہ لوگ تین زندگیاں مانیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر علمائے اسلام قبر کی زندگی پر ایمان رکھیں تو اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ یہ تیسری حیات کہاں سے آئی آخر وجہ کیا ہے؟ حالانکہ علمائے اسلام قبر کی زندگی کو نوع من الحیاۃ کہتے ہیں یعنی روح کا مردہ مدفون سے ایک خاص قسم کا تعلق ہے جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اسی لئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے قبر کی زندگی دنیا وآخرت کی زندگی کی طرح مستقل حیات نہیں بلکہ نوع من الحیاۃ ہے۔ لہٰذا قبر برزخ کی اس حیات کو دنیا کی زندگی کا تتمہ بھی کہہ سکتے ہیں اور آخرت کی زندگی کا مقدمہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ (معارف القرآن

ملخصا) لہٰذا قبر کی یہ زندگی دو حیاتوں کے منافی نہیں ہے لیکن معترضین حضرات تو مستقل تیسری زندگی کے قائل ہیں ان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ موت کے بعد روح کا بدن مثالی میں با قاعدہ دخول اور حلول ہوتا ہے یہ تیسری زندگی یقیناً دو حیاتوں کے منافی ہے لیکن زمانہ کی ستم ظریفی ملاحظہ فرمایئے کہ ایسے لوگوں کو قبر کی نوع من الحیاۃ تو دو حیاتوں کے خلاف نظر آتی ہے۔ لیکن اپنی تجویز کردہ اور خود ساختہ مستقل حیات دو حیاتوں کے خلاف نظر نہیں آتی۔ سچ ہے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

دو نہ شد سہ شد

یک نہ شد دو شد کی مثل مشہور چلی آ رہی ہے لیکن ان پر تو دو نہ شد سہ شد کی مثل سچی آتی ہے کیونکہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ عالم برزخ میں روح جسد مثالی میں با قاعدہ دخول اور حلول کئے ہوئے ہے اور قیامت کے دن روح کو بدن مثالی میں با قاعدہ دخول اور حلول کئے ہوئے ہے اور قیامت کے دن روح کو بدن مثالی سے نکالا جائے گا اور دنیا والے جسد کی طرف بھیجا جائے گا تو جب روح بدن سے نکالی جائے گی تو یہ اس کی موت ہوگی کیونکہ موت اسی کا نام ہے پس ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق تین حیاتیں اور تین موتیں معرض وجود میں آ جائیں گی لیکن ان لوگوں کو نہ تو اپنی تین حیاتیں نظر آتی ہیں اور نہ تین موتیں بلکہ صرف اور صرف قبر کی نوع من الحیاۃ دو حیاتوں کے خلاف نظر آتی ہے۔ پس صرف اب تک یہ ڈھول بجائے جا رہے ہیں کہ یہ تیسری زندگی کہاں سے آئی۔ مہربان من قبر کی یہ تیسری زندگی تو قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات سے ثابت ہے اگر شک ہو تو بندہ عاجز کی کتاب (قبر کی زندگی) کو دیکھ لیں وہاں درج ہیں لیکن آپ اپنی تیسری زندگی اور تیسری موت کا ثبوت پیش فرمائیں قرآن کی نص قطعی ہو یا پھر احادیث متواترہ اگر یہ مہیا نہ ہو سکیں تو ہم آپ کی خبر واحد کو بھی تسلیم کر لیں گے۔ چھوڑیئے اگر آپ ضعیف روایت بھی اپنے عقیدہ کے اثبات میں پیش کر دیں تو ہمیں قبول ہے لیکن

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔۔۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مماتیو! تم تو جسد مثالی کا نام قرآن وحدیث سے نہیں دکھا سکتے نہ قیامت تک نہ قیامت کے بعد تک۔

<u>انتباہ</u>: آپ نے منکرین کے مسلک میں جسد مثالی کا تذکرہ سنا اور ہمارے بعض علماء کی عبارات میں بھی جسد مثالی کا تذکرہ ملتا ہے لیکن اس سے یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کہ جسد مثالی کے قائلین علماء حضرات ان کے ہم مسلک ہیں کیونکہ ان کا جسد مثالی اور ہے اور علمائے اسلام جس جسد مثالی کا تذکرہ کرتے ہیں وہ اور ہے علماء اسلام کے نزدیک جسد مثالی جسد عنصری کا ظل اور عکس ہے یہی وجہ ہے کہ وہ علماء جسد مثالی کا قول کرنے کے باوجود جسد عنصری سے تعلق مانتے ہیں جب کہ منکرین کا جسد مثالی کسی خاص قسم کے میٹریل سے تیار ہوتا ہے اسی لئے وہ جسد عنصری کے تعلق کی نفی کرتے ہیں یہ بات پایہ یقین کو پہنچ چکی ہے کہ منکرین عذاب قبر کی جس صورت کے قائل ہیں ہمارے اکابر علماء دیوبند میں سے کوئی ایک عالم دین بھی ان کا ہم مسلک اور ہم خیال نہیں ہے ان لوگوں کی راہ علمائے اہل سنت سے جداگانہ ہے اگرچہ یہ لوگ علمائے دیوبند کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں لیکن کوئی دیوبندی عالم ان جیسے عقائد رکھنے والا نہ ہے بلکہ علمائے دیوبند کے تمام مفتیان کرام ان کو مبتدع (گمراہ) اور اہل السنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہیں اور عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکرین کو معتزلہ قرار دیتے ہیں۔

منکرین عذاب قبر کے علماء دیوبند کے حق میں گستاخانہ کلمات

جب منکرین کو ہمارے مفتیان کرام غلط نظریات کی وجہ سے گمراہ اہل سنت سے خارج اور معتزلہ وغیرہ کہتے ہیں تو یہ لوگ بڑی جسارت سے جواب دیتے ہیں کہ اگر ہمیں معتزلہ کہتے ہو تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو بھی معتزلہ کہو اور اگر ہمیں گمراہ کہتے ہو تو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو بھی گمراہ کہو اور اگر ہمیں اہل بدعت کہتے ہوں تو فلاں فلاں بزرگوں کو بھی یوں کہو۔ معاذ اللہ، استغفر اللہ! وہ لوگ اس طریقہ گفتگو سے اکابر کے دامن میں پناہ لینا چاہتے ہیں اور اکابر کو ہم خیال بتانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اس دعویٰ میں ذرا بھر بھی حقیقت کا شائبہ نہیں ہے جب ہمارے اکابر نے عقیدہ قبر اور عقیدہ حیات الانبیاء کا انکار نہیں کیا تو یہ نازیبا الفاظ کیسے ان کے حق میں استعمال کیئے جائیں اور جب مماتی ٹولہ عقیدہ عذاب قبر کا انکار کرتا ہے عقیدہ حیات الانبیاء کا انکار کرتا ہے تو یہ الفاظ کیسے ان پر چسپاں نہ کئے جائیں گے حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمہ اللہ ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک بدزبان عورت اپنے خاوند کے پورے خاندان کو حتیٰ کہ ساتوں پشتوں کو گالیاں دیتی تھی اور ان کے حق میں بدزبانی کرتی تھی اس کا مرد جب غصہ میں آتا اور اس کے سر پر جوتے برساتا تو وہ عورت اپنے بچاؤ کے لئے خاوند کے باپ اور دادے کی پناہ میں آ کر کہتی کہ مجھے بچاؤ خاوند کہتا ان سب کو تو نے گالیاں دی اور انہی کی گستاخی کی وجہ سے تجھے جوتے پڑ رہے ہیں سیدھی ہو کر بیٹھو اور جوتے کھاؤ۔ بعینہ یہی حال ہے ان مماتیوں کا کہ یہ لوگ عقیدہ حیات قبر اور عقیدہ حیات الانبیاء کی وجہ سے ہمارے تمام اکابر کو کافر اور مشرک کہتے ہیں ان کے حق میں گندی زبان استعمال کرتے ہیں تو جب اکابر کے رضا کاروں کی طرف سے کتاب وسنت کے دلائل کی ان پر مار پڑتی ہے تو یہ لوگ تحفظ حاصل کرنے کے لئے اکابر کی پناہ لینا چاہتے ہیں لہٰذا رضا کاروں کی طرف سے انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ انہی اکابر کی راہ چھوڑنے کی وجہ سے اور ان کے حق میں گندی زبان استعمال کرنے کی وجہ سے تمہیں گمراہ، معتزلہ اور بدعتی کہا گیا ہے اب تمہیں حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور دیگر اکابر کے دامن میں پناہ نہیں ملے گی سیدھے ہو کر بیٹھو اور دلائل کی مار کھاتے رہو اور جب تک تم اکابر کی راہ پر نہیں آتے تمہیں یہی مار ملتی رہے گی اور کہیں سے تمہیں پناہ نہیں ملے گی ان شاء اللہ۔

اگر اکابر کے حق میں یہ لوگ مخلص ہوتے تو یہ قطعاً نہ کہتے کہ ان کو ایسا ویسا کہو

ان لوگوں کا یہ کہنا کہ اگر ہمیں گمراہ بدعتی اور معتزلی کہتے ہو تو فلاں فلاں بزرگوں کو ایسا کہو دلیل ہے اس بات کی کہ یہ لوگ ان بزرگوں کے حق میں مخلص نہیں ہیں اگر ان لوگوں کے دلوں میں ان بزرگوں کا احترام اور درد ہوتا تو ان کے حق میں یہ لب کشائی نہ کرتے۔ بخاری ومسلم میں ایک حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں اپنے بچوں کے ہمراہ کسی جنگل کا سفر کر رہی تھیں ان کی غفلت کی وجہ سے ایک بھیڑیا آیا اور بڑی عورت کے بیٹے کو کھا گیا بڑی عورت چالاک تھی اس نے چھوٹی عورت کے بیٹے پر قبضہ کر لیا اور اس نے کہا یہ تو میرا بیٹا ہے اور بھیڑیا تو تیرے بیٹے کو کھا گیا ان کا جھگڑا ہو گیا غالباً موقع پر کوئی گواہ نہ تھے اسی لئے یہ جھگڑتی ہوئی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئیں مقصد فیصلہ کرانا تھا۔ چونکہ بڑی عورت چتر چالاک تھی حضرت داؤد علیہ السلام نے بیانات سن کر بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا حالانکہ بیٹا درحقیقت چھوٹی عورت کا تھا چنانچہ وہ بڑی عورت بیٹے کو لے کر جا رہی تھی اور چھوٹی عورت اس کے پیچھے روتی جا رہی تھی۔ راستے میں حضرت سلیمان علیہ السلام مل گئے انہوں نے ماجرا

پوچھا بیانات سننے کے بعد ان کو اندازہ ہوا کہ یہ بیٹا بڑی عورت کا نہیں بلکہ چھوٹی عورت کا ہے اور بڑی عورت نے اپنی چالاکی سے اپنے حق میں فیصلہ کرا دیا ہے۔ چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس کا فیصلہ میں کرتا ہوں چھری لاؤ میں اس بچے کے دو ٹکڑے کرتا ہوں ایک ٹکڑا بڑی کے لئے ہوگا اور دوسرا چھوٹی کے لئے تا کہ دونوں کو حصہ مل جائے اور دونوں راضی رہیں اب بڑی عورت بچے کے دو ٹکڑے کرنے پر راضی اور تیار ہوگئی جب کہ چھوٹی عورت رونے لگی اور کہنے لگی یہ بچہ بڑی کو دے دو اس کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو میں اپنے بیٹے کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا برداشت نہیں کرتی۔ یہاں سے واضح ہو گیا کہ بچہ چھوٹی عورت کا ہے جس کو بچہ کا فکر اور درد ہے بخلاف بڑی عورت کے نہ وہ اس کا بیٹا تھا نہ اس کو اس کا درد تھا اس لئے وہ تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر راضی ہوگئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس صورت حال کو دیکھ کر بچہ چھوٹی عورت کو دے دیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخلص کو درد ہوتا ہے غیر مخلص کو درد نہیں ہوتا۔ پس اگر یہ لوگ حضرت نانوتوی، حضرت تھانوی، حضرت کشمیری، حضرت عثمانی (رحمہم اللہ) وغیرہ کے حق میں مخلص ہوتے تو قطعاً یہ نہ کہتے کہ ان کو معتزلی کہو ان کو بدعتی کہو۔ دیکھئے یہ لوگ یوں تو نہیں کہتے کہ اگر ہمیں معتزلی کہتے ہو تو گجراتی کو، نیلوی کو اور بندیالوی وغیرہ وغیرہ کو معتزلی کہو۔ کیونکہ ان لوگوں کے حق میں یہ مخلص ہیں اور ان کا درد رکھتے ہیں۔ اسی لئے ان کا نام نہیں لیتے اور بچاؤ کے لئے ہمارے بزرگوں کا نام استعمال کرتے ہیں۔

ایک کمزور سہارا

جب ہمارے مفتیان کرام ان کو اس قسم کے غلط نظریات کے وجہ سے اہل السنہ والجماعہ سے خارج کر کے اہل بدعت میں شمار کرتے ہیں تو یہ لوگ حضرت سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کی تقریر ترمذی المعروف العرف الشذی کا سہارا لیتے ہیں اور ان کی ایک ادھوری عبارت پیش کر کے اپنے آپ کو اہل سنت ثابت کرنے کی سعی ناتمام کرتے ہیں اولاً حضرت کشمیری کی عبارت کو ملاحظہ فرمائیے چنانچہ کشمیری لکھتے ہیں۔ ''ثم لاهل السنة قولان قيل ان العذاب للروح فقط وقيل للروح والجسد'' (العرف الشذی بر ہامش، ترمذی ص ۲۱۷)

یعنی پھر اہل سنت کے دو قول ہیں ایک یہ کہ عذاب قبر صرف اور صرف روح کو ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ عذاب قبر روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے۔ فرقہ مماتیہ کے لوگ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں کہ جو لوگ فقط روح کی جزاء سزا کے قائل ہیں وہ اہل سنت ہیں لیکن ان کا یہ استدلال چند وجوہ باطل ہے۔

اولاً: گزارش ہے کہ حضرت شاہ صاحب وسیع النظر عالم تھے شاید ان کے معلومات میں کوئی ایک آدھ آدمی ایسا گزرا ہے جو فقط روح کی جزاء و سزا کا قائل تھا اور وہ بظاہر اہل السنۃ کے زمرہ میں شمار ہوتا تھا۔ اس لئے حضرت شاہ صاحب نے قولان فرمایا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جمہور اہل سنت کا قول یہی ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جمہور کی رائے کو ترجیح ہوتی ہے ایک آدھ آدمی کی رائے جمہور کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں۔

ثانیاً: حضرت شاہ صاحب نے متصل یہ تحریر فرمایا ہے کہ ''والمشهور الثانی اختاره اکثر شارحی الهداية وهو المختار'' (العرف الشذی بر ہامش ص ۲۱۷)

یعنی مشہور یہی دوسرا قول ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے ہدایہ کے اکثر شارحین نے اسی کو پسند فرمایا ہے اور یہی مختار مذہب ہے تو جب حضرت شاہ صاحب نے دوسرے قول کو مختار مشہور اور اکثریت کا مذہب

قرار دیا ہے تو پہلا قول اس کے مقابلہ میں غیر مختار غیر مشہور اور اقلیت کا مذہب ٹھہرے گا جب حضرت شاہ صاحب نے ہر لحاظ سے دوسرے قول کو راجح اور قول اول کو مرجوح قرار دیا ہے تو کیسے اسے اہلسنت کا قول قرار دیا جائے۔

ثالثاً: حضرت شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں: ''وان صار البدن ذرة في الدنيا فان الشعور لكل شئى عند جمهور الامة وتفرد ابن حزم الاندلسی'' (ایضاً) یعنی اگر بدن انسانی ذرہ ذرہ ہوکر دنیا میں پھیل جائے تو تب بھی جمہور امت کے نزدیک ہر چیز کو شعور حاصل ہے (لہٰذا بدن انسانی ہر حال میں قبر کی جزا سزا کو محسوس کرتا ہے) اور ابن حزم اندلسی نے اس کا انکار کر کے راہ تفرد اختیار کی ہے۔ دیکھئے علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ اس پہلے قول کو بن حزم کا تفرد قرار دے رہے ہیں ظاہر ہے کہ تفرد تفرد ہوتا ہے وہ اہل سنت والجماعت کا مذہب نہیں بن سکتا۔

رابعاً: حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جو دو قول نقل فرمائے ہیں ان میں پہلا قول ہے کہ عذاب فقط روح کو ہوتا ہے حالانکہ خود مماتیوں کا یہ مذہب نہیں ہے کہ عذاب فقط روح کو ہوتا ہے بلکہ یہ لوگ روح اور بدن مثالی کے عذاب کے قائل ہیں۔ بر سبیل تنزل اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اہل سنت کے دو قول ہیں تو مماتیوں کا عقیدہ کسی قول کے بھی مطابق نہیں ہے نہ قول اول کے مطابق نہ قول ثانی کے مطابق ان کا عقیدہ تو ان دونوں اقوال سے مختلف ہے تو اب شاہ صاحب کی نقل کے مطابق بھی یہ لوگ اہلسنت میں شمار نہیں ہو سکتے باقی حضرت شاہ صاحب نے صوفیاء کا مذہب نقل کیا ہے کہ وہ حضرات بدن مثالی کے ساتھ عذاب کے قائل ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرات صوفیاء کرام جسد مثالی کی تجویز کے ساتھ ساتھ جسد عنصری سے تعلق کے قائل ہیں اور جسد عنصری کی طرف اعادہ روح کے قائل ہیں روح اور جسد عنصری دونوں کی جزا و سزا کے قائل ہیں۔ حتیٰ کہ سماع موتی کے بھی قائل ہیں جب کہ عصر ہذا کے معتزلہ جسم مثالی کو تجویز کر کے جسد عنصری کی طرف نہ اعادہ روح کے قائل ہیں نہ تعلق روح کے اور نہ ہی جسد عنصری کو جزا سزا میں شامل سمجھتے ہیں بلکہ ان سب امور کا انکار کرتے ہیں معلوم ہوا یہ لوگ حضرت شاہ صاحب کے جس قول کا سہارا لے کر اپنے آپ کو اہلسنت ثابت کرنا چاہتے ہیں حضرت شاہ صاحب کی اسی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہلسنت سے خارج ہیں کیونکہ ان لوگوں کا عقیدہ عذاب قبر نہ قول اوّل کے مطابق ہے نہ قول ثانی کے مطابق ہے اور نہ ہی قول صوفیاء کے مطابق ہے۔

تفہیم کا ایک اور طریقہ

اگر اشاعت التوحید والے بضد ہیں کہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے ہمیں اہل السنہ میں شمار کیا ہے تو بندہ عاجز تفہیم کے لئے ایک اور طریقہ اختیار کرتا ہے لیکن ذرا پہلے بطور تمہید کے ایک بات ذہن نشین فرمالیں بات یہ ہے کہ ۱۹۹۸ء میں ایک کتاب بنام ''خس کم جہاں پاک'' اشاعت التوحید والسنۃ والوں کی طرف سے شائع ہوئی اس کتاب میں اشاعت التوحید والوں نے مولوی احمد سعید چتروڑ گڑھی کے جماعت سے اخراج کے اسباب اور وجوہات بیان کئے ہیں اور من جملہ اسباب ایک یہ بھی ہے کہ مولوی احمد سعید جماعت کے اکابر کی توہین کرتا ہے ان کو گالیاں دیتا ہے اور ان پر شرک کفر اور ارتداد کے فتوے چسپاں کرتا ہے ان کو گالیاں دیتا ہے اور ان پر شرک کفر اور ارتداد کے فتوے چسپاں کرتا ہے مثلاً جتوئی ضلع مظفر گڑھ کے ایک عالم ربانی حلفاً کہتے ہیں مولانا احمد سعید خان نے حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ اور حضرت شاہ صاحب مدظلہ (عنایت اللہ شاہ صاحب) کو ۱۹۸۴ء میں بے شمار گالیاں دی۔ (خس کم جہاں پاک ص ۱۱۶) اور ایک مقام پر لکھا ہے کہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ

خان رحمہ اللہ کو (مولانا) احمد سعید نے جی بھر کر گالیاں دیں کئی علماء اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم غلاف کعبہ کو ہاتھ میں تھام کر قسم اٹھا سکتے ہیں کہ احمد سعید نے شیخ کو ننگی گالیاں دی تھیں (خس کم جہاں پاک ص ۱۱۶)

مزید لکھا ہے کہ: ''پیر طریقت حضرت شاہ جی مدظلہ کے بارے میں ایک سے زائد مقامات پر وہ یہ کہہ چکے ہیں کہ شاہ صاحب عمر کے اس حصہ میں ہیں جہاں ذہن کم ہی کام کیا کرتا ہے۔'' (خس کم جہاں پاک ص ۱۱۷)

اور ایک مقام پر لکھا ہے کہ (احمد سعید کہتے ہیں) میرے نزدیک دیوبندی، بریلوی، سب مشرک، کافر ہیں۔ دونوں لا الٰہ الا اللہ کے منکر ہیں۔ (خس کم جہاں پاک ص ۱۳۵)

اسی طرح اسی کتاب کے ص ۱۴ اور ص ۵۷ پر لکھا ہے کہ احمد سعید چتروڑ گڑھی نے سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کو مرتد بنایا۔

آمدم برسر مطلب: اب مذکورہ بالا حوالہ جات کو سامنے رکھ کر اگر کوئی شخص یہ رائے قائم کرے۔ ''ثم لاهل الاشاعة فی عنایة اللہ شاہ گجراتی قولان، الاول کافر مشرک مرتد'' الثانی ''امام الموحدین'' اب اہل اشاعت اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ یہ پہلا قول اہل اشاعت کا تصور ہوگا کیا اس قول کی اہل اشاعت کی طرف نسبت درست ہوگی یا وہ اس قول کو ایک شخص کا تفرد کہہ کر رد کر دیں گے تو جس طرح اہل اشاعت کے ہاں یہ پہلا تفرد ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور جمہور اشاعت التوحید والسنہ کا مذہب یہی دوسرا قول ہے۔ اسی طرح حضرت سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کی عبارت کا مطلب سمجھئے کہ انہوں نے دوسرے قول کو مختار اور جمہور اہل سنت کا مذہب قرار دے کر پہلے قول کو تفرد قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ پہلا قول مردود ہے۔

ایک اور کمزور سہارا

یوں تو اشاعت التوحید والسنہ ہمارے تمام اکابر دیوبند کثر اللہ سوادھم کو جب جبراً اور ظلماً اپنا ہم مسلک بتاتے پھرتے ہیں قطع برید کر کے یا پھر تاویل القول بمالا یرضیٰ بہ القائل کا ارتکاب کر کے ان کی بعض عبارتیں بھی پیش کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ ہمارے ہم مسلک اور ہم خیال تھے حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے اور اس سفید جھوٹ کے جواب میں بندہ عاجز نے ایک کتاب تحریر کی ہے (اللہ کرے جلد شائع ہو جائے) جس میں بندہ عاجز نے اپنے تمام اکابر حضرت مولانا محمد قاسم نوتوی رحمہ اللہ سے لے کر حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تک تمام بزرگوں کا عقیدہ اور مسلک بیان کیا ہے کہ یہ سب حضرات عذاب قبر کی صحیح صورت کے، حیات الانبیاء علیہم السلام کے اور عام موتی کے سماع فی الجملہ کے قائل تھے۔ یہاں تمام اکابر کے ان تین مواقف کے بیان کرنے کی تو گنجائش نہیں ہے لیکن حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے موقف کو بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ یہ لوگ ان کی ایک کتاب ''اشرف الجواب'' کو زیادہ پیش کرتے ہیں لہٰذا ضرورت ہے اس بات کی کہ حضرت حکیم الامت کا عقیدہ مختصر لفظوں میں بیان کر دیا جائے تا کہ کوئی ساتھی مغالطہ میں نہ رہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ بلاشبہ جسد مثالی کا اپنی تصنیفات میں بکثرت تذکرہ فرماتے ہیں لیکن وہ جسد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق مانتے ہیں اور اسی قبر میں اعادہ روح کے قائل ہیں اور روح اور جسد عنصری دونوں کے عذاب وثواب کے قائل ہیں چنانچہ حضرت حکیم الامت لکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور خود یعنی جسد مع تلبس روح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپ قبر شریف میں زندہ ہیں۔ تفصیلات کے لئے (اشرف الجواب ص ۲۵۰ تا ۲۵۳) کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں اصل قرار تو جنت میں ہو اور قبر میں اصل قرار نہ ہو کچھ تعلق جسد سے ہو خواہ وہ جسد اصلی حالت پر یا مستحیل ہو گیا ہو اور یہ تعلق صرف اتنا ہو جس سے ادراک نعیم والم کا ہو سکے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۱۸)

مزید لکھتے ہیں اور اعیدوہ کی دلالت اس پر کہ روح ارض سے پیدا ہوئی غیر مسلم ہے کیونکہ اس کی توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کو زمین کی طرف اس لئے لے جاؤ کہ اس کا بدن خاکی ہے جس کا وہاں رہنا حکمت ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۱۸، ۴۱۹)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ: ''تعذیب وتنعیم کی مدرک روح ہے اصالۃً نہ جسد مگر تبعاً۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۸۴۹) میں لکھا ہے کہ باقی عذاب قبر جسم عنصری اور جسم مثالی دونوں پر ہوتا ہے معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ قطعاً ان لوگوں کے ہم خیال نہیں تھے اور نہ ہی یہ لوگ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ہم مسلک ہیں ان لوگوں کے عقائد مخصوصہ میں علماء دیوبند اہل السنہ والجماعت کا کوئی ایک بھی عالم دین ان سے متفق نہیں ہے۔

عقلی شبہات ووساوس

عقیدہ عذاب قبر پر بعض لوگ عقلی شبہات وارد کر کے اس عقیدہ کو کمزور کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ بھی بچند وجوہ باطل ہے۔

اوّلاً: اس لئے کہ اسلام میں عقل شریعت کے تابع ہے نہ کہ شریعت عقل کے تابع لہٰذا جو حقائق کتاب وسنت سے ثابت شدہ ہیں ان کو عقلی شبہات کی وجہ سے ٹھکرا دینا ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

ثانیاً: عقیدہ عذاب قبر اور اس قسم کے دوسرے عقائد عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں غیب کی چیزیں عقل کے خلاف نہیں البتہ عقل سے ماوراء ہیں چونکہ وحی سے یہ امور ثابت ہیں لہٰذا ان غیبی امور پر ایمان لانا ضروری ہے۔

ثالثاً: عقیدہ عذاب قبر پر اعتراضات کر کے اس کو مسترد کرنے والے دشمنان اسلام ہیں لہٰذا کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ دشمنان اسلام کی اعتراض بازی سے مرعوب ہو کر کسی اسلامی عقیدہ کو رد کر دے یا اس کی تاویل کر دے بلکہ اس کا فرض یہ ہے کہ اس عقیدہ کو اپنی صحیح صورت پر برقرار رکھ کر دشمنان اسلام کے اعتراضات کا جواب دے۔

رابعاً: دشمنان اسلام کے یہ شبہات ووساوس صرف عقیدہ عذاب قبر پر وارد نہیں ہوتے بلکہ یہ لوگ دوزخ بہشت، قیامت، وزن اعمال، حوض کوثر وغیرہ عقائد اسلامیہ پر بھی اعتراضات کرتے ہیں کیا ان کے اعتراضات سے ڈر کر ان عقائد اسلامیہ کا انکار کر دیا جائے گا؟ اعتراض کرنے والے تو حضور اکرم ﷺ کے معراج پر بھی اعتراض کرتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے پر بھی اعتراض کرتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور ان کے نزول پر بھی اعتراض کرتے ہیں، تو کیا ان عقائد کو عقلی شبہات کی وجہ سے مسترد کر دیا جائے گا؟

اسی طرح حضرات انبیاء کرام کے معجزات اور حضرات اولیاء کرام کی کرامات جو قرآن مجید میں بکثرت مذکور ہیں اس سب پر ملحدوں اور زندیقوں کو اعتراض ہے کہ یہ عقل کے خلاف ہیں تو کیا معجزات اور کرامات کا انکار کر دیا جائے گا؟

خامساً: منکرین عذاب قبر کی بنیادی غلطی یہی ہے کہ یہ لوگ قبر وبرزخ کے حالات کو عالم دنیا کے حالات پر قیاس کر کے انکار کر بیٹھتے ہیں اگر یہ لوگ عالم آخرت کے حالات کو بھی عالم دنیا کے حالات پر قیاس کریں گے تو آخرت کا بھی انکار

کر بیٹھیں گے کیونکہ یہ ایک بنیادی غلطی ہے جس میں یہ بیچارے مبتلا ہیں ان لوگوں کو چاہئے عالم قبر و برزخ کو سمجھنے کے لئے عالم خواب میں غور کریں تو ان کے تمام شبہات اور وساوس خود بخود کافور ہو جائیں گے اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد منظور لکھنوی رحمہ اللہ کی کتاب معارف الحدیث ج ا باب العقائد بحث عذاب قبر و برزخ کا مطالعہ نہایت ہی مفید ثابت ہوگا۔

سادسا: جب کہ ان لوگوں کے عقلی شبہات کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں مردہ جس حال میں بھی ہے اللہ تعالیٰ اس کو جزاء سزا دے سکتا ہے تو لوگ بڑی سادگی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہاں قادر ہے لیکن قانون نہیں ہے وہ اس طریقہ جواب سے قانون اور قدرت میں تضاد بتانا چاہتے ہیں حالانکہ ہر جگہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ بعض مقامات پر قانون اور قدرت کا حسین امتزاج بھی ہوتا ہے دیکھئے نطفہ سے بچہ پیدا کرنا اللہ کی قدرت اور قانون کا حسین امتزاج ہے۔ اسی طرح بھینس کے پیٹ میں بھوسے اور چارے سے دودھ بن جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قانون کا حسین امتزاج ہے وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا ہر جگہ قانون اور قدرت میں تضاد سمجھان ان لوگوں کی کج فہمی کا نتیجہ ہے عذاب قبر کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے قانون کا حسین امتزاج ہے ایک طرف اللہ عذاب دینے پر قادر ہے اور دوسری طرف مردہ انسان مجرم ہے اور مجرم کو سزا دینا قانون خداوندی ہے یہاں قانون قدرت کا کوئی تضاد نہیں ہے۔

آخری گزارش

بندہ عاجز نے یہ چند صفحات حضرات مفتیان کرام کے فتاویٰ سے پہلے بطور توضیح کے لکھ دیئے ہیں امید ہے کہ عذاب قبر کی صحیح صورت پر وارد ہونے والے جملہ شبہات کا ان سے ازالہ ہو جائے گا اگر کوئی شبہ ایسا ہے کہ جس کا جواب یہاں نہیں مل رہا تو آپ بندہ عاجز کی تالیفات قبر کی زندگی، اسلام کے نام پر ہوئی پرستی، ایک سو چار سوالات اور منکرین حیات قبر کی خوفناک چالیں، مطالعہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ شبہ دور ہو جائے گا اگر کتابوں سے مسئلہ حل نہیں ہو رہا تو بندہ عاجز تادم زیست آپ کی خدمت کے لئے ہر وقت اور بروقت حاضر ہے اور جب بندہ عاجز عالم قبر و برزخ میں چلا جائے گا تو علمائے دیوبند کے رضا کاروں کا ایک ایک مخلص فرد آپ کی تسلی تشفی کرانے کے لئے ہر جگہ موجود ہوگا۔ ان شاء اللہ ''واللہ یھدی الیہ من ینیب''

میرا مقصد اصلاح اور اکابر علمائے اہل سنت دیوبند کے مسلک کی ترجمانی ہے اگر میں نے ان صفحات پر اپنے اکبر کے مسلک کی ترجمانی کی ہے تو یہ میرے لئے دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے اور اگر میں اپنے اکابر کی ترجمانی نہیں کر سکا اور میری قلم سے کوئی ایسی بات نکل گئی جو اکابر کے مسلک کے خلاف ہے تو میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر ہر ایسی بات سے رجوع کرتا ہوں بلکہ توبہ کرتا ہوں جو مسلک اکابر کے خلاف ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کام میں خلوص عطاء فرمائے مجھے اور میری تمام اولاد کو اکابر کے مسلک پر استقامت نصیب فرمائے اور میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ آمین یارب العالمین!

''صلی اللہ تعالیٰ علی محمد و الہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین الی یوم الدین۔ صلوۃ تنجینا بھا من جمیع الاحوال و الأفات تقضی لنا بھا جمیع الحاجات و تطھرنا بھا من جمیع السئیات و ترفعنا بھا عندک اعلی الدرجات و تبلغنا بھا اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیوۃ و بعد الممات۔ انک علی کل شئی قدیر۔ اللھم صلی علی روح محمد فی الارواح۔ اللھم صلی علی جسد محمد فی الاجساد۔ اللھم

صلی علی قبر محمد فی القبور الی یوم النشور و بعد النشور بعد دمن قعد و قام و بعد دمن صلی و صام ''

فقط......ابواحمد نور محمد تونسوی قادری خادم جامعہ عثمانیہ، ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان
۶ رصفر المظفر ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۳ رفروری ۲۰۰۷ء

اب پہلے میرا سوال پڑھیے پھر حضرات مفتیان کرام کے جوابات

سوال

محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب دامت برکاتھم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ ہمارے شہر میں ایک صاحب پیش امام ہیں۔لوگوں کو نمازیں پڑھاتے ہیں اور عذاب قبر کے متعلق وہ اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں کہ عذاب قبر حق ہے اور جو اس کو نہ مانے وہ کافر ہے لیکن قبر زمین کے اس حصہ (گڑھا) کو نہیں کہتے جس میں مردہ جسم کو دفن کیا جاتا ہے۔ بلکہ قبر سے مراد روح کی قبر ہے جسے علیین اور سجین کہا جاتا ہے جس کو جسد مثالی کہا جاتا ہے تو وہاں برزخی قبر میں روح اور مثالی جسد سے سوال نکیرین ہوتا ہے اور وہاں جزاء سزاء کا سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے باقی رہا یہ جسد عنصری نہ تو اس کی طرف اعادہ روح ہوتا ہے اور نہ ہی روح کا اس سے کوئی علاقہ اور تعلق رہتا ہے اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی حیات ہے بلکہ اس ارضی قبر میں پڑے ہوئے جسد عنصری میں کسی قسم کی حیات ماننا اور روح کا تعلق ماننا قرآن وحدیث کے خلاف ہے یہ ہے پیش امام صاحب کا عذاب قبر کے متعلق عقیدہ اور نظریہ۔

اب سوال یہ ہے کہ عذاب قبر کی یہ تشریح صحیح ہے یا غلط؟ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے موافق ہے یا مخالف؟ کیا علمائے دیوبند کے نظریات بھی اسی طرح ہیں؟ اگر عذاب قبر کی یہ تشریح غلط ہے تو ایسے شخص کی اقتداء میں نماز ادا کرنا صحیح ہے یا نہ؟ اگر اس کے پیچھے نماز ادا نہیں ہوتی تو جو نمازیں اب تک پڑھی جا چکی ہیں وہ سب واجب الاعادہ ہیں یا نہ؟'' بینوا توجروا'' السائل ابواحمد نور محمد تونسوی قادری خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ لیاقت پور ضلع رحیم یار خان
۱۲ رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ/ بمطابق ۲۷ رمارچ ۲۰۰۷ء

جواب (۱) از دارالافتاء جامعہ مخزن العلوم خان پور ضلع رحیم یار خان

قبر کا اصل مصداق یہی گڑھا ہے جس میں مردہ کو دفن کیا جاتا ہے۔قرآن وحدیث اور فقہ میں یہ لفظ اسی گڑھے کے لئے استعمال ہوا ہے۔البتہ بدن اگر مدفون نہ بھی ہو جہاں ہو خواہ درندوں کے پیٹ میں ہو تو یہ اس کے لئے بحکم قبر ہے۔

قرآن پاک میں ہے:'' ولا تصلّ علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ'' (توبہ:۴)

حدیث پاک میں ہے:''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال مر النبی ﷺ بقبرین فقال انھما یعذبان و ما یعذبان فی کبیر اما احدھما فکان لا یستتر من البول و اما الاخر فکان یمشی بالنمیمۃ ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقہ نصفین فغرز فی کل قبر واحدۃ قالوا یا رسول اللہ لم فعلت ھذا قال لعلہ یخفف عنھما مالم ییبسا''

(بخاری ج ۱ ص ۳۵، مسلم ج ۱ ص ۱۴۱، نسائی ج ۱ ص ۱۲)

''وعن زید بن ثابت قال بینما رسول اللہ ﷺ فی حائط لبنی النجار علی بغلۃ لہ و نحن معہ اذ حادت بہ فکادت تلقیہ و اذا قبر ستۃ او خمسۃ فقال من یعرف اصحاب ھذہ الاقبر قال رجل انا قال متی ماتوا قال فی

الشرک فقال ان هذا الامة تبتلی فی قبورها فلو لا ان لاتدافنوا لدعوت الله ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منه۔'' (مشکوۃ ج۱ ص ۲۵)

کتب فقہ میں قبر کی کھودائی اور بغیر نماز جنازہ پڑھے کسی مسلمان کو دفن کر دیا ہو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ (کما فی عامۃ الکتب) اس سے مراد یہی ارضی قبر ہے ان حوالہ جات میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اہل علم میں سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آں حضرت ﷺ کو قرآن پاک میں سجین پر کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ یا آں حضرت ﷺ اور صحابہ کرام کا گزر سجین کے اوپر سے ہوا ہے یا فقہاء کرام نے علیین و سجین میں نماز جنازہ پڑھنے کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث اور فقہ میں جہاں بھی قبر کا ذکر آیا ہے اس سے یہی ارضی قبر مراد لی جاتی ہے جمہور مسلمان ائمہ اربعہ اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کا اجماعی عقیدہ ہے کہ راحت و عذاب قبر بدن عنصری اور روح دونوں کو ہوتا ہے بدن میں بہ تعلق روح نوع من الحیاۃ ہوتی ہے جس سے وہ راحت و عذاب کا ادراک کرتا ہے۔ اس پر کتب معتبرہ میں سے چند حوالہ جات ذکر کئے جاتے ہیں۔

مفسرین اور عقیدہ راحت و عذاب قبر

قرآن مجید میں ہے: ''یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرہ'' (ابراہیم:۲۷)

اس آیت کے تحت مفسرین نے اس مسئلہ کو اچھی طرح بیان فرمایا ہے اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے سورۃ روم میں چنانچہ روح المعانی میں ہے ''والجمهور علی عود الروح الی الجسد او بعضه وقت السوال لا یحس به اهل الدنیا الا من شاء الله تعالٰی'' (ج۲۱ ص ۵۷) واضح ہو کہ جمہور سے مراد جمہور امت ہے۔

تفسیر ابن کثیر (عربی) میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورہ ابراہیم کی مذکورہ آیت کے تحت احادیث کی روشنی میں اعادہ روح اور راحت و عذاب کا ملنا بڑی صراحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (ج۲ ص ۵۳۱)

تفسیر مظہری (عربی) میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت کے تحت وفی الآخرۃ کی تفسیر فرمائی ہے یعنی ''اذا سئلوا فی القبور'' انہوں نے بھی اس آیت کے تحت مردہ کو اسی قبر میں عذاب و ثواب۔ اعادہ لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز کا سننا اور سوال و جوابات کی روایت جمع فرمائی ہیں۔ (ج۵ ص ۲۶۸)

معارف القرآن میں حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ مفتی اعظم پاکستان مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں حدیث میں ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب قبر میں مؤمن سے سوال کیا جائے گا تو ایسے ہولناک مقام اور سخت حال میں بھی وہ بتائید ربانی اس کلمہ پر قائم رہے گا، اور ''لا اله الا الله محمد رسول الله'' کی شہادت دے گا۔ اسی طرح تقریباً چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معتبر اسانید کے ساتھ اسی مضمون کی حدیثیں منقول ہیں جن کو شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے منظوم رسالہ ''التثبیت عند التبییت'' میں اور شرح الصدور میں ستر احادیث کا حوالہ نقل کر کے ان روایات کو متواتر فرمایا ہے، ان سب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آیت مذکورہ میں آخرت سے مراد قبر اور اس آیت کو قبر کے عذاب و ثواب سے متعلق قرار دیا۔ مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا، پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول اکرم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس میں مسلمان کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ (ج۵ ص ۲۴۸)

محدثین اور عقیدہ راحت و عذاب قبر

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: ''اعلم ان مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت عليه دلائل الكتاب والسنة قال الله تعالىٰ النار يعرضون عليها غدواً وعشيا الاية وتظاهرت به الاحاديث الصحيحة عن النبي ﷺ من رواية جماعة من الصحابة في مواطن كثيرة ولا يمتنع في العقل ان يعيد الله تعالىٰ الحيوة في جزء من الجسد ويعذبه واذا لم يمنعه العقل وورد الشرع به وجب قبوله واعتقاده۔ والمقصود ان مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر كما ذكرنا خلافا للخوارج ومعظم المعتزلة وبعض المرجئة فانهم نفوا ذالك۔ ثم المعذب عند اهل السنة الجسد بعينه او بعضه بعد اعادة الروح اليه او الى جزء منه وخالف فيه محمد بن جرير وعبدالله بن كدام وطائفة فقالوا لا يشترط اعادة الروح۔ قال اصحابنا هذا فاسد لان الالم والاحساس انما يكون في الحي قال اصحابنا ولا يمنع ذالك كون الميت قد تفرقت اجزاءه كما نشاهد في العادة او اكلته السباع او حيتان البحر او نحو ذالك فكما ان الله تعالىٰ يعيده للحشر وهو سبحانه تعالىٰ قادر علىٰ ذالك فكذا يعيد الحيوة الى جزء منه او اجزاء وان اكلته السباع والحيتان''
(ج ۲ ص ۳۸۵، ۳۸۶)

فتح الباری میں شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وذهب ابن حزم وابن هبيرة الى ان السوال يقع علىٰ الروح فقط من غير عود الى الجسد وكالفهم الجمهور فقالوا تعاد الروح الى الجسد او بعضه كما ثبت في الحديث ولو كان علىٰ الروح فقط لم يكن للبدن بذالك اختصاص ولا يمنع من ذالك كون الميت وقد تتفرق اجزاؤه لان الله قادر ان يعيد الحيوة الى جزء من الجسد ويقع عليه السوال كما هو قادر علىٰ ان يجمع اجزاءه والحامل للقائلين بان السوال يقع علىٰ الروح فقط ان الميت قد يشاهد في قبره حال المسئلة لا اثر فيه من اقعاد ولا غيره ولا ضيق في قبره ولا سعة وكذالك غير المقبور كالمصلوب وجوابهم ان ذالك غير ممتنع في القدرة بل له نظير في العادة وهو النائم فانه يجد لذة والما لا يدركه جليسه بل اليقضان قد يدرك الما او لذة لما يسمعه او يفكر فيه ولا يدرك ذالك جليسه وانما اتى الغلط من قياس الغائب علىٰ الشاهد واحوال مابعد الموت علىٰ ما قبله والظاهر ان الله تعالىٰ صرف ابصار العباد واسماعهم عن مشاهدة ذالك وستره عنهم ابقاء عليهم لئلا يتدافنوا وليست للجوارح الدنيوية قدرة علىٰ ادراك امور الملكوت الا من شاء الله وقد ثبت الاحاديث بما ذهب اليه الجمهور كقوله انه يسمع خفق نعالهم وقوله تختلف اضلاعه لضمة القبر وقوله يسمع صوته اذا ضربه بالمطراق وقوله يضرب بين اذنيه وقوله فيقعدانه وكل ذالك من صفات الاجساد'' (ج ۳ ص ۱۸۵، ۱۸۶)

مرقات میں حضرت ملاعلی القاری رحمہ اللہ نے امام نووی رحمہ اللہ کی مذکورہ بعینہٖ عبارت نقل فرمائی ہے۔ ''قال الامام نووی رحمہ اللہ مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر (الخ وفيه) فان قيل نحن نشاهد الميت علىٰ حاله فكيف يسئل ويقعد ويضرب ولا يظهر اثر فالجواب انه ممكن وله نظير في الشاهد وهو النائم فانه يجد لذة والما يحسه ولا نحسه وكذا يجد اليقظان لذة واما يسمعه ويتفكر فيه ولايشاهد ذالك جليسه وكذالك كان جبرئيل ياتي النبي ﷺ فيوحي بالقرآن المجيد ولا يراه اصحابه'' (ج ۱ ص ۱۹۷)

نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ نے حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی وضاحت کچھ یوں فرمائی ہے۔ ”عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ اذا قبر الميت اى دفن وهو قيد غالبى والا فالسوال يشمل الاموات جميعها حتى ان من مات واكلته السباع فان الله تبارك وتعالى يعلق روحه الذى فارقه بجزئه الاصلى الباقى من اول عمره الى آخره استمر على حاله حالتى النمو والذبول الذى تتعلق به الروح او لا فيحيا ويحيا بحياته سائر اجزاء البدن يسئل فيثاب او يعذب ولا يستبعد ذالك فان الله تعالى عالم بالجزئيات والكليات كلها حسب ماهى عليها فيعلم الاجزاء بتفاصيلها ويعلم مواقعها ومحالها ويميز بين ما هو اصل وفصل ويقدر على تعليق الروح بالجزء الاصلى منها حالة الانفراد وتعليقه به حال الاجتماع فان البنية عندنا ليست شرطا للحياة بل لا يستبعد تعليق ذالك الروح الشخص الواحد بكل واحد من تلك الاجزاء المتفرقة فى المشارق والمغارب“ (ج۱ص۲۰۳)

ان عبارتوں سے ثابت ہوا ائمہ اربعہ کا یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ بدن جہاں بھی ہو جس شکل میں ہو روح کا بدن عنصری کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور راحت و عذاب دونوں کو ہوتا ہے۔

متکلمین اور عقیدہ راحت و عذاب قبر

شرح فقہ اکبر میں ہے فقہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ فرماتے ہیں ”وسوال منكر ونكير حق كائن فى القبر، واعادة الروح الى الجسد فى قبره حق۔ وضغطة القبر حق وعذابه حق۔ كائن للكفار كلهم ولبعض عصاة المؤمنين حق جائز“ (ص۳۸)

شرح عقائد میں ہے۔ ”وانكر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض لان الميت جماد الاحيوة له ولا ادراك فتعذيبه محال والجواب انه يجوز ان يخلق الله تعالى فى جميع الاجزاء او بعضها نوعا من الحيوة قدر مايدرك الم او لذة التنعيم وهذا لا يستلزم اعادة الروح الى بدنه ولا ان يتحرك ويضطرب او يرى اثر العذاب عليه حتى ان الغريق فى الماء والماكول فى بطون الحيوانات والمصلوب فى الهواء يعذب وان لم نطلع عيه ومن تامل فى عجائب ملكه وملكوته وغرائب قدرته وجبروته لم يستبعد امثال ذالك فضلا عن الاستحالة“ (۷۷تا۷۸) ”وفى حاشيته ويكون الروح متصلا بالجسد وكذا اذا صار ترا بايكون روحه بترابه والروح والتراب يتالم“ (۷۶)

نیز اس میں جامع المعقول والمنقول عمدۃ المتکلمین والمحققین العلامۃ محمد عبد العزیز الفرہاروی فرماتے ہیں۔ ”عذاب القبر والمراد به عذاب يكون بعد الموت قبل البعث سواء كان الميت مقبورا ام لا وانما اضيف الى القبر نظرا على الغالب“ (ص۲۰۵)

رمضان آفندی میں ہے۔ ”وعذاب القبر اى العذاب قبل الحشر ولو فى قعر البحر وحواصل الطيور وبطون السباع اى من اصول اهل الحق ان عذاب القبر ثابت“ (ص۲۲۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں ”اتفق اهل الحق على انه تعالى يعيد فى القبر حيوة“ (رمضان آفندی ۲۲۵)

خیالی شرح عقائد میں ہے۔ ”جوز بعضهم تعذيب غير الحى ولا شك انه سفسطة واما تعذيب

الماکول بخلق نوع من الحیاۃ فی بطن الاکل فواضح الامکان کدودۃ فی الجوف وفی خلال البدن فانھا تتالم وتتلذذ بلاشعور منا'' (ص ۱۱۸)

(کتاب الروح ص ۶۷) میں ہے ''والروح لم تزل متعلقۃ ببدنھا وان بلی وتمزق وسر ذالک ان الروح لھا بالبدن خمسۃ انواع من التعلق متغائرۃ الاحکام، احدھا، تعلقھا بہ فی بطن الام جنینا، الثانی، تعلقھا بہ بعد خروجہ الی وجہ الارض۔ الثالث، تعلقھا بہ فی حال النوم فلھا بہ تعلق من وجہ ومفارقۃ من وجہ۔ الرابع، تعلقھا بہ فی البرزخ فانھا وان فارقتہ وتجردت عنہ فانھا لم تفارقہ فراقا کلیا بحیث لا یبقی لھا التفات الیہ البتۃ وقد ذکرنا فی اول الجواب من الاحادیث والآثار مایدل علی ردھا الیہ وقت سلام المسلم وھذا الرد اعادۃ خاصۃ لا یوجب حیاۃ البدن قبل یوم القیامۃ۔ الخامس، تعلقھا بہ یوم بعث الاجساد وھو اکمل النوع تعلقھا بالبدن ولا نسبۃ لما قبلہ من انواع التعلق الیہ اذھو تعلق لا یقبل البدن معہ موتا ولا نوما ولا فسادا''

''وفیہ ھل عذاب القبر علی النفس والبدن او علی النفس دون البدن، او علی البدن دون النفس، وھل یشارک البدن النفس فی النعیم والعذاب ام لا وقد سئل شیخ الاسلام عن ھذہ المسئلۃ ونحن نذکر لفظ جوابہ فقال بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق اھل السنۃ والجماعۃ'' (ص ۷۹)

مذکورہ بالاحوالہ جات میں اہل سنت والجماعۃ کے مؤقف کی صراحت ہے۔ روح کا بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے عذاب وراحت دونوں کو ہوتا ہے۔

فقہاء اسلام اور عقیدہ راحت وعذاب قبر

ہدایہ میں ہے: ''ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیوۃ فی قول العامۃ'' (ج ۲ ص ۴۸۴)

بحر میں بھی اسی طرح ہے۔ ''ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیوۃ فی قول العامۃ۔ ''(ج ۴ ص ۳۶۳)

(شامی ج ۲ ص ۱۶۵) میں ہے کہ: ''قال اھل السنۃ والجماعۃ عذاب القبر حق وسوال منکر ونکیر وضغطۃ القبر حق۔ فیعذب اللحم متصلا باالروح والروح متصلا بالجسم فیتالم الروح مع الجسد وان کان خارجا عنہ''

اور دوسری جگہ ہے۔ ''ولا یرد تعذیب المیت فی قبرہ لانہ توضع فی الحیوۃ عند العامۃ بقدر مایحس بالالم والبنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ بل تجعل الحیوۃ فی تلک الجزاء متفرقۃ التی لا یدرکھا البصر'' (ج ۳ ص ۸۳۵)

اکابرین علماء دیوبند اور عقیدہ راحت وعذاب قبر

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے۔ قبر میں بھی روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اصل اس کا علیین یا سجین ہے۔ عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے۔ (ج ۵ ص ۴۲۶ تا ۴۲۷)

امداد الفتاویٰ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تفصیلی جواب میں فرماتے ہیں۔ اسی جگہ اس کو عذاب وضغطہ ہوتا رہتا ہے۔ خواہ جسد کہیں ہو اور درندوں نے کھالیا ہو یا سوختہ ہو کر متفرق ہو گیا ہو البتہ اجزائے جسدیہ کے ساتھ اس کو کچھ تعلق رہتا ہے اس تعلق کی وجہ سے ان اجزاء میں بھی اگر اس قدر حیات باقی رہے جس سے عذاب وثواب کا اثر

جسد پر آ بھی آجائے تو کچھ بعید نہیں۔ (ج ۶ ص ۱۲۸)

خیر الفتاویٰ میں ہے اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں۔ معتزلہ اور روافض کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر فقط روح پر ہے۔ (ج ۱ ص ۱۸۱ تا ۱۸۴)

ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا جمہور مسلمان، ائمہ اربعہ، اہل سنت والجماعت، علمائے دیوبند کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ عذاب وثواب روح اور بدن دنوں کو ہوتا ہے اور روح کا بدن کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے نوع من الحیاۃ حاصل ہوتی ہے جسم خواہ قبر میں ہو یا کسی اور جگہ ہو یا جس شکل میں بھی ہو اس حیات کی وجہ سے روح پر وارد ہونے والی کیفیات کا ادراک کرتا ہے یہ احکام عام قبر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بدن اور روح کے ساتھ خاص ہیں اور قبر کا ذکر کتب میں غالب کے اعتبار سے ہے کیونکہ عام طور پر مردہ کو دفن کیا جاتا ہے۔ انہیں احکام کے عموم کو بیان کرنے کے لئے بعض سلف نے قبر سے مجازاً عالم برزخ مراد لیا ہے۔ ان کا مقصد بدن کے ساتھ روح کے تعلق کی نفی کرنا ہرگز نہیں ہے۔ اسی طرح بعض صوفیاء نے جسد مثالی پر وقوع عذاب کا قول اختیار کیا ہے ان کا مقصد بھی اجزاء الجسم کے ساتھ تعلق روح کی نفی کرنا نہیں ہے بلکہ وہ جمہور کے ساتھ ہیں البتہ انہوں نے روح کا جسم خاکی کے اجزاء سے تعلق تسلیم کرنے کے ساتھ ایک زائد چیز کا قول اختیار کیا ہے۔ غالباً صوفیاء نے یہ قول عامۃ الناس کی فہم کی خاطر مشہور اشکال (کہ جسم جب ریزہ ریزہ ہو جائے تو اس پر عذاب کیسے ہوتا ہے) کو دفع کرنے کے لئے اختیار کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ احادیث کو حل کرنے کے لئے اور اشکال مذکور کو دور کرنے کے لئے اس کے قائل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مفسرین، محدثین، متکلمین، فقہاء، اور ارباب افتاء نے صراحت فرمادی ہے کہ اجزائے جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہر صورت میں ہوسکتا ہے یہ ایک امر ممکن ہے اور امر ممکن کی خبر جب مخبر صادق دے تو اس کو قبول کرنا لازم ہے اس لئے کسی شرعی ضرورت کے لئے ہمیں اس کے قائل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بدن عنصری سے روح کے تعلق کی نفی معتزلہ وروافض وغیرہ کرتے ہیں جیسا کہ حوالہ جات سے ثابت ہو چکا ہے۔

لہٰذا سوال میں پیش امام کا مذکورہ عقیدہ اہل حق کے خلاف ہے ایسا امام اہل السنت والجماعت میں سے نہیں جس کی ترجمانی اکابرین علمائے دیوبند نے کی ہے اور ایسے عقیدہ والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے البتہ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ لازم نہیں۔ کیونکہ فقہاء کرام نے بدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی قرار دینے کے باوجود صحیح العقیدہ امام نہ ملنے کی صورت میں ترک جماعت کی بجائے بدعتی کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھنے کو اولیٰ قرار دیا ہے جب کہ بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہوئی ہو۔ لیکن مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنے والے کو صحیح العقیدہ پرہیزگار امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے جیسا ثواب نہیں ملے گا۔

''ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخا ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف ما یعتقد اھل السنۃ والجماعۃ وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن ما یعتقدہ یؤدی الی الکفر عند اھل السنۃ اما لو کان مؤدیا الی الکفر عند اھل السنۃ اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلایجوز اصلا'' (حلبی کبیر ص ۵۱۴) ''ایضا حاشیۃ البحر ان کراھۃ تقدیم الفاسق والمبتدع کراھۃ التحریم''
(ج ۱ ص ۳۴۹)

''صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة افادان ان الصلوٰة خلفهما اولی من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع، لحدیث من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی قال فی الحلیة ولم یجده مخرجون، نعم اخرج الحاکم فی مستدرکه مرفوعا ان سرکم ان یقبل الله صلوتکم فلیؤمکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم بین ربکم'' (شامی جلد ا ص ۵۶۲)

فقط واللہ اعلم الجواب صحیح...... بندہ محمد طاہر عفا اللہ عنہ خادم دارالافتاء جامعہ مخزن العلوم خانپور

مسلک معتزلہ کا بندہ باغی اور عقائد علماء دیوبند کا پابند ہے...... مسعود احمد ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

المجیب مصیب، بندہ محمد یونس واثقی...... امیر محمد تونسوی استاذ الحدیث جامعہ ھذا ۱۷/ ۲ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

عبدالعزیز۔ محمد لقمان عفی عنہ...... الجواب الحق فالحق ان یتبع۔ خلیل الرحمن ذاہر، مدرس جامعہ ھذا

محمد اسماعیل عفی عنہ، محمد حسین، استاذ الحدیث جامعہ ھذا...... العبد الیاس زمان عفی عنہ

افقر الی الرحمن...... خلیل الرحمن درخواستی، ناظم تعلیمات مخزن العلوم خانپور مہر فتویٰ، دارالافتاء

تاریخ۔ ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ دارالافتاء جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور

جواب (۲) از دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

الجواب: حامداً ومصلیاً

تمہیدا: پہلے یہ سمجھیں کہ مطلقا عذاب قبر کا ثبوت قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے صریح نصوص سے ثابت ہے، البتہ عذاب قبر کی کیفیت میں اقوال مختلف ہیں۔ بہر حال اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روح اور جسد عنصری دونوں کو عذاب قبر دیا جاتا ہے اور بعض صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ روح کو جسد مثالی دیا جاتا ہے جس کو عالم برزخ میں عذاب قبر دیا جاتا ہے، اور روح کا تعلق اس جسد عنصری سے بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے جسد عنصری بھی عذاب قبر میں شریک ہوتا ہے۔ خواہ جسد عنصری قبر میں دفن کیا جائے دریا میں بہایا جائے آگ میں جلایا جائے گوشت خور جانوروں کے پیٹ میں چلا جائے غرض جسد عنصری جہاں بھی ہو بتعلق روح عذاب قبر میں شریک ہوتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں جس میں مردہ کو دفن کیا جاتا ہے۔ بلکہ قبر کا معنی بحیثیت عذاب قبر کے بہت وسیع ہے۔ لہٰذا سوال میں جو تشریح عذاب کی، کی گئی ہے یہ اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف ہے اور نہ ہی اکابر علمائے دیوبند میں سے کسی کا یہ عقیدہ ہے، لہٰذا مذکورہ امام صاحب اس مسئلے میں اہل سنت والجماعت کے اس متفقہ عقیدہ سے (جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے) خارج ہیں اور اگر مذکورہ امام صاحب اپنے اس نظریہ سے رجوع نہ کریں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

''کما فی البخاری: حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبة عن علقمة بن مرثد عن سعید ابن عبیدہ عن البراء بن عازب عن النبی ﷺ قل اذا اقعد المؤمن فی قبرہ اتی ثم شهد ان لا اله الا الله و ان محمد رسول الله فذالک قول یثبت الله الذین آمنوا القول الثابت فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة'' (ج ا ص ۱۸۳)

''و فی البخاری ایضا حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة بهذا و زاد یثبت الله الذین آمنوا، نزلت فی عذاب القبر'' (ج ا ص ۱۸۳)

’’وفی البخاری ایضا: باب التعوذ من عذاب القبر حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا یحیی قال حدثنا شعبة قال حدثنی عون ابن ابی جحیفة عن ابیه عن البراء بن العازب عن ابی ایوب قال خرج النبی ﷺ وقد وجبت الشمس فسمع صوتا فقال یهود تعذب فی قبورها‘‘ (ج۱ ص۱۸۴)

’’وفی البخاری ایضا: باب کلام المیت علی الجنازة، حدثنا اللیث عن سعید بن ابی سعید عن ابیه انه سمع ابا سعید الخدری یقول قال رسول اللہ ﷺ اذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال علی اعناقهم فان کانت صالحة قالت قدمونی قدمونی وان کانت غیر صالحة قالت یا ویلها این تذهبون بها یسمع صوتها کل شئی الا الانسان ولو سمعها الانسان لصعق‘‘ (ج۱ ص۱۸۴)

’’وفیه ایضا باب التعوذ من عذاب القبر فی الکسوف حدثنا عبداللہ ابن مسلمة عن مالک عن یحیی ابن سعد عن عمرة بنت عبدالرحمن عن عائشة زوج النبی ﷺ ان یهودیة جاءت تسئلها فقالت لها عاذک اللہ من عذاب القبر فسالت عائشة رسول اللہ ﷺ ایعذب الناس فی قبورهم فقال عائذا باللہ من ذالک الخ ثم امرهم ان یتعوذوا من عذاب القبر‘‘ (ج۱ ص۱۴۳)

’’وفی عمدة القاری: تحت باب المیت یسمع خفق النعال ذکر مایستفاد منه فیه اثبات عذاب القبر وهو مذهب اهل السنة والجماعة وانکر ذالک ضرار بن عمرو وبشر المریسی واکثر المتاخرین من المعتزلة واحتجوا فی ذالک بقوله تعالٰی: لا یذوقون فیها الموت الا الموتة الاولی، ای لا یذوقون فی الجنة موتا سوی الموتة الاولٰی ولو صاروا احیاء فی قبورهم لذاقوا مرتین لا موتتا واحدة الخ، ولنا الخ، واذا ثبت التعذیب ثبت الاحیاء والمسئلة، لان کل من قال بعذاب القبر قال بهما ولنا ایضا احادیث صحیحة واخبار متواترة منها حدیث الباب ومنها حدیث ابی هریرة رضی اللہ عنہ‘‘

’’وفی الهدایة ومن یعذب فی القبر یوضع فیه الحیاة فی قول العامة‘‘ (ج۲ ص۵۰۴)

’’وفی البنایة: ومن یعذب فی القبر یوضع فیه الحیاة هٰذا جواب عن سوال بان یقال ان قولکم الایلام لا یتحقق فی المیت یشکل بعذاب المیت فی القبر، فاجاب بقوله ومن یوضع الخ۔ فی قول العامة احترز به عن قول الکرامیة والصالحیة وهم قوم ینسبون الی ابی حسین الصالحی فانهم لایشترطون الحیاة شرطا لتعذیب المیت وعذاب القبر ثابت عند اهل السنة وان اختلفوا فی کیفیة فقال بعضهم یؤمن باهل العذاب ویسکت عن الکیفیة لان الواجب علینا تصدیق ماجاء فی السنة المشهورة وهو التعذیب بعد الموت وعند الموت وعند العامة یوضع فیه الحیوة لان الایلام لایکون بلاحیاة ولا علم‘‘ (ج۶ ص۱۷۴)

’’وفی فتح القدیر: ولذا کان الحق ان المیت المعذب فی قبره توضع فیه الحیاة بقدر مایحس بالالم والنبیة لیست بشرط عند اهل السنة حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لا تتمیز الاجزاء بل هی مختلطة بالتراب فعذب جعلت الحیاة فی تلک الاجزاء التی لایأخذها البصر، وان اللہ علٰی ذالک لقدیر‘‘ (ج۴ ص۲۶۰)

''وفی خلاصۃ الفتاوی لایجوز الصلوٰۃ خلف من ینکر شفاعۃ النبی ﷺ وینکر کرام الکاتبین وعذاب القبر،'' (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۱۴۸)

واللہ اعلم بالصواب...... اللہ نور عفی عنہ، دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی۔

حوالہ نمبر ۳، ۲۰۲۔ ۲۹ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ الجواب صحیح...... عبدالحمید ربانی.... ۲۹ محرم ۱۴۲۳ھ

جواب (۳) از دارالافتاء جامعہ دارالعلوم مدنیہ بہاول پور

جو عقائد ضروریات اہل سنت والجماعت میں سے ہیں ان میں سے کسی عقیدہ کا انکار یا تاویل باطل کرنا اس سے وہ شخص اہل السنت والجماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔ قبر کے متعلق اہل السنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قبر اسی زمینی گھڑے کو کہتے ہیں قرآن پاک کی کئی آیات بیسیوں احادیث مبارکہ اور فقہاء و محدثین کے سینکڑوں اقوال سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبر اسی زمینی گڑھے کو کہتے ہیں اور تمام اہل السنت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ عذاب وثواب قبر جسد عنصری اور روح دونوں کو ہوتا ہے نہ کہ فقط روح کو یا روح اور جسد مثالی کو البتہ معتزلہ اور روافض یہ کہتے ہیں عذاب وثواب فقط روح کو ہوتا ہے۔

''کما فی فتح الباری ذھب ابن حزم وابن بصیرۃ انی ان السوال یقع علی الروح فقط وخالفھم الجمھور فقالو تعاد الروح الی الجسد او بعضہ کما ثبت فی الحدیث ولو کان علی الروح فقط لم یکن للبدن بذالک اختصاص'' (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۱)

علامہ نووی رحمہ اللہ شارح مسلم نے بھی اہل السنت کا یہی عقیدہ بتایا ہے کہ عذاب وثواب روح مع الجسد کو ہوتا ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۱) نیز شرح عقیدہ الطحاوی میں بھی اسی مذکورہ بالا عقیدہ کو اہل السنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ قرار دیا ہے۔ ج ۱ ص ۱۸۲ علماء دیوبند کثر ہ اللہ سوادھم بھی اسی پر متفق ہیں۔ اس عقیدہ کے خلاف کوئی اور عقیدہ فاسد کا علماء دیوبند کی طرف انتساب صریح بہتان اور ظلم عظیم ہے۔ صورت مسؤلہ میں چونکہ مذکورہ امام کے عقائد اہل السنت علماء دیوبند کے خلاف ہیں اس لئے ایسا شخص اہل السنت والجماعت سے خارج ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ایسے شخص کے پیچھے جو نمازیں ادا کی گئی ہیں وہ واجب الاداہیں کمافی خیر الفتاوی۔ ملخصا (ج ۲ ص ۳۷۹)

واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ محمد یوسف الحسینی... دارالافتاء جامعہ دارالعلوم مدنیہ بہاولپور

الجواب صحیح...... مفتی عطاء الرحمن جامعہ دارالعلوم مدنیہ بہاولپور۔ ۲۳ صفر ۱۴۲۷ھ

احمد سفیان...... مفتی جامعہ دارالعلوم مدنیہ ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور

مہر فتویٰ...... دارالافتاء جامعہ دارالعلوم مدنیہ ماڈل ٹاؤن بی بہاول پور

جواب (۴) از دارالافتاء جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور ضلع رحیم یار خان

عذاب قبر برحق ہے قرآن کریم کی متعدد آیات بینہ سے اور آں حضرت ﷺ کی متعدد احادیث صحیحہ متواترہ سے قبر کی جزاء وسزاء یعنی ثواب وعذاب ثابت ہے اور اس کی حقانیت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے اس عقیدہ کو ضروریات دین میں سے شمار فرمایا ہے اور اس کو اہل السنۃ والجماعۃ کی علامت قرار دی ہے۔

اور قبر زمین کے اس حصہ کا نام ہے جس میں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے یہی قبر کا لغوی عرفی اور شرعی مفہوم ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ مثلاً: ''ولا تقم علی قبرہ۔ ۲ وما انت بمسمع من فی القبور۔ ۳

یئس الکفار من اصحٰب القبور۔ ۴ ثم اماته فاقبره، ۵۔ واذا القبور بعثرت، ۶۔ حتی زرتم المقابر، ۷۔ وان اللہ یبعث من فی القبور، وغیرھا من الآیات'' میں لفظ قبر، قبور، مقابر، کا اطلاق مردہ انسان کے مدفن پر کیا گیا ہے۔

اسی طرح بے شمار احادیث میں لفظ قبر کا استعمال مردہ انسان کے مدفن پر کیا گیا ہے۔ مثلاً:

۱...... ''عن سفیان التمار انه رای قبر النبی ﷺ مسنما'' (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۶)

۲...... ''ولاتجعلوا قبری عیدا'' (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۶)

۳...... ''لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجدا'' (بخاری ج ۱ ص ۱۸۶)

۴...... ''ان العبد اذا وضع قبرہ وتولی عنه اصحابه انه یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان'' (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳)

۵...... ''مر النبی ﷺ بقبرین یعذبان'' (بخاری ج ۱ ص ۱۸۲)

وغیرھا من الاحادیث میں قبر کا لفظ زمین کے اس حصہ پر بولا گیا ہے جس میں مردہ انسان کو دفن کیا گیا ہے۔ اہل السنۃ والجماعت کے ہاں اسی قبر میں نکرین آتے ہیں اور اسی میں سوال وجواب ہوتا ہے اور اسی میں حساب وکتاب ہوتا ہے اور اسی قبر کو اعمال کے مطابق جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا بنایا جاتا ہے۔ ہاں اگر کسی وجہ سے کسی مردہ کو یہ حقیقی وشرعی قبر نصیب نہ ہو تو وہ جہاں ہے وہی اس کی قبر ہے۔ اللہ تعالیٰ وہاں ہی اس سے حساب لیتے ہیں۔ غرضیکہ قبر مردہ انسان کے لئے ظرف مکان ہے جبکہ برزخ اس کے لئے ظرف زمان ہے کیونکہ موت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی وقت وزمانہ کا نام برزخ ہے باقی جس کسی نے زمان کی بجائے مکان کا امر بالخصوص علیین وسجین کا نام برزخ قرار دیا ہے وہ یقیناً غلط فہمی کا شکار ہوا ہے یا پھر علمی خیانت کرنے اور علمی دھوکہ دینے کے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ ''اعاذنا اللہ منه''

کتاب وسنت کے روشن دلائل کے مطابق تمام علماء اہل السنت والجماعۃ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ عالم قبر وبرزخ میں سوال کے وقت روح کا جسد کی طرف اعادہ ہوتا ہے جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور جزاء وسزاء کے لئے روح وجسد کا تعلق قائم کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جزاء وسزاء روح اور جسد دونوں کو ملتی ہے چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے ''انعقد الاجماع علیٰ ان عذاب القبر علی الروح والجسد'' (تفسیر مظہری ص ۷۷)

اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے صراحت فرمائی ہے کہ ''ثم المعذب عند اھل السنة والجماعة الجسد بعینه اوبعضه بعد اعادة الروح الیه'' (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق اھل السنة والجماعة'' (کتاب الروح ص ۷۲، ۱۵۷) باقی جس کسی نے بھی اس جزاء سزاء کو روحانی فرمایا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ جزاء سزا صرف روح کو ہوتی ہے بلکہ اس کی مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس جزاء وسزاء میں روح اصل ہے اور جسد اس کے تابع ہے جیسا کہ عالم دنیا میں اس کے برعکس تھا۔

اور اس پر تمام علماء اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ قبر کی اس جزاء وسزا میں روح کے ساتھ شریک ہونے والا جسد عنصری ہوتا ہے نہ کہ جسد مثالی کیونکہ نیکی وبرائی کرنے میں روح کا شریک کار جسد عنصری ہی ہوتا ہے تو پھر اس کی بجائے جسد مثالی کو جزاء وسزاء دینا یقیناً عدل خداوندی کے خلاف ہوگا اسی بنیاد پر کسی عالم دین حق نے صراحت کے ساتھ جسد عنصری کی نفی نہیں کی یہاں تک کہ جسد مثالی کے قائلین بھی جسد عنصری سے تعلق کے قائل ہیں لہٰذا جسد مثالی کے لفظ کو دیکھ کر جسد عنصری کی نفی سمجھ لینا یقیناً کم علمی وکم فہمی ہے یا پھر علمی خیانت اور مذہبی دھوکہ نیز عقائد واعمال کے مطابق قبر کی

جزء سزاء ملنا قدرت الٰہیہ کے ساتھ قانون الٰہی بھی ہے کیونکہ مطیع کو جزاء دینا اور جرم کو سزا دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی ہے اور اللہ کا قانون بھی چنانچہ ارشاد الٰہی ہے کہ ''فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ'' نیز اس جزاء وسزا کا وقوع حتمی ودائمی ہے البتہ بعض اموات کی جزاوسزا کی رؤیت نبی ﷺ کا معجزہ ہے کیونکہ عالم قبر کی ساری کاروائی اپنے پیغمبر کو دکھادی تھی تو نفس ثواب وعذاب کا وقوع معجزہ نہ تھا بلکہ اس کا دکھادینا معجزہ تھا۔

اس تفصیل بالا کے مطابق جو شخص ارضی قبر کا انکار کرتا ہے یا قبر کی جزاوسزا میں جسد کو شرک نہیں مانتا یا اس میں جسد مثالی کو شریک بنا کر جسد عنصری کی شرکت کا انکار کرتا ہے اور یا اس جزاء وسزا کو قانون الٰہی ہونے کا منکر ہے تو وہ یقینا اہل السنۃ والجماعت سے خارج ہے اس لئے کہ کسی عقیدہ کے حقیقی مفہوم کو تبدیل کرنا درحقیقت اس عقیدہ کا انکار کرنا ہی سمجھا جاتا ہے جس کو علماء شریعت زندقہ سے تعبیر کرتے ہیں لہٰذا صورت استفتائیہ میں بیان کردہ تفصیل کے مطابق عقیدہ رکھنے والا شخص یقینا اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ شخص درحقیقت عذاب قبر کا منکر ہے اور خلاصۃ الفتاوٰی میں صراحت ہے کہ ''ولا یجوز الصلوۃ خلف من ینکر شفاعۃ النبی ﷺ وینکر الکرام الکاتب وعذاب القبر (خلاصۃ الفتاوٰی ج۱ ص۱۴۹) اور علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''ولا یجوز الصلوۃ خلف منکر الشفاعۃ والرؤیۃ وعذاب القبر'' (فتح القدیر ج۱ ص۲۴۷)

عبدالستار عفی عنہ، مدرس وخادم دارالافتاء جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور۔ یکم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

الجواب صواب...... حبیب الرحمن... خادم دارالافتاء جامعہ ھٰذا

مہر فتویٰ...... دارالافتاء جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور پاکستان

ھٰذا کذالک وانا مصدق لذالک ادریس آزاد عفی عنہ خادم التدریس جامعہ ھٰذا

جواب (۵) از دارالافتاء دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن وسنت سے ثابت علماء اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ: قبر کا حقیقۃً اس گڑھے پر اطلاق ہوتا ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے اور اس کا جسد عنصری رکھا جاتا ہے اور مجازی طور پر اس برزخی مقام پر بھی اطلاق ہوتا ہے جہاں میت یا اس کے اجزاء اصلیہ ہوں چاہے وہ درندوں یا پرندوں کا پیٹ ہو یا دریا کی گہرائی، یا آتش کدہ یا ہوا ہو اسی طرح اہل السنت والجماعت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قبر میں منکر نکیر کے سوال اور وہاں پر ثواب وعذاب کا تعلق روح اور جسد عنصری دونوں کے ساتھ ہے اور قبر وبرزخ میں روح کا اعادہ جسم دنیوی یا اس کے اجزاء کی طرف ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات واحادیث اور عبارات علماء حق ملاحظہ ہوں۔

آیات

۱...... ''ولا تقم علی قبرہ'' اور تو ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑا نہ ہو۔ (توبہ)

۲...... ''اذا بعثر ما فی القبور'' (جس وقت قبروں کے مردے نکالے جائیں گے۔ (العادیات)

۳...... ''کما ینس الکفار من اصحاب القبور'' جیسا کہ کافر اہل قبور کی حیات سے ناامید ہو چکے ہیں۔ (ممتحنہ)

احادیث

۱...... ''ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق نعالھم حین یولون مدبرین'' کہ میت جب قبر میں رکھی جاتی ہے اور دفن کرنے والے اس سے واپس ہوتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ سنتی ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

واضح رہے کہ میت جس قبر میں رکھی جاتی ہے اور دفن کرنے والے جب قبر سے واپس ہوتے ہیں تو وہ یہی حسی قبر اور گڑھا ہوتا ہے کیونکہ دفن کرنے والوں کی رسائی علیین اور سجین تک نہیں ہوتی۔

۲...... غزوہ احد میں ستر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کان یجمع الثلاثۃ والاثنین فی قبر واحد'' دو دو اور تین تین کو ایک قبر میں جمع کر کے دفن کیا۔ (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۶۵)

یہ قبریں بھی حسی تھیں کیونکہ ظاہری طور پر شہداء کو انہیں میں دفن کیا گیا تھا۔ اسی طرح کثرت سے یہ لفظ احادیث میں آیا ہے جس کو بآسانی شمار کرنا بھی مشکل ہے اور جہاں بھی لفظ قبر یا قبور بولا جائے گا اس سے حقیقۃ شریعت میں یہی گڑھے مراد ہوں گے جن میں مردے دفن کئے جاتے ہیں اور جب تک انہیں میں رہتے ہیں اگرچہ ان کے ذرات ہی کیوں نہ ہو چکے ہوں۔

مرنے کے بعد جسد عنصری کی طرف اعادہ روح اور روح وجسد عنصری کے ساتھ سوال منکر ونکیر وثواب وعذاب کے تعلق کے بارے میں احادیث وائمہ کرام کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

احادیث

۱...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ کے لئے نکلے اور قبرستان میں پہنچ گئے لیکن ابھی تک قبر تیار نہیں ہوئی تھی آپ بھی وہاں جلوہ افروز ہوئے اور ہم بھی آپ کے پاس بیٹھ گئے آپ نے (ایک طویل حدیث میں) مؤمن اور کافر کی وفات کا تذکرہ فرمایا اس میں مؤمن کے بارے میں یہ ارشاد بھی مذکور ہے کہ: ''حتی ینتھی بھا الی السماء السابعۃ فیقول اللہ تعالیٰ اکتبوا کتاب عبدی فی علیین واعیدوہ الی الارض فانی منھا خلقنھم وفیھا اعیدھم ومنھا اخرجھم تارۃ اخری فتعاد روحی فی جسدہ فیاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک الخ'' (مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷)

ترجمہ: مؤمن کی روح کو پھر ساتویں آسمان پر پہنچا دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کا نام علیین میں درج کر دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے ان کو زمین سے پیدا کیا ہے اور اس میں ان کو لوٹاؤں گا اور اس سے دوسری مرتبہ نکالوں گا۔ پس اس کی روح اس کے جسم کو لوٹائی جاتی ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھلا کر من ربک الخ سے سوال کرتے ہیں۔

عبارات علماء

۱...... امام الائمہ حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق'' قبر میں روح کا بندے کی طرف لوٹایا جانا حق ہے۔ (فقہ الاکبر مع الشرح لعلی القاری ص ۱۲۰)

۲...... علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''ثم المعذب عند اھل السنة الجسد بعینه او بعضه بعد اعادة الروح الیه او الی جزء منه'' پھر اہل السنت کے نزدیک روح کے ساتھ ساتھ بعینہ جسد عنصری یا اس کے اجزاء کو بھی سزا دی جاتی ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۵)

۳...... حافظ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''ان مذھب سلف الامة و ائمتنا ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب و ان ذالک یحصل لروحه و بدنه'' بلاشبہ امت کے سلف اور ہمارے ائمہ کا یہ مذہب ہے کہ جب کسی شخص کی وفات ہو جاتی ہے تو وہ راحت اور عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور یہ راحت و تکلیف اس کی روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۶۳)

۴...... علم عقائد کے امام صدر الدین الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''و کذالک عذاب القبر یکون للنفس و البدن جمیعا باتفاق اھل السنة و الجماعة'' اور اسی طرح اہل السنت والجماعت کے اتفاق سے عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ (شرح عقیدہ الطحاوی ص ۳۳۰) (مستفاد من تسکین الصدور با حوال الموتی والقبور)

ان تمام تفصیلات سے واضح ہوا کہ سوال میں ذکر کردہ عالم صاحب کے نظریات قرآن و سنت اور علماء اہل سنت والجماعت کی تعبیرات کے خلاف ہیں لہٰذا ان کو اپنے اختیار سے امام مقرر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ کسی صحیح العقیدہ شخص کو امام بنانا چاہئے البتہ جو نمازیں ان کی اقتداء میں پڑھی گئی ہیں ان کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

''وفی عنیة المتملی! وفیه اشارة الی انهم لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمة کراهة تحریم ویکره تقدیم المبتدع ایضا لانه فاسق من حیث الاعتقاد و المراد بالمبتدع من یعتقد شنیا علی خلاف ما یعتقده اھل السنة و الجماعة و انما یجوز الاقتداء به مع الکراهة اذا لم یکن ما یعتقده یؤدی الی الکفر عند اھل السنة'' (ص ۵۱۴)

واللہ اعلم بالصواب...... محمد مصدق عفی عنہ دار الافتاء دار العلوم کراچی نمبر ۱۴...... ۱۴/صفر ۲۳ ۱۴ھ

الجواب صحیح...... الفقر محمود اشرف عفی عنہ...... ۱۵/صفر ۲۳ ۱۴ھ، نائب مفتی دار العلوم کراچی نمبر ۱۴۔

الجواب صحیح...... محمد عبدالستار عفی عنہ، نائب مفتی دار العلوم کراچی نمبر ۱۴...... ۱۵/صفر ۲۳ ۱۴ھ

مہر فتویٰ...... دار الافتاء، فتویٰ نمبر ۴۷ ۵۳...... مورخہ ۱۷/صفر ۲۳ ۱۴ھ جامعہ دار العلوم کراچی نمبر ۱۴۔

جواب (۶) از دار الافتاء جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامدا و مصلیا و مسلما!

واضح رہے کہ اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور اسی قبر (مٹی کی ڈھیری) ہی میں ہوگا اور روح مع الجسد عنصری کو ہوگا یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ لہٰذا اس کی مخالفت کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہ شخص مرتد کے حکم میں ہے۔ صورت مسؤل عنہا عقائد میں امام صاحب کا عقیدہ اہل سنت والجماعت (قرآن و حدیث) کے مخالف ہیں۔ لہٰذا ایسے امام کے لئے تجدید ایمان و تجدید نکاح ضروری ہے جو نمازیں اس کی اقتداء میں پڑھی گئی ہیں وہ واجب الاعادہ ہیں۔

''ثم اماته فاقبره'' (عبس:۲۱) ''ای جعله اذا قبر تورای فیه جیفة تکرمة له ولم یجعله مطروحا علی الارض من یراه له تقسمه السباع والطیر اذ ظفرت به کسائر الحیوان والمراد من جعله اذا قبر امره عزوجل بدفنه یقال قبر المیت اذا دفنه بیده'' (تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۴۲)

''عن الادرع السلمی قال جئت لیةاحرس النبی ﷺ فاذا رجل قراته عالیة فخرج النبی ﷺ فقلت یارسول اللہ هذا امراء قال فمات بالمدینة ففرغوا من جهازه حملوا انعشه فقال النبی ﷺ ارفقوا به وفق اللہ به انه کان یحب اللہ ورسوله قال وحفر حفرة فقال اوسعوا له اوسع اللہ علیه فقال بعض اصحابه یا رسول اللہ لقد حزنت علیه فقال اجل کان یحب اللہ ورسوله'' (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱۳)

''واذا القبور بعثرت'' (انفطار:۴) ''قلت ترابها الذی حشی علیٰ موتاها واخرج من دفن فیها علیٰ مافسر به غیر واحد۔ واصل البعثرة علیٰ ماقیل تبدید التراب ونحوه وعن هشام ابن عامر قال جاءت الانصار الی رسول اللہ ﷺ یوم احد فقالوا اصابنا حرج وجهد فکیف تامرنا قال احفروا او سعوا وجعلوا لرجلین والثلاثه فی القبر قیل فنهم یقدم قال اکثرهم قرانا قال اصیب الیٰ یومئیذ عامر بین اثنین او قال واحدا بذل المجهود علیٰ حل ابی داؤد'' (ج ۱ ص ۲۱۰)

''ویحفر القبر ویلحد ویدخل من قبل القبلة ویسوی البن علیه والقصب ویسجی قبرها لا قبره ویهال التراب الیه البحر الرائق'' (ج ۲ ص ۳۳۹)

''ویلحد ویدخل المیت مما یلی القبلة فاذا وضع فی لحده یقول واضعه بسم اللہ وعلیٰ ملت رسول اللہ ﷺ ویوجه القبلة ویسوی البن علی اللحد ویسجی قبرا لمراة بثوب ولا یسجی قبر الرجل ثم یهال التراب ویسنم القبر ولا یسطح بالشق'' (ج ۱ ص ۱۶۵)

''سنعذب مرتین ثم یردون الیٰ عذاب عظیم'' (توبہ:۱۰۱)

''اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط وغیرها عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ یوم الجمعة خطیبا فقال قم یا فلاں فاخرج فانک منافق اخرج یا فلاں فانک منافق فاخرجهم باسمائهم ففضحهم ولم یک عمر ابن الخطاب، شهد تلک الجمعة لحافة کانت له فلقیهم وهم یتخرجون من المسجد فاکتباء منهم استحیا انه لم یشهد الجمعة وظن ان الناس قد انصرفوا واختبائو اللہ تعالیٰ المنافقین الیوم فهذا العذاب الاول والعذاب الثانی عذاب القبر وعن حسن ان العذاب العذاب الاول اخذ الزکوة والثانی عذاب القبر وعن ابن اسحاق ان اول غیظهم من اهل الاسلام والثاننی عذاب القبر''

(تفسیر روح المعانی ج ٦ ص ۱۱)

''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا وفی الآخرة'' (ابراہیم:۲۷)

''عن ابن سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فی هٰذه الایة یثبت اللہ الخ۔ المراد من لفظ الآخرة هو القبر وعلی هٰذا فالمراد بالحیاة الدنیا مدة الحیاة والیٰ ذالک ذهب الجمهور العلماء واختاره الطبری نعم اختاره بعضهم ان الحیاة الدنیا مدة حیاتهم والآخرة'' (تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۲۱۷)

''قال اللہ تعالی وان من شئی الا یسبح بحمدہ الآیہ۔ واما سمیتھا جمادا واموا تا فانما ھی بالنسبة الی الحیوة الحاصلة ان مستلزم لاعادة الروح انما ھو الحیاة الکاملة واما ادلک الالم واللذة فیمکن ان یحصل بادنی تعلق للروح بالبدن سواء کان الروح فوق السماء السابعة او محبو سافی سجین وشبھو اھذا لتعلق بوقوع شعاع الشمس من السماء الرابعة علی الارض ان الحیاة التی للمیت لیست کحیوة غیرہ باعادة الروح فی الجسد اعادة کاملة وحاصل الکلام۔ ان اللہ علی کل شئی قدیر'' (البرزخ ص ۲۱۲)

''وعن عائشة ان رسول اللہ ﷺ قال کسع عظم المیت ککسرہ حیا'' (مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۴۹)

''وعن عثمان رضی اللہ عنہ انه کان اذا وقف علی قبرہ بکی حتی یبل لحییته فقیل له تذکر الجنت والنار فلا تبکی وتبکی من ھذا فقال ان رسول اللہ ﷺ قال ان القبر اول منزل من منازل الآخرة فان نجی منه فما بعدہ ایسر منه وان لم ینج منه وما بعدہ اشد منه قال عثمان رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ (ما رائیت منظرا قط الا والقبر افضع منه'' (وراہ ابن ماجہ والترمذی مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۶)

''وعن عباس رضی اللہ عنہ قال مرا النبی ﷺ علی قبرین فقال انھما لیعذبان وما یعذبان من کبیر ثم قال بلی اما احدھما فکان یسعٰی بالنمیمة واما احدھما فکان لایستتر من بوله واثم اخذعو دا مطبا فکسرہ باثنین ثم غرز کل واحد منھما علی قبر ثم قال لعله یخفف عن ھما مالم ییبسا عن انس بن مالک انه حدثھم ان رسول اللہ ﷺ قال ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنه اصحابه انه یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فیقعدانه یقولان ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد فاما المؤمن فیقول اشھد انه عبد اللہ ورسوله فیقال له انظر الی مقعدک من النار قد ابدلک اللہ به مقعدا من الجنت فیراھما جمیعا قال قتادة وذکر لنا انه یفسع له فی قبرہ ثم رجع الی رجع الی حدیث انس قال والمنافق او الکافر فیقال له کنت تقول فی ھذا الرجل فیقول لا ادری کنت اقول ما یقول الناس لا دریت ولا تلیت ویضرب بمطارق من حدید ضربتا فصیح صیحة یسمعھا من یلیه غیر الثقلین'' (بخاری ج ۱ ص ۱۸۴)

''اللھم انی اعوذبک من عذاب جھنم واعوذبک من عذاب القبر'' (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۵)

''عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ مر رسول اللہ بقبور المدینة فاقبل علیھم بوجھه فقال السلام علیکم یا احل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر'' (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۵)

''اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر ومن عذاب النار'' (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳)

''قال سمعت ام خالد بنت خالد ولم یسمع احدا فسمع من النبی ﷺ غیرھا قالت قال یتعوذ من عذاب القبر'' (بخاری ج ۱ ص ۹۴۲)

''وعن براء بن عازب عن رسول اللہ ﷺ قال یاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربک فیقول اللہ فیقولان له مادینک فیقول دین الاسلام فیقولان ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ھو رسول اللہ ﷺ فیقولان له وما یدریک فیقول قرات کتاب اللہ فامنت به وصدقت فذالک قوله یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت۔ قال فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فافرشوہ من الجنة والبسوہ من الجنة وافتحوا

له بابا الى الجنة فيضح قال فياتيه من روحها ويفسح له فيها من بصره واما الكافر فذكر موته قال ويعاد حدوده فى جسده وياتيه ملكان فيجلسانه فيقولان من ربك فيقول هاه هاه لاادرى فيقولان له مادينك فيقول هاه هاه لا ادرى فيقولان ماهٰذا الرجل بعث فيكم فيقول هاه هاه لا ادرى ينادى مناد من السماء ان كذب فافرشوه من النار البسوه من النار وفتحوله بابا الى النار قال فياتيه من حرها وسمومها قال ويضيق عليه قبر حتى يختلف فى اضلاعه ثم يقيض له اعمى اصم معه مرزبة من الحديد لو ضرب بها جبل صار ترابا فيضربه بها ضربة يسمعها ما بين المشرق والمغرب الا الثقلين فيصير ترابا ثم تعاد فيه الروح'' (مشکوۃ ج ۱ ص ۴۲۶)

''واعلم ان النية روح والعبادة جسد، ولا حياة للجسد بدون الروح والروح لها حياة بعد مفارقة البدن ولا كن لا يظهر آثار الحياة كاملة بدونه۔ حجة الله البالغة'' (ج ۲ ص ۱۸۳)

''يا ايها الذين آمنوا من يرتد منكم عن دينه فسوف ياتى الله بقوم يحبهم ويحبونه۔ اذلة على المؤمنين اعزة على الكافرين'' (مائدہ: ۵۳)

''ومن يرتد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فاؤلٰئك حبطت اعمالهم فى الدنيا والآخرة۔ واؤلٰئك اصحاب النار هم فيها خالدون۔'' (البقرہ: ۲۱۷)

''وقوله علیہ السلام من بدل دينه فاقتلوه وكفر بانكار روية الله عز وجل بعد دخول الجنت وبانكاره عذاب القبر البحر الرائق'' (ج ۵ ص ۲۰۶)

واللہ اعلم بالصواب...... کتبہ لطیف اللہ عاصمی

متعلم تخصص فی الفقہ الاسلامی ۔ دارالافتاء جامعہ العربیہ احسن العلوم مہر فتوی ۸۸۵

الجواب صحیح ...... زرولی خان عفی عنہ، خادم الافتاء والحدیث والتفسیر بالجامعہ العربیۃ احسن العلوم بلاک نمبر ۲ گلشن اقبال کراچی پاکستان

جواب (۷) از دارالافتاء مدرسہ فاروقیہ تعلیم القرآن جامع مسجد فاروق اعظم صادق آباد

اکابر علمائے دیوبند سمیت جمہور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قبر میں عذاب وثواب کا تعلق روح وجسد دونوں سے ہے میت سے جب قبر میں سوال وجواب ہوتا ہے تو روح بدن میں لوٹا دی جاتی ہے جس سے ایک گونہ حیات حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ حیاۃ مطلقہ نہیں ہوتی مثل حیاۃ دنیویہ کے بلکہ اس قدر ہوتی ہے کہ وہ شخص لذت وراحت اور مشقت وکلفت کا ادراک کر سکے اور جسد سے مراد جسد عنصری ہی ہے خواہ وہ قبر میں مدفون ہو یا اس کے اجزاء متفرق ومنتشر ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں وہ ہر حالت میں ثواب وعذاب دینے پر قادر ہے جسم مثالی کا ذکر بھی اسلاف کی عبارتوں میں بکثرت موجود ہے مگر اس سے جسد عنصری کے تعلق وتاثر کی نفی نہیں ہوتی یہ امکان از روئے عقل ونقل کچھ مستبعد نہیں کہ روح کو جسم مثالی عطاء کیا جائے اور ثواب وعذاب روح اور اس کے جسم مثالی کو ہو لیکن جسد عنصری (جہاں ہو جس کیفیت میں ہو) اس میں شریک رہے اس توجیہ سے تمام روایات وعبارات جمع ہو جاتی ہیں یہ کہنا قطعی غلط اور مسلک جمہور سے انحراف ہے کہ جسد عنصری کا اپنی روح سے کوئی علاقہ وتعلق نہیں ہوتا نہ رنج وراحت کا اسے احساس ہوتا ہے۔ اب اکابر امت کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔

علامہ صدر الدین ابن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب شرح العقیدہ الطحاویہ میں لکھتے ہیں ''ولیس السوال فی القبر للروح وحدها کما قال ابن حزم وغیرہ وافسدمنه قول من قال انه للبدن بلا روح والا حادیث الصحیحة ترد القولین وکذالک عذاب القبر یکون للنفس والبدن جمیعا باتفاق اهل السنة والجماعة تنعم النفس وتعذب مفردة عن البدن ومتصلة به، واعلم ان عذاب القبر هو عذاب البرزخ فکل من مات وهو مستحق العذاب نصیبه منه قبرا ولم یقبر اکلته السباع او احترق حتی صار رمادا ونسف فی الهواء او صلب او غرق فی البحر وصل الی روحه وبدنه من العذاب مایصل الی المقبور'' (ص ۳۸۹)

شارح شرح العقائد علامہ عبدالعزیز الفرہاروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ ''ان الاحادیث الصحیحة ناطقه بان الروح یعاد فی الجسد عند السوال فالجواب بانکار الاعادة غیر موجه'' (النبراس ص ۳۲۲)

علامہ سید محمود الآلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ ''والجمهور علی عود الروح الی الجسد او بعضه وقت السوال علی وجه لا یحس به اهل الدنیا الا من شئیا الله تعالی منهم'' (روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۷)

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''ثم السوال عندی یکون بالجسد مع الروح کا شار الیه صاحب الهدایة فی الایمان'' (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۰)

''ولا بعد فی تعذیب الجسد بعد تمزقه فانه یبنی علی عدم الشعور فی الجمادات وهو فی حیز الخفاء ایضا'' (ص ۱۸۶)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں۔ ''بدن اول را از حصول احکام برزخ چارہ نبود از عذاب وثواب قبر گزر'' (مکتوبات دفتر اول ص ۱۶)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''اسی طرح بلا شبہ مرنے کے بعد اجزائے بدن سے بھی روح کا تعلق رہتا ہے گو نیکوں کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور بدوں کی سجین میں لیکن روحوں کا روحانی تعلق ابدان کے ذرات کے ساتھ رہنا ضروری ہے خواہ کسی کو قبر میں دفن کریں خواہ جلا دیں خواہ ڈوب جائے۔ ذرے ذرے کے ساتھ روح کا تعلق (بالاتر از فہم) رہتا ہے۔'' (المصالح العقلیہ سوم ص ۳۲۷)

حضرت مولانا سرفراز خان رحمہ اللہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی مختلف عبارات نقل کر کے لکھتے ہیں ان تمام عبارات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قبر میں عذاب وراحت کے سلسلہ میں بدن مثالی سے تعلق ہوتے ہوئے بھی بدن مادی اور عنصری کے ذرے ذرے سے روح کا تعلق ہوتا ہے۔ اس حد تک بدن مادی اور عنصری سے تعلق تسلیم کر چکنے کے بعد عذاب وراحت کا تعلق بدن مثالی سے بھی ہو تو اس سے کسی نص یا جمہور کے مسلک پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ (تسکین الصدور ص ۳۱)

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ ''اور روح انسانی جسم خاکی کی طرف عود کرتی ہے تو دو فرشتے منکر نکیر بحکم خداوندی قبر میں آ کر سوال کرتے ہیں۔ (عقائد الاسلام ص ۵۹)

فقیہ العصر حضرت اقدس مفتی رشید احمد رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ ''مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی ہی میں روح کا اعادہ ہوتا ہے مگر اسے ہم معلوم نہیں کر سکتے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۰۴)

دیگر اردو فتاویٰ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے ملاحظہ ہو۔ فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۱۱۰، خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۰، آپ کے مسائل ج ۱ ص ۳۰۷۔ یہ چند عبارات بطور نمونہ ہم نے نقل کر دیں ورنہ معمولی جستجو سے درجنوں عبارات پیش کی جاسکتی ہیں ان سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ قبر میں پیش آنے والے معاملات کا تعلق مجموعہ روح وجسد سے ہے۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے اسے بااختیار خود امام مقرر کرنا جائز نہیں امام ایسا شخص ہونا چاہئے جو صحت عقیدہ کے ساتھ ساتھ اپنے علم وعمل اور ورع اور تقویٰ میں پوری جماعت سے فائق ہو کما جاء فی الحدیث۔ تاہم پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم! محمد ابراہیم مدرسہ فاروقیہ صادق آباد یکم رصفر ۱۴۲۳ھ

مہر فتویٰ۔۔۔ دار الافتاء مدرسہ فاروقیہ تعلیم القرآن جامع مسجد فاروق اعظم علامہ اقبال روڈ الفلاح ٹاؤن صادق آباد

جواب (۸) از دار الافتاء جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی، ملتان

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال شخص مذکور ضال ومضل اور خارج از اہل السنت والجماعت ہے۔ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اکابر دیوبند کا ہرگز ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے۔ اس شخص کو امامت سے فوراً ہٹا دیا جائے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ اب تک جو نمازیں بے خبری میں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ منظور احمد...... ۶ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ / ۱۹ رمئی ۲۰۰۲ء

مفتی جامعہ قاسم العلوم ملتان پاکستان مہر فتویٰ...... دار الافتاء جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان

جواب (۹) از دار الافتاء دار العلوم کبیر والا ضلع خانیوال

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر مفرد ہے اس کی جمع قبور ہے عرفاً اور شرعاً اس گڑھے کو کہا جاتا ہے جہاں موت کے بعد میت کو دفن کیا جاتا ہے۔ قرآن وسنت سے یہی ثابت ہے قبر کا تعلق نہ علیین کے ساتھ ہے اور نہ ہی اس کا محل وقوع سجین ہے۔ لہٰذا کوئی شخص امت کے متفقہ مسئلہ عذاب قبر ونعیمہ کا بالکل انکار کرتا ہے تو وہ شخص متعدد آیات قرآنیہ واحادیث متواترہ کے انکار کی وجہ سے کافر ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ علامہ ابن العربی لکھتے ہیں۔ ''وقد تواترت الاخبار عن رسول اللہ ﷺ فی ثبوت عذاب القبر ونعیمہ فیجب اعتقاد ثبوت ذالک والایمان بہ'' (شرح عقیدہ الطحاوی ص ۳۹۹)

اور اہل السنت کے ہاں عذاب وثواب قبر روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے چنانچہ ابن ابی العربی فرماتے ہیں۔ ''وکذالک عذاب القبر یکون للنفس والبدن جمیعا باتفاق اھل السنۃ والجماعۃ'' (ایضاً ص ۴۰۰)

اگر کوئی شخص ثواب وعذاب قبر کا بالکل انکار تو نہیں کرتا لیکن وہ غلط تاویلات کرتا ہے تو یہ شخص بدعتی وگمراہ ہے ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ آئندہ مکمل احتیاط کی جائے البتہ سابقہ نمازوں کا اعادہ مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ اس کی بجائے صالح اور صحیح العقیدہ شخص کو امام مقرر کیا جائے۔

''وفی الدر کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تعاد ای وجوبا فی الوقت واما بعدہ فندبا''

(درمختار ج ۱ ص ۵۲۵)

''وفی الهندية قال المرغينانی تجوز الصلوة خلف صاحب بدعة و لا يجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمتشبة ومن يقول بخلق القرآن واحاصله ان كان هوی لا يكفر به صاحبه يجوز الصلوة خلفه مع الكراهة والافلا'' (عالمگیری ج ۱ ص ۸۴)

حضرات صوفیاء کرام کے قول سے غلطی نہیں کھانی چاہئے ان کا یہ فرمان کہ روح کو بدن مثالی دیا جاتا ہے۔ جس پر سوال و جواب وراحت وعذاب ہوتا ہے کیونکہ وہ یہ نہیں فرماتے کہ بدن مادی اور عنصری کا اس سوال و جواب وراحت وعذاب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ حضرات صوفیاء کرام کا یہ نظریہ ہے کہ بدن مثالی کے ساتھ بدن عنصری و مادی بھی اس کاروائی میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ جیسا کہ حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ غرض روح کا تعلق قبر کے ساتھ ضرور ہوتا ہے انسان میت سے کلام کرسکتا ہے ارواح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتا ہے جہاں اس کے لئے ایک مقام ملتا ہے۔

پس یہ مسلمہ مسئلہ ہے۔ بجز اس گمراہ فرقے کے جو نفی بقائے روح کرتا ہے۔ چند سطور بعد لکھتے ہیں ایسا ہی روح کا تعلق باوجود علیین وسجین کے تعلق کے بدن کے ساتھ بھی اور ضرور ہے مگر اس دنیا کی آنکھیں محسوس نہیں کرسکتیں کیونکہ عالم غیب کے اسرار کو دنیا دار کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ (المصالح العقلیہ لاحکام النقلیہ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

لہٰذا یہ کہنا کہ راحت یا عذاب صرف جسد مثالی کو ہوتا ہے جسد عنصری سے اس کا کوئی تعلق نہیں یا یہ کہ عذاب وراحت یعنی قبر کا تعلق علیین یا سجین سے ہے حفرہ ارضی سے نہیں ہے یہ گمراہی ہے قرآن وسنت کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ قبر کا محل وقوع زمین ہے۔

آیت (۱)۔ ''واذا القبور بعثرت'' (انفطار:۹)

آیت (۲)۔ ''ثم اماته فاقبره'' (العادیات)

آیت (۳)۔ ''افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور'' (العادیات)

آیت (۴)۔ ''ولا تقم علٰی قبره'' (توبہ)

مذکورہ آیات سے واضح ہوا کہ قبر اسی حفرہ ارضیہ کا نام ہے جہاں حضور ﷺ کو یہ حکم ملا ''ولا تقم علٰی قبره انهم كفروا بالله'' ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نعوذ باللہ سجین میں تو نہ گئے تھے کہ آپ کو منع کیا گیا بلکہ آپ ﷺ اسی حفرہ ارضی پر تشریف لے گئے تھے جہاں سے آپ کو منع کیا گیا۔

مزید توضیح کے لئے چند احادیث

۱...... ''عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بقبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان فی كبير اما احدهما فكان لا يستنزه من البول الخ'' (بخاری ج ۱ ص ۳۵، مسلم ج ۱ ص ۱۴۱، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۲)

۲...... ''عن زيد بن ثابت قال بينا رسول الله ﷺ فی حائط لبنی النجار علٰی بغلة له ونحن معه اذا حادت به فكادت تلقيه واذا اقبر ستة او خمسة فقال من يعرف اصحاب هذه الاقبر قال رجل انا الخ''

(مسلم ج ۲ ص ۳۸۶، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۵)

ہر صاحب فہم جانتا اور مانتا ہے کہ بنو نجار کا باغ سجین میں نہ تھا اور نہ ہی آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نعوذ باللہ سجین میں گئے تھے اور نہ ہی خلہ سجین میں پہنچا اور ڈر گیا۔

۳...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث مروی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ ''ویضرب بمطارق من حدید ضربۃ فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ غیر الثقلین متفق علیہ و لفظہ للبخاری'' (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۵)

یعنی جن و انس کے علاوہ اس معذب اور مضروب بمطارق من حدید کی چیخ و پکار تمام قریبی چیزیں سنتی ہیں تو کیا غیر ثقلین سجین میں رہتے ہیں یا اسی حفرہ ارضیہ کے قریب چرتے پھرتے ہیں۔

۴...... حدیث ابوہریرہ طویل روایت ہے جس میں مجرموں اور بدکردار لوگوں کے بارہ میں حکم ہوتا ہے۔ ''فیقال للارض التئمی علیہ فتلتئم علیہ فتختلف اضلاعہ فلا یزال فیھا معذبا حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذالک'' (رواہ الترمذی ج ۱ ص ۱۲۷، مشکوۃ ج ۱ ص ۲۵)

مذکورہ آیات و احادیث سے واضح ہوا کہ قبر نام ہے اسی حفرہ ارضی کا جزاء و سزاء کا محل یہی زمینی گڑھا ہے علیین و سجین کا قول کرنا خلاف عقل و نقل ہے یہی نظریہ ہے اہل حق طائفہ منصورہ علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم کا اس کے خلاف نظریہ رکھنا گمراہی اور زندقہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ...... حامد حسن، دار العلوم کبیر والا...... ۲۲ ر رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

مہر فتویٰ...... دار الافتاء دار العلوم کبیر والا ضلع خانیوال ۴۶ / ۱۳۵۴۴

جواب (۱۰) از دار الافتاء جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ پشاور صدر

الجواب وھو الموفق للصواب

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ موت کے بعد انسان جہاں ہوتا ہے وہ اس کا قبر ہے اسے ابتداء جزاء و سزاء اسی قبر میں ملتی ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کریمہ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

''قولہ تعالیٰ النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا، ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب'' (مؤمن:۴۶)

''وقولہ تعالیٰ ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر'' احادیث میں مردے سے سوال و جواب اور عاصی کو عذاب وغیرہ کا ذکر ہے۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ ''فیقول المؤمن ربی اللہ و دینی الاسلام و نبی محمد ﷺ ویقول الکافر ھاہ ھاہ لا ادری و قال علیہ السلام ان القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر نیران'' (ترمذی، طبرانی)

''وقال علیہ السلام ان القبر اول منازل الآخرۃ فان نجا منہ فما بعدہ ایسر منہ و ان لم ینج منہ فما بعدہ اشد منہ'' (ترمذی، نسائی)

اور فقہ اکبر میں ہے ''واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق و ضغطۃ القبر حق و عذابہ حق۔''

امام موصوف کا عقیدہ چونکہ اہل السنت والجماعت کے عقائد کے خلاف ہے اس لئے اس کی امامت مکروہ ہے۔

''کما فی الدر المختار ویکرہ امامۃ عبد... وفاسق اوعمی الا ان یکون اعلم القوم ومبتدع ای صاحب بدعۃ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعانذۃ بل بنوع شبھۃ'' (درمختار ج ا ص ۵۶۰)

جو نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ واجب نہیں۔ فقط واللہ اعلم!

بندہ سبحان اللہ غفرلہ، دارالافتاء جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ پشاور صدر

۱۳/صفر ۱۴۲۳ھ / ۲۷/اپریل ۲۰۰۲ء

الجواب صحیح...... محمد حسن جان مہر فتوی...... دارالافتاء جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ پشاور صدر۔

جواب (۱۱) از دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

۱...... عذاب قبر کی جو تفصیل امام موصوف نے بیان کی ہے وہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے کیونکہ تمام اہل سنت اہل حق اعادہ روح اور تعلق روح بجسد عنصری کے قائل ہیں جیسا کہ آئندہ حوالوں سے معلوم ہوگا۔

۲...... نبی کریم ﷺ نے علیین اور سجین کی زیارۃ اور سلام کے متعلق نہیں فرمایا بلکہ اسی زمینی قبر کی زیارۃ اور انہی اصحاب قبور کو سلام کرنے کا ارشاد فرمایا جیسا کہ تمام کتب حدیث میں مصرح ہے۔ (باب زیارۃ القبور مشکوۃ)

۳...... اسی زمینی قبر کو آپ ﷺ نے جنت کی کیاری یا جہنم کا گڑھا قرار دیا۔ ''ان القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران راہ الترمذی''

۱...... حیات میت کے بارے میں ملا علی قاری حنفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ تمام اہل حق (اہل سنت) کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کو قبر میں اتنی حیات ضرور حاصل ہوتی ہے کہ جس سے وہ قبر کی راحت اور تکلیف محسوس کرتا ہے۔

''واعلم ان اھل احق اتفقوا علی ان اللہ تعالٰی یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر ما یتالم ویتلذذ الخ'' (شرح فقہ اکبر ص ۸۰)

۲...... علم کلام کی مشہور کتاب خیالی کے حاشیہ خلاصہ ایوبی میں ہے کہ قبر میں میت زندہ ہوتا ہے اور عذاب وراحت اسی کو ہوتی ہے یعنی روح مع الجسد اور اس اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنا (جیسا کہ مذکورہ مولوی صاحب کا ہے) معتزلہ اور روافض کا عقیدہ ہے۔ (جو کہ یقیناً اہل سنت والجماعت سے خروج ہے) عبارت ملاحظہ ہو۔

''اعلم اولا ان المذاھب فی ھذا المقام ثلاثہ الاول المیت حی فی قبرہ فیعذب وھذا ھو مذھب اھل السنۃ والحق والثانی جماد لایعذب ولایدرک العذاب وھذا ھو مذھب جمھور المعتزلۃ والروافض، والثالث انہ جماد یعذب وھذا مذھب الصالحیۃ من المعتزلۃ ومذھب ابن جریر ومذھب طائفۃ من الکرامیۃ'' خلاصہ الایوبی علی الخیالی ص ۱۱۸ ایک سوال کے جواب میں امام المحدثین سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

سوال: انسان را بعد الموت ادراک وشعور باقی ماندو زائران خود را مے شناسد سلام وکلام ایشاں را ئے شند یا نہ؟

جواب: انسان را بعد الموت ادراک باقی میماند بر ایں معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند۔ اما در شرع شریف پس عذاب قبر وتنعیم القبر بتواتر ثابت است وتفصیل آن دفتر طویل میخواہد در کتاب شرح الصدور فی

احوال الموتی والقبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی است ودیگر کتب حدیث باید دید ودر کتب کلامیہ اثبات عذاب قبر مینمایند حتی کہ بعض اہل کلام منکر آنند کا فرمیدانند وعذاب وتنعیم بغیر ادراک وشعور ممتنع اندشد (الی ان قال) وبالجملہ انکار شعور وادراک الموت اگر کفر نباشد در الحاد بودن اوشبہ نیست الخ۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۹۳)

۴...... محدث کبیر امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قبر کا عذاب روح مع الجسد کو ہوتا ہے اور اہل سنت والجماعت اس کے قائل ہیں۔ ''ثم المعذب عند اهل السنة الجسد بعينه او بعضه بعد اعادة الروح اليه او الى جزء منه''
(نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

۵...... علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس پر اہل سنت کا اتفاق نقل فرماتے ہیں۔ ''ومحله الروح والبدن جميعا باتفاق اهل السنة'' (شرح الصدور ص ۷۶)

۶...... امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اعادہ روح اور عذاب قبر روح مع الجسد پر اہل سنت کا اتفاق نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔ (کتاب الروح ص ۷۵)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اہل حق اہل سنت والجماعت کا اتفاقی اور اجماعی مسئلہ ہے کہ قبر سے مراد یہی زمینی قبر ہے اور روح کا تعلق بدن کے ساتھ ہوتا ہے اور روح میت میں لوٹائی جاتی ہے جس سے وہ قبر کی راحت اور عذاب محسوس کرتا ہے اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا نہ دیوبندی ہے اور نہ ہی اہل سنت سے اس کو کوئی تعلق ہے بلکہ وہ معتزلی اور کرامیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اہل سنت کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے آپ کو دیوبندی اور اہل سنت ظاہر کرتا ہے۔ بنابریں اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ جن لوگوں کو امام کے عزل ونصب کا اختیار دیا ہے یا جن کو اچھا امام مل سکتا ہے ان کی نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی اور جو نمازیں اب تک پڑھ چکے ہیں ان کی قضا لازم نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب! کتبہ... شیر محمد عفی عنہ، خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور، ۲۶ رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مفتی حمید اللہ جان عفی عنہ مہر فتوی...... رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ... شارع فیروز پور لاہور

جواب (۱۲) از دارالافتاء مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

اس بارے میں ''تسکین الصدور'' بغور مطالعہ کریں اس میں تمام سوالات واشکالات دفع ہو جائیں گے اور اصلیت وقلعیت عیاں ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ العزیز! فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

ابو عرباض محمد اقبال عفی عنہ، ۲۳ رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ/ ۷ راپریل ۲۰۰۲ء نصرت العلوم گوجرانوالہ

مہر فتویٰ...... دارالافتاء مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ۔ پاکستان

جواب (۱۳) از دارالافتاء جامعہ احیاء العلوم چوک ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان

الجواب وھو الموفق للصواب: اہل سنت علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ قبر ارضی میں جو جسد عنصری مدفون ہے اس کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے بنابریں قبر ارضی میں تنعیم وتعذیب کا سلسلہ جاری رہتا ہے حوالہ کے لئے دیکھیں۔

(مشکوۃ باب اثبات عذاب القبر ص ۲۵، ''واذا اقبر ستة او خمسة الخ'' باب آداب الخلاء، ص ۴۲ مر النبی ﷺ بقبرین الخ۔ باب البکاء علی المیت ص ۱۴۹، لاتوذ صاحب ھذہ القبر، باب البکاء والخوف ص ۴۵۷، انا بیت التراب الخ)

احادیث کے ان سب مقامات میں قبر سے مراد یہی ارضی قبر ہے۔ علاوہ ازیں فقہ اور عقائد کی کتب میں یہی عقیدہ مبرہن ہے۔ پیش امام صاحب کا عقیدہ مذکورہ فی السوال معتزلہ والا ہے بنا بریں اس کو امام بنانا جائز نہیں پڑھی ہوئی نمازیں واجب الاعادہ ہیں۔ خاکسار......منظور احمد نعمانی، خادم مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر

جواب (۱۴) از دار الافتاء جامعہ اسلامیہ تنگی ضلع چارسدہ پشاور

الجواب وباللہ التوفیق

اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''ثم المعذب عند اهل السنة الجسد بعينه او بعضه بعد اعادة الروح اليه او الى جزء منه'' (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۶) جو شخص بھی عذاب وراحت فقط روح کے ساتھ متعلق مانتا ہو وہ اہل سنت والجماعت سے نہیں۔ مبتدع اور گمراہ ہے ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں۔

''ويكره امامة عبد الخ، وفاسق الخ، ومبتدع الخ، صاحب البدعة وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة'' (درمختار ج ۱ ص ۵۶۰)

واللہ اعلم بالصواب! محمد حسین ذاکر، دار الافتاء جامعہ اسلامیہ تنگی

الجیب مصیب......محمد ادریس عفی عنہ مہر فتویٰ......دار الافتاء فتویٰ نمبر ۱۱ جامعہ اسلامیہ تنگی ضلع چارسدہ

جواب (۱۵) از دار الافتاء جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا لودھراں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب باسم ملہم الصواب

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قبر میں مردے کو راحت وعذاب ہوتا ہے اور قبر اسی گڑھے کا نام ہے جو زمین پر بنایا جاتا ہے۔

''عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مر النبی ﷺ بقبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان فى كبر... ثم اخذ جريدة رطبة فشقها بنصفين ثم غرز فى كل قبر واحدة'' (مشکوۃ شریف ج ۱ ص ۴۲)

آپ ﷺ جس قبر کے پاس سے گزرے تھے وہ زمین پر ہی موجود تھی ایسے ہی قبر پر آپ نے شاخیں گاڑیں وہ بھی اسی زمین پر تھی اور اسی گڑھے کو آپ ﷺ نے قبر فرمایا ہے اور قبر میں عذاب وراحت روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے اور قبر میں جسم میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے جس سے مردہ قبر میں عذاب کا، دکھ سکھ کا رنج وراحت وغیرہ کا ادراک کرسکتا ہے اور اتنی ہی حیات کافی ہے اور ایسی حیات جائز بھی ہے اور ممکن بھی ہے۔

''اعادة الروح الى العبد فى قبره حق اعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالى يخلق فى الميت نوع حياة فى القبر قدر ما يتالم او يتلذذ'' (فقہ اکبر ص ۱۲۲)

''و کذالک عذاب القبر یکون للنفس و البدن جمیعا باتفاق اھل السنۃ و الجماعۃ''

(شرح عقیدہ الطحاوی ص ۳۴۰)

''و لا یرد تعذیب المیت فی قبرہ لانہ توضع فیہ الحیاۃ عند العامۃ بقدر الحس بالالم''

(شامی ج ۳ ص ۲۰۱)

اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ عذاب قبر کے متعلق یہی ہے اس سے ہٹ کر عقیدہ رکھنے والا شخص فاسق ہے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور سابقہ اداء شدہ نمازوں کے بارے میں استغفار کرنا چاہئے اللہ عقیدہ حقہ پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ ظفر اقبال، مفتی جامعہ اسلامیہ باب العلوم شہر کہروڑ پکا۔ ۹ ربیع الاوّل ۱۴۲۳ھ

مہر فتویٰ...... دارالافتاء جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

جواب (۱۶) از دارالافتاء جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی ضلع بہاول پور

پیش امام کی جزاء سزاء قبر سے متعلق یہ تشریح اور اس طرح کا نظریہ وعقیدہ جو جسم مثالی کے بارے میں مندرجہ فی السوال ہے سراسر غلط اور بے بنیاد ہے نہ تو قرآن وحدیث کے مطابق ہے اور نہ ہی اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے موافق اور بزرگان علماء دیوبند کے نظریات سے تو کوسوں دور ہے چنانچہ قرآن وحدیث میں ہے۔ ''النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا۔ وان الذین ظلموا عذابا دون ذالک القرآن'' ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات میں عذاب برزخ کا بیان ہے جس کی صورت اور کیفیت کا بیان احادیث میں آیا ہے کہ یہ عذاب روح اور جسم عنصری کو ہوتا ہے چنانچہ احادیث میں ہے۔

۱...... ''عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ رجل من الانصار فانتھینا الی القبر ولایلحد فجلس الی ان قال فتعاد روحہ فی جسدہ فیاتیہ ملکان الحدیث'' (رواہ احمد مشکوۃ شریف ص ۱۴۲)

۲...... ''عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان الحدیث متفق علیہ'' (ص ۲۴)

۳...... ''عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط لبنی النجار علی بغلۃ لہ ونحن معہ اذ حادت بہ فکادت تلقیہ متفق علیہ اذا اقبر ستۃ او خمسۃ فقال من یعرف اصحاب ھذہ الاقبر قال رجل انا الحدیث'' (رواہ مسلم ص ۲۵)

۴...... ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انھما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقھا بنصفین غرز فی کل قبر واحدۃ الحدیث متفق علیہ'' (ص ۴۱)

۵...... ''وعنہ وعثمان رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ الحدیث''

(رواہ ابوداؤد ص ۳۶)

۶...... ''عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسرف رجل علی نفسہ فلما حضرہ الموت اوصی بنیہ اذا مات فحرقوہ ثم اذرو انصفہ فی البر وفی البحر فو اللہ لئن قدر اللہ علیہ لیعذبہ عذابا لا یعذبہ احدا من

العالمین فلما مات فعلوا به ما امرهم فامر الله البحر فجمع ما فيه وامر البرّ مجمع ما فيه ثم قال له لم فعلت هذا قال من خشيتک یا رب وانت اعلم به فغفر له'' (متفق علیہ ص ۲۰۷)

ان حدیثوں سے کھلم کھلا واضح اور مثل نصف النہار روشن ہوتا ہے کہ جزاء وسزاء کا معاملہ روح سمیت زمینی قبر میں رکھے ہوئے جسد عنصری ہوتا ہے جس میں روح کا عود اور تعلق اس کی شان کے مطابق ہوتا ہے چنانچہ حدیث کا جملہ تعاد روحہ اس پر دال ہے اس لئے کہ عود وہاں پچ آتا ہے جہاں پہلے رہا ہو۔ دنیوی زندگی میں تو روح یقینا جسد عنصری میں تھی جسد مثالی میں تو تھی ہی نہیں لیکن اس میں عود کیسے صحیح ہو صادق مصدوق ذات گرامی ﷺ کی حدیث میں لفظ تعاد روحہ ہے صحیح تو نہیں۔

۲...... اسی طرح قرع نعال کا سماع بھی زمین میں مدفون جسد عنصری کے بارے میں ہے نہ کہ جسد مثالی کے بارے میں کیونکہ دفن کرنے والے تو اسی قبر ارضی سے لوٹتے ہیں جس میں جسد عنصری رکھا ہوا ہوتا ہے نہ جسد مثالی۔

۳...... رسول اللہ ﷺ کی خچر کا بدکنا اور ڈرنا انہیں زمینی قبروں کے قریب تھا جن میں اجساد عنصریہ مدفون تھے نہ کہ اجساد مثالیہ۔

۴...... مزید برآں نبی اکرم ﷺ نے کھجور کی شاخ کا نصف، نصف انہیں ارضی قبروں میں گاڑھی تھیں جن میں جسد عنصریہ رکھے ہوئے تھے نہ کہ جسدین مثالیہ۔

۵...... آنحضور ﷺ دفن کے بعد ارضی قبر پر ٹھہرے رہتے تھے جس میں جسد عنصری مدفون ہوتا تھا نہ کہ جسم مثالی۔

۶...... اسی طرح ''رجل سرف علی نفسه'' نے اپنے جسد عنصری کے جلانے کی وصیت کی تھی اور اس جسم کی خاکستر ہوا میں اڑانے اور سمندر میں ڈالنے کے لئے کہہ مرا تھا اللہ تعالیٰ نے بھی اسی جسم عنصری کی خاکستر کو جمع کرنے کے بارے میں بحر و بر کو حکم فرمایا تھا نہ کہ جسم مثالی کے بارے میں یہ ساری کاروائی ہوئی تھی۔

یہ تو ہوا پیش امام کا مسئلہ زیر بحث میں غلط نظریہ غلط عقیدہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں رغم انف نیز پیش امام کا یہ عقیدہ اور نظریہ عقلاً بھی نادرست اور بے وقوفانہ ہے اس لئے کہ نیکی یا برائی کو روح سے مل کر جسم عنصری کرے اور اس نیکی یا برائی کا صلہ بصورت انعام یا سزا جسم مثالی یعنی فوٹو کو ملے کوئی انصاف منصف ایسا کرنا گوارا نہیں کرتا چہ جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جس کی صفت ''لیس بظلّام للعبید'' ہے ایسا کرے ''تعالی الله عن ذالک علوا کبیرا''

پیش امام کا قبر کی جزاء وسزاء کے بارے میں یہ غیر واقعاتی عقیدہ اور نظریہ اہل السنت والجماعت اور علماء دیوبند جو کہ تمام بزرگان حق پرست اور حق کے پیروکار قرآن وحدیث کے مفہوم کو سمجھنے میں ذہن ثاقب اور ید طولیٰ رکھتے تھے ان نظریات کے مطابق کیسے ہوسکتا ہے جب کہ قرآن وحدیث کے سراسر خلاف اور غیر واقعاتی ہے الغرض پیش امام کا یہ عقیدہ اور نظریہ نہ تو قرآن وحدیث کے موافق ہے اور نہ اہل سنت والجماعت اور نہ علمائے دیوبند کے نظریات وعقائد کے مطابق بلکہ فتویٰ میں نرمی ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کے مفہوم میں تحریف نہ بھی کہیں تو تاویل فاسد اور مغالطہ ضرور ہے۔ مناسب ہے کہ پیش امام کا منصب امامت سے ہٹا دیا جاوے اس کی اقتداء میں ادا کردہ نمازیں قضاء نہ کرسکیں۔ تو آئندہ کے لئے اس اقتداء کے بارے میں احتیاط ضروری کی جاوے۔

المجیب مصیب بعون اللہ تعالیٰ!...... حاجی احمد عفا اللہ عنہ، استاذ الحدیث جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی

جواب (۱۷) از دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

عذاب قبر کے بارے میں مذکورہ شخص کا نظریہ درست نہیں اور یہ اہل سنت والجماعۃ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔
اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں معتزلہ اور روافض کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر فقط روح پر ہے۔

فتح الباری میں ہے۔ ''ذهب ابن حزم وابن هبيرة الى ان السوال يقع على الروح فقط وخالفهم الجمهور فقالوا تعاد الروح الى الجسد او بعضه كما ثبت فى الحديث ولو كان على الروح فقط لم يكن للبدن بذالك اختصاص'' (ج ۳ ص ۱۸۵)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۸۶) میں فرماتے ہیں۔ ''ثم المعذب عند اهل السنة الجسد بعينه او بعضه بعد اعادة الروح اليه او الى جزء منه'' (بحوالہ خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۱)

لہٰذا اس تفصیل کی روشنی میں ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے کسی صحیح عقیدہ والے شخص کو امام بنایا جائے۔
پڑھی ہوئی نمازیں لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم! بندہ عبدالحکیم، ۱۶ رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح ...... عبدالستار عفی عنہ مہر فتویٰ ...... دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

جواب (۱۸) از دارالافتاء جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

الجواب بسم اللہ حامداً ومصلیاً

یہ عقیدہ بدعت کا ہے۔ اہل سنت کا نہیں ہے اس لئے ایسے امام کو باقی رکھنا درست نہیں ہے۔ بدعتی کے پیچھے نماز ہو تو جاتی ہے۔ لیکن جانتے بوجھتے ہوئے اور امام کو ہٹانے پر قدرت بھی ہو مکروہ تحریمی ہوتی ہے ورنہ نہیں۔
جو نمازیں پہلے پڑھی گئیں ان کو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ آگے احتیاط کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

عبدالواحد غفرلہ، ۲۴ رمحرم الحرام ۱۴۲۸ھ

مہر فتویٰ ...... مرکزی دارالافتاء جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

جواب (۱۹) مدرسہ عقیدۃ الاسلام وجامع مسجد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کراچی

یہ پیش امام صاحب مسلک اہل سنت والجماعت دیوبند سے خارج ہے اور ان کے اقتداء میں نماز مکروہ ہیں یہ عذاب وثواب قبر کے منکر ہیں لوگوں کو فریب اور دھوکہ دینا چاہتے ہیں یہ اکابر کے مسلک پر نہیں۔ نور اللہ رشیدی

مہر فتویٰ ...... مدرسہ عقیدۃ الاسلام وجامع مسجد حضرت عبداللہ بن مسعود
بمقام عقب الآصف اسکوائرز دانڈس پلازہ سہراب گوٹھ کراچی۔ ۳۸

جواب (۲۰) جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

واضح رہے کہ جمہور علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک قبر زمین کے اس حصے کو کہتے ہیں جس میں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے دوسرے لفظوں میں مردہ انسان کے مدفن کو قبر کہا گیا ہے۔ قرآن وحدیث اور لغت میں بھی

مدفن ہی کو قبر کہا گیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔''حتی زرتم المقابر'' (التکاثر) ترجمہ: یہاں تک کہ جا دیکھے قبریں۔ دوسری جگہ پر ہے۔''ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ'' ترجمہ: اور نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو ان کی قبر پر۔ (التوبہ)

اور سورہ عبس میں ہے۔''ثم اماتہ فاقبرہ، ثم اذا شاء انشرہ'' (پ ۳۰)

ترجمہ: پھر اس کو مردہ کیا، پھر قبر میں رکھوا دیا اس کو۔ پھر جب چاہا اٹھا نکالا اس کو۔ مندرجہ بالا آیات میں لفظ قبر وغیرہ کا اطلاق مردہ جسم کے مدفن پر کیا گیا ہے۔ ان آیات سے قبر کا مفہوم متعین ہو جاتا ہے اور بے شمار احادیث میں قبر کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ قبر سے مردہ انسان کا مدفن ہی مراد ہے۔

بخاری شریف میں ہے۔''لعن الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجدا لو لا ذالک ابرز قبرہ'' ترجمہ: حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کیونکہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا اسی خطرہ کے پیش نظر حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر کو ظاہر نہیں کیا گیا۔ (ج ۱ ص ۱۸۶)

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔''عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ ﷺ وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر رضی اللہ عنہ معھم فو اللہ ما دخلت الا وانا مشددۃ علی ثیابی حیاء من عمر'' ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے حجرے میں رسول کریم ﷺ مدفون تھے میں بغیر برقعے کے چلی جایا کرتی تھی اور کہتی تھی کہ ایک میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے والد ماجد ہیں لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے تو میں وہاں برقعہ پہن کر جاتی تھی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حیا مانع تھا۔ ان روایات میں قبر کا لفظ زمین کے اس حصہ پر بولا گیا ہے جہاں مردہ انسان کو دفن کیا گیا ہے۔ یعنی قبر بمعنی مدفن ارضی۔ جمہور اہل سنت والجماعت کی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اسی قبر میں نکیرین آتے ہیں اسی قبر میں سوال وجواب ہوتا ہے۔ اسی میں حساب وکتاب ہوتا ہے اسی قبر کو اعمال کے مطابق جنت کا باغ اور جہنم کا گڑھا بنایا جاتا ہے۔ (ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ سعید)

امام بخاری رحمہ اللہ نے قبر کا معنی مدفن کیا یعنی جائے دفن کیا ہے اور اس پر باب قائم کیا ہے اور قرآن وحدیث سے دلیلیں بیان کی ہیں۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔''باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ وابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ فاقبرہ اقبرت الرجل اذا جعلت لہ قبرا وقبرتہ دفنتہ کفاتا تکونون فیھا احیاء وتدفنون فیھا امواتا'' (ص ۱۸۶، ط قدیمی)

ترجمہ: باب آں حضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے بیان میں سورۃ عبس میں جو آیا ہے فاقبرہ تو عرب لوگ کہتے ہیں۔ (قبرت الرجل اقبرہ) یعنی میں نے اس کے لئے قبر بنائی اور (قبرتہ) کے معنی میں نے اس کو دفن کیا اور سورۃ المرسلات میں جو (کفاتا) کا لفظ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی بسر کرو گے اور مر کر بھی اس میں گڑو گے۔ علیین اور سجین کے بارے میں قرآن پاک میں ہے۔''کلا ان کتاب الفجار لفی سجین وما ادراک ما سجین'' (المطففین:) اور یہی کچھ علیین کے متعلق اسی صورت میں فرمایا۔''کلا ان کتاب الابرار لفی علیین وما ادراک ما علیون'' یعنی وہ نامہ اعمال کا دفتر ہے۔ بدکار لوگوں کا نامہ اعمال سجین میں ہیں اور نیک لوگوں کے نامہ اعمال علیین میں رکھے جاتے ہیں۔ (پ ۳۰) لہٰذا قرآن شریف کی تصریح کے مطابق وہ تو ایک دفتر ہے قرآن پاک میں ان کو جزاء وسزاء کا مقام نہیں بتایا گیا۔ جیسا کہ تسکین الصدور میں ہے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے۔''ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق

نعالهم حين يولون مدبرين الحديث'' (موارد الظمآن ص ۱۹۷ واللفظ لہ، بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، مسلم ج ۱ ص ۳۸۶)

ترجمہ: میت جب قبر میں رکھی جاتی ہے دفن کرنے والے جس قبر سے واپس ہوتے ہیں تو وہ یہی حسی قبر ہے اور گڑھا ہوتا ہے۔ کیونکہ دفن کرنے والوں کی رسائی علیین اور سجین تک نہیں ہوتی۔

مستدرک حاکم میں ہے۔''فاذا هو رجل يمشي بين القبور وعليه نعلان فناداه يا صاحب السبتتين الق سبتيتك الحديث'' (موارد الظمآن ص ۲۰۱، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۸۳)

ترجمہ: آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص جوتی پہن کر قبروں کے درمیان چل رہا تھا آپ ﷺ نے اس کو آواز دی اور فرمایا کہ اے جوتیاں پہن کر چلنے والے اپنی جوتیاں اتار۔

ظاہر امر ہے کہ وہ شخص حسی قبروں کے درمیاں جوتیاں پہن کر چل رہا تھا علیین اور سجین کے برزخی مقام میں نہ تھا۔ (بحوالہ تسکین الصدور ص ۹۰)

برزخ کا لغوی معنی آڑ اور پردہ ہے اور قرآن مجید میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے اور علماء اسلام کے نزدیک موت سے لے کر قیام قیامت تک کے درمیانی وقت کو اور زمانہ کو برزخ کہتے ہیں کیونکہ عالم آخرت اور عالم دنیا کے درمیان زمانہ آڑ اور پردہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ موت سے لے کر قیامت تک کی کاروائی پردہ میں ہوتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے اسے عالم برزخ کہتے ہیں اور واضح رہے کہ برزخ مردہ انسان کے لئے ظرف زمان ہے اور مرنے کے بعد آدمی روح اور جسد سمیت عالم برزخ میں داخل ہوجاتا ہے۔ جو مردہ چارپائی پر پڑا ہو وہ عالم برزخ میں داخل ہو چکا ہے اور جس کو لوگ کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جس کو قبر میں دفن کردیا وہ بھی برزخ میں ہے۔ لہٰذا برزخ سے کوئی علیحدہ قبر یا مثل جسد مراد لینا درست نہیں۔ اگر ہم اس قبر کو علیین یا سجین میں مراد لیں تو پھر یہ ظرف مکان ہوجائے گا جو درست نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ایک عالم ہے اور زمانہ ہے۔ لہٰذا جب اس دنیا کے مدفن اور علیین اور سجین، برزخ ایک عالم ہیں جو ظرف زمان کی حیثیت رکھتا ہے تو پھر جسد مثالی جس کا ذکر سوال میں کیا گیا ہے اگر دیکھا جائے تو عالم دنیا میں نیکی اور برائی روح اور جسد کے اشتراک عمل سے وجود میں آتی ہیں لہٰذا جب نیکیاں اور برائیاں دونوں نے مل کر کی ہیں تو جزاء وسزا بھی ان دونوں کو ملا کر دینا عین انصاف ہے صرف روح کو جزاء اور سزا دینا اور جسد کو جزاء وسزا سے مستثنیٰ کردینا ظلم اور ناانصافی ہے۔ جس سے اللہ پاک کی ذات منزہ اور برتر ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔''ان الله لا يظلم الناس شيئا'' (یونس: ۴۴)

دوسری جگہ پر ہے۔''وما ربک بظلام للعبيد'' (فصلت)

جو لوگ صرف روح کے لئے تو جزاء وسزا تجویز کرتے ہیں اور جسد کو محروم سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کریم ہر قسم کے ظلم سے پاک ہیں۔ شامی میں ہے۔''ولا يرد تعذيب الميت في قبره لانه توضع فيه الحياة عند العامة بقدر الحسن بالالم'' (ج ۳ ص ۲۰۱، سعید)

ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔''فتعاد روحه في جسده ظاهر الحديث ان عود الروح الى جميع اجزاء بدنه فلا التفات الى قول البعض بان العود انما يكون الى البعض''

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ رازی فرماتے ہیں۔''ماذا ان يكون المؤمنون قد احيوا قبورهم قبل يوم القيامة وهم منعمون فيها جاز ان يحي الكفار في قبورهم فيعذبوا'' (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۸، ط مصر)

لہٰذا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے اور کوئی جسد مثالی کو نہیں ہوتا بلکہ اسی جسد عنصری کو جو دنیا کی قبر میں ہوتا ہے اس کو عذاب دیا جاتا ہے لہٰذا صورت مسؤلہ میں مذکورہ پیش امام صاحب کا عذاب قبر کے متعلق جو عقیدہ اور نظریہ ہے وہ غلط ہے اور قبر کی جو تشریح امام صاحب نے کی ہے وہ بھی جمہور اہلسنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے جیسا کہ تسکین الصدور میں ہے علماء دیوبند کے نظریات عذاب قبر کے متعلق تو یہ ہیں کہ ''ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک قبر میں ثواب وعقاب کا تعلق روح اور جسم دونوں کے ساتھ رہتا ہے اور جسم جسم عنصری مراد ہے نہ کہ مثالی جو کہ حقیقی جسم نہیں بلکہ عالم مثال میں جسم کا عکس ہے۔ (کما صرح بہ مجدد الف ثانی) اور جیسا کہ کتب عقائد میں مذکور ہے کہ (''ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب وان ذالک یحصل لروحہ وبدنہ'' کتاب الروح یہی اکابر دیوبند کا مسلک ہے۔'' (بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۱۹)

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید ﷫ فرماتے ہیں۔''قبر کا عذاب وثواب عالم غیب کی چیز ہے اس لئے اس کو ہماری نظروں سے پوشیدہ رکھا گیا جس طرح خواب کے احوال بیداری والوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ جن لوگوں کو دفن نہیں کیا جاتا کیا بعید ہے کہ ان کے لئے فضا ہی کو قبر بنا دیا جائے بہر حال عذاب قبر کا انکار کرنا یا نصوص کے برخلاف ''قبر'' میں تاویلیں کرنا تقاضائے ایمان وانصاف کے خلاف ہے۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱۰ ص ۵۴۰، مکتبہ لدھیانوی)

لہٰذا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر جسد مع الروح کو ہوتا ہے اور ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں اور یہ عقیدہ کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے معتزلہ کا ہے لہٰذا یہ شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی اپنے عقائد فاسدہ سے گمراہ کرتا ہے۔ بدعتی اور فاسق ہے لہٰذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ ہاں جو نمازیں پہلے لاعلمی میں پڑھی جا چکی ہیں وہ ہو چکی ہیں۔ آئندہ جان بوجھ کر ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ورنہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی کیونکہ اس امام صاحب کا عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۰۳، سعید) میں ہے۔

''فان اللہ تعالٰی یعلق روحہ الذی نارتہ بجزئہ الاصلی الباقی من اول عمرہ الی آخرہ المستمر علی حالہ حالتی النحو والذبول الذی متعلق بہ الروح او لا فیحیا ویحیا بحیاتہ سائر اجزاء البدن''

فتاویٰ (شامی ج ۱ ص ۵۶۰، سعید) میں ہے۔''واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لأمر دینہ وبأن فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمۃ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا''

اور (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۹) میں ہے۔''ولایجوز الصلوۃ خلف من ینکر الشفاعۃ النبی ﷺ وینکر الکرام الکاتبین وعذاب القبر وکذا من ینکر الرؤیۃ لانہ کافر''

فتح القدیر میں ہے۔''ولاتجوز الصلوۃ خلف منکر الشفاعۃ والرؤیۃ وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانہ کافر لتوارث ھذہ الامور عن الشارح ﷺ'' (ص ۲۴۷، مصر) فقط واللہ سبحانہ اعلم!

کتبہ: عمر فاروق زبیر متخصص فی الفقہ الاسلامی الجواب الصحیح ...... مفتی عبدالمجید صاحب دین پوری
محمد انعام الحق ...... مفتی عبدالسلام مہر فتویٰ ...... دارالافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

خلاصۃ الفتاوٰی ایک نظر میں

باسمہ تعالٰی

کتاب کے آخر میں سیدی وسندی واستاذی المکرم محقق وقت فاتح مماتیت حضرت مولانا نور محمد صاحب

قادری تونسوی مدظلہ کے حکم پر تمام فتاوٰی جات کا لب لباب اور خلاصہ بیان کیا جاتا ہے ویسے تو تمام فتاوٰی جات کا ایک ایک پہلو قابل مطالعہ ہے کیونکہ یہ ایک علمی ذخیرہ ہے اور ثواب وعذاب قبر کی صحیح صورت پر دلائل کا انبار ہے اور عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکرین کے تمام شکوک وشبہات کا ایک مسکت جواب ہے اور خصوصا اس کتاب کا پیش لفظ جس میں شیخ تونسوی مدظلہ نے مسئلہ حیات قبر کے بارے میں مسلک اہل سنت والجماعت علمائے دیو بند کی کما حقہ ترجمانی کی ہے جس کی ایک ایک جزی سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے اور جس کا مطالعہ کرنا ہر صاحب ذوق قاری اور تحقیق کے میدان میں قدم رکھنے والے ہر محقق کے لئے ضروری ہے اور تحقیقی میدان میں سبقت پانے والے شاہ سواروں کے لئے ایک منزل ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام سنی مسلمانوں کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مؤلف اور تمام مشائخ ومفتیان کرام کے لئے اس کتاب کو زاد آخرت بنائے۔ باقی رہا مجموعہ فتاوٰی کا خلاصہ اس کے لکھنے کی ضرورت اس لئے درپیش آئی تا کہ ایک نظر دوڑانے والے حضرات بھی کتاب کی اصل افادیت سے محروم نہ رہیں، اب آیئے دیکھتے ہیں تمام فتاوٰی جات کا خلاصہ ایک نظر میں۔

فتویٰ نمبر (۱) از دارالافتاء جامعہ مخزن العلوم خان پور

اسمائے گرامی مشائخ کرام ومفتیان عظام

(۱) مرشد العلماء والصلحاء حضرت میاں مسعود احمد دین پوری دامت برکاتہم العالیہ (۲) جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا امیر محمد صاحب تونسوی مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ مخزن العلوم خان پور۔ (۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل الرحمن ڈاہر۔ (۴) استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد لقمان صاحب مدظلہ۔ (۵) استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسین شاہ صاحب مدظلہ۔ (۶) حضرت مولانا مفتی محمد طاہر صاحب مدظلہ، رئیس دارالافتاء جامعہ ہذا (۷) حضرت مولانا خلیل الرحمن درخواستی مدظلہ۔ (۸) حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب مدظلہ (۹) حضرت مولانا الیاس زمان صاحب مدظلہ۔ (۱۰) حضرت مولانا مفتی محمد اسمٰعیل صاحب مدظلہ۔ (۱۱) حضرت مولانا مفتی محمد یونس صاحب داقفی مدظلہ۔

<u>خلاصہ</u>: یہ تمام حضرات متفقہ طور پر یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسا امام جو عذاب قبر کی صحیح صورت کا منکر ہے وہ اہل سنت والجماعت میں نہیں اور ایسے عقیدہ رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

فتویٰ نمبر (۲) از دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

اسمائے گرامی مفتیان کرام

(۱) حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب ربانی، رئیس دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

(۲) مفتی اللہ نور صاحب مدظلہ۔

<u>خلاصہ</u>: مذکورہ امام اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقیدہ سے خارج ہیں اگر اپنے نظریہ سے رجوع نہ کریں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

فتویٰ نمبر (۳) از دارالافتاء دارالعلوم مدنیہ بہاول پور

اسمائے گرامی مفتیان کرام

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمن صاحب مدظلہ مدیر دارالعلوم مدنیہ بہاول پور (۲) حضرت مولانا مفتی احمد سفیان صاحب مدظلہ۔(۳) حضرت مولانا محمد یوسف الحسینی صاحب مدظلہ۔

خلاصہ: ایسا شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ان کے پیچھے پڑھی جانے والی نمازیں واجب الاعادہ ہیں۔

فتویٰ نمبر (۴) از دارالافتاء جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور

اسمائے گرامی مفتیان کرام

(۱) حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔(۲) حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن درخواستی دامت برکاتہم العالیہ۔(۳) حضرت مولانا مفتی محمد ادریس صاحب مدظلہ۔

خلاصہ: ایسا شخص یقیناً اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

فتویٰ نمبر (۵) از دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

اسمائے گرامی مفتیان کرام

(۱) حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب مدظلہ نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی۔(۲) حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب مدظلہ۔(۳) حضرت مولانا مفتی محمد مصدق صاحب مدظلہ۔

خلاصہ: مذکوہ عالم صاحب کے نظریات قرآن وسنت اور علمائے اہل سنت والجماعت کی تعبیرات کے خلاف ہیں لہٰذا ان کو اپنے اختیار سے امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

فتویٰ نمبر (۶) از دارالافتاء جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی

اسمائے گرامی مفتیان کرام

(۱) حضرت علامہ مولانا مفتی زرولی خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔

(۲) مفتی لطیف اللہ عاصمی مدظلہ، متخصص فی الفقہ الاسلامی۔

خلاصہ: صورت مسؤل عنہا میں امام صاحب کا عقیدہ اہل سنت والجماعت (قرآن وحدیث) کے مخالف ہے ایسا عقیدہ رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہ شخص مرتد کے حکم میں ہے لہٰذا ایسے امام کے لئے تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے اور اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازیں واجب الاعادہ ہیں۔

فتویٰ نمبر (۷) از دارالافتاء مدرسہ فاروقیہ تعلیم القرآن صادق آباد

اسم گرامی مفتی صاحب: (۱) حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب آبادی مدظلہ۔

خلاصہ: ایسے شخص کو باختیار خود امام بنانا جائز نہیں۔

فتویٰ نمبر (۸) از دارالافتاء جامعہ قاسم العلوم ملتان

اسم گرامی مفتی صاحب۔(۱) حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب مدظلہ، رئیس دارالافتاء جامعہ قاسم العلوم ملتان

خلاصہ: ایسا شخص ضال مضل اور خارج از اہل سنت والجماعت ہے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے ایسے شخص کو فوراً امامت سے ہٹا دیا جائے۔

فتویٰ نمبر (۹) از دارالافتاء جامعہ عیدگاہ کبیر والا

اسم گرامی مفتی صاحب۔ (۱) حضرت مولانا مفتی حامد حسن صاحب مدظلہ۔ مفتی دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا۔

خلاصہ: ایسا شخص بدعتی گمراہ ہے ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ آئندہ مکمل احتیاط کی جاوے۔

فتویٰ نمبر (۱۰) از دارالافتاء جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ پشاور صدر

اسمائے گرامی مفتیان کرام (۱) حضرت مولانا مفتی محمد حسن جان صاحب مدظلہ۔ (۲) مفتی سبحان اللہ صاحب مدظلہ۔

خلاصہ: امام موصوف کا عقیدہ چونکہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف ہے اس لئے اس کی امامت مکروہ ہے۔

فتویٰ نمبر (۱۱) از دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

اسمائے گرامی مفتیان کرام

(۱) حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب مدظلہ العالی، رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور (۲) مفتی شیر محمد صاحب مدظلہ۔

خلاصہ: ایسا شخص نہ دیوبندی ہے اور نہ ہی اہل سنت والجماعت سے اس کا کوئی تعلق ہے اور اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

فتویٰ نمبر (۱۲) از دارالافتاء جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

اسم گرامی مفتی صاحب۔ (۱) مفتی محمد اقبال صاحب مدظلہ العالی۔

خلاصہ: استفتاء کے جواب میں حضرت مفتی صاحب نے لکھا کہ تسکین الصدور کا مطالعہ کریں۔ تسکین الصدور میں لکھا ہے کہ ایسا شخص بدعتی ہے اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

فتویٰ نمبر (۱۳) از دارالافتاء جامعہ احیاء العلوم چوک ظاہر پیر

اسم گرامی مفتی صاحب۔ (۱) شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی دامت برکاتہم العالیہ۔

خلاصہ: پیش امام صاحب کا عقیدہ مذکورہ فی السوال معتزلہ والا ہے۔ بنا بریں اس کو امام بنانا جائز نہیں ان کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نمازیں واجب الاعادہ ہیں۔

فتویٰ نمبر (۱۴) از دارالافتاء جامعہ اسلامیہ تنگی ضلع چارسدہ پشاور

اسمائے گرامی مفتیان کرام (۱) حضرت مولانا مفتی محمد ادریس صاحب مدظلہ۔ (۲) مفتی محمد حسین صاحب مدظلہ۔

خلاصہ: ایسا شخص اہل سنت والجماعت سے نہیں مبتدع اور گمراہ ہے ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں۔

فتویٰ نمبر (۱۵) از دارالافتاء جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں

اسم گرامی مفتی صاحب۔ حضرت مولانا مفتی محمد ظفر اقبال صاحب مدظلہ، رئیس دارالافتاء جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا۔

خلاصہ: اہل سنت والجماعت سے ہٹ کر عقیدہ رکھنے والا شخص فاسق ہے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

فتویٰ نمبر (۱۶) از جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی ضلع بہاول پور

اسم گرامی مفتی صاحب۔ حضرت مولانا حاجی احمد صاحب مدظلہ۔ شیخ الحدیث جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی۔

خلاصہ: ایسے امام صاحب کو منصب امامت سے ہٹا دیا جائے اور آئندہ کے لئے اس سے اقتداء کے بارے میں احتیاط ضرور کی جاوے۔

فتویٰ نمبر (۱۷) از دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اسمائے گرامی مفتیان کرام

(۱) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ۔ (۲) مفتی عبدالحکیم صاحب مدظلہ العالی

خلاصہ: ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے کسی صحیح عقیدہ والے شخص کو امام بنایا جائے۔

فتویٰ نمبر (۱۸) از دارالافتاء جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

اسم گرامی مفتی صاحب۔ حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب

خلاصہ: یہ عقیدہ بدعت کا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا نہیں ہے۔ اس لئے ایسے امام کو باقی رکھنا درست نہیں۔

فتویٰ نمبر (۲۰) از دارالافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

اسمائے گرامی مفتیان کرام

(۱) حضرت مولانا مفتی عبدالمجید صاحب دین پوری مدظلہ۔ (۲) حضرت مفتی عبدالسلام صاحب مدظلہ۔ (۳) مفتی انعام الحق صاحب۔

خلاصہ: یہ شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی اپنے عقائد فاسدہ سے گمراہ کرتا ہے بدعتی اور فاسق ہے لہٰذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے ہاں جو نمازیں لاعلمی میں پڑھی جا چکی ہیں وہ ہو چکی ہیں آئندہ جان بوجھ کر ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ورنہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

حررہ...... محمد حنیف فاضل جامعہ مخزن العلوم خانپور

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

۱۳۵ سوالات کے جوابات

معہ

۳۳۵ سوالات

تالیف:

حضرت علامہ مولانا ابو احمد نور محمد قادری تونسوی

۱۳۵
سوالات کے جوابات
معہ
۳۳۵ سوالات

تالیف

حضرت مولانا ابو احمد نور محمد قادری تونسوی

ـ ناشر ـ
اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ
پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵ رجنوری ۲۰۱۵ء

مولانا نور محمد تونسوی قادری نے مولانا محمد طیب صاحب پنج پیری پر ان کی کتاب مسلک الاکابر پر ایک سو چار سوال قائم کئے۔ حضرت پنج پیری صاحب کے حلقہ کے ایک عالم مولانا محمد اعجاز صاحب نے ان ایک سو چار سوالات کے جوابات کی بجائے سوالات بجواب سوالات کی ایک نئی روایت قائم کی۔ مولانا نور محمد صاحب تونسوی نے مولانا محمد اعجاز صاحب کے ۱۳۵ سوالات کے جوابات لکھے اور پھر ان پر ۳۳۵ سوالات قائم کئے اور اس رسالہ کا نام ''۱۳۵ سوالات کے جوابات معہ ۳۳۵ سوالات (نیز امیر محترم مولانا محمد طیب پنج پیری) پر ایک سو چار سوالات کا قرضہ ہنوز باقی)'' رکھا۔ ہم اس رسالہ کو اس مجموعہ کا حصہ بنانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''الحمد للہ الذی انزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً وھدی للمتقین یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً والصلوٰۃ والسلام علٰی من ارسلہ باالحق بشیراً ونذیراً وسراجاً منیراً وجعلہ خاتم النبیین وامام المرسلین وقائد الانبیاء وخطیبھم یوم الدین وعلٰی اٰلہ واصحابہ واتباعہ الذین نصروا دینہ الاسلام وحمر حمیدین کلہ اصولہ وفروعہ عن انتحال المبطلین الکاذبین عن مکائد الکاذبین والخادعین المنافقین رضی اللہ عن جمیع الاصحاب والذین اتبعوھم باحسان وارضاھم''

امابعد! بندہ عاجز حقیر پر تقصیر ابواحمد جملہ اہل اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ آج سے چند سوال پہلے بندہ نے اشاعت التوحید والسنۃ کے امیر حضرت مولانا محمد طیب صاحب طاہری پنج پیری کی خدمت میں ایک سو چار سوالات پیش کئے جو کہ ان کی کتاب ''مسلک الاکابر'' پر وارد کئے گئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے حیات قبر کی ایک غلط صورت تجویز کر کے ہمارے اکابر علماء دیو بند کثر اللہ سوادہم کی طرف منسوب کر دی۔ حالانکہ ہمارے اکابر حیات قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں اور پنج پیری صاحب کی تجویز کردہ غلط صورت کی بارہا تردید کر چکے ہیں، بلکہ کر رہے ہیں۔ لیکن مولانا موصوف نے بندہ عاجز کے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہ دیا جس پر کئی ماہ گزر گئے۔ چنانچہ بندہ عاجز جوابات سے مایوس ہوگیا۔ پھر وہ سوالات بعض اہل علم حضرات کو بھی دکھائے گئے، جن میں حضرت مولانا قاری رسال محمد صاحب صوابی والے اور ان کی جماعت بھی شامل تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے دل میں ان سوالات کے شایع کرنے کا جذبہ پیدا فرمایا۔ چنانچہ ان حضرات نے بذریعہ فون بندہ عاجز سے رابطہ کیا اور سوالات کے شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ بندہ عاجز نے فراخ دلی سے ان حضرات کو اشاعت کی اجازت دے دی۔

پس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور پھر ان حضرات کی پرخلوص مساعی جمیلہ سے یہ مجموعہ سوالات چھپ کر منظر عام پر آ گئے۔ جب پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا تو اس کا دوسرا ایڈیشن خوبصورت جلد بندی کے ساتھ شائع ہوا اور چل گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں یہ مجموعہ سوالات اپنے ہم مسلک ساتھیوں کے تسکین قلب اور فرحت جان کا باعث بنے، وہاں فرقہ معتزلہ کے لئے سوہان قلب اور سوز جگر ثابت ہوئے۔ لیکن ان لوگوں کے لئے مشکل یہ تھی کہ بندہ عاجز کے ان سوالات کا جواب دینا ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ کیونکہ اگر یہ لوگ جوابات دیتے تو یقیناً انہیں اپنے مسلک سے ہاتھ دھونے پڑتے اور مسلک اکابر کی طرف مجبوراً آنا پڑتا۔ پس اگر یہ لوگ سوالات کے دو ایڈیشنوں کے بعد بھی خاموش رہتے تو ان کے لئے ندامت اور شرمندگی کا باعث بنتا اور ادھر اشاعتی عوام ان کو جواب لکھنے پر مجبور کر رہی تھی تو ان حضرات نے اوّلاً تو بندہ عاجز کو بذریعہ خطوط خوب کڑوی کسلی سنائیں۔ حتیٰ کہ سمیع اللہ توحیدی نامی شخص نے مجھے دو ورقی خط لکھا ان چار صفحات پر مجھے بالتکرار احمق اور جاہل کہا اور بازاری زبان استعمال کی۔ پہلے تو یہ فرمایا کہ آپ کے سوالات جواب کے قابل نہیں ہیں۔ لیکن پھر فرمایا میں آپ کے سوالات کے جوابات کے لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ لیکن مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے ایک جماعتی ساتھی آپ کے سوالات کے جوابات لکھ رہے ہیں تو بندہ عاجز کو بہت بڑی خوشی نصیب ہوئی۔ الحمد للہ کہ میرے سوالات کے جوابات آ رہے ہیں۔ خواہ دیر سے ہی سہی۔

مجھے شدت سے اس کی انتظار رہی لیکن جب بندہ عاجز کے سوالات کے جوابات چھپ کر منظر عام پر آئے اور مجھے بھی ایک ساتھی نے ایک رسالہ ارسال فرمایا۔ جس کا نام یہ ہے: ''۱۳۵ سوالات بجواب ۱۰۴ سوالات'' چنانچہ اس نام کو پڑھ کر بندہ حیرت میں ڈوب گیا کہ مجھے تو جوابات کی خوشخبری سنائی گئی تھی اور نام میں بھی بجواب ۱۰۴ سوالات لکھا گیا ہے۔ لیکن میرے ایک سوال کا جواب بھی نہیں دیا گیا۔ الٹا مجھ پر ۱۳۵ سوالات وارد کئے گئے۔ کسی نے خوب کہا۔ ''کھودا پہاڑ نکلا چوہا وہ بھی مرا ہوا'' پھر سمیع اللہ توحیدی کی ہمت، جرأت اور شجاعت کی داد دینی پڑتی ہے کہ اپنا نام تو خط میں لکھ دیا۔ لیکن پتہ درج نہ فرمایا کہ کس شہر کے بسنے والے ہیں اور کس تحصیل وضلع سے تعلق رکھتے ہیں۔ خیر کوئی حرج نہیں۔ البتہ افسوس یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے علم وقرآن خوانی اور توحید بیانی کا بڑا پندار ہے۔ لیکن ان کے علمی حدود اربع کا یہ عالم ہے۔ اپنے رسالے کا نام بھی صحیح تجویز نہیں کر سکے۔ دوسروں کو حماقت اور جہالت کا طعنہ دینے والوں ذرا اپنے گھر کی تو خبر لے لو۔ کسی نے سچ کہا: ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔''

لیکن بندہ عاجز کو اس حیرت کے بعد خوشی بھی ہوئی۔ ٹھیک ہے کہ جوابات نہ سہی لیکن ان حضرات کے سوالات تو میرے پاس پہنچ گئے اور مجھے ان کی خدمت کا موقع میسر آ گیا۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا رسالہ جو بزعم خویش میرے ۱۰۴ سوالات کا جواب ہے۔ چالیس صفحات پر مشتمل ہے اور اس رسالہ کے مصنف مولانا ابو معاویہ محمد ایاز ہیں جس کو نوجوانان توحید وسنت صوبہ سرحد نے شائع کیا ہے۔ مصنف بھی غالباً صوبہ سرحد، سے متعلق ہیں۔ مولانا محمد ایاز صاحب کے یہ ۱۳۵ سوالات اگرچہ لایعنی تکرار تطویل لاطائل اور فضول بھرتی کا مرقع ہیں۔ لیکن بعض سوالات بہت بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور ہمارے نوجوان طلباء کے لئے ان کے جوابات معلوم کرنا اور محفوظ رکھنا ضروری ہے تا کہ کسی میدان مناظرہ ومقابلہ میں لاجواب نہ ہونا پڑے۔ اب بندہ عاجز اصول کے مطابق بالترتیب ان لوگوں کی طرف سے عائد کردہ ایک ایک سوال کا جواب تحریر کر رہا ہے اور پھر چند سوالات مولانا محمد ایاز صاحب سے خصوصاً اور جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ سے عموماً کئے جائیں گے۔

ایک گزارش! بندہ عاجز دیانت اور امانت کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر ان سوالات کے جوابات لکھ رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز! ان میں نہ دھوکہ ہوگا نہ فریب، نہ خیانت ہوگی نہ بد دیانتی، نہ جھوٹ ہوگا نہ فراڈ، نہ تاویل ''القول بما لا یرضی بہ القائل'' ہوگی نہ کسی عالم کی طرف غلط نسبت۔ کیونکہ یہ وطیرہ تو باطل پرستوں کا ہے اور قافلہ اہل حق کے پیروکار ہمیشہ سے ان الواث سے اجتناب کرتے چلے آرہے ہیں اور ان شاء اللہ بندہ عاجز کی اس تحریر میں نہ تو سوقیانہ زبان استعمال ہوگی اور نہ ہی اخلاق سے گری ہوئی باتیں بلکہ شستہ زبان اور با اخلاق کلام سے جوابات تحریر کئے جائیں گے اور پھر اسی طریقے سے سوالات وارد کئے جائیں گے۔ میرا مقصد اصلاح ہے: ''ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب''

آمدم برسر مطلب کے تحت آپ مولانا محمد ایاز صاحب کے سوالات پھر بندہ عاجز کے جوابات ملاحظہ فرمائیں اور منصفانہ فیصلہ کریں۔

سوالات از معتزلی...... جوابات از سنی دیوبندی

<u>سوال نمبر ۱:</u> جب انسان پر موت آتی ہے تو آپ کے نزدیک خروج روح ہوتا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲: موت کا معنی خروج روح انقطاع روح از بدن عنصری ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ان دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب سواتی دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''عرف عام میں موت جان نکل جانے کا نام ہے۔'' یعنی جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو اس کو موت کہتے ہیں۔ علماء نے موت کا معنی کیا ہے کہ روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جائے۔ قرآن وحدیث کے نصوص واشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت روح نکالی جاتی ہیں۔ آسمانوں کی طرف لے جائی جاتی ہے۔ پھر اپنی مقرر جگہ پر رکھی جاتی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ قبر کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ مگر جب تک ہم روح کی حقیقت نہ جان لیں اور یہ نہ سمجھ جائیں کہ جسم میں روح کے داخل ہونے یا تعلق رکھنے کی کیفیت کیا ہے۔ ہم اس کے نکل جانے اور تعلق منقطع ہونے کا مطلب بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اور جب ہمیں روح کی حقیقت معلوم نہیں ہے تو اس کی صفات وافعال کا ادراک عقل سے کیسے کیا جاسکتا ہے۔ موت طاری ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ ماننا بھی لازم ہے کہ موت سے روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے۔'' (حاشیہ تسکین الصدور ص ۲۰۴)

قارئین کرام! موت کا معنی معلوم کرنے کے بعد یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ موت عدم محض کا نام نہیں ہے بلکہ موت ایک وجودی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''خلق الموت والحیوٰۃ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو پیدا فرمایا۔ اسی لئے علماء نے انقطاع روح عن الجسد کے ساتھ ساتھ موت کی تعریف ''انتقال من دار الی دار'' کو شامل کیا ہے۔ چنانچہ شیخ الحدیث محمد حسین نیلوی صاحب نے بحوالہ یہ بات لکھی ہے ''علماء نے کہا ہے کہ موت عدم محض اور فناء صرف کا نام نہیں بلکہ موت بدن سے تعلق روح کے منقطع ہو جانے، ارواح اور بدن میں جدائی پر پردہ حائل ہو جانے اور ایک دار (دنیا) سے دوسرے دار (عالم برزخ) کی طرف منتقل ہونے سے عبارت ہے۔'' (ندائے حق جدید ص ۴۴۴)

معلوم ہوا کہ موت عدم محض کا نام نہیں ہے بلکہ عالم دنیا سے عالم قبر وبرزخ کی طرف منتقل ہو جانے کا نام موت ہے۔

سوال نمبر ۳: تمام انسانوں پر موت مذکورہ معنی کی صورت میں واقع ہوتی ہے یا بعض پر؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! تمام انسانوں پر مذکورہ بالا معنی میں موت وارد ہوتی ہے۔ ورود موت میں نہ شک ہے نہ کسی کو کوئی اختلاف ہے جن لوگوں کے بارے میں اس قسم کے شکوک وشبہات پیش کئے جاتے ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات کے قائل نہیں ہیں تو ان کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''لیکن ان حضرات کی ایسی عبارتوں کا یہ مطلب قرار دینا کہ انبیاء علیہم السلام پر موت وارد نہیں ہوئی وہ اس دنیا والی حیات ہی کی حالت میں قبروں میں دفن کئے گئے ہیں۔ ایسا سمجھنے والوں کی خوش فہمی کے علاوہ ان بزرگوں پر تہمت بھی ہے۔ اسی طرح ہمارے بعض بزرگوں کی تحریروں میں مثلاً التصدیقات میں انبیاء علیہم السلام کی قبر والی حیات کو جو حیاۃ دنیویہ کہا گیا ہے تو اس کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ دنیا کی سی ہے۔ یعنی مع الجسد ہے۔ صرف برزخی روحانی نہیں ہے جو تمام مومنین کو بھی حاصل ہے۔ جن کے اجسام مٹی ہو چکے ہیں۔ التصدیقات کے اردو ترجمہ ہی میں غور کرنے سے یہ مطلب خود واضح ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان بزرگوں کی ایسی عبارتوں کا یہ مطلب بیان کرنا اور انکا یہ مسلک بتانا کہ انبیاء علیہم السلام پر موت وارد ہی نہیں ہوئی اور قبروں میں بعینہٖ دنیا والی ناسوتی حیات کے ساتھ دفن کئے گئے ہیں۔

صریحاً ان پر الزام لگاتا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی رائے قرآن وحدیث کے صریح نصوص وبینات اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ میں نہیں یقین کرتا کہ ہمارے علماء میں سے کسی نے ایسی بات کہی ہو: ''سبحانک ھذا بھتان عظیم'' مسئلہ حیات النبی کی حقیقت (ص ۱۲) بے شک موت تمام انسانوں کے لئے قبض روح کے معنی میں ہے۔ لیکن تمام انسانوں کی موت برابر نہیں ہے بلکہ موت موت میں فرق ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات ناسوتی کا جو سلسلہ پیدائش سے لے کر ۶۳ سال کی عمر شریف تک جاری رہا تھا وہ تو وفات کے دن ختم ہو گیا اور ''کل نفس ذائقۃ الموت'' کے قانون عام کے مطابق آپ پر وہ کیفیت وارد ہوئی اور آپ اس منزل سے گزرے جس کی تعبیر موت کے لفظ سے کی جاتی ہے، آپ کی اس رحلت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے موت کہا اور موت ہی سمجھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو جو کسی وقتی غلط فہمی یا غلبہ حال کی وجہ سے اس کے ماننے میں ابتداءً جو تامل اور تردد تھا، وہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے بعد ختم ہو گیا اور آخر الامر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہو گیا کہ آپ کی ناسوتی حیات کا خاتمہ ہو چکا ہے اور آپ پر موت وارد ہو چکی اور قرآن حکیم کی بات ''انک میت وانھم میتون'' پوری ہو گئی

اور اسی بناء پر آپ کو آخری غسل دیا گیا۔ موت کے بعد والا لباس یعنی کفن پہنایا گیا۔ قبر میں دفن کیا گیا۔ حالانکہ اگر کسی آدمی میں ناسوتی حیات کا شائبہ بلکہ شبہ بھی ہو اور اس کی موت کا پورا یقین نہ ہو چکا ہو تو اس کو دفن کر دینا شدید ترین شقاوت اور قطعاً حرام ہے اور کسی پیغمبر کے ساتھ شقاوت وظلم کا یہ معاملہ کرنا تو صرف حرام ہی نہیں بلکہ سخت ترین اور خبیث ترین کفر ہے۔

اور دوسری بات مذکورہ بالا دینی اور تاریخی حقائق وواقعات سے یہ معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی وفات کو بالکل دوسرے آدمیوں کی سی موت نہیں سمجھا بلکہ اس کی نوعیت عام انسانوں سے کچھ مختلف سمجھی۔ اس لئے آپ کو آخری غسل پہنے ہوئے کپڑوں میں دیا گیا کرتا تک جسم اطہر سے نہیں اتارا گیا۔ نماز جنازہ بھی عام اموات مسلمین کی طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ دوسرے طریقے سے پڑھی گئی بلکہ بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ معروف نماز جنازہ کے بجائے صرف صلوٰۃ وسلام عرض کیا گیا اور آپ کے احسانات کے اعتراف کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے دعا کی گئی اور اس سب سے بڑھ کر یہ کہ مردوں کے دفن کرنے کے بارے میں تاخیر نہ کرنے کا شریعت کا جو عام تاکیدی حکم ہے، اس کے بالکل برخلاف قریباً پورے دو دن گزر جانے کے بعد دفن کیا گیا اور اس غیر معمولی تاخیر میں کوئی حرج نہیں سمجھا گیا اور کوئی اندیشہ نہیں محسوس کیا گیا اور کسی ایک صحابی نے بھی اس معاملہ میں جلدی کرنے کا تقاضہ نہیں کیا۔

پھر آپ کی ایک خاص ہدایت کے مطابق آپ کی زندگی کے عزیز مسکن یعنی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس حجرہ ہی کو آپ کا مدفن اور آپ کی دائمی آرام گاہ بنا دیا گیا اور آپ اسی میں دفن کئے گئے۔ اسی طرح آپ کی ایک ہدایت کے مطابق آپ کی املاک میں ترکہ اور وراثت کا عام قانون جاری نہیں کیا گیا بلکہ آپ کی حیات طیبہ میں ان کا جو مصرف اور جو نظام تھا، وہی بدستور قائم رکھا گیا اور وہ خلافت کی تولیت میں رہیں۔

اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات کا یہ حق سمجھا گیا کہ وہ اپنے مسکونہ حجروں کو تازیست اپنے استعمال میں رکھیں اور رسول اللہ ﷺ کے املاک سے اپنا نفقہ تاحیات حاصل کرتی رہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ کے سامنے ان کو یہ دونوں حق حاصل تھے۔ حالانکہ کسی مسلمان کے مرنے کے بعد اس کی بیوہ بیوی کے یہ حقوق صرف عدت کی مختصر مدت

تک رہتے ہیں۔ ان سب استثنائی اور اختصاصی احکام و معاملات سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی نوعیت دوسرے تمام لوگوں کی موت سے بہت کچھ مختلف ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اتنی بات سے ہمارے حلقے کے کسی صاحب علم کو اختلاف ہوگا۔ اسی طرح بعض احادیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نیز دیگر انبیاء علیہم السلام کو اپنے مدفنوں میں ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہے جو اس عالم کے مناسب ہے اور بعض حیثیات سے دنیا والی ناسوتی حیات سے بھی اعلیٰ واقویٰ ہے۔ غالباً اس سے بھی کسی صاحب علم کو اختلاف نہ ہوگا۔ ہاں! اس کے آگے موت و حیات کی نوعیت کی تعین اور تفصیلات میں کچھ اختلاف ہوسکتا ہے اور اس کی گنجائش بھی ہے اور ایسے اختلافات خود اہل سنت میں بلکہ اہل سنت کے ایک ایک حلقے میں بھی ہمیشہ رہے ہیں۔ ان کو اہمیت دینا اور ان باتوں کا باعث تفرقہ بننا بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔'' (مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت ص ۱۳ تا ۱۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت بمعنی قبض روح سب انسانوں کے لئے ہے۔ لیکن درجات میں تفاوت ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی موت و حیات امتیازی شان رکھتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے: ''ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین آمنوا وعملوا الصّلحت سوآء محیاھم ومماتھم سآء مایحکمون'' (الجاثیۃ:۲۱)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''آب حیات'' کی آڑ میں فتنہ وفساد پھیلانا

عصر ہذا کے معتزلہ کے ساتھ جب عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر زبانی یا تحریری گفتگو ہوتی ہے تو یہ لوگ خواہ مخواہ اور بلاوجہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب آب حیات کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں اور پھر اس پر غلط قسم کی حاشا آرائیاں کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے قائل نہیں تھے اور کبھی کہتے ہیں کہ اگر تم دیوبندی ہو تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو قبول کرو اور کبھی کہتے ہیں اگر ہم پر گمراہی کا فتویٰ لگاتے ہو تو ان پر بھی فتویٰ لگاؤ۔ وغیرہ وغیرہ! حالانکہ یہ سب باتیں خلاف واقعہ ہیں اور اصل موضوع سے توجہ ہٹانے کے لئے اور عوام الناس کو تشویش میں ڈالنے کے لئے گھڑی جاتی ہیں۔ درحقیقت حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کی موت پر ایمان لانے کو ضروری سمجھتے ہیں اور قبض روح کے بھی وہ منکر نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اور میں علی وجہ البصیرت یہ کہنے کا اپنے کو حق دار سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات وممات کے بارے میں اس میں (آب حیات میں) کوئی بات بھی جمہور امت اور اہل سنت کے ان تمام دینی وتاریخی مسلمات اور معتقدات کے خلاف نہیں ہے۔'' (مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت ص ۱۹)

قارئین کرام! حقیقت یہ ہے کہ آب حیات ایک دقیق اور عمیق کتاب ہے جس کے سمجھنے کی اہلیت ولیاقت ہم جیسے لوگوں میں ناپید ہے۔ لہٰذا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ وہی سمجھنا چاہئے جو جمہور اہل سنت کا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے خلاف سمجھتا ہے تو یہ اس کی بدفہمی کا نتیجہ ہے اور وہ اپنا من بھاتا مطلب کشید کر کے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر رہا ہے۔ اس طریقے سے وہ شخص فتنے اور فساد کا ذمہ دار ٹھہر رہا ہے۔ عصر ہذا کے معتزلہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر عوام الناس میں فتنہ، فساد پھیلا رہے ہیں۔ یہ حقیقت آپ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھنوی کی زبانی سنئے اور انصاف کیجئے۔ ''چنانچہ فرماتے ہیں اس کے بعد چند کلمات میں حضرت نانوتوی کے رسالہ

آب حیات کے مضمون کے متعلق بھی عرض کرتا ہوں۔ جن حضرات نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف اور مکاتیب کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ کی اکثر تحریریں اردو زبان میں ہونے کے باوجود مضامین کے لحاظ سے اتنی مشکل اور ادق ہیں کہ آج کل کے ہمارے اصحاب درس علماء میں بھی شاذ و نادر ہی ایسے نکلیں گے جو ان کو پوری طرح سمجھ سکیں اور اس ناچیز کے خیال میں آپ کی تصنیفات میں سب سے مشکل اور دقیق ترین یہی کتاب ''آب حیات'' ہے۔''

درس نظامی کے جملہ فنون میں سب سے مشکل منطق، فلسفہ اور کلام سمجھے جاتے ہیں اور ان فنون کی درسی کتابوں میں سب سے مشکل ہمارے درسی حلقوں میں قاضی حمد اللہ، صدرہ اور خیالی کو سمجھا جاتا ہے۔ اس عاجز نے یہ کتابیں پڑھی بھی ہیں اور ان میں جو مشکل ترین ہیں وہ مدرسی کے زمانہ میں پڑھائی بھی ہیں۔ میں خود اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ ان میں سے کسی کتاب کے سمجھنے میں مجھے اتنی مشکل پیش نہیں آئی جتنی کہ آب حیات کے سمجھنے میں پیش آئی تھی۔ میں نے آب حیات کا مطالعہ پہلی دفعہ اپنی عرفی طالب علمی کے آخری دور میں اس وقت کیا تھا جب کہ منطق و فلسفہ اور کلام کی سب درسی کتابیں میں پڑھ چکا تھا اور ان فنون کے وہ مباحث خوب مجھے مستحضر تھے جن کے استحضار کے بغیر آب حیات کو نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ لیکن مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت بھی میرا احساس یہی تھا کہ میں نے ساری عمر میں جو کتابیں دیکھی یا پڑھی ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشکل اور صعب الفہم یہی کتاب ہے۔ اپنے اس ذاتی تجربہ کی بناء پر مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ ہمارے حلقہ کے علماء میں بھی آب حیات کو پوری طرح سمجھنے والے ہند و پاک کے طول و عرض میں اب گنتی کے چند ہی ہوں گے اور بغیر کسی تکلف و انکسار کے عرض کرتا ہوں کہ اب میں بھی ان میں سے نہیں ہوں۔ کیونکہ اس کے سمجھنے کے لئے منطق و فلسفہ اور کلام کے جو مباحث مستحضر ہونے چاہئیں وہ اب مجھے مستحضر نہیں رہے ہیں۔ تاہم چونکہ ایک دفعہ اس کو سمجھ کر مطالعہ کیا تھا۔ اس لئے اس کا حاصل و مدعا اور مرکزی مضمون الحمد للہ! اب تک ذہن میں ہے۔ پھر ان سطروں کے لکھنے سے پہلے بھی میں نے اس پوری کتاب کا ایک سرسری مطالعہ حال میں کیا ہے اور میں علی وجہ البصیرت یہ کہنے کا اپنے کو حق دار سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات و ممات کے بارہ میں اس میں کوئی بات بھی جمہور امت اور اہل سنت کے ان تمام دینی و تاریخی مسلمات اور معتقدات کے خلاف نہیں ہے، جن کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اور حیات بعد الممات کی خاص نوعیت کی تحقیق اور تعیین میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص طرز پر ایک نہایت دقیق و عمیق کلام کیا ہے اور اسی کے ساتھ دجال کی حیات و ممات کی خاص نوعیت کے بارے میں بھی اس طرز پر کچھ کلام کیا ہے اور بلاشبہ یہ تحقیق اتنی دقیق ہے کہ عوام کے علاوہ بہت سے علماء کے فہم سے بھی بالاتر ہے۔ پس اس کو عوامی مسئلہ بنانا از قبیل اتباع متشابہات اور غریب عوام کو فتنے میں ڈالنا ہے۔ وہ بیچارے اصل حقیقت کو تو نہ سمجھ سکیں گے، پھر یا تو کچھ کا کچھ سمجھ کے اندھی عقیدت میں اسی کو اپنا عقیدہ بنا کے گمراہ ہوں گے یا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر گمراہی اور بد اعتقادی کے فتوئی لگائیں گے۔ ہمارے علماء کرام کو للہ سوچنا چاہئے کہ اس سارے ضلال و فساد کا ذمہ دار عنداللہ کون ہوگا۔'' (مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت ص ۱۶ تا ۱۹)

قارئین کرام! بندہ عاجز کو سو فیصد یقین ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جمیع معتقدات جمہور امت کے مطابق ہیں۔ ان کی کوئی بات اہل سنت کے مسلک کے خلاف نہیں ہے اور موت بمعنی قبض روح کی نوعیت میں ان کی تحقیق بھی قابل گرفت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ (تسکین الصدور ص ۲۰۵)

پس اس عظیم شہادت کے باوجود بھی اگر کوئی شخص آب حیات کو بیچ میں لا کر بات کو الجھانا چاہتا ہے تو خود اس سے سوال کیا جائے کہ وہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی صفائی کس طرح پیش کرتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی حضرت کا نام لیوا ہے۔

سوال نمبر ۴: اگر بعض مستثنیٰ ہیں تو کون کون سے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ضابطہ موت سے کوئی فرد بشر مستثنیٰ نہیں ہے۔ چنانچہ تسکین الصدور میں لکھا ہے: ''بہر حال کل من علیہا فان کے قاعدہ کلیہ سے کوئی آدمی، جن، ولی اور نبی مستثنیٰ نہیں ہے، نہ اس میں کسی کو اختلاف ہے، نہ بحث۔'' (تسکین الصدور ص ۲۰۴)

سوال نمبر ۵: جو مستثنیٰ ہیں، ان کے لئے شرعی دلیل استثناء موجود ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جب ضابطہ موت سے کوئی مستثنیٰ ہی نہیں تو دلیل استثناء کا مطالبہ فضول بات ہے۔

سوال نمبر ۶: بغیر شرعی دلیل کسی کا استثناء درست ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: نہیں ہے۔

سوال نمبر ۷: شرعی دلیل کے بغیر استثناء کنندہ کا حکم آپ کے نزدیک کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جب ضابطہ موت سے استثناء کنندہ کوئی ہے ہی نہیں تو حکم کس پر لگایا جائے گا۔

سوال نمبر ۸: جو حکم آپ کے نزدیک ہوگا، اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ہمارے نزدیک ضابطہ موت سے کوئی فرد و بشر مستثنیٰ نہیں۔ ''کل نفس ذائقة الموت، کل من علیها فان، کل شیء هالک'' وغیرہ وغیرہ!

سوال نمبر ۹: وقت موت خروج روح یا انقطاع روح کا حکم قطعی ہے یا ظنی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت بمعنیٰ قبض روح کا حکم قطعی ہے۔

سوال نمبر ۱۰: آپ کے نزدیک جو حکم بھی ہو چاہے قطعی ہو یا ظنی ہو، اس کے مخالف کا حکم کیا ہے؟

الجواب: موت بمعنیٰ قبض روح کا حکم قطعی ہے اور قطعیات کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

سوال نمبر ۱۱: خیر القرون میں موت کس معنیٰ میں سمجھی جاتی تھی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ہر دور میں موت بمعنیٰ قبض روح سمجھی گئی ہے۔

سوال نمبر ۱۲: موت کے وقت خروج روح یا انقطاع روح پر اجماع ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! بوقت موت قبض روح پر اجماع ہے۔

سوال نمبر ۱۳: مدعی اجماع کا حکم کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مدعی اجماع اگر صحیح اجماع کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ برحق ہے۔

سوال نمبر ۱۴: منکر اجماع کا حکم کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت بمعنیٰ قبض روح پر اجماع ہے۔ اس اجماع کا کوئی منکر نہیں ہے۔ جب کوئی منکر نہیں ہے تو حکم کس پر لگایا جائے۔

سوال نمبر ۱۵: ورودِ موت ہر انسان کے لئے قطعی ہے یا ظنی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ سوال اور اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا لا یعنی تکرار ہے تاہم جواب سن لیجئے کہ موت ہر انسان کے لئے قطعی ہے۔

سوال نمبر ۱۶: قطعی سے استثناء کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ سوال بھی لایعنی تکرار ہے تاہم جواب سن لیجئے۔ قطعی سے استثناء کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے۔ لیکن آپ لوگ ضابطہ موت سے روح کو مستثناء کرتے ہو اور کہتے ہو کہ روح پر موت نہیں آتی۔ لہٰذا یہ استثناء بغیر دلیل شرعی ہوا کہ روح پر موت نہیں آتی۔ لہٰذا یہ استثناء بغیر دلیل شرعی کے ہے۔ لہٰذا اپنا حکم خود ہی معلوم کر لو۔

سوال نمبر ۱۷: موت کا کوئی دوسرا معنی کرنے والا وقوعِ موت کا قائل تصور ہوگا یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت بمعنی قبضِ روح کے ہے۔ ہاں! موت وحیات کی نوعیت کی تعین اور تفصیلات میں کچھ اختلاف ہوسکتا ہے اور اس کی گنجائش بھی ہے اور ایسے اختلافات خود اہل سنت میں بلکہ اہل سنت کے ایک ایک حلقے میں ہمیشہ رہے ہیں۔ ان کو اہمیت دینا اور ان باتوں کا باعث تفرقہ بنانا بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔''

(دیکھئے مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت ص ۱۵، از مولانا محمد منظور نعمانی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ)

سوال نمبر ۱۸: موت کے وقت بدن عنصری سے تعلق تصرف فی الجسم العنصری منقطع ہوتا ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! موت کے وقت تعلق تصرف دنیوی فی الجسد العنصری منقطع ہو جاتا ہے۔ البتہ معاً تعلق قبر و برزخ شروع ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر ۱۹: بوقت موت جسم عنصری سے دنیوی حیات ختم ہوتی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! موت کے وقت جسد عنصری سے حیات دنیوی اختتام پذیر ہوتی ہے اور قبر و برزخ کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲۰: بوقت موت جسم عنصری میت کا فرد بنتا ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کے وقت صرف جسم عنصری نہیں بلکہ روح اور جسم عنصری دونوں میت کا فرد بنتے ہیں۔ یعنی مجموعہ پر میت کا اطلاق ہوتا ہے۔ کیونکہ مجموعہ پر موت واقع ہوئی۔ لہٰذا مجموعہ ہی کو میت کہا جائے گا۔ البتہ عالم دنیا کے اعتبار سے وقوع موت کی وجہ سے مجموعہ میت ہے اور عالم قبر و برزخ کے لحاظ سے روح اور جسد کا مجموعہ زندہ ہے۔ تم لوگوں کا موت کی وجہ سے جسد عنصری کو میت کہنا اور روح کو میت نہ کہنا تمہاری کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہے۔

سوال نمبر ۲۱: بوقت موت جسم عنصری کے حواس ظاہرہ و باطنہ معطل ہوتے ہیں یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! موت کے وقت جسم عنصری کے حواس ظاہرہ و باطنہ دنیویہ معطل ہو جاتے ہیں۔ لیکن عالم قبر و برزخ کے حواس عطاء کر دیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے مردہ انسان قبر میں آنے والے نکیرین کو دیکھتا ہے۔ ان کی آواز کو سنتا ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق جواب دیتا ہے۔ پھر قبر کی جزا و سزا کا ادراک اور احساس کرتا ہے۔ عذاب قبر کی حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور اسی پر اجماع امت ہے۔ مزید دلائل بندہ عاجز کی کتاب قبر کی زندگی میں ملاحظہ فرمائیں۔ سردست یہاں ایک حدیث آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

''اخرج ابن ابی الدنیا فی البعث وابو الشیخ فی السنة والحاکم فی الکنی والبیهقی فی کتاب عذاب القبر والاصفهانی فی الحجة وغیرهم عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال لی رسول الله ﷺ یا عمر کیف انت اذا کنت فی اربعة اذرع من الارض فی ذراعین ورایت منکراً ونکیراً فقلت یا رسول الله ﷺ وما منکر ونکیر قال فتانا القبر یبحثان القبر بانیابهما ویطاٰن فی استعارهما اصواتها کالدعو القاصف وابصارهما کابرق الخاطف معهما مزربة لو اجتمع علیها اهل منی لم یطیقوا رفعها هی ایسر علیهما من عصای هذه وبید رسول الله ﷺ عصیة یحرکها فامتحمناک فان تعالیت او تلویت ضرباک بها ضربة تصیر بها رسادا قلت یا رسول الله ﷺ وانا علی حالی هذا قال نعم قال اذن اکفیکهما کذا فی الکنز (۱۸، ۱۲۱) واخرجه سعید ابن منصور نحوه حیات الصحابة جلد نمبر ۳ ص ۱۱۹

اخرج ابو داود فی البعث والحاکم فی التاریخ والبیهقی فی عذاب القبر عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مثله (شرح الصدور) وفی الترغیب للمنذری ذکره بروایة احمد وفی لفظه نعم کهیئتک الیوم فقال عمر بفیه الهجر قال المنذری رواه احمد والطبرانی باسناد جید (ترغیب ج ۴ ص ۱۸۳ احکام القرآن ج ۴ ص ۹۴) وفی الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہما مثله الاحسان فی تترتیب صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۴۷'' (ترجمہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اے عمر تیرا کیا حال ہوگا جب تو زمین کی چار ہاتھ کی جگہ میں ہوگا جو دو ہاتھ چوڑی ہوگی اور منکر نکیر کو دیکھے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ منکر نکیر کون ہیں؟ فرمایا قبروں میں امتحان لینے والے فرشتے۔قبر کو اپنے دانتوں سے کریدیں گے اور ان کے بال پیروں تک لمبے ہوں گے۔ان دونوں کی آوازیں مانند سخت گرجنے والی بجلی کے ہوں گے اور ان دونوں کی آنکھیں مانند اچک لینے والی بجلی کی ہوں گی۔ان کے پاس گرز ہوگا جو اتنا وزنی ہوگا کہ اگر منیٰ کے تمام باشندے اس کو اٹھانا چاہیں تو اس کو نہ اٹھا سکیں گے اور یہ گرز ان دونوں فرشتوں کے لئے اٹھانا ایسا آسان ہوگا جیسے میرا یہ عصا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ایک عصا تھا جس کو آپ ہلا رہے تھے وہ دونوں تیرا امتحان لیں گے اگر تو جواب سے عاجز آ گیا یا تو نے ذرا بھی انکار کیا تو تجھ کو اس گرز سے ایک ایسی مار ماریں گے جس کی وجہ سے تو راکھ ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی اسی حالت پر ہوں گا کیا میرا عقل و ہوش ٹھکانے ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں تیرا عقل اور ہوش ایسے ہوگا جیسے آج ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تب تو میں ان دونوں کے لئے کافی ہوں۔یعنی پھر میرے لئے جواب دینا کوئی مشکل نہیں۔

''وفی مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہما مثله مسند بن حنبل ج ۲ ص ۳۶۲، واخرج عبدالرزاق فی مصنفه عن عمرو بن دینار مثله، مصنف عبدالرزاق ص ۵۸۳'' یہ روایت احیاء العلوم الدین للغزالی ج ۴ ص ۵۰۳، اعلام الموقعین لابن قیم ج ۴ ص ۲۸۸، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۷، کتاب احوال القبور للحافظ ابن رجب ص ۱۲، میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۳۹۳، شرح فقہ اکبر لعلی قاری ص ۱۰۲، التذکرۃ للقرطبی ص ۱۴۸، ریاض النضرہ ج ۲ ص ۴۳ میں بھی موجود ہے۔

قارئین کرام! اس قسم کی بیسیوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم قبر و برزخ میں اس عالم کے مطابق مردہ انسان میں کسی نہ کسی درجے میں احساس، ادراک اور شعور رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ قبر کی کارروائی سے متاثر ہوتا ہے اور

چونکہ عذاب قبر یعنی حیات قبر کی حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں، لہٰذا یہ حدیثیں بوجہ تواتر کے خود حجت ہیں اور فرداً فرداً ان احادیث پر کلام کر کے ان کو ضعیف بنانے کی کوشش کرنا عبث ہے اور اصول حدیث کو ذبح کرنے کے مترادف ہے۔

سوال نمبر ۲۲: آپ کے نزدیک تمام افراد انسان موت کے بعد میت کے افراد بن جاتے ہیں یا ان میں بعض بعض ہی میت میں شامل تصور ہونے چاہئیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: بے شک جب انسان پر موت واقع ہو جاتی ہے تو اس پر میت اور مردہ کا اطلاق کرنا درست ہے۔ لیکن عصر ہذا کے معتزلہ ایک بہت بڑی علمی غلط فہمی میں مبتلاء ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جب موت یا حیات کی نسبت کسی انسان کی طرف کی جاتی ہے تو بوقت نسبت موت انسان کا جسد عنصری مراد ہوتا اور بوقت نسبت حیات انسان کی روح مراد ہوتی ہے۔ یہ ان لوگوں کی بنیادی غلطی ہے جس پر انہوں نے کئی غلط عمارتیں کھڑی کر رکھی ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ موت کی نسبت جب کسی انسان کی طرف کی جاتی تو وہاں صرف جسد عنصری مراد نہیں ہوتا بلکہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ یعنی پورا انسان مراد ہوتا ہے۔ اسی طرح جب حیات کی نسبت کسی انسان کی طرف کی جاتی ہے تو وہاں صرف روح مراد نہیں ہوتی۔ بلکہ روح اور جسد کا مجموعہ یعنی پورا انسان مراد ہوتا ہے۔ لہٰذا موت ثابت ہوگی تو مجموعہ کے لئے اور حیات ثابت ہوگی تو مجموعہ کے لئے دیکھئے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا: "انک میت و انھم میتون" اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کو مخاطب بنا کر آپ کی ذات مبارک یعنی روح اور جسد کے مجموعے کو میت کہا گیا ہے۔ اسی طرح کفار کی شخصیات کو یعنی ارواح اور اجساد کے مجموعہ کو میّتون کہا گیا ہے تو معلوم ہوا میت کا اطلاق صرف جسد عنصری پر نہیں ہو رہا بلکہ روح اور جسد کے مجموعے پر ہو رہا ہے۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل" اس آیت میں بھی "مات" اور "قتل" کی نسبت آپ ﷺ کی شخصیت کی طرف کی گئی ہے۔ یعنی روح اور جسد کے مجموعہ کی طرف کی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبے میں جو آتا ہے: "من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات" یہاں بھی حضرت محمد ﷺ کی طرف جو موت کی نسبت کی گئی ہے، آپ کی پوری شخصیت یعنی روح اور جسد کا مجموعہ مراد ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں جو آیا ہے: "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون" اس آیت میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے وہ زندہ ہیں۔ ان کو مردہ مت کہو۔ لیکن تم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ قتل بھی روح اور جسد کا مجموعہ ہوا اور حیات بھی روح اور جسد کے مجموعہ کو نصیب ہوئی۔ اسی طرح قرآن وحدیث سے بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کی نسبت مکمل انسان کی طرف ہوتی ہے۔ اسی طرح حیات کی نسبت بھی مکمل انسان کی طرف ہوتی ہے۔ لہٰذا نسبت موت کے وقت جسد عنصری مراد لینا اور نسبت حیات کے وقت صرف روح مراد لینا عصر ہذا کے معتزلہ کی سوء فہم کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عصر ہذا کے معتزلہ جس دلیل سے بھی بعد از مرگ روح کی حیات برزخیہ ثابت کریں گے۔ اس دلیل سے جسد عنصریہ کی حیات بھی ثابت ہوتی چلی جائے گی۔

اطلاق میّت کسی قسم کی حیات کے منافی نہیں ہے

"انک میت و انھم میتون" جب حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ حیات دنیوی کے ساتھ دنیا میں زندہ موجود تھے اور آپ ﷺ کو آیت میں میت کہا گیا۔ کیونکہ اس وقت آپ ﷺ موت کے لئے محل وقوع بننے

والے تھے اور یہی حال کفار کا تھا، جنہیں میتون کہا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اطلاق میت حیات دنیوی کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ زندہ تھے اور آپ ﷺ کو میت کہا گیا۔ جب اطلاق میت حیات دنیوی کے منافی نہیں ہے تو بطریق اولیٰ حیات قبر و برزخ کے بھی منافی نہ ہوگا۔ آپ اسے اجتماع نقیضین نہ سمجھیں۔ کیونکہ موت پانے والا انسان میت ہے۔ باعتبار عالم دنیا کے اور زندہ ہے باعتبار عالم قبر و برزخ کے۔ پس اس اعتباری فرق کی وجہ سے نہ ان میں تضاد ہے نہ تنافی بلکہ اپنے اپنے موقع اور محل کے اعتبار سے دونوں درست ہیں۔ لیکن چونکہ معتزلہ ان حقائق سے بے خبر ہیں۔ اس لئے تضاد سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے۔ ''سخن شناس نہ ای دلبر خطا ایں جاست''

سوال نمبر ۲۳: موت کے بعد جسم انسانی پر میت کا اطلاق درست ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سوال کا لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ موت بھی مکمل انسان پر وارد ہوتی ہے اور میت کا اطلاق بھی مکمل انسان یعنی روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲۴: موت کے بعد انسان پر میت کا اطلاق ہونا قطعی ہے یا ظنی۔

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کے بعد مکمل انسان یعنی روح اور جسد کے مجموعہ پر میت کا اطلاق قطعی اور یقینی ہے۔ اسی طرح الحیات بعد الممات بھی مکمل انسان کے لئے قطعی اور یقینی ہے۔ لیکن یہ حکم اختلاف اعتبار کی وجہ سے ہے۔

سوال نمبر ۲۵: موت کے وقت امساک روح کا حکم قطعی ہے یا ظنی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اصل سوال کا جواب معلوم کرنے سے پہلے بطور تمہید کے ایک بات ذہن نشین فرمالیں تاکہ آئندہ سوالات اور جوابات کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔ امساک روح سائل کی ایک نئی اصطلاح ہے۔ بزعم خویش انہوں نے قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے اخذ کی ہے۔ حالانکہ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ درحقیقت امساک روح کی اصطلاح ان کی خانہ زاد ہے۔ آیت قرآنی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب پہلے وہ آیت لیتے ہیں، پھر اس کا ترجمہ اور مطلب ہوگا۔ پھر سائل کے سوال کا جواب دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز!

آیت: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذلک لاٰیت لقوم یتفکرون'' اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی کہ جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے، جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک کے لئے رہا کر دیتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے جو کہ سوچنے کے عادی ہیں دلائل ہیں۔

اس آیت کا صحیح اور صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکمل انسان یعنی روح اور جسد کے مجموعہ کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔ نیند مردے کو جاگ کے بعد پھر دنیا میں بھیج دیتا ہے اور جس پر موت کا فیصلہ ہو چکا، اس کو دنیا میں واپس نہیں بھیجتا بلکہ اسی عالم میں اس کو بند کر دیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ نیند والا جاگ کر دنیا والی پہلی حالت میں واپس آ جاتا ہے۔ بخلاف موت والے کے کہ وہ دنیا والی پہلی حالت پر نہیں آ سکتا تو یہاں جس چیز کی نفی کی گئی ہے۔ وہ ہے امساک انسان عن العود الی الدنیا اگرچہ اس کی صورت یوں ہوگی کہ روح کا بدن کی طرف ایسا ارسال ہو کہ انسان دنیا والی پہلی حالت میں واپس آ جائے۔ جیسا کہ خواب والے کی روح کا اس کے بدن کی طرف ایسا ارسال ہوتا ہے کہ وہ دنیا والی پہلی حالت پر آ جاتا ہے۔ اب آپ اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کامل واپسی انسان کو دنیا میں واپس آنے سے روک دیا گیا ہے اور اس کا

امساک ہو گیا ہے۔اب یہ وہاں بھی رہے گا،اس عالم میں نہیں آسکتا اور یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ روح کا امساک ہو گیا۔ اب اس کا بدن کی طرف ایسا ارسال نہیں ہو گا کہ ارسال کے بعد پہلی حالت پر آ کر دنیا میں واپس آ جائے تو اس صورت میں بھی ایسے ارسال کی نفی ہے کہ آدمی دنیا والی حالت پر آ جائے اگر ایسا ارسال ہو کہ آدمی دنیا میں واپس نہ آئے بلکہ اسی عالم قبر و برزخ میں رہے۔مثلاً سوال و جواب کے لئے اعادہ روح اور یا جزاء سزاء کے لئے تعلق روح جس کی کیفیت اللہ ہی جانتے ہیں۔کیونکہ امساک سے مراد تو ایسا امساک مراد ہے کہ آدمی دنیا میں واپس نہیں آسکتا۔الا بخرق العادت!

اگر اشاعت التوحید والسنۃ والوں کو ہماری ان معروضات سے تشفی نہیں ہوتی بلکہ وہ بضد ہیں کہ امساک کا مطلب یہ ہے کہ امساک روح عن البدن سے ہر قسم کا امساک مراد ہے نہ سوال و جواب کے لئے اعادہ ہوتا ہے اور نہ ہی جزاو سزا کے لئے تعلق کیونکہ یہ چیزیں امساک کے خلاف ہیں تو ہم ان کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ تمہارے اس موقف سے تمہارے اپنے مسلک کی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور تمہارے مذہب کی عمارت برقرار رہ ہی نہیں سکتی۔چنانچہ مندرجہ ذیل آیت میں غور فرمائیں:''فیمسک التی قضی علیها الموت''جس کا صاف معنی یہ ہے بندہ کر لیتا ہے اس کو جس پر موت کا فیصلہ ہوا۔پس مطلب آیت کا یہ ہو گیا۔اللہ تعالیٰ اس کو بند کر لیتا ہے جس پر موت کا فیصلہ کرتا ہے۔اگر تم امساک سے مراد امساک روح لیتے ہو تو موت کا فیصلہ بھی روح پر ہو گا جب روح مر جائیں گے۔تمہاری روحانی زندگی اور برزخی زندگی خود بخود ختم ہو جائیں گی۔کیونکہ تمہاری گاڑی تو روح پر چلتی ہے۔جب روح مر جائے گی تو تمہارے مذہب کی عمارت خود بخود گر جائے گی۔روح پر جب موت کا فیصلہ ہو گا تو نہ روحانی زندگی بچے گی نہ برزخی نیز ہماری ایک گزارش بھی ذہن نشین فرمالیں کہ آیت مذکورہ میں امساک سے مراد امساک روح ہے۔لہٰذا قبر و برزخ میں نہ اعادہ روح ہے نہ تعلق روح ہے۔کیونکہ ایسا عقیدہ امساک روح کے خلاف ہے تو ہم گزارش کریں گے کہ اگر اعادہ روح اور تعلق روح سے امساک روح باطل ہوتا ہے تو حلول روح سے بھی یہ امساک باطل ہو جائے گا۔حالانکہ تم لوگ موت کے بعد جسد مثالی میں روح کے دخول اور حلول کو تسلیم کرتے ہو۔ جہاں تعلق امساک متاثر ہوتا ہے۔وہاں دخول و حلول سے بطریق اولیٰ متاثر ہو گا۔لہٰذا امساک کا ایسا معنی کرنے سے تمہارا اپنا عقیدہ جسد مثالی والا باطل ہو جائے گا۔ورنہ ہمیں قرآن مجید کی نص قطعی اور حدیث متواترہ سے بتایا جائے کہ جسد عنصری سے تعلق مانا جائے تو امساک روح ٹوٹ جاتا ہے اور اگر جسد مثالی میں روح کو داخل کر لیا جائے تو امساک روح نہیں ٹوٹتا۔دیدہ باید! آمدم برسر مطلب اس تمہید کے بعد اس سائل کے سوال کا جواب سنئے۔

محترم موت کے بعد امساک انسان عن العود الی الدنیا کا حکم قطعی ہے۔الا بخرق العادت!

سوال نمبر ۲۶:امساک روح ہو جانے کے بعد جسم عنصری میں حیات دنیوی رہتی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب:موت کے بعد امساک انسان ہو جاتا ہے اس کے بعد جسد عنصری میں حیات دنیوی نہیں رہتا لیکن قبر و برزخ کی حیات کا دور شروع ہو جاتا ہے۔جن لوگوں نے قبر کی زندگی کو حیات دنیا سے تعبیر کیا ہے۔ان کی مراد یہ ہے کہ قبر و برزخ کی زندگی میں دنیا والا جسد شامل ہے۔

سوال نمبر ۲۷:امساک روح ہو جانے کے بعد جسم عنصری میں ادراک دنیوی رہتی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب:امساک روح سائل کی خانہ زاد اختراع ہے۔''فیمسک التی'' کا

مطلب یہ ہے کہ جس انسان پر موت کا فیصلہ ہوجاتا ہے، اس انسان کو اللہ تعالیٰ عالم قبر و برزخ میں روک لیتے ہیں اور عالم دنیا میں واپس نہیں آنے دیتے۔ اِلّا ماشاءاللہ باقی رہا ادراک دنیوی وہ تو نہیں رہتا۔ لیکن ادراک برزخی باقی رہتا ہے۔ اسی ادراک برزخی کی وجہ سے قبر کا حساب ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲۸: حیات دنیوی کا زوال قطعی ہے یا ظنی۔

الجواب باسم ملہم الصواب: سوال کا لایعنی تکرار ہے تاہم جواب سن لیجئے۔ بوقت موت حیات دنیوی کا زوال قطعی ہے اور حیات قبر و برزخ کا آغاز بھی قطعی ہے۔

سوال نمبر ۲۹: ادراک دنیوی کا نہ ہونا قطعی ہے یا ظنی۔

الجواب باسم ملہم الصواب: بوقت موت حیات دنیوی اور ادراک دنیوی کا زوال قطعی ہے۔ اسی طرح حیات قبر و برزخ اور اس کے ادراک کا آغاز بھی قطعی اور یقینی ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ سائل کا یہ سوال بھی لایعنی تکرار ہے۔

سوال نمبر ۳۰: وقوع موت کے بعد حیات دنیوی کے قائل کا حکم آپ کے نزدیک کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: وقوع موت کے بعد قبر و برزخ کی حیات کو بالکل حیات دنیوی کوئی نہیں کہتا اور جن لوگوں نے اس حیات کو حیات دنیوی سے تعبیر کیا ہے۔ ان کی مراد یہ ہے کہ قبر و برزخ کی حیات میں دنیا والا جسد شامل ہے۔ جب قبر و برزخ کی زندگی کو بالکل اور ہر لحاظ سے حیات دنیوی کوئی نہیں کہتا تو فتویٰ کس پر لگایا جائے۔

سوال نمبر ۳۱: وقوع موت کے بعد ادراک دنیوی کے قائل کا حکم آپ کے نزدیک کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سوال کا لایعنی تکرار ہے تاہم جواب سن لیجئے۔ وقوع موت کے بعد حیات دنیوی اور ادراک دنیوی ختم ہوجاتا ہے اور قبر و برزخ کی حیات اور اس کا ادراک شروع ہوجاتا ہے۔ یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی کو انکار نہیں ہے۔ اب فتویٰ کس پر لگایا جائے۔

سوال نمبر ۳۲: امساک روح کا معنی ہے کہ بدن عنصری کے اندر روح نہیں رہتی۔ اب اعادہ روح کی صورت میں امساک ختم ہوا یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: امساک روح کا معنی ہے کہ بدن عنصری کے اندر روح نہیں رہتی۔ یہ سائل کی گھر کی اصطلاح ہے۔ باقی رہا اعادہ روح فی القبر تو وہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور جمہور اہل سنت کا مسلک ہے اور اسی پر اجماع امت ہے اور قبر میں اعادہ کی صورت میں امساک انسان عن العود الی الدنیا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یعنی انسان عالم قبر و برزخ میں بند رہتا ہے اور وہاں حساب کے لئے اعادہ روح ہوجاتا ہے اور ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳۳: امساک روح کا حکم تا قیامت ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کے بعد ہر انسان نے عالم قبر و برزخ میں رہنا ہے۔ اس کو دنیا کی طرف واپس آنے سے روک دیا جاتا ہے۔ یہ ہے: ''فیمسک التی قضٰی علیھا الموت'' کا مطلب پس قبر میں حساب کے لئے اعادہ روح ہوجانے کے باوجود ''فیمسک'' کا حکم باقی رہتا ہے۔

سوال نمبر ۳۴: اعادہ روح کی صورت میں امساک کی بجائے ارسال ہوجائے گا یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ سوال بھی لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ قبر و برزخ میں حساب کے لئے اعادہ روح ''فیمسک'' کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت انسان عالم قبر و برزخ میں بند ہوچکا ہے اور اسی

بندش کے باوجود اعادہ روح کے ذریعے اس سے حساب لیا گیا ہے۔ ہاں! اگر حضرت انسان اعادہ روح کے ذریعے قبل از قیامت عالم دنیا میں واپس آجاتا تو ''فیمسک'' کے خلاف ہوتا۔ لیکن اب ''فیمسک'' کے خلاف نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳۵: قبل از قیامت میت کے افراد کے لئے ارسال روح کا عقیدہ ہونا چاہئے یا امساک روح کا؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کے بعد مکمل انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ عالم قبر و برزخ میں رہے گا۔ اس عالم سے نکل کر کوئی شخص عالم دنیا میں نہیں آسکتا۔ مگر جس کو اللہ چاہے بحر حال قانون یہی ہے اور عالم قبر و برزخ میں جزا و سزا کا سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے۔ یہ جزا اور سزا پورا انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ محسوس کرتا ہے۔ ہر انسان کا یہی عقیدہ ہونا چاہئے۔ دلائل کے لئے بندہ عاجز کی کتاب ''قبر کی زندگی'' کا مطالعہ کیجئے۔

سوال نمبر ۳۶: قبل از قیامت بدن عصری کے اندر روح کا داخل ہوجانا امساک روح کے منافی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ سوال کا لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ جب حضرت انسان پر موت وارد ہوتی ہے تو اس کا روح اور جسد دونوں عالم قبر و برزخ کی چیز قرار پاتے ہیں اور اسی عالم میں حدیثوں کے مطابق اعادہ روح ہوتا ہے جس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ اس اعادہ کی وجہ سے میت سے تین سوال کئے جاتے ہیں۔ پھر جزا سزا کے لئے ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے۔ چونکہ اس اعادہ سے آدمی عالم دنیا میں واپس نہیں آجاتا بلکہ عالم قبر ہی میں رہتا ہے۔ لہٰذا یہ اعادہ روح ''فیمسک'' کے خلاف نہیں ہے۔ ہاں! قیامت کے دن روح کا جسد عنصری کی طرف ایسا ارسال ہوگا کہ حضرت انسان بالکل پہلی حالت پر واپس آجائے گا اور تب ''والبعث بعد الموت'' متحقق ہوگا۔ اب اعادہ روح کے باوجود ایسا نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳۷: قبل از قیامت روح کا جسم عنصری سے تعلق تصرف فی الجسم العنصری امساک روح کے منافی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ سوال کا لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ قبر میں بوقت سوال اعادہ روح اور جزا سزا کے لئے تعلق روح ہوتا ہے اور یہ تعلق اور اعادہ ''فیمسک'' کے خلاف ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ انسان اس اعادہ اور اس تعلق کے باوجود عالم قبر و برزخ میں ہی رہتا ہے۔ اگر ایسا ارسال ہوتا کہ انسان پہلی حالت پر آکر دنیا میں واپس آجاتا تو یہ ''فیمسک'' کے خلاف ہوتا ہے اور قبل از وقت والبعث بعد الموت متحقق ہوجاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳۸: امساک روح جس طرح قطعی آیت میں ہے۔ اسی طرح اعادہ روح فی الجسم العنصری قبل از قیامت کیا کسی آیت میں ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: امساک روح کی اصطلاح سائل کی اپنی گھڑی ہوئی ہے۔ قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ روح کا جسد عنصری کی طرف اعادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی تعلق کی نفی کی گئی ہے۔ یہ سب کچھ سائل کی بدفہمی کا نتیجہ ہے۔ آیت میں فرمایا یہ گیا ہے کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ موت سے دوچار کرتے ہیں تو اس کو عالم قبر و برزخ میں بند رکھتے ہیں۔ باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ امساک روح قطعی آیت سے ثابت ہے۔ اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ قرآن مجید کی سب آیات قطعی ہیں۔ لیکن قطعیت کے ساتھ یہ کسی آیت سے ثابت نہیں کہ عالم قبر و برزخ میں نہ اعادہ روح ہوتا ہے نہ تعلق یہ سب کچھ سائل کی کج فہمی کا نتیجہ ہے۔ باقی رہا سائل کا یہ پوچھنا کہ کسی آیت سے اعادہ روح ثابت ہے تو گزارش یہ ہے کہ درجنوں آیات اور سینکڑوں احادیث میں بعد از موت روح اور

جسد کا تعلق ثابت ہے اور اسی پر جمہور امت کا عقیدہ ہے۔ سردست دو آیتیں ملاحظہ فرمایئے: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔ اس آیت میں مقتولین فی سبیل اللہ کو زندہ کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ روح اور جسد کے مابین کوئی نہ کوئی تعلق ہے جس کی وجہ مقتولین کو زندہ کہا جا رہا ہے۔

اگر تعلق نہیں ہے تو زندہ کہنے کا کیا مطلب۔ باقی رہی حدیث طیور خضر تو حسب تصریح علماء اسلام سبز رنگ کے پرندے شہداء اسلام کے لئے سواریاں ہیں اور شہداء کرام بشکل انسانی ان سواریوں میں بیٹھ کر جنت کی سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حاجی صاحب جو تازہ تازہ حج کر کے گھر واپس آتا ہے اور رات کو گھر میں سوتا ہے تو خواب میں مکہ اور مدینہ کی سیر کرتا ہے تو اسی طرح شہداء کرام اپنی اپنی قبور میں ہوتے ہوئے سبز رنگ کی سواریوں میں بیٹھ کر سیر کرتے ہیں اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''قال یلیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین'' اس آیت میں اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا شخص یہ کلمات بول رہا ہے اور یہاں ''قال'' کے اندر جو ضمیر ہے جو ''رجل'' کی طرف راجع ہے اور ظاہر ہے کہ رجل روح اور جسد کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ روح اور جسد کے مجموعہ مرنے کے بعد بولا اگر تعلق نہیں تو یہ مجموعہ کیسے بولا۔ واضح رہے کہ اعادہ روح بھی ایک خاص قسم کا تعلق ہے جس کی کنہ ہم نہیں جانتے۔ چونکہ مردہ انسان کو دفن کرنے کے بعد حساب و کتاب کے لئے تعاد روحہ فی جسدہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان حدیثوں کو مدنظر رکھ کر اعادہ روح سے اس کو تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ اس لئے کہ سوال کے وقت یہ تعلق نسبتاً قوی ہوتا ہے اور جزا سزا کے لئے صرف تعلق کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تعلق نسبتاً کم ہو جاتا ہے اور اس تعلق کی وجہ سے مردہ انسان ثواب و عقاب کو محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا اعادہ روح اور تعلق روح میں تضاد نہیں سمجھنا چاہئے۔

<u>سوال نمبر ۳۹</u>: اعادہ روح فی الجسم العنصری قبل از قیامت کس حدیث متواترہ میں ہے؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: اعادہ روح فی القبر الی الجسم کی حدیثیں صحاح ستہ وغیرہ کتب میں بکثرت و بتعدد طرق موجود ہیں جن کو علماء اسلام نے بالاتفاق عقیدہ عذاب قبر یعنی حیات قبر کی بنیاد قرار دیا ہے اور ان حدیثوں کو تواتر کا درجہ حاصل ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ ﷫ لکھتے ہیں: ''الاحادیث الصحیحۃ المتواترۃ تدل علی عود الروح الی البدن وقت السوال'' یعنی صحیح اور متواتر حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سوال کے وقت روح بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ (بحوالہ شرح حدیث النزول ص ۵۱)

اور یہی بات امام جلال الدین سیوطی ﷫ نے بھی نقل کی ہے۔ دیکھئے (شرح الصدور ص ۶۰) نیز قاضی شوکانی لکھتے ہیں: ''وقد وردت بذلک احادیث کثیرۃ بلغت حد التواتر'' یعنی کہ اس کے بارے میں بکثرت حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو تواتر کے درجہ کو پہنچتی ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۹۷)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں: ''احادیث متواترہ اند برآنکہ عودمی کند روح بسوئے بدن وقت سوال وایں تعلق ہمیشہ می ماند اگرچہ جسد جاں دریدہ و متفرق و منقسم التفکیک'' (فی شرح اثبات الحکمۃ ص ۲۳)

شارح مسلم شریف امام نووی ﷫ لکھتے ہیں: ''ثم المعذب عند اھل السنۃ الجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادۃ الروح الیہ او الی جزء منہ'' (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۸۶)

سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والجمهور علی عود الروح الی الجسد'' (روح المعانی ج ۱۱ ج۲۱) اور یہی بات (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۰۴) میں لکھی ہے۔

اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہوکر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃ اور رسول کریم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس میں مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔'' (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۴۸) تحت آیت: ''یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت''

حضرت مولانا عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''عذاب القبر احادیثه تبلغ التواتر المنعوی'' (مرام الکلام فی عقائد الاسلام ص ۶۵) اور امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ تواتر کو عام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''خبر متواتر عام اس سے کہ تواتر لفظی ہو یا تواتر طبقہ تواتر قدر مشترک یا تواتر توارث ان میں سے ہر ایک کا انکار ہمارے نزدیک کفر ہے۔''

(ملاحظہ ہو البیان الازہر ص ۱۰۳، ۱۰۴ از حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دیکھئے راہ ہدایت ص ۲۵۲)

(تنبیہ) بندہ عاجز نے جتنے حوالہ جات پیش کئے ہیں کہ جسد کی طرف بوقت سوال قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے۔ یہاں جسد سے جسد عنصری ہی متعین ہے اور کوئی دانشمندان عبارات میں کسی دوسرے جسد کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔ ان عبارات میں جسد عنصری کو چھوڑ کر جسد مثالی مراد لینا مرزائیت کو مات دینے کے مترادف ہے۔

الحمدللہ! بندہ عاجز نے سائل کا جواب کما حقہ دے دیا ہے اور اس کا مطالبہ بھی پورا کر دیا ہے۔ اب ماننا یا نہ ماننا سائل کی مرضی ہے۔ ''والله یهدی الیه من ینیب''

تفصیل مزید کے لئے تسکین الصدور، مقام حیات، ہدایۃ الحیران، رحمت کائنات، تسکین الاذکیا اور الحیات بعد الوفات یعنی قبر کی زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ ان شاء اللہ! سینے کو ٹھنڈک نصیب ہوگی۔

سوال نمبر ۴۰: اعادہ روح فی الجسم العنصری قبل از قیامت کسی حدیث مشہور میں ہے؟

الجواب باسم ملهم الصواب: سائل کا یہ سوال بھی لایعنی ہے۔ کیونکہ جب تواتر کا مطالبہ کی اور پورا بھی کر دیا گیا تو اب حدیث مشہور کا مطالبہ ایک فضول قسم کی حرکت ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے کہ محدثین نے اعادہ روح فی القبر الی الجسد کی حدیثوں کو جس طرح متواتر کہا، اسی طرح مستفیض اور مشہور بھی کہا ہے۔ چنانچہ مسند احمد کی صحیح حدیث جو کہ شیخین کی شرط پر ہے، جس میں اعادہ روح الی الجسد کی تصریح موجود ہے، کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وقد رواه الامام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیره وهو حدیث اجمع رواه الاثر علی شهرته واستفاضته وقال الحافظ ابو عبدالله بن منده هذا الحدیث اسناد متصل مشهور رواه جماعة عن البراء''

یعنی اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور تمام محدثین کا اس کے مشہور اور مستفیض ہونے پر اجماع ہے اور حافظ ابو عبداللہ بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متصل الاسناد اور مشہور ہے اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت نے اس کو روایت کیا ہے۔ (شرح حدیث النزول ص ۴۷)

سوال نمبر ۱۴۱: اعادہ روح فی الجسم العنصری قبل از قیامت اس کون سی حدیث خبر واحد میں ہے جس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہو؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال بھی ایک لایعنی حرکت ہے۔ کیونکہ جب احادیث مشہور، متواترہ سے اعادہ روح ثابت ہو چکا ہے اور اس پر جمہور علماء اسلام قائم ہیں تو پھر خبر واحد کا مطالبہ کرنا لایعنی حرکت نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔ ناانصافی دیکھئے کہ مولانا محمد ایاز صاحب نے اپنے اسی رسالہ میں مجھ ناتواں کو طعنہ دیا ہے کہ انہیں سوال پر سوال کرنے کی لت پڑی ہوئی ہے۔ محترم محمد ایاز صاحب! آپ کو بندہ عاجز کی لت تو نظر آئی۔ لیکن اپنی لت نظر نہ آئی کسی نے سچ کہا کہ بھینس کو دوسروں کی سیاہی تو نظر آتی ہے۔ لیکن اپنی سیاہی نظر نہیں آتی۔ تاہم جواب سماعت فرمایئے۔

ہمارے امام اہل سنت حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ اعادہ روح کی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اس حدیث کا ایک ایک راوی ثقہ اور ثبت ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام فن اور پختہ کار محدثین کرام نے اس سند کے تمام راویوں سے احتجاج کیا ہے اور سو فیصدی حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ اس حدیث کی تصحیح کرتے اور عذاب قبر و نعیم قبر وغیرہ اہم مسائل کے بارے میں اس حدیث کو اہل سنت والجماعت کا مستدل قرار دیتے ہیں۔'' (تسکین الصدور ص ۱۰۶)

حضرت شیخ الحدیث مزید لکھتے ہیں کہ: ''لیکن اس سے قبل کہ اعتراضات اور ان کے جوابات نقل کئے جائیں۔ یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے لے کر تقریباً چوتھی صدی تک اہل السنت والجماعت کے ہر مسلک اور ہر مکتب فکر کے حضرات فقہاء متکلمین اور علماء حق اس عقیدے پر تھے کہ وفات کے بعد قبر میں میت کو جو راحت و کلفت پہنچتی ہے، اس کا تعلق بدن مع الروح کے ساتھ ہوتا ہے اور میت کو ایک گونہ حیات و نوع من الحیوۃ حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کو فہم و شعور اور ادراک عذاب و نعمت ہوتا ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۱۰۷)

پس معلوم ہوا کہ خیر القرون کے تمام مسلمان اعادہ روح کی احادیث صحیحہ کے مطابق ''اعادہ روح فی القبر الی الجسد للسوال'' کے قائل تھے۔ البتہ خیر القرون کے بعد ایک شرذمہ قلیلہ نے اعادہ روح کا انکار کر کے ان احادیث صحیحہ مشہورہ و متواترہ پر جارحیت کی ہے جس کا جواب ہر دور میں علماء حق نے دے کر ان کی جارحیت کو مردود قرار دیا ہے اور عقیدہ اعادہ روح کا تحفظ کیا ہے اور اس آخری دور میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم العالیہ نے منکرین کو جو دندان شکن جواب دیئے ہیں جو وہ دیدنی اور شنیدنی ہیں۔ تسکین الصدور کا ضرور مطالعہ کیجئے۔

سوال نمبر ۱۴۲: خبر واحد معارض کتاب اللہ ہو تو کیا یہ حجت بن سکتی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: خبر واحد اگر بظاہر کتاب اللہ کے معارض ہو اور تطبیق کی کوئی صورت موجود نہ ہو تو کتاب اللہ کو ترجیح ہوگی۔ لیکن یہاں خبر واحد نہیں بلکہ اخبار مشہورہ، متواترہ ہیں اور جن احادیث سے اعادہ روح کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ قطعاً کتاب اللہ کے معارض نہیں ہیں بلکہ موافق ہیں۔ خود قرآن مجید میں پچاس سے زائد ایسی آیات موجود ہیں، جن سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد عالم قبر و برزخ میں مردہ انسان کو جو جزا سزا دی جاتی ہے۔ اس میں روح اور دنیا والا جسد دونوں شامل ہوتے ہیں، جس کی صحیح اور معقول صورت یہی ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک خاص قسم کا تعلق ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں ثواب و عقاب کو محسوس کرتے ہیں۔ وہ

آیات قبر کی زندگی میں ملاحظہ فرمائیں جن میں سے دو آیتیں انہیں جوابات میں بھی پیش کیں گئیں ہیں۔ پس اعادہ روح کی حدیثوں کو کتاب اللہ کے معارض سمجھنا جہالت وحماقت ہے۔ خیر القرون میں اور بعد کے مسلمانوں میں ان حدیثوں کو کتاب اللہ کا معارض نہیں سمجھا۔ لہٰذا شرذمہ قلیلہ کی ذہنی اختراع اور مصنوعی تعارض کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

خیر خواہانہ مشورہ: اے عصر ہذا کے معتزلہ اعادہ روح کی حدیثوں کو کتاب اللہ کا معارض کہنا چھوڑ دو۔ ورنہ یہ سوال تمہیں مہنگا پڑے گا۔ کیونکہ اعادہ روح کے تو تم بھی قائل ہو فرق صرف اتنا ہے کہ تم جسد مثالی کی طرف اعادہ روح کے قائل ہو، جب کہ علماء اسلام فرماتے ہیں۔ قبر و برزخ میں دنیا والے جسد کی طرف اعادہ روح ہوتا ہے۔ اگر تم نے اعادہ روح کی حدیثوں کو کتاب اللہ کا معارض کہہ کر رد کر دیا تو مثالی جسد کی طرف اعادہ روح کی حدیثیں کہاں سے لاؤ گے۔ جس میں اعادہ روح کی بھی تصریح ہو اور جسد مثالی کی بھی اور اسی طرح امساک روح کی بھی اصطلاح چھوڑ دو۔ ورنہ یہ سودا بھی تمہیں مہنگا پڑے گا۔ اگر امساک روح ہوتا ہے تو موت کا فیصلہ بھی روح پر ہوگا اور جب روح پر موت کا فیصلہ ہو جائے گا تو تمہارا عقیدہ مر کر خاک میں دفن ہو جائے گا۔ ذرا سوچو غور کرو۔ دوسروں کے عقیدہ کی تردید میں اتنے اندھے نہ ہو جاؤ کہ دوسروں کے عقیدے کے تردید کرتے کرتے اپنے عقیدہ سے بھی ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔ ''ان فی ذٰلک عبرۃ لاولی الالباب''

سوال نمبر ۴۳: خبر واحد کی بصورت تعارض تاویل ضروری اور کتاب اللہ کو ظاہر پر رکھنا ضروری ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مسئلہ زیر بحث میں اعادہ روح کی حدیثیں قرآن مجید کی کسی آیت کے معارض نہیں ہیں۔ یہ مصنوعی تعارض خیر القرون کے بعد کی نو ایجاد بدعت ہے۔ باقی رہا ایک عام ضابطہ کہ ظاہر تعارض کی صورت میں علماء اسلام نے تطبیق اور تاویل اور ترجیح کی جو صورتیں موقع اور محل کے مطابق بیان فرمائی ہیں۔ البتہ ہر جگہ قرآن کے ظاہری الفاظ کو اور ظاہری مفہوم کو لیا جائے تو ''من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی'' وغیرہ آیات میں مشکلات پیدا ہو جائیں گے۔

سوال نمبر ۴۴: روح جسم عنصری کے اندر تصرف یوں کرے کہ کان سنے آنکھ دیکھے، جسم میں حس وحرکت ہو تو کیا امساک ختم ہو گیا یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: احادیث صحیحہ مشہورہ متواترہ سے جب یہ عقیدہ ثابت ہے کہ مردہ انسان کی طرف عالم قبر و برزخ میں اعادہ روح ہوتا ہے اور حساب والے فرشتے مردہ کو بٹھاتے ہیں۔ حدیث میں ''فیقعد انہ'' کے الفاظ موجود ہیں تو مردہ انسان نکیرین کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اپنے کانوں سے ان کی آواز کو سنتا ہے اور اپنی زبان سے ان کو جواب دیتا ہے۔ بعدہ صحیح جواب دینے والے مردہ کو فرشتے سلا دیتے ہیں۔ حدیث بخاری میں ہے: ''نم صالحا'' حدیث ترمذی میں ہے: ''نم کنومۃ العروس'' اور پھر اس کے لئے راحت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور مجرم کے لئے عذاب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ سب امور کتاب اللہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہیں، جس پر مسلمان کے لئے ایمان لانا ضروری ہے۔ البتہ قبر و برزخ کی یہ کارروائی ایک دوسرے عالم کی کارروائی ہے۔ اس لئے ہماری نظروں سے اوجھل اور مستور رہتی ہے۔ اسی لئے تو قبر کو برزخ کہتے ہیں کہ یہ کارروائی پس پردہ ہوتی ہے۔ البتہ ذہن نشین فرمالیں۔ اس ساری کارروائی کے باوجود مردہ انسان عالم قبر و برزخ میں ہی رہتا ہے۔ لہٰذا ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ مردہ اسی عالم میں بند ہے۔ عالم دنیا میں تو نہیں آیا اگر دنیا میں واپس آجاتا تو پھر امساک کے خلاف ہوتا۔ پس امساک بھی باقی اور قبر و برزخ کی جزا وسزا بھی جاری۔

سوال نمبر ۴۵: میت کے تمام افراد کے لئے امساک روح کا حکم ہے یا بعض کے لئے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال مکرر سہ کرر ہونے کی وجہ سے فضول بے ہودہ اور لایعنی ہے جس کا جواب بار بار دیا جا چکا ہے۔ تاہم مختصراً اب بھی سن لیجئے۔ امساک روح کی اصطلاح سائل کی خانہ زاد ہے اور اسے ہی مہنگی پڑے گی اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کے جتنے افراد پر بھی موت واقع ہو چکی ہے۔ وہ عالم قبر و برزخ میں بند ہیں۔ یہی ہے امساک کا صحیح مطلب اس امساک سے کوئی فرد بشر مستثنیٰ نہیں ہے۔ الا بخرق العادة! ہاں مردہ انسان عالم قبر و برزخ میں ہے اور وہاں سوال کے لئے یا جزاوسزا کے لئے اعادہ روح اور تعلق روح ہو جائے تو یہ ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' سے منافی نہیں ہے اور جو اس کو منافی سمجھے گا اس کی روح مر جائے گی اور روح کی مرنے سے اس کا مذہب بھی مر جائے گا۔

سوال نمبر ۴۶: تمام افراد کے لئے امساک روح کا حکم قطعی ہے یا ظنی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال بھی مکرر سہ کرر ہونے کی وجہ سے لایعنی عبث ہے۔ تاہم جواب عرض کر دیتے ہیں۔ البتہ حضرت مولانا ابو معاویہ محمد ایاز صاحب کی خدمت میں درخواست ہے کہ مولانا صاحب! امساک روح کی اصطلاح مہربانی فرما کر ترک کر دیں، ورنہ آپ کی روح مر جائے گی اور روح کے مرنے سے جسد مثالی بھی مرے گا۔ پھر حیات برزخیہ کہاں سے ثابت کریں گے۔ مہربانی فرما کر اپنے مذہب پر رحم کریں۔ اس کی بیخ کنی نہ فرمائیں۔ یہ آپ کا غیر دانشمندانہ اقدام ہے۔ اب جواباً گزارش ہے کہ امساک انسان ''عن العود الی الدنیا'' کا حکم قطعی ہے۔ لیکن یہ امساک انسان قبر کی کارروائی کے منافی نہیں ہے۔ امساک بھی رہتا ہے اور قبر کی کارروائی بھی چلتی رہتی ہے۔

سوال نمبر ۴۷: آپ کے نزدیک جسم عنصری کی حیات دنیوی کا قائل امساک روح کا منکر ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا سوال مکرر سہ کرر ہونے کی وجہ سے بے ہودہ تکرار ہے اور ہر بار جواب بھی عرض کیا جا چکا ہے۔ مختصراً اب بھی سن لیجئے۔ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جس انسان پر موت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس کو بند کر لیا جاتا ہے۔ یعنی موت کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت انسان روح اور جسد کے مجموعہ کو عالم قبر و برزخ میں بند کر لیتے ہیں اور دنیا میں واپس نہیں آنے دیتے۔ اب عالم قبر و برزخ میں اعادہ روح کی وجہ سے دنیوی جسم میں جو حیات پیدا ہوتی ہے تو وہ درحقیقت عالم قبر و برزخ کی حیات ہے۔ لہٰذا دنیا والے جسم میں جزا وسزا کے لئے حیات برزخی ماننے سے ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کے خلاف نہیں ہوگا۔ اگر تم حیات قبر و برزخ کو ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کے خلاف سمجھتے ہو تو تمہاری حیات برزخیہ بھی اس کے خلاف ہوگی۔ ''فما ھو جوابکم فھو جوابنا'' ورنہ ہمیں وجہ فرق بتائی جائے کہ دنیا والے جسد میں حیات مانی جائے تو امساک کے خلاف پڑتی ہے اور مثالی جسم میں اعادہ روح تسلیم کیا جائے تو امساک کے خلاف نہیں ہوتا ہے۔ آخر وجہ کیا ہے؟

سوال نمبر ۴۸: جسم عنصری کے ادراک دنیوی کا قائل امساک روح کا منکر ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال مکرر سہ کرر ہونے کی وجہ سے لایعنی اور فضول ہے۔ مولانا صاحب! امساک روح کی اصطلاح تھوک دیجئے۔ اس سے ہمارے عقیدہ کی صحت پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن اس سے

تمہارے مذہب کی صرف صحت نہیں بگڑتی بلکہ تمہارا مذہب موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ تاہم جواب پھر بھی سن لیجئے موت کے بعد مکمل انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ عالم قبر و برزخ میں چلا جاتا ہے اور وہاں اس کا امساک ہو جاتا ہے اور وہاں کی کارروائی روح اور جسد کے مجموعہ پر وارد ہوتی ہے۔ کیونکہ سوال کے لئے اعادہ ہوتا ہے اور جزا و سزا کے لئے تعلق روح رہتا ہے۔ اگر عالم قبر و برزخ میں رہتے ہوئے روح اور جسد کے مابین کوئی تعلق مانا جائے۔ وہ اس امساک کے منافی نہیں ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ لہٰذا ایسے عقیدے والے کو امساک کا یا قرآن کا منکر قرار دینا جہالت وحماقت ہے۔ ہاں! جو لوگ روح کو جسم مثالی کی طرف چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ بتائیں کہ ان کا یہ ارسال روح امساک روح کے منافی ہوگا یا نہ ایسے لوگ امساک روح کے منکر ٹھہریں گے یا نہ فیصلہ خود فرمائیں کہ فتویٰ کس پر لگایا جائے۔

سوال نمبر ۴۹: ''اللہ یتوفی الانفس'' میں لفظ الانفس معرف باللام عام کے الفاظ سے ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! الانفس تمام انسانوں کو عام ہے۔ لیکن سوال یہ ہے الانفس سے مراد صرف روح ہے یا روح اور جسد کا مجموعہ اگر مکمل انسان مراد ہے تو بے شک سارے انسان مر کر عالم قبر و برزخ میں منتقل ہو جاتے ہیں اور وہاں ان کو ایک خاص قسم کی حیات برزخیہ نصیب ہوتی ہے جس کی وجہ روح اور جسد دنیوی دونوں جزا و سزا کو محسوس کرتے ہیں۔ یہی عقیدہ کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اگر آپ بلا دلیل الانفس سے ارواح مراد لیتے ہیں تو اس سے ہمارے صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو پھر لازماً ''قضی علیھا الموت'' بھی ارواح کے متعلق ہوگا جس سے تمہاری ارواح مریں گی اور ارواح کی موت کے ساتھ جسم مثالی مصنوعی مرے گا نہ رہے گی روح نہ رہے گا جسم۔ مثالی مصنوعی اور نہ رہے گی مذعومہ حیات برزخیہ۔

مولانا صاحب! شیشے کے کمرے میں بیٹھ کر دوسروں کو پتھر مارنے والے کبھی بھی اپنے شیشے کا مکان نہیں بچا سکتے۔ ذرا سوچ کر اور سنبھل کر جواب دینا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو اپنے دام میں خود صیاد آ گیا

سوال نمبر ۵۰: عام اپنے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔ کیا یہ شمولیت قطعاً و یقیناً ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الانفس انسان کے تمام افراد کو شامل ہے۔ ہر موت پانے والا انسان اپنے روح اور جسد سمیت عالم قبر و برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے اور وہاں کی جزا و سزا کو محسوس کرتا ہے اور ثواب وعقاب کا اس کو ادراک ہوتا ہے اور یہ عقیدہ کتاب سنت اور اجماع امت کے مطابق ہے اور جو لوگ عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکر ہیں وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجماع امت کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔

سوال نمبر ۵۱: انفس کا انبیاء و رسل علیہم السلام صحابہ رضی اللہ عنہم اولیاء اتقیاء اور تمام امتی چاہے مومن ہوں یا کفر کو اس کا شمول قطعی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کے تکرار بے کار کے باوجود جواب ملاحظہ فرمائیں۔ انفس میں تمام انبیاء ورسل علیہم السلام، صحابہ رضی اللہ عنہم، اولیاء اتقیاء شامل ہیں۔ الغرض موت سے کسی کو کوئی چارہ نہیں ہے۔ البتہ موت عدم محض کا نام نہیں ہے بلکہ بقول شیخ نیلوی ایک دار سے دوسرے دار کی طرف منتقل ہو جانے کا نام ہے۔ یعنی ہر انسان موت کے بعد روح اور جسد سمیت عالم دنیا سے عالم قبر و برزخ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ وہاں سب کو ثواب وعقاب کے لئے درجہ بدرجہ حیات

حاصل ہوتی ہے اور قبر و برزخ کی یہ حیات حضرات انبیاء کے لئے ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ ان کی ازواج مطہرات سے کوئی شخص نکاح نہیں کر سکتا اور ان کی مالی وراثت بھی تقسیم نہیں ہوتی اور ان کے اجسام مبارکہ ان کی قبور میں تروتازہ اور محفوظ رہتے ہیں اور قریب سے پڑھا جانے والا درود وسلام سنتے اور جواب دیتے ہیں اور دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔ اسی پر اجماع امت ہے۔ یالغرض حیات قبر کا یہ عقیدہ قطعی ہے۔

سوال نمبر ۵۲: انسان کے تمام افراد کو بشمول قطعی ہونے کی صورت میں ان میں سے کسی بھی فرد کے مستثنیٰ کرنے کے لئے قطعی دلیل کی ضرورت ہوگی یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کا حکم تمام انسانوں کے لئے قطعی ہے۔ موت سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ البتہ موت موت میں فرق ہے۔ اسی طرح الحیات بعد الوفات کا عقیدہ بھی قطعی ہے۔ ان دونوں عقیدوں کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ واضح رہے کہ سائل کا یہ سوال بھی تکرار بے کار ہے۔

سوال نمبر ۵۳: میت کے تمام افراد کا قانون اساک روح ہے جو شخص تمام افراد میت میں رد روح اعادہ روح کا قائل ہو، اس کا ایسا عقیدہ مخالف قرآن ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: وقوع موت کے بعد مکمل انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ عالم دنیا سے عالم قبر و برزخ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ روح اور جسد دونوں عالم قبر و برزخ کی چیز بن جاتے ہیں۔ ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کا مطلب یہ ہے کہ موت پا جانے والا انسان عالم قبر و برزخ سے عالم دنیا میں واپس نہیں آتا ہے۔ یہ ہے اساک کا صحیح مطلب۔ باقی رہا عالم قبر و برزخ میں ہوتے ہوئے رد روح اور اعادہ روح کا عقیدہ وہ تو قرآن مجید کی کسی آیت کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت شدہ عقیدہ ہے جس کا منکر متواترات کا منکر ہے۔

سوال نمبر ۵۴: میت کے تمام افراد کا قانون اساک روح ہے جو شخص بعض افراد میت میں رد روح اعادہ روح کا قائل ہو اس کا ایسا عقیدہ مخالف قرآن ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: قارئین کرام! بندہ عاجز سائل کے تکرار بے کار سے اکتا چکا ہے اور جواب اس لئے دیا جا رہا ہے کہ سائل کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ کہنے لگے کہ میرے فلاں سوال کا جواب نہیں دیا گیا تو جواباً عرض ہے کہ موت کے بعد روح اور جسد کے مجموعہ کو میت کہتے ہیں اور یہ دونوں عالم قبر و برزخ میں پہنچ چکے ہیں۔ قانون خداوندی یہ ہے کہ موت پانے والا مکمل انسان عالم دنیا میں واپس نہیں آتا۔ باقی رہا عالم برزخ میں ہوتے ہوئے اعادہ روح اور تعلق روح تو وہ متواترات سے ثابت ہے اور کسی نص قطعی کے خلاف نہیں ہے اور اس تعلق روح اور اعادہ روح کا منکر قطعیات کا منکر ہے۔

سوال نمبر ۵۵: میت کا ثواب وعذاب بعد موت قبل از قیامت برحق ہے۔ اب اس کی تفصیل میں نہ پڑنا بلکہ اسے مفوض الی اللہ سمجھنا حق ہے یا باطل؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الحمدللہ! کہ مولانا محمد ایاز صاحب نے موت کے بعد اور قیامت سے پہلے عذاب وثواب میت کو حق قرار دے دیا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ مولانا محمد ایاز صاحب بعد موت جسد عنصری کو میت کہتے ہیں تو ماشاء اللہ مولانا محترم نے جسد عنصری کے عذاب کو تسلیم کر لیا۔ باقی ان کا یہ کہنا کہ تفصیلات کو مفوض الی اللہ کرنا چاہئے تو اس میں کچھ تفصیل ہے۔ مثلاً جو باتیں قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہیں، جیسے

میت کا قبر میں بٹھانا اس سے سوالات کرنا، سوالات سن کر میت کا صحیح یا غلط جواب دینا میت کی پسلیوں کا ایک دوسرے میں گھس جانا میت کا قبر میں فریاد کرنا یا مزے سے سونا روح کا قبر میں جسد کی طرف اعادہ اور قبر کی جزا وسزا میں روح اور جسد دونوں کا شریک ہونا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں نماز وغیرہ اعمال کرنا۔ چونکہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا ان تفصیلات کو ماننا ضروری ہے اور جو امور اس عالم کے ہمیں نہیں بتائے گئے صرف انہیں مفوض الی اللہ کرنا حق ہے اور جو تفصیلات بتائی گئیں ہیں ان کا انکار کرنا ناحق اور باطل ہے۔

مولانا محمد ایاز صاحب سے ایک سوال مولانا صاحب! آپ نے عذاب میت یعنی جسد عنصری کے عذاب کو تسلیم کرلیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جسد عنصری کا یہ عذاب وثواب بتعلق روح ہے یا بغیر تعلق کے ہے۔ اگر آپ کے نزدیک جسد عنصری کو بغیر تعلق کے عذاب وثواب ہوتا تو اس کو تو ہمارے علماء اسلام نے سفسطہ قرار دیا ہے اور اگر آپ جسد عنصری کے عذاب وثواب کو تعلق روح کے ذریعے مانتے ہیں تو یہی اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قبر میں بتعلق روح میت کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ لیکن اس عقیدہ کو تسلیم کر لینے سے آپ کے سابقہ تمام سوالات باطل ٹھہریں گے۔ بہرحال آپ کے ہاں جو بات بھی حق ہو، اس کی وضاحت فرمادیں۔ بندہ جواب کا منتظر ہے۔

<u>سوال نمبر ۵۶</u>: میت کے لئے نوع من الحیوۃ مسلم ہے۔ لیکن اعادہ کا منکر اس کا حکم آپ کے نزدیک کیا ہے؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: الحمدللہ! مولانا محمد ایاز صاحب اشاعتی نے میت کے اندر نوع من الحیوۃ کو تسلیم کرلیا ہے اور یہی بات ہمارے فقہاء اسلام نے بھی کتب فقہ میں لکھی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر میت کی طرف اعادہ روح تسلیم نہ کیا جائے تو یہ نوع من الحیوۃ کیسے ثابت ہوگی۔ آپ کا میت میں نوع من الحیوۃ تسلیم کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ میت کے ساتھ روح کا کسی نہ کسی درجہ میں تعلق رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے میت کے اندر ایک خاص قسم کی حیات پیدا ہوتی ہے۔ باقی جو شخص قبر میں میت کی طرف اعادہ روح کا انکار کرتا ہے، وہ درحقیقت متواترات کا انکار کرتا ہے۔

<u>سوال نمبر ۵۷</u>: متکلمین اسلام نوع من الحیوۃ کے قائل ہیں اور اطلاع میت کے بھی قائل ہیں۔ کیا آپ بھی یہ اطلاق درست مانتے ہیں؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: مولانا محمد ایاز صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کو حق بات کہنے پر جزائے خیر عطاء فرمائے۔ البتہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس انسان پر موت واقع ہو چکی ہے وہ مکمل انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ میت ہے۔ باعتبار عالم دنیا کے اور زندہ ہے۔ باعتبار عالم قبر وبرزخ کے اس اعتباری فرق کی وجہ سے یہ دونوں باتیں اپنے اپنے مقام پر صحیح ہیں۔ ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے۔

<u>سوال نمبر ۵۸</u>: تمام اموات کے لئے نوع من الحیوۃ ہے۔ سو اس سے مراد برزخی حیات ہے یا دنیوی؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: تمام اموات کے لئے عالم قبر وبرزخ کی حیات، حیات برزخی ہے اور جن حضرات نے اس کو حیات دنیوی کہا ہے، ان کی مراد بھی صرف اتنی ہے کہ حیات برزخیہ میں دنیا والا جسد شامل حیات ہے۔ البتہ حیات برزخیہ کے درجات متفاوت ہیں۔ حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ اتنی قوی تر ہے کہ دنیا تک اس کے اثرات پہنچتے ہیں۔ مثلاً وراثت کا تقسیم نہ ہونا ازواج مطہرات کے ساتھ حرمت نکاح وغیرہ۔

سوال نمبر ۵۹: نوع من الحیوۃ تمام افراد کے لئے ہے یا بعض کے لئے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ نوع من الحیوۃ تمام مردہ انسانوں کے لئے ثابت ہے۔ البتہ درجات میں تفاوت ہے۔ حضرات شہداء کرام کی یہ حیات اتنی قوی ہے کہ ان کو مردہ کہنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کرام کی حیات سے بھی قوی تر ہے۔ بلکہ حیات دنیوی سے بھی فائق ہے۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

سوال نمبر ۶۰: جو شخص تمام اموات کے لئے نوع من الحیوۃ کا قائل ہو اور درجات کا فرق مانتا ہو، اس کا حکم آپ کے نزدیک کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ عقیدہ صحیح ہے۔ بشرطیکہ ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص کسی دوسری گمراہی میں مبتلاء نہ ہو۔

سوال نمبر ۶۱: ثواب وعذاب کے بیان میں متکلمین اسلام نے نوع من الحیوۃ سے کون سی حیات مراد لی ہے حیات برزخی یا دنیوی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: قبر کے اندر مردہ انسان کو جو خاص قسم کی حیات حاصل ہے، وہ حیات برزخیہ ہے۔ جن علماء نے اس کو حیات دنیوی سے تعبیر کیا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ دنیا والا جسد اس حیات میں شامل ہے۔

سوال نمبر ۶۲: ثواب وعذاب کے بیان میں متکلمین اسلام نے نوع من الحیوۃ کی دونوں مذکورہ بالا صورتوں میں سے جو مراد آپ کے نزدیک لی ہے، وہ تمام کے لئے ہے یا بعض کے لئے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ سوال کا لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔

تمام انسانوں کو موت کے بعد عالم قبر و برزخ میں جزا وسزا کے لئے جو حیات حاصل ہوتی ہے وہ سب کے لئے حیات برزخیہ ہے اور اس حیات میں دنیا والا جسد شامل ہے۔ البتہ درجات میں بہت بڑا فرق ہے۔

سوال نمبر ۶۳: متکلمین اسلام نے نوع من الحیوۃ میں قدر ما یتالم او یتلذذ کی قید لگائی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: بعض متکلمین اسلام نے یہ قید مذکور لگائی ہے۔ لیکن ان حضرات کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں اتنی حیات ضرور ہوتی ہے کہ مردہ انسان دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے۔ بہر حال اتنی حیات تو ضرور ہوتی ہے کہ اگر قرآن وحدیث سے کوئی اور امور بھی ثابت ہو جائیں تو فقہاء اسلام اس کا انکار نہیں کر رہے اور آپ حضرات کا قبر کے اندر موتی کے لئے اتنی حیات تسلیم کر لینا بھی ہمارے لئے غنیمت ہے۔

سوال نمبر ۶۴: متکلمین اسلام نے میت کے اندر کون سی حیات مراد لی ہے؟ حیات برزخی اور برزخی احساس یا دنیوی حیات اور دنیوی احساس؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مرنے کے بعد ہر مردہ انسان عالم دنیا سے نکل کر عالم قبر و برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے۔ مردہ کا روح اور جسد برزخ کی چیزیں ہیں، جن علماء اسلام نے اس حیات برزخیہ کو حیات دنیوی سے تعبیر کیا ہے۔ ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر لحاظ سے اور ہر طرح سے وہ حیات دنیوی ہے۔ بلکہ حیات دنیویہ کہنے سے ان کا مطلب یہ ہے کہ اس حیات برزخیہ میں دنیا والا جسد شامل ہے۔

سوال نمبر ۶۵: اس موجودہ اور محسوس دنیا کے کسی انسان کی ضرب کا احساس میت کو ہوتا ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اہل دنیا کی مار پیٹ کا مردہ انسان کو ادراک ہوتا ہے یا نہ، اس بارے

میں ہمیں بہت کچھ نہیں بتایا گیا اور جو امور وضاحت کے ساتھ ہمیں نہیں بتائے گئے، انہیں سپرد خدا کرنا چاہئے۔ البتہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث مسند احمد وغیرہ میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان کسر عظم المومن میتاً مثل کسرہ حیاً'' (مسند احمد ج ۷ ص ۸۷)

ایک شخص کو حضور اکرم ﷺ نے قبر پر تکیہ لگائے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''لاتوذ صاحب هذاالقبر'' (مشکوۃ ص ۱۴۹)

اس قسم کی روایات سے محسوس ہوتا ہے کہ اہل قبور کو اہل دنیا کی بے اصولیوں سے تکلیف کا پہنچنا خارج از امکان نہیں ہے۔ لیکن اگر اہل دنیا کی مار سے میت کو تکلیف نہ بھی ہو تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ میت کو عذاب قبر بھی نہیں ہوتا، سراسر غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ بلکہ نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا ہے۔ کیونکہ میت کے لئے عذاب قبر تو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ جس کو سائل بھی گزشتہ سوال میں تسلیم کر چکا ہے۔

مسئلہ یمین: فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ میں فلاں شخص کے ساتھ کلام نہیں کروں گا یا اس کو ماروں گا تو یہ اس کی حیات دنیوی کے ساتھ مقید ہوگا۔ اگر موت کے بعد اس سے کلام کی یا اس کو مارا تو حانث نہ ہوگا۔ اس مسئلہ سے بھی عذاب میت کی نفی پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قسموں کا دار و مدار عرف پر ہے اور عرف عام میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ مردہ کو مارنے سے تکلیف نہیں ہوتی۔ جب کہ شریعت میں یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ مردہ انسان کو قبر میں عذاب یا راحت ہوتا ہے۔

<u>سوال نمبر ٦٦</u>: متکلمین اسلام کے ہاں میت کی حیات برزخی احساس برزخی عذاب وثواب برزخی ادراک وشعور برزخی ہے۔ دنیوی حیات دنیوی احساس دنیوی ادراک وشعور دنیوی عذاب وثواب نہیں۔ سو کیا آپ اس کو مانتے ہیں؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: الحمدللہ! سائل نے یہاں پھر تسلیم کر لیا کہ میت کے اندر حیات برزخی واحساس برزخی، عذاب وثواب برزخی، ادراک وشعور برزخی ہوتا ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ البتہ اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اعادہ روح اور تعلق روح کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب کہ سائل ابھی تک اعادہ اور تعلق روح کے انکار پر مصر چلا آرہا ہے۔ حالانکہ فقہاء دین اور متکلمین اسلام فرماتے ہیں بغیر تعلق روح کے مردہ کی جزا وسزا کا عقیدہ رکھنا سفسطہ ہے۔

بہر حال میت میں ادراک شعور وغیرہ بتعلق روح ہی ہوتا ہے اور عذاب قبر کی یہی صورت معقول ہے اور کتاب وسنت اسی پر ناطق ہے اور اجماع امت اسی پر ہے اور اس تعلق کا کوئی سنی مسلمان منکر نہیں ہے۔ بہر حال ہمیں یہ تسلیم ہے کہ قبر کی حیات اور اس کے لوازمات برزخی ہی کہلائیں گے۔ کیونکہ مردہ انسان عالم برزخ میں ہے۔ لیکن اس حیات برزخی ادراک وشعور برزخی میں دنیا والا جسد شامل ہے۔ اس حقیقت کو ایک مثال کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ عالم خواب میں چلا جانے والا شخص جب کوئی خواب دیکھتا ہے تو اس کے اندر عالم خواب کی حیات اور عالم خواب کا ادراک وشعور سب کچھ موجود ہوتا ہے۔ لیکن عالم خواب کی حیات اور اس کا ادراک وشعور اسی دنیا والے جسد سے متعلق رہتا ہے۔ اسی طرح قبر و برزخ کی حیات اور ادراک وشعور وغیرہ سب کچھ دنیا والے جسد سے متعلق ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دنیا کی حیات اور اس کے لوازمات اہل دنیا کے لئے محسوس ومبصر ہوتے ہیں۔ بخلاف قبر و برزخ کی زندگی اور اس کے لوازمات کے کہ وہ عموماً محسوس ومبصر نہیں ہوتے۔

کچھ المہند کی عبارت کے بارے میں

قارئین کرام! سائل کا بہ تکرار یہ سوال کرتے چلے جانا کہ حیات برزخی ہے یا حیات دنیوی اس بات کی متقاضی کرتا ہے کہ وہ المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند کی ایک عبارت کے بارے میں کچھ ہم سے کہلوانا چاہتا ہے تو لیجئے بندہ عاجز المہند کی عبارت کی وضاحت پیش کر دیتا ہے۔ المہند میں حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر کے بارے میں یہ جملہ لکھا ہے: ''دنیویة لا برزخیة'' عصر ہذا کے معتزلہ المہند کی پوری عبارت سے صرف نظر کر کے صرف اس ایک جملے کو لے کر شور مچاتے ہیں۔ اعتراض کرتے ہیں اور آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں کہ دیکھو جی المہند میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر دنیوی ہے برزخی نہیں ہے۔ پھر اس پر طعن و تشنیع کی ایک بہت بڑی عمارت کھڑی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ ان لوگوں کے سوءِ فہم کا نتیجہ ہے اور ایک ادھوری عبارت پر گرفت ہے۔ درحقیقت ہمارے اکابر رحمہم اللہ حیات قبر کو حیات برزخیہ کہتے ہیں۔ قطعاً انکار نہیں کرتے۔ باقی جو انہوں نے ''لا برزخیة'' کہا ہے، اس کا مطلب المہند کی اگلی عبارت میں واضح لکھا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ ایسی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام موتی کو بلکہ ان کی حیات برزخیہ بدرجہا فائق اور اعلیٰ و ارفع ہے تو ہمارے حضرات مطلقاً حیات برزخیہ کا انکار نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ وہ عام موتی کی حیات برزخیہ کی طرح نہیں ہے۔ باقی رہا ہمارے اکابر کا اس حیات برزخیہ کو حیات دنیویہ کہنا تو اس سے مراد صرف اتنی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ میں اور ادراک برزخیہ میں دنیا والا جسد شامل ہے۔

بایں طور کہ روح اقدس کا جسم اطہر سے ایسا تعلق ہے کہ آپ ﷺ کے جسم میں حیات بھی ہے۔ ادراک وشعور بھی ہے۔ چونکہ آپ ﷺ عالم برزخ میں ہیں تو اس حیات کو اور اس ادراک وشعور کو برزخیہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ المہند میں بھی یہ بات واضح طور پر لکھی ہوئی ہے کہ آپ ﷺ کی حیات قبر بایں معنی حیات برزخیہ بھی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ عالم برزخ میں ہیں تو معلوم ہوا کہ المہند علی المفند میں موجود عقائد اہل سنت والے ہیں اور اس کا کوئی عقیدہ اہل سنت کے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانی لکھنوی رحمہ اللہ نے بھی وضاحت فرما دی ہے۔ پس المہند اور اس کے مصدقین پر کسی قسم کی اعتراض بازی نہ کرنی چاہئے۔

<u>سوال نمبر ۶۷</u>: میت کا اس دنیا سے تعلق ختم ہے۔ دنیا والوں کی پکار سلام و پیغام وغیرہ نہیں سنتے اور یہ اشاعتی کہتے ہیں۔ آپ بتائیں کیا آپ اس کے منکر ہیں یا مقر؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: اشاعتیوں کا یہ نظریہ کہ اہل قبور کا اہل دنیا سے تعلق بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ادھر کی کوئی بات ادھر نہیں جاتی اور ادھر کی کوئی بات ادھر نہیں جاتی۔ غیر مسلم ہے۔ ہاں! بعض امور ایسے ہیں کہ جن میں اہل قبور کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن سب امور ایک جیسے نہیں ہیں۔ دیکھئے سورۃ یٰسین میں ایک مرد مومن رسولوں کی جماعت کی نصرت کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔ بعد از شہادت وہ بولا: ''یٰلیتَ قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین'' اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ بول دنیا کو سنا دیا۔ قرآن مجید میں ''ولا تحسبن الذین قتلوا'' کی تفسیر میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب شہداء کرام کا جنت میں بہت بڑا اعزاز واکرام کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا کوئی ہے جو ہمارے حالات کی خبر ہمارے متعلقین دنیا تک پہنچا دے۔ تا کہ وہ ہم پر غم نہ کریں۔ وہ بھی جہاد میں کوشش

کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تمہاری یہ خبر ان کو پہنچا دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی گئی۔ اسی طرح ''ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم'' میں بھی یہی کچھ بتایا گیا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے کئی واقعات موجود ہیں کہ ایک شخص فوت ہونے والا ہے اور دوسرا شخص اس کو کہتا ہے کہ میری طرف سے حضور ﷺ کو سلام عرض کرنا یا کسی دوسرے عزیز کے بارے میں کہا کہ اس کو میرا سلام کہنا اسی طرح اہل دنیا کا سلام اہل قبور تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح اہل دنیا کی دعا اہل قبور کو فائدہ دیتی ہے۔ اسی طرح اموات کی طرف ایصال ثواب کا عقیدہ صحیح ہے۔ یعنی موتی تک اہل دنیا کا بھیجا ہوا ثواب پہنچ جاتا ہے۔ ان حقایق سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض امور میں اہل قبور اور اہل دنیا کے مابین رابطہ بالکل منقطع نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا فیصلہ کن بات یہ ہے جہاں جہاں رابطہ ثابت ہے، وہاں وہاں رابطہ تسلیم کر لیا جائے اور جہاں ثابت نہیں ہے وہاں قیاس آرائی سے کام نہ لیا جائے بلکہ سپرد خدا کر دیا جائے اور موتی کا دفن کرنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کا سننا اور زائرین کے سلام کو سننا اسی طرح قلیب بدر کے کفار کا حضور اکرم ﷺ کی باتوں کو سننا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا ان امور کے ماننے میں ہمیں کوئی تامل نہیں ہے۔ ہاں! جو لوگ مشرکانہ پکار کرتے ہیں، غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔ شرکیہ افعال کرتے ہیں۔ ان سے اہل قبور کو کوئی رابطہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۶۸: متکلمین اسلام کے ہاں ''قدر مایتالم ویتلذذ'' کا قول تمام اموات کو شامل ہے نہ کہ بعض کو یعنی انبیاء و امتی کا کوئی فرق نہیں کیا۔ تمہارے ہاں فرق ہے یا نہ اگر ہے تو کیوں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: بڑی خوشی کی بات ہے کہ سائل نے متکلمین اسلام کے ارشاد کے مطابق ہر میت میں حیات کی اتنی مقدار تسلیم فرمالی کہ وہ رنج و راحت کو محسوس کرتی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ صرف رنج و راحت کو محسوس کرتی ہے یا کچھ اور کو بھی اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ متکلمین اسلام حصر نہیں فرما رہے۔ بات چونکہ عذاب قبر کی چل رہی تھی۔ اسی لئے انہوں نے فرمایا کہ ہر مردہ میں اتنی حیات ہوتی ہے کہ وہ رنج و راحت کو محسوس کرتا ہے۔ باقی امور کی وہ نفی نہیں فرما رہے۔ لہٰذا مردہ انسان کے لئے قبر میں جو کچھ قرآن و حدیث سے ثابت ہے وہ سب حق اور سچ ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ عذاب و راحت کا مفہوم وسیع تر ہے۔ عذاب میں عذاب کے سب اسباب آ گئے اور راحت میں راحت کے سب اسباب آ گئے۔ پس سلام سننا بھی من جملہ اسباب راحت ہے۔ باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ انبیاء اور امت کا کوئی فرق نہیں۔ یہ بات خود سائل کے سوال (۲۰) کے مخالف ہے۔ سائل خود لکھ چکا ہے کہ درجات کا فرق مانتا ہوں۔ یہاں فرق کو تسلیم کرتا ہے۔ وہاں فرق کا انکار کرتا ہے۔ سچ کہتے ہیں ؎

دروغ گورا حافظہ نہ باشد

سوال نمبر ۶۹: میت کے عذاب و ثواب کے لئے متکلمین اسلام کے ہاں کیا اعادہ ضروری ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! تمام علماء اسلام کے ہاں میت کی جزا و سزا کے لئے تعلق روح اور اعادہ روح ثابت اور ضروری ہے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ صریحہ متواترہ سے یہ عقیدہ ثابت ہے۔

قارئین کرام! سائل کے سامنے شرح عقائد کی یہ عبارت ہے: ''والجواب انہ یجوز ان یخلق اللہ تعالیٰ فی جمیع الاجزاء او فی بعضھا نوعاً من الادراک والحیوۃ قدر مایدرک الم العذاب او لذۃ التنعیم وبھذا لا یستلزم اعادۃ الروح فی البدن'' (شرح عقائد مع العبرا س ص ۲۰۸)

درحقیقت شرح عقائد میں عقیدہ عذاب قبر کو بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسی قبر میں مردہ انسان کے پاس منکر نکیر دو فرشتے آتے ہیں اور میت سے سوال کرتے ہیں اور اس کے بعد جزا و سزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ روافض اور بعض معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ قبر میں مردہ جماد ہے نہ اس میں حیات ہے، نہ ادراک تو عذاب قبر اس کو کیسے ہوتا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں کہا گیا کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں اتنی حیات اور اتنا ادراک پیدا کردے کہ وہ نعمتوں کی لذت کو اور عذاب کی تکلیف کو محسوس کرے اور اس سے اعادہ روح بھی لازم نہیں آتا۔

حضرات گرامی! یہ ہے شرح عقائد کی وہ عبارت جس سے سائل نے یہی سمجھا کہ متکلمین اسلام میت میں ادراک اور حیات کے تو قائل ہیں، لیکن وہ اعادہ روح کے قائل نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ سائل کا سوء فہم ہے۔ درحقیقت اس نے متکلمین اسلام کی بات کو سمجھا ہی نہیں۔ چنانچہ شرح عقائد کے شارح علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وعندی فی هذا الجواب بحث وهو ان الاحادیث الصحیحة ناطقة بان الروح یعاد فی الجسد عند السوال فالجواب بانکار الاعادة غیر موجه" (شرح عقائد مع العبراس ص ۲۰۹) یعنی میرے نزدیک اس جواب میں بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ بے شک احادیث صحیحہ اس بات پر ناطق ہیں کہ قبر میں سوال کے وقت اعادہ روح ہوتا ہے۔ پس اعادہ روح کا انکار کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس تردید کے ساتھ علامہ پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقائد کی مذکورہ بالا عبارت کا صحیح مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وحاصل الجواب ان المستلزم لاعادة الروح انما هو الحیوة الکاملة واما ادراک الالم واللذة فیمکن ان یحصل بادنی تعلق للروح بالبدن سواء کان الروح فوق السماء السابعة او محبوساً فی سجین" (شرح عقائد مع العبراس ص ۲۰۹) یعنی شرح عقائد میں جو یہ جواب دیا گیا ہے کہ میت میں اتنی مقدار حیات ادراک کی تسلیم کرنے سے جس سے وہ رنج وراحت کو محسوس کرے...... سے اعادہ روح لازم نہیں آتا۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں حیات کاملہ کی نفی کرنا مقصود ہے۔ یعنی قبر میں ایسے طریقہ سے کاملاً اعادہ روح ہو جائے کہ میت میں حیات کامل آجائے۔ یعنی وہ دنیا والی پہلی حالت پر آجائے۔ حتیٰ کہ والبعث بعد الموت قبل از وقت متحقق ہو جائے تو ایسا اعادہ قبر میں نہیں ہوتا بلکہ روح کا بدن کے ساتھ ادنیٰ قسم کا تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ نکیرین کے سوالات کو سنتا اور جواب دیتا ہے اور رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ خواہ روح سجین میں ہو یا آسمان میں ہو۔ بہر حال اس کا بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے تو معلوم ہوا کہ "هذا لا یستلزم اعادة الروح فی البدن" کا مطلب اعادہ کاملہ کی نفی کرنا ہے نہ کہ ہر قسم کے اعادہ کی۔ اور علماء اسلام بھی یہی فرماتے ہیں کہ قبر میں ایسا اعادہ روح نہیں ہوتا جس سے آدمی دنیا والی پہلی حالت پر واپس آجائے۔ بلکہ غیر معلوم الکیفیت اعادہ ہوتا ہے جس سے مردہ انسان نکیرین کے سوال کو سمجھتا ہے، جواب دیتا ہے اور عذاب وراحت کو محسوس کرتا ہے اور وہاں عالم قبر و برزخ میں ہی رہتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ علماء اسلام اور متکلمین اسلام ایک موقف رکھتے ہیں۔ ان کی باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے اور اس کے ساتھ سائل کی کج فہمی بھی ظاہر ہوگی کہ اس نے متکلمین اسلام کی عبارت سے یہ سمجھا کہ وہ ہر قسم کے اعادہ روح کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہر قسم کے اعادہ روح کا انکار نہیں کرتے بلکہ انکار کرتے ہیں۔ ایسے اعادہ کا جس سے حیات کاملہ حاصل ہو جائے اور آدمی دنیا والی پہلی حالت پر واپس آجائے اور اثبات کرتے ہیں۔ ایسے اعادہ کا جس سے مردہ انسان نکیرین کے سوال کو سمجھتا ہے اور جواب دیتا ہے اور رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا سائل کا متکلمین اسلام کی طرف ہر قسم کے اعادہ کی نفی کرنا ان پر بہتان عظیم اور کذب صریح ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ!

سوال نمبر ۷۰: کیا متکلمین اسلام نے موت کے بعد میت کی حیات کو دنیوی زندگی پر قیاس کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: علما اہل سنت میں سے کوئی عالم دین بھی قبر کی زندگی کو حیات دنیا پر قیاس نہیں کرتا۔ یہ کاروبار تو عصر ہذا کے معتزلہ کا ہے، جس سے ہمارے علماء بری الذمہ ہیں۔ ہاں! وہ یہ ضرور فرماتے ہیں کہ قبر کی جزاوسزا میں دنیا والا جسد عنصری شامل رہتا ہے۔

سوال نمبر ۷۱: متکلمین اسلام نے حیات برزخی احساس برزخی مان کر مردے پر میت کا اطلاق کیا ہے۔ جب کہ تم نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کا مماتی کہہ کر مذاق اڑایا کیوں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: متکلمین اسلام سمیت تمام علماء اسلام یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قبر میں مردہ انسان کی طرف غیر معلوم الکیفیت اعادہ روح ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان نکیرین کے سوالات کو سنتا سمجھتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے اور پھر جزاوسزا کے لئے ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان رنج وراحت وغیرہ کو محسوس کرتا ہے۔ اس سب کے باوجود موت پا جانے والوں کو میت کہنا بھی درست ہے۔ کیونکہ وہ موت کا محل وقوع بن چکے ہیں۔ ہاں! وہ میت ہیں۔ باعتبار عالم دنیا کے اور زندہ ہیں۔ باعتبار عالم قبر و برزخ کے ذہن نشین فرمالیں کہ زندہ اور مردہ کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ لیکن مولوی محمد ایاز اور اس کی معتزلہ برادری ان عقائد پر ایمان نہیں رکھتی۔ اس لئے ان کو مماتی کہا جاتا ہے۔ مثلاً عصر ہذا کے معتزلہ قبر میں اعادہ روح اور تعلق روح کے قائل نہیں۔ روح اور جسد عنصری دونوں کی جزاوسزا کے قائل نہیں ہیں بلکہ اس پر قسم وقسم کے عقلی شبہات وارد کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ میت صرف جسد عنصری کو کہتے ہیں اور الحیات بعد الوفات کا جہاں ذکر آتا ہے اس کو روح کے ساتھ مختص کر دیتے ہیں۔ وغیرہ! امور کی وجہ سے ان کو علماء اہل سنت مماتی کہتے ہیں اور ایسا کہنے میں وہ حضرات حق بجانب ہیں۔

سوال نمبر ۷۲: متکلمین اسلام تو قدر ما یتالم کے قائل ہیں۔ پھر تم نے دنیا والوں کی پکاروں آوازوں کے سننے کا عقیدہ اپنی جانب سے کیوں تراش لیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال تکرار بے کار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ علماء اہل سنت دیوبند غیر اللہ کی پکار وغیرہ کو جائز نہیں کہتے ہیں بلکہ غیر اللہ سے مافوق الاسباب مدد مانگنے کو شرک جلی قرار دیتے ہیں۔ شرک وبدعت سے ہمارے علماء دور ونفور رہتے ہیں۔ باقی رہا حضور اکرم ﷺ کا اور اسی طرح دیگر موتی کا سلام وغیرہ سننا جس حد تک ثابت ہے۔ اس کے ہمارے اکابر رحمہم اللہ قائل ہیں۔ ہمارے فقہاء اسلام نے جہاں حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے آداب لکھے ہیں، وہاں سلام کرنا اور سلام پہنچانا اور استشفاع کرنا بھی لکھا ہے۔ کیوں مولانا ایاز! آپ متکلمین اسلام کی بات کو تو مانتے اور فقہاء اسلام کی کیوں نہیں مانتے۔ کیا متکلمین اسلام نے سلام وغیرہ کے سننے کا انکار کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو ثابت کریں۔ جی بسم اللہ! اگر وہ انکار نہیں کرتے تو تم کیوں انکار کرتے ہو۔ باقی رہے فقہاء اسلام وہ بھی بلا دلیل ایسا نہیں فرما رہے۔ بلکہ ان کے پاس کتاب وسنت اور اجماع امت کے دلائل موجود ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ تم ان دلائل کا کیوں انکار کرتے ہو۔

سوال نمبر ۷۳: متکلمین اسلام تو قدر ما یتالم کے قائل ہیں۔ پھر تمہارے ہاں اعادہ کا عقیدہ کیوں ضروری ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال بہ تکرار ہونے کی وجہ سے بے ہودہ اور فضول اور لایعنی

ہے۔ جواب بالتفصیل گزر چکا ہے۔ مختصراً پھر سن لیجئے۔ مولانا اشاعتی صاحب! متکلمین اسلام میں سے کوئی ایک ایسا نہیں ہے جو اعادہ روح اور تعلق روح کا انکار کرتا ہو۔ اگر آپ کے علم میں کوئی ایسا شخص ہے جو تعلق کا انکاری ہو تو مہربانی فرما کر اس کا نام بتائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر قسم کے تعلق کا منکر دنیا میں آیا ہی نہیں۔ خواہ متکلم ہو یا فقیہ، محدث ہو یا مفسر، صوفی ہو یا محقق، مقلد ہو یا غیر مقلد۔ بہرحال تعلق کے منکر کو کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ کیوں خواہ مخواہ متکلمین اسلام کو بدنام کر رہے ہو کیا تم صرف متکلمین اسلام کے مانتے ہو۔ فقہاء اسلام کی نہیں مانتے۔ محدثین، مفسرین کی نہیں مانتے۔ علماء احناف اور علماء دیوبند کی نہیں مانتے۔ قرآن وحدیث کی نہیں مانتے؟ حالانکہ یہ سب تعلق کے قائل ہیں۔ اسی لئے ہم بھی قائل ہیں۔ تم تعلق کے منکر بن کر کن لوگوں کی صفوں میں کھڑے ہو؟

سوال نمبر ۷۴: بعد الوفات تم کیا صرف نبی کریم ﷺ کی حیات کے قائل ہو یا تمام انبیاء کے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: وفات کے بعد نبی کریم ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو خصوصی اور امتیازی حیات قبر میں حاصل ہے۔ ویسے الحیات بعد الوفات تمام موتی کو حاصل ہے جس کی وجہ سے قبر کا حساب لیا جاتا ہے اور ثواب وعقاب ہوتا ہے۔ لیکن درجات کا تفاوت یقینی اور حتمی ہے۔ اسی پر قرآن وحدیث ناطق ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ عذاب قبر حیات قبر کو لازم ہے۔ فافہم!

سوال نمبر ۷۵: پھر تم کیا بعد الوفات صرف تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے قائل ہو یا شہداء کے بھی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سوال لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ عالم قبر وبرزخ میں انبیاء شہداء اور تمام موتی کو درجہ بدرجہ حیات حاصل ہے اور اسی حیات پر جزاوسزا کا سلسلہ چلتا ہے۔

سوال نمبر ۷۶: پھر بعد الموت کیا تم صرف شہداء کی حیات دنیوی تک ہی قائل ہو؟

سوال نمبر ۷۷: پھر تم کیا بعد الوفات حیات دنیوی کے صرف اولیاء کی حد تک قائل ہو؟

سوال نمبر ۷۸: پھر تم کیا بعد الوفات حیات دنیوی کے صرف مومنین کی حد تک قائل ہو؟

سوال نمبر ۷۹: یا بعد الموت حیات دنیوی کے کفار کی حد تک قائل ہو؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کے یہ چاروں سوال تکرار کی وجہ سے لایعنی ہیں۔ ان کے جوابات بھی دیئے جا چکے ہیں۔ دوبارہ بھی سن لیجئے۔ ہمارے تمام اکابر ہر مردہ کے لئے الحیات بعد الوفات کے قائل ہیں۔ البتہ یہ حیات درجہ بدرجہ ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات سب سے اعلیٰ اور ارفع وبرتر ہے۔ چونکہ یہ حیات عالم قبر وبرزخ میں حاصل ہے۔ اسی لئے اس کو حیات برزخیہ کہا جاتا ہے۔ ہاں! اس حیات برزخیہ میں ہر انسان کا دنیا والا جسد عنصری شامل ہے۔ خواہ وہ جسد اپنی اصلی حالت پر قائم ہو یا کسی اور شکل میں متحلل ہو گیا ہو، بہرحال وہ قبر وبرزخ کی جزاوسزا میں شامل رہتا ہے۔ جن حضرات نے قبر کی اس حیات برزخیہ کو حیات دنیویہ سے تعبیر کیا ہے، ان کی مراد بھی صرف اتنی ہے۔ ہمارے کسی بزرگ نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ قبر کی زندگی ہر طرح سے اور ہر لحاظ سے حیات دنیوی ہے۔ نیز جو شخص ہمارے اکابر کے متعلق یہ خیال کرتا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی کو ہر طرح سے اور ہر لحاظ سے مع جمیع اللوازمات حیات دنیویہ کہتے ہیں تو یہ صرف ان کا سوء فہم ہی نہیں بلکہ اکابر پر بہتان عظیم اور الزام بھی ہے۔

سوال نمبر ۸۰: اگر تم بعد الموت حیات دنیوی کے کفار کی حد تک بھی قائل ہو تو پھر انبیاء بشمول نبی

کریم ﷺ کی بعد الوفات حیات برزخی کو جو تم حیات دنیوی ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہو، یہ ناکام کوشش پھر صرف بعنوان حیات النبی ﷺ یا حیات الانبیاء ہی کیوں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مرنے کے بعد کفار کو عالم قبر و برزخ میں جو حیات حاصل ہے، وہ بھی حیات برزخی ہے۔ البتہ اس حیات میں انکا دنیا والا جسد عنصری شامل حیات ہوتا ہے اور روح اور جسد کے مجموعہ کو عذاب دیا جاتا ہے، جس کو وہ محسوس کرتے ہیں۔ باقی رہا سائل کا یہ طعنہ دینا کہ حیات النبی ﷺ اور حیات انبیاء کیوں، تو گزارش یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر کفار تو کجا وہ تو شہداء کرام کی حیات سے بھی اعلیٰ ارفع اور برتر ہے اور ان کی اسی خصوصی حیات کا یہ عالم ہے کہ اس کے اثرات تو دنیا تک پہنچے ہیں کہ ان کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ وغیرہ وغیرہ! معلوم ہوا کہ حیات النبی ﷺ اور یا حیات الانبیاء کرام علیہم السلام کا عنوان ان کی خصوصی اور امتیازی شان کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ باقی رہا سائل کا یہ الزام کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ کو حیات دنیویہ ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہو تو یہ بھی سائل کا الزام اور بہتان عظیم ہے۔ ہم لوگ حیات برزخیہ کو حیات دنیویہ کہنے پر تلے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ تمہاری بدفہمی ہے ہم جس بات پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ یہ عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام عالم قبر و برزخ میں دنیا والے جسد کے ساتھ بایں طور زندہ ہیں کہ ان کے ارواح کا ان کے اجسام عنصریہ سے تعلق ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ زائرین کا سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں اور اس قسم کی دوسری خصوصیات بھی ان کو حاصل ہیں۔ اشاعتی لوگ دنیا والے جسد اطہر کی بجائے ایک دوسرا جسد مثالی تجویز کرتے ہیں۔ ہمارا ان کے ساتھ جھگڑا یہ ہے کہ تم اصلی جسد کے ہوتے ہوئے نقلی کا قول کیوں کرتے ہو۔ اصلی سے قطع تعلق کر کے نقلی میں داخل کیوں سمجھتے ہو۔ اگر تم لوگ روح مبارک کا اصلی جسد سے تعلق مان لو تو یہ معمہ یہیں ختم ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر ۸۱: پھر موت کے بعد تم کیا میت میں حیات با اعادہ روح کے قائل ہو؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال تکرار لا یعنی ہے۔ جوابات بھی کئی بار دیئے جا چکے ہیں۔ تاہم پھر بھی سن لیجئے کہ علماء اہل سنت دیو بند کثر اللہ سوادہم حیات قبر بہ تعلق روح کے قائل ہیں۔ جس پر قرآن وحدیث شاہد عدل ہیں۔ اسی پر اجماع امت ہے اور یہی عقیدہ متکلمین اسلام اور علماء اسلام کا ہے۔ اہل سنت میں کوئی ایک ایسا عالم دین نہیں گزرا۔ جس نے ہر قسم کے تعلق کا انکار کیا ہو، اگر آپ کے معلومات میں کوئی ایسا شخص ہے تو اس کا نام پیش کریں اور انعام پائیں۔ لیکن قیامت کی صبح تک آپ تعلق کا منکر نہیں دکھا سکتے۔ یہ آپ کے بس کا روگ ہی نہیں ہے۔

سوال نمبر ۸۲: یا موت کے بعد تم میت میں حیات بہ تعلق تصرف کے قائل ہو؟

الجواب باسم ملہم الصواب: علماء اہل سنت موت کے بعد عالم و برزخ میں بہ تعلق روح مع الجسد العنصری حیات کے قائل ہیں، جس کی وجہ سے مردہ انسان کے اندر ادراک وشعور پیدا ہوتا ہے۔ وہ نکیرین کو پہچانتا ہے۔ ان کی باتوں کو سنتا سمجھتا ہے اور اپنی زبان سے ان کو جواب دیتا ہے اور قبر کے رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ اہل دنیا کی طرف سے اگر اللہ تعالیٰ ان کی طرف کوئی چیز پہنچا دے تو اس کا اس کو ادراک ہوتا ہے۔ الغرض اس قسم کی جو چیزیں قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، ان پر ہمارا ایمان ہے۔ لیکن آپ بتائیں تعلق تصرف سے آپ کی کیا مراد ہے۔ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ تعلق روح کی وجہ سے جسم نشوونما پاتا ہے۔ جیسا کہ دنیا میں تھا یہ تصرف وہاں نہیں ہوتا۔

سوال نمبر ۸۳: یا موت کے بعد تم میت میں حیات غیر شعور کے قائل ہو؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال مبہم ہے۔ نامعلوم حیات غیر شعوری سے ان کی مراد کیا ہے۔ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ قبر کی زندگی ہمارے شعور سے بالاتر ہے تو یہ بات ٹھیک ہے اور ''ولکن لا تشعرون'' کے درجہ میں ہے اور قبر کی یہ زندگی غیر محسوس اور غیر مبصر ہے۔ اگر ان کی مراد کچھ اور ہے تو وہ مراد واضح فرمائیں۔

سوال نمبر ۸۴: میت کی حیات برزخی میں کیا اعادہ روح ضروری ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! اعادہ روح ضروری ہے۔ کیونکہ متکلمین اسلام نے فرمایا ہے۔ بدن کے ساتھ روح کا تعلق نہ ہو اور بلا تعلق بدن میں عذاب وثواب ہو، یہ سفسطہ ہے۔ معقول اور صحیح صورت یہی ہے کہ قبر کا ثواب وعقاب تعلق روح کے ساتھ ہے۔

سوال نمبر ۸۵: پھر آپ کے نزدیک بصورت اعادہ روح وہ روح دنیوی ہوگی یا برزخی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کے بعد مکمل انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ عالم برزخ میں داخل ہوجاتا ہے اور سوال کے لئے قبر میں جو اعادہ ہوتا ہے، وہ ایسا نہیں ہے کہ آدمی دنیا والی پہلی حالت پر واپس آجائے۔ ہاں! ایسا اعادہ تو قیامت کے دن ہوگا جس کی وجہ سے انسان پہلی حالت پر واپس آجائے گا۔ لہٰذا قبر والے اعادہ سے پہلی حالت پر واپس نہیں آتے۔ بلکہ عالم قبر وبرزخ میں ہی رہتے ہیں اور قبر کا یہ اعادہ ان کی حیات برزخیہ کے منافی نہیں ہے۔

سوال نمبر ۸۶: پھر وہ اعادہ روح بالجملہ ہے یا فی الجملۃ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: عالم قبر وبرزخ میں مردہ انسان کی طرف حساب وکتاب کے لئے اور جزا وسزا کے لئے اعادہ روح کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ لیکن اس کی کیفیت اور کنہ ہمیں نہیں بتائی گئی۔ کیونکہ یہ امور عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس میں قیاس آرائی بھی نہیں ہوسکتی۔ پس تعلق کو ماننا ضروری ہے اور اس کی کیفیت سپرد خدا ہے۔ ہاں! یہ بات یقینی ہے کہ وہ اعادہ ایسا نہیں ہے کہ آدمی حیات کاملہ پا کر عالم قبر وبرزخ سے نکل کر عالم دنیا میں اپنی پہلی حالت پر واپس آجائے۔

سوال نمبر ۸۷: اگر اعادہ روح فی الجملۃ ہو تو اس کی دلیل قطعی تمہارے پاس کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اعادہ روح کی حدیثیں علماء محدثین کے نزدیک درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن اس کی کیفیت نہیں بتائی گئی۔ جو چیزیں ہمیں نہیں بتائی گئی اس کے جاننے کے ہم مکلف نہیں ہیں۔

سوال نمبر ۸۸: آیت تردید اعادہ: ''فیمسک التی قضی علیها الموت'' روایت بالجملہ تم دونوں کے منکر کیوں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الحمد للہ! ہمارے اکابر رحمۃ اللہ علیہم علماء اہل سنت کسی آیت اور کسی صحیح روایت کے منکر نہیں ہیں۔ یہ تمہارا الزام ہے۔ باقی رہی قرآن مجید کی یہ آیت: ''فیمسک التی قضی علیها الموت'' تو یہ آیت اوّلاً تو اعادہ روح کی تردید کرتی ہی نہیں۔ بلکہ یہ آیت اعادہ انسان الی الدنیا کی تردید کرتی ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس انسان پر اللہ تعالیٰ موت کا فیصلہ فرما دیتے ہیں۔ اس کو عالم قبر وبرزخ میں روک لیتے ہیں۔ عالم دنیا میں واپس نہیں آنے دیتے۔ ثانیاً اگر آپ بضد ہیں کہ امساک سے مراد امساک انسان نہیں ہے بلکہ امساک روح ہے تو یقیناً قضی علیها الموت سے بھی روح مراد ہوگی تو اس آیت سے امساک روح کے ساتھ ساتھ موت روح بھی ثابت ہوجائے گی۔ جب روح کی موت ثابت ہوگی تو وہ جسد مثالی کی طرف کیسے آئے گی اور آپ کی حیات برزخیہ کیسے ثابت ہوگی۔ بر سبیل

تنزل اگر آپ ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' سے امساک روح مراد لیتے ہیں تو یہ بھی اعادہ روح کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ امساک روح سے مراد اعادہ کاملہ کی نفی ہے۔ یعنی روح کا جسم کی طرف ایسا اعادہ ہو جائے کہ جسم میں حیات کاملہ حاصل ہو جائے اور مردہ انسان بالکل اپنی دنیاوالی پہلی حالت پر واپس آجائے اور ''والبعث بعد الموت'' قبل از وقت متحقق ہو جائے۔ لیکن ایسے اعادہ کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ بلکہ جن حدیثوں میں اعادہ روح کی تصریح ہے۔ وہاں سے ایک خاص قسم کا تعلق مراد ہے۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اعادہ روح فی القبر کسی صورت میں بھی ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کے خلاف نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت کے انکار کی نسبت ہماری طرف کرنا بہتان عظیم اور کذب صریح ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ الزام کہ تم لوگ روایت بالجملۃ کے منکر کیوں ہو تو گزارش ہے کہ اس بات کی ذرا وضاحت فرمائیں کہ روایت بالجملۃ سے مراد کیا ہے۔

سوال نمبر ۸۹: برزخ عالم غیب ہے اس میں آپ کی اپنی جانب سے قیاس آرائیاں کیوں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: واقعی ہے عالم قبر و برزخ اور اس کے حالات عالم غیب کی چیزیں ہیں۔ ہمارے اکابر علماء اہل سنت دیوبند عالم غیب میں قطعاً قیاس آرائیاں نہیں کرتے۔ آپ کا یہ الزام بہتان عظیم اور کذب صریح ہے۔ ہاں! عالم غیب کے جو امور کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہیں، اس پر ہمارا ایمان اور یقین ہے۔ ہم کسی ثابت شدہ عقیدے کو عقل کی بنیاد پر رد کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ تو باطل پرستوں کا وطیرہ ہے۔

سوال نمبر ۹۰: احوال غیب کے بیان کے لئے دلیل قطعی کیا آپ کے نزدیک ضروری نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! ضروری ہے۔ الحمدللہ! ہمارا کوئی عقیدہ اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت سے ثابت نہ ہو۔ باقی رہیں اخبار احاد ان سے عقائد کی تفصیلات اور جزئیات ثابت کرنا بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ جس کا کوئی منصف مزاج آدمی انکار نہیں کر سکتا۔

سوال نمبر ۹۱: اعادہ فی الجملۃ مخصوص جز کی مخصوص صریح دلیل ضروری ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: عالم قبر و برزخ میں حساب وکتاب کے لئے اعادہ روح احادیث صحیحہ متواترہ صریحہ سے ثابت ہے۔ جس پر ایمان لانا ایک سنی مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ باقی رہیں کیفیات جو ہمیں نہیں بتائی گئیں وہ ہم بھی نہیں بتا سکتے۔ لہٰذا ان امور کا معاملہ سپرد خدا ہے۔

سوال نمبر ۹۲: اعادہ عارضی غیر منافی موت۔ ''تعلق لا یعلم کنھہ الا اللہ'' پر دنیاوی احکام کس طرح متفرع ہو سکتے ہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الحمدللہ! سائل نے ایسا اعادہ روح تسلیم کر لیا جس کی کنہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور یہ اعادہ موت کے منافی بھی نہیں ہے۔ حالانکہ گزشتہ سوالات میں سائل نے مسلسل مطلقاً اعادہ روح کی تردید کی۔ اگر اب ایک خاص قسم کا اعادہ تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے لئے یہ بھی غنیمت ہے۔ اگرچہ سائل کے گزشتہ تمام سوالات پر پانی پھیر چکا ہے۔ باقی رہا کہ اس اعادہ پر احکام دنیا کیسے مرتب ہوتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ترتب احکام دنیا سے سائل کی کیا مراد ہے۔ وضاحت فرمائیں باقی رہا ہمارا موقف تو وہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث اور اجماع سے جن احکام کا مرتب ہونا ثابت ہے۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر ایمان رکھنے سے ہمیں کوئی عار اور جھجک محسوس نہیں ہو رہی۔ بہر حال ثابت شدہ حقائق کو ماننا ہمیں اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا ہے۔ ایسے امور کو رد کرنا تو باطل پرستوں کا شیوہ ہے۔

سوال نمبر ۹۳: بعد الموت میت کا تعلق تصرف آپ کے نزدیک تمام اعضاء میں ہوتا ہے یا بعض اعضاء میں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اعادہ روح فی القبر الی العبد تو احادیث متواترہ صریحہ سے ثابت ہے اور اس کی جو تفصیلات قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، وہ سب برحق ہیں اور اسی عالم غیب کی جو باتیں ہمیں نہیں بتائی گئیں اس کے ہم مکلف نہیں ہیں۔

سوال نمبر ۹۴: کیا آپ کے نزدیک بعد الوفات صرف نبی کریم ﷺ سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۹۵: یا آپ کے نزدیک بعد الوفات تمام انبیاء سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۹۶: کیا آپ کے نزدیک بعد الوفات انبیاء وشہداء دونوں سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۹۷: کیا آپ کے نزدیک مومنین بعد الموت سنتے ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۹۸: کیا آپ کے نزدیک کفار بھی بعد الموت سنتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جہاں تک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کا تعلق ہے تو اس بارے میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کے یہ کہے اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیں۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس جواز کے واسطے کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منع کیا ہے۔ وہ دوسری نوع کی استعانت ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتی کا مسئلہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت سے مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا اسلام کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا۔ بہر حال یہ مسئلہ مختلفہ ہے۔ اس میں بحث مناسب نہیں۔“ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۴، ۶۹)

ملحق تالیفات رشیدیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تعلیق سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور وہ اجماعی اور اتفاقی عقیدہ ہے۔ اس پر ہر سنی مسلمان کو ایمان لانا ضروری ہے اور جو شخص اس اجماع کا انکار کرتا ہے وہ نہ سنی ہے نہ دیوبندی۔ باقی رہے عام موتی تو ان کے سماع کے بارے میں عادلانہ اور منصفانہ رائے وہ ہے جسے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ” مسئلہ سماع موتی زمانہ قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ کلام اس میں طویل ہے۔ میرا ایک مستقل رسالہ بزبان عربی بنام اعدل الامور فی سماع اہل القبور بشکل مسودہ موجود ہے۔ مگر ہنوز شائع نہیں ہوا۔ اس میں سے خلاصہ کر کے حقیقت لکھتا ہوں۔ وہ یہ کہ:

حیات بعد الممات انبیاء وشہداء کی تو اپنے اپنے درجوں کے موافق ثابت ہی ہے۔ عام اموات کی ارواح کا زندہ ہونا بھی ثابت ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ نوعیت اس حیات کی حیات ناسوتی مختلف ہے۔ وہ حیات ایک دوسرے عالم کی حیات ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کہ یہ جو شخص دنیوی زندگی میں ہمارا کلام سنا کرتا تھا، وہ بعد الموت بھی اسی طرح سنا کرے۔ یہ ضروری نہیں اس کے لئے کوئی دلیل مستقل ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے دلیل عقلی نہ کوئی اثبات پر قائم ہے نہ نفی پر۔ اب صرف دلیل نقلی رہ گئی۔ سو اس میں قرآن وحدیث کے متعدد نصوص ہیں۔ بعض اموات کا یا عام اموات کا خاص خاص حالات میں احیاء کا کلام سننے بلکہ بعض جگہ جواب دینے کا بھی ثبوت موجود ہے۔ لیکن ان سے کوئی ضابطہ کلیہ مستفاد

نہیں ہوتا کہ ہر مردہ ہر شخص کا کلام ہر وقت سن سکتا ہے۔ اس لئے سیدھا راستہ یہ ہے کہ جن مواقع میں سماع موتیٰ کسی روایت سے ثابت ہے، اس کا اقرار کرلیا جائے اور جہاں قرآن وحدیث ساکت ہیں، وہاں یہ اختیار کیا جائے نہ اثبات کرے نہ نفی۔ ہاں کسی شخص کو بذریعہ کشف سننا معلوم ہو جائے اور وہ اس کو سمجھے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس سے بھی یہ قاعدہ کلیہ نہیں بنتا کہ ہر میت ہر وقت ہر شخص کا کلام سن سکتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اس کے یقین کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ہم جس وقت جس میت سے جو کلام کریں گے وہ ضرور سنے گا اور ایسا عقیدہ رکھنا بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ جب اصل مسئلہ کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اب مسئلہ زیر بحث یعنی دعا میں الفاظ مذکورہ کا استعمال اس بے اصل عقیدہ پر مبنی ہے۔ اس لئے درست نہیں۔ ہاں! اگر کسی کا عقیدہ یہ نہ ہو بلکہ اسی احتمال پر کہہ دے کہ شاید سن لیں اور دعا کریں تو فی نفسہ مضائقہ نہیں۔ لیکن دوسرے کے سامنے ایسے الفاظ کا استعمال ان کے عقیدہ کو فاسد کرے گا۔ اس لئے احتراز کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ سبحانہ اعلم!'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۳۹، ۴۴۰)

مسئلہ سماع اموات کے بارے میں مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ''یہ مسئلہ کہ مردے کوئی کلام سن سکتے ہیں یا نہیں، ان مسائل میں سے ہے جن میں خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہم اختلاف رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سماع موتیٰ کو ثابت قرار دیتے ہیں اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں۔ اسی لئے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین میں بھی دو گروہ ہوگئے۔ بعض اثبات کے قائل ہیں۔ بعض نفی کے اور قرآن کریم میں یہ مضمون ایک تو اسی موقع پر سورۃ نمل میں آیا ہے، دوسرے سورۃ روم میں۔ تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ دوسرے آیت اور سورۃ فاطر میں یہ مضمون ان الفاظ سے آیا ہے۔ ''وما انت بمسمع من فی القبور'' یعنی آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو کہ قبروں میں ہیں۔ ان تینوں آیتوں میں یہ بات قابل نظر ہے کہ ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ مردے سن نہیں سکتے۔ بلکہ تینوں آیتوں میں نفی اس کی گئی ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ تینوں آیتوں میں اسی تعبیر عنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت تو ہوسکتی ہے، مگر باہم اختیار خود ان کو نہیں سنا سکتے۔'' (ج ۶ ص ۶۰۳)

معارف القرآن مزید حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو سماع اموات کے قائل ہیں۔ ان کا یہ قول بھی ایک صحیح حدیث کی بناء پر ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسناد صحیح کے ساتھ منقول ہے۔ وہ یہ ہے کہ: ''جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس مردے کی روح اس میں واپس بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔''

اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ جب کوئی شخص اپنے مردہ مسلمان بھائی کی قبر پر جاکر سلام کرتا ہے تو وہ مردہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور جواب دیتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اس کی روح اس دنیا میں واپس بھیج دیتے ہیں۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل یہ کہ مردے سن سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا سننا اور ہمارا سنانا ہمارے اختیار میں نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں سنا دیں۔ جب نہ چاہیں نہ سنائیں۔'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۳)

نیز مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں۔ ''سورۃ نمل، سورۃ روم، سورۃ فاطر کی آیات سے بھی ثابت ہے کہ مردوں کو سنانا ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں، سنا دیتے ہیں۔ اس لئے جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیحہ سے سننا ثابت ہے۔ وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں۔ اس لئے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے نہ قطعی نفی کی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۴)

ہمارے دیگر علماء کی بھی رائے یہی ہے جو یہاں ذکر کی گئی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع عند القبور اجماعی اور اتفاقی عقیدہ ہے۔ باقی رہے دوسرے مردے جہاں جہاں حدیثوں سے ان کا سماع ثابت ہے۔ تسلیم کر لینا چاہئے۔ باقی کا سماع سپرد خدا کر لینا چاہئے۔ اللہ چاہے تو سنا دے نہ چاہے تو نہ سنائے۔

سوال نمبر ۹۹: کیا آپ کے نزدیک قبر میں مدفون بزرگ یا ہر میت ہر زائر کی آواز یا نداء سنتا ہے یا بعض بعض زائرین کی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ باقی رہے عام مردے کہ جہاں جہاں حدیثوں میں ان کا سماع ثابت ہے، تسلیم کر لیا جائے اور بقیہ کو سپرد خدا کر لیا جائے۔

سوال نمبر ۱۰۰: پھر کیا آپ کے نزدیک صرف مومن میت، زائر کی آواز یا پکار سنتا ہے یا کافر میت بھی یہ پکاریں سنتا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا جائز نہیں ہے۔ نبیوں کا قریب سے سننا برحق ہے۔ ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ مومن کافر وغیرہ کو جب چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں۔ جہاں حدیثوں سے سماع موتی ثابت ہے وہ برحق ہے۔

سوال نمبر ۱۰۱: پھر کیا آپ کے نزدیک میت ہر بات سنتا ہے یا بعض بعض باتیں؟

سوال نمبر ۱۰۲: اچھا! پھر کیا آپ کے نزدیک میت ہر وقت سنتا ہے یا بعض اوقات؟

الجواب باسم ملہم الصواب: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سننے پر اجماع امت ہے۔ قریب سے وہ بالاتفاق سنتے ہیں۔ جہاں جہاں حدیثوں میں عام موتی کا سماع ثابت ہے، وہاں مان لیا جائے۔ بقیہ امور کو سپرد خدا کرنا چاہئے۔

سوال نمبر ۱۰۳: مرنے کے بعد کافر صم وغیر صم (بہرے وغیرہ بہرہ) یعنی بہرے کافر اور غیر بہرے کافر کے سماع میں آپ کے نزدیک فرق ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مرنے کے بعد جو لوگ عالم قبر و برزخ میں جاتے ہیں تو دنیا کے بہرے اندھے، گونگے وغیرہ سب کے سب نکیرین کی باتوں کو سنتے ہیں، سمجھتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ پھر حسب حیثیت جزاو سزا کا مورد بنتے ہیں۔ باقی رہی اہل دنیا کی کوئی بات مثلاً سلام کلام وغیرہ تو اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں۔ ''ان اللہ یسمع من یشاء''

سوال نمبر ۱۰۴: اگر آپ کے نزدیک کوئی فرق ہے یعنی مرنے کے بعد دنیا کا بہرہ آپ کے نزدیک سنتا اور غیر بہرہ نہیں سن سکتا تو بہرے اور غیر بہرے کی قبر کا علم پھر کیسے ہوگا؟

الجواب باسم ملہم الصواب: بہرے اور غیرے کی قبر کا علم حاصل کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں۔ نبیوں کا سماع اجماعی ہے۔ باقیوں کا اختلافی۔

سوال نمبر ۱۰۵: پھر کیا آپ کے نزدیک انسان کی آوازوں میں بعض باتیں (یعنی سلام پیغام پکار آذان) ہی میت سنتے ہیں اور کیا غیر انسان کی نہیں سنتے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موتی غیر اللہ کی پکار کو نہیں سنتے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے سناتا ہے۔ بخاری شریف میں جوتیوں کی آہٹ کا سننا ثابت ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ جو چاہتے سو سناتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۰۶: کیا آپ کے نزدیک میت بعض باتیں (سلام پیغام، پکار آذان انسان کی آواز) ہی سنتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سنتے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ''ان اللہ یسمع من یشاء''

سوال نمبر ۱۰۷: یا آپ کے نزدیک میت بعض باتیں صلوٰۃ وسلام ہی سنتا ہے۔ باقی نہیں؟

سوال نمبر ۱۰۸: یا میت صرف ''قرع النعال'' ہی سنتا ہے؟

سوال نمبر ۱۰۹: کیا میت ہر زائر کا ''قرع النعال'' سنتا ہے یا بعض بعض زائرین کا۔

سوال نمبر ۱۱۰: پھر یہ زائر کا ''قرع النعال'' صرف فوت شدہ نبی، ولی، مومن ہی سنتے ہیں؟

یا یہ زائر کا ''قرع النعال'' کیا صرف فوت شدہ نبی، ولی، مومن ہی سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۱: یا یہ زائر کا ''قرع النعال'' بعد الوفات صرف نبی سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۲: یا یہ زائر کا ''قرع النعال'' بعد الوفات صرف ولی سنتا ہے؟

سوال نمبر ۱۱۳: پھر یہ ''قرع النعال'' ہر جگہ سے میت سنتا ہے؟

سوال نمبر ۱۱۴: یا عند القبر ''قرع النعال'' سنتا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ان سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مردہ کو دفن کرنے والے لوگ واپس لوٹتے ہیں تو مردہ ان واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کو سن رہا ہوتا ہے کہ اسی کے پاس حسب وکتاب والے دو فرشتے آجاتے ہیں اور حساب وکتاب کی کارروائی شروع کر دیتے ہیں۔ اس حدیث میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ انسان قریب سے آہٹ سنتا ہے اور یہ بھی ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبر کے حساب وکتاب سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ بھی ہمارے بزرگوں کا عقیدہ ہے کہ اس کے سماع میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سلام کا سننا قدموں کی آہٹ کا سننا قلیب بدر والوں کا سننا وغیرہ امور تو خود حدیثوں سے ثابت ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔

سوال نمبر ۱۱۵: یا آپ کے نزدیک نبی کریم ﷺ روضہ انور کے اندر سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۶: یا آپ کے نزدیک کیا نبی کریم ﷺ روضہ کے باہر سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۷: کیا آپ کے نزدیک نبی کریم ﷺ روضہ کی جالی کے پاس سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۸: یا آپ کے نزدیک کیا نبی کریم ﷺ جالی سے بھی دور پوری مسجد میں سنتے ہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جن حدیثوں میں حضور اکرم ﷺ کا سماع صلوٰۃ وسلام وغیرہ ثابت ہے، ان میں عند قبری کی قید بھی موجود ہے۔ اسی لئے تمام علماء اسلام کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ قریب سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ سنتے ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ ان حدیثوں کی قدر مشترک تواتر کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے سماع کا آج تک کسی شخص نے انکار نہیں کیا۔ باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ کتنی مقدار تک آپ ﷺ سماع فرماتے ہیں تو اس بارے میں اوّلاً تو گزارش یہ ہے کہ عرف عام میں جتنے فاصلے کو قریب کہا جاتا ہے وہ قریب ہے اور عرف عام میں جسے دور کہا جاتا ہے وہ دور ہے۔ کیا کوئی پنج پیری مماتی معتزلی بتا سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ عالم دنیا میں کتنے فاصلے سے سن لیتے تھے۔ میری دانست کے مطابق کوئی شخص آپ ﷺ کے سماعت مبارک کی دنیوی حد نہیں بتا سکتا تو عالم قبر و برزخ کی حد کیسے بتائی جائے۔ لیکن واضح رہے کہ اگر آپ ﷺ کی سماعت کی حدود متعین نہ کی جا سکیں تو خود اصل سماعت کا انکار کر لینا دیانت اور امانت کو ذبح کر دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ اصل سماعت تو حدیثوں اور اجماع امت

سے ثابت ہے۔ جسکا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ باقی رہی حدود تو اس کے تعین کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اور اگر تعین میں اختلاف رائے ہو بھی جائے تو اصل مسئلے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے تو اب سائل کے سوالات کا جواب سنئے۔

تذکرۃ الخلیل میں ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ: ''وہ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں۔ لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے۔ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو حضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۳۶)

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ شہید سے اس قسم کے سوالات کئے گئے۔ آپ نے جواب ارشاد فرمایا: ''کہیں تصریح تو یاد نہیں۔ اکابر سے سنا ہے کہ احاطہ مسجد شریف جہاں سے بھی درود وسلام پڑھا جائے خود سماعت فرماتے ہیں۔ مسجد کی حد جہاں تک وسیع ہوں گی، وہاں تک سماعت کا حکم ہوگا اور حجرہ شریف کے قریب سے سلام عرض کرنا اقرب الی الادب والمحبت ہوگا۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱۰ ص ۵۳۸)

<u>سوال نمبر ۱۱۹</u>: کیا آپ کے نزدیک میت بشمول نبی کریم ﷺ زائر کی اونچی آواز اور پست آواز دونوں سے کی گئی پکار یا بات سنتے ہیں؟

<u>سوال نمبر ۱۲۰</u>: کیا آپ کے نزدیک میت بشمول نبی کریم ﷺ زائر کی صرف جہراً آواز یا پکار سنتے ہیں؟

<u>سوال نمبر ۱۲۱</u>: یا آپ کے نزدیک میت بشمول نبی کریم ﷺ زائر کی سراً ہی آواز پکار سنتے ہیں؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: مذکورہ بالا تینوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ہمارے علماء اہل سنت دیوبند فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے وقت تمام آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پست آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ آپ ﷺ کا سننا جن حدیثوں سے ثابت ہے، ان پر اجماع امت ہے۔ سنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو پست آواز سے بھی پڑھا ہوا درود وسلام سنا دیتے ہیں۔ باقی رہے عام موتیٰ تو ان کے سنانے والے بھی اللہ ہیں۔ لہٰذا مناسب درجہ کی اونچی آواز سے ان کو سلام کیا جائے۔

<u>سوال نمبر ۱۲۲</u>: کیا آپ کے نزدیک میت عنصری کانوں سے یا فقط روح ہی کے ذریعے سنتا ہے؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: احادیث مشہورہ متواترہ سے عالم قبر وبرزخ میں میت کی طرف اعادہ روح ہوتا ہے اور سوال وجواب کے بعد ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے مردہ انسان قبر کے ثواب عقاب کو محسوس کرتا ہے۔ پس روح اور جسد کے اس تعلق کی وجہ سے سماع موتیٰ کا تحقق ہوتا ہے۔ اگر اسے کہا جائے کہ روح سنتی ہے تو بجا ہے۔ کیونکہ اس عالم میں روح اصل ہے اور اگر کہا جائے کہ میت سنتی ہے تو درست ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ روح کا تعلق ہے۔ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

<u>سوال نمبر ۱۲۳</u>: رد روح جسم عنصری کے اندر ہوتا ہے یا قبر کے باہر؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: اعادہ روح اور رد روح دونوں ایک چیز ہیں تو یہ دونوں الفاظ احادیث متواترہ سے ثابت ہیں۔ پس قبر میں مردہ انسان کی طرف اعادہ روح یا رد روح ہوتا ہے جس کی کنہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

<u>سوال نمبر ۱۲۴</u>: کیا یہ روح افنیۃ القبور پر یا کہیں دور ہوتی ہے؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: بعض علماء کا قول یہی ہے کہ ارواح کا مستقر افنیۃ القبور ہیں اور اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

سوال نمبر ۱۲۵: روح کا مستقر کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ارواح کا مستقر کوئی ایک متعین نہیں ہے بلکہ تفاوت درجات کی وجہ سے ارواح کے مستقر بھی مختلف ہیں۔ بعض علماء نے مومنین کی ارواح کا مستقر جنت بتایا ہے اور کفار کی ارواح کے لئے نار جہنم بتایا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ مومنین کی ارواح علیین میں ہوتے ہیں اور مجرمین کی سجین میں اور بعض علماء نے ارواح کا مقام ساتواں آسمان قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے مومنین کے لئے جابیۃ اور کفار کے لئے جاہ برہوت اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ارواح افنیۃ القبور میں رہتی ہیں اور بعض علماء نے کہا روح جہاں سے آتی ہے وہاں چلی جاتی ہے۔ بعض علماء نے کہا موت کے بعد روح آزاد ہوتی ہے۔ جہاں جہاں چاہے رہے۔ وغیرہ وغیرہ! آپ تفصیل کے لئے دیکھئے (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۲۳۲ تا ۲۳۶، التذکرہ للقرطبی ص ۱۷۵ تا ۱۸۰، کتاب الروح لابن قیم ص ۱۲۵ تا ۱۵۹، شرح الصدور ص ۱۰۰ تا ۱۱۴)

(تنبیہ) ارواح کے مختلف مستقر بیان کرنے کے باوجود تمام علماء اسلام اس پر متفق ہیں کہ روح جہاں بھی رہے اس کا قبر میں مدفون بدن کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے بدن جزا و سزا کو محسوس کرتا ہے اور زائرین کے سلام کو سنتا اور جواب دیتا ہے۔ حوالہ کے لئے مذکورہ بالا کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

سوال نمبر ۱۲۶: کس نے روح کا مستقر جسم عنصری کا اندر قرار دیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ابو عمر بن عبد البر فرماتے ہیں کہ عامۃ المومنین کے ارواح آفنیۃ القبور میں ہیں۔ (کتاب الروح ص ۱۲۷)

بہر حال روح افنیۃ القبور میں ہو یا کہیں بھی ہو، اس کا بدن انسانی کے ساتھ تعلق رہتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں: ''والروح لم تزل متعلقة ببدنها وان بلی وتمزق'' (کتاب الروح ص ۶۲)

علامہ صاحب مزید لکھتے ہیں: ''بل لها اشراف واتصال بالقبر وفنائه وذلک القدر منها يعرض عليه مقعده فان للروح شأناً اخر تکون فی الرفیق الاعلیٰ فی اعلیٰ علیین ولها اتصال بالبدن بحيث اذا سلم المسلم علی المیت رد الله علیه روحه فیرد علیه السلام وحی فی الملاء الاعلیٰ'' (کتاب الروح ص ۱۳۹)

اور یہی بات التذکرۃ للقرطبی تفسیر روح المعانی شرح الصدور وغیرہ کتب میں موجود ہے۔

سوال نمبر ۱۲۷: کیا آپ کے نزدیک میت عادۃً سنتے ہیں یا خرق عادت؟

الجواب باسم ملہم الصواب: حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''فانک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو مدبرین'' پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اسی قسم کی آیت سورۃ نمل کے آخر میں گزر چکی ہے۔ اس پر ایک نظر ڈال لی جائے، مفسرین نے اس موقع پر سماع موتی کی بحث چھیڑ دی ہے۔ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے اور دونوں جانب سے نصوص قرآن وحدیث پیش کی گئی ہیں۔ یہاں ایک بات سمجھ لو کہ یوں تو دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت اور ارادہ کے بدون نہیں ہو سکتا۔ مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ کے دائرہ میں رہ کر باختیار خود کرے۔ وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو عام عادت کے خلاف غیر معمولی طریقے سے ہو جائے۔ اسے براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ مثلاً کسی نے گولی مار کر کسی کو ہلاک کر دیا۔ یہ اس قاتل کا فعل کہلائے گا اور فرض کیجئے ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہو گیا۔ اسے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تباہ کر دیا۔ باوجودیکہ گولی سے ہلاک کرنا بھی اسی کی قدرت کا کام ہے، ورنہ اس کی مشیت کے بدون گولی یا گولا کچھ

بھی اثر نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا: ''فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت از رمیت ولکن اللہ رمی (انفال)'' یہاں خارق عادت ہونے کی وجہ سے پیغمبر اور مسلمانوں سے قتل ورمی کی نفی کر کے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ''انک لا تسمع الموتی'' کا مطلب سمجھو یعنی تم یہ نہیں کر سکتے کہ کچھ بولو اپنی آواز مردے کو سنا دو۔ کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے۔ البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مردہ سن لے، اس کا انکار کوئی مومن نہیں کر سکتا۔ اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سننا ثابت ہو جائے گا۔ اسی حد تک ہم کو سماع موتی کا قائل ہونا چاہئے۔ محض قیاس کر کے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لا سکتے۔ بہر حال آیت میں اسماع کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم!

سوال نمبر ۱۲۸: سماع موتی ماتحت الاسباب ہوتا ہے یا مافوق الاسباب؟

الجواب باسم ملہم الصواب: قبر کے قریب سے اہل قبور کو ہمارا سلام کرنا تحت الاسباب ہے۔ البتہ اہل قبور کا سلام سننا قدرت باری تعالیٰ سے ہے۔

سوال نمبر ۱۲۹: اللہ سمیع بصیر بندہ بھی سمیع بصیر آپ کے نزدیک ان کے مابین فرق کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کو سمیع بصیر فرمایا گیا ہے اور حضرت انسان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وجعلناہ سمیعاً بصیراً'' اور فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سننا اور دیکھنا لامحدود ہے اور بے مثل اور بے مثال ہے اور حضرت انسان کا سننا اور دیکھنا محدود ہے۔ اسی طرح حضرت انسان سننے اور دیکھنے میں آنکھ اور کان کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے کسی کام میں آلات اور اسباب کا محتاج نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۳۰: حاجات میں مافوق الاسباب کس کو پکارا جائے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ''لہ دعوت الحق'' پکار اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا جائز نہیں ہے۔ باقی رہا اہل قبور کو اسلام علیکم کہنا تو معاف رکھنا یہ غیر اللہ کی پکار نہیں بلکہ غیر اللہ کو خطاب ہے، جو میت کا حق ہے۔ پکار کے مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ پکارنے والا جس کو پکار رہا ہے، اس کو مختار کل اور متصرف فی الامور سمجھتا ہے۔ ''السلام علیکم یا اھل القبور'' میں ایسی بات نہیں ہے؟

سوال نمبر ۱۳۱: اللہ کے سواء کسی اور کو مافوق الاسباب پکارنے کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اللہ کے سواء کسی اور کو مافوق الاسباب پکارنا شرک صریح ہے۔ لیکن جو لوگ حضور اکرم ﷺ کی مزار اقدس واطہر پے جا کر سلام عرض کرنے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں استشفاع کرتے ہیں، وہ قطعاً غیر اللہ کی پکار نہیں ہے بلکہ یہ تو دعا کی درخواست ہے اور غیر اللہ سے دعا کرانا حیات دنیوی میں بھی جائز ہے اور حیات برزخی میں بھی جائز ہے۔ دعا کی درخواست کو غیر اللہ کی پکار قرار دینا حقیقت شرک سے لاعلمی کی دلیل ہے۔

سوال نمبر ۱۳۲: موتی کو مخاطب کر کے پکارنا مافوق الاسباب ہے یا ماتحت الاسباب ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موتی کو قریب سے السلام علیکم یا اہل القبور کہنا اور استشفاع کرنا ماتحت الاسباب ہے۔ موتی کو مختیار کل اور متصرف فی الامور سمجھ کر حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارنا مافوق الاسباب ہونے کی وجہ سے شرک جلی ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارا سائل غیر اللہ کی پکار اور غیر اللہ کے خطاب میں فرق نہیں سمجھ رہا۔ اس لئے خلط مبحث کا شکار ہے سخن شناس نہی دلبر خطا ایں جا است۔

سوال نمبر ۱۳۳: اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے سلام کلام نہیں کروں گا، پھر موت کے بعد میت سے کلام کرنے سے قسم کھانے والا شخص حانث ہوگا یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: حانث نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ عرف عام میں میت کو سلام کلام کا اہل نہیں سمجھا جاتا اور قسموں کا دارومدار عرف پر ہے۔ ان فقہی جزئیات سے عدم سماع موتی پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مسائل پر حاشیہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص ان مسائل سے استدلال کرتا ہے کہ آئمہ احناف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سماع موتی ثابت نہیں ہے۔ یہ آئمہ احناف رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان عظیم ہے۔ ''ائمتنا بریؤن من ھذا بھتان'' دیکھئے حاشیہ شرح وقایہ کیا فقہ اور اصول فقہ میں یہ مسئلہ نہیں لکھا کہ ایک آدمی قسم اٹھاتا ہے کہ میں سری نہیں کھاؤں گا۔ لیکن چڑیا کی سری کھانے سے وہ حانث نہیں ہوگا۔ حالانکہ چڑیا کی سری بھی سری ہے۔ لیکن عرف میں اسے سری نہیں کہا جاتا۔ اس لئے حانث نہیں ہوگا۔ اسی طرح یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ ایک آدمی قسم اٹھاتا ہے کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔ لیکن مچھلی کا گوشت کھانے سے وہ حانث نہ ہوگا۔ حالانکہ قرآن مجید میں مچھلی کو ''لھماً طریاً'' کہا گیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان مسائل سے عدم سماع موتی پر استدلال درست نہیں ہے۔ کیونکہ قسموں کا مدار عرف عام پر ہے۔

سوال نمبر ۱۳۴: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اس بارے میں کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ جب سماع موتی کے حضرت امام صاحب قائل نہیں ہیں۔ پھر فقہائے حنفیہ تلقین میت کو کیوں تحریر فرماتے ہیں۔ آپ جواب میں لکھتے ہیں کہ مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اس مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آتی ہیں، شاذ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

سوال نمبر ۱۳۵: مذہب حنفی اس بارے میں کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اگرچہ اوپر والے جواب میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا کہ مسئلہ سماع موتی میں حنفیہ باہم مختلف ہیں۔ تاہم اپنے گھر کی شہادت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ آپ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں: ''البتہ بعض حنفیہ جو دوسرے آئمہ مقلدین کی کتب بینی کر کے ان کے مسلک کے ہمنواء ہو گئے ہیں اور دوسرے آئمہ کے مقلدین سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کا اپنا مسلک یہ ہے کہ میت کوئی بھی ہو، اس کی قبر پر جا کر السلام علیکم کہا جائے تو میت سنتا ہے۔ خواہ اس سننے کی کیفیت کچھ بھی ہو تو اسی عموم کے تحت سب ہی اموات آجاتے ہیں۔ خواہ عامی ہوں، خواہ خاص ہوں، خاص میں سے خواہ صوفی ہوں عالم فاضل ہوں۔ اولیاء اللہ اور صالح ہوں، شہید ہوں، صدیق ہوں یا پیغمبر ہوں۔ کچھ فرق نہیں۔ جب قاعدہ کلیہ ہو گیا تو اس میں یہ سوال پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں کہ شوافع مالکیہ حنابلہ سماع عند قبر النبی ﷺ کے کس طرح قائل ہو گئے۔ جب کہ خود ہی اس حدیث پر پرزور جرح بھی کرتے جاتے ہیں۔ حاصل جواب کا یہ ہوا کہ قبر نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کہنے کے ساتھ جو آنحضرت ﷺ کے سماع کے قائل ہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ ان کے پاس کوئی صحیح حدیث موجود ہے، جس کی بناء پر وہ سماع عند قبر النبی ﷺ کا عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ مطلقاً سماع موتی کے قائل ہیں تو اس کلیہ میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی آجاتے ہیں۔ جب دوسرے اموات

سنتے ہیں۔ ایسے ہی انبیاء کرام علیہم السلام بھی سنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبد الہادی ہوں یا ابن حجر، سیوطی، نووی، عیاض ہوں یا شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ملا علی قاری وغیرہ (رحمہم اللہ) ہوں سب سمع عند القبر النبی ﷺ کے سننے کے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔'' (ندائے حق جدید جلد اجز ثانی ص ۸۴ تا ۸۵)

فقط: ابواحمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ

یادداشت: الحمد للہ! ایک سو پینتیس سوالات کے جوابات ۲۰ / ربیع الاول ۱۴۲۸ھ میں لکھنا شروع کئے اور آج بتاریخ ۴ / ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ کو مکمل ہوئے۔ اس کام پر تقریباً ۱۳ دن صرف ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ یہ جوابات جلد از جلد چھپ کر شائع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اسے مفید عام بنائے اور میری نجات کا ذریعہ۔ آمین!

اب آپ چند سوالات ملاحظہ فرمائیں جو فرقہ معتزلہ پر وارد کئے گئے ہیں۔

سوالات از سنی دیوبندی، بر پنج پیری معتزلی مماتی

سوال نمبر ا: آپ نے بندہ عاجز کے ۱۰۴ سوالات کے جواب نہیں دیئے بلکہ جواب دینے سے صاف انکار کر دیا اور بندہ عاجز سے ۱۳۵ سوالات کئے۔ اب گزارش یہ ہے کہ بندہ عاجز کے سوالات تو اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے جوابات دیئے جائیں۔ کیا بندہ عاجز اس قابل ہے کہ اس سے سوالات کئے جائیں؟

سوال نمبر ۲: ایک طرف آپ نے اعتراف جرم کر لیا کہ ہم آپ کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے اور دوسری طرف اپنے رسالہ کا نام ''۱۳۵'' سوالات بجواب ''۱۰۴'' سوالات تجویز کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ نے جواب تو دیا نہیں۔ پھر ''بجواب'' لکھنے کا کیا مطلب؟

سوال نمبر ۳: آپ نے اپنے رسالہ کا نام جو تجویز فرمایا ہے۔ ''۱۳۵ سوالات'' بجواب ''۱۰۴ سوالات'' کیا یہ نام اور یہ عبارت صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۴: آپ کے تجویز کردہ اس نام پر اگر کسی کو ہنسی آ جائے تو کیا آپ محسوس فرمائیں گے یا نہ؟

سوال نمبر ۵: آپ نے اپنے رسالہ کے ہر صفحہ پر لکھا ہے۔ ''۱۳۵ سوالات بمقابلہ ۱۰۴ سوالات'' اور سرورق نام لکھا ہے۔ ''۱۳۵ سوالات بجواب ۱۰۴ سوالات'' گزارش یہ ہے کہ ان دو باتوں میں سے کون سی بات صحیح اور کون سی غلط ہے؟

سوال نمبر ۶: آپ نے اپنے اس رسالہ میں اپنے اور اپنی جماعت کے بڑے بڑے کارنامے بیان فرمائے کہ ہم نے یہ کر دیا وہ کر دیا۔ خصوصاً اپنی قرآن خوانی اور توحید بیان کی بڑی خودستائی کی اور علماء دیوبند کے پیروکاروں کے کاموں کو تحقیر سے بیان کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ خودستائی اور دوسروں کی تحقیر کس نص قطعی سے ثابت ہے؟

سوال نمبر ۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ: ''شرک قبر پرستی سے شروع ہوا'' ۱۳۵ ص ۴۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ کے اس دعویٰ کی دلیل نص قطعی سے ثابت ہے یا ظنی سے؟

سوال نمبر ۸: اگر اس دعویٰ کی دلیل نص قطعی میں موجود ہے تو وہ پیش فرمائیں اور اگر نص ظنی میں موجود ہے تو پہلے ظنی پر اپنا ایمان ثابت کریں۔ بعدہ وہ ظنی پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۹: اگر آپ کے دعویٰ کے مطابق شرک کی بنیاد قبر پرستی ہے تو سوال یہ ہے کہ شرک کی اس بنیاد کو برقرار رکھنا چاہئے یا اکھیڑ دینا چاہئے۔ تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری؟

سوال نمبر ۱۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''قبر پرستی کی بنیادی روح یہ تھی اور اب بھی یہی ہے کہ صاحب قبر قبر میں زندہ ہے۔ سنتا ہے اور سفارش کرتا ہے۔ تصرف کرتا ہے۔ الی آخرہ!'' (ایضاً ص ۴)

آپ نے اس عبارت میں یہ بات تسلیم کر لی کہ میت کا قبر میں زندہ ہونا، سننا اور تصرف کرنا، سفارش کرنا وغیرہ، قبر پرستی کی بنیادی روح ہیں۔ حالانکہ آپ اپنے سوال نمبر ۵۷ میں قبر میں میت کی زندگی اور ادراک کو تسلیم کر چکے ہو۔ اب بتائیں جو چیز قبر پرستی کی بنیادی روح ہے، آپ نے اس کو کیسے تسلیم کر لیا۔ ذرا سوچ کر جواب دینا؟

سوال نمبر ۱۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''قبر پرستی کی بنیادی روح یہ تھی اور اب بھی یہی ہے کہ صاحب قبر قبر میں زندہ ہے۔ سنتا ہے اور سفارش کرتا ہے۔ تصرف کرتا ہے اور جب کوئی حاجت مند اس کی قبر پر حاضر ہو کر اپنی حاجت روائی کرنا چاہتا ہے تو وہ قبر والا بزرگ استشفاع کرتا ہے یا تصرف کرتا ہے اور حاجت پوری کر دیتا ہے۔ یوں ان عقائد بد کو نسل در نسل ذہن میں سموتے ہوئے لوگوں کے نزدیک رفتہ رفتہ اہل قبور الہ بنتے چلے گئے۔ کیونکہ یہ ساری صفات تو درحقیقت الوہیت ہی کی صفات ہیں۔ الی آخرہ!'' (ایضاً ص ۵)

اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اس عبارت میں یہ تسلیم کیا کہ قبر میں زندہ ہونا سننا اور سفارش کرنا اور استشفاع کرنا وغیرہ الوہیت ہی کے صفات ہیں۔ کیا واقعی اللہ تعالیٰ آپ کے نزدیک مر کر قبر میں دفن ہو چکا ہے اور پھر اپنی قبر میں زندہ ہے، سنتا ہے، سفارش کرتا ہے، استشفاع کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ! ذرا سنبھل کر جواب دینا۔ کیا الوہیت کے یہی صفات ہیں۔ افسوس ہے تمہاری توحید بیانی پر اور شیخ القرآنی پر۔ کیا توحید اور سنت کی اشاعت اسی طریقے سے ہوگی؟

سوال نمبر ۱۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے ''اور ہر شخص یہ بھی جانتا ہے کہ قبر پرستی کا آغاز بھی انبیاء کی قبور کی پرستش سے ہی ہوا۔ الیٰ آخرہ!'' (ایضاً ص ۵)

اب سوال یہ ہے کہ آپ کا یہ دعویٰ کس نص قطعی اور خبر متواتر سے ثابت ہے پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۱۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ جناب ود بن آدم جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پیغمبر خدا تھے۔ (ایضاً ص ۵)

گزارش یہ ہے کہ آپ کی یہ بات نص قطعی سے ثابت ہے یا ظنی سے۔ اگر قطعی سے ثابت ہے تو پیش فرمائیں اور اگر ظنی سے ثابت ہے تو اوّلاً ظنی پر اپنا ایمان ثابت کریں۔ پھر وہ ظنی پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۱۴: آپ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں: ''وہ پہلے شخص تھے جن کی قبر پوجی گئی اور ان کا بت بنا کر پوجا گیا۔'' (ایضاً ص ۵)

سوال یہ ہے کہ آپ کی یہ دونوں باتیں درست ہیں یا ایک۔ پھر دونوں صحیح ہیں یا ایک، نص قطعی سے ثابت فرمائیں ظنی کو ہاتھ نہ لگائیں۔ اگر ظنی پیش کرتے ہیں تو پہلے تسلیم فرمائیں کہ ظنی قابل قبول ہے؟

سوال نمبر ۱۵: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''ود سواع یغوث یعوق نسر عبداللہ بن عباس ﷠ کی روایت کے مطابق یہ قوم نوح کے نیک لوگ تھے۔'' (ایضاً ص ۵)

اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اوّلاً ود بن آدم کو پیغمبر خدا قرار دیا اور اس مقام پر اسے صرف نیک آدمی قرار دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ ود بن آدم واقعی پیغمبر تھے یا صرف نیک آدمی تھے۔ وضاحت فرمائیں کون سی بات سچی ہے اور کون سی بات جھوٹی ہے؟

سوال نمبر ۱۶: آپ نے اپنے رسالہ میں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ روایت قطعی ہے یا ظنی اگر قطعی ہے تو ثبوت پیش کریں۔ اگر ظنی ہے تو اولاً اس کی حجیت پیش فرمائیں پھر ثبوت دیں؟

سوال نمبر ۱۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''کیونکہ الا اللہ پر تو اہل مکہ کا ایمان تھا۔'' (ایضاً ص ۶)

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی مشرکین مکہ کا الا اللہ پر ایمان تھا تو پھر جھگڑا کس بات پر تھا؟

سوال نمبر ۱۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ شجر بیعت رضوان کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی عظمت اور اہمیت اور کیا ہوگی۔ مگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے جڑوں سے اکھڑوا کر آگ لگوا دی۔ (ایضاً ص ۷)

اب سوال یہ ہے کہ یہ واقعہ قرآن مجید کی کس نص قطعی میں یا پھر کس حدیث متواترہ سے ثابت ہے اور یہ بھی بتائیں کہ یہ واقعہ قطعی ہے یا ظنی۔ اگر ظنی ہے تو کیا آپ ظنی کو حجیت سمجھتے ہیں۔ اگر ظنی کو حجت نہیں سمجھتے تو پھر ایسی دلیل کیوں پیش کی جو آپ کے نزدیک ظنی ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہے؟

سوال نمبر ۱۹: کیا واقعی حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی درخت کو کاٹ کر جلوا دیا تھا۔ جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی یا کوئی اور درخت تھا، جس کو لوگوں نے شجرہ بیعت رضوان سمجھ لیا تھا۔ نص قطعی سے جواب درکار ہے؟

سوال نمبر ۲۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''یہاں تک کہ پیغمبر سے خدائی صفات منسوب کر دی جاتی ہیں۔ وفات کے بعد سنتے ہیں، جانتے ہیں، استشفاع کرتے۔ وغیرہ!'' (ایضاً ص ۷)

اب سوال یہ ہے کہ کیا خدائی صفات یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ وفات کے بعد سنتا ہے، جانتا ہے اور استشفاع کرتا ہے۔ معاذ اللہ!

سوال نمبر ۲۱: وفات کے بعد کسی شخصیت کے بارے میں یہ نظریہ قائم کیا جائے کہ وہ دیکھتی اور سنتی ہے تو یہ خدائی صفات ٹھہرتے ہیں۔ لیکن اگر وفات سے پہلے کسی شخصیت کے بارے میں یہ یقین رکھا جائے کہ وہ قریب سے دیکھتی اور سنتی ہے تو کیا یہ بھی خدائی صفات ٹھہریں گے یا نہ اگر نہیں تو وجہ فرق بیان کریں؟

سوال نمبر ۲۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آٹھویں صدی ہجری شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں توحید کے انتہائی عظیم داعی اور شرک و بدعت کے عظیم قاطع اور مجاہد کو پیدا فرمایا۔ (ایضاً ص ۸)

آپ نے اس عبارت میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو توحید کا انتہائی عظیم داعی اور شرک و بدعت کا عظیم قاطع اور مجاہد قرار دیا ہے۔ لیکن توحید کا یہ عظیم داعی اور شرک کا عظیم قاطع صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کا قائل نہیں بلکہ وہ تو عند القبر عام موتیٰ کے سماع کا قائل ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''فان المیت یسمع النداء کما ثبت فی الصحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انہ یسمع قرع نعالھم و انہ قال ما انتم باسمع لما اقول منھم و انہ امرنا باسلام علی الموتی فقال مامن رجل یمرّ بقبر الرجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم الا ردّ اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام و اللہ اعلم'' پس یقیناً میت آواز کو سنتا ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً مردہ دفنانے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتا ہے اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (بر موقع قلیب بدر) میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موتیٰ پر

سلام کرنے کا حکم دیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ کسی شخص کی قبر سے گزرے۔ جس کے ساتھ اس کی دنیا میں جان پہچان تھی تو وہ اس پر سلام کرے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس پر واپس کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ج ا ص ۲۴۲)

اب سوال یہ ہے کہ اگر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عام موتی کے سماع کا قائل ہو تو وہ توحید کا عظیم داعی اور شرک و بدعت کا عظیم قاطع ٹھہرتا ہے اور اگر علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر اور سماع عند القبر پر ایمان لائیں تو شرک کا چور دروازہ کھولنے والے ٹھہریں۔ آخر وجہ کیا ہے؟

سوال نمبر ۲۳: یہی امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اعادہ روح فی الجسد کی حدیثوں کو متواتر کہتا ہے۔ دیکھئے حدیث ''شرح النزول'' کیا آپ بھی اس توحید کے عظیم مجاہد کی طرح اعادہ روح کے قائل ہیں؟

سوال نمبر ۲۴: حیات قبر باعادہ روح اور سماع موتی کے عقیدہ رکھنے کے باوجود امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی توحید میں کوئی فرق نہیں آتا اور بایں ہمہ داعی توحید اور قاطع شرک رہتے ہیں۔ نہ معلوم آپ کی توحید کیسی ہے کہ عقیدہ حیات قبر اور سماع موتی سے متزلزل ہونے لگتی ہے۔ بتایئے آپ کی توحید اچھی ہے یا امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی؟

سوال نمبر ۲۵: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''ان کے بعد عرب کے علاقہ میں نمایاں نام شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ہے۔ ان دو عظیم شخصیتوں کو بدقسمت اور بدبخت لوگوں نے ان کی عظیم حیثیت کی قدر کرنے کی بجائے نعوذ باللہ ملحد زندیق گستاخ نبی اور نہ جانے کیا کیا قرار دیا۔'' آپ نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعریف کی اور اسے بھی امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح توحید کا عظیم داعی قرار دیا۔ لیکن وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک صلوٰۃ وسلام پہنچے کے قائل ہیں۔ دیکھئے (کتاب التوحید ص ۴۹، ۵۰) کیا آپ بھی ان حضرات والا عقیدہ رکھتے ہیں؟

سوال نمبر ۲۶: آپ نے شکوہ کیا کہ بدقسمت اور بدبخت لوگوں نے ان دو عظیم شخصیتوں کی قدر نہیں کی بلکہ ان کو ملحد زندیق گستاخ نبی کہا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو حیات قبر، اعادہ روح اور سماع موتی وغیرہ عقائد کی وجہ سے ان کو ''فیمسک التی قضی علیہا الموتی'' کا منکر قرار دے کر ان کی کون سی قدر کی؟

سوال نمبر ۲۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ مجدد الف ثانی اور جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں لکھا ہے کہ ان عظیم شخصیتوں نے دین اسلام کو تمام کثافتوں اور آمیزشوں سے پاک کر کے رکھ دیا۔ توحید وسنت کو الگ کر دیا اور شرک و بدعت کو الگ۔ (ایضاً ص ۸)

اب سوال یہ ہے کہ کیا ان حضرات نے اعادہ روح فی القبر اور عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور توسل بالصالحین کا تمہاری طرح انکار کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو ان کی کتابوں سے ثابت فرمائیں۔ اگر ان کی کتابوں سے تمہارے مخصوص عقائد ثابت نہیں تو پھر بتائیں تمہاری توحید صحیح ہے یا ان حضرات کی؟

سوال نمبر ۲۸: پھر آپ نے ان حضرات کے تلامذہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی، حضرت مولانا حسین علی الوانی واں بھچروی، مولانا اشرف علی تھانوی، سید حسین احمد مدنی، علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی (رحمۃ اللہ علیہم) کی بڑی تعریف کی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ لوگ ان حضرات کو عقیدہ حیات قبر، اعادہ روح، تعلق روح، سماع موتی اور توسل کی وجہ سے قرآن کا منکر بھی قرار دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک طرف ان کو توحید کا داعی کہتے ہو اور دوسری طرف ان پر فتوے صادر کرتے ہو۔ لہٰذا بتائیں یہ دورنگی چال کیوں ہے؟

سوال نمبر ۲۹: آپ نے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھنوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دیوبندی وہ ہوتا ہے کہ جو صوفیائے اسلام کی نسبت وطلب یا کم ازکم دل میں ان کی عظمت ومحبت رکھتا ہو۔ (ایضاً ص۹)

اور صوفیاء کے متعلق آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ ہندوستان میں چونکہ اسلام کچھ ایسے صوفیاء کے ذریعے متعارف ہوا تھا۔ جن میں بڑی تعداد ایران میں بسنے والے قرامطہ اور اسماعیلیہ کی تھی، جنہوں نے اپنے مخصوص عزائم کے ساتھ یہاں عربی محمدی اسلام کی بجائے عجمی اسلام کی تبلیغ کی۔ (ایضاً ص۸)

اب سوال یہ ہے کہ صوفیائے کرام کا احترام یہی ہے جو آپ نے کیا؟

سوال نمبر ۳۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی نے انگریزوں کے ایماء پر علماء دیوبند پر بے بنیاد الزامات لگائے اور دھوکہ دہی کے ساتھ علماء حرمین سے ان کے خلاف فتویٰ تکفیر حاصل کر کے اس کی تشہیر کی۔ جس کے ازالے کے لئے مولانا شبیر احمد، حسین احمد مدنی نے ۲۶ سوالوں پر مشتمل ایک سوال نامہ تحریر کیا اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے اس کے جوابات لکھے۔ چونکہ مولوی احمد رضا خان کے فتویٰ کا نام حسام الحرمین تھا۔ اس لئے اس جواب نامہ کا نام ''المهند على المفند'' رکھا گیا جس کا اردو ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے۔ ''ایک سٹھیاتے ہوئے شخص پر ہندوستانی تلوار کا وار'' صد افسوس! اس جواب نامہ پر جس پر ۲۴ علماء دیوبند کے دستخط بھی تھے اور جو بقول مولانا منظور احمد نعمانی کے مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی کوئی مستقل تصنیف بھی نہ تھی کو تقریباً نصف صدی بعد اصاغرین نے عقائد علماء دیوبند بنا ڈالا۔ (ایضاً ص۱۰)

اب سوال یہ ہے کہ اگر اصاغر نے اپنے اکابر کی تحقیقات کو ''شریف'' کا لقب دیا اور ''المهند على المفند'' شریف کہا۔ آپ کو تکلیف کیوں ہوئی۔ بخاری شریف کو بھی تو بعد والے لوگوں نے بخاری شریف کہا۔ کیا آپ اس پر بھی اعتراض کریں گے؟ آپ نے یہ تو اعتراف کیا کہ المہند پر ۲۴ علماء دیوبند کے دستخط ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان ۲۴ علماء کرام کی رائے سے آپ کو اتفاق ہے یا اختلاف۔ المہند میں لکھی ہوئی باتیں غلط ہیں یا صحیح، المہند میں سچ بولا گیا ہے یا مصلحتاً جھوٹ بولا گیا ہے؟

سوال نمبر ۳۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ المہند بقول مولانا محمد منظور احمد نعمانی کہ مولانا خلیل احمد صاحب کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس جملہ کو تحریر کرنے سے آپ کی غرض کیا ہے؟

سوال نمبر ۳۲: اگر آپ یہ جملہ نقل کر کے المہند کی حیثیت کو گرانا چاہتے ہیں تو گزارش یہ ہے کہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند اسی طرح دیگر تمام فتاویٰ جات ہمارے مفتیان کرام کی مستقل تصانیف نہیں ہیں بلکہ لوگ مفتیان کرام سے سوال کرتے ہیں۔ حضرات مفتیان کرام جواب دیتے ہیں تو یہ سوال وجواب کا مجموعہ فتاویٰ کہلاتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص ان فتاویٰ کو یہ کہہ کر کہ یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے، ان کے وزن گرانے کی کوشش کرے گا تو یہ اس کی کوتاہ فہمی ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اپنی کوتاہ فہمی سے المہند شریف کے وزن گرانے کی ناپاک کوشش کیوں کی ہے؟

سوال نمبر ۳۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ: ''اکابر علماء دیوبند میں حضرت مولانا حسین علی واں بھچروی علماء دیوبند میں ایک خاص ذوق اور امتیاز کے حامل تھے۔ ان پر دعوت وتعلیم وتدبر قرآن کا غلبہ تھا۔'' (ایضاً ص۱۵) اب سوال یہ ہے کہ کیا آپ لوگ حضرت مولانا حسین علی صاحب کے عقائد سے متفق ہیں یا نہ؟ وضاحت فرمائیں؟

سوال نمبر ۳۴: آپ نے بلغۃ الحیران کی ابتداء میں لکھا ہے کہ مولانا حسین علی صاحب فرماتے ہیں۔ میں امام ربانی کی مزار پر بیٹھا اور ان کے ساتھ باتیں کیں۔ کیا تم لوگ بھی اس کے قائل ہو کہ زندہ آدمی مردہ مدفون کے ساتھ باتیں کر سکتا ہے؟

سوال نمبر ۳۵: حضرت مولانا حسین علی صاحب بلغۃ الحیران اور تحریرات حدیث میں توسل بالانبیاء علیہم السلام والصالحین کو جائز قرار دیتے ہیں۔ کیا تم بھی توسل کے قائل ہو؟

سوال نمبر ۳۶: حضرت مولانا حسین علی صاحب تحریرات حدیث میں لکھتے ہیں: ''المنکر والنکیر یأتیان المیت فیرسل فی ذلک المیت الروح'' یعنی میت کی طرف اس کی روح کو ارسال کیا جاتا ہے اور منکر نکیر اس کے پاس آکر اس سے حساب لیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا تم ہر اعادہ روح پر ایمان رکھتے ہو یا نہ؟

سوال نمبر ۳۷: حضرت مولانا حسین علی صاحب تحریرات حدیث میں ''استشفاع'' عند قبر النبی ﷺ کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا تم بھی ''استشفاع'' کے قائل ہو یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۸: اگر تم لوگ ان عقائد میں حضرت مولانا حسین علی صاحب سے متفق نہیں ہو، بلکہ ایسے عقائد والوں کو مشرک اور منکر قرآن کہتے ہو تو خواہ مخواہ ان کا نام لے کر ان کو بدنام کیوں کر رہے ہو؟

سوال نمبر ۳۹: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''حضرت مولانا کی اس حکمت عملی کا بڑا فائدہ ہوا جسے ان کے تلامذہ بالخصوص شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان راولپنڈی (شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طاہر) پنج پیر ضلع صوابی اور داعی قرآن حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجرات نے جاری رکھا۔'' (ایضاً ص ۱۱)

اب سوال یہ ہے کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب کے ان تلامذہ نے مولانا کے عقائد شرکیہ کہہ کر ان کی محنت پر پانی پھیرا یا ان کی حکمت عملی کو جاری رکھا؟

سوال نمبر ۴۰: حضرت مولانا حسین علی صاحب نے اپنی کتاب تحریرات حدیث میں حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر کو تسلیم فرمایا اور یہ بھی ثابت کیا کہ آپ ﷺ قریب سے صلوٰۃ وسلام خود فرماتے ہیں اور دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مولانا کے یہ تلامذہ مولانا کے اس عقیدہ پر قائم رہے یا منحرف ہو گئے؟

سوال نمبر ۴۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''پنجاب اور سندھ کی نسبت سرحد میں فرقہ بریلویت کے نام پر اپنے مخصوص عقائد پھیلانے والے تو کم تھے، مگر بدقسمتی سے ان کی یہ کمی نام نہاد دیوبندیوں نے بدرجہ اتم پوری کی۔ ان مفاد پرست عناصر نے دیوبندیوں کے بھیس میں فرقہ بریلویت کے عقائد نبی ﷺ کے حاضر ناظر ہونے، نبی ﷺ و اولیاء کرام کے عالم الغیب ہونے اور استمداد و استشفاع بالقبور کے عقائد بد کو ترویج دینے میں بھرپور کردار ادا کیا۔'' (ایضاً ص ۱۲)

اب سوال یہ ہے کہ کس دیوبندی عالم نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہیں۔ اس کا نام بتائیں حقیقت یہ ہے کہ ان عقائد کا حامل دیوبندی ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا علماء دیوبند پر یہ الزام اور بہتان کیوں؟ کیا آپ کے نزدیک جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ نہیں ہے؟

سوال نمبر ۴۲: باقی رہا استمداد بمعنی استفادہ تو وہ حضرت مولانا حسین علی صاحب نے امام ربانی کی قبر کے پاس بیٹھ کر کیا ہے۔ کیا حضرت مولانا حسین علی صاحب نے بریلویوں کے عقیدہ بد کی ترویج کی ہے؟ (بلغۃ الحیران)

سوال نمبر ۴۳: اگر استشفاع عند القبر الشریف بریلویوں کا عقیدہ بد ہے تو حضرت مولانا حسین علی صاحب نے تحریرات حدیث میں اس کو حدیثوں سے کیوں ثابت کیا ہے؟

سوال نمبر ۴۴: بہت سے فقہاء اسلام نے حضور اکرم ﷺ کی مزار اقدس واطہر کی زیارت کے جو آداب لکھے ہیں۔ ان میں استشفاع کا مسئلہ بھی لکھا ہے۔ دیکھئے فتح القدیر شامی وغیرہ! اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ فقہاء اسلام بریلویوں کے عقیدہ بد کی ترویج کرنے والے تھے؟

سوال نمبر ۴۵: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''سماع موتی کا عقیدہ شرک کی اصل جڑ اور اس کا چور دروازہ ہے اور اس جڑ کو کاٹ دیا جائے تو شرک کا درخت کبھی نشو ونما نہ پاسکے۔'' (ایضاً ص ۱۴)

اگر بقول شما سماع موتی شرک کی جڑ ہے تو حضور اکرم ﷺ کی پوری امت آپ ﷺ کے سماع کی عہد اوّل سے قائل چلی آرہی ہے۔ کوئی ایک ایسا عالم دین نہیں ہے جس نے آپ ﷺ کے سماع کا انکار کیا ہو، خواہ وہ متکلم ہو یا فقیہ صوفی ہو یا محقق، مفسر ہو یا محدث مدرس ہو یا مبلغ سنی دیوبندی ہو یا حنفی گنگوہی ہو یا نانوتوی کشمیری ہو یا مدنی، حسین علی ہو یا حسین احمد۔ الغرض یہ سب علماء اسلام حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر کے قائل چلے آرہے ہیں۔ کیا معاذ اللہ! یہ سب حضرات شرک کی بیخ کو مضبوط کرنے والے تھے؟

سوال نمبر ۴۶: ۱۹۶۲ء میں جب قاری محمد طیب صاحب نے اپنا تاریخ ساز فیصلہ لکھا جس میں حضور اکرم ﷺ کے سماع کا اقرار تھا تو اس فیصلہ پر حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب، حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے اس پر دستخط فرما کر اور اس کو تسلیم فرما کر شرک کی جڑوں کو کیوں مضبوط کیا؟

سوال نمبر ۴۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''چنانچہ انہوں نے (عنایت اللہ شاہ) نے بڑی شدومد کے ساتھ اس عقیدے (سماع موتی) کی مذمت شروع کر دی، جس پر تمام علماء دیوبندان پر صاد کرتے تھے۔'' اب سوال یہ ہے کہ مولانا محمد ایاز صاحب! آپ نے اتنا بڑا جھوٹ بول کر کیا کمایا؟ کس دیوبندی عالم نے اس خاص عقیدہ میں عنایت اللہ گجراتی کی تصدیق کی اس کا نام بتائیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص عقائد مخصوصہ میں عنایت اللہ گجراتی کی تصدیق کرتا ہے، وہ دیوبندی کہلوانے کا حقدار نہیں ہے جو عنایت اللہ گجراتی کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ دیوبندی نہیں اور جو دیوبندی ہے۔ وہ عنایت اللہ گجراتی کی تصدیق نہیں کرتا۔ افسوس کہ آپ نے غلط بیانی کر کے ناممکن کو ممکن بنا دیا؟

سوال نمبر ۴۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''لیکن انہیں جلد ہی یہ احساس ہو گیا کہ توحید خالص کی دعوت واشاعت جمعیت علمائے اسلام کے پروگرام کا حصہ نہیں ہے اور ان کا عقیدہ توحید الا اللہ سے اوپر نہیں اٹھ پاتا۔ لا الہ سے بعض جبینوں پر بل آنے لگتے ہیں۔ غالباً یہی احساس توحید خالص کی دعوت کے لئے اپنی جماعت اور پلیٹ فارم بنانے کا باعث بنا اور اشاعت التوحید والسنت پاکستان تشکیل پائی، مگر تعلقات قائم رہے اور جلسوں میں شرکت بھی ہوتی رہی۔'' (ایضاً ص ۱۴)

جناب مولوی محمد ایاز صاحب آپ نے جو یہ دعویٰ کیا کہ توحید خالص کی دعوت واشاعت جمعیۃ العلماء اسلام کے پروگرام کا حصہ نہیں ہے اور ان کے جبینوں پر لا الہ سے بل آنے لگتے ہیں۔ اس کی دلیل آپ کے پاس کیا

ہے؟ پیش فرمائیں اور یہ بھی بتائیں وہ دلیل قطعی ہے یا ظنی، ورنہ بروز قیامت اس جھوٹ اور بہتان کی جواب دہی کے لئے تیار رہیں یا پھر جمعیت علماء اسلام سے معافی مانگیں۔

جمعیۃ علماء اسلام کی خدمت میں گزارش: اشاعتیوں کا یہ الزام چونکہ براہ راست جمعیت علماء اسلام پر ہے۔لہٰذا مزید صفائی وہ اپنی طرف سے خود پیش کریں اور غور بھی فرمائیں کہ جن لوگوں کو آپ نے جماعت کے کلیدی عہدوں پر فایز کر رکھا۔ان کا آپ کے بارے میں حسن ظنی یہ ہے۔ مشتری ہوشیار باش

سوال نمبر ۴۹: آپ نے الزام لگایا کہ توحید خالص جمعیۃ علماء اسلام کے پروگرام کا حصہ نہیں ہے بلکہ ان کی بعض جبینوں پر لاالہ سے بل آنے لگتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھ مارا کہ تعلقات قائم رہے۔جلسوں میں شرکت بھی ہوتی رہی۔ اب سوال یہ ہے کہ اس الزام اور اعتراف جرم کے باوجود ان کے ساتھ تعلق قائم رکھنا تمہاری غیرت ایمانی کو کیسے گوارا ہوا؟

سوال نمبر ۵۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا جن لوگوں کو دینی جلسوں میں شرکت کا موقع ملتا رہتا ہے۔وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جلسے میں بڑے مقرر کو آخری مقرر کے طور پر موقع دیا جاتا ہے تا کہ پنڈال بھرا رہے اور جلسہ دیر تک جاری رکھ کر کامیابی کا تاثر دیا جاسکے۔اب صورتحال یوں ہوگئی تھی کہ شیخ القرآن اور شاہ صاحب قرآن سناتے تھے اور سامعین پر بڑا گہرا اثر ہوتا تھا۔ جب کہ دوسرے مقررین روایتی باتیں کرتے تھے۔ منتظمین جلسہ عجیب مشکل میں پڑے رہتے تھے کہ وہ ان بزرگوں کو اہم مقررین بھی نہیں بنانا چاہتے تھے اور دوسری طرف یہ بھی حقیقت تھی کہ اگر ان شخصیات میں سے کسی کی تقریر پہلے ہو جاتی تو سامعین ان کی تقریر ختم ہونے کے بعد اٹھ جاتے تھے اور بعد کے مقررین کے سامنے عوام الناس کی بہت کم تعداد رہ پاتی ،جس سے جلسہ کی ناکامی کا تاثر ابھرتا تھا۔ (ایضا ص ۱۵)

محترم مولوی محمد ایاز صاحب آپ نے اپنی اس عبارت میں تاثر دیا کہ ہمارے جلسے مولانا غلام اللہ خان صاحب اور عنایت اللہ گجرات کی وجہ سے کامیاب ہوتے تھے۔آخری خطیب یہی حضرات ہوتے تھے۔لوگ انہی کی تقریر سننے کے لئے بیٹھے رہتے تھے۔اگر یہ لوگ پہلے تقریر کر لیتے تو عوام اٹھ کر چلی جاتی۔دوسرے خطیبوں کی تقریر کوئی نہیں سنتا تھا اور یوں جلسہ ناکام ہو جاتا تھا۔اب سوال یہ ہے کہ آپ کے یہ دونوں بزرگ وفات پا کر عالم قبر و برزخ میں جا چکے ہیں۔اب ہمارے علماء اپنے جلسوں میں آپ کی جماعت کے کن خطباء کو بلاتے ہیں یا انہوں نے جلسے کرانا چھوڑ دیا ہے کیا اب ان کے جلسے ناکام ہو رہے ہیں؟

سوال نمبر ۵۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ اسی تاثر نے علماء میں معاصرانہ چشمک پیدا کر دی سو جب ان علماء کے مابین عالم برزخ میں حیات نبوی ﷺ کی کیفیت میں جزئی اختلاف یدا ہوا تو باوجود اس کے کہ اشاعت التوحید والسنۃ سے وابستہ علماء کے بارے میں بھی دوسرے علماء جانتے تھے کہ یہ حضرات برزخی حیات کے قائل ہیں۔صرف کیفیت میں مختلف الرائے ہیں۔ (ایضا ص ۱۵)

آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر و برزخ میں کون سا جزئی اختلاف ہے، اس کی وضاحت فرمائیں اور اس کی بھی وضاحت فرمائیں کہ حیات برزخیہ کسے کہتے ہیں۔آیا یہ حیات برزخیہ دنیا والے جسد سے متعلق ہے یا کسی اور جسد سے فریقین کے عقیدہ کو کھول کھول کر بیان فرمائیں۔اجمال ابہام سے کام نہ لیں اور گول مول بات نہ کریں۔اپنا اور علماء دیوبند کا موقف واضح کریں اور نقطہ اختلاف کو ظاہر کریں۔

سوال نمبر ۵۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''ان علماء جن میں سرفہرست مولانا محمد علی

جالندھری رحمۃ اللہ علیہ صاحب تھے، نے سب سے پہلے حیات النبی ﷺ کے مسئلے کو اچھالا بلکہ بعض علماء ے تو خوف خدا سے ہی بے نیاز ہو کر اشاعت کے علماء کو منکرین حیات النبی ﷺ کے لقب سے مشہور کر دیا۔'' حتیٰ کہ اس میدان میں بریلویوں کو بھی مات دے دیا۔ مولوی محمد ایاز صاحب! اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر خدا لگتی بات کریں کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے مسئلہ کو حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اوّلاً چھیڑا یا عنایت اللہ گجراتی نے جنہوں نے خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسے پر عقیدہ حیات النبی ﷺ میں اختلاف ظاہر کیا۔ جمہور کی رائے سے ہٹ کر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ ہاں! اس کے دفاع میں سب سے پہلے میدان میں آنے والے مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ایاز صاحب! حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش نہ فرمائیں۔ کیونکہ کاذب بود خوار، بے اعتبار۔

سوال نمبر ۵۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ان نام نہاد دیوبندیوں نے مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے ساتھ وہی کیا تو ان دیوبندیوں کے ساتھ بریلویوں نے کیا تھا۔ جب حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے چند مٹھی بھر مخصوص تلامذہ نے صرف اپنے شیخ کی راہ کو چھوڑا ہی نہیں بلکہ اپنے شیخ کے عقائد کو شرکیہ و کفریہ قرار دیا تو اگر اصاغر دیوبند نے کچھ کیا تو کون سا جرم کیا؟

سوال نمبر ۵۴: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اصاغرین دیوبند کی زیادہ تر توانائی مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع موتی اور اشاعت کی صورت میں ایک حقیقی دیوبندی مکتب فکر کی حق پرست جماعت کے خلاف رہی ہے۔ مولوی صاحب! اتنا بڑا جھوٹ بولکر آپ نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ جھوٹ بہر حال جھوٹ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام علماء دیوبند خواہ اکابر ہوں یا اصاغر ہوں، ان سب کی توانائیاں اور صلاحیتیں دین اسلام کے ایک ایک مسئلے کی حفاظت اور ہر باطل کی سرکوبی میں صرف ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ آپ حقیقی دیوبندی ہونے کا دعویٰ تو کر رہے ہیں، لیکن یہ نرا دعویٰ ہے۔ جب تک آپ گمراہ کن نظریات سے توبہ تائب ہو کر حضرت مولانا حسین علی سمیت تمام علماء دیوبند کے نظریات از قسم حیات الانبیاء کی صحیح صورت، عذاب قبر کی صحیح صورت اعادہ روح اور تعلق روح فی القبر توسل بالانبیاء والصالحین اور استشفاع عند القبر الشریف وغیرہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ تم سنی دیوبندی نہیں بن سکتے۔ اب اس کے باوجود آپ کا دعویٰ دیوبندیت ایسا ہے، جیسے مرزائیوں کا دعویٰ ہے کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو ماننے کے باوجود مسلمان ہیں۔

سوال نمبر ۵۵: آپ نے آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ان اصاغر نے اپنے اکابرین کی اس فکر پر پانی پھیر دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ان اصاغر نے فرقہ بریلویت کا اس حد تک کبھی بھی مقابلہ نہیں کیا بلکہ الٹا ان سے مختلف سطحوں پر اتحاد کرنا اور روابط بڑھانا شروع کر دیئے۔ (ایضاً ص ۱۶)

مولوی محمد ایاز صاحب! غلط بیانی سے آپ کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ نام تو آپ کی جماعت کا اشاعت التوحید والسنت ہے اور کام آپ کا اشاعت الکذب والبہتان ہے۔ الحمد للہ! اصاغر دیوبند اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بریلویوں اور معتزلیوں سمیت ہر باطل کے خلاف میدان جہاد میں مسلح ہو کر اترے ہوئے ہیں۔ اصاغر نے اکابر کی طرح کسی طرح فرقہ سے کسی قسم کی رواداری نہیں کی۔ آپ نے جھوٹ بولا کہ اصاغر نے اکابر کے کام پر پانی پھیر دیا نہیں، نہیں اصاغر نے اکابر کا نام روشن کیا اور شان کو بلند کیا؟

سوال نمبر ۵۶: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ادھر اشاعت التوحید والسنت کے علماء کا یہ حال تھا کہ وہ حیات برزخیہ کی کیفیت کے مسئلہ کو عقائد ضروریہ میں سے ہی نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک برزخی حیات جو

دلالۃ النص سے ثابت ہے۔اس کا عقیدہ رکھنا ہی کافی تھا۔وہ اس مسئلہ کو کوئی معیار ایمانی نہیں سمجھتے۔وہ جزء کو کل اور فروع کو اصول کے درجے پر نہیں تصور کرتے تھے۔وہ اکابرین دیوبند کے فیض یافتہ تھے اور دیوبند کے اکابرین کا شیوہ وشعار خوب سمجھتے تھے۔وہ جماعت دیوبند سے دل کی گہرائیوں سے وابستہ تھے اور جماعت میں تفرقہ کو سخت ناپسند کرتے تھے۔جماعت دیوبند ان کی کمزوری تھی۔اب سوال یہ ہے کہ جماعت دیوبند اشاعت التوحید والسنۃ کے لئے کون سی کمزوری ہے۔مہربانی فرما کر اس کمزوری کی وضاحت کیجئے؟

سوال نمبر ۵۷: آپ نے یہاں تو یہ فرمایا کہ حیات برزخیہ کے کیفیت کے مسئلہ کو عقائد ضروریہ میں سے ہی نہیں سمجھتے تھے۔ان کے نزدیک برزخی حیات جو دلالۃ النص سے ثابت ہے۔اس کا عقیدہ رکھنا ہی کافی تھا وہ اس مسئلہ کو کوئی معیار ایمانی نہیں سمجھتے تھے اور اپنے اسی رسالہ کے شروع میں یہ فرمایا۔قبر پرستی کی بنیادی روح یہ تھی اور اب بھی یہی ہے کہ صاحب قبر قبر میں زندہ ہے سنتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ مسئلہ عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے۔اس کو قبر پرستی کی بنیادی روح قرار دینا غلط ہے اور اگر عقیدہ حیات قبر واقعی قبر پرستی کی بنیادی روح ہے تو اسے غیر ضروری قرار دینا درست نہیں ہے۔مہربانی فرما کر بتائیں کہ آپ کی کون سی بات صحیح اور کون سی غلط ہے؟

سوال نمبر ۵۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے جس کی بہترین مثال حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ساتھ علماء اشاعت کا مصلحت کا تقاضہ سمجھتے ہوئے اپنے اصولی موقف پر بادل نخواستہ معاہدہ پر دستخط کرنا تھا، جس کا بعد میں انہیں خمیازہ بھی بھگتنا پڑا۔اب سوال یہ ہے کہ کیا آپ کے بڑے ایسے تھے کہ اصولوں پر سودا کر لیا کرتے؟

سوال نمبر ۵۹: کیا آپ کے بڑے اس مزاج کے مالک تھے کہ ان کی دل میں کچھ ہوتا تھا اور ظاہر میں کچھ کرتے تھے؟

سوال نمبر ۶۰: ایک شخص کے دل میں کچھ اور ہو اور ظاہر کچھ اور کرے تو اس کو اصطلاح شریعت میں کیا کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۶۱: آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے بڑوں نے قاری محمد طیب صاحب کے فیصلہ پر بادل نخواستہ دستخط کئے اور اسے تسلیم کیا۔اگر آپ کے پاس ثبوت ہے تو پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۶۲: یہ اگر آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو کیا یہ بڑوں پر الزام ہوگا یا نہ؟

سوال نمبر ۶۳: اگر بالفرض آپ کے بڑوں نے قاری محمد طیب صاحب کے فیصلہ پر بادل نخواستہ دستخط کئے تھے تو سوال یہ ہے کہ آپ کی جماعت نے اپنے مشہور ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' اگست ۱۹۶۲ء میں اس فیصلہ کی روئیداد کو کیوں شائع کیا۔اگر یہ فیصلہ آپ کی مجبوری اور آپ کی کمزوری سے ہوا تھا تو اس کی اشاعت کے بجائے اس کو دفن کر دیتے۔

سوال نمبر ۶۴: اس فیصلے کے بعد جمعیۃ توحید والسنۃ کا ایک اجلاس ہوا جس میں جماعت کے ۸۴ علماء شریک ہوئے۔ان سب نے اس فیصلہ کی توثیق کی اور جماعت کے ہر فرد کو اس پر پابندی کرنے کی تلقین کی گئی۔اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ فیصلہ بادل نخواستہ تھا اور کسی کمزوری اور مجبوری کی وجہ سے ہوا تھا تو اشاعت التوحید کے اجلاس میں اس کی توثیق کیوں کی گئی اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس اجلاس کی کارروائی بھی تعلیم القرآن کے اسی ماہنامہ میں شائع ہوئی جس میں یہ فیصلہ شائع ہوا؟

سوال نمبر ۶۵: ماہنامہ تعلیم القرآن کے اسی شمارہ میں جناب سجاد بخاری کا ایک مضمون بھی شائع ہوا، جس کا عنوان یہ تھا عقیدہ حیات النبی ﷺ سے متعلق چار سالہ نزاع ختم ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر قاری محمد طیب صاحب کے فیصلہ کو آپ نے بادل نخواستہ تسلیم کیا تھا تو سجاد بخاری نے اپنی جماعت کو یہ خوشخبری کیوں سنائی؟

سوال نمبر ۶۶: آپ کی جماعت کے سرکردہ بزرگوں نے حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب، حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب اس فیصلے کو تسلیم کرنے والے اور اس پر دستخط کرنے والے ہیں۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ ان میں سے کس بزرگ نے اس فیصلہ سے انحراف کیا۔ کس نے کہا کہ یہ فیصلہ ہماری مجبوری اور کمزوری ہے اور کس نے کہا کہ میں نے بادل نخواستہ اس فیصلہ پر دستخط کئے ہیں؟

سوال نمبر ۶۷: آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ اس فیصلہ پر اشاعت کا دستخط کرنا مصلحت کا تقاضہ تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سی مصلحت تھی جس کے تقاضہ کے ساتھ آپ کے بڑوں نے دستخط کر دیئے۔ ذرا اس مصلحت کی وضاحت کریں۔ کیا یہ مصلحت منافقت سے تو تعبیر نہیں ہے؟

سوال نمبر ۶۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ اس فیصلہ پر دستخط کرنے کے بعد اشاعت کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سا خمیازہ تھا جو آپ کی جماعت کو بھگتنا پڑا؟

سوال نمبر ۶۹: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''اشاعت التوحید والسنۃ سے وابستہ علماء نے اس وقت کے اکابرین اور علماء دین جو واقعۃ میں دین کے عالم تھے، سے رابطہ کیا۔ انہیں اپنا موقف بتایا۔ اپنے دلائل ان کے سامنے رکھے۔ متحارب اصاغرین کے دلائل کا تجزیہ کیا۔ ان اکابر وعلماء نے ان کے دلائل پر صاد بھی کیا اور اصاغرین کی زیادتیوں کی شکایت بھی کی۔'' (ایضاً ص ۱۶)

آپ کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ ان اکابر علماء دین کے نام بتائیں اور باقاعدہ تحریری ثبوت پیش کریں، جنہوں نے اشاعت التوحید والسنۃ کے موقف کی تصدیق کی اور اصاغر دیوبند کی زیادتیوں کی شکایت کی بات بحوالہ کریں۔ غلط بیانی نہ ہو؟

سوال نمبر ۷۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اس حقیقت سے قطع نظر کہ کون کون سے بزرگ ان دونوں (شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور سید عنایت اللہ گجراتی) کی پتنگ کاٹنا چاہتے تھے اور کون اللہ کی بجائے قاری محمد طیب صاحب کے دادے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لڑ رہا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ قطع نظر نہ فرمائیں بلکہ بات کھولیں کہ کون کون سے لوگ آپ کے مشائخ قرآن کی پتنگ کاٹنا چاہتے تھے اور کون لوگ اللہ تعالیٰ کی بجائے قاری محمد طیب صاحب کے دادے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لڑ رہے تھے۔ مولانا حق بات کو چھپانا اچھی بات نہیں۔ ضرور ہمیں بتائیں کہ کون کس کے لئے لڑ رہا تھا؟

سوال نمبر ۷۱: آپ نے جو یہ لکھا کون اللہ کی بجائے قاری محمد طیب کے دادے کے لئے لڑ رہا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا قاری محمد طیب صاحب کے دادا کی راہ اللہ کی راہ سے مختلف تھی۔ کیا قاری محمد طیب صاحب کے دادا کے لئے لڑنے والے اللہ تعالیٰ کے لئے لڑنے والے نہ تھے؟

سوال نمبر ۷۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ صلح کی تمام کوشش نقش برآب ثابت ہوئیں۔ (ایضاً ص ۱۷) اب سوال یہ ہے کہ قاری محمد طیب صاحب کی اس مصالحانہ کوشش کو کس نے ناکام کیا۔ وضاحت سے بتائیں؟

سوال نمبر ۷۳: بندہ عاجز کے فہم کے مطابق اس صلح کے ناکام کرنے والے تم ہی لوگ ہو۔ کیونکہ آپ کا بیان

ہے کہ اشاعت نے اس فیصلہ پر بادل نخواستہ دستخط کیے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ اشاعت والے بعض اوقات کمزوری اور نرم بھی پڑ جاتے ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ جماعت دیوبند ان کی کمزوری تھی۔ ان سب قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح کی ناکامی کی ذمہ داری تم پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ہمارا یہ اندازہ درست نہیں ہے تو آپ بتائیں کہ یہ صلح کیوں ناکام ہوئی؟

سوال نمبر ۷۴: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا۔ قرآن وحدیث صحیحہ ثابتہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تعلیمات امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یکسر اعراض کر کے المہند کو سر پر اٹھا لیا گیا اور اسے علی المہند سے المہند شریف بنا دیا گیا اور اسے علمائے دیوبند کے عقائد کی متفقہ دستاویز کے طور پر پیش کیا گیا۔ مولانا صاحب! آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ المہند کو ماننا اس کو سر پر اٹھانا اور اس کے مطابق عقیدہ رکھنا کیا واقعی ایسا ہے کہ اس سے قرآن حدیث صحیحہ ثابتہ، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تعلیمات امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اعراض لازم آتا ہے۔ اگر لازم آتا ہے تو ثبوت پیش فرمائیں اور دلائل بیان فرمائیں اور اگر اعراض لازم نہیں آتا تو آپ نے الزام کیوں لگایا۔ سوچ کر جواب دینا؟

سوال نمبر ۷۵: اگر واقعی المہند کو سر پر اٹھا لینے سے جو کچھ آپ نے فرمایا وہ لازم آتا ہے تو سوال یہ ہے کہ جنہوں نے المہند کو تحریر کیا اور اس پر تصدیقی دستخط کئے تو کیا آپ کا یہ الزام ان پر عائد ہوگا یا نہ؟

سوال نمبر ۷۶: مولوی محمد ایاز صاحب! آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ ایک طرف تو آپ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم حقیقی معنوں میں دیوبندی ہیں اور یہ بھی دعویٰ کرتے ہو کہ ہم اکابرین دیوبند پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے اور کبھی کہتے ہو ہم فکر دیوبند کے امین ہیں اور دوسری طرف کہتے ہو کہ المہند علی المفند سے قرآن، حدیث صحیحہ، ثابتہ، آثار صحابہ اور تعلیمات امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یکسر اعراض لازم آتا ہے۔ حالانکہ المہند تمام اکابر دیوبند کی متفقہ ومصدقہ کتاب ہے۔ اب بتا دو کہ تمہارے اس دعویٰ میں کتنی صداقت باقی ہے؟

سوال نمبر ۷۷: المہند کو المہند شریف لکھنے سے آپ کو الرجی کیوں ہوئی؟

سوال نمبر ۷۸: آپ بتائیں کہ المہند میں درج مسائل ونظریات اور عقائد اگر یہ علماء دیوبند کے نظریات نہیں ہیں تو ہمارے علماء کے اس بارہ میں عقائد کیا ہیں۔ کیا علماء دیوبند کے نظریات المہند میں مندرجہ عقائد سے مختلف تھے؟

سوال نمبر ۷۹: اگر اکابر علماء دیوبند کے نظریات یہ نہ تھے جو اس کتاب میں موجود ہیں تو اس کتاب پر دستخط فرمائیں؟

سوال نمبر ۸۰: کیا اکابر علماء دیوبند کو وہی مجبوری اور کمزوری تو درپیش نہیں آئی جو اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بڑوں کو قاری محمد طیب صاحب کے فیصلے پر دستخط کرتے وقت پیش آئی تھی؟

سوال نمبر ۸۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ہمیشہ سے ایسا ہوتا رہا کہ دیوبند اور حنفیت کے دامن پر جب بھی انگریز کاسہ لیس غیر مقلدین نے کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی، تو خصوصا سرحد میں تو یہ معاملہ رہا ہے کہ خود تو یہ نام نہاد دیوبندی اور خود کو حنفی کہلانے والے دم سادھے۔ خاموش بیٹھے رہے۔ جب کہ یہ علماء اشاعت ہی تھے جو نہ صرف تحریر بلکہ مناظرہ کے ہر اس میدان میں سینہ تان کر پہنچے، جہاں دیوبندیت اور حنفیت کو للکارا گیا تھا۔ انہوں نے غیر مقلدین کو مناظروں کے میدان میں پے در پے شکستوں سے دوچار کیا۔

نہ اتنا بڑھاپا کی داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

مولانا محمد ایاز صاحب اپنی جماعت کی خودستائی میں اتنا غلو کیوں کر رہے ہو؟ آپ کو اس سے کیا فائدہ

حاصل ہوگا۔ کیا عوام الناس پر یہ ظاہر کر رہے ہو کہ ہم دین کے بہت بڑے چمپئن ہیں۔ تمہاری یہ خود ثنائی ریا کاری کی حدود میں تو داخل نہ ہو جائے گی۔ اگر تم اللہ کے لئے کچھ کر رہے ہو، کیا اللہ اس کو نہیں جانتا۔ کیا اللہ تعالیٰ کو بھی بتانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تم نے کوئی کام کیا ہے تو عوام اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اپنی شیخی دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بقول شیخ سعدی مشک آں باشد کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید!

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ لوگوں کی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں قرآن اور توحید کے نام پر اس بات پر صرف ہو رہی ہیں کہ نبی ﷺ قبروں میں زندہ نہیں ہیں اور قریب سے درود و سلام نہیں سنتے۔ یہ ہے آپ کی جماعت کی محنت کا ثمرہ اور تگ و دو کا نتیجہ اور بس اللہ اللہ خیر صلا۔

باقی رہا آپ کا یہ دعویٰ کہ ہم غیر مقلدین کا مقابلہ کر رہے ہیں تو یہ بھی ایک بے بنیاد بات ہے۔ غیر مقلدین کا مقابلہ تو بڑی بات ہے۔ آپ نے تو اپنی عوام کے لئے غیر مقلدیت کی راہ ہموار کی ہے اور لوگوں کو سلف بیزاری کا سبق پڑھایا ہے۔ سب سے پہلے آپ لوگوں نے علمائے اہل سنت حنفیہ کے چار اصول (کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اجماع امت اور قیاس صحیح) میں سے دو کو باقی رکھا اور دو کو لوگوں کے ذہنوں سے اڑا دیا۔ تم نے بار بار باتکرار عوام الناس کے اذہان میں یہ بات ڈالی ہے کہ ہر مسئلہ کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہونا چاہئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کی نظروں میں اجماع امت اور قیاس صحیح کی وقعت وعظمت گرتی چلی گئی اور پھر تم لوگوں نے قرآن وحدیث میں اسلاف کی تعبیرات کو بالائے طاق رکھ کر ایسی من مانی کی اور دوسروں کو سکھائی کہ ہر آدمی مفتی بنا نظر آتا ہے اور ہر سچے مسئلہ کے مقابلہ میں وہ فوراً کہہ دیتا ہے کہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

محترم مولانا صاحب! آپ کے عوام وخواص آپ کے علماء وطلباء اتنے آزاد ہو چکے ہیں کہ ہر بے راہ روی کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں۔ کتنے اشاعتی ہیں، جنہوں نے غیر مقلدیت قبول کر لی ہے اور کتنے توحیدی ہیں، جنہوں نے کراچی کے کیپٹن مسعود الدین عثمانی کو اپنا امام بنا رکھا ہے۔ آپ کی بہت سی عوام جماعت المسلمین میں داخل ہو چکی ہے۔ نامعلوم اشاعت کے کتنے افراد ہیں، جنہوں نے احادیث صحیحہ کو رد کرنے کا مشن اپنا رکھا ہے۔ بعض اشاعتی وہ بھی ہیں جنہوں نے حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور مہدی اور فتنہ دجال کا انکار کر رکھا ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

حقیقت یہ ہے کہ اہل اشاعت نے قوم کو پلیٹ فارم نہیں دیا بلکہ ایک ایسے دھارے پر کھڑا کیا جہاں سے آدمی کسی بھی ضلالت میں گر کر ہلاک ہو سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ لوگ غیر مقلدیت کے خلاف مناظر نہیں ہیں بلکہ ان کے لئے دہلیز اور راستہ ہیں۔ اگر تم لوگ غیر مقلدین کا مقابلہ کر سکتے تو تمہارے امام علامہ عنایت اللہ گجراتی غیر مقلدیت کی سرکوبی کے لئے اپنی مسجد میں علامہ مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مشکل کشائی کے لئے ہرگز نہ بلاتے۔ اگر آپ عبدالسلام سرحدی اشاعتی کو دیکھ لیتے جنہوں نے اشاعت چھوڑ کر غیر مقلدیت اختیار کر لی ہے تو قطعاً یہ جھوٹا دعویٰ نہ کرتے۔

<u>سوال نمبر ۸۲</u>: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ بہر حال حیات برزخیہ کی کیفیت کے مسئلے نے درجنوں گمنام مولویوں کو نامور بنا دیا اور جنہیں اپنے گھر کے افراد کے سواء کوئی جانتا تک نہ تھا۔ وہ محقق العصر فقیہ العصر ترجمان دیوبند قائد اہل سنت اور امام سنت بن گئے۔

مولوی صاحب! اگر ہم آپ کی اس ناروا جارحیت پر ''المرء یقیس علی نفسہ'' کی مثال پیش کریں تو محسوس تو نہیں فرمائیں گے؟

سوال نمبر ۸۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء بالخصوص امیر اشاعت جناب مولوی قاضی نور محمد، مولوی قاضی شمس الدین، مولوی غلام اللہ خان، مولوی محمد طاہر اور مولوی سید عنایت اللہ بخاری نے ان اپنوں کو بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ اکابر پر رحم کرو اور ان کے ذمے غیر قرآنی عقائد مت لگاؤ۔ اکابر کی ایسی عبارتیں موجود ہیں، جن سے ان کا مسلک قرآنی ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سے غیر قرآنی عقائد ہیں، جن کو اصاغر نے اپنے اکابر کے ذمے لگایا۔ ذرا ان کی فہرست پیش فرمادیں۔''

سوال نمبر ۸۴: نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ غیر قرآنی عقائد خود اکابر نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں یا انہوں نے تو نہیں لکھے لیکن اصاغر نے ان کے ذمے لگا دیئے؟

سوال نمبر ۸۵: اگر اکابر نے اپنی کتابوں میں خود لکھے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا غیر قرآنی عقائد لکھنے والے اکابر بن سکتے ہیں؟

سوال نمبر ۸۶: یہ عقائد اگر اکابر نے لکھے ہیں تو آپ نے اصاغر پر الزام کیوں لگایا کہ انہوں نے غیر قرآنی عقائد اکابر کے ذمے لگائے؟

سوال نمبر ۸۷: آپ کی مذکورہ بالا عبارت سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایسی عبارات خود اکابر کی کتابوں میں موجود ہیں جو غیر قرآنی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اصاغر پر کیوں الزام لگایا کہ انہوں نے اکابر کے ذمہ غیر قرآنی عقائد لگا دیئے۔

سوال نمبر ۸۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ حنفیت اور دیوبندیت کے نام پر تمام عمر کھانا اور ان ناموں کو اپنے مفاد کی خاطر کیش کرانے کی نااہلوں کو لت جو پڑ چکی تھی۔ محترم مولوی صاحب! اگر آپ کے اس الزام کے جواب میں الرجل یقیس علی نفسہ پڑھا جائے تو بے جا تو نہ ہوگا؟

سوال نمبر ۸۹: مولوی صاحب آپ نے نام لئے بغیر امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے بارے میں لکھا: ''یہ مانتے ہیں کہ جنہوں نے کم از کم تحریر کے میدان میں تو بریلویوں کو ناکوں چنے چبوائے تھے، لیکن پھر اس معاملہ میں یہ ''نقضت غزلھا'' کا مصدق بننا پڑا۔'' (ایضاً ص ۱۹)
اور ان کا قصور آپ نے یہ بتایا کہ انہوں نے حیات الانبیاء اور سماع موتی کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔
لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کی پوری جماعت نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے تاریخ ساز فیصلے کو تسلیم کیا اور سرکردہ لوگوں نے پوری جماعت کی طرف سے دستخط فرمائیں۔ پھر خود ہی اس فیصلہ سے انحراف کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ بھی قرآن مجید کی آیت مذکورہ بالا ''نقضت غزلھا'' کا مصداق ٹھہریں گے یا نہ اگر نہیں تو پھر بتائیں کیسے؟

سوال نمبر ۹۰: آپ نے اپنے رسالہ میں حضرت مولانا حسین علی صاحب کی بہت بڑی تعریف کی اور ان کے فہم قرآن کو خوب سراہا اور عقیدہ توحید کی پختگی کو بھی خوب بیان کیا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں بلغۃ الحیران ''تفسیر بے نظیر'' تحریرات حدیث، تحفہ ابراہیمیہ وغیرہ کتب میں عقیدہ حیات وسماع کو اعادہ روح فی القبر الی المیت، قبر میں روح اور جسد دونوں کی جزا وسزا قبر کے پاس بیٹھ کر میت سے باتیں کرنا اور مسئلہ توسل کو بھی تسلیم کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب پر مذکورہ بالا آیت چسپاں کی جائے گی یا نہ اگر نہ تو کیوں؟

سوال نمبر ۹۱: ایک طرف تو آپ حیات الانبیاء علیہم السلام کے عقیدہ کو جزوی اختلاف اور غیر ضروری عقیدہ قرار دیتے ہو اور دوسری طرف قائلین پر ایسی آیات چسپاں کر رہے ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ دورنگی چال کیوں؟

سوال نمبر ۹۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء حقیقی معنوں میں دیوبندی تھے اور اکابرین دیوبند پر کوئی آنچ نہ آنا دینے چاہتے تھے۔ وہ اس جگ ہنسائی پر سخت کبیدہ خاطر تھے کہ ان کے اکابرین کے متھے غیر قرآنی عقائد منڈھے جائیں اور پھر یہ نیک کام اکابرین کے پیروکار کریں۔ اس لئے انہوں نے اصاغرین کو بار بار سمجھایا کہ اکابرین کے ہاں یہ مسائل صرف علمی درجہ پر تھے۔ عقیدے کے درجے پر نہ تھے۔ (ایضاً ص۱۹)

اب سوال یہ ہے کہ آپ نے تسلیم کر لیا کہ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور استشفاع اور توسل وغیرہ علماء دیوبند کے ہاں عقائد کے درجہ میں نہ تھے بلکہ علمی درجہ میں تھے۔ آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ بار بار اکابر علماء دیوبند کے نقش قدم پر چلنے کے بانگ دہل دعوے کر رہے ہیں۔ لہٰذا جن مسائل کو اکابر نے علمی درجے میں تسلیم کر لیا ہے، آپ بھی انہیں علمی درجے میں تسلیم کر لیں۔ اگر آپ تسلیم نہیں کرتے تو کیوں؟ کیا آپ پیروی کے دعویٰ میں مخلص نہیں ہیں؟

سوال نمبر ۹۳: سوال یہ ہے کہ اکابر کے علمی مسئلے اور تھے اور اعتقادی مسئلے اور تھے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو اس کو دلائل سے ثابت فرمائیں؟

سوال نمبر ۹۴: آپ نے لکھا ہے کہ اشاعت التوحید والسنۃ والے اس جگ ہنسائی سے سخت کبیدہ خاطر تھے کہ علماء دیوبند کے متھے غیر قرآنی عقاید منڈھے جائیں۔ آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ کو یہ جگ ہنسائی تو نظر آئی، لیکن اکابر دیوبند کی کتابوں میں عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور عقیدہ سماع الانبیاء علیہم السلام جو بکثرت پایا جاتا ہے اور آپ دن رات اسی عقیدہ کے خلاف زہر اگل رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قبر میں زندہ نہیں، سنتے نہیں اور آپ کی یہ آواز اندرون ملک اور بیرون ملک اپنوں اور غیروں کے کانوں میں گردش کر رہی ہے تو جو جگ ہنسائی آپ کے اس پروپیگنڈے سے ہو رہی ہے وہ آپ کو نظر کیوں نہ آئی؟

سوال نمبر ۹۵: آپ نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ جزی عقیدہ ہے اور عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ عقیدہ قرآنی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی جزئی اور غیر ضروری عقائد کو بھی غیر قرآنی کہنا درست ہے؟

سوال نمبر ۹۶: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ یوں تو کئی جماعتیں مذہب اور اسلام کے نام پر وجود میں آئیں۔ پھر یا تو ٹوٹتی چلی گئیں یا پھر اپنے بنیادی پروگرام ومنشور سے ہی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مصلحتوں کے نام پر انحراف کر بیٹھیں۔ مگر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ اپنے بنیادی پروگرام اور مشن پر آج تک عمل پیرا ہے۔ (ایضاً ص۲۰)

اور آپ اپنے اسی رسالہ ص۱۱۶ اپنی جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے بارے میں لکھ چکے ہیں۔ "جماعت دیوبند ان کی کمزوری تھی اور وہ اس معاملے میں بہت زیادہ حساس تھے اور اس کے لئے وہ ہر قربانی دینے کو تیار رہتے تھے۔ اسی لئے وہ جماعتی اتحاد کی خاطر کمزور اور نرم بھی پڑ جاتے تھے، جس کی بہترین مثال حضرت قاری محمد طیب صاحب دار العلوم دیوبند کے ساتھ علماء اشاعت کا مصلحت کا تقاضہ سمجھتے ہوئے اپنے اصولی موقف پر بادل نخواستہ معاہدہ پر دستخط کرنا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اسی ایک رسالہ میں آپ نے دو متضاد باتیں کہہ دیں۔ ایک جگہ فرمایا کہ ہماری جماعت مصلحت کا شکار نہیں ہوتی اور دوسری جگہ فرمایا ہماری جماعت مصلحت کا شکار ہو جاتی ہے۔ از راہ دیانت بتائیں کون سی بات سچی اور کون سی جھوٹی ہے؟"

سوال نمبر ۹۷: اپنے اسی رسالہ میں کبھی کہتے ہو کہ حیات الانبیاء کا عقیدہ جزوی اور غیر ضروری ہے اور کبھی اس کو اصولی قرار دیتے ہو۔ وضاحت فرما دو کہ یہ مسئلہ واقعی جزوی اور غیر ضروری ہے یا اصولی ہے۔ ایک بات سچی ہوگی۔ لازماً دوسری جھوٹی۔ لہٰذا وضاحت فرما دو سچ کتنا ہے اور جھوٹ کتنا ہے۔

سوال نمبر ۹۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ علامہ مفتی محمد حسین نیلوی کی شفاء الصدور کے بعد ان کی لاجواب تصنیف ندائے حق جس نے بڑے بڑوں کی بولتیاں بند کر دیں۔ (ایضاً ص ۲۰) نا معلوم آپ نے اتنی بڑی غلط بیانی کیسے کر دی کہ نیلوی نے بڑے بڑوں کی بولتیاں بند کر دیں۔ حالانکہ میں جماعت علماء دیوبند کا ایک ادنیٰ ہیچمداں کارکن ہوں۔ بندہ نے حضرت نیلوی صاحب کی خدمت میں ۱۰ سوال بھیجے تھے۔ میرے سوالات موصول ہونے کے بعد موصوف کئی سال زندہ رہے۔ لیکن جواب نہ دے سکے۔ بالآخر میرے سوالات کا قرضہ قبر میں لے گئے جو ابھی تک ان کی گردن پر باقی ہے۔ نہ معلوم آپ لوگوں نے کیسے ان کی نماز جنازہ ادا کر دی۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھا کرتے تھے تو گزارش ہے کہ جو ایک طالب علم کے سوالات کا جواب نہیں دے سکا، اس نے بڑے بڑوں کی بولتیاں کیسے بند کی ہوں گی۔

سوال نمبر ۹۹: آپ نے نیلوی صاحب کی کتاب ندائے حق کو لاجواب قرار دیا۔ حالانکہ امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب سواتی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب تسکین الصدور کے بعد والے ایڈیشنوں میں دے دیا ہے تو اب اسے لاجواب کہنے کا کیا مطلب۔ ہاں! اگر آپ کو ندائے حق کی کسی دلیل کا جواب نظر نہیں آتا تو وہ میری طرف بھیج دیں۔ بندہ عاجز ہر وقت اور بروقت آپ کی خدمت کے لئے موجود ہے۔ ان شاء اللہ! رہی سہی کسر نکال دی جائے گی۔

سوال نمبر ۱۰۰: آپ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ ''اور اس کے لئے خطرناک طریقہ سماع موتیٰ اور حیات النبی ﷺ کے بارے میں قرآن وسنت سے ہٹ کر عقیدہ رکھنے کا راستہ ہے۔ جب تک لوگ یہ نہ جان پائیں گے کہ قرآن کی آیات احادیث وآثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان دونوں مسائل کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور علم احناف ومکتب دیوبند کے اکابرین کے مجموعی تأثر اور ظاہر الروایات کیا کہتے ہیں۔ دیوبندیت کے یہ ٹھیکہ دار یونہی کسی قافلے کے محافظ کے خود ہی راہزن بن جانے کا کردار کرتے رہیں گے۔'' (ایضاً ص ۲۱)

آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایک واضح موقف اختیار فرمائیں۔ کیونکہ آپ کی بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ معمولی اور غیر اہم ہے اور بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہم اور غیر معمولی ہے۔ لہٰذا دورنگی چھوڑ کر ایک رنگ پر آجائیں۔

سوال نمبر ۱۰۱: آپ نے اپنے رسالہ میں مولانا محمد طیب صاحب طاہری پنج پیری کے بارے میں لکھا ہے: ''مسلک الاکابر ترتیب دی تاکہ اپنی طرف سے اس موضوع کو ضبط تحریر میں لاکر پھر خصوصاً دیوبندیت کے حوالے سے حقائق کو سامنے لایا جائے جس کا نام انہوں نے سو فیصد درست تجویز کیا ہے۔ مسلک الاکابر جو درحقیقت قرآن وسنت کا مسلک ہے۔ علماء احناف ودیوبند کا مسلک ہے۔ آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ نے یہ فیصلہ جلد بازی میں کیوں کیا۔ آپ کو چاہئے تھا کہ اوّلاً مسلک الاکابر کا غور سے مطالعہ فرماتے بعدہ اکابر علماء دیوبند کی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کرتے۔ پھر فیصلہ دیتے کہ مسلک الاکابر میں واقعی مسلک اکابر کی ترجمانی کی گئی ہے یا نہ مثال کے طور پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات خواہ عربی ہوں یا اردو ان سب میں انہوں نے عقیدہ حیات وسماع کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ خصوصاً فضائل درود شریف، فضائل حج اور فضائل نماز میں حضرت شیخ سے مالا مزید علیہ کے طور پر لکھا ہے۔ لیکن ظلم دیکھئے اپنے امیر کا کہ انہوں نے مولانا محمد زکریا صاحب کو بھی معاف نہیں کیا۔ ان کی عبارات میں قطع برید کی اور تاویل القول بمالا یرضیٰ بہ القائل'' کا ارتکاب کر کے ان کو

منکرین حیات انبیاء علیہم السلام کی صف میں کھڑا کرنے کی ناپاک جسارت کی اور یہی حال دیگر اکابر کے ساتھ کیا گیا۔ لہٰذا پہلے مطالعہ فرمائیں۔ پھر انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ مسلک الاکابر سو فیصد صحیح ہے یا سو فیصد غلط ہے؟

سوال نمبر ۱۰۲: آپ نے ہمارے علماء دیوبند کے بارے میں لکھا کہ: ''انہوں نے خصوصاً ان دو فروعی مسائل سماع موتی اور حیات النبی ﷺ کو اچھالنے کی ٹھانی۔ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اختلاف نے ماشاء اللہ سے بڑے بڑے محقق اور مدقق پیدا کر دیئے اور جب سے علماء اشاعت نے اس سادہ اور فروعی مسئلے کو قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی مختلف مگر لاجواب تحریرات کے ذریعے گاہے بگاہے واضح کیا۔'' (ایضاً ص ۲۲) آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ نے اس عبارت میں عقیدہ حیات وسماع کو فروعی اور سادہ کہا ہے۔ بتائیں آپ کے نزدیک حقیقتاً یہ مسئلہ فروعی اور سادہ ہے یا آپ نے مصلحتاً اس کو فروعی اور سادہ کہہ دیا؟

سوال نمبر ۱۰۳: اگر واقعی آپ کے نزدیک یہ مسئلہ فروعی ہے تو اس موضوع پر بیسوں کتابیں لکھ کر ان کے اوراق کالے کیوں کئے ہیں؟

سوال نمبر ۱۰۴: اگر واقعی آپ کے نزدیک یہ مسئلہ فروعی ہے تو اس مسئلہ کو آپ نے شرک کا چور دروازہ کیوں قرار دیا؟

سوال نمبر ۱۰۵: اگر واقعی آپ کے نزدیک یہ فروعی مسئلہ ہے تو آپ کی توحید کو اس فروعی مسئلے سے کیوں خطرہ لاحق ہو جاتا ہے؟

سوال نمبر ۱۰۶: اگر کوئی شخص تمہارے اس فروعی مسئلے کو اس صورت تک نہیں مانتا جو تم نے تجویز کیا ہے۔ بلکہ اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی بتائی ہوئی صورت کے مطابق تسلیم کرتا ہے تو پھر تم اس پر شرک، بدعت، حماقت اور جہالت وغیرہ کے فتوے کیوں صادر کرتے ہو۔ کیا یہی تمہارا انصاف ہے۔ کیا ایک فروعی مسئلے کا اتنا اونچا مقام ہے۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دو؟

سوال نمبر ۱۰۷: آپ نے اپنے رسالہ میں بندہ عاجز کے متعلق لکھا ہے کہ شوق مشہوری میں بندہ کیا کیا کرتا رہتا ہے۔ (ایضاً ص ۲۲) اس عبارت کے متصل بعد لکھا ہے: ''لیکن چونکہ مولانا قاری صاحب دین کے عالم ہیں۔ اس لئے چلیں پھر بھی ہمارا ظرف اور حسن ظن تو یہی ہے کہ شاید انہوں نے اخلاص کے ساتھ کیا ہو اور ان کا مقصد اصلاح احوال ہی ہو۔'' محترم مولانا صاحب! ایک ہی صفحہ پر اور ایک ہی عبارت میں دو متضاد باتیں کیسے بیان فرما دیں۔ اوّلاً مشہوری یعنی ریاکاری کا طعنہ بھی دے دیا۔ پھر متصل بعد اخلاص اور حسن ظن کا دعویٰ بھی کر دیا۔ اب وضاحت فرمائیں کہ سچی بات کون سی ہے اور جھوٹی کون سی؟

سوال نمبر ۱۰۸: بندہ عاجز ہیچمدان لاعلم ایک طالب علم ہے۔ البتہ اکابر علماء دیوبند کے مسلک کی ترجمانی کو آخرت کی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ لیکن آپ نے اس عبارت میں مجھ ناتواں کو عالم دین کے لقب سے نواز دیا اور یہی کچھ ص ۲۹ پر بھی لکھا اور پھر بندہ عاجز کو مخاطب کر کے یہ بھی لکھا: ''واہ مولوی تونسوی صاحب واہ ویسے خود ہمیں آپ کی احمقانہ حیرت پر خاص حیرت ہے۔'' (ایضاً ص ۲۳)

اب سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک عالم دین وہی ہوتے ہیں جو احمقانہ باتیں کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۰۹: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''مولوی تونسوی نے جو بڑ ہانکی ہیں۔'' (ایضاً ص ۲۷) اب سوال یہ ہے کہ آپ کے ہاں جو عالم دین ہوتے ہیں وہ بڑیں ہانکا کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا لیکن اگر ایسا ہے بھی تو اصلاح احوال کی یہ کوشش اگر براہ راست جناب شیخ القراء مولانا محمد طیب طاہری سے مل کر یا ان سے خط و کتابت کر کے کی جاتی تو زیادہ مستحسن ہوتی۔ مگر اشتہاری انداز کی یہ مناظرانہ مگر سطحی کوشش تو اصلاح احوال کی بجائے طلب جاہ کی چغلی کھاتی زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ (ایضاً ص ۲۳) محترم مولانا صاحب غصہ تھوک دیجئے اور بدگمانی سے بچیے بندہ عاجز نے اوّلاً یہی کچھ کیا جسے آپ مستحسن قرار دے رہے ہیں۔ اپنے سوالات کو اشاعت سے پہلے حضرت شیخ القرآن کی خدمت میں بھیجے اور ان سے جواب طلب کیا۔ جب جواب نہ ملا تو وہاں صوابی کے دوستوں نے ان سوالات کو شائع بھی کر دیا۔ اب بتائیں کہ اس میں کیا قصور ہے۔ میں نے تو بقول شما ایک مستحسن قدم اٹھایا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے بندہ عاجز کے سوالات کی پوری روئیداد ہی نہیں پوچھی اور خواہ مخواہ غصے میں آ گئے۔ اگر اپنے شیخ سے صحیح صورتحال معلوم کر لیتے تو یہ شرمندگی نہ اٹھانا پڑتی۔ الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

سوال نمبر ۱۱۱: آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ نے زیادہ مستحسن قدم کیوں نہیں اٹھایا۔ آپ کو چاہئے تھا کہ اپنے ۱۳۵ سوال بذریعہ ڈاک میری طرف ارسال کرتے۔ اگر بندہ عاجز جواب نہ دیتا تو پھر اشتہاری کوشش کرتے۔ مجھے تو سبق دیا ہے۔ لیکن آپ نے اپنے سبق پر عمل نہیں کیا۔ ''لم تقولون مالا تفعلون''

سوال نمبر ۱۱۲: اگر آپ نے یہاں مستحسن اقدام کو ترک کر دیا تھا تو کم از کم اس رسالہ کو اشتہاری بنانے کے بعد بذریعہ ڈاک میری طرف بھیج دیتے تو یہ بھی آپ کی طرف سے مستحسن اقدام ہوتا۔ لیکن آپ نے میری طرف ایک رسالہ بھی نہ بھیجا اور یوں یہ دوسرا مستحسن اقدام بھی آپ سے نہ ہو سکا۔ آخر کیوں؟

سوال نمبر ۱۱۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ بہرحال مولانا موصوف کا مقصد جو بھی ہو، ہماری تمام اصاغر دیوبند سے درخواست ہے کہ خدارا اپنے بزرگوں پر رحم کرو اور ان کے بارے میں دوغلے پن کا تاثر پیدا نہ کرو۔ چونکہ ان مسائل کے بارے میں جملہ اکابرین کی ایک سے زیادہ آراء ہیں۔ اس لئے انہیں عقیدہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ عقیدہ تو ٹھوس مستقل اٹل اور غیر متبدل ہوتا ہے اور اس کے پیچھے قرآن اور صرف قرآن کی نص ہوا کرتی ہے یا پھر حدیث متواتر۔ (ایضاً ص ۲۳)

محترم مولانا صاحب آپ کی خدمت میں گزارش ہے آپ کے امیر حضرت مولانا محمد طیب صاحب طاہری پنج پیری نے درجن بھر اکابر دیوبند کی طرف غلط عقیدے منسوب کئے ہیں۔ ان اکابر کی کتابوں میں کچھ اور لکھا ہے اور امیر نے اپنی کتاب مسلک الاکابر میں اس کے برعکس لکھا ہے۔ رحم کی اپیل اپنے امیر سے کرو۔ ہم سے رحم کی اپیل کرنے کا کیا مطلب۔ اپنے امیر سے رحم کی اپیل کیوں نہیں کرتے۔ انہیں کہو کہ وہ اکابر پر رحم کریں۔ غیر شرعی عقائد ان کے سر نہ تھوپیں؟

سوال نمبر ۱۱۴: آپ نے لکھا کہ مسائل کے بارے میں جملہ اکابرین کی ایک سے زیادہ آراء ہیں۔ آپ نے یہ ایک ایسی بات کہی ہے جس کا آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر آپ کے اس دعویٰ کو جھوٹ اور غلط بیانی سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اگر آپ میں ہمت ہے تو اس دعویٰ کو ثابت کر دکھائیں حقیقت یہ ہے کہ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور عقیدہ عذاب قبر پر اس طرح روح اور جسد دونوں کی جزا و سزا پر ہمارے تمام اکابر دیوبند متفق ہیں کہ اسی ارضی قبر میں اوّلاً اعادہ روح ہوتا ہے اور پھر جزا و سزا کے لئے تعلق رہتا ہے اور اس پر بھی تمام اکابر متفق ہیں کہ ان دونوں کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ان عقائد میں اکابر کی قطعاً دو رائیں نہیں ہیں۔ ہاں! آپ تعبیرات کے اختلاف کو آڑ نہ بنائیں۔ بہرحال نفس اعادہ اور نفس تعلق روح اتفاقی اور اجماعی عقیدہ ہے۔ اگر آپ میں ہمت اور جرأت ہے تو اکابر دیوبند کی کتابوں سے ثابت کریں۔ کون کون سے بزرگ اعادہ یا تعلق کے منکر گزرے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۵: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ اکابر کے بارے میں ''دو غلے پن کا تاثر پیدا نہ کرو۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک شخص مختلف فیہا مسائل میں یہ کہتے ہیں کہ اکابر کی ان میں کئی آراء ہیں۔ وہ دوغلہ پن کا شکار ہے یا وہ شخص جو کہتا ہے کہ جملہ اکابر اعادہ روح اور تعلق روح پر متفق ہیں۔ وہ دوغلہ پن کا شکار ہے۔ لہٰذا واضح فرمائیں دوغلہ پالیسی کا ملزم کون ہے؟''

سوال نمبر ۱۱۶: آپ نے لکھا ہے کہ عقیدہ تو وہ ہوتا ہے جو ٹھوس اور اٹل اور غیر متبدل ہوتا ہے اور اس کے پیچھے قرآن یا صرف قرآن کی نص ہوا کرتی ہے یا پھر حدیث متواتر۔ محترم مولانا عقیدہ اعادہ روح اور قبر کی جزا و سزا بہ تعلق روح مستقل، اٹل، ٹھوس اور غیر متبدل عقیدہ ہے اور اس کے پیچھے قرآن بھی ہے اور حدیث متواتر بھی ہے۔ اب فرمائیں کہ آپ اس عقیدہ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔ باقی رہیں نصوص قرآنیہ اور احادیث متواترہ تو وہ قبر کی زندگی میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۱۱۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ جب مولانا تونسوی جیسے لوگ اپنی تائید میں اس مسئلے میں کبھی اکابرین علماء دیوبند میں سے کسی کا حوالہ یا رائے پیش کرتے ہیں تو دیکھنا چاہئے کہ آیا یہ رائے اور عقیدہ تمام علماء دیوبند کی متفقہ رائے ہے یا محض تفرد اور اگر کسی اکابر کا تفرد ہے ان کے ہاں دیوبندیت کے لئے معیار ہے۔ (ایضاً ص ۲۳) الحمد للہ! مولانا ایاز نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے کہ تونسوی جیسے لوگ جن بعض اکابر سے اپنے عقیدہ کی تائید میں عبارتیں پیش کرتے ہیں، وہ جملہ اکابرین کی رائے نہیں ہے۔ بہر حال یہ تو تسلیم کرلیا کہ تونسوی جیسوں کا عقیدہ بعض اکابر کی عبارت سے ثابت ہے۔ اگر چہ آگے انہوں نے اس عقیدہ کی حقیقت کو کم کرنے کے لئے غلط بیانی سے کام لیا کہ یہ جملہ اکابر کی رائے نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جملہ اکابر علماء دیوبند اعادہ روح فی القبر اور قبر کی جزا و سزا بہ تعلق روح جملہ اکابر دیوبند کی رائے ہے۔ کوئی دیوبندی عالم اس عقیدہ کا منکر نہیں ہے۔ ہم مولانا ایاز سے پوچھنا چاہتے ہیں اور وہ بتائیں کہ علماء دیوبند میں سے کس نے اعادہ روح کا انکار کیا۔ مہربانی فرما کر دیانت داری کے ساتھ اکابر کی ایسی عبارات پیش فرمائیں جس میں آپ کے دعویٰ کی تصدیق ہو جائے؟

سوال نمبر ۱۱۸: مولانا ایاز صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ جو علماء دیوبند عقیدہ حیات قبر اور عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کی صحیح صورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ان کا تفرد ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں۔ مولانا ایاز ہمیں بتائیں کہ کس دیوبندی عالم نے ان عقائد کو بعض علماء کا تفرد قرار دیا ہے؟

سوال نمبر ۱۱۹: مولانا ایاز صاحب نے یہ تو تسلیم کرلیا ہے کہ اصاغر دیوبند کا عقیدہ اکابر علماء دیوبند کی عبارات سے ثابت ہے۔ لیکن بندہ عاجز مولانا سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنا مخصوص عقیدہ کسی ایک دیوبندی عالم سے ثابت کردیں چاہے وہ اس کا تفرد ہی کیوں نہ ہو۔

سوال نمبر ۱۲۰: مولانا ایاز صاحب اور اس کی جماعت اشاعت التوحید والسنۃ اصاغر دیوبند کے عقیدہ پر شدید جارحیت کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ شرک و بدعت کے فتوے بھی صادر کرتی ہے اور ادھر مولانا ایاز صاحب تسلیم کر چکے ہیں۔ اکابر علماء دیوبند کی عبارات ایسی بھی ہیں، جن سے اصاغر کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ اب جو یہ حضرات اصاغر کے عقیدہ پر چڑھائی کرتے ہیں۔ یہ چڑھائی اور فتویٰ بازی ان اکابر پر بھی تو ہوگی جو ان اصاغر کے ہم عقیدہ گزرے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مولانا ایاز صاحب کی جماعت ان اکابر کو اپنے فتووں سے کیسے بچائے گی؟

سوال نمبر ۱۲۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''مولوی موصوف چونکہ عالم دین ہیں اور انہوں نے کتابوں میں پڑھ رکھا ہوگا کہ متبع سنت بزرگوں کی خلاف قرآنی عبارتوں کی ایسی تاویل کی جاتی ہے، جس سے وہ عبارات قرآن کے تابع ہو جائیں۔'' (ص ۲۳)

سوال یہ ہے کہ کیا متبع سنت بزرگ بھی قرآن کے خلاف باتیں کہتے یا لکھتے ہیں۔ چند ایک مثالیں پیش فرمائیں ہو متبع سنت بزرگ اور باتیں قرآن کے خلاف کرے۔ ہاں! ایک بزرگ جو عالم دنیا سے منتقل ہو کر عالم قبر و برزخ میں جا پہنچا اور پیچھے ان کی کتابوں میں کوئی ایسی عبارت موجود ہے، جس کے کئی احتمال ہو سکتے ہیں تو ہم اس عبارت کا وہی مطلب مراد لیں گے جو عقائد اہل سنت کے موافق ہوگا نہ کہ وہ مطلب جو اہل سنت کے مخالف ہوگا؟

سوال نمبر ۱۲۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''مولف ۱۰۴ سوالات نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے شیخ التفسیر والحدیث علامہ مفتی محمد حسین شاہ نیلوی پر چند سوالات واعتراضات کئے جن کے انہوں نے جوابات نہیں دیئے اور خاموش ہو رہے۔ اس بارے میں اوّل تو عرض یہ ہے کہ اہل علم کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ اس قسم کی اشتہاری کوششوں کا جواب نہیں دیا کرتے۔ جیسا کہ علامہ نیلوی نے کیا۔'' (ایضاً ص ۲۴)

گزارش ہے کہ بندہ عاجز نے نیلوی صاحب سے دس سوالات کئے تھے، جن کا جواب پوری زندگی نیلوی نہ دے سکے، نہ ہی اس کا کوئی شاگرد ان کا جواب دے سکا۔ میرے وہ سوالات ''قبر کی زندگی'' میں چھپ چکے ہیں۔ لیکن تادم تحریر جواب کہیں سے نہیں آیا۔ اب یہاں ایاز صاحب نیلوی صاحب کی طرف سے یہ عذر پیش کر رہے ہیں کہ سوالات ہی ایسے تھے جن کے جوابات نہیں دیئے جاتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ''اہل علم کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ اس قسم کی اشتہاری کوششوں کا جواب نہیں دیا کرتے۔'' بندہ عاجز عرض گزار ہے کہ ہمیں بتایا جائے کس اہل علم کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ باطل سے دب کر خاموش ہو گئے ہوں۔ حالانکہ اکابر کی تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے ہر باطل کا جرأت اور شجاعت سے مقابلہ کیا ہے۔ جب تک انہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل نہیں کیا۔ باطل کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ انہوں نے سوالات بھی کئے۔ جوابات بھی دیئے۔ جوابات کے جوابات بھی دیئے۔ الغرض باطل کی شکست فاش تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ لیکن افسوس کہ جناب ایاز نے اپنے نیلوی صاحب سے لاجواب ہونے کی خفت کو مٹانے کے لئے اہل علم پر بہتان باندھ لیا۔ کیا اپنے مسلک کے علماء کی صفائی میں اتنا غلو کرنا جائز ہے کہ اہل علم پر بہتان کھڑا کیا جائے؟

سوال نمبر ۱۲۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''اس مرتبہ ان کے شاگرد مولانا عبدالقدوس صاحب جو کہ اس وقت محض طالب علم تھے، نے تونسوی صاحب کے دس سوالات کے جواب لکھے جو خود تونسوی صاحب قبر کی زندگی نامی اپنی کتاب میں ص ۵۵۵ میں شائع کر چکے ہیں۔ استغفر اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین''

قارئین کرام! بندہ عاجز کی نیلوی صاحب سے سوال و جواب کی شکل میں خط وکتابت رہی۔ چنانچہ نیلوی شاہ صاحب تو لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے تو میرے پاس ایک خط آیا لکھنے والے نے اپنے آپ کو نیلوی صاحب کا شاگرد بتایا اور عبدالقدوس نام ظاہر کیا۔ واللہ اعلم! یہ حقیقت تھی یا بناوٹ۔ بہرحال بندہ عاجز کی اس صاحب کے ساتھ بھی طویل گفتگو رہی۔ سوالات و جوابات چلتے رہے اور یہ ساری خط وکتابت بندہ عاجز نے قبر کی زندگی کے آخر میں من وعن شائع کر دی ہے۔ اس میں اپنی طرف سے نہ ترمیم کی ہے نہ اضافہ۔ بندہ عاجز اپنے تقریباً ہر خط میں عبدالقدوس نامی شخص سے یہ مطالبہ کرتا رہا کہ نیلوی صاحب میرے سوالوں کا جواب دیں۔ عبدالقدوس صاحب اپنے خطوط میں یہی جواب دیتے رہے کہ میرے شیخ حضرت نیلوی صاحب آپ کے سوالوں کا ضرور جواب دیں گے۔ بالآخر یہ سلسلہ گفتگو عبدالقدوس کے کہنے پر ختم ہو گیا۔ لیکن میرے سوالات کے جوابات نہ تو نیلوی نے دیئے

اور نہ ہی ان کے شاگرد عبدالقدوس نے دیئے۔ جب کہ بندہ عاجز نے نیلوی صاحب کے شاگردوں کو غیرت بھی دلائی لیکن کہیں سے جواب نہیں آیا۔ لیکن جب بندہ عاجز نے مولانا محمد ایاز صاحب کا یہ رسالہ پڑھا تو دنگ رہ گیا اور حیرت میں محو ہو گیا کہ جناب ایاز صاحب نے اتنا بڑا جھوٹ کیسے بول دیا کہ عبدالقدوس نے میرے سوالوں کا جواب دے دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ بندہ عاجز کی کتاب قبر کی زندگی تین دفعہ چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے اور اس میں یہ ساری گفتگو شائع ہو چکی ہے۔ مجھے دکھائیں قبر کی زندگی میں میرے سوالوں کے جواب کہاں لکھے ہیں؟

سوال نمبر ۱۲۴: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''رہا ان کے لایعنی تکرار کے سوالات کے ٹھوس جوابات کے بعد پھر بچگانہ بحث پر مبنی سوالات بلکہ منفی ذہنیت کے عکاسی اعتراضات وارد کر دینا تو شیخ نیلوی کے سامنے حقیقتاً ایسا ہی بات تھی جیسے کسی پی ایچ ڈی کو پرائمری پاس لڑکا ٹوک دے کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ سو جس طرح لاابالی بچے کی بچگانہ بات پر بڑے ہنس کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ بعینہٖ علامہ نیلوی نے کیا۔'' (ایضاً ص ۲۴)

محترم مولانا ایاز صاحب آپ نے بندہ عاجز کے نیلوی صاحب پر وارد ہونے والے دس سوالات کو لایعنی تکرار بچگانہ قرار دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا آپ بیک وقت مدعی بھی ہیں۔ جج بھی اور صفائی کے وکیل بھی ہیں اور فیصلہ سنانے والے بھی۔ مولانا صاحب! یہ سارے حقوق آپ کو کس نے دیئے۔ آپ تو صرف مدعی ہیں۔ فیصلہ تو علماء دین نے کرنا ہے۔ جس کے سامنے یہ تحریری مناظرہ رکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ تحریری مناظرہ جو نیلوی اور اس کے شاگرد کے ساتھ ہوا تھا۔ ۱۹۹۷ء میں ہوا تھا جس کو تقریباً دس سال ہونے والے ہیں۔ لیکن آج تک مجھے کسی عالم دین نے نہیں کہا کہ آپ کے سوالات لایعنی تکرار اور بچگانہ ہیں۔ آپ پہلے شخص ہیں جو یہ بے بنیاد دعویٰ کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوالات معقول اور اتنے وزنی ہیں جن کا جواب دینا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس لئے فضول بہانے تلاش کر رہے ہو؟

سوال نمبر ۱۲۵: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ'' شاید انہیں علامہ نیلوی اور ان کے شاگرد عبدالقدوس کے جوابات کی صورت میں اصل گھی ہضم نہیں ہو رہا۔'' (ایضاً ص ۲۵)

محترم مولانا صاحب غلط بیانی نہ کیجئے۔ توحید سنت والوں کو جھوٹ بولنا زیب نہیں دیتا۔ بشرطیکہ توحید وسنت کا سچا مدعی ہو۔ نیلوی صاحب اور ان کے شاگرد عبدالقدوس کے جوابات کا اگر اصل گھی مجھے مل جاتا تو میں ضرور ہضم کر لیتا۔ اصل گھی تو بڑی بات ہے ان لوگوں نے تو مجھے بناسپتی گھی سے بھی محروم رکھا۔ آپ بندہ عاجز کی کتاب قبر کی زندگی دیکھیں اور بار بار دیکھیں وہاں میرے سوالات تو لکھے ہوئے ہیں لیکن جوابات کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ نہ انہوں نے جوابات دیئے ہیں نہ میں نے درج کئے ہیں اور اب نیلوی صاحب تو قبر وبرزخ میں پہنچ چکے ہیں اور اہل قبور کے ساتھ آپ کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ کاش کہ مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو وہ قبر کے پاس بیٹھ کر صاحب قبر سے باتیں کر کے حالات معلوم کر لیتے۔ اس لئے اب نیلوی تک تو آپ کی رسائی ہو نہیں سکتی۔ لہٰذا اب صرف ایک ہی راستہ ہے کہ عبدالقدوس سے رابطہ رکھئے اور ان سے پوچھئے کہ تمہارے شیخ پر مولوی تونسوی نے جو سوالات عائد کئے تھے۔ کیا تو نے ان کے جوابات دیئے تھے یا نہ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے اگر تم لوگ توحید وسنت کے سچے مدعی ہوتے تو کم از کم اتنی خلاف واقعہ بات نہ کرتے؟

سوال نمبر ۱۲۶: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''تونسوی صاحب اپنی اور علامہ نیلوی کی علمی حیثیت کو ذہن میں رکھتے اور اپنے سوالات کے جوابات پانے کے بعد پھر بے بنیاد اور لایعنی سوالات کا فضول سلسلہ جاری نہ رکھتے تو کم از کم شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد حسین نیلوی کو اپنے مقابل لاجواب ہونے کا دعویٰ ہرگز نہ کرتے۔'' (ایضاً ص ۲۵) مولانا

محمد ایاز صاحب آپ سوء فہم کا شکار کیوں ہیں۔ بدگمانی چھوڑ دیں۔ بندہ عاجز آپ کے نیلوی کو شیخ الحدیث والتفسیر اور مفتی اور محقق العصر سمجھتا ہے اور بندہ عاجز ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا۔ میں تو ایک طالب علم ہوں بلکہ طالب علموں کا بھی خادم ہوں۔ ہیچمدان اور لاعلم ہوں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ نیلوی صاحب ان سب عہدوں کے باوجود لوگوں کو سلف بیزاری کا درس دیتے رہے اور غیر مقلدین کے لئے لامذہبیت کی راہ ہموار کرتے رہے۔ اکابر اور اصاغر دیوبند پر کیچڑ اچھالی کرتے رہے اور اسی روش پر ان کا خاتمہ ہوا اور بندہ عاجز اپنی تمام تر خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود اکابر علماء دیوبند کے مسلک کی صحیح صحیح ترجمانی کا فریضہ ادا کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ اسی پر میرا خاتمہ بالخیر ہو جائے اور قیامت کے دن اکابر علماء اہل سنت دیوبند کے خدام کے ساتھ میرا حشر ہو جائے۔ آمین ثم آمین!

ایاز صاحب میں آپ کے شیخ نیلوی کی کسی وصف کا انکار نہیں کرتا اور نہ ہی ان کے مقابلے میں میری کوئی حیثیت ہے۔ لیکن خواہ مخواہ ناراض کیوں ہوتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۲۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''میں علمائے اشاعت کی جانب سے تونسوی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کو چیلنج کرتا ہوں کہ چاہیں تو تحریر کے میدان میں یا چاہیں تو ایک ہی بار براہ راست مناظرے کے میدان میں آ جائیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے تاکہ علمائے اشاعت کو لاجواب کرنے کے دعویٰ کی صورت میں چھوٹا منہ بڑی بات والی صورت حال سے بچ سکیں۔'' (ایضاً ص ۲۵)

اس عبارت میں آپ نے اشاعت کی طرف سے مناظرے کا چیلنج دیا ہے۔ جی بسم اللہ جس میدان میں چاہیں تشریف لائیں لیکن اولاً میرے سوالات کا جواب تو دیجئے شیخ نیلوی اور اس کے تمام شاگرد میرے دس سوالات کا جواب نہیں دے سکے۔ آپ کے امیر اور تمام مامور میرے ۱۰۴ سوالات کا جواب نہیں دے سکے اور میری کتاب ''الحیات بعد الممات یعنی قبر کی زندگی'' کا جواب اب تک کسی نے نہیں لکھا۔ میری کتاب ''منکرین حیات قبر کی خوفناک چالیں'' اور عقیدہ حیات قبر اور علم وفہم میت کی حدیث اور اسلام کے نام پر ہوا پرستی وغیرہ کتب کا جواب ابھی تک کسی طرف سے نہیں آیا۔ لہٰذا مجھے اپنے ان سب سوالات اور کتابوں کا جواب درکار ہے۔ مہربانی کر کے جواب عنایت فرمائیں۔

محترم مولوی صاحب عرصہ دراز سے بندہ عاجز کی آپ کی جماعت کے علماء سے جو تحریری گفتگو ہو رہی ہے۔ کیا وہ مناظرہ نہیں ہے۔ آپ مناظرہ کسے کہتے ہیں۔ اب بتائیں کہ چھوٹا منہ اور بڑی بات کا مصداق کون ہے؟

سوال نمبر ۱۲۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''سومولف ۱۰۴ سوالات کے علامہ نیلوی کو لکھے گئے اکثر بیشتر سوالات چونکہ دوسرے ان نام نہاد دیوبندیوں کی مانند عموماً سطحی اور تکرار پر مبنی تھے۔ اس لئے علامہ نیلوی نے اسی لایعنی بحث کو وقت کا ضیاع سمجھا اور خاموش ہو رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مولف نے اس خاموشی کو لاجوابی سمجھ لیا۔'' (ایضاً ص ۲۵) محترم مولانا صاحب آپ یہ بات بار بار کیوں دہراتے ہیں کہ نیلوی صاحب نے دس سوالات کا جواب نہیں دیا اور لاجواب ہو گیا۔ حضرت امیر صاحب سمیت پوری اشاعت نے ۱۰۴ سوالات کا جواب نہیں دیا اور خاموش ہو گئے۔ کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ آپ اقبال جرم کی بجائے چپ رہتے تو آپ کا بھرم رہتا۔

سوال نمبر ۱۲۹: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''پہلے ہمارے علماء اشاعت کی لکھی گئیں۔ اس موضوع پر علمی کتب مثلاً شیخ الحدیث قاضی شمس الدین کی مسالک العلماء اور القول الجلی، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی البصائر علامہ نیلوی کی ندائے حق اور مولانا شیر محمد جھنگوی کی آئینہ تسکین الصدور کا جواب دینا چاہئے۔'' (ایضاً ص ۲۶)

مولانا صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ بتائیں کہ آپ کی جماعت کی کس کتاب کا بلکہ کس کتاب کی کس دلیل کا جواب نہیں دیا گیا۔ پہلے تو ہمارے علماء نے آپ کی کتابوں اور ان کی دلیلوں کے جوابات میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اگر بالفرض والمحال کوئی کسر اب بھی باقی ہے تو آپ وہ دلیل پیش فرمادیں۔ ان شاء اللہ! بندہ وہ رہی سہی کسر نکال دے گا اور جن کتابوں اور دلیلوں کے جوابات ہمارے اکابر دے چکے ہیں۔ اگر تمہارے نزدیک ان میں کوئی سقم باقی ہے تو پیش فرمائیں۔ ان شاء اللہ! تسلی بخش جواب دیا جائے گا۔

سوال نمبر ۱۳۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''اگر ان نام نہاد دیوبندیوں کے ہاں یہ مسئلہ عقائد میں سے ہے تو پھر انہیں اپنا مسلک قرآنی نصوص اور احادیث متواترہ سے ثابت کرنا ہوگا۔ کیونکہ عقائد کا مسئلہ اسلام اور شریعت کے انہی دو بنیادی اصولوں سے ثابت ہوتا ہے۔'' (ایضاً ص ۳۶)

حضرت مولانا صاحب! عقیدہ عذاب قبر یعنی حیات قبر اور اس کی مخصوص شاخ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام الحمدللہ! قرآن مجید کی پچاس (۵۰) سے زائد آیات اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور حیات الانبیاء علیہم السلام پر دلالت کرنے والی حدیثوں کو محدثین نے متواتر کہا ہے۔ الحمدللہ! ہمارا عقیدہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ دلائل کے لئے ''قبر کی زندگی'' کا مطالعہ کیجئے۔

سوال نمبر ۱۳۱: مولانا صاحب بتائیں قرآن مجید کی کس نص قطعی میں یہ لکھا ہوا ہے کہ عقیدہ کی بنیاد صرف اور صرف یہ دو چیزیں ہیں۔ اگر آپ کے پاس نص قطعی ہو تو پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۱۳۲: اگر آپ کے پاس نص قطعی نہیں ہے تو کیا آپ نے اپنے اس عقیدہ کی بنیاد اقوال علماء پر رکھی ہے تو سوال یہ ہے کہ اقوال علماء کسی عقیدہ کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ اگر نہیں بن سکتے تو آپ نے کیسے ان کو بنیاد بنا دیا؟

سوال نمبر ۱۳۳: آپ نے اس سلسلہ میں امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ کا راہ ہدایت سے ایک حوالہ پیش فرمایا۔ لیکن خیانت کا ارتکاب کیا اور حضرت کی ایک عبارت جس میں انہوں نے تواتر کو عام کیا ہے۔ دیکھئے حضرت شیخ الحدیث خبر متواتر کے آگے لکھتے ہیں۔ (عام اس سے کہ تواتر لفظی ہو یا تواتر طبقہ تواتر قدر مشترک ہو یا تواتر توارث ان میں سے ہر ایک کا انکار ہمارے اکابر کے نزدیک کفر ہے۔ ملاحظہ ہو البیان الازہر ص ۱۰۳، ۱۰۴ از حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) (راہ ہدایت ص ۲۰۲)

مولانا کیوں آپ نے یہ عبارت ہضم کر لی اس عبارت سے آپ کو کون سا خطرہ لاحق تھا۔ یہی نہ کہ خبر واحد کو جب تواتر معنوی حاصل ہو جائے یا توارث حاصل ہو جائے یا تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے۔ وغیرہ وغیرہ! تو وہ متواتر کے درجہ میں داخل ہو کر عقیدہ کی بنیاد بن جاتی ہے۔

سوال نمبر ۱۳۴: آپ نے لکھا ہے ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ امام اہل سنت اور ان کے متبعین اپنی ہی باتوں میں تضاد بیانی اور دوغلے پن کے شکار کیوں ہیں۔ بریلویوں کے رد میں لکھنے کی جتنی بھی توفیق انہیں دی گئی۔ وہاں تو تحریر کرتے وقت ان کے ہاں جدا اصول ہوں اور علماء اشاعت کے قرآنی مسلک کے مقابلے میں ان کے اس من پسند مسئلہ میں اپنے لئے جدا اصول کارفرما رکھنے کی روش رکھی جائے کہ جس میں موضوع اور ضعیف روایات اور یا صرف غیر معصوم اکابر کی تفردات سے ہی یہ اپنا کلام چلا لیتے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۷)

محترم مولانا صاحب ہمارے اکابر کی کتابوں کو سمجھنے میں واقعی آپ قاصر ہیں اور اسی قصور کا یہ نتیجہ ہے کہ آپ کو ہمارے بزرگوں کی کتابوں میں تضاد اور دوغلہ پن نظر آتا ہے۔ دانا کہتے ہیں کہ اگر شیشہ سامنے رکھا جائے تو اپنی ہی شکل نظر آتی ہے۔ محترم مولانا صاحب یہ تمہارے اپنے تضاد اور اپنی ہی دوغلہ پالیسیاں ہیں جو آپ کو نظر آ رہی ہیں۔ الحمد للہ! ہمارے اکابر تضاد بیانی اور دورنگی چال سے دور و نفور ہیں۔ باقی رہا عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے متعلق آپ کا یہ سمجھنا کہ امام اہل سنت اخبار احاد سے استدلال کرتے ہیں۔ دراصل تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ کیونکہ محدثین فیصلہ فرما چکے ہیں کہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث نے تواتر میں تعمیم کی ہے۔ حوالہ سابقا گزر چکا ہے یعنی اگر خبر واحد کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے یا اس کو اجماع امت کی تائید حاصل ہو جائے یا قدر مشترک کے طور پر بہت سی حدیثوں میں ایک ہی بات پائی جائے۔ وغیرہ وغیرہ تو وہ خبر واحد درجہ تواتر حاصل کر لیتی ہے۔ لہٰذا حضرت شیخ الحدیث کی تحریروں میں کوئی تضاد اور دوغلہ پن نہیں ہے۔ لیکن تمہارے اذہان ان حقائق کو معلوم کرنے سے قاصر ہیں؟

سوال نمبر ۱۳۵: آپ نے عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کی حدیثوں کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ عقیدہ حیات الانبیاء کی حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اشاعت بھی حیات الانبیاء کے عقیدے کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اگرچہ ایک غلط صورت کے ساتھ ہی سہی بہر حال مانتے تو ہیں اب بتائیں کہ جب حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچ جائیں تو کیا فرداً فرداً ان کے رواۃ پر بحث کر کے ان کو ضعیف اور موضوع بنانا اصول حدیث کی رو سے جائز ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۳۶: مولانا صاحب آپ نے ہمارے امام اہل سنت کو یہ طعنہ بھی دیا ہے کہ وہ غیر معصوم اکابر کے تفردات سے ہی اپنا کلام چلا لیتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں سوال ہے کہ وہ کون سے غیر معصوم اکابر ہیں۔ جن کے تفردات سے کام چلایا گیا۔ کم از کم ۳ بزرگوں کے نام پیش کریں؟

سوال نمبر ۱۳۷: عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کی صحیح صورت کو کسی نے تفرد قرار دیا ہے؟

سوال نمبر ۱۳۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا مسلک ثابت کرنا چاہیے۔ حقیقت تو یہ ہے اگر کسی نام نہاد دیوبندی نے مسلکی غیرت میں آ کر ہمارے دلائل کے جواب میں کچھ لکھنے کی کوئی ناکام کوشش کی بھی ہے تو ان دو بنیادی طریقہ اثبات سے ہٹ کر اور صرف ''قال فلان'' اور ''ھذا رائی فلان'' کہہ کر محض صفحات کالے کرنے کے سواء ان سے کچھ نہیں بن پڑا۔'' (ایضاً ص ۲۷)

محترم مولوی صاحب عقیدہ عذاب قبر اور عقیدہ حیات الانبیاء فروعی مسائل نہیں ہیں بلکہ اصولی بائیں ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے قائل ہیں۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے: ''واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق'' (شرح فقہ اکبر ص ۱۱۹) دیکھ لیا آپ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اعادہ روح کو صاف لفظوں میں تسلیم فرما رہے ہیں۔ کیا آپ کو امام صاحب کی بات پر اعتماد ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۳۹: مولانا صاحب! غلط بیانی سے پرہیز کریں ہمارے اکابر کا ہر عقیدہ ادلہ اربعہ سے ثابت فرماتے ہیں۔ الحمد للہ! ہم نے کبھی اصولوں کو نہیں چھوڑا۔ ہمارے اکابر کا مزاج ہے کہ وہ کتاب وسنت کو سلف صالحین کی بیان کردہ تشریحات وتعبیرات کے مطابق سمجھتے ہیں اور یہی مطلب ہے: ''قال فلان وھذا رای فلان'' کا آپ نے ہمیں تو اس

بات کا طعنہ دیا ہے کہ ہم فلاں فلاں کی بات کرتے ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ تم یہ دعویٰ کیوں کرتے ہو کہ ہم فکر دیو بند کے امین ہیں۔ ہم اکابر کے نقش قدم پر ہیں، اگر اکابر کی بات تمہارے ہاں صحیح نہیں ہے تو اکابر کی پیروی کا دعویٰ کیوں کرتے ہو؟

سوال نمبر ۱۴۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''لہٰذا ان حضرات کو پہلے ہمارے علماء اشاعت کو قرض جو ان پر مختلف محقق کتب کی صورت میں ہیں۔ پورا کرنا چاہئے تھا پھر کہیں جا کر ہم سے جوابات کا مطالبہ کرتے۔'' (ایضاً ص ۲۷) محترم مولانا صاحب! غلط بیانی نہ کیجئے علماء دیو بند نے آپ کی تمام کتابوں اور دلیلوں کا جواب دے دیا ہے۔ آپ کا کوئی قرضہ ہمارے اکابر اصاغر پر باقی نہیں ہے۔ لہٰذا ذیل قرضہ وصول کرنا نا انصافی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ۱۰۴ سوالات کا قرضہ کیوں ادا نہیں کرتے۔ جب کہ آپ اقرار جرم بھی کر چکے ہیں اور عدم ادائیگی کا اعتراف بھی۔ چنانچہ یہ الفاظ آپ کے رسالہ میں موجود ہیں۔ (ہمیں مولف ۱۰۴ سوالات کے جوابات دینا گوارا نہ تھا) (ایضاً ص ۲۷) کیوں مولانا صاحب! اگر قرضہ دینے کو دل گوارہ نہ کرے تو قرضے کو ہضم کر جانا جائز ہے۔

سوال نمبر ۱۴۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''ایک تو یہ کہ مولوی احمد رضا بریلوی کے فتنہ تکفیر اور مسئلہ حیات النبی ﷺ پر بحث و تکرار کی مماثلت پر غور کریں کہ یہ دونوں چیزیں توحید وسنت کے راستے میں کتنی بڑی رکاوٹیں ثابت ہوئی ہیں۔'' (ایضاً ص ۲۸)

جناب محمد ایاز کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ نے اپنی اس عبارت میں بریلویوں کے امام احمد رضا خان بریلوی کے فتنہ تکفیر کو اور عقیدہ حیات النبی ﷺ پر بحث و تکرار کو ملا کر توحید وسنت کے راستے میں رکاوٹیں قرار دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ اپنے اسی رسالہ میں حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کو تسلیم کر چکے ہیں۔ مثلاً آپ نے لکھا ہے۔ ادھر اشاعت التوحید والسنت کے علماء کا یہ حال تھا کہ وہ حیات برزخیہ کے کیفیت کے مسئلہ کو عقائد ضروریہ میں سے ہی نہیں سمجھے تھے۔ ان کے نزدیک حیات جو دلالۃ النص سے ثابت ہے۔ اس کا عقیدہ رکھنا ہی کافی تھا۔ (ایضاً ص ۱۶)

آپ مزید لکھتے ہیں کہ: ''اشاعت التوحید والسنت سے وابستہ علماء کے بارے میں سبھی دوسرے علماء جانتے تھے کہ یہ حضرات برزخی حیات کے قائل ہیں۔'' (ایضاً ص ۱۵)

نیز آپ قبر کی حیات اور ادراک بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ دیکھئے سوال ۱۷، ۵۸، ۶۰: جب بقول شما عقیدہ حیات النبی ﷺ توحید وسنت میں رکاوٹ ہے تو آپ نے اس حیات کو کیوں تسلیم کر لیا؟

سوال نمبر ۱۴۲: اگر عقیدہ حیات النبی ﷺ توحید وسنت کی راہ میں رکاوٹ ہے تو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے تاریخ ساز فیصلہ پر آپ کی جماعت کے بڑوں نے دستخط کیوں کئے تھے؟

سوال نمبر ۱۴۳: پھر آپ کی جماعت کی مجلس شوریٰ نے اس فیصلے کی توثیق کیوں کی اور اس پر پابندی کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟

سوال نمبر ۱۴۴: اگر عقیدہ حیات النبی ﷺ معاذ اللہ توحید وسنت میں رکاوٹ تھا تو آپ کی جماعت کے بڑے عالم سجاد بخاری ماہنامہ تعلیم القرآن میں لوگوں کو یہ خوشخبری کیوں سنائی کہ حیات النبی ﷺ کے متعلق چارہ سالہ نزاع ختم ہو گیا؟

سوال نمبر ۱۴۵: بتائیں اگر حیات النبی ﷺ کا عقیدہ توحید وسنت میں رکاوٹ ہے تو صرف حیات قبر رکاوٹ ہے یا حیات قبر و برزخ دونوں رکاوٹ ہیں؟

سوال نمبر ۱۴۶: جو لوگ حیات النبی ﷺ پر عقیدہ رکھ کر توحید وسنت میں رکاوٹ بنے ہیں، ان کا شرعی حکم بتائیں؟

سوال نمبر ۱۴۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''جن بزرگوں نے آج کل مولوی نور محمد قادری تونسوی کو کندھوں پر چڑھا رکھا ہے وہ یہ ضرور سوچ سمجھ لیں کہ کل کو کہیں یہ صاحب بھی سعید احمد قادری نہ ثابت ہوں۔ جنہوں نے بریلوی مذہب کے بعد دیوبندی مذہب لکھ ڈالی تھی، وہ بھی ترنڈہ محمد پناہ ضلع رحیم یار خان کے آس پاس کے ہی تھے۔'' (ایضاً ص ۲۸)

محترم مولوی صاحب جھوٹ بولنے کی عادت بد کیوں ترک نہیں فرماتے۔ کیا توحید وسنت آپ کو یہی سبق پڑھاتی ہے؟ کیا آپ کے تمام جھوٹ توحید وسنت کے پردہ میں چھپ جائیں گے۔ اشاعت التوحید والسنۃ کی بجائے آپ نے اشاعت الکذب والفتنہ کا کاروبار کیوں شروع کر رکھا ہے۔ یقین جانئے سعید احمد قادری نامی شخص نہ تو ترنڈہ محمد پناہ کا باشندہ ہے نہ ہی اس کے گردونواح کے رہنے والا اور نہ ہی ضلع رحیم یار خان سے اس کا تعلق ہے، نہ معلوم کہاں کا رہنے والا ہے۔ خواہ مخواہ آپ نے بندہ عاجز کی کڑی اس کے ساتھ ملا کر غلط بیانی کیوں کی ہے۔ ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین'' کے علاوہ آپ کو کوئی تمغہ بھی ملے گا یا نہ؟

سوال نمبر ۱۴۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''کیا ترنڈہ محمد پناہ اور اس کے اردگرد کے تمام مواضعات ودیہات کے تمام مرد وزن کے عقائد واعمال کی درستگی ہوگئی ہے اور وہاں شرک وبدعت کا نام ونشان باقی نہیں رہا اور ان دیار کے تمام لوگ قرآن پاک کے مطلوب مسلمان بن چکے جو آپ کو برزخ میں حیات نبوی ﷺ کی کیفیت ونوعیت کی تحقیق کی ضرورت پیش آ گئی خود آپ سے عالم برزخ اور روز محشر شاید سماع موتی اور حیات النبی ﷺ کی کیفیت کے بارے میں تو سوال نہ ہوگا۔'' (ایضاً ص ۲۹)

آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ قرآن مجید کی نص قطعی یا حدیث متواتر سے یہ ثابت ہو کہ اولاً تمام عقائد اور تمام اعمال کو درست کرو۔ پھر عقیدہ حیات النبی ﷺ کو بیان کرنا؟

سوال نمبر ۱۴۹: فرمائیں علمائے اسلام کی کیا ذمہ داری ہے۔ عقاید اور اعمال کو بیان کرنا یا لوگوں کو منوانا؟

سوال نمبر ۱۵۰: الحمد للہ! بندہ عاجز نے دین کی جو باتیں اپنے بزرگوں سے پڑھی اور سنی ہیں، ان سب کی تبلیغ ترنڈہ محمد پناہ اور اس کے گردونواح میں ہو رہی ہے۔ آپ بتائیں کہ دین اسلام کی کتنی باتوں کی آپ نے تبلیغ کی ہے اور کتنی باتیں ہیں جو اب تک لوگوں کو نہیں بتائیں؟

سوال نمبر ۱۵۱: مولوی ایاز صاحب کو غلط بیانی کی جولت پڑی ہوئی ہے، اس عادت بد کا ان سے چھوٹ جانا بہت مشکل ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے: ''جبل گردد جبلت نہ گردد'' مولوی صاحب کو یہ غلط فہمی ہے کہ بندہ عاجز اور اس کی جماعت عقیدہ حیات النبی ﷺ کی کیفیت ونوعیت ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ غلط بیانی ہے اور حقائق کو چھپانے کی ناپاک کوشش ہے۔ حالانکہ بندہ عاجز اور پوری جماعت کی محنت اس بات پر ہو رہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو برزخ یعنی قبر شریف میں بہ تعلق روح بجسد عنصری حیات حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے آپ ﷺ زائرین کا سلام سنتے ہیں۔ باقی رہی تعلق کی کیفیت اور نوعیت تو وہ اللہ ہی جانتے ہیں۔ آسان لفظوں میں یوں سمجھیں کہ آپ ﷺ کا دنیا والا جسد بہ تعلق روح حیات برزخی میں شامل ہے۔ جب کہ اشاعتی لوگ اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ اب بتایئے ہم نفس تعلق کو ثابت کرنے والے ہیں یا تعلق کی نوعیت وکیفیت کو؟ سچی بات بتائیں غلط بیانی سے پرہیز کریں؟

سوال نمبر ۱۵۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''مگر یہ سوال لازماً ہوگا کہ تم وہ شخص تھے جسے اللہ نے اپنے دین کے علم سے نوازا اور اس کی دعوت وتبلیغ کے لئے مقرر کیا۔ تم نے اپنے علاقہ میں شرک و بدعت کی بیخ کنی کے لئے اور خدا فراموش لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے اور لانے کے لئے کیا کیا؟'' (ایضاً ص ۲۹)

قرآن مجید سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک عقیدہ اور ہر ایک عمل کے بارے میں سوال ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے: ''فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃٍ شراً یرہ'' اب سوال یہ ہے کہ آپ کی مانیں یا قرآن کی؟

سوال نمبر ۱۵۳: اگر کوئی مرزائی کہے کہ قیامت کے دن ختم نبوت کے بارے میں سوال نہ ہوگا اور اگر کوئی رافضی کہے کہ قیامت کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق سوال نہ ہوگا۔ اگر کوئی مسعودی کہے کہ قیامت کے دن حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سوال نہ ہوگا اور اگر کوئی پرویزی کہے کہ قیامت کے دن حدیث کے بارے میں سوال نہ ہوگا اور اگر کوئی بریلوی کہے کہ قیامت کے دن نور و بشر کے بارے میں سوال نہ ہوگا تو آپ بتائیں ان کو کیا جواب دیں گے؟

سوال نمبر ۱۵۴: آپ ہمیں ان عقائد اور اعمال کی فہرست بنا کر دیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا اور اسی طرح ان عقاید اور اعمال کی بھی فہرست بنا دیں، جس کے بارے میں قیامت کے دن سوال نہ ہوگا؟

سوال نمبر ۱۵۵: آپ نے اپنے رسالہ کے آخر میں لکھا: ''باقی مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع موتی کے تناظر میں اہل بدعت اور ۱۰۴ سوالات کی تردید میں ایک تفصیلی کتاب ان شاء اللہ! بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے۔ محترم مولانا صاحب آپ اس موضوع پر ضرور کتاب لکھیں۔ ہمیں انتظار رہے گا لیکن گزارش یہ ہے کہ جس طرح اپنے اس رسالہ میں جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لیا وہاں یہ کام نہ کرنا'' لیکن بندہ عاجز کو یہ خطرہ بھی ہے جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔ کہیں آپ کا یہ دعویٰ ڈھول کا پول ثابت نہ ہو۔

(نوٹ) یہاں تک وہ سوالات مذکور ہیں جو مولوی ایاز کے رسالہ پر وارد ہوتے ہیں۔ اب چند مزید سوالات سنئے جو مولوی ایاز اور ان کے ہم خیال لوگوں کے مذہب پر وارد ہوتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۵۶: آپ نے بندہ عاجز کو اہل بدعت کہا۔ سوال یہ ہے کہ آپ کو ہمارے عقیدہ اور عمل میں کون سی بدعت نظر آئی۔ اس کی تفصیل بیان فرمائیں؟

سوال نمبر ۱۵۷: اگر آپ نے ہمیں عقیدہ حیات النبی ﷺ سے متعلق حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے فیصلہ کی وجہ سے اہل بدعت کہا ہے تو اس فیصلہ کو اشاعت التوحید والسنۃ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ کیا وہ اہل بدعت ہیں؟

سوال نمبر ۱۵۸: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اشاعت التوحید کے کون کون سے بزرگ تا دم زیست اس فیصلہ پر قائم رہے اور کون کون منحرف ہوئے۔ سب کے نام بتائیں؟

سوال نمبر ۱۵۹: اگر آپ نے ہمیں اعادہ روح اور تعلق روح کی وجہ سے اہل بدعت کہا ہے تو ان امور کو امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں اپنی کتاب تحریرات حدیث میں ثابت فرما چکے ہیں۔ کیا وہ بھی اہل بدعت تھے؟

سوال نمبر ۱۶۰: اگر آپ نے استشفاع کی وجہ سے اہل بدعت کہا ہے تو اس کو حضرت مولانا حسین علی صاحب تحریرات حدیث میں، حضرت بلال بن حارث مزنی کی حدیث سے ثابت کر چکے ہیں تو کیا ان کو بھی اہل بدعت کہا جائے گا۔ اگر آپ نے ہمیں حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر شریف کی وجہ سے اہل بدعت کہا ہے تو اسی

عقیدہ پر پوری امت کا اجماع ہے۔ حتیٰ کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب اور ان کے شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ اور تحریرات حدیث تو کیا پوری امت کو آپ اہل بدعت کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۶۱: اگر آپ لوگ حیات قبر کی وجہ سے اہل بدعت کہتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ قبر کی حیات وادراک واحساس آپ نے اپنے سوالات میں تسلیم کیا ہے تو کیا آپ بھی اہل بدعت ہیں؟

سوال نمبر ۱۶۲: جو فقہائے اسلام کہتے ہیں: ''ومن یعذب فی قبرہ فیوضع فیہ نوع من الحیات'' تو کیا یہ بھی اہل بدعت ہیں؟

سوال نمبر ۱۶۳: اگر آپ نے ہمیں عام موتیٰ کے سماع فی الجملۃ کی وجہ سے اہل بدعت کہا ہے تو سوال یہ ہے کہ آپ کے نیلوی نے لکھا ہے کہ شافعیہ، حنابلہ، مالکیہ اور بعض حنفیہ عام موتیٰ کے سماع کے قائل ہیں تو کیا آپ ان سب کو اہل بدعت کہیں گے۔ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ ''باب المیت یسمع خفق النعال'' اور پھر آپ نے اس عقیدہ کو حدیث سے ثابت کیا ہے۔ کیا آپ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اہل بدعت کہیں گے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۸)

سوال نمبر ۱۶۴: حضرت مولانا حسین علی صاحب نے باب قائم کیا ہے۔ ''باب المیت یسمع قرع نعالھم'' تحریرات حدیث ص ۳۸۶۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مولانا حسین علی صاحب کو بھی اس عقیدہ کی وجہ سے اہل بدعت میں شمار کرو گے؟

سوال نمبر ۱۶۵: آپ حیات کسے کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۶۶: کیا حیات انسانی کا تحقق بغیر تعلق روح کے ہوتا ہے۔ جمادات کی بات نہ کریں؟

سوال نمبر ۱۶۷: کیا حیات اور موت ایک دوسرے کی ضد ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۱۶۸: کیا متکلمین اسلام نے بغیر تعلق کے عذاب میت کو سفسطہ کہا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۶۹: آپ نے اپنے سوالات میں تسلیم کیا ہے کہ قبر میں مردہ انسان میں اتنا ادراک واحساس اور حیات ہوتی ہے، جس سے وہ رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اپنے اس عقیدہ پر قرآن مجید کی نص قطعی پیش کریں یا پھر حدیث متواترہ؟

سوال نمبر ۱۷۰: آپ نے مردہ انسان کے اندر جو حیات اور ادراک واحساس تسلیم کیا ہے، اس کی معقول صورت کیا ہے۔ بہ تعلق روح یا بغیر تعلق روح؟

سوال نمبر ۱۷۱: جو شخص میت کے اندر اتنی حیات اور اتنے ادراک وشعور کا قائل نہیں ہے کہ وہ رنج وراحت کو محسوس کرے ایسے شخص کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۱۷۲: جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ روح کا تعلق بدن عنصری کے اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے۔ ایسے شخص کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۱۷۳: کیا آپ جسد مثالی کے قائل ہیں؟

سوال نمبر ۱۷۴: کیا جسد مثالی میں روح کا دخول وحلول ہوتا ہے؟

سوال نمبر ۱۷۵: قرآن وحدیث میں کہیں ثابت ہے کہ روح انسانی کو جسد مثالی مہیا کیا جاتا ہے؟

سوال نمبر ۱۷۶: اگر روح انسانی جسد مثالی میں داخل ہونا مان لیا جائے تو یہ نظریہ "فیمسک التی قضیٰ علیہا الموت" کے مخالف تو نہ ہوگا؟

سوال نمبر ۱۷۷: اگر روح کو جسد مثالی میں داخل سمجھا جائے تو کیا یہ تیسری زندگی تو لازم نہ آئے گی؟

سوال نمبر ۱۷۸: جو شخص عام قبر و برزخ میں روح کا جسد عنصری سے تعلق مانتا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال نمبر ۱۷۹: خیر القرون میں اعادہ روح کی حدیثوں پر جرح ہوئی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۸۰: خیر القرون میں کس محدث نے اعادہ روح کی حدیثوں پر جرح کی ہے؟

سوال نمبر ۱۸۱: اعادہ روح کی حدیثوں کا سب سے پہلے کس نے انکار کیا؟

سوال نمبر ۱۸۲: آپ کے نزدیک عذاب قبر جسد عنصری پر ہوتا ہے یا مثالی پر یا دونوں پر؟

سوال نمبر ۱۸۳: آپ کا اس بارے میں جو عقیدہ بھی ہے، اسے قرآن کی نص قطعی یا پھر حدیث متواتر سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۱۸۴: کیا عذاب قبر کو حیات قبر لازم ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۸۵: زمین کا وہ حصہ جس میں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔ کیا آپ اسے قبر کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۸۶: قرآن مجید میں قبر کا لفظ کتنے بار استعمال ہوا ہے؟

سوال نمبر ۱۸۷: قرآن مجید میں قبر کا اطلاق کس پر ہوا ہے۔ مدفن ارض پر یا برزخ پر؟

سوال نمبر ۱۸۸: علمائے اسلام نے جو فرمایا ہے قبر سے مراد عالم برزخ ہے، ان کی اس جملہ سے کیا مراد ہے۔ کیا وہ مدفن ارض کو قبر کے مفہوم سے خارج کرنا چاہتے ہیں یا قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کر کے مدفن ارض سمیت مردے کے ہر مقام کو قبر کے مفہوم میں داخل کرنا چاہتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۸۹: جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ مدفن ارض قبر نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک گڑھا ہے۔ اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

سوال نمبر ۱۹۰: عذاب قبر کے لئے جسم عنصری کا اپنی اصلی شکل پر برقرار رہنا ضروری ہے یا مردہ جس شکل میں بھی مستحیل ہو جائے وہ رنج وراحت کا مورد بنتا ہے؟

سوال نمبر ۱۹۱: "کل نفس ذائقة الموت" کے تحت روح انسانی پر بھی موت طاری ہوتی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۹۲: روح پر میت کا اطلاق صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۱۹۳: روح موت کا مزا چکھنے کے بعد مردہ رہتی ہے یا زندہ ہو جاتی ہے۔ اگر مردہ رہتی ہے تو عذاب کس کو ہوتا ہے۔ اگر زندہ ہو جاتی ہے تو کیا روح کی طرح جسد زندہ نہیں ہوسکتا ہے؟

سوال نمبر ۱۹۴: جو شخص روح کی موت کا قائل نہیں ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال نمبر ۱۹۵: جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ موت کے بعد روح جنت کی سیر کرتی ہے، کیا اس شخص کا یہ عقیدہ امساک روح کے مخالف تو نہیں ہے؟

سوال نمبر ۱۹۶: کیا روح کے اعضاء ہیں وہ کس آنکھ سے دیکھتی ہے؟ کس زبان سے بولتی ہے؟ کس کان سے سنتی ہے؟ کس ہاتھ سے پکڑتی ہے؟ کس پاؤں سے چلتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ!

سوال نمبر ۱۹۷: اگر روح کے اپنے اعضاء ہیں جن سے وہ کام کاج کرتی ہے تو قرآن مجید کی نص قطعی یا حدیث متواتر سے اس کے اعضاء ثابت کریں؟

سوال نمبر ۱۹۸: اگر روح کو کام کاج کے لئے کھانے پینے کے لئے بولنے، دیکھنے، سننے کے لئے کسی جسد کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ جسد کون سا ہوتا ہے؟ دنیا والا یا کوئی اور؟

سوال نمبر ۱۹۹: اگر دنیا والا جسد روح کے لئے مہیا کیا جاتا ہے تو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ثابت اور اگر کوئی جسد مہیا کیا جاتا ہے تو اس کو نص قطعی سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۲۰۰: نیکی اور برائی کرنے میں روح کے ساتھ جسد عنصری شریک تھا یا کوئی اور اگر جسد عنصری تھا تو قبر و برزخ اور آخرت کی جزا و سزا میں اسی ہی کو شامل ہونا چاہئے اور اگر کوئی اور جسد تھا جس نے روح کے ساتھ مل کر نیکی یا برائی کی ہے تو اس کا ثبوت پیش کریں؟

سوال نمبر ۲۰۱: کرے کوئی بھرے کوئی۔ یعنی عمل کرے جسد عنصری اور جزا و سزا پائے کوئی اور۔ کیا یہ انصاف ہے یا بے انصافی؟

سوال نمبر ۲۰۲: ایک شخص کا نظریہ یہ ہے کہ روح موت کے بعد علیین یا سجین میں رہتی ہے۔ لیکن اس کا ایک گونہ تعلق قبر سے رہتا ہے۔ کیا یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۰۳: جو شخص کہتا ہے موت کے بعد آیا روح کا مردہ مدفون کے ساتھ تعلق رہتا ہے یا نہ۔ اس سے قرآن مجید خاموش ہے نہ نفی کرتا ہے، نہ اثبات بتائیں ایسا عقیدہ رکھنا صحیح ہے یا غلط۔ کیا واقعی قرآن مجید تعلق کی نفی نہیں کرتا؟

سوال نمبر ۲۰۴: جو شخص کہتا ہے کہ قائلین تعلق قابل ملامت نہیں ہیں۔ کیا اس شخص کا کہنا صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۰۵: جو شخص کہتا ہے کہ تعلق اور عدم تعلق کے مسئلہ میں سکوت احوط ہے۔ ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۲۰۶: جو شخص یہ کہتا ہے کہ روح منسلط ہو کر قبر میں آجاتی ہے اور آکر نماز پڑھتی ہے۔ آیا اس شخص کا یہ نظریہ غلط ہے یا صحیح؟

سوال نمبر ۲۰۷: ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں قبر کے پاس بیٹھ کر صاحب قبر سے ہم کلام ہوتا ہوں۔ کیا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۰۸: بخاری شریف کی حدیث میں جو آتا ہے: ''اذا وضعت الجنازۃ فاحتملھا الرجال علی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت لاھلھا یا ویلھا این تذھبون بی یسمع صوتھا کل شی الا الانسان'' اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں بولنے والی میت ہے یا روح میت یا دونوں اگر روح بولتی ہے تو وہ فرشتوں سے جان چھڑا کر چارپائی پر کیسے آجاتی ہے۔ کیا اس کا چارپائی پر واپس آنا امساک روح کے خلاف تو نہ ہوگا؟

سوال نمبر ۲۰۹: اگر میت چارپائی پر بولتی ہے تو فرمائیں بہ تعلق روح بولتی ہے یا بلا تعلق روح بولتی ہے؟

سوال نمبر ۲۱۰: حدیث صحاح ستہ میں جو آتا ہے: ''اذا اقبر المیت اتان ملکان'' الحدیث سوال یہ ہے کہ یہ دو فرشتے حساب لینے والے مردہ مدفون کے پاس آتے ہیں یا اس کے روح کے پاس یا مجموعہ کے پاس؟

سوال نمبر ۲۱۱: حدیث میں جو آتا ہے: ''المیت یعذب فی قبرہ الحدیث'' اس حدیث میں میت سے کیا مراد ہے۔ روح یا جسد یا مجموعہ؟

سوال نمبر ۲۱۲: حساب لینے والے فرشتے مردہ جسد کے پاس آتے ہیں یا اس کی روح کے پاس یا دونوں کے پاس؟

سوال نمبر ۲۱۳: قبر کا سوال اسی زمین والی قبر میں ہوتا ہے یا کسی اور قبر میں؟

سوال نمبر ۲۱۴: جو لوگ اسی زمین والی قبر میں سوال وحساب مانتے ہیں وہ حق پر ہیں یا نہ؟

سوال نمبر ۲۱۵: جو لوگ کہتے ہیں کہ اسی ارضی قبر میں سوال نہیں ہوتا بلکہ سوال روح کی قبر میں ہوتا ہے وہ صحیح العقیدہ ہیں یا فاسد العقیدہ؟

سوال نمبر ۲۱۶: حدیث میں جو آیا ہے کہ قبر مردہ کو دباتی ہے وہ یہی ارضی قبر ہے یا کوئی اور؟

سوال نمبر ۲۱۷: حدیث مسلم میں جو آیا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قبر میں ہونے والے عذاب کی وجہ سے مردہ انسان جو فریاد کرتا ہے (تسمعہ البھائم) سوال یہ ہے کہ جانور جو مردہ انسان کی فریاد سنتے ہیں، اس سے کون سے جانور مراد ہیں۔ دنیا والے جانور یا کوئی اور؟

سوال نمبر ۲۱۸: قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات (الآیۃ)'' اس آیت میں مقتول فی سبیل اللہ کو زندہ کہا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مقتول سے مراد کون ہے؟ روح یا جسد یا مجموعہ؟

سوال نمبر ۲۱۹: اگر روح اور جسد کا مجموعہ مقتول ہے تو حیات بھی مجموعہ کی ثابت ہوگی اور یہ آیت روح اور جسد دونوں کی حیات کے لئے نص قطعی بن جائے گی۔ لہٰذا جو شخص اس نص قطعی کو نہ مانے اور جسد کی حیات کا انکار کرے اس کا شرعی حکم بتائیں؟

سوال نمبر ۲۲۰: اگر مقتول فی سبیل اللہ سے مراد جسد ہے تو کیا جسد کی حیات پر ایمان لانا ضروری ہوگا؟

سوال نمبر ۲۲۱: اگر آیت مذکورہ میں مقتول فی سبیل اللہ سے مراد صرف روح ہے تو اس کے لئے ثبوت درکار ہے۔ قرآن مجید کی نص قطعی پیش فرمائیں یا حدیث متواتر؟

سوال نمبر ۲۲۲: حدیث میں جو آتا ہے کہ مقتولین فی سبیل اللہ کو جنت کی سیر وسیاحت کے لئے سبز رنگ کے پرندے عطاء کئے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ سبز رنگ کے پرندے ان کے لئے باقاعدہ جسم قرار پاتے ہیں یا یہ سبز رنگ کے پرندے ان کے لئے سواریاں ہیں اور وہ ان میں بیٹھ کر جنت کی سیر کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۲۲۳: اگر یہ سبز رنگ کے پرندے شہدائے اسلام کے لئے باقاعدہ جسم بن جاتے ہیں تو کیا تناسخ کی تعریف اس پر بیچ آتی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۲۴: اگر یہ تناسخ نہیں ہے تو بتائیں کہ کیسے نہیں ہے؟

سوال نمبر ۲۲۵: اگر اس پر تناسخ کی تعریف سچی آتی ہے تو بتائیں کہ اسلام میں تناسخ باطل ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۲۶: اگر سبز رنگ کے پرندے شہداء اسلام کے لئے سواریاں ہیں تو ان کی ارواح کس جسم کے ساتھ اپنی سواریوں پر بیٹھ کر جنت کی سیر کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۲۲۷: اگر شہدائے اسلام اپنی ان سواریوں میں بشکل انسانی جنت کی سیر کرتے ہیں اور روح کے ساتھ جسد مثالی ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ جسد مثالی کی تجویز کے ساتھ ساتھ جسد عنصری سے بھی روح کا تعلق ہوتا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۲۸: اگر جسد مثالی کے ساتھ تعلق جڑ گیا اور جسد عنصری سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہا تو سوال یہ ہے کہ جسد مثالی جسد عنصری کے بغیر برقرار رہ سکتا ہے۔ کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ جسد مثالی تو ظل اور عکس کے مانند ہے اور جسد عنصری اس کے لئے اصل ہے۔ اگر اصل قائم ہوگا تو اس کا ظل اور عکس بھی ثابت ہوگا۔ اگر اصل نہیں ہے تو ظل اور عکس کہاں سے آئے گا۔ معلوم ہوا کہ جسد مثالی جسد عنصری کا مرہون منت ہے؟

سوال نمبر ۲۲۹: جو لوگ جسد مثالی کی تجویز کے ساتھ ساتھ جسد عنصری سے بھی تعلق مانتے ہیں، ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیا ایسے لوگ صحیح العقیدہ ہیں یا نہ؟

سوال نمبر ۲۳۰: اگر آپ لوگ شہیدوں کے لئے سبز رنگ کے پرندوں کو باقاعدہ جسم قرار دیتے ہیں اور ارواح کا ان میں حلول مانتے ہیں اور جسد عنصری سے کسی قسم کا تعلق نہیں مانتے تو بتائیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان سے انسانی شکل وصورت سلب کر لی اور ان کو پرندہ بنا دیا؟

سوال نمبر ۲۳۱: اگر کسی شخص سے انسانی شکل چھین کر اس کو اللہ تعالیٰ جانور بنا دے تو کیا یہ اس کی عزت ہوگی یا ذلت وتوہین؟

سوال نمبر ۲۳۲: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ''النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعة ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب (الاٰیة)'' اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے: ''واغرقنا اٰل فرعون'' پس ان آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر سہ عالم میں آل فرعون کے لئے تین عذاب تجویز فرمائے ہیں۔ دنیا میں غرق ہوئے عالم قبر وبرزخ میں وہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور عالم آخرت میں ان کو اشد العذاب میں داخل کیا جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ آل فرعون سے مراد کیا ہے۔ صرف اجسام یا صرف ارواح یا ان دونوں کا مجموعہ آپ کے نزدیک جو بات صحیح ہو اس کو نص قطعی یا حدیث متواتر سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۲۳۳: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: ''یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوة الدنیا وفی الاٰخرة (الاٰیة)'' مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایماندار لوگوں کو قبر اور آخرت میں کار حق پر ثابت قدم رکھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایماندار کون ہیں۔ صرف اجسام یا صرف ارواح یا ان دونوں کا مجموعہ؟

سوال نمبر ۲۳۴: عالم دنیا کی جزا وسزا میں دنیا والا جسد عنصری شامل ہوتا ہے اور آخرت کی جزا وسزا میں بھی یہ دنیا والا جسد جزا وسزا میں شامل ہوگا۔ اب بتائیں کہ عالم قبر وبرزخ کی جزا وسزا میں بھی یہی دنیا والا جسد شامل ہوتا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۳۵: مذکورہ بالا سوال میں آپ کا جو بھی نظریہ ہو، اس کی نص قطعی یا حدیث متواتر سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۲۳۶: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ''اموات غیر احیاء'' بتائیں آیت کی زد میں ارواح بھی آ کر اموات غیر احیاء ٹھہرتی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۳۷: اگر ارواح اس آیت کے زد میں نہیں آتی تو کیوں؟

سوال نمبر ۲۳۸: اور اگر ارواح اس آیت کی زد میں آ کر اموات غیر احیاء ٹھہرتی ہیں تو تم اپنا عقیدہ حیات روحانی والا کیسے بچاوے گے؟

سوال نمبر ۲۳۹: قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت سے حیات قبر اور حیات برزخ دونوں کی نفی ہوتی ہے یا ایک کی۔ اگر دونوں کی نفی ہو جاتی ہے تو تمہاری حیات برزخیہ ختم اور اگر صرف حیات قبر کی نفی ہوتی ہے تو بتائیں کہ کیسے؟

سوال نمبر ۲۴۰: آپ کے نزدیک قبر و برزخ میں تضاد و تنافی ہے یا مصداق کے اعتبار سے ایک چیز ہیں؟

سوال نمبر ۲۴۱: قرآن مجید میں جو دو موتوں اور دو حیاتوں کا ذکر ہے اس سے حیات قبر اور حیات برزخ کی بھی نفی ہوتی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۴۲: اگر ان سے صرف حیات قبر کی نفی ہوتی ہے اور حیات برزخیہ کی نفی نہیں ہوتی تو بتائیں کہ کیوں اور کیسے؟

سوال نمبر ۲۴۳: اگر ان سے حیات قبر اور حیات برزخ دونوں کی نفی ہو جاتی ہے تو تمہاری حیات برزخیہ کہاں سے آئے گی؟

سوال نمبر ۲۴۴: ''ثم انکم بعد ذالک لمیتون'' اس آیت میں کس سے خطاب کیا گیا ہے۔ روح یا جسد کو یا دونوں کے مجموعہ کو؟

سوال نمبر ۲۴۵: اگر اس آیت میں خطاب روح کو ہے تو تمہارا عقیدہ باطل ٹھہرتا ہے۔ یہاں روح کو میت کہا گیا ہے اور تم روح کے حیات کے قائل نہیں ہو؟

سوال نمبر ۲۴۶: اگر اس آیت میں خطاب جسد کو ہے روح کو خطاب نہیں ہے تو اپنے اس عقیدہ کو نص قطعی یا حدیث متواتر سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۲۴۷: کیا آپ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کی وفات اور دیگر عام موتی کی وفات برابر ہے؟

سوال نمبر ۲۴۸: حضور اکرم ﷺ کی حیات بعد الوفات عام موتی کی حیات بعد الوفات کی طرح ہے یا کچھ فرق ہے؟

سوال نمبر ۲۴۹: اگر نبی اکرم ﷺ کی حیات برزخیہ کوئی امتیازی شان رکھتی ہے تو اس کو واضح فرمائیں؟

سوال نمبر ۲۵۰: آپ کے نزدیک جن آیات اور احادیث سے حضور اکرم ﷺ کی حیات برزخیہ ثابت ہے وہ پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۲۵۱: حیات برزخیہ کی تعریف کریں کہ حیات برزخیہ کسے کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۲۵۲: آپ ﷺ کی اس حیات برزخی میں روح کو کوئی جسم بھی عطاء کیا جاتا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۵۳: اگر آپ ﷺ کی روح اقدس کو کوئی جسم عطاء کیا جاتا ہے تو وہ کون سا جسم ہوتا ہے۔ دنیوی یا کوئی اور؟

سوال نمبر ۲۵۴: آپ ﷺ کی روح اقدس کو جون سا جسم ملتا ہے اس کو نص قطعی یا حدیث متواتر سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۲۵۵: آپ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کا سماع عند القبر الشریف اور عام موتی کا سماع دونوں برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟

سوال نمبر ۲۵۶: جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا سماع عند القبور اجماعی مسئلہ ہے۔ کیا ایسے لوگ صحیح العقیدہ ہیں یا فاسد العقیدہ؟

سوال نمبر ۲۵۷: تم لوگ جن عام دلائل سے عام موتی کے سماع کے نفی کرتے ہو کیا انہیں دلائل سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کی نفی کرتے ہو یا تمہارے پاس کوئی ایسی دلیل بھی موجود ہے، جس میں یہ تصریح ہو کہ حضور اکرم ﷺ عند القبر نہیں سنتے؟

سوال نمبر ۲۵۸: تمہارے نزدیک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع عند القبور اصول دین کا مسئلہ ہے یا فروعی مسئلہ؟

سوال نمبر ۲۵۹: اس طرح عام موتی کا سماع آپ کے نزدیک اصولی ہے یا فروعی؟

سوال نمبر ۲۶۰: جو شخص عام موتی کے صرف سماع کا قائل ہے۔ لیکن مردوں کو وہ بھی متصرف الامور نہیں سمجھتا۔ ایسے شخص پر کسی قسم کا فتویٰ لگے گا یا نہیں؟

سوال نمبر ۲۶۱: جو شخص عام موتی کے سماع کے مسئلہ کو فروعی لکھتا ہے۔ کیا یہ شخص صحیح لکھتا ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۲: جو شخص یہ کہتا ہے کہ موتی کا سماع صحیح حدیثوں سے ثابت ہے یہ شخص صحیح کہتا ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۳: عام موتی کے سماع کے بارے میں جو شخص یہ نظریہ رکھتا ہے کہ یہ مسئلہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ کیا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۴: ایک شخص کہتا ہے کہ سماع موتی کی جانب بھی قوی ہے۔ کیا یہ درست ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۶۵: اگر کوئی شخص سماع موتی کے مسئلہ میں سکوت کرتا ہے۔ کیا اس کا یہ سکوت صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۶: ایک شخص کہتا ہے کہ جہاں جہاں حدیثوں سے سماع موتی ثابت ہے، وہاں سماع تسلیم کر لیا جائے اور بقیہ کا سماع سپرد خدا کیا جائے۔ کیا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۷: جو شخص کہتا ہے کہ سماع موتی کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس میں اب فیصلہ ناممکن ہے۔ کیا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۸: جو شخص یہ کہتا ہے کہ اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں۔ آیا یہ شخص صحیح کہتا ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۹: جو شخص کہتا ہے کہ مسئلہ سماع موتی میں حنفیہ باہم مختلف ہیں۔ سچ کہتا ہے یا جھوٹ؟

سوال نمبر ۲۷۰: جو شخص حدیث قرع نعال کو صحیح سمجھ کر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مردہ انسان اپنے دفن کرنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتا ہے۔ یہ صحیح العقیدہ ہے یا بدعقیدہ؟

سوال نمبر ۲۷۱: ایک شخص حدیث قلیب بدر کو صحیح سمجھ کر قلیب بدر کے مردوں کے سماع کا قائل ہے۔ آیا یہ شخص اہل بدعت ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۷۲: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کا قائل تھا یا نہیں؟

سوال نمبر ۲۷۳: شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ سماع موتی کے قائل تھے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۷۴: جو جماعت یہ فیصلہ کرے کہ سماع موتی کا قائل اہل سنت سے خارج نہیں ہے۔ بتائیں کہ ایسی جماعت ہدایت پر ہے یا ضلالت پر؟

سوال نمبر ۲۷۵: کیا قرآن مجید میں کوئی ایسی نص قطعی موجود ہے جو عدم سماع موتی پر قطعی الدلالت ہو اگر ایسا ہے تو پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۲۷۶: جو شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت عدم سماع موتی پر قطعی الدلالت نہیں ہے۔ ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۲۷۷: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ''وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر'' سوال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اہل قبور کے لئے نذیر بن کر تشریف لائے تھے؟

سوال نمبر ۲۷۸: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ''ان لا تسمع الموتیٰ و لا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین'' اس آیت میں موتی سے کون لوگ مراد ہیں، مردہ دل زندہ کافر یا قبرستان کے مردے؟

سوال نمبر ۲۷۹: اگر قبرستان کے مردے مراد ہیں تو ''اذا ولوا مدبرین'' سے مردوں کا بھاگنا ثابت ہوگا یا نہ؟

سوال نمبر ۲۸۰: اس آیت کے آگے اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے: ''ان تسمع الا من یؤمن باٰیتنا'' اس آیت میں زندہ مومن مراد ہیں یا مردہ؟

سوال نمبر ۲۸۱: سماع موتی کا عقیدہ رکھنا شرک ہے یا کفر، بدعت ہے یا گناہ؟

سوال نمبر ۲۸۲: جن فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے زائرین کو چاہئے کہ آپ ﷺ سے طلب شفاعت کریں اور جن لوگوں نے ان کے ذریعے سلام بھیجے ہیں، ان کے سلام پہنچائیں کیا ایسے فقہاء ہدایت پر ہیں یا ضلالت پر؟

سوال نمبر ۲۸۳: اسلام کے چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی مفسر کسی محدث کسی متکلم کسی مجتہد الغرض کسی عالم دین نے حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر شریف کا انکار نہیں کیا ہے۔ اگر کسی نے کیا ہے تو اس کا نام پیش کریں اور بحوالہ بات کریں؟

سوال نمبر ۲۸۴: قرآن مجید کی یہ آیت: ''لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ﷺ'' کا حکم اب بھی باقی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۸۵: قرآن مجید کی یہ آیت: ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم'' اس آیت کا حکم آپ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۸۶: جو شخص یہ کہے کہ اس آیت کا حکم اب بھی باقی ہے۔ وہ شخص گمراہ ہے یا ہدایت پر؟

سوال نمبر ۲۸۷: حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کا عقیدہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے چلا آ رہا ہے یا بعد میں یہ عقیدہ پیدا ہوا۔ اگر یہ عقیدہ شروع سے نہیں آ رہا ہے اور بعد میں پیدا ہوا تو بتائیں کہ کب یہ عقیدہ کس صدی میں پیدا ہوا۔ کس سن میں پیدا ہوا۔ کس شخص نے پیدا کیا؟

سوال نمبر ۲۸۸: اگر بقول شمالیہ عقیدہ نومولود ہے تو بتائیں کہ اس دور کے علماء حق نے اس کا تعاقب کیا یا نہ؟

سوال نمبر ۲۸۹: اگر تعاقب کرنے والوں نے تعاقب کیا تو ان اہل حق علماء کے نام بتائیں اور بحوالہ بات کریں؟

سوال نمبر ۲۹۰: اور اگر علماء حق نے اس عقیدہ کا تعاقب نہیں کیا تو بتائیں علماء حق بات کرنے سے کیوں خاموش رہے؟

سوال نمبر ۲۹۱: آپ کے محبوب نظر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے سماع عندالقبر الشریف کے قائل تھے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۹۲: کیا آپ سماع روحانی کے قائل ہیں یا نہ؟

سوال نمبر ۲۹۳: اگر آپ سماع روحانی کے قائل ہیں تو اس پر نص قطعی یا حدیث متواتر پیش کریں؟

سوال نمبر ۲۹۴: ایک شخص لکھتا ہے کہ: ''الحمدللہ! ہم حفظنا اجساد کے ساتھ ساتھ جس طرح کتاب وسنت اور ارشادات سلف سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح سماع انبیاء علیہم السلام کے بھی قائل ہیں۔ سننا روح کا کام ہے۔ (اقامۃ البرہان ص ۲۳۵) اب سوال یہ ہے کہ یہ شخص جو سماع روحانی کا اقرار کر رہا ہے یہ گمراہ ہے یا راہ راست پر ہے؟

سوال نمبر ۲۹۵: آپ کی جماعت کے امیر محترم اور آپ کے شیخ مکرم حضرت مولانا طیب طاہر پنج پیری اپنی کتاب مسلک الاکابر میں حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: ''ان الضابطة انما هو عدم السماع لكن المستثنيات في الباب كثيرة'' (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۱۹) بے شک ضابطہ تو عدم سماع میں ہے۔ لیکن اس باب میں مستثنیات بہت ہیں۔ (مسلک الاکابر ص ۳۲) آپ بتائیں کہ آپ اپنے امیر اور شیخ سے اس بات پر اتفاق ہے۔ کیا واقعی آپ کے نزدیک عدم سماع کے ضابطہ سے بہت سی چیزیں مستثنیٰ ہیں؟

سوال نمبر ۲۹۶: اگر بہت سی چیزوں کو عدم سماع کے ضابطہ سے مستثنیٰ نہیں سمجھتے تو اپنے امیر اور شیخ کی مخالفت کیوں؟

سوال نمبر ۲۹۷: اگر آپ اسی باب میں مستثنیٰ کے قائل ہیں تو بتائیں کہ کون کون مستثنیٰ ہے۔ تفصیل سے بات کریں؟

سوال نمبر ۲۹۸: ضابطہ عدم سماع سے کیا حضور ﷺ کی ذات بابرکات مستثنیٰ ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۹۹: اگر آپ ﷺ عدم سماع سے مستثنیٰ نہیں ہیں تو پھر بتائیں اور کون لوگ ہیں جو مستثنیٰ ہیں۔ کیا آپ ﷺ سے بھی کوئی بڑی شخصیت ہے جو مستثنیٰ ہے۔ دلیل سے بات کریں؟

سوال نمبر ۳۰۰: جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض اوقات ارواح کا اپنے مردہ جسموں سے اتصال ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ زائرین کا سلام سنتا ہے۔ بتائیں یہ عقیدہ سچ ہے یا جھوٹ؟

سوال نمبر ۳۰۱: اگر یہ عقیدہ سچ ہے تو اس پر نص قطعی یا حدیث متواتر پیش کریں؟

سوال نمبر ۳۰۲: اگر یہ عقیدہ جھوٹ ہے تو ایسے جھوٹے لوگوں کی سزا بتائیں؟

سوال نمبر ۳۰۳: راویان حدیث قلیب بدر حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت ابوطلحہ، حضرت

انس رضی اللہ عنہم وغیرہم نے ''وما انتم باسمع منھم'' خود حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سنے تو کیا اللہ کے نبی ﷺ کے منہ مبارک سے سنتے ہوئے یہ الفاظ ان کے حق میں نص قطعی کا درجہ رکھتے ہیں یا نہ؟

سوال نمبر ۳۰۴: اگر یہ حدیث ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں نص قطعی نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ جو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرماتے تھے اور وہ براہ راست اللہ کے نبی ﷺ سے سنتے تھے تو وہ نص قطعی کا درجہ رکھتے تھے یا نہ؟

سوال نمبر ۳۰۵: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو باتیں براہ راست اللہ کے نبی ﷺ سے سنی ہیں، کیا وہ باتیں ان کے لئے ظنی ہوا کرتی تھیں؟

سوال نمبر ۳۰۶: قلیب بدر کے موقع پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے تو کیا ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم یوں کہیں کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ قرآن کے خلاف تھا؟

سوال نمبر ۳۰۷: ایک شخص موقع پر موجود ہے۔ دوسرا شخص موقع پر نہیں ہے۔ بات کس کی زیادہ معتبر ہوگی؟

سوال نمبر ۳۰۸: اگر دلائل میں بظاہر تعارض نظر آئے تو اولاً تطبیق کی کوشش کی جائے گی یا ترجیح کی۔ علماء اصول نے جو ضابطہ بتایا ہو وہ بیان فرمائیں؟

سوال نمبر ۳۰۹: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اس موقع پر قرآن مجید کی آیت تلاوت کرنا اور یہ کہنا: ''وھل ابن عمر'' اب سوال یہ ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ استدلال ظواہر قرآن سے ہے یا حقائق سے؟

سوال نمبر ۳۱۰: اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا استدلال حقائق سے ہے اور ان کے نزدیک واقعی قرآن مجید کی یہ آیت: ''انک لا تسمع الموتی'' عدم سماع موتی پر نص قطعی ہے تو ظاہر ہے۔ نص قطعی کا انکار کفر ہے تو پھر سیدہ نے یہ کیوں فرمایا کہ ابن عمر بھول گیا۔ ان کو تو یہ چاہئے تھا وہ راویان حدیث قلیب بدر پر شرک کفر اور بدعت کا فتویٰ لگاتی اور ان کو قرآن کا منکر قرار دیتی بلکہ ان کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا فیصلہ سناتی۔ کیا یہ امور آپ سیدہ سے ثابت کر سکتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۱۱: اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا استدلال قرآن مجید کے ظاہری الفاظ سے نہیں بلکہ حقیقی مراد سے استدلال تھا تو شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنی تفسیر جواہر القرآن میں یہ کیوں فرمایا کہ جو لوگ سماع موتی کا انکار کرتے ہیں۔ انکا استدلال ظواہر قرآن سے ہے؟

سوال نمبر ۳۱۲: اگر تم لوگ کہتے ہو کہ راویان حدیث قلیب بدر نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان پر اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا تو آپ کو چاہئے کہ یہ رجوع حدیث متواتر سے ثابت فرمائیں؟

سوال نمبر ۳۱۳: خیر القرون کے لوگوں سے ثابت فرمائیں کہ راویان حدیث قلیب بدر نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تنبیہ کے بعد حدیث قلیب بدر کو روایت کرنا چھوڑ دیا تھا؟

سوال نمبر ۳۱۴: کون سے فقیہ کون سے مجتہد کون سے متکلم کون سے مفسر اور کون سے محدث نے کہا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تنبیہ کے بعد راویان حدیث قلیب بدر اس حدیث سے دستبردار ہو گئے؟

سوال نمبر ۳۱۵: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو تنبیہ فرمائی یا ان حدیث کے دوسرے راویوں کو بھی تنبیہ فرمائی ہے۔ اگر کی ہے تو ثابت فرمائیں؟

سوال نمبر ۳۱۶: جمہور علمائے اسلام نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تنبیہ کو ترجیح دی ہے یا راویان حدیث قلیب بدر کی حدیث کو؟

سوال نمبر ۳۱۷: قلیب بدر میں پڑے ہوئے مردے مسلمان تھے یا کافر اگر وہ مسلمان تھے تو ثبوت پیش کریں؟

سوال نمبر ۳۱۸: اگر وہ مردے کافر تھے اور یقیناً کافر تھے تو سیدہ نے کافر مردوں کے سماع کا انکار کیا ہے۔ تم نے اس تنبیہ سے مومنین اور انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کی نفی کیسے نکال لی؟

سوال نمبر ۳۱۹: سیدہ نے ظواہر قرآن سے استدلال کر کے کفار موتی کے سماع کا انکار کیا ہے۔ سیدہ کے اس استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومنین موتی کے سماع کی قائل تھی۔ کیونکہ اس آیت کے آگے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ان تسمع الا من یو من بایتنا'' کے ظاہری الفاظ سے استدلال ہوسکتا ہے کہ مومنین موتی سلام وغیرہ قریب سے سن لیتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۲۰: شرح الصدور میں حافظ ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ''قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یزور قبر اخیه ویجلس عندها الا استانس ورد علیه حتی یقوم'' (شرح الصدور) کیا سیدہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومن موتی کے سماع کی قائل تھی یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۲۱: شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فضائل حج اور فضائل درود میں سیرت کی کتابوں سے نقل فرمایا ہے کہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کہیں قریب کیل میخ وغیرہ ٹھوکنے کی آواز سنتیں تو آدمی بھیج کر ان کو روکتیں کہ زور سے نہ ٹھونکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا لحاظ رکھیں۔'' کیا اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماع کی قائل تھیں؟

سوال نمبر ۳۲۲: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حجرہ مبارکہ میں مدفون ہونے کے بعد پردہ کر کے کیوں جایا کرتی تھیں؟

سوال نمبر ۳۲۳: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر جایا کرتی تھیں اور وہاں جا کر اپنے مردہ بھائی کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھتی تھیں ؎

وکنا کند مانی جذیمة حقبة من الدهر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کانی ومالکا لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

(ترمذی شریف جلد اوّل ص ۱۲۵)

اب سوال یہ ہے کہ اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مومن مردہ کے سماع کی قائل نہیں تھی تو اپنے بھائی کو مخاطب کیوں بنایا؟

سوال نمبر ۳۲۴: اگر آپ کہیں سیدہ رضی اللہ عنہا کا یہ خطاب محض اظہار غم اور افسوس کے لئے تھا اور ایک حسرت تھی تو بتائیں کہ یہ افسوس غم اور حسرت گھر میں بیٹھ کر بھی ہوسکتا تھا۔ قبر پر جانے کا کیا فائدہ؟

سوال نمبر ۳۲۵: اگر آپ مردہ انسان کے اس خطاب کو جمادات کے خطاب پر قیاس کرتے ہیں تو بتائیں کہ مردہ انسان کو جماد محض پر قیاس کرنا کیا قیاس مع الفارق تو نہ ہوگا۔ کیونکہ انسان بہر حال انسان ہے۔ خواہ مردہ ہی کیوں نہ ہو اور جماد بہر حال جماد ہے؟

سوال نمبر ۳۲۶: کیا آپ لوگ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے پورا پورا اتفاق کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۲۷: اگر آپ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے اتفاق نہیں ہے تو اسے استدلال میں کیوں پیش کرتے ہو؟

سوال نمبر ۳۲۸: اگر آپ کو اس حدیث سے اتفاق ہے تو اس حدیث میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''انهم ليعلمون ما اقول لهم حق'' یعنی اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قلیب بدر کے مردہ کافر جان رہے ہیں کہ جو کچھ میں ان کو کہتا تھا وہ حق اور سچ ہے تو معلوم ہوا کہ سیدہ علم وفہم میت کی قائل ہیں۔ کیا آپ کی جماعت اس پر ایمان رکھتی ہے کہ مردہ انسان میں جزا وسزا وغیرہ کا علم فہم ہوتا ہے؟

سوال نمبر ۳۲۹: بخاری شریف میں ہے کہ چار پائی پر میت کلام کرتی ہے۔ کیا آپ اس پر ایمان رکھتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۳۰: مسلم شریف جلد اوّل ص ۷۶ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مردہ انسان قبر پر کھڑے ہونے والوں کے ساتھ انس پکڑتا ہے۔ کیا آپ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں: ''حتى استانس بكم وانظر ماذا اراجع بي وسئل ربي''

سوال نمبر ۳۳۱: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فانما هي زجرة واحدة فاذا هم باالساهرة'' یعنی بروز قیامت اللہ تعالیٰ ڈانٹ دیں گے جس کی وجہ سے سارے مردے قبروں سے نکل کر باہر میدان میں آجائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ اہل قبور اللہ تعالیٰ کی یہ ڈانٹ سنیں گے یا نہ؟

سوال نمبر ۳۳۲: جب مسئلہ آتا ہے عذاب قبر کا تو تمہاری جماعت کہتی ہے یہ قبر نہیں ہے۔ یہ تو گڑھا ہے اور جب مسئلہ آتا ہے سماع موتی کا تو تم کہتے ہو، اے پیغمبر! آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے یہ دوغلی پالیسی کیوں؟

سوال نمبر ۳۳۳: عالم برزخ میں روح کوئی بات سنتی ہے یا نہ اگر نہیں بن سکتی تو فرشتے اس سے حساب کس طرح لیتے ہیں۔ اگر روح سنتی ہے تو بتائیں کہ روح کا سننا شرک کا چور دروازہ بنتا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۳۳۴: اگر زندہ انسان اور زندہ فرشتے سنیں اور پوری زندگی سنتے رہیں تو شرک کا چور دروازہ نہیں کھلتا اور اگر مردہ انسان سلام وکلام سن لے تو شرک کا دروازہ کھلنے لگ جاتا ہے۔ آخر وجہ کیا ہے؟

سوال نمبر ۳۳۵: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قیمہ شدہ مردہ پرندوں کو آواز دی تھی اور وہ ان کی آواز سن کر دوڑتے ہوئے ان کے پاس آگئے تھے۔ آپ بتائیں کہ اللہ کے نبی کے اس معجزہ میں شرک کی ملاوٹ ہوگئی تھی یا نہ شرک کا چور دروازہ کھل گیا تھا یا نہ؟

(نوٹ) بندہ عاجز نے پوری پوری کوشش کی ہے کہ کسی سوال کا تکرار نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود اگر آپ کو کوئی تکرار نظر آتا ہے تو اس کے جواب کی زحمت نہ اٹھائیں بلکہ اتنا بتا دیں کہ فلاں سوال کے جواب میں اس کا جواب دیا جا چکا ہے۔

''اللهم صل على روح محمد في الارواح، اللهم صل على جسد محمد في الاجساد، اللهم صل على قبر محمد في القبور، وعلى اله واصحابه واتباعه الى يوم الدين آمين''

فقط: ابو احمد نور محمد قادری تونسوی

خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

مؤرخہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۶ مئی ۲۰۰۷ء

بروز بدھ بوقت ساڑھے گیارہ بجے دن

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحدیث)

معیار صداقت

یعنی

علماء اہلسنت دیوبند کی پہچان

تالیف:

حضرت علامہ مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب:

صاحبزادہ قاری محمد احمد اللہ تونسوی قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون



معیار صداقت

یعنی علماء اہلسنت دیوبند کی پہچان

تالیف

ابواحمد نور محمد تونسوی قادری

ناشر: مکتبہ جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

فون 0300.7809356 -068.5671350

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵/جنوری ۲۰۱۵ء

جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ گجرات کے رسالہ ''نغمہ توحید'' میں مولانا محمد یعقوب تبسم کا ایک مضمون ''قافلہ حق وصداقت، کیا یہ علماء دیوبند نہیں'' شائع ہوا۔ جس کا جواب حضرت مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا۔ رسالے کا نام ''میعار صداقت یعنی علماء اہل سنت دیوبند کی پہچان'' رکھا۔ جسے ہم اس مجموعہ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ امابعد!

آج سے چند دن پہلے ماہنامہ ''حق چار یار'' کے نائب مدیر ماسٹر منظور حسین صاحب کی طرف سے بندہ ناچیز کو ایک مضمون بنام ''قافلہ حق وصداقت'' کیا یہ علماء دیوبند نہیں؟ کی ایک فوٹو کاپی بغرض تبصرہ موصول ہوئی۔ دراصل یہ مضمون ''ماہنامہ نغمہ توحید گجرات'' بابت رجب المرجب ۱۴۲۴ھ میں شائع ہورہے۔ مضمون نویس کا نام حضرت مولانا محمد یعقوب تبسم ہے اور نغمہ توحید کے مدیر صاحب نے اس کو تحقیقی مضمون کا نام دیا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ خاصہ طویل ہے۔ حتی کہ نغمہ توحید کے سترہ صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن مختصر لفظوں میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عصر ہذا میں اشاعت التوحید والسنہ کے نام لیوا مسلکاً دیوبندی ہیں اور دلیل یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے سرکردہ حضرات رئیس المفسرین حضرت مولانا علامہ حسین علی صاحب، مولانا قاضی نور محمد صاحب، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا محمد طیب پنج پیری صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب، سید عنایت اللہ شاہ صاحب، مولانا عبدالغنی جاجروی صاحب (رحمہم اللہ) دیوبندی تھے۔ کیونکہ مذکورۃ الصدر حضرات میں سے کچھ وہ ہیں۔

(۱) کہ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں پڑھا پڑھایا۔ وہ علماء دیوبند کے شاگرد ہیں اور علماء دیوبند ان کے شاگرد ہیں۔ (۲) علماء دیوبند ان کے جنازوں میں شریک ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ پڑھی یا پڑھائی۔ (۳) علماء دیوبند نے ان کی تعریف کی ان کو خراج عقیدت پیش کی اور ان کے حق میں اچھے اچھے کلمات کہے۔ (۴) علماء دیوبند نے ان کے ساتھ مل کر فلاں فلاں کام کئے لہٰذا یہ سرکردہ حضرات مسلکاً دیوبندی تھے۔ جب یہ دیوبندی ثابت ہوئے تو عصر حاضر کی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ بھی مسلکاً دیوبندی ٹھہری۔ یہ ہے سترہ صفحات پر پھیلے ہوئے مضمون کا خلاصہ جس میں مضمون نگار صاحب نے زمین وآسمان کے قلابے ملا کر سادہ لوح لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ عصر ہذا کی جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ علماء دیوبند کے مسلک حقہ میں منسلک ہے۔ مضمون میں پیش کردہ دلائل کے سقم اور خامیوں پر تبصرہ کرنے سے پہلے چند چیزیں بطور تمہید کے ذہن نشین فرمالیں تاکہ اصل حقیقت آپ کے سامنے آشکارہ ہوجائے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ فاضل مضمون نگار صاحب نے بہت سی باتیں خلاف واقعہ بیان کی ہیں اور مغالطہ آمیزی سے کام لے کر اپنے مدعا ومقصد کو ثابت کرنے کے لئے سینہ زوری کی ہے۔ البتہ ایک بات ایسی لکھی ہے جو مبنی برحقیقت ہے اور وہ یہ ہے میری ان گزارشات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ دیوبندی مکتب فکر کوئی نیا فرقہ یا نئی جماعت نہیں بلکہ اسی جماعت کا تسلسل ہے جسے نبی ﷺ نے ناجی فرقہ قرار دیا تھا۔ اس کے عقائد ونظریات وہی ہیں۔ جو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں اور ہر دور میں اہل سنت والجماعت کے رہے ہیں۔ اگرچہ علماء دیوبند نے اپنی تعلیمی سلسلہ کی بعض مصلحتوں کے پیش نظر دیوبند نامی قصبہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کردیا دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نجات کا دارومدار دراصل اہل سنت والجماعت کے عقائد ونظریات پر ہے نہ کہ کسی اور نام کی طرف منسوب ہونے پر''ما انا علیہ واصحابی'' کا تقاضا کم ازکم یہی ہے۔ بہرکیف علماء دیوبند اہلسنت والجماعت ہی ہیں۔ (ماہنامہ نغمہ توحید رجب ۱۴۲۴ھ ص ۳۲)

اس حقیقت واقعہ کے بعد مضمون نگار نے ایک بات خلاف واقعہ لکھ دی جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ''جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ بھی دیوبندی ہی شمار ہوگی۔ کیونکہ اس کے عقائد ونظریات وہی ہیں جو علمائے دیوبند کے ہیں اور اسی جماعت کے بانی بھی علمائے دیوبند ہی میں سے ہیں۔ (نغمہ توحید ص ۳۲)

فاضل مضمون نگار کی یہ بات سراسر مغالطہ ہے۔ کیونکہ علمائے دیوبند اہلسنت والجماعت اور عصر حاضر کی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے درمیان عقائد ونظریات کا اچھا خاصہ فرق ہے جسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ چند فرق ملاحظہ فرمائیں۔

عقائد اہلسنت والجماعت دیوبند	عقائد جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ
(۱) قبر زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مردہ جسد کو دفن کیا جاتا ہے۔ خاک راکھ شدہ جسد اور پرندوں، درندوں کا خوردہ جسد بھی بالآخر زمین میں جاملتا ہے۔ الغرض جسد کا مستقر قبر کہلاتا ہے۔	(۱) زمین کا وہ حصہ جس میں مردہ جسد کو دفن کیا جاتا ہے یہ قبر نہیں ہے بلکہ گڑھا ہے۔ قبر جسد کے مستقر کو نہیں بلکہ روح کے مستقر کو کہتے ہیں۔
(۲) اس زمینی قبر میں روح کا اعادہ ہوتا ہے میت کا حساب لیا جاتا ہے۔ تین سوال کئے جاتے ہیں۔ بعد از سوال روح کا جسد کے اجزاء اصلیہ سے تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے جسد رنج وراحت اور دکھ سکھ میں شریک رہتا ہے۔ خواہ جسد جس شکل میں بھی مستحیل ہوجائے۔ مقصد یہ ہے کہ عالم قبر وبرزخ کی ساری کاروائی روح اور جسد عنصری دونوں پر وارد ہوتی ہے۔ چونکہ غیب کی چیز ہے اس لئے ہر ایک کو نظر نہیں آتی۔	(۲) اس زمینی قبر میں روح کا اعادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں حساب کتاب اور سوال وجواب ہوتا ہے اور نہ ہی روح کا جسد عنصری سے تعلق رہتا ہے اور نہ ہی یہ جسد رنج وراحت اور دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے۔ قبروں میں کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ جزاء وسزا کی یہ ساری کاروائی روح کے ساتھ ہوتی ہے اور روح کو ایک اور جسد مہیا کیا جاتا ہے۔ اسی پر جزا وسزا وارد ہوتی ہے۔
(۳) حضور اکرم ﷺ بمع دیگر حضرات انبیاء کرام اپنی اپنی قبور شریفہ میں مخصوص قسم کی حیات سے فائز ہیں۔ جو شخص حضور اکرم ﷺ کی مزار اقدس پر جاکر صلوۃ وسلام پڑھتا ہے آپ ﷺ بالنفس نفیس سنتے ہیں اور جواب مرحمت فرماتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے۔	(۳) حضور اکرم ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام کو اپنی قبور میں کسی قسم کی حیات حاصل نہیں ہے اور نہ ہی ان کی ارواح کو ان کی قبروں کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ عند القبر الشریف آپ ﷺ امت کے سلام کو نہیں سنتے اور نہ ہی دور والا درود شریف آپ کی ذات اقدس پر پیش کیا جاتا ہے۔
(۴) قبر شریف میں حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔	(۴) آپ ﷺ کی ذات اقدس پر عرض اعمال نہیں ہوتا۔
(۵) حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک زیارت کی نیت سے سفر کرنا افضل القربات اور اعظم السعادات میں سے ہے۔	(۵) حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

(۶) بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضری دی اور سلام پڑھے۔	(۶) سوائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کسی صحابی سے مزار اقدس پر حاضری دینا اور سلام پڑھنا ثابت نہیں ہے۔
(۷) توسل بذوات الانبیاء والاولیاء ثابت اور جائز ہے۔	(۷) کسی کی ذات کا وسیلہ دینا ناجائز بلکہ شرک ہے۔
(۸) ہر مسئلہ کی تحقیق میں سلف صالحین کے فہم کو مشعل راہ بنایا جائے قرآن وحدیث کی جو تصریحات اکابرین علماء اہلسنت والجماعت سے منقول ہیں ان پر اعتماد کیا جائے۔	(۸) یہ لوگ اپنے مخصوص نظریات کو ثابت کرتے وقت سلف صالحین کی بیان کردہ تشریحات کو پس پشت ڈال کر براہ راست قرآن وحدیث سے استدلال کرنے لگتے ہیں۔
(۹) فروعی اور غیر ضروری مسائل میں غلو اور تشدد نہیں کرتے بلکہ اعتدال کی راہ پر چلتے ہیں۔	(۹) ہر چھوٹے بڑے مسئلہ میں تشدد اور غلو کرتے ہیں حتیٰ کہ معمولی اختلاف میں شرک وکفر کے فتوے صادر کرتے ہیں۔
(۱۰) آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ میں اگر بظاہر تعارض نظر آئے تو سب سے پہلے تطبیق کی کوشش کرتے ہیں۔	(۱۰) یہ لوگ ظاہری تعارض کو دیکھ کر احادیث صحیحہ کو رد کر دیتے ہیں۔ بلکہ ان کو جھٹلا دیتے ہیں۔
(۱۱) تعویذات قرآنیہ وادعیہ ماثورہ جائز ہیں بشرطیکہ ان کا ادب واحترام قائم رکھا جائے۔	(۱۱) اشاعۃ التوحید کے بعض نام لیوا تعویذات قرآنیہ کو بھی شرک کہتے ہیں۔
(۱۲) امام مہدی علیہ السلام کی آمد احادیث سے ثابت ہے۔	(۱۲) اشاعۃ التوحید والسنہ کے بعض افراد امام مہدی کی آمد کا انکار کرتے ہیں۔
(۱۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی اور قیامت سے پہلے ان کا نزول الی الارض حق اور سچ ہے۔ بلکہ ضروریات دین میں سے ہے۔	(۱۳) اشاعۃ التوحید والسنہ کے بعض مماتی لوگ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہو چکے ہیں اور کچھ منکر ہوتے چلے جارہے ہیں۔
(۱۴) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید مظلوم ہیں ان پر بغاوت کا الزام بہت بڑی زیادتی ہے۔	(۱۴) بعض اشاعتی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا الزام لگانے کا زور لگائے ہیں۔
(۱۵) سیدنا یوسف علیہ السلام کا نکاح بی بی زلیخا کے ساتھ تاریخی وتفسیری حیثیت سے ثابت ہے۔ اگرچہ ایسے مسائل میں خاموشی احوط ہے۔	(۱۵) بعض اہل اشاعت صرف نکاح کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ زلیخا کو گالیاں دیتے ہیں۔
(۱۶) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو فیصلہ فرمایا تھا۔ وہ فیصلہ کتاب وسنت کے مطابق ہے اور ایک سنی مسلمان کے لئے اس کو ماننا ضروری ہے جو شخص اس شرعی فیصلہ کو نہ مانے وہ سنی دیوبندی نہیں ہے۔ بلکہ مبتدع اور خارج از اہل سنت ہے۔	(۱۶) حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کا یہ فیصلہ درست نہیں ہے۔ اس کو ماننا کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ اس فیصلہ سے اور فیصلہ کرنے والوں سے رفض کی بو آتی ہے اور اس سے منحرفین کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دینا جسارت ہے۔

(۱۷) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر کی حدیثیں صحیح ہیں۔ اسی طرح ان حضرات کے سماع عند القبر الشریف کی حدیثیں بھی صحیح ہیں۔	(۱۷) انبیاء کرام علیہم السلام کے حیات وسماع کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ بلکہ یہ حدیثیں موضوع جعلی اور من گھڑت ہیں۔
(۱۸) سلامتی کی راہ یہ ہے کہ علماء جمہور کا اتباع کیا جائے۔	(۱۸) جمہور زنبور ہیں۔
(۱۹) حضور اکرم کی قبر مبارک کی زیارت کے وقت استشفاع جائز ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ زائر آپ ﷺ سے دعا واستغفار کی درخواست کرے۔	(۱۹) استشفاع جائز نہیں ہے۔
(۲۰) جو شخص مدینہ منورہ حضور ﷺ کی زیارت کے لئے جا رہا ہے تو اس کو یہ پیغام دینا صحیح ہے کہ مزار اطہر پر میری طرف سے سلام عرض کرنا اور اس کو چاہئے کہ وہ زیارت کے وقت سلام پہنچائے۔	(۲۰) یہ بھی جائز نہیں ہے۔
(۲۱) احادیث صحیح کی روشنی میں حضور اکرم ﷺ پر جادو کا اثر ہوا جس کی وجہ سے آپ کو جسمانی طور پر تکلیف ہوئی۔	(۲۱) آپ ﷺ پر جادو کے جسمانی اثرات کو بعض اشاعتی علماء نہیں مانتے۔
(۲۲) روضہ اطہر میں زمین کا جو حصہ حضور ﷺ کے جسد اقدس کو مس کئے ہوئے ہے۔ وہ بیت اللہ اور عرش معلیٰ سے افضل ہے۔	(۲۲) آپ ﷺ کے جسد اطہر کو مس کرنے والا زمین کا حصہ بیت اللہ اور عرش معلیٰ سے افضل نہیں ہے۔
(۲۳) عالم قبر و برزخ میں حضور اکرم ﷺ کے روح اقدس کا تعلق دنیا والے جسد اطہر سے جس کی کنہ وحقیقت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور حیات دنیوی کا یہی مطلب ہے، یعنی حیات کا تعلق دنیا والے جسد کے ساتھ ہے۔ ویسے آپ ﷺ چونکہ عالم برزخ میں ہیں لہٰذا آپ کی حیات قبر کو برزخی کہنا بھی صحیح ہے۔	(۲۳) عالم برزخ میں حضور ﷺ کے روح اقدس کو دنیا والے جسد کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ بلکہ جسد اطہر ہر قسم کی حیات سے عاری وخالی ہے۔ ہاں جنت میں نور کافور کا ایک اور جسد تیار کیا گیا ہے جو کہ دنیا والے جسد کے مشابہ ومشاکل ہے۔ آپ ﷺ کے روح مبارک کو اس دوسرے جسد میں داخل کر دیا گیا ہے۔ یہ ہے حیات برزخی کا مطلب۔
(۲۴) عالم برزخ زمانے کا نام ہے جو کہ موت سے لے کر قیامت تک کے وقت کو کہا جاتا ہے اور یہ زمانہ قبر سمیت مردے کے ہر مقام کو شامل ہے۔ قبر و برزخ میں کوئی تضاد نہیں ہے بیک وقت ایک چیز پر بھی انکا اطلاق ہوسکتا ہے۔ یعنی ایک مردہ جسد قبر میں بھی ہے برزخ میں بھی ہے۔	(۲۴) برزخ کسی مخصوص مکان کا نام ہے۔ جہاں ارواح رہتی ہیں برزخ اور قبر میں تضاد اور تنافی ہے ایک سے دوسرے کی نفی ہوجاتی ہے۔ یعنی جو مردہ قبر میں ہے۔ وہ برزخ میں نہیں اور جو برزخ میں ہے وہ قبر میں نہیں۔
(۲۵) مردہ انسان اور اس کا مستقر یعنی قبر درحقیقت عالم برزخ کی چیزیں ہیں اگرچہ یہ دنیا والوں کو نظر آ رہی ہیں۔	(۲۵) مردہ انسان اور اس کی قبر دنیا کی چیزیں ہیں۔ ان کو برزخی چیزیں کہنا صحیح نہیں ہیں۔

(۲۶) انسان درحقیقت روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہی احکام شریعت کا مکلف اور اللہ تعالیٰ کا مخاطب ہے۔ دنیا قبر اور آخرت کی جزاء وسزا کا یہ دونوں مورد بنتے ہیں۔	(۲۶) انسان صرف روح کو کہتے ہیں جسد عنصری صرف اور صرف آلہ کی حیثیت میں ہے جیسے تلوار، کلہاڑی، وغیرہ۔ اسی لئے قبر برزخ کی جزاء سزا میں جسد شامل نہیں ہوتا۔
(۲۷) حضرات انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے ان کی نوم ناقض وضو نہیں ہے۔	(۲۷) اہل اشاعت اس خصوصیت کا انکار کرتے ہیں۔
(۲۸) مسلکاً دیوبندی وہ ہے جو المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند پر دستخط کرے کیونکہ یہ کتاب عقائد علماء دیوبند اہلسنت والجماعت کی دستاویز ہے۔ اس پر تمام علماء واکابرین دیوبند واولیاء دیوبند دستخط کر چکے ہیں۔	(۲۸) یہ لوگ اس کتاب پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں بلکہ اس کتاب کی حیثیت گرانے کے لئے قسم وقسم کی باتیں کرتے ہیں۔ شبہات پیدا کرتے ہیں۔
(۲۹) حضور اکرم ﷺ کی قبر انور جنت کا باغ ہے۔	(۲۹) حضور اکرم ﷺ کی قبر انور جنت کا باغ نہیں ہے۔
(۳۰) حضور اکرم ﷺ کا جسد اطہر بھی وصف نبوت ورسالت سے موصوف ہے۔	(۳۰) حضور اکرم ﷺ کا جسد اطہر بھی وصف نبوت ورسالت سے موصوف نہیں ہے۔ (ندائے حق جدید ص ۴۰۸)

قارئین کرام! اتنے سارے طویل وعریض اختلافات کے ہوتے ہوئے یہ کہہ دینا کہ علماء دیوبند اور اشاعۃ التوحید والسنہ کے نظریات ایک ہی ہیں۔ بہت بڑی جسارت ہے اور دور از حقیقت بات ہے۔ فریقین کے یہ عقائد ونظریات بندہ عاجز نے ان حضرات کی تحریروں اور تقریروں سے معلوم کئے ہیں۔ ایک ایک نظریہ کو ثابت کرنے کی ذمہ داری میرے ذمہ ہے۔ میں ان شاء اللہ ثابت کر کے دکھاؤں گا اگر خدانخواستہ کوئی نظریہ میں ثابت نہ کر سکا تو معذرت کے ساتھ اپنے الفاظ واپس لے لوں گا۔ باقی ان حضرات کے یہ نظریات اکثر عوام وخواص کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے عوام خواص کو یہ تاثر دے رکھا ہے کہ ہم مسلکاً دیوبندی ہیں اور علماء دیوبند والے نظریات رکھتے ہیں اس لئے اپنے مخصوص نظریات کو بہت کم ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان پر پردہ ڈالنے کو کوشش کرتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی بات پوچھی بھی جائے تو اجمال وابہام سے کام لیتے ہیں بلکہ غلط بیانی سے بھی گریز نہیں کرتے ہیں۔ کیونکہ اسی میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔ ہاں اپنے معتمد علیہ احباب میں اور اپنے حلقہ اثر میں ان عقائد ونظریات کو آگے چلتا کرتے رہتے ہیں۔

اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ عقائد ونظریات یکدم نہیں گھڑے گئے بلکہ دھیرے دھیرے اور آہستہ ان کو بڑھایا اور آگے چلایا گیا اور اب نت نئے نظریات ایجاد کرنے کا کام ان میں جاری وساری ہے۔ آئے دن یہ لوگ نئے مسائل تیار کرتے رہتے ہیں اور نامعلوم تفردات کی یہ گاڑی کہاں جا رکے گی۔ یا پھر یوں ہی چلتی چلتی رہے گی۔ واللہ اعلم، جب کہ علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم اپنے اکابر کی لکیر کے فقیر بلکہ ان کی تحقیقات کے پکے مقلد ہیں۔ جیسا کہ خود مضمون نگار صاحب نے طنزیہ اس بات کا اعتراف کیا ہے۔

اشاعت التوحید والسنہ کی ابتدائی داغ بیل

اشاعت التوحید والسنہ کی ابتداء میں جو داغ بیل ڈالی گئی تھی وہ کسی مخصوص نظریات کی بنیاد پر نہ تھی۔ (علیم بذات الصدور صرف اللہ ہے) بلکہ توحید وسنت کی پرچار کے لئے ایک تنظیم بنائی گئی تاکہ اجتماعی شکل میں کام

کیا جائے۔ چنانچہ بعض علماء کرام وفضلا دیو بند سب کے سب اس جماعت میں شامل ہوئے نام کے مطابق کام کیا۔ اس دور کے علماء وفضلاء دیو بند سب کے سب مسلکاً دیو بندی تھے ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ تھا اور نہ کوئی فرد مسلک علماء دیو بند سے منحرف تھا۔ ہم مسلک اور ہم مشرب ہونے کی وجہ سے آپس میں پیار، محبت، اخلاص، اور تعاون کی خوشگوار فضاء قائم تھی۔ ایک دوسرے کے مدرسوں، مسجدوں م خانقاہوں اور جلسوں وغیرہ کی تقریبات میں شریک ہونے کو مذہبی اور اخلاقی فریضہ سمجھا جاتا تھا استادی شاگردی بھی تھی اور پیری مریدی بھی، ہمدردیاں بھی تھی اور رواداریاں بھی، اسی لئے ایک دوسرے کی تعریف وتحسین بھی کی جاتی تھی۔ داد بھی دی جاتی تھی حوصلہ افزائی بھی کی جاتی تھی، پشت پناہی بھی اور خراج عقیدت بھی پیش کی جاتی تھی الغرض ایک ہم مسلک اپنے دوسرے ہم مسلک بھائی کے لئے جو کر سکتا وہ کرتا اسی لئے ایک دوسرے کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔

اشاعت کے بعض افراد کی طرف سے انحراف کی ابتداء

جمعیت اشاعۃ التوحید کے ایک سرکردہ بزرگ علامہ عنایت اللہ شاہ صاحب کو ہم مسلک ہونے کی وجہ سے جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ میں خطاب کے لئے مدعو کیا جاتا تھا۔ ۱۹۵۸ء میں ان کو حسب سابق خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں بلایا گیا۔ خطاب سے پہلے تک وہ فاضل دیو بند ہونے کی حیثیت سے ایک خطیب اسلام اور قادر الکلام مبلغ تھے۔ مسلک دیو بند کے عوام وخواص میں اچھی خاصی حیثیت کے مالک تھے کسی شخص کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ جناب خطیب اسلام صاحب کے دل میں مسلک علمائے دیو بند سے انحراف کا لاوہ پک چکا ہے۔ جوابی ابھی اسٹیج پر پھٹنے والا ہے۔ چنانچہ جب خلاف توقع حضرت شاہ صاحب نے عقیدہ حیات النبی ﷺ میں علماء دیو بند سے اپنا اختلاف ظاہر کیا تو حاضرین جلسہ میں حیرانگی اور بے چینی پھیل گئی۔ لوگ قسم قسم کی باتیں کرنے لگے۔ کچھ تائید کچھ تردید والے، بالآخر بات مہتمم مدرسہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ﷫ تک جا پہنچی، چنانچہ حضرت مہتمم صاحب ﷫ نے اسی اسٹیج پر حضرت شاہ صاحب کے نئے نظریہ کی تردید اور جمہور علماء اہل سنت والجماعت دیو بند کے عقیدہ کی پر زور اور مدلل تائید کی لیکن اس اختلاف کو سننے والا چونکہ ایک جم غفیر تھا اس لئے عوام الناس میں اختلافات کی خوب تشہیر ہوئی تو علماء دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک ہی مکتب فکر کے علماء تقسیم ہو گئے۔ یہ اختلاف کا قصہ اور انحراف کی داستان ہے، البتہ یہ بات وضاحت طلب ہے کہ شروع میں یہ اختلاف کتنا تھا اور کیسا تھا۔

فریقین کے درمیان نقطہ اختلاف

ابتداء میں یہ اختلاف صرف ایک بات میں تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر کی حیات کو دنیوی کہنا چاہئے یا صرف حیات برزخی کہنا چاہئے۔ علماء دیو بند فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کی حیات قبر اگرچہ برزخی ہے لیکن روح اقدس کا چونکہ دنیا والے جسد کے ساتھ تعلق ہے لہٰذا اس کو حیات دنیوی کہنا صحیح ہے۔ جب کہ علامہ عنایت اللہ شاہ گجراتی اور ان کے ہم خیال لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کی حیات قبر کو صرف حیات برزخی کہنا چاہئے اسے حیات دنیوی نہ کہا جائے۔ دور اول کے اہل اشاعت اس مسئلہ میں شاہ صاحب کے ہم نوا تھے۔ اختلاف اسی ایک مسئلہ میں تھا۔ حتی کہ اس وقت حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف میں بھی جمعیت اشاعۃ التوحید کا کوئی انکار اور اختلاف نہ تھا؛ چنانچہ جناب سجاد بخاری صاحب جو

کہ جمعیت التوحید کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے اور تفسیر جواہر القرآن کی تالیف میں شیخ القرآن رحمہ اللہ کے دست راست تھے یہ مضمون تقریباً آج سے بیالیس سال پہلے لکھا ہوا ہے۔ جس دور میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے مسئلہ حیات میں تصفیہ کرایا تھا اور فریقین کے دستخط کے ساتھ فیصلہ فرمایا تھا یہ مضمون اسی دور کا ہے اور مضمون کا عنوان یہ ہے "مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق فریقین کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا" اور یہ مضمون شیخ القرآن صاحب رحمہ اللہ کے ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا تھا۔ چنانچہ سجاد بخاری لکھتے ہیں دارالعلوم دیوبند کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں عرصہ پانچ سال سے اختلاف چلا آرہا تھا اور اب تو یہ اختلاف نزاع وجدال، تحزب وتفرق اور گروہ بندی کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ یہ اختلاف نفس حیات میں نہیں تھا کیونکہ نفس حیات کے ثبوت پر سلف سے لے کر خلف تک پوری امت متفق ہے اور تمام علماء دیوبند اس کے قائل ہیں۔ اختلاف جو تھا وہ صرف اس حیات کی کیفیت اور اس کی جزوی تفصیلات میں تھا حضرات علماء دیوبند کی ایک جماعت اس بات کی قائل تھی کہ برزخ میں انبیاء علیہم السلام کو دنیاوی حیات حاصل ہے اور وفات کے بعد اپنی قبور مبارکہ میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ اس خیال کے سرکردہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ تھے اور علمائے دیوبند کی دوسری جماعت کا نظریہ یہ تھا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام جب دنیا میں بقید حیات موجود تھے اس وقت ان کی حیات دنیوی تھی اور ان کے اجساد مطاہرہ کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ایسا تعلق قائم تھا کہ اس کے ذریعے ان کے اجسام طیبہ سے مختلف افعال صادر ہوتے تھے۔ لیکن جب وفات کے ذریعے دنیا سے عالم برزخ کی طرف منتقل ہوگئے تو وہاں ان کو زندگی بھی برزخی ہی عطاء ہوئی اور وہ عالم برزخ میں برزخی حیات سے زندہ ہیں نہ کہ دنیوی حیات سے اور ان کے اجسام سے ان کی ارواح کا تعلق بھی برزخی ہے۔ جس کی کیفیت اور حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس جماعت کے قائدین حضرت مولانا قاضی نور محمد رحمہ اللہ، مولانا قاضی شمس الدین صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحب، اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری تھے۔ ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۱۷، اگست ۱۹۶۲ء۔ جناب سجاد بخاری صاحب مزید لکھتے ہیں باقی رہا آں حضرت کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔ جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء میں دوسرے فریق کے اس بارے میں مسلک کی صراحت موجود ہے البتہ اس فریق کے بعض حضرات جن سے حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عند القبر سماع صلوٰۃ وسماع کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الا خرق العادۃ۔ (جیسے کہ آگے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی کے بیان میں آرہا) بہر حال یہ نزاع واختلاف کا سلسلہ عرصہ پانچ سال تک چلتا رہا۔ اس دوران میں فریقین کی جانب سے کئی بار اس معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوسکی۔ فریقین کے درمیان صلح وسمجھوتہ کرانے کی سعادت چونکہ حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم العالیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے لئے مقدر تھی اس لئے صلح وسمجھوتہ میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ پاکستان تشریف لائے اور باہمی صلح کی کوشش کا آغاز ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ اس دیرینہ نزاع کے لئے قابل احترام شخصیت کے بغیر سمجھوتہ ناممکن تھا۔" (تعلیم القرآن ص ۱۸، ۱۹۔ اگست ۱۹۶۲ء)

قارئین کرام! یہ ہیں مدیر تعلیم القرآن سجاد بخاری کے مضمون کے دو طویل اقتباس جن سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ دور اول کے اہلیان اشاعت کا علماء دیوبند سے قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ سب ایک ہی مسلک کے افراد تھے لیکن ۱۹۵۸ء میں صرف اور صرف ایک مسئلہ حیات میں اختلاف شروع ہوا اور وہ بھی اتنی حد تک کہ آپ ﷺ کی حیات قبر کو صرف برزخی کہا جائے یا برزخی کے ساتھ ساتھ اسے دنیوی کہنا بھی درست ہے۔ اس دور میں آپ ﷺ کے سماع عند القبر الشریف میں بھی دور اول کی اشاعت کو کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ اس دور کے علماء اشاعت التوحید آپ ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کے قائل تھے۔ جیسا کہ سجاد بخاری صاحب کے مضمون سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے۔ البتہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب آپ ﷺ کے سماع ہمہ وقتی کے قائل نہ تھے۔ بلکہ جز وقتی کے قائل تھے بہر حال چند سال ایک مسئلہ محل نزاع بنا رہا فریقین کے علماء میں بعض حضرات نے حصہ لیا اور بعض خاموش رہے۔ بتایا جاتا ہے کہ زیادہ تر شدت کی حالت پنجاب کے بعض علاقوں میں رہی دوسرے علاقہ جات میں اختلاف کی خبر بہت کم پہنچی، کسی کا اس مسئلہ کی طرف التفات ہوا کسی کا نہیں ہوا کیونکہ ایک تو اختلاف بالکل نیا تھا اور کچھ عجیب نوعیت کا تھا اسی لئے مسلک کے سب لوگوں نے اس میں حصہ نہیں لیا بلکہ صلح اور اتفاق کی کوشش جاری رکھی۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ پر بالاتفاق مصالحت

چنانچہ چار پانچ سالہ نزاعی مسئلہ کے تصفیہ کے لئے حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ دار العلوم سے تشریف لائے ہر دو فریق کی باتیں سن کر حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے قدر مشترک عبارت بطور فیصلہ کے تحریر فرمائی جسے فریقین کے علماء نے تسلیم کر لیا اور تصدیقی دستخط بھی کر دیئے جس کی وجہ سے وہ نزاع ختم ہو گیا اور صلح ہو گئی۔ حضرت قاری صاحب کے فیصلہ کا متن متین درج ذیل ہے۔

''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوۃ وسلام سنتے ہیں۔''

احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ جون ۱۹۶۲ء (مولانا قاضی) نور محمد، خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ۔ لاشئی (مولانا) غلام اللہ خان (مولانا) محمد علی جالندھری عفی عنہ۔ (تعلیم القرآن ص ۲۵، ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ فیصلہ قاری محمد طیب صاحب کے مضمون بنام ''مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ'' سے نقل کیا ہے۔ جو کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں خود شائع فرمایا ہے اور فیصلہ کن عبارت کے بعد حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

''اس مختصر عبارت کی تفصیل چونکہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے اس لئے یہ عبارت ان کی مسلمہ ہے بناء بریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔'' حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں۔

''چونکہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری بوجہ علالت راولپنڈی تشریف نہ لا سکے اس لئے احق کے عرض کرنے پر مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ان کے بارے میں حسب ذیل تحریر دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی جس کا متن لفظ بہ لفظ حسب ذیل ہے۔''

''ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کریں گے نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات پر تقریر نہ کرائیں گے۔ اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس کے بارے میں ان کو مدد نہ دیں گے۔'' (تعلیم القرآن ص ۲۵ ماہ اگست ۱۹۶۲)

قارئین کرام! آپ دور اول کی اشاعت التوحید والسنہ کے علماء کے خلوص، حق پسندی اور حق گوئی کا اندازہ لگائیں کہ یہ حضرات مصالحت کی تمام تر کاروائی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع فرما رہے ہیں تاکہ جماعت کے تمام کارکنوں کو معلوم ہو جائے کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر فریقین متفق ہو گئے ہیں اور صلح ہو گئی ہے۔ مزید یہ کہ جماعت کے دو بزرگ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب یہ ذمہ داری اٹھا رہے ہیں کہ ہم سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے اس تحریری فیصلہ پر دستخط کرائیں گے۔ کیونکہ وہ اپنی مجبوری کی وجہ سے فیصلے میں موجود نہ تھے اور مذکورہ بالا ہر دو بزرگ عہد کرتے ہیں۔ اگر شاہ صاحب نے اس فیصلہ پر دستخط نہ کئے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کریں گے۔

مزید یہ کہ اس فیصلہ کے بعد ۲۲ / ۷ / ۱۹۶۲ء بروز اتوار جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کا ایک خصوصی اجتماع ہوا جس میں اشاعت کے نامور علماء و مشائخ شامل ہوئے اور چند قراردادیں بالاتفاق منظور کی گئیں ان میں ایک قرارداد یہ بھی منظور ہوئی جس کا عنوان ہے ''مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ۔'' ۳: جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کا یہ نمائندہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت کو اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا علامہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز توڑا نہ جائے۔ (مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے)

ہماری جماعت جس طرح پہلے متحد ہو کر اشاعت توحید و سنت کا کام کرتی رہی ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی کرتی رہے گی۔ (تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۵۳) معلوم ہوا کہ اس فیصلہ کو صرف مولانا غلام اللہ خان صاحب، قاضی نور محمد صاحب، قاضی شمس الدین صاحب اور سجاد بخاری صاحب نے ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ دور اول کی اشاعت کے تمام سرکردہ علماء نے قرارداد کی شکل میں اس کی منظوری دے کر اس کو قبول کر لیا۔

اس صلح کی خبر سن عوام و خواص میں خوشی کی لہر دوڑ گئی

جس طرح حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے کو فریقین نے خوشی خوشی قبول فرمایا اور اپنی حق پسندی کا مظاہرہ کیا اسی طرح جب عام و خاص لوگوں نے مفاہمت کی خبر سنی ان میں بھی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو مضمون تعلیم القرآن میں شائع ہوا ہے اس کے آخر میں فرماتے ہیں اصلاحی صورت کا سب سے زیادہ

شاندار مظاہرہ راولپنڈی کے عظیم الشان جلسہ عام میں ہوا جو احقر کی تقریر کے سلسلہ میں مدرسہ حنفیہ عثمانیہ کے زیر اہتمام ایک بڑے میدان میں زیر صدارت حضرت مولانا خیر محمد صاحب، شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان منعقد کیا گیا تھا احقر کو منظوم سپاسنامہ دینے سے جلسہ کا آغاز ہوا اور احقر کی تقریر شروع ہوئی جو تقریباً اڑھائی گھنٹہ جاری رہی تقریر کے آخر میں احقر نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے اس نزاع کے ختم ہونے کی بشارت سنائی جس سے عوام میں خوشی کی بے پناہ لہر دوڑ گئی اور ان ہزار ہا انسانوں کے ہجوم نے بے تحاشہ تبریک وتہنیت کے نعرے لگانے شروع کر دیئے جس سے فضا گونج اٹھی۔ ختم تقریر پر ایک جانب سے مولانا غلام اللہ خان صاحب اور دوسری جانب مولانا محمد علی جالندھری صاحب نے اپنی تقریروں سے اس بیان کی توثیق کی اور نہایت فراخدلانہ اور مخلصانہ لب ولہجہ سے فرمایا کہ ہم نے مہتمم دارالعلوم کے درمیان میں پڑ جانے سے اس مسئلہ کی نزاعی صورت حال کو ختم کر دیا ہے۔

ان دو تقریروں کے بعد یہ ہزاروں آدمیوں کا عظیم اجتماع جذبات ومسرت سے ابل پڑا اور اس نے مہتمم دارالعلوم زندہ باد، دارالعلوم دیوبند زندہ باد، اور علماء دیوبند زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگانے شروع کئے کئی منٹ تک فضا نعروں سے گونجتی رہی۔ مجمع میں جذبات مسرت کی عجیب حرکت تھی جس سے مجمع متموج دریا کی طرح متحرک نظر آ رہا تھا اور نعروں میں تقریریں بند ہو گئیں۔ بالآخر جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ (تعلیم القرآن، اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دور اول کی اشاعت کا علماء دیوبند رحمہم اللہ سے صرف ایک مسئلہ میں نزاع تھا اور نزاع یہ تھا کہ آپ ﷺ کی حیات کو صرف حیات برزخی کہا جائے یا اس حیات کو برزخ کے ساتھ ساتھ دنیوی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی اور مسئلہ میں اختلاف نہ تھا اگر کسی اور مسئلہ میں اخلاف ہوتا تو اس کو صلح میں ضرور لایا جاتا البتہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کو ہمہ وقتی نہیں سمجھتے پوری جماعت کا یہ نظریہ نہ تھا۔ کیونکہ پوری جماعت اشاعت التوحید والسنہ علماء دیوبند کی طرح حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کی قائل تھی اور نزاع چار پانچ سال چلتا رہا اور بالآخر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی کوشش اور محنت کی برکت سے ختم ہو گیا فریقین نے خلوص کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی حیات برزخ (قبر شریف) کو بہ تعلق روح تسلیم فرمایا اور یہ بھی تسلیم کیا کہ آپ ﷺ زائرین کے درود وسلام کو سنتے ہیں۔ تو اب علماء دیوبند اور علماء اشاعت پھر ایک ہو گئے اور کوئی اختلافی مسئلہ نہ رہا۔ تو پانچ سالہ نزاع کے خاتمہ کے بعد وہ سب محبتیں، ہمدردیاں، خلوص اور رواداریاں واپس آ گئیں ایک دوسرے کی تعریفیں ہونے لگیں جنازوں میں شرکت ہونے لگی۔ دعا مغفرت بھی جاری ہو گئی الغرض جب دوبارہ ہم مسلک ہو گئے تو وہ سب کچھ ہونے لگا جو ہم مسلک بھائیوں میں ہوتا ہے۔

حضرت قاری صاحب کی ایک اہم ہدایت

چونکہ اس اختلاف کو مٹانے والے حضرت قاری صاحب تھے اور وہی حکم اور ثالث تھے۔ انہوں نے حالات کی نزاکت کو مدنظر رکھ کر فریقین کے علماء کو ہدایت جاری فرمائی کہ اس مسئلہ کی جزئیات وتفصیلات کو عامۃ الناس میں بیان نہ کیا جائے بلکہ قدر مشترک جس پر فیصلہ کیا گیا ہے اس کو بیان کیا جائے کیونکہ اب فریقین کے درمیان اصل مسئلہ یعنی حیات قبر بہ تعلق روح اور سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف مسلمہ ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! یہ دور اول کی اشاعت التوحید والسنہ جس کے علماء نے صرف ایک مسئلہ میں علماء دیوبند سے اختلاف کیا تھا پھر چار پانچ سال بعد اس مسئلہ میں انہوں نے علماء دیوبند سے اتفاق کر لیا تھا اور کسی مسئلہ میں ان کو علماء دیوبند سے کوئی اختلاف نہ تھا۔ لہٰذا دور اول کے اشاعتی علماء جنہوں نے قاری صاحب کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا اور پھر اسی پر تادم زیست قائم رہے اور کسی مسئلہ وعقیدہ میں بھی علماء دیوبند سے اختلاف نہیں کیا وہ پکے سچے دیوبندی ہیں۔ ان کے دیوبندی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

اشاعت التوحید نمبر ۲ کی زیر زمین داغ بیل

علماء دیوبند کے اتحاد واتفاق کی خوش خبری دور دور تک پہنچی بلکہ جہاں اختلاف کی اطلاع نہ پہنچی تھی وہاں بھی اتفاق کی اطلاع پہنچی فریقین کے مخلصین نے خوشیاں منائیں۔ ہر دیوبندی نے سکون اور اطمینان کا سانس لیا۔ الحمد للہ مسلکی فضا خوشگوار بن گئی۔ ہر فرد کو یقین ہو گیا کہ علماء دیوبند اختلاف کے بعد دوبارہ متحد ہو گئے۔ لیکن شومئ قسمت کہ شاید بعض عناصر کو نہ یہ صلح پسند تھی اور نہ یہ فیصلہ منظور، لیکن ایسا عنصر اس وقت اتنا کم تھا کہ فریقین کی صلح میں رکاوٹ نہ بن سکتا تھا۔ چنانچہ ایسے افراد نے اس صلح کو سبوتاژ کرنے اور علماء دیوبند کو دولخت کرنے کی خاطر زیر زمین اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ اوّلاً ان لوگوں کی یہ خفیہ کاروائیاں محدود نہ تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ دور اول کے اشاعتی علماء یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہوتے چلے گئے تو ان کی پالیسیوں کا میدان وسیع ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے حیات الانبیاء کے انکار کے ساتھ عذاب قبر وغیرہ دوسرے مسائل وعقائد میں علماء دیوبند سے رفتہ رفتہ اختلاف کرنا شروع کیا اور نوبت بایں جارسید کہ آج درجنوں مسائل میں ان کو اختلاف ہے۔ بلکہ ایسے اختلاف کہ جن کو یہ لوگ کفر اور اسلام کا اختلاف کہتے ہیں۔

ادھر ہمارے علماء دیوبند نے حضرت قاری صاحب کی ہدایت کے مطابق احتیاط اور پرہیز سے کام لیا۔

چنانچہ اشاعت اول کے علماء کی وفات علماء دیوبند کی احتیاط اور صلح وصفائی کی خبروں نے ان لوگوں کے لئے میدان خالی کر دیا اور پھر ان عیار لوگوں نے اپنے مخصوص نظریات اپنے خاص عقیدت مندوں اور اپنے مدارس کے طلبہ میں خوب پھیلائے خصوصا دورہ ہائے تفسیر کے طلبہ کو انہوں نے خوب شکار کیا۔ حتیٰ کہ اتحاد واتفاق کی تاریخ سے لے کر تادم تحریر تقریباً اکتالیس یا بیالیس سال کے عرصہ میں ان کے مدارس اور دورہ تفسیر سے جو طلبہ فارغ التحصیل ہو کر عالم بنے ہیں ان سب کی ایسی ذہن سازی کی کہ وہ ان کے عقائد ومسائل ہی کو علماء دیوبند اور علماء اشاعت اول کے عقائد ومسائل سمجھتے ہیں کیونکہ صلح وصفائی اور احتیاط کی وجہ سے ان لوگوں نے تصویر کا دوسرا رخ دیکھا بھی نہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان لوگوں نے اس نئی نسل کو حقیقت سے واقف نہیں ہونے دیا بلکہ اصل صورت حال سے اندھیرے میں رکھ کر ان کو ابتداء سے انتہا تک شب وروز یہ پڑھایا کہ ہمارے مخصوص نظریات علماء دیوبند کے نظریات اور دور اول کے علماء اشاعت کے نظریات ہیں پھر ان منحرفین نے اپنی نئی نسل کی یہ تربیت کی کہ جس علماء دیوبند کے بزرگ اور عالم کے پاس جاؤ یا ان کے مدرسہ میں جاؤ تو اپنے مخصوص نظریات کو چھپا کر رکھو بالکل ظاہر نہ کرو اور ان کی خوب خوشامد کرو تا کہ ان کو اعتماد ہو جائے کہ یہ ہمارے ہیں اور یوں ہی یہ لوگ تقیہ کی چادر اوڑھ کر ہمارے مدارس، مساجد اور تمام دینی سیاسی اور جہادی تنظیموں میں گھس کر اپنا ایک مقام پیدا کریں اور پھر خفیہ طریقے سے ہماری سادہ لوح

عوام کو دھوکہ دے کر اور ورغلا کر اپنے بڑوں تک سپلائی کرتے رہے حالانکہ ان لوگوں کے عقائد ونظریات نہ ہی علماء دیوبند والے ہیں اور نہ ہی دور اول کی اشاعت التوحید والے ہیں۔ ان لوگوں نے تو علماء دیوبند کے متفق فیصلہ سے انحراف اور بغاوت کر رکھی ہے اور درجنوں مسائل میں علماء دیوبند اور اشاعتی علماء سے اختلاف کر رکھا ہے۔

اس سب کے باوجود اپنے آپ کو دیوبندی ظاہر کرتے ہیں اور علماء دیوبند کے صحیح وارثوں کو دیوبندیت کے ٹھیکیدار۔ علماء دیوبند کی تحریروں پر اندھے اعتماد کا راگ الاپنے والے کا طنز بھی کرتے رہے۔ حتی کہ فاضل مضمون نگار نے تو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے تحریری متفقہ فیصلہ کو تسلیم کرنے والوں کے متعلق کہہ دیا کہ ان کو دیوبندیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' شعر۔

خرد کا نام جنون رکھ دیا جنون کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
زہین کو کمیں کمیں کو ذہین کہتے ہیں
اس زمانے کے ناداں بے حیا کو حسین کہتے ہیں

قارئین کرام! یہ اشاعت التوحید نمبر ۲ کی ابتداء۔ اس کے پروان چڑھنے کی داستان اور طریقہ واردات اور حالات مذکورہ بالا عقائد ونظریات کے حاملین یہی لوگ ہیں۔ البتہ دھوکہ وتلبیس کے ذریعہ دور اول کے اشاعتی علماء کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں۔ جس طرح علماء دیوبند کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں بہر حال ان لوگوں نے دھوکہ تلبیس سے اپنا کاروبار چلایا اور چمکایا ہوا ہے۔ اگر ایسے لوگوں کا نام مناظر اسلام، سرمایہ اہل سنت والجماعت، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی صاحب رحمہ اللہ نے اشاعت التلبیس والفتنہ رکھا تو کوئی جرم نہیں کیا، جس پر مضمون نگار صاحب غصہ کھا رہے ہیں۔

ذہنی آزادی اور اسلاف بیزاری میں ترقی

اشاعۃ التوحید والسنہ نمبر ۲ کے جیالوں نے اپنے استادوں اور بڑوں سے مذہبی آزادی اور اسلاف بیزاری کا ایسا سبق پڑھا کہ اپنے مربیوں سے بھی آگے نکل گئے اور بہت آگے حتی کہ وہاں جا پہنچے کہ ان کو اپنے مربی مرشد اور روحانی باپ بھی کافر نظر آنے لگے۔ چنانچہ امام مہدی کا انکار، حیات ابن مریم علیہا السلام کا انکار، حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کے قائلین کو کافر ومشرک کہنا، حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر میں جادو کے اثرات کا انکار، تعویذات قرآنیہ کو شرک کہنا، اپنے بڑوں کے حق میں گندی زبان استعمال کرنا، اساتذہ کی پگڑیاں اچھالنا، کبھی غیر مقلد اور مسعودی بن جانا، اپنے سوا کسی کو مسلمان نہ سمجھنا، بات بات پر شرک وکفر کے فتوے لگانا وغیرہ وغیرہ ان لوگوں کی پہچان ہے۔

اشاعت التوحید والسنہ نمبر ۳ کی برملا داغ بیل

جب اشاعت التوحید والسنہ نمبر ۲ نے دیکھا کہ ہمارے پروردہ اور تربیت یافتہ جیالے ہمارے قابو سے نکل گئے۔ حتی کہ انہوں نے ہماری پگڑیاں اچھالنی شروع کی اور کافر ومشرک کے القاب دینے شروع کئے اور ہم پر زبان درازی شروع کی تو انہوں نے ۱۰ مئی ۱۹۹۸ء بروز بدھ جامع مسجد عنایت اللہ شاہ گجرات میں جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کی شوریٰ کا اجلاس بلا کر ان کو جمعیت اشاعت التوحید والسنہ سے خارج کر دیا۔

(خس کم جہاں پاک۔ ص ۶۵ تا ۸۰، مطبوعہ اشاعۃ التوحید والسنہ لالہ موسیٰ)

لیکن وہ بھی انہیں کے فیض یافتہ شاگرد رشید تھے تو انہوں نے اپنے بڑوں کی طرح جماعت چھوڑنے کی بجائے خود ساختہ جماعت کے نام پر قبضہ جمالیا اور اپنی جماعت کا نام، مرکزی جمعیت اشاعت التوحید والسنہ رکھ لیا۔

اب جناب جمعیت اشاعت التوحید والسنہ نمبر ۲ نے تقریروں، تحریروں، اور کتابوں کے ذریعے بڑا زور لگایا۔ اعلانات کئے خس کم جہاں پاک لکھ کر اپنی عوام کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ ہم نے مولوی احمد سعید، مولوی یونس نعمانی وغیرہ کو جمعیت اشاعت التوحید والسنہ سے نکال دیا ہے۔ ان کا جمعیت اشاعت التوحید والسنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن اشاعۃ نمبر ۳ کا قبضہ بہرحال قائم ہے اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں جیسے تم، ویسے ہم۔

بندہ عاجز کا ایک سوال

فاضل مضمون نگار جناب تبسم صاحب نے جو سارا زور قلم اس پر خرچ کردیا ہے۔ کہ اشاعت التوحید والسنہ دیوبندی ہے اور علماء دیوبند والے نظریات رکھتی ہے تو میرا سوال یہ کہ اس سے آپ کی مراد کون سی اشاعت التوحید ہے؟ اگر آپ کی مراد وہ اشاعت التوحید ہے جس نے حکیم الاسلام رحمہ اللہ کے فیصلہ کو تہہ دل سے قبول کیا پھر اس پر مستقیم رہے اور کوئی انحراف نہیں کیا تو یقیناً یہ اشاعت مسلکاً دیوبندی ہے اور اگر آپ کی مراد اشاعۃ التوحید سے وہ جماعت ہے جنہوں نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے فیصلے سے انحراف کیا اس کے علاوہ اور بھی کئی انحراف کئے تو یہ منحرفین کیسے دیوبندی بن سکتے ہیں؟ جب کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب اور حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب قلعہ دیدار سنگھ والے ایسے منحرفین سے اعلان برأت کر چکے ہیں اور اگر آپ کی مراد اشاعت التوحید نمبر ۳ ہے کہ وہ مسلکاً دیوبندی ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر یہ دیوبندی تھے تو آپ نے ان کو اپنی جماعت سے خارج کیوں کردیا؟ امید ہے کہ تبسم صاحب سوچ کر جواب دیں گے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ اشاعت التوحید والسنہ نام کی کئی جماعتیں ہیں اور ہر جماعت کے علماء اور عام وخاص کے نظریات مختلف ہیں۔ بلکہ ہر شخص کا نظریہ اپنا اپنا ہے۔ حتی کہ ایک اشاعت کے افراد دوسرے اشاعتیوں کو کافر، مشرک تک کہہ دیتے ہیں اور ایک دوسرے سے برأۃ کا اعلان کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف اخلاق سے گری ہوئی باتیں بھی کرجاتے ہیں۔ ثبوت کے لئے خس کم جہاں پاک کا مطالعہ کافی ہے۔ جس میں یہ باتیں موجود ہیں اس کتاب کو لکھنے والے اور شائع کرنے والے بھی اشاعتی ہیں اور جن کے خلاف لکھی گئی وہ بھی اشاعتی ہیں۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر اشاعت التوحید والسنہ کے کسی عالم کا مسلکاً دیوبندی ہونا ثابت بھی ہوجائے گا۔ تو تمام اشاعتیوں کے تمام افراد کا دیوبندی ہونا قطعاً ثابت نہ ہوگا۔ عقائد ونظریات مختلف ہیں۔ وہ بھی اشاعتی ہیں۔ جنہوں نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے فیصلے کی تصدیق کی اور توثیق کی بلکہ اس پر دستخط کئے اور پھر مرتے دم تک اس پر قائم رہے اور وہ بھی اشاعتی ہیں جنہوں نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے فیصلہ سے انحراف اور بغاوت کی پھر وہ بھی اشاعتی ہیں جنہوں نے ان منحرفین سے انحراف کیا اگر کوئی اشاعتی قسم اول کے کسی عالم کا نام لے کر اس کو دیوبندی ثابت کرکے خود کو دیوبندیوں کی صف میں شامل کرنا چاہتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کنگال آدمی اپنے آپ کو بادشاہ ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل پیش کرے کہ "پدرم سلطان بود"

کون عقل مند آدمی ہے کہ اس دلیل سے ایک کنگال، بے تاج وتخت اور بے ملک کو بادشاہ تسلیم کرے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ہمارا فلاں اشاعتی دیوبندی تھا۔ لہٰذا میں دیوبندی ہوں۔ قطعادرست نہیں جیسے کنگال کا دعویٰ پدرم سلطان بود درست نہیں۔

ارے! اگر تم مسلکا دیوبندی بننا چاہتے ہو تو قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے متفقہ فیصلہ پر دستخط فرماؤ اور اس کو دل وجان سے تسلیم کرلو۔ اگر کوئی اور تفردات ہیں تو چھوڑ دو تو تم خود بخود دیوبندی بن جاؤ گے ہم اور سب لوگ آپ کو دیوبندی کہیں گے۔ تمہیں اپنے دیوبندی ہونے کے لئے کسی قسم کے دلائل شواہد دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

اب تک تم کہتے ہو کہ ہمارا سرکردہ قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ اور قاضی شمس الدین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تھے کیونکہ وہ دیوبند میں پڑھے اور پڑھایا علماء دیوبند نے ان کی دستار بندی کی تھی وغیرہ وغیرہ۔

اے اللہ کے بندو! تم کس منہ سے قاضی برادران کا نام لیتے ہو انہوں نے تو حضرت قاری صاحب کے فیصلہ کو تسلیم کیا تھا۔ اس پر دستخط کئے تھے اور کوئی مسلک دیوبند سے انحراف نہیں کیا تھا بلکہ تادم زیست اس پر قائم رہے۔ جب کہ تم متفقہ فیصلے سے بغاوت وانحراف کر چکے ہو اور درجنوں تفردات اپنا چکے ہو۔ قاضی برادران کے دیوبندی ہونے سے تم کیسے دیوبندی بن سکتے ہو تم تو خود قاضی برادران کی راہ بھی چھوڑ چکے ہو۔ تمہارے تفردات کو دیکھ کر خود قاضی شمس الدین صاحب نے اشاعت التوحید والسنہ سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ دیکھیئے قاضی کا خط بنام مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی۔ (دعوت الانصاف ص ۲۸)

نیز جن کو تم اپنا سرکردہ سمجھتے ہو انہوں نے تو تمام ان لوگوں سے اعلان براءۃ کا عہد کیا ہے۔ جو اس متفقہ فیصلہ پر دستخط نہ کریں گے۔ تفصیل باحوالہ تعلیم القرآن پہلے گزر چکی ہے۔ جو تم سے بری ہو چکے ہیں اور تمہیں ان کے جسموں سے رفض کی بو آتی ہے۔ (نیلوی صاحب کا ماہنامہ گلستان اسلام، مارچ ۱۹۹۷ء) کیا ایسے لوگوں کے نام پر جینا چاہتے ہو؟ اور ان کے طفیل دیوبندی بننا چاہتے ہو؟ کیا یہی انصاف ہے اور یہی توحید وسنت کی اشاعت ہے۔ اب تو پدرم سلطان بود سے بھی معاملہ آگے نکل گیا ہے۔

فاضل مضمون نگار نے اپنے سرکردہ بزرگوں کی مخالفت کی

آپ نے گزشتہ اوراق میں جناب سجاد بخاری کا مضمون پڑھا اس کے شروع میں یہ الفاظ ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں عرصہ پانچ سال سے اختلاف چلا آرہا تھا۔ یہ مضمون شیخ القرآن کی زیر نگرانی ماہنامہ تعلیم القرآن میں چھپا اس دور کے اشاعتی علماء نے پڑھا کسی نے فکر نہیں کہ کہ حیات انبیاء کے قائلین کو دیوبندی کہا گیا؟ وہ تو دیوبندی نہیں ہیں۔ گویا اس دور کے تمام اشاعتی علماء قائلین حیات کو علماء دیوبند ہی سمجھتے اور جانتے تھے لیکن فاضل مضمون نگار قائلین حیات کو شرذمہ قلیلہ، بونے، قبیح سوچ والے اور کم ظرف کہہ کر دیوبندیت سے خارج قرار دے رہے ہیں۔ (نغمۂ توحید، ص ۳۲، ۳۳)

دیکھیئے تبسم صاحب جن کو بونے وغیرہ کے غیر مہذب الفاظ سے یاد فرماتے ہیں۔ ان کے اکابران کو علماء دیوبند کہتے ہیں۔ یہ ہیں اصاغرین جن کو اپنے اکابر کے نام پر ناز ہے کہ اکابر سے چند قدم آگے جارہے ہیں۔ خلف من بعدھم خلف۔

دیوبندیت کا معیار

برادران اسلام! دیوبندیت کا معیار وہ نہیں ہے جیسے مضمون نگار نے پیش کیا ہے کہ ہمارے سرکردہ دیوبند

میں پڑھے تھے پڑھایا تھا۔ علماء دیوبند نے ان کے سر پر دستار فضیلت رکھی تھی۔ علماء دیوبند نے اس کی تعریف کی تھی۔ ان کو خراج عقیدت پیش کیا تھا، وغیرہ وغیرہ۔

دیوبندیت کا صحیح معیار یہ ہے کہ جس شخص کا عقیدہ، نظریہ اور عمل الف سے لے کر یا تک علماء دیوبند والا ہے اور وہ شخص مرتے دم تک اسی عقیدے پر رہا اس سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ خدانخواستہ اگر اس سے کچھ عرصہ انحراف ہوا تو موت سے قبل رجوع کر لیا تو یہ شخص مسلکاً دیوبندی ہے۔ کیونکہ اس کے نظریات ہر لحاظ سے علماء دیوبند والے ہیں اور عین مطابق ہیں۔ وہ شخص دیوبند میں پڑھا ہے یا پڑھایا ہے بلکہ مدرسہ دیوبند دیکھا بھی نہیں ہے اگرچہ اسے دیوبند سے سند اور دستار بھی نہ ملی ہو اگرچہ علماء دیوبند نے اس کی تعریف بھی نہ کی ہو۔ اسے خراج عقیدت بھی نہ پیش کیا ہو علمائے دیوبند نے اسے دیکھا بھی نہ ہو اس کے جنازے میں بھی نہ شریک ہوئے ہوں۔ لیکن عقیدۃً یہ شخص پکا کھرا اور سچا دیوبندی ہے، لاشک فیہ ولا ریب

آمدم برسر مطلب

اگرچہ بندہ عاجز کی اس طویل تمہید سے ہر باشعور آدمی با آسانی یہ بات معلوم کرے گا کہ مضمون نگار کے دلائل خام اور ادھورے ہیں۔ تاہم صراحتہ بندہ عاجز ان کے دلائل کی خامیاں واضح کر دینا چاہتا ہے تاکہ کسی کو شبہ نہ رہے۔

دلیل نمبر ۱ کا جواب: مضمون نگار نے اپنے اور اپنے سرکردہ حضرات کے دیوبندی ہونے کہ یہ دلیل پیش کی ہے کہ انہوں نے مدرسہ دیوبند میں پڑھا، پڑھایا۔ وہ علماء دیوبند کے شاگرد ہیں اور علماء دیوبند ان کے شاگرد۔ (نغمہ توحید ص ۳۵، ۴۱)

الجواب: یہ دلیل خام اور نامکمل ہے کہ مدرسہ دیوبند میں پڑھنے پڑھانے اور استاذی شاگردی کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ ایسا شخص ان سب باتوں کے ساتھ پوری زندگی مسلک علماء دیوبند پر قائم رہا ہو اور اسی پر اس کی موت واقع ہوئی ہو اولاً تو مسلک دیوبند سے کسی قسم کا انحراف نہ کیا ہو۔ اگرچہ خدانخواستہ کوئی انحراف کیا ہو تو پھر مسلک دیوبند کی طرف رجوع کر لیا ہو۔ تب وہ شخص مسلکاً دیوبندی کہلوانے کا حق دار ہے۔ جو شخص مسلک دیوبند سے منحرف ہو کر مرا وہ قطعاً دیوبندی نہ ہے اگرچہ دیوبند میں پڑھا ہو اور استادی و شاگردی بھی رکھتا ہو۔

بندہ عاجز کے پاس اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ کہ ایک شخص کچھ عرصہ ایک مسلک سے وابستہ رہا ان سے پڑھا، پڑھایا وہاں اس کی استادی شاگردی قائم ہوئی لیکن آخر عمر میں سابقہ مسلک چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کر لیا لیکن میں اس سب نظائر کو چھوڑ کر صرف آپ کے گھر کی مثال پیش کرتا ہوں اور وہ مثال اشاعت التوحید والسنہ نمبر ۳ کی ہے کہ یہ لوگ اشاعۃ کے علماء سے پڑھے اور پڑھایا وہاں استادیاں شاگردیاں قائم ہوئیں۔ لیکن انہوں نے جب آپ کے مسلک سے انحراف کیا تو آپ نے ان کو اشاعت سے نکال دیا اور انہیں اشاعت التوحید والسنہ سے نہیں مانتے۔ تو ثابت ہوا کہ استقامۃ المسلک شرط ہے۔ منحرفین قطعاً ہم مسلک نہیں رہتے۔ چاہے جتنا زور لگائیں اور قسم اٹھائیں۔ امید ہے آپ کو اپنی دلیل کی خامی سمجھ آ گئی ہوگی۔

دلیل نمبر ۲ کا جواب: مضمون نگار صاحب نے اپنے اور اپنے سرکردہ حضرات کے دیوبندی ہونے کی یہ دلیل پیش کی کہ علماء دیوبند ہمارے سرکردہ حضرات کے جنازوں میں شریک ہوئے پڑھا، پڑھایا۔ (نغمہ توحید ص ۳۵، ۴۲)

الجواب: یہ دلیل بھی ادھوری اور خام ہے۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ جس شخص کی نماز جنازہ علماء دیوبند پڑھ یا پڑھا رہے ہیں وہ مسلک دیوبند پر پوری زندگی مستقیم رہا ہو اور اسی مسلک پر اس کی موت واقع ہوئی ہو تب وہ مسلکاً دیوبندی ہے ورنہ نہیں ایک مسلک والے بعض اوقات دوسرے مسلک والوں کی نماز جنازہ میں بھی شریک ہو جایا کرتے ہیں۔ یا مرنے والے کا انحراف معلوم نہیں ہوتا اور اس کے کئی احتمال ہو سکتے ہیں اشاعت التوحید والے ان لوگوں کی نماز جنازہ میں بھی شریک ہوتے ہوں گے۔ جن کو انہوں نے اشاعت التوحید سے نکال دیا ہے۔ لہٰذا صرف نماز جنازہ میں شمولیت کی وجہ سے میت کے ہم مسلک ہونے پر استدلال کرنا ایک خام بات ہے کیونکہ اس کے کئی احتمال اور وجوہات بن سکتے ہیں۔ ہاں اگر مرحوم مسلکاً دیوبندی رہا اور مرتے دم تک رہا تو پھر استدلال صحیح ہے ورنہ باطل۔

دلیل نمبر ۳ کا جواب: مضمون نگار نے اپنے اور اپنے سرکردہ حضرات کے دیوبندی ہونے کی یہ دلیل پیش کی کہ علماء دیوبند نے ان کی تعریفیں کیں۔ انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ ان کے حق میں اچھے اور عمدہ کلمات کہے۔ (نغمہ توحید)

الجواب: اگر علماء دیوبند نے کسی کی تعریف کی ان کو خراج عقیدت پیش کیا یا ان کے حق میں اچھے کلمات کہے ہیں۔ یہ اس کے دیوبندی ہونے کی قطعی اور یقینی دلیل نہیں ہے۔ ہاں! اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ شخص مسلکاً دیوبندی رہا ہو۔ پوری زندگی سرمو انحراف نہ کیا ہو اگر کیا ہو تو پھر علماء دیوبند کے مسلک کی طرف رجوع کر لیا ہو اور اسی مسلک پر اس کی موت واقع ہوئی ہو۔ اس شرط کے بغیر دلیل خام اور ادھوری ہے۔ کیونکہ اس میں کئی احتمال ہیں۔ مثلاً جب اس شخص کی تعریف کی گئی اس وقت وہ دیوبندی تھا لیکن بعد میں وہ منحرف ہو گیا۔ لہٰذا انحراف سے پہلے والی تعریفات منحرف کے حق میں ذرا بھر بھی کارگر نہیں ہیں۔

دیکھئے اشاعت التوحید والسنہ نمبر ۳ کے وجود میں آنے سے پہلے اشاعت التوحید نمبر ۲ کے لوگ مولوی احمد سعید اور مولوی یونس نعمانی وغیرہ کو بڑے القاب دیتے تھے۔ تقریروں اور تحریروں میں ان کی بے حد تعریف کرتے تھے۔ انہیں خراج عقیدت پیش کرتے تھے۔ ان کے حق میں اچھے اچھے کلمات کہا کرتے تھے، حتیٰ کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب مولوی احمد سعید کو اپنا بیٹا اور مولوی احمد سعید ان کو اپنا باپ کہتا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ علماء دیوبند نے اہل اشاعت کے علماء کی تعریف اتنی نہیں کہ جتنی اہل اشاعت نے مولوی احمد سعید کی، کی ہے۔ اب احمد سعید نے اپنے بمع رفقاء کے اشاعت التوحید والسنہ کے مسلک سے انحراف تو کیا اہل اشاعت کی سابقہ تعریفیں اسے مفید ہوں گی؟ کیا ان سابقہ تعریفوں سے وہ اہل اشاعت بن سکتا ہے؟ تو بعینہ علماء دیوبند کی وہ تعریفیں جو انحراف سے پہلے کی ہیں۔ وہ منحرفین کو قطعاً مفید نہیں ہیں اور نہ کوئی ان تعریفات سے منحرفین کو دیوبندی ثابت کر سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تعریف کرنے والے کو انحراف کا علم نہ ہو ایک مسلک والا عالم بعض حالات میں دوسرے مسلک والے کی تعریف بھی کر دیتا ہے لہٰذا تعریف ہم مسلک ہونے کی یقینی دلیل نہیں ہے۔

اسی طرح علماء دیوبند کے تذکرہ میں کسی کا تذکرہ آ جانا بھی اس کے قطعی اور یقینی دیوبندی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ کسی عام مناسبت سے یا کسی اور وجہ سے بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ دیکھئے مولانا ابو الکلام آزاد کا تذکرہ ہمارے علماء دیوبند کے تذکروں میں ملتا ہے۔ حالانکہ حضرت مسلکاً اہل حدیث تھے اسی طرح علماء دیوبند کی کسی تنظیم مثلاً جمعیت علماء اسلام وغیرہ نے اگر کہیں اشاعت التوحید والسنہ کے فرد یا جماعت کے ساتھ مل کر کام کیا ہے تو مل کر کام کرنا بھی ہم مسلک ہونے کی یقینی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ خاص خاص حالات کے تحت ایک مسلک والے دوسرے مسلک والوں سے مل کر کام کرتے ہیں۔

دیکھئے آج کل مشرف پرویز، اور بش کے خلاف دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی، جماعت اسلامی اور اہل حدیث متحدہ مجلس عمل کے نام سے مل کر کام کر رہے ہیں لیکن مسلک ہر ایک کا اپنا اپنا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ چیزیں قطعاً ہم مسلک ہونے کا معیار نہیں ہیں جن کو مضمون نگار نے پیش کیا بلکہ انہوں نے مغالطہ آمیزیوں سے کام لیا اور عام قاری کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تو ثابت ہوا کہ دیوبندیت کا معیار یہ ہے کہ آدمی مسلک دیوبندی سے پورا پورا اتفاق رکھتا ہو اور کسی قسم کا انحراف نہ رکھتا ہو اگرچہ مذکورہ بالا باتوں میں اس کے اندر کوئی بات بھی پائی جائے۔ اگر کسی شخص میں یہ سب باتیں پائی جائیں لیکن وہ مسلک سے منحرف ہو چکا ہو تو وہ قطعاً دیوبندی کہلوانے کا حق دار نہیں ہے۔

عند اللہ مقبول اور عند الرسول ﷺ محبوب ہونے کی ایک انوکھی دلیل

مضمون نگار صاحب نے روزنامہ اسلام میں شائع شدہ ایک خواب کا ذکر کیا خواب دیکھنے والا شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ پاکستانی علماء آپ ﷺ کی مجلس میں موجود ہیں۔ ان میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی بھی ہیں۔ تو مضمون نگار نے نتیجہ اخذ کیا کہ چونکہ گجراتی صاحب آپ ﷺ کی مجلس میں موجود تھے لہٰذا یہ ان کے عند اللہ مقبول اور عند الرسول ﷺ محبوب ہونے کی دلیل ہے اور جن علماء کے ساتھ بیٹھے تھے ان کے ہم مسلک ہونے کی بھی دلیل ہے۔

گزارش ہے کہ سادہ لوح حضرات تو فاضل مضمون نگار کو داد تحقیق دیں گے اور دلیل پر خوشی کے مارے بغلیں بھی بجائیں گے۔ لیکن افسوس کہ از روئے دیانت یہ نہایت خام دلیل ہے۔ کوئی اہل علم از روئے انصاف فیصلہ فرمائے کہ یہ تو خواب کا واقعہ ہے۔ لیکن جب حضور اکرم ﷺ دنیا میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ تو کیا جو بھی آپ ﷺ کی مجلس میں آجاتا تھا یا بیٹھ جاتا تھا وہ عند اللہ مقبول اور عند الرسول محبوب ہو جاتا تھا؟ کیا آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والے سب ہم مسلک ہوا کرتے تھے؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں! آپ ﷺ کی مجلس میں اپنے بھی ہوتے تھے اور کبھی کبھی غیر بھی آجاتے تھے اور اسی طرح دوسرے مذاہب والے بھی کبھی کبھار آجاتے تھے۔ ہاں جس شخص کا عقیدہ عمل صحیح ہے وہ مقبول و محبوب ہے اگرچہ اسے آپ ﷺ کی مجلس نصیب بھی نہ ہوئی ہو جیسے اویس قرنی رحمہ اللہ اور عقیدہ و عمل صحیح نہیں تو آپ کی مجلس میں آ بھی جائے تو کوئی فائدہ ندارد۔ تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل) چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقیدہ و عمل کے لحاظ سے سب صحیح تھے اور پھر آپ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی تو سونے پر سہاگہ ہو گیا اور یہ سب حضرات ہم مسلک وہم عقیدہ تھے صحابہ کرام کے علاوہ دوسرے مذاہب والے اور قسم و قسم کے عقائد والے بھی آپ ﷺ کی مجلس میں آئے لیکن عقیدہ و عمل کے لحاظ سے غلط تھے تو مجلس میں آجانے سے مقبول نہ ہوئے نہ محبوب بلکہ ویسے مردود رہے۔ جب بیداری کی مجلس میں یہ اصول ہے تو خواب میں بطریق اولی یہ اصول کرم فرما ہوگا۔

کسی شخص کے متعلق فتویٰ حاصل کرنے کا صحیح طریقہ

اگر آپ نے کسی شخص کے متعلق یہ معلوم کرنا ہو کہ وہ صحیح العقیدہ ہے یا فاسد العقیدہ، مفتی صاحبان اور اہل علم حضرات کی طرف رجوع کرتے وقت صرف اس کی شخصیت کو سامنے رکھ کر فتویٰ حاصل نہ کرنا چاہئے۔ مثلاً یہ پوچھا جائے کہ فلاں شخص کیسا ہے؟ کیونکہ بعض اوقات بتانے والے کو اس شخص کے بارے میں پوری پوری معلومات نہیں ہوتیں یا اس کے

انحراف کا اسے پتہ نہیں ہوتا وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا صحیح طریقہ یہ کہ اس کی شخصیت کے ساتھ اس کے عقائد ونظریات بھی بتاتے جائیں تاکہ مفتی صاحب کے سامنے اس شخصیت کے پورے خدوخال آجائیں وہ اس کے نظریات کو سامنے رکھ کر فتویٰ صادر فرمائیں۔ چنانچہ بندہ عاجز نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے مذکورہ بالا فیصلہ کے متعلق وقت کے علماء کبار ومفتیان عظام سے پوچھا کہ اس فیصلے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس فیصلہ کو ماننا ضروری ہے؟ اگر کوئی شخص اس فیصلہ کو نہ مانے تو کیا وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہو جائے گا؟ کیا ایسے شخص کو گمراہ کہنا صحیح ہے؟ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

حکیم الاسلام قاری محمد طیب کے فیصلہ کی شرعی حیثیت

چنانچہ جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان، جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ، دار العلوم عیدگاہ کبیر والا، جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا، (لودھراں) مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر، (ضلع رحیم یار خان) جامعہ قاسم العلوم فقیر والی، تنظیم اہلسنت والجماعت ملتان، مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن مسجد گنبد والی جہلم شہر، جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا، جامعہ اشرفیہ کے مفتیان کرام نے فتویٰ دیا ہے کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کا یہ فیصلہ کتاب وسنت اور اجماع امت کے مطابق ہے اور جو شخص اس فیصلہ کو نہ مانے وہ اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کے مسلک سے خارج اور مبتدع ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے تمام فتاویٰ کی اصل نقول میرے پاس موجود ہیں بوقت ضرورت دیکھی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح بندہ عاجز نے دیوبند سے بھی استفسار کیا ہے۔ کہ جو شخص عذاب قبر کی صحیح صورت حال کا انکار کرتا ہے۔ اس زمین والی قبر کی بجائے وہ روح کے مقام کو قبر کہتا ہے اس مردہ جسم عنصری کی طرف اعادہ روح اور تعلق روح کا انکار کرتا ہے بلکہ روح کے لئے اور جسد تجویز کرتا ہے۔ ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔ ایسے کو امام بنانا جائز ہے یا ناجائز؟

عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکر کا شرعی حکم

چنانچہ جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی، دار العلوم کبیر والا، دار العلوم کراچی، جامعہ قاسم العلوم گلگشت ملتان، مدرسہ فاروقیہ صادق آباد، جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی، جامعہ مخزن العلوم والفیوض عیدگاہ خان پور، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ دار العلوم مدنیہ بہاولپور، جامعہ خیر المدارس جامعہ رشیدیہ نزد بجلی گھر ہارون آباد، جامعہ اسلامیہ ٹنگی چارسدہ، (پشاور) جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا، جامعہ امداد العلوم اسلامیہ پشاور صدر، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ، جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی کے مفتیان کرام نے جواب دیا کہ عذاب قبر کی صحیح صورت یہی ہے۔ روح کا جسد عنصری کی طرف اعادہ ہوتا ہے۔ قیامت تک روح کا تعلق جسد عنصری سے قائم رہتا ہے جس کی وجہ سے روح اور جسد عنصری دونوں جزا وسزا کو محسوس کرتے ہیں۔ جو شخص اس ارضی قبر کے علاوہ کوئی اور قبر تجویز کرتا ہے وہ گمراہ مبتدع اور اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ ایسے شخص کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا عقیدہ اہلسنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف ہے۔

یہ تمام فتاویٰ بھی بندہ کے پاس موجود ہیں۔ بوقت ضرورت دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ فتاویٰ اب چھپ کر آچکے ہیں۔

قارئین کرام! بندہ عاجز نے صرف دو عقیدوں کے متعلق استفسار کیا ہے۔ جو علماء دیوبند اور اشاعۃ التوحید

والسنہ کے درمیان مختلف فیہ ہیں۔ آپ نے دیکھ لیا ہمارے علماء دیو بند نے ان دونوں عقیدوں میں اختلاف کرنے والوں کو اہلسنت والجماعت سے خارج کر کے بدعتی اور گمراہ کہا ہے حالانکہ درجنوں مسائل میں اختلاف ہے۔ لہٰذا جو صاحب بھی چاہے ان سب اختلافی مسائل کو لکھ کر استفسار کر سکتا ہے۔ انشاء اللہ اس طریقہ سے اہل اشاعت کی پوزیشن اور حیثیت مکمل کر سامنے آجائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل اشاعت کی پہچان کے لئے معیار یہی ہے کہ جس اشاعتی نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے فیصلہ کو تسلیم کیا اور تصدیقی دستخط کئے اور کوئی انحراف بھی نہیں کیا وہ مسلکاً دیو بندی ہے اور جس شخص نے اس فیصلہ سے انحراف کیا اور دیگر انحراف بھی کئے وہ مسلک اہلسنت والجماعت علماء دیو بند سے نہیں ہے اور اس معیار کے ذریعے ہر شخصیت کو ناپا اور تولا جاسکتا ہے۔ لہٰذا اب ہر فرد کے متعلق علیحدہ بحث وتحقیق کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن مضمون نگار صاحب نے چند شخصیات کو اشاعۃ التوحید والسنہ کا سرکردہ قرار دیا ہے اور ان سب کی دیو بندیت پر براز ورصرف کیا ہے۔ لہٰذا ان شخصیات کے متعلق وضاحت مناسب ہے تاکہ بات واضح ہو جائے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

رئیس المفسرین امام الموحدین شیخ القرآن حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حسین علی صاحب مسلکاً پکے سچے دیو بندی تھے ان کا شمار اکابر علماء دیو بند میں ہوتا ہے۔ ہمارے اکابر حضرت بہلوی، حضرت درخواستی، حضرت گمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم کے تفسیر میں استاد ہیں۔ لیکن مضمون نگار کا ان کو اشاعت التوحید نامی جماعت کے سرکردہ بزرگوں میں شمار کرنا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیونکہ ابھی اشاعت نامی جماعت معرض وجود میں نہ آئی تھی کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے عقائد ونظریات بھی حیات وسماع میں ان جیسے نہ تھے۔ انہوں نے بے شک پوری زندگی توحید وسنت کی اشاعت کی لیکن مسلک علماء دیو بند سے منحرف نہیں ہوئے جب کہ عصر ہذا کی اشاعت التوحید درجنوں مسائل میں علماء دیو بند سے منحرف ہو چکی ہے۔ لہٰذا ایسے بزرگ کو اشاعت التوحید کا سرکردہ کہنا اور عوام الناس میں تاثر دینا کہ ان کے نظریات اشاعت التوحید نامی جماعت والے ہیں ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ مغلاطہ اور تلبیس ہے۔ اعاذنا اللہ منہ: حضرت مولانا حسین علی صاحب روح اور جسد عنصری کے قبر میں تعلق کے قائل ہیں۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۷) آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع عند القبر الشریف کے بھی قائل ہیں۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۶)

(۲) شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب۔ (۳) شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب، (۴) شیخ القرآن حضرت مولانا غلام محمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

گزارش ہے کہ یہ بات باحوالہ گزر چکی ہے کہ مذکورہ بالا تینوں حضرات نے قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ کو تسلیم کیا اور دستخط فرمائے بلکہ صلح پر خوشی منائی، مبارکبادیاں لیں۔ حتی کہ صلح کی تمام تر کارروائی کو ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع فرمایا۔ چونکہ ان حضرات نے انحراف چھوڑ کر اکابر علماء دیو بند کے مسلک کو تسلیم کر لیا بلکہ منحرفین سے اعلان برأت کا عہد کیا اور پوری زندگی اس پر مستقیم رہے اکابر علماء دیو بند کے مسلک سے کوئی انحراف نہیں کیا لہٰذا اشاعت نمبر ۲ اور اشاعت نمبر ۳ کا ان حضرات کو اپنا ہم خیال اور ہم عقیدہ ظاہر کرنا ان حضرات کے ساتھ زیادتی ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص ان حضرات سے انحراف ثابت کرتا ہے تو معیار پہلے گزر چکا ہے۔

(۵) حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیری۔(۶) حضرت مولانا عبدالغنی صاحب الجاجروی بندہ عاجز کے پاس ان دونوں حضرات کے بارے میں کوئی خاص معلومات نہیں ان حضرات نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے کو تسلیم کیا اور کسی دوسرے مسئلہ میں مسلک علماء دیوبند سے انحراف کیا یا نہیں لہٰذا اصولی بات یہی ہے کہ اگر ان دونوں حضرات نے حضرات قاری صاحب کے فیصلہ کو تسلیم کیا اور مرتے دم تک اس پر قائم رہے ہیں اور بھی کوئی انحراف نہیں کیا تو یہ حضرات مسلکاً دیوبندی ہوں گے اگر انحراف کیا ہے تو اشاعتی ہیں نہ کہ دیوبندی۔

(۷) خطیب اسلام حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی گزشتہ اوراق میں آپ ماہنامہ تعلیم القرآن کے اقتباسات میں یہ پڑھ چکے ہیں کہ شاہ صاحب نے حضرت قاری صاحب کے فیصلہ پر دستخط نہیں کئے تھے البتہ قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے عہد کیا تھا کہ ہم ان سے تصدیقی دستخط کرائیں گے ورنہ اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کریں گے۔

لیکن بعد کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات شاہ صاحب سے دستخط لینے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ وہ روز اول سے اس فیصلہ سے منحرف رہے۔ بلکہ نئی پود کو اس فیصلے سے منحرف بنانے میں انکا زبردست ہاتھ ہے۔ اشاعت التوحید والسنہ کے جتنے لوگ بھی اس فیصلہ سے منحرف ہوئے ہیں اور نت نئے مسائل وعقائد ایجاد کئے ہیں ان سب کی سرپرستی اور پشت پناہی حضرت گجراتی صاحب نے کی ہے اور تحریروں اور تقریروں میں ان کی تائید وحمایت کی ہے۔ جس کی زبان سے علماء اولیاء اور انبیاء کرام بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ وہ کون سا عالم ہے۔ خواہ اشاعتی ہو یا غیر اشاعتی جس پر اس نے شرک وکفر کے فتوئی نہ جڑے ہوں اور اس کی پگڑی نہ اچھالی ہو، انہیں گجراتی صاحب کا پروردہ ہے بلکہ اس کی زبان ہے البتہ جب اس پروردہ نے خود گجراتی صاحب کو مشرک کہنا شروع کیا اور ان کی پگڑی اچھالی تو فوراً اسے جماعت سے نکال دیا گیا۔ خس کم جہاں پاک میں یہ سب باتیں آج بھی موجود ہیں۔ بہرحال یہ شاہ صاحب مسلک علماء دیوبندی سے صرف منحرف ہی نہ تھے۔ بلکہ وہ آخری دم تک اپنی اس روش پہ قائم رہے۔ لہٰذا حضرت شاہ صاحب کو مسلکاً دیوبندی کہنا مشکل ہے وہ اپنے تفردات کثیرہ کی وجہ سے ایک مستقل مسلک کے بانی ومبانی تھے۔ باقی رہی ہمارے بعض علماء کی تعریفیں اور ان کے نام کو علماء دیوبند کے ناموں میں شامل کرنا وغیرہ ان کو قطعاً مسلکاً دیوبندی نہیں بنا سکتیں کیونکہ ایسی چیزیں ہزاروں احتمال رکھتی ہیں لہٰذا صرف ان باتوں سے انکا دیوبندی ہونا قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔

گجراتی صاحب قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

مضمون نگار نے حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کا ایک اقتباس خطبات حکیم الاسلام سے نقل کر کے گجراتی صاحب کو قاری صاحب کا منظور نظر ہونا بلکہ دیوبندی ہونا ثابت کیا۔ لہٰذا آپ سب سے پہلے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون کا اقتباس ماہنامہ تعلیم القرآن کے حوالے سے پڑھئے پھر اس میں غور فرمائیں کہ حضرت قاری صاحب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گجراتی کے متعلق کیا لکھتے ہیں اور مضمون نگار نے کیا سمجھا، چنانچہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''لیکن جہاں تک سید ممدوح کے بارے میں میرا علم ہے وہ یہ کہ وفات نبوی کے بعد نفس حیات کے منکر نہیں حتی

کہ جسمانی طور پر ہی حیات کے قائل ہیں تفصیلات میں البتہ انہیں اختلاف ہے حتیٰ کہ قبر مبارک پر صلوۃ وسلام پیش کرنے والوں سے سماع صلوۃ وسلام کے بھی وہ کلیۃً منکر نہیں البتہ دوام کے قائل نہیں ان کا یہ اختلاف ان کی حجت سے ہے۔ (فاضل مضمون نگار نے محبت لکھا) انکار محض سے نہیں اس لئے اس بارہ میں انہیں منکر نہیں کہا جائے گا بلکہ مؤول کہا جائے گا گویہ تاویل احقر اور دستخط کنندہ بزرگوں کے نزدیک قابل تسلیم نہ ہو لیکن اس صورت حال کے ہوتے ہوئے ان پر کسی قسم کی ملامت یا نکیر یا انہیں مطعون کیا جانا کسی طرح قرین انصاف نہیں ہوسکتا جب کہ وہ تمام مسائل میں اہل دیوبند اور اہلسنت والجماعت کی حامی اور خادم ہیں۔ بلکہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کیا جانا ہی دونوں جانبوں کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی مجھے اپنے محترم سید صاحب ممدوح سے بھی توقع رکھنی چاہئے کہ وہ بسلسلہ حیات النبی ﷺ جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے احترام میں اپنے خصوصی مفہوم کی اشاعت کو ضروری نہ سمجھتے ہوئے اس بارہ میں سکوت کا کلام پر ترجیح دیں گے۔" (محمد طیب غفرلہ ۲۶ جون ۱۹۶۲ء ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۲۷، اگست ۱۹۶۲ء)

فاضل مضمون نگار نے مذکورہ بالا اقتباس، خطبات حکیم الاسلام سے نقل کیا جب کہ بندہ عاجز نے تعلیم القرآن سے نقل کیا بہر حال یہ مضمون دونوں میں موجود ہے لیکن مضمون نگار نے سمجھا کہ حضرت قاری صاحب نے ان الفاظ میں شاہ صاحب گجراتی کی تائید کی جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب نے نرمی اور پیار کے لہجے میں حضرت شاہ صاحب کو قصوروار ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ قاری صاحب فریقین کے حکم اور ثالث تھے اور ثالث جب دو فریقین کے مابین صلح کراتا تو لازماً اس کو حکمت کی رو سے نرمی اور ایثار سے کام لینا پڑتا ہے ورنہ صلح کی کوشش ناکام ہونے کا خطرہ ہوتا ہے بلکہ فریقین میں سے جو زیادہ قصوروار ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ بہت زیادہ رعایت کی جاتی ہے۔ تاکہ وہ بات کو مان لے اور صلح مکمل ہوجائے چنانچہ حضرت قاری صاحب نے نہایت رعایت ومروت بھرے الفاظ میں شاہ صاحب کو قصوروار اور اہلسنت والجماعت کے راستہ سے منحرف ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ میں غور کریں۔ حقیقت کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے جس مضمون کا اقتباس یہاں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اس مضمون کے شروع میں حضرت قاری صاحب جمہور اہلسنت والجماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور معروف اور جمہور علماء کا اجتماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہل سنت والجماعت برزخ میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے۔ جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادات میں مشغول ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوۃ وسلام بھی سنتے ہیں وغیرہ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے اور اس بارے میں ان کو سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۲۲، اگست ۱۹۶۲ء مضمون حضرت قاری صاحب خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۷۳)

یہ ہے قاری صاحب کے مضمون کا ابتدائی حصہ جس میں انہوں نے جمہور علماء دیوبند اہلسنت والجماعت کا عقیدہ حیات الانبیاء کو واضح لفظوں میں بیان کیا اس کے بعد مضمون کے آخر میں حضرت قاری صاحب نے شاہ صاحب

کے عقیدہ کو ایک انفرادی رائے قرار دیتے ہوئے پیارے انداز میں تحریر فرماتے ہیں کہ لیکن جہاں تک سید ممدوح کے بارہ میں میرا علم ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت قاری صاحب اپنی معلومات کے مطابق شاہ صاحب کے متعلق اپنی رائے قائم فرمارہے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''وہ (گجراتی صاحب) وفات نبوی کے بعد نفس حیات کے منکر نہیں حتی کہ جسمانی طور پر ہی حیات کے قائل ہیں۔ تفصیلات میں البتہ ان کو اختلاف ہے حتی کہ قبر مبارک پر صلوۃ وسلام پیش کرنے والوں کے سماع صلوۃ وسلام کے بھی وہ کلیۃ منکر نہیں ہیں البتہ دوام کے وہ قائل نہیں ان کا یہ اختلاف حجت سے ہے۔''

بندہ عاجز عرض گزار کہ شاہ صاحب کا اختلاف اس وقت اتنا ہوگا جتنا حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ لیکن بعد کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ گجراتی صاحب رحمہ اللہ حضور اکرم ﷺ کی حیات جسمانی کے قطعا قائل نہیں تھے بلکہ جسد عنصری سے روح کے تعلق کی وہ یکسر نفی کرتے تھے اسی طرح زائرین کے صلوۃ وسلام کے سماع کے بالکل منکر تھے۔ تو ثابت ہوا کہ شاہ صاحب نے متفقہ فیصلہ کے خلاف اپنی مہم جاری رکھی لہٰذا اس وقت تعریفیں شاہ صاحب کے حق میں بالکل مفید نہیں ہیں۔ کیونکہ معاملہ دور نکل گیا ہے۔ اگر شاہ صاحب اکابر کے مشورہ کو قبول فرما کر کم از کم اسی پر خاموش ہوجاتے تب یہ تعریفیں ضرور مفید ثابت ہوتیں لیکن اب ان تعریفات سے کوئی فائدہ نہیں۔ باقی حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ شاہ صاحب کا اختلاف حجت سے ہے۔ تو حجت سے مراد تاویل ہے کیونکہ خود قاری صاحب نے متصل بعد لکھا ہے کہ وہ مؤول ہیں۔ یعنی ان کے پاس کتاب وسنت کے کوئی دلائل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ تاویلوں سے کام چلاتے ہیں۔ کیونکہ کتاب وسنت کے دلائل تو علماء اہلسنت والجماعت کے پاس ہیں۔ شاہ جی تو مؤول ہیں۔

۲۔ حضرت قاری صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں۔ گو یہ تاویل احقر اور دستخط کنندہ بزرگوں کے نزدیک قابل تسلیم نہ ہو۔ دیکھئے حضرت قاری صاحب کتنے پیارے انداز میں فرمارہے ہیں کہ شاہ صاحب کی تاویل جس پر ان کے عقیدہ کی بنیاد ہے۔ میرے نزدیک اور میرے فیصلہ پر دستخط کرنے والے بزرگ (مولانا قاضی نور محمد صاحب، غلام اللہ خان صاحب) کے نزدیک قابل تسلیم نہیں یعنی مردود ہے۔

۳۔ حضرت قاری صاحب لکھتے ہیں ''لیکن اس صورت حال کے ہوتے ہوئے ان پر کسی قسم کی ملامت یا نکیر یا انہیں مطعون کیا جانا کس طرح قرین انصاف ہوسکتا جب کہ وہ بقیہ تمام مسائل میں اہل دیوبند اور اہل سنت والجماعت کے حامی اور خادم ہیں۔'' بندہ عاجز عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب اس صورت حال پر قائم نہیں رہے جس پر جب کو ان کی حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے دیکھا تھا۔ بلکہ اس صورت حال سے ترقی کی اور آخر دم تک ترقی کرتے رہے۔ مسلک اہلسنت والجماعت علماء دیوبند سے درجنوں اختلاف کئے۔ احمد سعید اور یونس نعمانی جیسے افراد تیار کئے جنہوں نے مسئلہ حیات وسماع کے قائلین پر شرک وکفر کے فتوے لگائے پوری جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کو حضرت قاری صاحب کے متفقہ فیصلہ سے منحرف بنایا لہٰذا اب وہ اہل دیوبند اور اہل سنت والجماعت کے حامی اور خادم نہ رہے۔ بلکہ باغی اور منحرف بن کر ہزاروں کو اپنے جیسا بنا چکے ہیں۔ ہاں! حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے جب ان کو اہل دیوبند کا حامی اور خادم کہا تھا بے شک اس وقت ہوں گے۔ لیکن آج وہ صورت حال نہیں ہے۔ بلکہ صورت حال دگرگوں ہے۔ یہی تم تو کہتے تھے مولوی احمد سعید چتروڑگڑھی کو شیخ القرآن علامہ زمان ہے اور نا معلوم کیا کیا ۔ تہ تے

لیکن اب وہ صورت حال قائم نہیں ہے۔ اسی طرح جب حضرت قاری صاحب نے شاہ صاحب شاہ صاحب کو اہل دیوبند کا خادم اور حامی کہا تھا تو اس وقت ایسے تھے لیکن انحراف و بغاوت کے بعد اب وہ نہیں رہے۔

۴۔ حضرت قاری صاحب لکھتے ہیں "انہیں (گجراتی صاحب کو) ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کیا جانا ہی دونوں جانبوں کے لئے مفید ثابت ہوگا" بندہ عاجز عرض کرتا ہے کہ حضرت قاری صاحب کا یہ جملہ کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کرنا۔ صاف بتایا جارہا ہے۔ کہ شاہ صاحب اپنی رائے میں منفرد ہیں سب سے الگ ہیں اور یہ جملہ اس موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ ایک شخص غلط رائے پر قائم ہے اور کسی کی نہیں مانتا۔ تو کہا جاتا ہے کہ اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔

۵۔ "مجھے اپنے محترم سید صاحب سے بھی یہ توقع رکھنی چاہئے کہ وہ بسلسلہ حیات النبی ﷺ جمہور اہلسنت والجماعت کے مسلک کا احترام میں اپنے خصوصی مفہوم کی اشاعت کو ضروری نہ سمجھتے ہوئے اس بارہ میں سکوت کو کلام پر ترجیح دیں گے۔"

بندہ عاجز عرض کرتا ہے کہ حضرت قاری صاحب نے اپنے مذکورہ بالا بیان میں واضح کر دیا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ میں جمہور اہلسنت والجماعت کی رائے اور ہے اور شاہ صاحب کی رائے جمہور سے مختلف ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ ان کا اپنا خصوصی مفہوم ہے۔ یعنی ان سے پہلے ایسا کسی نے نہیں سمجھا جیسا شاہ صاحب نے سمجھا ہے۔

قارئین کرام: یہ ہے حضرت قاری صاحب کی رائے گرامی جو انہوں نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے متعلق آج سے تقریبا اکتالیس سال پہلے لکھی تھی۔ جب کہ شاہ صاحب کو علماء دیوبند سے صرف دو مسئلوں میں اختلاف تھا ایک یہ کہ آپ ﷺ کی حیات قبر کو حیات دنیوی نہیں کہنا چاہئے۔ دوسرا حضور ﷺ کا سماع صلوۃ وسلام، عند القبر الشریف دائمی نہیں بلکہ جز وقتی ہے مسلک علماء دیوبند سے اس کے علاوہ اور کوئی اختلاف نہ تھا۔

تو حضرت قاری صاحب کے بیان کا ایک ایک جملہ بتا رہا ہے کہ شاہ صاحب کی رائے جمہور اہلسنت والجماعت سے مختلف ہے وہ اپنا عقیدہ حیات الانبیاء میں منفرد رائے کے مالک ہیں ان کے پاس کتاب وسنت کے دلائل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مؤل ہیں تاویل ان کی حجت ہے۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑا جائے۔ حضرت شاہ صاحب کو چاہئے کہ جمہور علماء اہلسنت والجماعت کے مسلک کا احترام کریں۔ اپنا خصوصی مؤقف کو دوسروں تک پہنچانے کی بجائے خاموشی اور سکوت اختیار کریں۔ یہی مفید ہے۔

حضرت قاری صاحب، پیر بخاری صاحب کو ہدایت فرمارہے ہیں۔ کہ اپنی انفرادی رائے پر کم از کم سکوت فرما کر جمہور اہلسنت والجماعت کے مسلک کا احترام کریں اور مضمون نگار سمجھتا ہے کہ قاری صاحب کی طرف سے بخاری صاحب کو دیوبندیت کی سند مل رہی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب اختلاف ایک آدھا مسئلہ میں تھا اور اب درجنوں مسائل میں اختلاف ہو چکا ہے اور ہوتا جارہا ہے۔ انحراف جاری وساری ہے۔ تو اب کہاں رہی مسلک اہلسنت والجماعت اور اہل دیوبند کی حمایت اور خدمت وہ تھی جب تھی۔ اب مخالفت ہی مخالفت ہے نہ جماعت ہے نہ خدمت باقی رہی۔ حضرت شاہ صاحب ﷫ کے حق میں علماء کی تعریف وتحسین تو وہ اکثر وبیشتر اختلاف سے پہلے کی ہیں۔ یا پھر اس دور کی ہیں جب صلح کی خبریں عام ہوئیں اور یہ

بھی ممکن ہے کہ تعریف کرنے والوں تک ان کے اختلاف کی خبر نہ پہنچی ہو اگر چہ اختلاف رونما بھی ہو چکا ہو یا ان حضرات تک صحیح صورت حال نہ پہنچی، ہو یا ان حضرات کی اس اختلاف کی طرف توجہ مبذول نہ ہوئی ادھر شاہ صاحب نے مخصوص انداز میں اپنے تفردات کو پھیلایا۔ خود ظاہر ہونے کی بجائے آدمی تیار کئے تو بہر حال صرف علماء کی تعریف وتحسین سے شاہ صاحب کو دیو بندیت کی سند نہیں ملے گی جب تک ان کے عقائد ونظریات علمائے دیو بند والے نہ ہوں اور یہ چیز ناپید ہے۔

مضمون نگار کی دیانت وامانت

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے علماء جب کبھی حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کی انحراف سے پہلے والی زندگی کو مدنظر رکھ کر ان کی تعریف اور تحسین کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ان کے تفردات پر بھی ضرور تبصرہ فرماتے ہیں لیکن مضمون نگار نے محض دھوکہ دینے کی غرض سے شاہ صاحب کے حق میں تعریفی کلمات تو نقل کر دیئے ہیں لیکن ان کے تفردات پر جو تبصرہ تھا اسے چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور دیانت اور امانت کے خلاف ہے مثلاً مضمون نگار صاحب نے فیوضات حسینی کے مقدمہ میں سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سواتی صاحب رحمہ اللہ نے ان کی ذہانت کی تعریف کی ہے اور اس تعریف کے ساتھ حضرت سواتی صاحب نے گجراتی صاحب کی تفردات پر اپنی دوسری کتاب میں تبصرہ بھی فرمایا ہے۔ جس کو مضمون نگار صاحب نے چھپا دیا اور وہ تبصرہ یہ ہے حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سواتی فرماتے ہیں۔

''شاہ صاحب (گجراتی) قائلین سماع کو ابو جہل کی بڑ تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ایک زمانہ تک قرآن مجید کی وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہل بدعت اور مشرکین دور حاضرہ کے خلاف پیش کرتے تھے اب وہ آیات عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والوں اور سماع موتی کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں یہ انتہا پسندی نہیں؟ سماع موتی کے قائل تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی ہیں اور امت کے بہت سے جلیل القدر آئمہ دین بھی ہیں کیا یہ سب ابو جہل کی بڑ ہیں۔'' (تحفہ ابراہیمیہ ص ۴۴)

اس طرز بیان سے مضمون نگار کی دیانت وامانت بالکل ہو جاتی ہے اور اگر ایسے دھوکہ بازوں کو مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اشاعت التلبیس والفتنہ کہہ دیا تو کون سا جرم کیا؟

قارئین کرام: یہی حال امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور دیگر اکابر علماء کا ہے یہ حضرات اگر انحراف سے پہلے والی زندگی کو مدنظر رکھ کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حق میں تعریفی کلمات بیان فرماتے ہیں۔ تو انحراف کے بعد والے حالات پر تبصرہ کرتے ہیں۔ لیکن تبسم صاحب تعریف نقل کرتے ہیں۔ انحراف پر تبصرہ گم کر دیتے ہیں۔ تاکہ ڈھول کا پول نہ کھل جائے اور دنیا مان جائے کہ پیر بخاری وہ شخصیت ہیں جس کی تمام علماء دیو بند تعریف ہی کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح بقول مضمون نگار شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے شاہ صاحب کے متعلق راہ سنت ص ۸ طبع ہفتم ۱۹۶۸ء میں لکھا ہے۔ ''شیخ التفسیر حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب۔'' بجا ہے ۱۹۶۲ء میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قاری صاحب نے صلح کر دی تھی تو اس دور میں مولانا محمد سرفراز خان صاحب نے شاہ صاحب کو شیخ التفسیر کا لقب دیا تھا لیکن جب انکار انحراف کھل کر سامنے آتا تو اپنی کتاب سے یہ لقب حذف کر دیا۔ دیکھئے اب راہ سنت کے صفحہ ۸ پر شاہ صاحب کا نام بھی نہیں ہے۔

حافظ محمد اکبر شاہ صاحب اور ان کی کتاب اکابر علماء دیوبند

فاضل مضمون نگار صاحب کی تحقیقی مضمون کا دارومدار اس کتاب پر ہے جب کہ بندہ عاجز اس کتاب کا اور اس کے مؤلف کا نام اس مضمون میں دیکھا قبل ازیں بندہ ان سے متعارف نہیں تھا۔ اگر کتاب سامنے ہوتی تو دیکھ کر کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی جاتی۔ لیکن میرے پاس کتاب بھی نہیں ہے۔ لہٰذا چند اصولی باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

اولاً: ممکن ہے کہ کتاب اس دور میں لکھی گئی ہو جب کہ اس مسئلہ میں نزاع واختلاف نہ تھا یا پھر مصالحت کے دور میں لکھی گئی ہو۔

ثانیاً: ممکن ہے کہ مؤلف کتاب کو سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے انحراف کا علم نہ ہو۔ اگرچہ اختلاف رونما ہو چکا ہو۔

ثالثاً: چونکہ عقیدہ حیات النبی ﷺ سے انحراف سے پہلے مسلکاً دیوبندی تھے۔ ان کا علماء دیوبند سے کوئی اختلاف نہ تھا تو ماکان کے اعتبار سے ان کو علماء دیوبند کے تذکرہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ بعد میں انحراف کی وجہ سے وہ دیوبندی ہی نہیں رہے جیسے کہ بعض دوسرے حضرات نے بھی ان کو علماء دیوبند میں۔ ماکان کے اعتبار سے ذکر کیا ہے۔

رابعاً: شاید مؤلف کتاب نے اگرچہ عقیدہ حیات النبی ﷺ سے متفقین ومنحرفین دونوں کو یکجا ذکر کر دیا ہو مگر منحرفین کے انحراف کا ذکر بھی کر دیا ہو۔ اگر ایسا کیا ہے تو پھر بات واضح ہے۔ اگرچہ یہ لوگ زمانہ دراز تک مسلکاً دیوبندی رہے ہیں۔ لیکن اب اس مسلک سے منحرف ہیں۔

آخری بات: اگر مذکورہ بالا احتمالات میں سے کوئی بھی احتمال نہیں ہے۔ تو پھر مؤل کتاب کے بارے میں معلومات کرنا ضروری ہے۔ کہ یہ خود مسلکاً کون ہے؟ ہمارے اکابر کے ہاں رہ کر اپنی تمام تر ہمدردیاں منحرفین کے ساتھ رکھنے والا تو نہیں۔ ایسے لوگوں کی پہچان کے لئے بندہ عاجز نے ایک مضمون تحریر کیا تھا جو کہ ماہنامہ الخیر میں ''کچھ پہچان پیدا کر'' کے عنوان سے اور بینات میں ''اسلاف بیزاری'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس کا مطالعہ پہچان کے لئے از حد ضروری ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو شاید یہ کتاب لکھی بھی اسی غرض کے لئے گئی تا کہ آئندہ نسلوں کو یہ باور کرایا جائے کی عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متفقین اور منحرفین ایک شئی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہے اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کوئی ایسا اہم عقیدہ نہیں ہے۔ کہ اس کے انکار آدمی علماء دیوبند کے مسلک سے خارج ہو جائے۔ چنانچہ مضمون نگار نے کتاب کو بطور ہتھیار استعمال کیا ہے۔ (نوٹ: بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت مولانا فیاض خان صاحب سواتی نے حافظ محمد اکبر شاہ صاحب کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی)

ہم مسلک ہونے کا معیار عقیدہ ہے

پاک وہند کے جمہور علماء دیوبند جب فتویٰ دے چکے ہیں۔ کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا فیصلہ اتنا اہم ہے اس سے منحرف ہونے والا شخص اہلسنت والجماعت علماء دیوبند سے خارج ہے اس کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں ہے تو عقیدہ کی اس خرابی کی وجہ سے آدمی قطعاً علماء دیوبند کے مسلک میں نہیں آسکتا اگر اس کا تذکرہ علماء دیوبند کے تذکروں میں بھی آجائے۔ مسلک کی بنیاد عقیدہ پر ہے نہ کہ تذکرہ پر۔

متفرقات: اس عنوان سے چند متفرق باتوں کا جواب آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ کوئی بات تشنہ جواب نہ رہے۔

حقیقت کیا ہے؟: مضمون نگار صاحب لکھتے ہیں'' خود قاری صاحب پوچھ لیتے ہیں کہ حضرت آپ خود فرمائیں کہ اگر شاہ صاحب نے آپکا فیصلہ نہیں مانا (قطع نظر اس کے کہ حقیقت کیا ہے۔ تبسم) تو سنی اور دیو بندی رہے یا نہیں؟'' (نغمہ توحید ص ۴۴)

خیر یہ بات تو حضرت قاری صاحب نے بتادی کہ شاہ صاحب کا مسلک جمہور اہلسنت والجماعت دیو بند سے جدا ہے اور وہ اپنے اس خصوصی عقیدہ میں مؤل ہیں۔ انہیں اپنے عقیدہ میں کلام کرنے کی بجائے خاموش رہنا چاہئے۔ بہر حال پوری بحث پہلے گزر چکی ہے کہ قاری صاحب بخاری صاحب کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ لیکن بندہ عاجز اس وقت تبسم صاحب کی بریکٹ میں دی ہوئی عبارت (قطع نظر اس کے کہ حقیقت کیا ہے) کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہے کہ کیونکہ مضمون نگار اس عبارت سے تاثر دینا چاہتے ہیں۔ کہ گجراتی صاحب نے قاری صاحب کے فیصلے سے انحراف وانکار نہیں کیا بلکہ حقیقت کچھ اور ہے۔ حالانکہ حقیقت یہی ہے۔ کہ گجراتی صاحب نے انحراف کیا اور پوری زندگی اس فیصلہ سے منحرف رہے۔ اگر مضمون نگار صاحب اپنے اس دعوٰی میں سچے ہیں۔ کہ حقیقت کچھ اور ہے تو بندہ عاجز چیلنج کرتا ہے کہ آپ اس حقیقت کو ظاہر کریں چھپا کیوں رکھا ہے۔ حق تو یہ تھا کہ اسی مضمون میں اس حقیقت کو ظاہر کرتے۔ اگر وہاں ظاہر نہیں کی تو اب ظاہر کردو لیکن تمہاری جرات نہیں کہ اسے ظاہر کرو۔ ساری حقیقت تو ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء میں کھلی ہوئی ہے اگر آپ کے نزدیک شیخ القرآن صاحب رحمہ اللہ نے حقیقت بیان نہیں کی، تو اب تم بیان کردو وہ حقیقت کیا؟

درحقیقت مشکل کشا صرف اللہ ہے: کہتے ہیں کہ ایک دفعہ گجرات میں غیر مقلدین نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کو تنگ کیا جیسے کہ ان کی عادت ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کی سرکوبی کے لئے مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی کو بلایا چنانچہ مناظرہ ہوا اور احناف کو فتح ہوئی غیر مقلدین کو حسب سابق منہ کی کھانی پڑھی چونکہ شاہ صاحب کو جب مشکل پڑی تو حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کو بلایا حالانکہ خود مناظرہ کر سکتے تھے۔ لیکن ان کو بلایا اور عام حالات میں خصوصا مسئلہ حیات وسماع میں ان کو ماسٹر امین کہتے تھے۔ تو خطبات صفدر کے مؤلف نے ایک عنوان قائم کیا شاہ صاحب کا ''مشکل کشا ماسٹر امین'' تو اس عنوان پر ناراض ہو کر مضمون نگار نے بڑا زور لگایا کہ ماسٹر مشکل کشا نہیں تھا۔ مشکل کشا تو ہم تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کے بندے نے ضد میں آکر کیسی بات کہہ دی۔ کیا یہی اشاعت توحید ہے؟ خطبات کے مؤلف نے نامعلوم کس معنی میں مشکل کشا ماسٹر کہا ہے۔ لیکن جو لوگ توحید کی اشاعت کے مدعی ہیں ان کو قطعا زیب نہیں دیتا کہ وہ خود کو مشکل کشا بناتے پھریں۔ لیکن اللہ برا کرے ضد کا۔ کہتے ہیں کہ ایمان سے بھی پیاری ہوتی ہے۔ اکابر علماء دیو بند کثر اللہ سوادھم کی تعلیم یہ ہے۔ کہ درحقیقت مشکل کشا ایک اللہ ہے۔

کرامت پر قیاس: اللہ تعالیٰ نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کو بطور کرامت کے یہ چیز عطا فرمائی تھی وہ حلال حرام میں پہچان کر لیتے تھے۔ تو مضمون نگار نے اس کرامت پر قیاس آرائی شروع کردی کہ ان کو پھر

فلاں فلاں شخص کے بارہ میں پتہ کیوں نہ چلا کہ وہ ایسا ویسا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اصولی طور پر یہ بات مسلمہ ہے۔ معجزات اور کرامات پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ یہ کام تو بریلویوں کا ہے۔ ہمارے اکابر کے نزدیک انبیاء و اولیاء عالم الغیب نہیں ہوتے۔ ہاں معجزۃً و کرامۃً اللہ تعالیٰ ان کو بعض غیوب پر مطلع فرماتے ہیں۔ لہٰذا مضمون نگار کا قیاس صحیح نہیں ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت کے منحرف کے بارے میں بھی بتا دیا ہو۔

خواہ مخواہ بونے کیوں بنتے ہو: مضمون نگار نے قائلین حیات الانبیاء علماء دیوبند کو بونے۔ کم ظرف اور شرذمہ قلیلہ کہا ہے اور پھر صفحات کے صفحات سیاہ کر کے پورا زور لگایا ہے۔ کہ ہم دیوبندی ہیں اللہ کے بندے جن کو بونے کم ظرف اور شرذمہ قلیلہ کہتے ہیں۔ پھر ان صفوں میں گھسنے کی کوشش کیوں کرتے ہو خواہ مخواہ کیوں بونے بنتے ہو بہتر یہ ہے کہ خود بخود ان سے الگ ہو جاؤ طرفین کی اسی میں خیر ہے۔

تمہیں دیوبندی کہلوانے کی کیا ضرورت ہے: علماء دیوبند کے مسلک کے کئی تنظیمیں ہیں۔ جو کہ اپنے محاذ پر دین کی خدمت میں معروف ہیں، مثلاً جمعیت علماء اسلام، تنظیم اہلسنت والجماعت، تحفظ ختم نبوت، مجلس علماء اسلام، جمعیت طلبہ اسلام، سپاہ صحابہ، تبلیغی جماعت، احرار اسلام، وفاق المدارس العربیہ، وغیرہ لیکن ان میں سے کوئی ایسی تنظیم نہیں جو کہے کہ ہم دیوبندی ہیں۔ یا ہمیں دیوبندی کہو صرف جمعیت اشاعت التوحید ایک ایسی تنظیم ہے۔ جو کئی سالوں سے شور مچا رہی ہے کہ ہم دیوبندی ہیں، ہمیں دیوبندی کہو، ہمیں مسلک دیوبند سے نہ نکالو ہمیں معتزلی بدعتی اور گمراہ نہ کہو ہم اہلسنت والجماعت ہیں۔ ہمیں اس سے خارج نہ کرو وغیرہ وغیرہ۔ آخر کیا وجہ ہے؟ معلوم ہوتا ہے دال میں کالا کالا ہے۔

بندہ عاجز کے چند سوال

(۱) تم لوگ بڑا زور لگاتے ہو کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی حیات برزخی کے قائل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حیات برزخی سے تمہاری کیا مراد ہے؟ یعنی حیات برزخی صرف آپ ﷺ کی روح اقدس کو حاصل ہے۔ یا روح اقدس کا کسی جسد کے ساتھ تعلق ہے تو وہ دنیا والا جسد عنصری ہے یا کوئی اور جسد ہے۔ اگر کوئی اور جسد ہے تو بتائیں کہ اس کا جسد کا خمیر کہاں سے ہے۔ کوئی دلیل قرآن و حدیث صحیح سے پیش کریں۔ اپنا عقیدہ کھول کر بیان کریں۔

(۲) تم لوگ یہ بھی شور مچاتے ہو کہ ہم حضور اکرم ﷺ کو جنت میں مانتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تم لوگ حضور اکرم ﷺ کے دنیا والے جسد اطہر کو جنت کے اندر سمجھتے ہو یا جنت سے باہر؟

(۳) حضور اکرم ﷺ کا دنیا والا جسد عنصری فائز الحیات یا حیات سے محروم ہے۔

(۴) حضور اکرم ﷺ کا جسد عنصری جنت کی نعمتوں رزق وغیرہ سے محظوظ ہے یا محروم؟

(۵) تم لوگ حضور اکرم ﷺ کے روح اقدس کا دنیا والے جسد اطہر سے کسی قسم کا تعلق مانتے ہو یا بالکل ہر قسم کے تعلق کا انکار کرتے ہو؟

(۶) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے فیصلہ کی تمہارے نزدیک کیا حیثیت ہے؟ یہ فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہے یا مخالف؟

(۷) اگر یہ فیصلہ غلط ہے تو جنہوں نے فیصلہ کیا۔ اس پر دستخط کئے اور اس فیصلہ کی تصدیق و توثیق کی ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

(۸) اگر یہ فیصلہ اصول شریعت کے لحاظ سے صحیح ہے۔ تو جو اس سے منحرف ہیں۔ ان کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے۔
(۹) جس شخص کو اس فیصلے سے رفض کی بو آتی ہے۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔
(۱۰) جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ عام موتی عند القبر سلام سنتے ہیں اور اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔
(۱۱) آپ کے نزدیک عذاب قبر کی صحیح صورت کیا ہے۔ قبر کی جزا و سزا میں جسد عنصری شامل ہوتا ہے یا نہیں؟
(۱۲) آپ جسد عنصری کے مدفن کو قبر کہتے ہیں یا روح کے مقام کو؟
(۱۳) ایک آیت یا ایک صحیح حدیث ایسی ہے جس میں لفظ قبر بولا گیا ہو اور مراد روح کا مقام ہو؟
(۱۴) حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا کیسا ہے؟
(۱۵) آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس استشفاع جائز ہے یا نہ؟
(۱۶) حج پر جانے والے صاحبان کو یہ کہنا کہ روضہ اطہر پر میرا سلام عرض کرنا۔ صحیح یا نہ؟
(۱۷) توسل بالانبیاء والصالحین آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہ؟
(۱۸) حضور اکرم ﷺ کا جسد عنصری بعد الوفات وصف نبوت سے موصوف ہے یا نہ؟
(۱۹) بروز قیامت حشر اجساد کس طرح ہوگا؟ اس دن جسد عنصری اٹھایا جائے گا یا مثالی؟
(۲۰) آپ کے نزدیک مرنے کے بعد ہر مرنے والے کی روح کو جسد مثالی مہیا کر دیا جاتا ہے۔ کہیں قرآن میں اس مثالی جسد کا ثبوت ہے؟
(۲۱) وہ مثالی جسد کیسا ہوتا ہے؟ جسد عنصری کی ہم شکل ہوتا ہے یا کسی اور شکل میں ہوتا ہے مثلاً پرند وغیرہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو جو مثالی جسد ملتا ہے وہ بھی پرندہ وغیرہ کی شکل میں ہوتا ہے یا بصورت انسان ہوتا ہے؟
(۲۲) موت کے بعد روح مثالی جسد میں داخل ہو کر نئی حیات پائے پھر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مثالی جسد کو موت دے کر جسد عنصری میں لائے تو کیا تین حیاتیں اور تین موتیں نہ بن جائیں گی؟
(۲۳) برزخ میں جسد اور، قیامت میں اور، جسد میں روح لوٹانے کا کوئی فائدہ یا حکمت ہے۔ اگر دونوں عالموں میں ایک جسد ہو تو کون سی خرابی لازم آتی ہے؟
(۲۴) برزخ جو وقت کا نام ہے یا کسی مخصوص جگہ کا؟
(۲۵) قبریں اوپر ہیں یا نیچے؟ یا زمین میں؟
(۲۶) مردے کا مدفن (قبر) برزخ کے مفہوم میں داخل ہے یا خارج برزخ و قبر میں تضاد ہے یا نہ؟

نوٹ: اگر آپ میرے سوالوں کا جواب دیں گے تو آپ کی دیوبندیت کا بھانڈہ پھوٹے گا اور اگر نہ دیں گے تب بھی بھانڈا اوٹے گا۔ امید ہے کہ ترتیب وار واضح لفظوں میں جواب دیں گے۔

(صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین، آمین)

ابواحمد نورمحمد تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ، ۱۷ شعبان ۱۴۲۴ھ بروز منگل

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحدیث)

اَلْمُسَمّٰی بِهٖ

ھُوَ الکذّاب

اس رسالہ میں کیپٹن مسعود کے چیلے الکذاب کے ۳۵ جھوٹ
طشت ازبام کئے گئے ہیں اور اس سے ۱۶۸ سوالات کئے گئے ہیں

افادات:
حضرت علامہ مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب:
صاحبزادہ قاری محمد احمد اللہ تونسوی قادری

باسمہ تعالیٰ۔ ہدیہ برائے حضرت اقدس حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب استاذ الحدیث

جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا۔ منجانب ابو احمد نور محمد قادری تونسوی خادم ختم نبوت

حبل اللہ نامی رسالہ میں چھپنے والے ایک مضمون "من الکذاب" کا علمی اور تحقیقی جائزہ

المسمیٰ بہ

ھوَ الکذّاب

اس رسالہ میں کیپٹن مسعود کے چیلے الکذاب کے 35 جھوٹ طشت ازبام کیے گئے ہیں اور اس سے 168 سوالات کیے گئے ہیں

افادات: مولانا نور محمد قادری تونسوی حفظہ اللہ

ترتیب: مولانا قاری محمد احمد اللہ حفظہ اللہ

مکتبہ عثمانیہ ترنڈہ پناہ تحصیل لیاقت پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت علامہ مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵ ر جنوری ۲۰۱۵ء

کیپٹن مسعود عثمانی کے ایک مرید اور جماعت المسلمین کراچی کے ایک رکن نے رسالہ حبل اللہ میں ایک مضمون لکھا ''من الکذاب'' کذاب کون؟ یہ مضمون حضرت مولانا ابواحمد نور محمد قادری تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''اسلام کے نام پر ہوا پرستی'' کا جواب یا اس پر ردعمل تھا۔ اس مضمون کے شائع ہونے پر حضرت مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ھو الکذاب'' نامی رسالہ لکھ کر ''من الکذاب'' کا جواب دیا، جس میں خود مولانا نور محمد نے ٹائٹل پر اس رسالہ کا تعارف لکھا: ''اس رسالہ میں کیپٹن مسعود کے چیلے الکذاب کے ۳۵ جھوٹ طشت از بام کئے اور اس سے ۱۶۸ سوالات کے گئے ہیں۔'' چنانچہ یہ رسالہ ''ھو الکذاب'' اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد!

بندہ عاجز ابواحمد نور محمد تونسوی اپنے ہم مسلک بھائیوں کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ بندہ عاجز نے سن ۲۰۰۴ء میں ایک کتاب بنام ''اسلام کے نام پر ہوئی پرستی'' تالیف کی تھی۔ اس کتاب میں کراچی کے کیپٹن مسعود الدین عثمانی کے نظریات باطلہ اور افکار فاسدہ کا پورا پورا جائزہ لیا گیا تھا۔ اس شخص نے اپنے رسالوں میں جتنے جھوٹ بولے، غلط بیانیاں کیں، کتاب وسنت میں تحریف کی، ان سب کو طشت از بام کیا گیا۔ خصوصاً چودہ مسائل ونظریات (جن میں اس شخص نے اہل اسلام سے الگ راہ اختیار کی ہے) ان میں مسلک اہل السنت والجماعت کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے روشن دلائل سے مبرہن کیا گیا اور کیپٹن صاحب کے الحاد وزندقہ کو آشکارہ کیا گیا۔ یہ کتاب ایک دفعہ کراچی سے شائع ہوئی اور کئی بار مکتبہ اہل السنت والجماعت سرگودھا سے شائع ہوئی اور علماء طلباء اور عوام وخواص نے اس کتاب سے استفادہ کیا۔ لیکن یہ کتاب کیپٹن صاحب کے ماننے والوں کے لئے سوہان جان ثابت ہوئی۔ اگر ان لوگوں میں انابت الی الحق کا جذبہ ہوتا تو یقیناً یہ کتاب پڑھ کر راہ راست پر آجاتے۔ لیکن انابت کی محرومی کے باعث ''اخذتہ العزۃ بالاثم'' کے تحت ان لوگوں نے اپنے بڑے بڑے چغادریوں سے مطالبات شروع کئے کہ اس کتاب کا جواب لکھے۔ لیکن درحقیقت بندہ عاجز کی کتاب کا جواب لکھنا ان لوگوں کے بس کا روگ نہ تھا۔ اس لئے خاموش رہ جاتے۔ لیکن ان کی عوام نے ان کے خواص کو اتنے خطوط لکھے اور اتنے فون کئے کہ ان کی نیندیں حرام ہوگئیں اور کئی سالوں کے بعد ایک زبان دراز شخص کو بندہ عاجز کی کتاب کے جواب میں لکھنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ کئی سالوں کے بعد عثمانیوں کے ایک رسالہ ''حبل اللہ'' میں ایک مضمون شائع کیا گیا جس کا عنوان ہے: ''من الکذاب'' ماشاء اللہ مضمون نگار نے اپنا نام نہیں لکھا۔ گویا یہ مضمون مادر پدر آزاد ہے لہٰذا اس کی جو حیثیت ہے وہ آپ سب حضرات جانتے اور سمجھتے ہیں۔

بہر حال مضمون نگار نے اپنے حواریوں کو خوش کرنے کی ایک کوشش کی ہے کہ ہم نے ''اسلام کے نام پر ہوئی پرستی'' کا جواب دے دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مضمون نگار نے اپنے دل میں بھرے ہوئے غم وغصہ کی بھڑاس نکالی ہے اور بس اس مضمون میں سوائے طعن وتشنیع کے کچھ بھی نہیں۔ البتہ فضول باتوں کی بھرمار ہے۔ بندہ عاجز نے جب یہ مضمون کسی دوست سے سنا تو اس کو اس قابل نہ سمجھا کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ لیکن بعض دوستوں نے اصرار فرمایا کہ اس کا جواب ضرور دیا جائے۔ کیونکہ کیپٹن کے چیلے اچھل کود رہے ہیں کہ: ''ہم نے تونسوی صاحب کی کتاب کا جواب دے دیا ہے۔'' چنانچہ بندہ عاجز نے اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہوئے کچھ لکھنا شروع کر دیا ہے۔ تاکہ عوام وخواص کو معلوم ہوجائے کہ اس مادر پدر آزاد مضمون میں کتنے جھوٹ بولے گئے ہیں اور کتنے دھوکے دیئے گئے اور کتنا فریب دیا گیا ہے؟

خود را فضیحت دیگراں را نصیحت

مادر پدر آزاد مضمون نگار نے شکوہ کیا ہے کہ: ''ملا تونسوی نے اپنی کتاب میں سوقیانہ اور بازاری زبان استعمال کی ہے۔'' لیکن خود مضمون نگار اتنا بھی نہیں سوچ سکا کہ جس چیز کی دوسروں کو نصیحت کر رہا ہوں۔ کم از کم خود تو اس پر عمل کروں۔ ایسی سوچ ان لوگوں میں کہاں سے آئے؟ ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد باری ہے: ''کبر

مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون '' خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی والی ہے کہ ایسی بات کہو جو خود کرتے نہیں۔ ''لم تقولون مالا تفعلون '' ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ ''اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتب افلا تعقلون '' کیا غضب ہے کہ لوگوں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے۔ حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو، کتاب کی تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

قارئین کرام! درحقیقت یہ بری عادت یہودیوں سے ان لوگوں نے لی ہے وہ دوسروں کو نصیحت کرتے تھے اور خود عمل نہ کرتے تھے۔ اسی طرح علماء اہل حق کے خلاف بغض وعداوت بھی ان لوگوں نے یہودیوں سے لیا ہے۔ کیونکہ کیپٹن مسعود یہودیوں کا ایک ایجنٹ تھا جس نے توحید کے نام پر مسلمانوں میں یہودیت پھیلائی۔

(نوٹ) مضمون نگار نے چونکہ اپنا نام چھپایا ہے۔ نا معلوم اس میں کون سی مصلحت ہوگی۔ لیکن اب بندہ عاجز اس کو ''الکذاب '' کے نام سے یاد کرے گا اور یہ نام بھی اس کے مضمون کے عنوان سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ ان کا عنوان ہے: ''من الکذاب '' تو بندہ عاجز جواباً عرض کرتا ہے: ''ھو الکذاب ''

جھوٹ نمبر ۱: کیا کیپٹن صاحب داعی تھا؟

''الکذاب '' نے اپنے مادر پدر آزاد مضمون میں کیپٹن صاحب کو ''داعی حق '' کہا ہے۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ کیپٹن تو ''داعی ضلالت '' تھا۔ اس شخص میں اہل حق کی کوئی صفت موجود نہ تھی۔ یہ شخص آیات قرآنیہ کا انکار کرتا ہے۔ احادیث رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتا ہے، پوری امت مسلمہ کو کافر اور مشرک گردانتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی مسلمان کو سلام کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور نہ ہی کسی مسلمان کے جنازہ میں شرکت کو گوارا کرتا ہے تو ایسا شخص قطعاً داعی حق کہلوانے کا حقدار نہیں ہے۔

یہ ایک موٹی سی بات ہے جسے ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ حق وہ ہے جسے حضور اکرم ﷺ لے کر آئے۔ آپ ﷺ قرآن اور احکام شرعیہ لے کر آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے وہ حق صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تابعین تک اور تابعین نے تبع تابعین تک پہنچایا اور خیر القرون کے لوگوں نے یہ حق والی نعمت نسل درنسل بڑے تسلسل کے ساتھ ہم تک پہنچائی ہے اور اس طرح تسلسل کے ساتھ یہ نعمت آخری مسلمان تک پہنچے گی۔ معلوم ہوا کہ حق تو تسلسل کے ساتھ پہنچتا ہے اور یہی سنت اللہ ہے۔ لیکن کیپٹن تو اپنے سواء کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ کیپٹن کے نزدیک کسی صدی میں کوئی ایک مسلمان نہیں گزرا تو حضور اکرم ﷺ پر نازل شدہ حق کن ذرائع سے پہنچا؟ کن ہاتھوں سے پہنچا؟ کن لوگوں کی وساطت سے پہنچا؟ کیپٹن تو چودھویں صدی کا آدمی ہے۔ چودھویں صدی میں کیپٹن کے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہیں تھا۔ اس طرح تیرھویں صدی میں بھی کیپٹن کے نزدیک مسلمان نہیں تھا۔ اسی طرح بارھویں، گیارھویں، دسویں، نویں، آٹھویں، ساتویں، چھٹی، الیٰ اولیٰ میں کوئی شخص مسلمان نہیں گزرا۔ وگرنہ کیپٹن مسعود کی ذریت بتائے کہ چودھویں صدی میں کون شخص مسلمان تھا؟ کسی ایک عالم دین کا نام بتائیں اسی طرح ہر صدی کے ایک ایک عالم دین کا نام لے کر بتائیں کہ وہ کیپٹن کے نزدیک مسلمان تھا۔ اسی طرح تیرھویں، بارھویں، گیارھویں الیٰ آخر النہایہ میں کتنے لوگ ایسے گزرے ہیں جو کیپٹن کے ہم خیال تھے۔ اگر اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی ایک شخص بھی کیپٹن مسعود کے ہم خیال ہو کر مسلمان نہ تھا تو ظاہر ہے کہ جو حق کیپٹن تک پہنچا وہ کافروں اور مشرکوں کے ہاتھوں سے پہنچا۔ پھر جو حق چودہ سو سال تک ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے پہنچا تو اس حق پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

اگر کوئی شخص یہ شبہ ظاہر کرے کہ قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے تو گزارش ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کی ہے۔ پس اگر حق پہنچانے والے ہر دور کے لوگوں کو کافر مشرک اور غیر مسلم کہہ دیا جائے تو خود حق پر اعتماد نہیں رہ سکتا۔ نیز ''انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون'' بھی قرآن پاک کی ایک آیت ہے جو بقول کیپٹن صاحب کافروں اور مشرکوں کے ہاتھوں ہم تک پہنچی ہے تو ایسے ہاتھوں پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ کیپٹن صاحب کے پاس جو کچھ پہنچا ہے، انہی کافروں اور مشرکوں کے ہاتھ سے پہنچا ہے، جسے حق کا نام دینا خود غلط ہے اور پوری امت مسلمہ تک جو حق سچ پہنچا ہے وہ تسلسل کے ساتھ مسلمان ہاتھوں سے پہنچا ہے اور قابل اعتماد ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوا کیپٹن کسی صورت بھی ''داعی حق'' نہیں بن سکتا بلکہ وہ یقیناً ''داعی ضلالت'' ہے۔

جھوٹ نمبر ۲: کیا علماء اسلام میں سے کوئی عالم کیپٹن کا ہم خیال ہے؟

کیپٹن مسعود اور ان کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عالم قبر و برزخ کی جزا و سزا روح سے متعلق ہوتی ہے۔ روح کو ایک اور جسم عطاء کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ رنج و راحت کو محسوس کرتی ہے۔ باقی رہا جسد عنصری یعنی دنیا والا جسم تو اس کی طرف نہ تو روح کو لوٹایا جاتا ہے اور نہ ہی روح کا اس جسم سے تعلق رہتا ہے اور نہ ہی یہ جسد عنصری قبر و برزخ کی جزا و سزا میں شریک ہوتا ہے اور ایسا عقیدہ علمائے اسلام میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ تمام علمائے اسلام یہی کہتے ہیں کہ قبر کے حساب و کتاب میں روح کو لوٹایا جاتا ہے اور بعد میں روح کا دفن شدہ جسم سے تعلق رہتا ہے۔ خواہ وہ جسم خاک و راکھ کیوں نہ ہو جائے۔ بہر حال تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان ثواب و عذاب کو محسوس کرتا ہے۔ لیکن کیپٹن کے چیلے الکذاب نے اپنے مادر پدر آزاد مضمون میں اکابر علمائے اسلام کی کتابوں سے ادھورے اقتباسات نقل کر کے عوام الناس کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ اکابر ہمارے ہم خیال ہیں۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ جن اکابر کا نام لیا ہے، وہ سب کے سب قبر میں روح کے لوٹنے کے قائل ہیں اور روح اور جسم دونوں کی جزاء و سزا کے قائل ہیں۔ یہ حضرات روح جسم کے مابین تعلق پر یقین رکھتے ہیں اور حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ جب کہ کیپٹن اور اس کے حواری ان سب نظریات پر ایمان نہیں لاتے۔ لہٰذا اکابر علمائے اسلام کو اپنا ہم نوا ثابت کرنا جھوٹ ہے۔ ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین''

جھوٹ نمبر ۳: ''الکذاب'' نے ''اشرف الجواب'' سے عبارتیں نقل کی ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ان کے ہم خیال تھے۔ حالانکہ یہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر سفید جھوٹ ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ خود لکھتے ہیں: ''خواہ جسد کہیں ہو اور درندوں نے کھا لیا ہو یا سوختہ ہو کر متفرق ہو گیا ہو۔ البتہ اجزائے جسد یہ کے ساتھ اس کو کچھ تعلق رہتا ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے ان اجزاء میں بھی اگر اس قدر حیات باقی رہی، جس سے عذاب و ثواب کا اثر جسم پر بھی آ جائے تو کچھ بعید نہیں۔ چنانچہ اخبار کثیرہ سے ثابت ہوا کہ بعض اہل قبور کا عذاب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کی بناء وہی تابعیت ہے۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۲۸)

اسی طرح حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اسی جلد کے ص ۲۷ پر بھی روح اور جسد دونوں کی اجزاء و سزا کو ثابت کیا ہے۔ نیز حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''کچھ تعلق جسد سے ہو خواہ وہ جسد اصلی حالت پر یا مستحیل ہو گیا ہو اور یہ تعلق صرف اتنا ہو جس سے ادراک نعیم و الم کا ہو سکے۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۱۸)

اسی طرح حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''بہشتی زیور'' حصہ اوّل میں مردہ مدفونہ کی جزاء و سزا کو بطور عقیدہ کے لکھا ہے۔

جھوٹ نمبر ۴: کیا اشرف الجواب کیپٹن کی تائید کرتی ہے؟

''الکذاب'' نے اشرف الجواب کا حوالہ دے کر یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ ان کے عقیدے کی تائید کرتی ہے۔ حالانکہ یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ اشرف الجواب ص ۲۵۰ پر عقیدہ حیات النبی ﷺ کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

جھوٹ نمبر ۵: کیا مولانا عبدالحق حقانی صاحب کیپٹن کے ہم عقیدہ ہیں؟

''الکذاب'' نے حضرت مولانا عبدالحق حقانی کی چند ادھوری عبارات پیش کر کے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ کیپٹن کے ہم عقیدہ تھے۔ حالانکہ یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ حقانی صاحب اپنی تفسیر میں قبر کے حساب و کتاب کو تسلیم کرتے ہیں۔ روح اور جسد کے تعلق کو مانتے ہیں۔ حتیٰ کہ سماع موتیٰ کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''آخرت کی اوّل منزل قبر ہے۔ وہاں بھی اس پر یہ ثابت رہے گا، منکر نکیر کو جواب شافی دے گا۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔'' (تفسیر حقانی ج ۴ ص ۱۳۰)

مزید لکھتے ہیں: ''کبھی پاک روحوں کا اثر جسم خاکی تک پہنچتا ہے اور یہ جسم سڑتا گلتا نہیں۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام شہدائے عظام کے اجسام سے ظاہر ہوا ہے۔'' (تفسیر حقانی ج ۳ ص ۱۱)

حقانی صاحب رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں: ''بالخصوص شہداء کو نسمہ سابق سے ایک عجیب تعلق باقی رہتا ہے۔''

نیز مولانا حقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''بعض لوگ کہ جن کی نورانیت نہایت غالب ہوتی ہے۔ ان کا اس عالم سے نہایت تعلق رہتا ہے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام بلکہ وہ نورانیت ان کے جسم اطہر پر سرایت کر جاتی ہے۔ اس لئے وہ گلتا سڑتا نہیں اور اس حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے اور یونس علیہ السلام کو لبیک کہتے دیکھا۔ اسی لحاظ سے انبیاء کے لئے بعد موت کے حیات ثابت کی جاتی ہے اور حیات النبی ﷺ بین الجمہور'' (مقدمہ تفسیر حقانی ص ۴۷)

مولانا حقانی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں: ''ان آیات میں تو عدم سماع موتیٰ کا اشارہ تک بھی نہیں۔ اس لئے ان سے استدلال کرنا بے فائدہ بات ہے۔ رہے احادیث و اقوال ان سے بھی صاف نہیں۔ معلوم ہوتا کہ میت سن نہیں سکتی بلکہ بہت سی صحیح احادیث اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں۔ از جملہ وہ احادیث جو زیارت قبور کی بابت وارد ہیں۔ جن میں مردوں سے خطاب کر کے کلام کیا۔ جیسا کہ ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ کے قبرستان پر سے گزرے تو یہ فرمایا: ''السلام علیکم یا اھل القبور'' اور اسی طرح مسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بقیع میں جا کر یہ فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مومنین'' اور ایسا ہی تعلیم بھی فرمایا۔ از جملہ احادیث میں جیسا کہ بخاری و مسلم نے انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب میت کو قبر میں رکھ کر اس کے لوگ واپس پھرتے ہیں تو ''انه یسمع قرع نعالھم'' وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے جو بدر کے روز آنحضرت ﷺ نے کفار قریش کے مقتولوں سے خطاب کر کے فرمایا تھا کہ تم نے آج دیکھ لیا اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یہ سنتے ہیں؟ فرمایا: تم سے بھی زیادہ سنتے ہیں۔ لیکن جواب نہیں دیتے۔ اس کو بھی بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔'' (تفسیر حقانی ج ۶ ص ۵۰)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حقانی صاحب سماع موتی کے قائل ہیں اور روح کے مردہ مدفون جسم پر اثرات کے بھی قائل ہیں اور تعلق کو بھی مانتے ہیں۔لہٰذا ''الکذاب'' کا ان کو اپنا ہم عقیدہ ثابت کرنا جھوٹ اور دھوکا ہے۔

جھوٹ نمبر ۶: کیا کشف المغالطات کا مصنف ''الکذاب'' کا ہم خیال ہے؟

''الکذاب'' نے کشف المغالطات کا حوالہ دے کر ان کو اپنا ہم عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس کتاب کے ص ۶۳ میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کو تسلیم کیا گیا ہے اور مزید یہ کہ اس کتاب کے ص ۱۵۵ میں روح اور جسد کے تعلق کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

جھوٹ نمبر ۷: کیا سید سلیمان ندوی ''الکذاب'' کا ہم عقیدہ ہے؟

''الکذاب'' کا یہ بھی جھوٹ ہے۔ وہ ان کا ہم عقیدہ نہیں ہے بلکہ وہ ان سے دو قدم آگے ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ میں جہاں قبر کی یہ تشریح کی ہے۔ اس کے آگے انہوں نے قیامت کا بیان شروع کیا ہے۔ وہاں انہوں نے صاف طور پر حشر اجساد کا انکار کیا ہے۔ یعنی ان کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن یہ اجساد مدفونہ قبروں سے نہیں اٹھائے جائیں گے۔ یہ تو گل سڑ گئے ہیں۔ ان کے اٹھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ وہی اجساد جو ارواح کو عالم برزخ میں ملتے تھے۔ وہی قیامت کے دن اٹھیں گے اور وہی دوزخ بہشت میں جائیں گے۔ قبروں میں موجود اجساد قبروں سے اٹھیں گے نہ ہی دوزخ بہشت میں جائیں گے۔ جب کہ کیپٹن اور اس کے ماننے والے اس بات کے قائل ہیں کہ قیامت کے دن اجساد مدفونہ اٹھیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ ندوی صاحب ان کے ہم عقیدہ نہیں ہیں بلکہ ان سے دو قدم آگے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ندوی صاحب ماضی قریب کا آدمی ہے۔ شروع شروع میں ان کے بہت سے نظریات جمہور امت سے مختلف تھے۔ لیکن بعد میں یہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مرید بنے تو انہوں نے اپنے تمام سابقہ نظریات سے رجوع کر لیا تھا۔ لیکن افسوس ان کی کتابیں جوں کی توں چل رہی ہیں۔

جھوٹ نمبر ۸: ہمارے اکابر پر جھوٹ۔

ہمارے بہت سے اکابر کی ایک عبارت کا صحیح مطلب نہ سمجھتے ہوئے ''الکذاب'' نے ان کو اپنا ہم عقیدہ تصور کر لیا۔ حالانکہ ہمارے تمام اکابر عقیدہ حیات قبر پر ایمان و یقین رکھنے والے ہیں اور اصل حقیقت یہ ہے کہ جب ہمارے اکابر عقیدہ حیات قبر کو بیان کرتے ہیں تو دشمنان اسلام کا ایک اعتراض اور اس کا جواب نقل کرتے ہیں۔ اعتراض یہ ہے کہ تم مسلمان کہتے ہو قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔ لیکن جن مردوں کو یہ قبر نصیب نہیں ہوتی۔ مثلاً جنگل میں مرا، پرندے درندے کھا گئے۔ سمندر میں مرا۔ مچھلیاں کھا گئیں یا بعض یہود و نصاریٰ اپنے لیڈروں کی لاشیں شیشے کی الماریوں میں رکھ دیتے ہیں یا ہندو لوگ اپنے مردوں کو آگ لگا کر راکھ بنا دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!

الغرض جن کو بظاہر یہ قبر نصیب نہیں ہوئی تو کیا ان کو قبر کا عذاب نہ ہوگا؟

تو دشمنان اسلام کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ہمارے تمام اکابر نے فرمایا کہ قبر صرف اس گڑھے کو نہیں کہتے۔ جس میں مردہ انسان دفن کیا جاتا ہے بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ چونکہ عالم برزخ موت سے لے کر قیامت تک کے زمانہ پر بولا جاتا ہے تو ہمارے اکابر نے یہ کہہ کر قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کر دی ہے کہ جو مردہ قبر میں مدفون ہے۔ وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جو مردہ شیشے کی الماری میں رکھا ہے وہ بھی عالم برزخ

میں ہے اور جو مردہ خاک اور راکھ میں ہے وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جو مردہ پرندوں درندوں اور مچھلیوں کے پیٹ میں ہے۔ وہ بھی عالم برزخ میں ہے۔ الغرض! مردہ انسان جہاں بھی ہے وہ عالم برزخ میں ہے۔ ہمارے اکابر نے قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کر کے مردہ انسان کے ہر مقام کو قبر میں شامل کر دیا ہے۔

لیکن کج فہموں نے اکابر کی بات کو الٹا سمجھا اور خود اصلی اور حقیقی قبر کو قبر کے مفہوم سے خارج کر دیا اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ جن اکابر نے بھی یہ کہا ہے کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے، ان سب کو اپنا ہم عقیدہ تصور کر لیا ہے۔ حالانکہ ایسا کہنے والے حضرات قبر میں روح کے لوٹ آنے کے قائل ہیں۔ روح اور جسم کے تعلق کے قائل ہیں۔ روح اور جسم دونوں کی جزا و سزا کے قائل ہیں۔ الغرض ایسا کہنے والے کیپٹن کے ہرگز ہم عقیدہ نہیں ہیں۔ لیکن کیپٹن کے چیلے نے اکابر کی بات کا الٹا مطلب لے کر ان پر بہتان باندھا اور جھوٹ بول دیا ہے۔ ''سبحانک ھذا بھتان العظیم''

نیز اگر مردہ انسان کو یہ زمینی قبر جلدی نصیب ہو جائے تو یہ اس کے لئے حقیقی قبر ہے اور اگر کسی مردہ انسان کو یہ زمینی قبر جلدی نصیب نہ ہو، مثلاً شیشے کی الماری میں رکھا ہے، یا خاک اور راکھ میں چلا گیا، یا پرندوں درندوں مچھلیوں کے پیٹ میں چلا گیا تو اس کے لئے یہ مجازی قبر ہے۔ الغرض! مردہ حقیقی قبر میں ہے یا مجازی قبر میں ہے، وہ جس حالت میں بھی ہے روح کا اس کے ساتھ تعلق ہے اور وہ تعلق کی وجہ سے قبر کی جزا و سزا کا ادراک رکھتا ہے۔ ہمارے اکابر جو یہ فرماتے ہیں: قبر سے مراد برزخ ہے۔ ان سب کا یہی عقیدہ ہے۔ کیپٹن والا عقیدہ کسی کا بھی نہیں ہے۔ البتہ ان کاذبین کا کسی پر جھوٹ بول کر ان کو اپنا ہم عقیدہ ثابت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

(فائدہ) جب کوئی کام ہوتا ہے تو اس کے لئے جگہ کی ضرورت ہوتی ہے جسے ظرف مکان کہتے ہیں اور وقت کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس وقت میں وہ کام کیا جاتا ہے۔ اسے ظرف زمان کہتے ہیں۔ ظرف زمان اور ظرف مکان میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے۔ بلکہ دونوں ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے رمضان مہینہ مکہ مکرمہ میں گزارا تو رمضان اور مکہ میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ مکہ اس کے لئے ظرف مکان ہے اور رمضان اس کے لئے ظرف زمان ہے۔ اسی طرح میں یہ کہوں کہ میں بارہ بجے اپنے مدرسے جامعہ عثمانیہ میں تھا تو یہ دونوں باتیں بیک وقت صادق آتی ہیں۔ بارہ بجے میرے لئے ظرف زمان ہے اور جامعہ عثمانیہ میرے لئے ظرف مکان ہے۔ جو شخص زمان اور مکان میں تضاد سمجھتا ہے وہ کوڑھ مغز اور پرلے درجے کا کذاب ہے۔

عالم قبر و برزخ کے عذاب کو اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ قبر عذاب کے لئے ظرف مکان ہے اور برزخ اس کے لئے ظرف زمان ہے۔ یہ دونوں باتیں بیک وقت سچی ہیں کہ عذاب قبر میں ہو رہا ہے۔ برزخ میں ہو رہا ہے۔ قبر اور برزخ میں تضاد ثابت کرنا ''کاذبین'' کا کام ہے۔

<u>جھوٹ نمبر ۹</u>: کیا جسد مثالی کے قائلین کیپٹن کے ہم عقیدہ ہیں؟

بہت سے علمائے اسلام عالم قبر و برزخ میں جسد مثالی کی تجویز کے قائل ہیں اور کیپٹن کے چیلے نے ان سب علماء کو اپنا ہم عقیدہ سمجھ کر ان کی بہت سی عبارتیں پیش کر دی ہیں۔ حالانکہ یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ جتنے علماء بھی قبر و برزخ میں جسد مثالی کی تجویز پیش کرتے ہیں، وہ سب کے سب قبر میں روح کے لوٹائے جانے کے قائل ہیں اور روح اور جسد کے تعلق کا مانتے ہیں۔ یہ علماء قبر کی کارروائی میں جسد عنصری کو شامل سمجھتے ہیں اور عقیدہ حیات النبی ﷺ پر

ان لوگوں کا پختہ ایمان ویقین ہے۔ لہٰذا کیپٹن کے چیلے کا صرف جسد مثالی کے لفظ کو دیکھ کر ان کو اپنا ہم نوا بنانا جھوٹ، جہالت اور دھوکے کا مرقع ہے۔ نیز علماء اسلام کے جسد مثالی اور کیپٹن کے جسد مثالی میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ علماء اسلام جو جسد مثالی تجویز کرتے ہیں وہ کسی میٹریل سے بنا ہوا نہیں بلکہ اس کی حیثیت عکس اور ظل کی سی ہے تو اس صورت میں روح کا اگر جسد اصلی عنصری سے تعلق قائم ہوگا تو جسد مثالی کچھ نہ کچھ کر سکے گا اور اگر روح کا جسد اصلی عنصری سے قطع تعلق کر دیا جائے تو وہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ گویا علماء اسلام کے نزدیک جسد مثالی جسد عنصری کا مرہون منت ہے۔ جب کہ کیپٹن اور اس کے چیلے جس جسد مثالی کے قائل ہیں وہ ایک مستقل جسد ہے۔ وہ کسی میٹریل سے تیار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ جب جسد مثالی کا قول کرتے ہیں تو جسد عنصری سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں بیک وقت دو جسدوں کے ساتھ تعلق ماننا پڑے گا اور یہ بہت مشکل ہے۔ ثابت ہوا کہ کیپٹن والوں کا جسد مثالی اور ہے اور علماء اسلام کا جسد مثالی اور ہے۔ لہٰذا جسد مثالی کے لفظ کو دیکھ کر علماء اسلام کو اپنا عقیدہ بنا لینا بہت بڑی دھوکہ بازی ہے۔

<u>جھوٹ نمبر ۱۰</u>: کیا کیپٹن کے چیلے نے ہمیں الزامی جواب دیا ہے؟

ممکن ہے کیپٹن کا چیلا یہ کہے کہ میں نے علماء اسلام کے حوالے بطور الزامی جواب کے پیش کئے ہیں تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ الزامی جواب تب درست ہوتا جب ہم اپنے علماء کی بات کو نہ مانتے۔ الحمدللہ! ہم اپنے اکابر کی سب باتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارے اکابر نے فرمایا کہ قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں ہے بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے یہ کہہ کر ہمارے اکابر نے قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کی ہے اور ایسا کہنے سے مدفن ارضی سمیت مردہ انسان کا ہر مقام قبر کے مفہوم میں داخل ہو جاتا ہے ہم اکابر کی اس بات پر ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ اسی طرح جو علماء عالم قبر و برزخ میں جسد مثالی کی تجویز پیش کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ جسد عنصری اسی طرح جو علماء عالم قبر و برزخ میں جسد مثالی کی تجویز پیش کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ جسد عنصری سے روح کا تعلق مانتے ہیں۔ ان علماء سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ یہ سب حضرات ہمارے اکابر ہیں اور ان کی باتوں پر ہمارا یقین ہے۔ لہٰذا کہاں رہا الزامی جواب۔

ہمارا اختلاف تو ان لوگوں سے ہے جو لوگ قبر سے مراد برزخ کہہ کر خود اصلی اور حقیقی قبر کو قبر کے مفہوم سے خارج کر دیتے ہیں اور جو لوگ جسد مثالی کا قول کر کے جسد عنصری سے قطع تعلق کر دیتے ہیں۔ اگر کیپٹن کے چیلے میں ہمت ہے تو وہ ہمیں کسی اکابر کا ایک قول دکھا دے جس میں انہوں نے اصلی اور حقیقی قبر کو قبر کے مفہوم سے خارج کر دیا ہو یا جسد مثالی کا قول کر کے جسد عنصری سے ہر قسم کے تعلق کا انکار کر دیا ہو جب تک کیپٹن کا چیلا یہ نہیں دکھا سکتا تو الزامی جواب متحقق نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا کیپٹن کے چیلے کا یہ الزام جواب نہیں بلکہ سفید جھوٹ ہے۔

اب بندہ عاجز ایسے لوگوں کی خدمت میں چند سوالات پیش کرتا ہے جو عالم قبر و برزخ کی کارروائی میں جسد مثالی کی تجویز کرتے ہیں اور جسد عنصری سے ہر قسم کے تعلق کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی جسد عنصری کو شامل تفتیش سمجھتے ہیں۔

<u>سوال نمبر ۱</u>: جسد مثالی کسے کہتے ہیں، اس کی جامع مانع تعریف کریں؟

<u>سوال نمبر ۲</u>: جسد مثالی جسد عنصری کا عکس اور ظل ہے یا کسی خمیر سے تیار ہوتا ہے؟

<u>سوال نمبر ۳</u>: اگر جسد مثالی جسد عنصری کا عکس اور ظل ہے تو یہ جسد عنصری کا محتاج اور مرہون منت ہوگا۔ جب تک جسد عنصری سے روح کا تعلق تسلیم نہ کیا جائے گا۔ اس وقت تک روح کا تعلق جسد مثالی سے قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اصل کے بغیر جسد مثالی کا تصور کرنا ناممکن ہے؟

سوال نمبر ۴: اگر جسد مثالی جسد عنصری کا عکس اور ظل نہیں ہے بلکہ کوئی مستقل جسم ہے تو بتائیں کہ یہ جسم مثالی کس خمیر سے بنا ہے اور کس میٹریل سے تیار ہوا ہے؟

سوال نمبر ۵: قرآن مجید میں جسد عنصری کی تخلیق کو اور تخلیقی مراحل کو تفصیل اور بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ بتائیں کہ جسد مثالی کی تخلیق کو بھی اسی بسط اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے؟

سوال نمبر ۶: قرآن مجید میں یا حدیث متواتر میں جسد مثالی کا نام ملتا ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۷: جسد مثالی بصورت انسان ہوتا ہے یا بصورت حیوان؟

سوال نمبر ۸: اگر بصورت انسان ہوتا ہے تو اس کی شکل وصورت جسد عنصری جیسی ہوتی ہے یا اس سے مختلف؟ قرآن وحدیث سے مسئلے کو واضح کریں۔

سوال نمبر ۹: اگر جسد مثالی بشکل انسانی نہیں ہوتا تو اس کو مثالی کیسے کہتے ہیں۔ مثالی کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ جسد عنصری کے مثل ہو اگر وہ اس کی مثل نہیں تو مثالی کیسے؟

سوال نمبر ۱۰: اگر جسد مثالی بصورت حیوان ہے تو بتائیں کہ کس کس شخص کو کس کس قسم کا جسم مثالی عطاء کیا جاتا ہے؟

سوال نمبر ۱۱: نبی اور غیر نبی سب کے لئے جسد مثالی برابر ہوتا ہے یا انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے کوئی خصوصی شان کا جسم مثالی ہوتا ہے اگر کوئی فرق ہے تو دلائل سے واضح کریں۔ اگر کوئی فرق نہیں ہے تو بھی دلائل سے واضح کریں؟

سوال نمبر ۱۲: اگر جسد مثالی بصورت حیوان ہوتا ہے تو بتائیں کہ یہ انسان کی تکریم وتعظیم ہوگی یا توہین وتذلیل؟

سوال نمبر ۱۳: اصلی جسد کے ہوتے ہوئے جسد مثالی کو تجویز کرنا اور اس کی تخلیق کرنا کس ضرورت اور کس مجبوری پر مبنی ہے؟

سوال نمبر ۱۴: روح کا جسد مثالی میں باقاعدہ دخول حلول ہوتا ہے یا روح تو باہر رہتی ہے لیکن اس کا تعلق جسد مثالی سے رہتا ہے؟

سوال نمبر ۱۵: اگر روح جسم مثالی میں باقاعدہ حلول کرتی ہے تو کیا یہ ایک تیسری حیات تصور نہ ہوگی جب کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ دو حیاتیں ہیں؟

سوال نمبر ۱۶: کیا آپ کی یہ تیسری زندگی کی روح جسم مثالی میں عود کر آئے ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کے خلاف تو نہ ہوگی؟

سوال نمبر ۱۷: اگر روح جسم مثالی میں باقاعدہ حلول کرتی ہے تو بتائیں کہ یہ تناسخ تو نہ ہوگا؟

سوال نمبر ۱۸: تناسخ دین اسلام میں صحیح نظریہ ہے یا باطل؟

سوال نمبر ۱۹: نیکی اور برائی کرنے میں جسد عنصری روح کا شریک کار تھا اب جزاء وسزا کے لئے جسد مثالی نکل آیا۔ کیا یہ ظلم نہیں ہوگا؟

سوال نمبر ۲۰: دنیا کی جزاء وسزا میں جسد عنصری روح کے ساتھ شامل ہوتا ہے اور قیامت کے دن بھی جزاء وسزا میں یہ دنیا والا جسد عنصری شامل ہوگا تو کیا وجہ کہ عالم قبر وبرزخ میں جسد عنصری کی نفی کر کے جسد مثالی کو جزاء وسزا میں شامل کیا گیا۔ کیا آپ کے پاس اس پر کتاب وسنت کے دلائل میں اگر ہیں تو پیش کریں؟

سوال نمبر ۲۱: جسد عنصری اصلی کو چھوڑ کر جسد مثالی بنانے کی اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت درپیش ہے؟

سوال نمبر ۲۲: آپ کے نزدیک انسان کسے کہتے ہیں روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو یا روح اور جسد مثالی کے مجموعے کو یا صرف روح کو؟

سوال نمبر ۲۳: قرآن مجید میں جو فرمایا گیا: ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم '' اور ''بدء خلق الانسان من طین '' وغیرہ آیات میں کون سا انسان مراد ہے؟

سوال نمبر ۲۴: کیا آپ جسد عنصری کو انسان سمجھتے ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۲۵: اگر جسد عنصری انسان نہیں ہے تو پھر قیامت کے دن اس کا حشر ہوگا یا نہیں؟ اگر حشر ہوگا تو کیوں۔ جب کہ حشر تو انسانوں کا ہوتا ہے۔ اگر یہ انسان ہے تو عالم قبر و برزخ کی جزاء و سزاء میں اس کو کیوں فارغ کر دیا گیا؟

سوال نمبر ۲۶: اگر جسد عنصری انسان نہیں ہے تو معاد جسمانی کا کیا فائدہ؟

سوال نمبر ۲۷: اگر جسد عنصری انسان نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو انسان کیوں کہا ہے؟

سوال نمبر ۲۸: اگر جسد عنصری انسان نہیں ہے تو حشر اجساد کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

سوال نمبر ۲۹: قیامت کے دن روح جسد مثالی سے نکل کر جسد عنصری کی طرف آئے گی؟

سوال نمبر ۳۰: اگر بروز قیامت جسد مثالی سے روح نکلے گی تو کیا یہ جسد مثالی کے لئے موت تصور کی جائے گی یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۱: قیامت کے دن جسد مثالی سے روح کے نکالنے کے بعد اس کو میت کہنا درست ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۲: کیا جب جسد مثالی میت بن جائے گا تو اس پر احکام میت جاری ہوں گی یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۳: جنت اور جہنم میں مثالی جسد جائیں گے یا عنصری؟

سوال نمبر ۳۴: صوفیائے کرام اور اسی طرح بعض دیگر علماء کرام بھی موت کے بعد جسد مثالی کو تجویز کرتے ہیں۔ لیکن وہ حضرات ساتھ ساتھ روح کا جسد عنصری سے تعلق مانتے ہیں۔ قبر میں اس کی طرف اعادہ کے قائل ہیں اور دونوں کی جزا و سزا کے قائل ہیں۔ حتیٰ کہ اسی تعلق کی وجہ سے میت کے سماع کے بھی قائل ہیں۔ اگر تم لوگ صوفیاء کی طرح ان سب امور کے قائل ہو تو پھر اپنا عقیدہ یوں تحریر کر کے جھگڑے کو ختم کرو۔ اگر قائل نہیں ہو تو خواہ مخواہ دھوکہ دینے کے لئے صوفیائے کرام کا نام کیوں استعمال کرتے ہو۔ جب کہ ان کا پورا مذہب قبول نہیں کرتے؟

سوال نمبر ۳۵: بتائیں کہ تمہارا جسد مثالی اور صوفیائے کرام کا جسد مثالی ایک چیز ہے یا دو مختلف چیزیں ہیں یا صرف لفظی مشارکت ہے؟

سوال نمبر ۳۶: حضور اکرم ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے اور بحیثیت نبی اللہ و رسول اللہ متعارف ہوئے تو اس وقت آپ جسد عنصری کے ساتھ تھے یا جسد مثالی کے ساتھ؟ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے لئے شوہر اور بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے والد ٹھہرے تو اس وقت آپ کے ساتھ کون سا جسم تھا؟ آپ نے ہجرت کی، معراج کیا، غار و مزار میں گئے تو اس وقت کون سا جسم آپ کے ساتھ تھا اور آپ کو وفات کس جسم کے ساتھ آئی؟

سوال نمبر ۳۷: حضور اکرم ﷺ کئی جنگوں میں شریک ہوئے جنہیں غزوات کہتے ہی اور بعض غزوات میں آپ ﷺ زخمی ہوئے۔ بتائیں کہ یہاں کون سا جسم شامل حال تھا، جسم عنصری یا مثالی؟

سوال نمبر ۳۸: دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے کئی تکلیفیں اٹھائیں، مشقتیں جھلیں اور پتھر کھائے بتائیں کہ اس وقت کون سا جسد آپ کے شامل حال تھا؟

سوال نمبر ۳۹: حضور اکرم ﷺ کا جسم مبارک روح کے ساتھ وصف نبوت اور وصف رسالت سے موصوف ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۴۰: اگر آپ ﷺ کا جسد اطہر وصف نبوت اور وصف رسالت سے موصوف نہیں ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی وفات کے بعد یہ جملے کیوں استعمال کئے ہیں۔ ''غسل رسول اللہ، کفن رسول اللہ'' اور ''قبر رسول اللہ ﷺ''؟

سوال نمبر ۴۱: عام مومنین مسلمین کے اجساد عنصریہ وصف ایمان اور وصف اسلام سے موصوف ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۴۲: اگر نہیں ہیں تو یہ جنت میں کیسے جائیں گے۔ کیونکہ جنت میں تو مومنین مسلمین جائیں گے۔ اگر یہ اجساد عنصریہ ارواح کے ساتھ مومنین ومسلمین ہیں تو یہ عالم قبر وبرزخ کی جزا وسزا سے کیوں محروم ہیں؟

سوال نمبر ۴۳: اگر حضور اکرم ﷺ کا جسد اطہر روح اقدس کے ساتھ وصف نبوت اور وصف رسالت سے موصوف ہے تو یہ قبر وبرزخ کی حیات سے کیوں محروم ہے اور نعم جنت سے کیوں محروم ہے؟

سوال نمبر ۴۴: حضور اکرم ﷺ کے جسد اطہر کو نبی اللہ ورسول اللہ نہ سمجھنا اسلامی عقیدہ ہے یا کفریہ ہے؟

سوال نمبر ۴۵: اگر آپ ﷺ کے جسد اطہر کو وصف نبوت اور وصف رسالت سے موصوف نہ سمجھا جائے تو کیا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شرف صحابیت باطل تو نہ ہو جائے گا۔ کیونکہ صحابی تو وہ ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ایمان کے ساتھ زیارت کرے اور اس پر ثابت قدم رہے۔ جب کہ صحابہ نے جسد اطہر کو دیکھا اور اس میں موجود روح کو نہ دیکھا تو ان کا شرف صحابیت کیسے باقی رہ سکے گا؟

سوال نمبر ۴۶: سنی لوگ ہمیشہ سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب کی یہ امتیازی شان بیان کرتے چلے آرہے ہیں کہ شیخین کریمین آج تک حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ آپ کے حجرہ مبارک میں آرام فرما ہیں تو جب یہ کہا جائے کہ حجرہ مبارکہ میں مدفون شخصیت نہ نبی اللہ ہے نہ رسول اللہ تو شیخین کی کیا فضیلت باقی رہ جاتی ہے؟

سوال نمبر ۴۷: ایک طرف آپ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں اور ہم حیات برزخیہ کے قائل ہیں۔ دوسری طرف عقیدہ رکھتے ہو کہ آپ ﷺ کا جسد عنصری بغیر تعلق روح کے بے جان ہے۔ اب بتاؤ کہ آپ نے کامل نبی کی حیات کو مانا یا نامکمل نبی کی حیات کو مانا؟

سوال نمبر ۴۸: آپ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے کوئی خصائص یا کمالات ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۴۹: اگر آپ کے نزدیک قبر نبی ﷺ کے کوئی فضائل ہیں تو بیان کرو؟

سوال نمبر ۵۰: زمین کے جس حصہ میں حضور اکرم ﷺ کا جسد عنصری مدفون ہے، اس کو قبر النبی ﷺ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۵۱: اگر آپ حضور اکرم ﷺ کی مزار اطہر کو قبر النبی ﷺ کہتے ہیں تو آپ نے اسے نبی اللہ تسلیم کرلیا۔ اب اسے حیات برزخیہ سے محروم کیوں سمجھتے ہو؟

سوال نمبر ۵۲: اور اگر اسے قبر النبی ﷺ نہیں سمجھتے ہو جب کہ ساری امت اسے قبر النبی ﷺ کہتی ہے تو کیا تمہارا عقیدہ اجماع امت کے مخالف تو نہ ہوگا؟

سوال نمبر ۵۳: ایک شخص عقیدہ رکھتا ہے کہ قیامت کے دن یہی جسد مثالی روح کے ساتھ جنت یا جہنم میں جائیں گے۔ آیا اس شخص کا یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۵۴: ایک شخص عقیدہ رکھتا ہے کہ روح تو جسد مثالی میں ہوتی ہے۔ لیکن قبر کے ثواب عذاب کے لئے روح کا تعلق مدفون مردے سے بھی ہوتا آیا۔ یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۵۵: ایک شخص روح کو جسد مثالی میں داخل سمجھ کر جسم عنصری کے ساتھ ہر قسم کے تعلق کی نفی کرتا ہے۔ آیا اس شخص کا یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۵۶: ایک شخص روح کو جسد مثالی میں مانتا ہے لیکن کہتا ہے کہ جسد عنصری سے تعلق کی نہ نفی کی جائے نہ اثبات بلکہ خاموشی اختیار کی جائے۔ آیا یہ نظریہ صحیح ہے یا فاسد؟

سوال نمبر ۵۷: ایک شخص کہتا ہے کہ جو لوگ قبر و برزخ میں روح کا تعلق جسد عنصری سے مانتے ہیں وہ لوگ قابل ملامت نہیں۔ آیا یہ شخص درست کہتا ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۵۸: جو لوگ کہتے ہیں کہ روح جسد مثالی میں ہے۔ لیکن جسد عنصری میں بغیر تعلق روح کے اتنی حیات اور ادراک پیدا کر دیا جاتا ہے جس سے مردہ انسان ثواب وعقاب کو محسوس کرتا ہے۔ آیا یہ شخص سچ کہتا ہے یا جھوٹ؟

سوال نمبر ۵۹: ایک شخص کہتا ہے روح جسد مثالی میں رہتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کا تعلق مردہ مدفون سے بھی جوڑ دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ زائرین کے سلام کو سن لیتا ہے کہ یہ شخص صحیح کہتا ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۶۰: آپ کے نزدیک جسد عنصری اور جسد مثالی دو الگ الگ حقیقتیں ہیں یا ایک چیز ہیں اور اعتباری فرق ہے۔ یعنی باعتبار عالم دنیا کے مثالی ہے اور باعتبار عالم برزخ کے عنصری ہے آپ کے نزدیک جو حق بات ہو اس کو واضح فرمائیں؟

سوال نمبر ۶۱: روح کا جسد مثالی میں داخل ہو کر حیات برزخی حاصل کرنا ادلہ اربعہ (قرآن وسنت، اجماع امت اور قیاس مجتہد) میں سے کس دلیل سے ثابت ہے؟

سوال نمبر ۶۲: کیا آپ نے حیات برزخیہ کو شب معراج پر تو قیاس نہیں کیا؟

سوال نمبر ۶۳: آپ کے پاس کوئی نص قطعی موجود ہے جس سے ثابت ہو کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شب معراج میں جسد مثالی کے ساتھ آئے تھے؟

سوال نمبر ۶۴: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شب معراج میں کس جسم کے ساتھ آئے تھے، عنصری کے ساتھ یا مثالی کے ساتھ؟ کیا یہ مسئلہ اتفاقی ہے یا اختلافی؟

سوال نمبر ۶۵: اگر یہ مسئلہ اختلافی ہے تو ظاہر ہے کہ اس بارے میں نص قطعی موجود نہیں۔ اگر نص قطعی ہوتی تو اس میں اختلاف نہ ہوتا۔ اب بتائیں بغیر نص قطعی کے آپ نے کیسے اس کا عقیدہ بنالیا۔

سوال نمبر ٦٦: حضور اکرم ﷺ اس وقت حیات دنیوی کے ساتھ زندہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابھی تک وفات نہیں پائی تو کیا یہ انبیاء بھی جسد مثالی کے ساتھ آئے تھے؟

سوال نمبر ٦٧: کیا یہ بات قرین انصاف نہیں ہے کہ جس طرح حضور اکرم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام شب معراج میں اپنے جسد عنصری کے ساتھ تشریف لائے تھے، یہی حال دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا ہو؟

سوال نمبر ٦٨: بر سبیل تنزل اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام جسد مثالی کے ساتھ تشریف لائے تھے تو کیا آپ لوگ حیات برزخیہ کو اس پر قیاس کریں گے؟

سوال نمبر ٦٩: کیا عقیدہ قیاس سے ثابت ہوتا ہے؟

سوال نمبر ٧٠: آپ لوگ حیات برزخیہ کو شب معراج پر قیاس کرتے ہیں اور اگر کوئی شخص حیات اخروی کو شب معراج پر قیاس کر کے یہ عقیدہ رکھے کہ آدمی قیامت کے دن جسد مثالی سے آئے گا تو بتائیں کہ یہ قیاس مقبول ہوگا یا مردود؟

سوال نمبر ٧١: حضور اکرم ﷺ نے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے نام لئے۔ مثلاً آدم، ابراہیم، موسیٰ علیہم السلام وغیرہ وغیرہ! اب بتائیں کہ آدم، ابراہیم، موسیٰ علیہم السلام روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو کہتے ہیں یا روح اور جسد مثالی کے مجموعہ کو؟

سوال نمبر ٧٢: اگر آپ لوگ اپنے جسد مثالی کو حدیث طیور خضر سے ثابت کرتے ہیں تو بتائیں کہ سبز رنگ کے پرندے انسان کی مثل بن سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان انسان ہے اور پرند پرندہ ہے۔ انسان اور پرندے میں کوئی مماثلت نہیں ہے۔ لہٰذا پرندہ کیسے مثالی جسم بن سکتا ہے؟

سوال نمبر ٧٣: حدیث طیور خضر کی تشریح علمائے اسلام یوں بیان فرماتے ہیں کہ سبز رنگ کے پرندے شہدائے کے اسلام کے لئے سواریاں ہیں۔ یعنی سبز رنگ کے پرندوں کی شکل کے طیارے انہیں عطاء کئے جاتے ہیں۔ جن میں وہ بیٹھ کر بشکل انسان جنت کی سیر و سیاحت کرتے ہیں اور ادھر قبروں میں بھی موجود رہتے ہیں۔ جیسے چارپائی پر سویا ہوا شخص جب عالم خواب میں چلا جاتا ہے تو چارپائی پر موجود ہوتے ہوئے مختلف مقامات کی سیر کرتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح شہدائے اسلام اپنی اپنی قبور میں ہوتے ہوئے سبز رنگ کے طیاروں میں اللہ تعالیٰ کی جنت کی سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ ''وما ذلک علی اللہ بعزیز'' اب سوال یہ ہے کہ آپ کو علمائے اسلام کی یہ تشریح قابل قبول ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ٧٤: آپ اگر حدیث ''نسمۃ المومن طائر'' الحدیث سے استدلال کرتے ہیں تو بتائیں کہ یہ حدیث خبر واحد ہے یا متواتر؟

سوال نمبر ٧٥: اگر متواتر ہے تو ثبوت پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ٧٦: اگر یہ حدیث متواتر نہیں ہے بلکہ خبر واحد ہے تو تمہارے عقیدے کی بنیاد کیسے بن گئی؟

سوال نمبر ٧٧: حدیث مذکورہ بالا میں نسمۃ سے کیا مراد ہے۔ روح مجرد مراد ہے یا روح و جسد کا مجموعہ اگر مجموعہ مراد ہے تو کون سا جسد ہوگا۔ عنصری یا مثالی؟

سوال نمبر ٧٨: اہل جنت جنت میں انسانی شکل میں رہیں گے یا حیوانی شکل میں۔ یعنی انسان بن کر رہیں گے یا پرندے؟

سوال نمبر ٧٩: احکام شرعیہ کا مکلف اور قرآن و حدیث کا مخاطب روح انسان ہے یا مکمل انسان؟

سوال نمبر ۸۰: اگر مکمل انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ مکلف اور مخاطب ہے تو کون سا جسد مراد ہے۔ جسد عنصری یا جسد مثالی آپ جو موقف رکھتے ہیں اسے نص قطعی یا حدیث متواتر سے ثابت فرمائیں؟

جھوٹ نمبر ۱۱: کیا بندہ عاجز دیوبندی ہونے سے پہلے بریلوی تھا؟

''الکذاب'' بندہ عاجز پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے:''یہ تحریریں خواہ کسی تونسوی کی ہوں یا رشدی کی پڑھ کر یقین ہوجاتا ہے کہ یہ ملا دیوبندی بننے سے پہلے یقیناً بریلوی رہے ہوں گے۔'' (حبل اللہ ص ۷۵)

قارئین کرام! کیپٹن کے چیلے نے بندہ عاجز پر سفید جھوٹ بولا ہے۔ کیونکہ بندہ عاجز نے علماء دیوبند کے ایک خادم کے گھرانہ میں آنکھ کھولی ہے۔ میری تعلیم تربیت علماء دیوبند نے ہی فرمائی ہے۔ بندہ عاجز ایک منٹ کے لئے بھی کبھی بریلوی نہیں رہا۔ لیکن ''کذاب'' نے مجھ پر جھوٹ بول دیا۔ ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین''

جھوٹ نمبر ۱۲: سیاق وسباق کا لحاظ میں نے نہیں کیا یا کیپٹن نے؟

بندہ عاجز نے اپنی کتاب ''اسلام کے نام پر ہویٰ پرستی'' میں لکھا ہے۔ کیپٹن مسعودالدین قرآن کا منکر تھا۔ قرآن مجید میں بندہ عاجز کی دانست کے مطابق چھ آیات ایسی ہیں جہاں فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایمان دار بندے اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن مسعودالدین عثمانی نے ان چھ آیات کے متعلق لکھ دیا کہ ہم ان کو صحیح نہیں سمجھتے ہیں۔ (۱) سورۃ النساء آیت: ۱۵۰، ۱۵۱، (۲) سورۃ النساء آیت ۱۵۲، (۳) سورۃ الحدید آیت: ۱۹، (۴) سورۃ الحدیث آیت: ۲۱، (۵) سورۃ آل عمران آیت: ۱۷۹، (۶) سورۃ النساء آیت ۱۷۱۔

کیپٹن نے ان سب آیات قرآنیہ کے بارے میں لکھ دیا کہ ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے تو بندہ عاجز نے لکھا کہ جو شخص اتنی آیات کو صحیح نہیں سمجھتا۔ یقیناً وہ کافر ہے۔ لیکن کیپٹن صاحب کا چیلا بندہ عاجز پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ''ملا تونسوی نے کیپٹن کی عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ دیا ہے۔''

حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ بندہ عاجز نے کیپٹن کی عبارت کو سیاق وسباق سے نہیں کاٹا بلکہ خود کیپٹن نے سیاق وسباق کا لحاظ نہیں کیا۔ چنانچہ شروع میں طویل بحث اطاعت و پیروی کی چلائی ہے۔ لیکن یکا یک ایمان کی بات شروع کردی اور لکھ دیا کہ یہ لوگ ''اٰمنوا باللہ ورسلہ'' کی تلقین کرتے ہیں۔ لیکن ہم اسے صحیح نہیں سمجھتے۔ اب سوال یہ ہے کہ سیاق وسباق کا لحاظ میں نے نہیں کیا یا کیپٹن نے؟ کسی نے خوب کہا:

الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

کتنی بڑی ناانصافی کی بات ہے کہ سیاق وسباق کا لحاظ تمہارا گرو نہیں کرتا اور قصور میرے ذمہ لگاتے ہو۔ بہرحال بندہ عاجز نے کیپٹن صاحب کی عبارت کو سیاق وسباق سے نہیں کاٹا بلکہ پینترا تو اسی نے بدلہ ہے اور جھوٹ مجھ پر بول دیا۔ ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین''

سوال نمبر ۸۱: جب کیپٹن اطاعت اور پیروی کی بات کرتا چلا آرہا تھا تو اسے لازم تھا کہ آیات بھی وہی لکھتا جن کا تعلق اطاعت سے ہے۔ بندہ عاجز کا سوال یہ ہے کہ کیپٹن نے موضوع کو چھوڑ کر ایمان کی آیت یعنی ''اٰمنوا باللہ ورسلہ'' کیوں لکھ دی؟

سوال نمبر ۸۲: اگر کیپٹن نے سیاق وسباق کا لحاظ نہ کرتے ہوئے آیات قرآنی لکھ کر پھر ان کو غیر صحیح کہہ کر کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا تھا تو آپ نے کیپٹن کے رسالہ سے کیوں حذف کردیا؟

سوال نمبر ۸۳: جہاں تک تعلق ہے آپ کے اس خدشہ کا کہ کیپٹن کے ساتھ وہی کچھ کیا گیا جیسا کہ ''لا تقربوا الصلوٰۃ'' کے ساتھ کیا گیا ہے وہ خدشہ تو اس موجودہ عبارت میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا تمام عبارت کو تبدیل کرنا بھی فضول ہے تو ایک فضول حرکت کرنے سے آپ کو کیا فائدہ؟ بہرحال ہمارا سوال اب بھی قائم ہے کہ تم نے ''آمنوا باللہ ورسلہ'' کو تبدیل کیوں کیا؟

جھوٹ نمبر ۱۳: کیپٹن کے چیلوں نے اپنے گرو کی اصل عبارت کو اڑا کر اس کی جگہ وہ عبارت لکھی ہے وہ یہ ہے۔ لیکن ہمارے یہ بھائی اپنی دعوت میں اللہ کی بندگی اور انبیاء علیہم السلام کی پیروی اختیار کرنے کا بلاوا دیتے ہیں۔ اس طرح سے ان کے اتباع سنت کے تصور میں کہیں زیادہ وسعت ہے۔ بلکہ ''اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول'' کے تحت ہم اللہ کے آخری رسول ﷺ کی اطاعت ہی تو درست سمجھتے ہیں۔ دعوت اللہ جدید ترمیم شدہ!

قارئین کرام! کیپٹن کے پیروکاروں نے کیپٹن کی کفریہ عبارت کو حذف کر کے جو عبارت اس کی جگہ درج کی ہے وہ ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔ کیونکہ اس کے نام لیواؤں میں سے کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جو یہ کہتا ہو کہ حضور اکرم ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی پیروی کی جائے۔ پس یہ ایک بہت بڑا جھوٹ ہے جو ان کے قلم سے سرزد ہوا اور قیامت تک یہ لوگ اپنے اس جھوٹ کو سچا ثابت نہیں کر سکتے۔

جھوٹ نمبر ۱۴: ''الکذاب'' نے کیپٹن کی جو عبارت تبدیل کر دی ہے، اس کے جواب کے لئے یہ دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''جہاں تک اس کے جواز کا تعلق ہے تو ڈاکٹر صاحب نے کبھی اپنی تحریروں کی اشاعت پر کوئی پابندی نہیں لگائی جس کا اعلان ہم اپنے ہر کتابچے کی آخری سطر میں کر دیتے ہیں۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کی دعوت قرآن وحدیث کی دعوت تھی۔ اس لئے کبھی کوئی حقوق محفوظ نہیں کرائے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی تحریروں کو لوگوں نے اپنے نام سے چھپا کر انٹرنیٹ پر پیش کیا۔ اس دعوت حق میں ہم ڈاکٹر صاحب کے ہم دم وہم قدم رہے اور ان کی وفات کے بعد ان کی تحریک کے امین ہونے کی حیثیت سے اسے لے کر چل رہے ہیں۔ اس لئے بقدر ضرورت تصریف کا حق رکھتے ہیں۔'' (حبل اللہ ص ۷۶)

دیکھئے الکذاب کتنا بڑا جھوٹ بول رہا ہے۔ کیپٹن صاحب نے اپنی تحریروں پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی اور نہ ہی حقوق محفوظ کئے۔ لیکن اس سے کیپٹن کی تحریروں میں تصرف وتحریف کا حق کیسے ثابت ہوا۔ الکذاب نے کیپٹن کی تحریروں میں تصریف اور تحریف ہے۔ جب کہ کیپٹن نے اپنی تحریروں کی اشاعت کی اجازت دی ہے۔ لہٰذا اشاعت کی اجازت سے تصریف اور تحریف کا حق ثابت نہیں ہوتا۔ یہ الکذاب کا سفید جھوٹ ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

جھوٹ نمبر ۱۵: ''الکذاب'' کیپٹن کی کتاب ''عذاب برزخ'' کے حوالہ سے لکھتا ہے: ''مگر افسوس کہ آج دنیا والوں کی اکثریت نے اسی دنیا کی زمین کے ایک خطے کو وہ قبر ماننا شروع کر دیا ہے، جہاں سوال وجواب کے لئے ہر مرنے والے کو اٹھا کر بیٹھایا جاتا ہے۔ پھر قیامت تک اس کے ساتھ عذاب یا راحت کا معاملہ ہوتا رہتا ہے۔'' (حبل اللہ ص ۷۶)

اس عبارت میں کیپٹن قبر کا انکار کر رہا ہے۔ لیکن الکذاب جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مردے کے مدفن کو قبر کہنے سے کسی کو اختلاف نہیں۔'' (حبل اللہ ص ۷۶)

سوال نمبر ۸۴: ''الکذاب'' نے لکھا ہے: ''ہم کیپٹن کی تحریک کے امین ہونے کی حیثیت سے اسے لے کر چل رہے ہیں۔ اس لئے بقدر ضرورت تصریف کا حق رکھتے ہیں۔''

اب سوال یہ ہے کہ اگر تم کیپٹن کی تحریف کے ''امین'' ہو تو تم نے کیپٹن کی تحریروں میں تحریف کیوں کی ہے۔ کیا جو شخص اپنے روحانی باپ کی باتوں میں تصریف اور تحریف کرے تو کیا وہ امین کہلانے کا حق دار ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۶: ''الکذاب'' لکھا ہے: ''ڈاکٹر صاحب کے نزدیک جسد عنصری کا مدفن قبر نہیں بلکہ روح کے مقام قیام کا نام قبر ہے۔''

اور چند سطر آگے لکھ رہا ہے کہ: ''ڈاکٹر صاحب کی مذکورہ تحریر میں کہیں بھی نفس قبر کا انکار نہیں مردے کے مدفن کو قبر کہنے سے کسی کو انکار نہیں۔'' (حبل اللہ ص ۷۶)

یہاں ''الکذاب'' نے دو متضاد باتیں کہہ دی ہیں۔ ایک جگہ کہا ہے کہ جسد عنصری کا مدفن قبر نہیں اور دوسری جگہ لکھ دیا ہے کہ مردے کے مدفن کو ''قبر'' کہنے سے کسی کو انکار ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ دونوں باتیں بیک وقت سچی نہیں ہوسکتیں۔ لہٰذا یقیناً ایک سچ ہے اور دوسرا جھوٹ۔

جھوٹ نمبر ۱۷: ''الکذاب'' جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ڈاکٹر صاحب پر ان آیات کے انکار کرنے کا الزام لگاتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب اس خطہ زمین کو قبر نہیں کہتے۔ جس میں مرنے کے بعد انسان کا ٹھکانہ بنتا ہے بلکہ آسمان وغیرہ ہے۔ اس موقع پر ہم کچھ کہنے کے بجائے ملا تونسوی اور ان کے حواریوں کو توجہ ان کے اپنے اکابرین کے مذکورہ صدر اقوال کی طرف مبذول کرائیں گے۔ جن میں مردے کے قیام کے لئے اس دنیاوی قبر کے علاوہ کوئی اور ہی مقام بنایا گیا ہے۔ پڑھئے اور فیصلہ کیجئے کہ ''من الکذاب الاشر'' (حبل اللہ ص ۸۰)

پہلی گزارش تو یہ ہے کہ بندہ عاجز نے جن آیات بنیات سے ثابت کیا ہے کہ مدفن ارضی ہر مردہ انسان کا ٹھکانہ ہے تو الکذاب کے پاس ان دلائل کا کوئی جواب نہ تھا۔ پس مجبور ہو کر بندہ عاجز کے اکابر علماء کی عبارات کا سہارا لینے کی کوشش کی۔ لیکن بے سود۔ کیونکہ ہمارے کسی بزرگ اور عالم نے مدفن ارضی کے علاوہ کسی اور مقام کو قبر نہیں کہا بلکہ تمام علماء اسلام مدفن ارضی سمیت مردہ انسان کی ہر جگہ کو قبر کہتے ہیں۔ البتہ فرماتے ہیں کہ مدفن ارضی حقیقی قبر ہے اور دوسرے مقامات مجازی قبر ہیں۔ بہر حال ہمارے اکابر مردہ انسان کے ٹھکانے کو قبر کہتے ہیں۔ لیکن الکذاب اکابر پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہیں: ''جن میں مردے کے قیام کے لئے اس دنیاوی قبر کے علاوہ کوئی اور ہی مقام بتایا گیا ہے۔''

ہمارے اکابر پر یہ سفید جھوٹ ہے۔ تمام علماء اسلام مدفن ارضی سمیت مردہ انسان کے ہر ٹھکانے کو قبر کہتے ہیں۔ مدفن ارضی کے قبر ہونے کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ البتہ کاذبین کی سمجھ کا قصور ہے۔ یہ لوگ اکابر کی باتیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ اکابر کی باتوں کو اپنی تائید میں پیش کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ کوئی عالم دین نہ ان کے ہم عقیدہ ہے اور نہ ان کے ہم خیال۔ البتہ ان کے سوء فہمی کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے۔ کیونکہ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے۔ ''ومن یضللہ فلا ھادی لہ''

جھوٹ نمبر ۱۸: بندہ عاجز نے اپنی کتاب ''اسلام کے نام پر ہوی پرستی'' میں یہ بات کھول کھول کر بیان کی ہے کہ قانون اور قدرت کے درمیان کوئی ایسا تضاد نہیں ہے بلکہ بہت سے مواقع ایسے ہیں جہاں قانون خداوندی اور قدرت خداوندی کا حسین امتزاج ہوتا ہے۔ مثلاً مرد اور عورت کے ملاپ سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ قانون

خداوندی کے تحت بھی ہے اور قدرت باری تعالیٰ کا مظہر اتم بھی ہے تو یہاں قانون اور قدرت دونوں جمع ہو رہے ہیں۔ اسی طرح گائے اور بھینس کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ جو دودھ بناتے ہیں تو وہ قانون خداوندی اور قدرت باری تعالیٰ کا حسین امتزاج ہے۔ بعینہٖ قبر میں مردہ انسان کو جزاء وسزا دینا بھی قانون وقدرت کا حسین امتزاج ہے۔ لیکن کاذبین کی سمجھ اتنی قاصر ہے کہ اتنی موٹی سی بات کو نہیں سمجھ سکتے۔ چنانچہ جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ملا جی سے ہم مؤدبانہ عرض کرتے ہیں کہ قدرت اور قانون دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔'' (حبل اللہ ص ۸۰)

یقین جانئے! الکذاب کا یہ سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ ہر جگہ قدرت اور قانون میں تضاد نہیں ہوتا بلکہ بعض مقامات پر یہ دونوں جمع بھی ہو سکتے ہیں۔ دلائل ہم نے پیش کر دیئے ہیں۔ ان میں غور فرمائیں تاکہ جھوٹوں کا جھوٹ آپ کے سامنے واضح ہو جائے۔

دو چیزوں کو ایک نام سے یاد کرنا **تغلیب** ہے یا تغلب؟

بندہ عاجز نے اپنی کتاب ''اسلام کے نام پر ہوئی پرستی'' میں لکھا کہ قرآن وحدیث میں ہزاروں جگہ لفظ قبر استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ قبر سے مراد دفن ارضی ہے۔ کسی ایک جگہ پر بھی قبر سے مراد روح کی قبر نہیں لی گئی۔ البتہ کیپٹن کو بخاری شریف کی ایک حدیث شریف میں ناخن اڑانے کی گنجائش مل گئی تو جھٹ اسے اپنی دلیل بنا لیا۔ حالانکہ وہ ایک حدیث بھی کیپٹن کی دلیل نہیں ہے۔ پہلے آپ وہ حدیث سنئے۔ پھر اس کے جھوٹ کو واضح کیا جائے گا۔ حدیث یہ ہے کہ: ''حضور اکرم ﷺ کا گزر ایک یہودی کے جنازہ پر ہوا جس پر اس کے اہل وعیال رو رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔'' کیپٹن کا طرز استدلال یہ ہے کہ چونکہ وہ یہودی میت ابھی تک دفن نہیں ہوئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے تو معلوم ہوا کہ قبر مدفن ارضی کے علاوہ کسی اور جگہ کا نام ہے۔

تو بندہ عاجز نے کیپٹن کے استدلال کے سات جوابات دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک جواب یہ تھا کہ قبر سے باہر والی کارروائی کو ''**تغلیباً**'' عذاب قبر کہا گیا ہے۔ کیونکہ عذاب کا اکثر حصہ قبر میں دیا جاتا ہے اور یہ **تغلیب** قرآن مجید میں بھی استعمال ہوئی ہے۔ جیسے والدین ماں باپ کو کہا جاتا ہے۔ حالانکہ بچے کو جننے والی ماں ہوتی ہے۔ باپ تو جننے والا نہیں ہے۔ لیکن **تغلیباً** ماں باپ دونوں کو والدین کہا جاتا ہے۔ اسی طرح چاند اور سورج کو **تغلیباً** **شمسین** یا قمرین کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ظہر اور عصر کو عصرین کہا جاتا ہے۔ مغرب اور عشاء کو عشائین کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو **تغلیباً** حسنین کریمین کہا جاتا ہے۔ الغرض **تغلیب** ایک علمی اصطلاح ہے جو قرآن وحدیث اور عربی زبان میں بکثرت استعمال ہوئی ہے۔ لیکن الکذاب نے اس علمی اصطلاح کا انکار کرتے ہوئے اسے ''**تغلب**'' قرار دیا ہے جو ایک سفید جھوٹ ہے۔ باقی ہر آدمی مرنے کے بعد عالم قبر وبرزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ''فی قبرھا'' کے لفظ بھی درست ہیں۔ لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ الکذاب نے مسلم شریف کے حوالہ سے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ یہ ہیں: ''انما مرت علی رسول اللہ ﷺ جنازۃ یھودی وھم یبکون علیہ فقال انتم تبکون وانہ لیعذب'' اس روایت میں ''فی قبرھا'' کا لفظ ہی نہیں ہے تو کیپٹن کا استدلال خود بخود باطل ہو گیا۔

جس حدیث سے استدلال اس کا انکار

کیپٹن کے چیلے الکذاب نے اپنے مضمون میں کئی بار اس بات کو دہرایا کہ حضور اکرم ﷺ کا گزر یہودی

لاش پر ہوا اور حضور اکرم ﷺ نے اسی مردہ لاش کے بارے میں فرمایا کہ اسی کو عذاب ہو رہا ہے۔ لیکن کیپٹن اور ان کے پیروکاروں کا عقیدہ کہ مردہ لاش کو عذاب ہوتا ہی نہیں تو جب اس حدیث پر ان کا ایمان ہی نہیں ہے تو اس سے استدلال کیسے درست ہوگا؟

سوال نمبر ۸۵: اگر کیپٹن اس حدیث سے استدلال کرتا ہے کہ قبر یہ مدفن ارضی نہیں ہے بلکہ کوئی اور مقام ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہو کہ قبر سے مراد روح کی قبر ہے۔ اگر حدیث میں یہ بات نہیں ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ کہیں قرآن شریف میں اللہ نے فرمایا ہے کہ قبر سے مراد روح کی قبر ہے۔ اگر اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے کہیں نہیں فرمایا کہ روح کی بھی قبر ہوتی ہے تو کیپٹن کو کیا حق ہے کہ وہ خواہش نفس سے یہ کہتا ہے کہ قبر سے مراد روح کی قبر ہے۔ کیپٹن کو کیا حق ہے کہ وہ قرآن وحدیث میں اپنی رائے کو دخل دے۔

جھوٹ نمبر ۱۹: ''الکذاب'' جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے: ''مگر عذاب یا راحت تو ہر ایک کے لئے ہے جس کے لئے عالم برزخ میں ایک مقام عطاء ہوتا ہے۔ جہاں ایک دوسرا جسم بھی دیا جاتا ہے جو وہاں عذاب وراحت کو محسوس کرتا ہے اور ایسا کہنا قرآن کا انکار نہیں بلکہ قرآن کی تعلیمات کا اثبات ہے۔'' (حبل اللہ ص ۷۶)

''الکذاب'' کا یہ سفید جھوٹ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی تعلیم نہیں دی کہ مرنے والے کو عالم قبر و برزخ میں کوئی دوسرا جسم عطاء کیا جاتا ہے اگر کسی آیت میں ایسی تعلیم موجود ہے تو وہ پیش کریں۔ قیامت تک یہ لوگ کوئی ایسی آیت پیش نہیں کر سکتے جس میں کسی دوسرے جسم کا ذکر ہو۔

جھوٹ نمبر ۲۰: ''الکذاب'' جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے: ''چونکہ ہمارا مسلک قرآن وحدیث کی پیروی کرنا ہے اس لئے عقائد بھی ہم نے وہی اختیار کئے ہیں جو انہی سے ثابت ہیں۔'' (حبل اللہ ص ۷۶)

''الکذاب'' کا یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ ان کا کوئی نیا عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہے بلکہ ان کے نئے عقائد ان کی خواہش نفسانیہ کی ایجاد ہیں۔ خانہ زاد عقائد کو قرآن وحدیث کہنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۱: ''الکذاب'' جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے: ''دلچسپ بات تو یہ ہے کہ جن عقائد کو ''نیا عقیدہ'' گردان کو ہم پر طنز کیا جا رہا ہے وہ تو خود ان کے اکابرین کے بھی عقائد رہے ہیں۔'' (حبل اللہ ص ۷۶)

ہمارے اکابر پر یہ سفید جھوٹ ہے۔ علماء اہل سنت دیوبند میں سے کوئی ایک عالم بھی ایسا نہیں ہے جو ان کے نئے عقائد کی تائید کرتا ہو۔ کیونکہ سب علماء اہل سنت اسی ارضی مدفن کو قبر کہتے ہیں۔ اسی میں اعادہ روح کے قائل ہیں۔ وہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے قائل ہیں اور سماع موتی فی الجملہ کے بھی قائل ہیں۔ جن کتابوں میں ''الکذاب'' اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے ادھوری عبارتیں پیش کر رہا ہے اور اصل حقائق کو چھپا رہا ہے۔ ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین''

علماء اسلام کی نا تمام عبارات کا سہارا اور اس کی حقیقت

کیپٹن کا چیلا ''الکذاب'' بار بار علمائے اسلام کی ادھوری اور نا تمام عبارات پیش کر کے سادہ لوح عوام کو یہ باور کرا رہا ہے کہ یہ سب حضرات ہمارے ہم عقیدہ ہیں اور ہماری تائید کرنے والے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ خلاف حقیقت ہے۔ کیونکہ علمائے اسلام میں سے کوئی عالم دین ایسا نہیں ہے۔ جو ان کے ہم عقیدہ اور ہم خیال ہو۔ بندہ عاجز نے اس بات کی تو پوری پوری وضاحت کر دی ہے۔ امید ہے کہ یہ دھوکہ باز کسی سادہ لوح انسان کو دھوکہ میں

مبتلاء نہ کر سکیں گے۔ البتہ اکابر کے دامن میں پناہ لینے کی حقیقت بھی آپ کے سامنے واضح کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کی بیوی بہت بڑی زبان دراز تھی اور زبان درازی کیا کرتی تھی۔ اتفاق سے ایک دن خاوند کو غصہ آ گیا اور اس نے ڈنڈا اٹھایا اور بیوی کی پٹائی شروع کر دی۔ جب عورت کے سر پر ڈنڈے پڑے تو بھاگی خاوند کے باپ دادے کے دامن میں پناہ لینے کے لئے مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ تو خاوند کہنے لگا: ''اری کم بخت! تو نے میرے اس سارے خاندان کو گالیاں دی ہیں اور زبان درازی کی ہے اور اسی زبان درازی کی سزا مل رہی ہے۔ لہٰذا تجھے ان کے دامن میں پناہ نہیں ملے گی اور نہ ہی تجھے حق بنتا ہے کہ ایسے لوگوں کی پناہ لے جن کو تو نے گالیاں دی ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح یہ کیپٹن اور اس کے چیلے ہمارے اکابر علمائے اسلام پر فتویٰ بازی کرتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں اور جب ہماری طرف سے ان پر دلائل کے ڈنڈے پڑتے ہیں تو دوڑ کر انہی بزرگوں کی پناہ میں آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کا سہارا لیتے ہیں اور کبھی نانوتوی صاحب رحمہ اللہ کا اور کبھی نعمانی صاحب رحمہ اللہ کا وغیرہ وغیرہ!''

الغرض ان ظالموں کو ہمارے اکابر کے دامن میں کوئی پناہ نہیں ملے گی اور نہ ہی ان کو اکابر کے دامن میں پناہ لینے کا حق ہے۔ ان کو چاہئے کہ ہمارے سامنے بیٹھیں اور دلائل کے ڈنڈے کھائیں اکابر علماء اسلام کے بجائے کوئی اور جائے پناہ تلاش کریں۔ لیکن الحمد للہ! ایسے زبان دراز جھوٹوں کو نہ کہیں پناہ ملے گی اور نہ ہی چھپنے کی جگہ نہ قرآن وحدیث میں نہ ہی اکابر کی باتوں میں۔ کیونکہ ان لوگوں نے خواہش نفسانی سے اپنا عقیدہ گھڑا ہے اور خواہش نفس کا نام قرآن وحدیث اور توحید رکھ دیا ہے۔ ''افریت من اتخذا الھہ ھوہ و اضلہ اللہ علی علم و ختم علی سمعہ و قلبہ و جعل علی بصرہ غشوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلاتذکرون''

الکذاب کا غلط ترجمہ: ''الکذاب'' نے موضوعات کبیر کا غلط ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''موضوعات کبیر یعنی بڑی گھڑی ہوئی روایات میں بیان کیا ہے۔'' (حبل اللہ ص ۸۲)

قارئین کرام! موضوعات کبیر کا یہ معنی نہیں ہے جو الکذاب نے بیان کیا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ بڑی کتاب جو موضوعات پر لکھی گئی ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۲: بندہ عاجز نے اپنی کتاب ''اسلام کے نام پر ہویٰ پرستی'' میں یہ اصول لکھا ہے کہ جس حدیث کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے جس حدیث سے کوئی فقیہ استدلال کرے اور حدیث مختلف سندوں سے مروی ہو تو وہ حدیث مقبول کے درجہ میں شمار ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہی کیوں نہ ہو تو ''الکذاب'' اس اصول کی تردید کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''اصول حدیث پر ابن حجر کی نخبۃ الفکر محمود الطحان کے مصطلح الحدیث صبحی صالحی کی علوم الحدیث وغیرہ کئی کتابیں دیکھیں مگر ملا تونسوی کا تلقی بالقبول والا انوکھا اصول کہیں نہیں مل سکا۔'' (حبل اللہ ص ۸۲)

حالانکہ تلقی بالقبول کا اصول صحیح ہے اور اصول حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ دیکھئے (تدریب الراوی ص ۲۵) احکام القرآن للجصاص وغیرہ جو اصول کتابوں میں موجود ہے۔ اس کے بارے میں کہنا کہ کسی کتاب میں نہیں ہے۔ سفید جھوٹ ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

جھوٹ نمبر ۲۳: ''الکذاب'' لکھتا ہے: ''ملا تونسوی نے بیسیوں مقامات پر اپنے مسلکی مولویوں کے اقوال ومواقف کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علماء اسلام یہ فرماتے ہیں۔ جس سے ان کی مراد دیوبندی علماء ہوتے ہیں۔'' (حبل اللہ ص ۸۲)

یقین جانئے الکذاب کا یہ سفید جھوٹ ہے۔ بندہ عاجز کی مراد علماء اسلام سے تمام علماء اسلام ہیں جو اہل السنۃ والجماعۃ سے وابستہ ہیں۔ خواہ وہ علمائے دیوبند ہوں یا ان سے پہلے الغرض بندہ عاجز تمام اہل السنت کے علماء کو علماء اسلام کہتا ہے۔

الکذاب کا کتمان حق: ''الکذاب'' نے اپنے مضمون میں لکھا ہے: ''لطیفہ یہ ہے کہ مخالفین حق کی ایک نشانی حدیث کی رو سے انہوں نے سرمنڈوانا بھی بیان کیا ہے جو بکثرت انہی میں پائی جاتی ہے۔'' (حبل اللہ ص ۸۲)

حالانکہ بندہ عاجز نے فائدہ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا دیا ہے: ''(ف) ان حدیثوں میں خارجیوں کی علامت سرمنڈانا بتایا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت اس فتنہ کا بانی سرمنڈا تھا جب کہ عرب میں عام رواج بال رکھنے کا تھا۔ لہٰذا ان روایات سے سرمنڈانے کی مذمت اخذ کرنا یا ہر سرمنڈے کو خارجی سمجھ لینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ سرمنڈانا خصوصاً حج کے موقع پر دین اسلام کی علامات میں سے ہے۔ دیکھئے قرآن مجید کی تلاوت بھی ان لوگوں کی علامات میں بیان کی گئی ہے۔ لیکن تلاوت کو برا نہیں سمجھا جائے گا۔'' (اسلام کے نام پر ہوئی پرستی ص ۶۳)

حقائق کو چھپا کر ادھوری بات نقل کرنا کتمان حق کہلاتا ہے۔

الکذاب کی کج فہمی: بندہ عاجز نے اپنی کتاب ''اسلام کے نام پر ہوئی پرستی'' میں لکھا ہے: ''معمولی اختلافات کے باوجود یہ سب اہل حق اور اہل سنت ہیں۔''

بندہ عاجز کی اس بات پر ''الکذاب'' بہت سیخ پا ہوا اور بڑی طویل لفاظی کی جس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ائمہ کرام کے اجتہادی اختلافات کو منصوص من اللہ احکامات پر قیاس کر لیا۔ حالانکہ اجتہادی مسائل میں اختلاف منصوص من اللہ احکامات جیسا ہرگز نہیں ہوتا۔ اجتہاد کا اختلاف تو خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی موجود تھا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اختلافات کو صحیح اور برحق قرار دیا۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو قبیلہ بنی قریظہ کی طرف بھیجا اور ارشاد فرمایا: ''لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظة'' یعنی تم میں سے کوئی ایک شخص ہرگز عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں اور جب یہ حضرات روانہ ہوئے تو وہاں پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب لیتے ہوئے عصر کی نماز راستہ میں پڑھ لی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ جلدی جلدی روانہ ہو جاؤ اور عصر کی نماز وہاں جا کر ادا کرو۔

جب کہ بعض دوسرے صحابہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے عصر کی نماز وقت ہو جانے کے باوجود راستہ میں ادا نہ کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان دونوں جماعتوں کا حال بیان کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر نکیر نہ فرمائی بلکہ دونوں حضرات کے اجتہاد کی تائید فرما دی تو معلوم ہوا کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔ کسی ایک جانب کو حق قرار دے کر دوسرے کو غلط کہنا خود غلط ہے۔ لیکن افسوس کہ کیپٹن کے کج فہم چیلے نے اجتہادی مسائل کو منصوص قرار دے کر بات کا بتنگڑ بنا دیا ہے۔

سخن شناس نہی دلبر خطا ایں جا است

ابوداؤد، نسائی، دارمی اور مشکوۃ شریف میں حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے مبارک دور میں دو آدمی سفر پر تھے اور نماز کا وقت ہو گیا تو انہوں نے تیمم کر کے نماز ادا کی تھوڑی دیر چلے۔ ابھی نماز کا وقت باقی تھا کہ ان کو پانی مل گیا۔ ایک صاحب نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھی اور دوسرے صاحب نے کہا کہ میں نے اللہ کے حکم کے مطابق نماز ادا کر دی ہے۔ لہٰذا مجھے دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ان دونوں حضرات کا حال اللہ کے نبی ﷺ کو معلوم ہوا۔ آپ نے دونوں کی تصویب فرمائی اور کسی ایک کو غلط اور ناحق قرار نہ دیا تو معلوم ہوا کہ بعض اختلافات ایسے ہیں۔ جہاں دونوں جانب حق ہوتی ہیں اور کسی ایک جانب کو لے کر دوسری جانب کو غلط قرار دینا خود غلط ہے۔

نیز (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۹۲) پر حضور اکرم ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ جب کوئی مجتہد اجتہاد کرتا ہے۔ پس اگر صواب کو پہنچ جائے تو اس کو دہرا ثواب ہوگا اور اگر خطا کر جائے تو ایک اجر اس کو بھی ملے گا۔

اب فرمایئے جناب کیپٹن کے چیلے کہ اللہ کے نبی ﷺ تو اجتہادی مسائل میں ہر حال میں مجتہد کو اجر وثواب کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ جب کہ کیپٹن کا چیلا ایسے مسائل میں ایک جانب کو لے کر دوسری جانب کو نا معلوم کیا کچھ کہہ رہا ہے۔ یہ بنیادی طور پر کیپٹن کے چیلے کی کج فہمی جس میں خود بھی مبتلا ہے اور دوسری کو بھی مبتلا کر رہا ہے۔

''اعاذنا اللہ من سوء الفھم فی الدین و الدنیا''

سوال نمبر ۸۶: جہاں احادیث میں اختلاف ہے۔ وہاں کیپٹن کا چیلا کیا کرے گا۔ مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے گوشت کھایا اور وضو کیا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے گوشت کھایا اور وضو نہ کیا؟

سوال نمبر ۸۷: قرآن مجید کی سات قرائتیں ہیں اور ہر قرأت دوسری قرأت سے مختلف ہے۔ کیا کیپٹن کا چیلا قرأت کے اختلاف کو اختلاف مذموم پر محمول کرے گا؟

حقیقت یہ ہے کہ قرأت کا اختلاف احادیث کا اختلاف صحابہ کا اختلاف اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف قطعاً مذموم نہیں ہے بلکہ یہ تو محمود ہے۔ لیکن افسوس کہ کیپٹن کے چیلوں کو یہ حق بات ہضم نہیں ہو رہی ہے بلکہ اختلاف محمود کو مذموم قرار دے کر اس پر برس رہے ہیں اور قسم قسم کی گل افشانیاں کر رہے ہیں۔

کیپٹن کا چیلا لفظ ''قروٓ'' کا ترجمہ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا۔ کیپٹن کے چیلا نے قرآن مجید کی آیت لکھی:

''والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء (البقرۃ:۲۲۸)''

اس آیت کا ترجمہ یوں کیا۔ ''طلاق والیاں خود کو (نکاح ثانی سے) تین قروء تک روکے رکھیں۔'' اب سوال یہ ہے کہ الکذاب نے لفظ قروء کا ترجمہ کیوں نہ کیا اور کون جانے کہ قروء سے کیا مراد ہے؟ لیکن یہ شخص لفظ قروء کا ترجمہ اس لئے چھوڑ دیا کہ احناف کے نزدیک قروء کا معنی ''حیض'' ہے۔ یعنی مطلقہ عورتوں کی عدت تین حیض ہیں اور شوافع کے نزدیک قروء کا معنی ''طہر'' ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک مطلقہ عورتوں کی عدت تین طہر ہے۔ لیکن ''الکذاب'' نے ان دونوں معنوں کو مسلک پرستوں کا معنی قرار دے کر غلط قرار دے دیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ جب حنفیوں اور شافعیوں کا معنی تو غلط ہے۔ لیکن لفظ قروء کا صحیح معنی کیا ہے؟ جب کہ لغت میں قروء کے دو ہی معنی ہیں۔ حیض اور طہر اور کوئی تیسرا معنی نہ ہے تو مجبور ہو کر الکذاب نے قروء کا معنی کرنا ہی چھوڑ دیا۔ لیکن سوال تو اب بھی قائم ہے کہ قروء کا کیا معنی ہے جس کا جواب کیپٹن کے چیلے کے ذمہ ہے۔ ان شاء اللہ! قیامت تک اس کا

ترجمہ نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ اگر وہ اس لفظ کا معنی حیض کرے گا تو ''مسلک پرستوں'' کی تائید ہوگی اور اگر اس کا معنی طہر کرے گا تو بھی ''مسلک پرستوں'' کی تائید ہوگی۔ اس لئے تو الکذاب نے اس لفظ کا ترجمہ کرنے سے چپ سادھ لی ہے۔

سوال نمبر ۸۸: احناف کی عورتوں کی عدت تین ماہ واریاں ہیں۔ جب کہ شوافع کی عورتوں کی عدت تین طہر ہیں۔ لیکن کیپٹن کے چیلو! تم بتاؤ کہ تمہاری مطلقہ عورتوں کی عدت کس طرح پوری ہوگی؟

(فائدہ) بندہ عاجز نے یہ بات واضح کردی ہے کہ ائمہ مجتہدین کا اختلاف معمولی اور فروعی اختلاف ہے۔ اس سے کسی قسم کے سنگین نتائج برآمد نہیں ہوتے۔ لہٰذا حنفیوں، شافعیوں کا عمل اپنے اپنے مقام پر درست ہے۔ کسی ایک کو غلط قرار دینا خود غلط ہے اور اس سے سنگین نتائج برآمد کرنا ان لوگوں کا کام ہے، جن کے دل ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔

جھوٹ نمبر ۲۴: کیا حیات برزخی حیات ہے یا نہ؟

پس منظر: بندہ عاجز نے اپنی کتاب ''اسلام کے نام پر ہوئی پرستی'' میں یہ بات خوب واضح کی ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان سے قبر کا حساب و کتاب لیا جاتا ہے۔ بعد میں روح اور جسم کے مابین ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان قبر کی جزا و سزا کو محسوس کرتا ہے۔ اس پر منکرین حیات قبر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر قبر میں حیات مانی جائے تو یہ تیسری زندگی ہوگی۔ جب کہ قرآن مجید میں دو زندگیوں کا ذکر ہے۔ اس کے جواب میں بندہ عاجز نے لکھا کہ قرآن مجید میں دو ایسی زندگیاں مذکور ہیں جو کامل اور مکمل ہیں۔ یعنی ایک دنیا کی زندگی اور ایک آخرت کی زندگی۔ کیونکہ ان دونوں زندگیوں میں روح جسم میں داخل ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کو کامل مکمل حیات حاصل ہوتی ہے۔

باقی رہی قبر کی زندگی تو وہ نوع من الحیات ہے اور اسے دنیا کی زندگی کا تتمہ بھی کہہ سکتے ہیں اور آخرت کی زندگی کا مقدمہ بھی خلاصہ یہ کہ قبر کی زندگی یا تو دنیا کی زندگی میں شامل ہے یا پھر آخرت کی زندگی میں شامل ہے۔ اس لئے اس کو علیحدہ ذکر نہیں کیا گیا۔ ویسے قرآن مجید کی درجنوں آیات سے حیات قبر و برزخ ثابت ہے۔ نیز قرآن مجید کی وہ آیت جہاں سے دو موتوں اور دو حیاتوں کا ذکر ہے۔ وہاں بھی بہت سے مفسرین کرام نے ایک دنیا کی زندگی دوسری قبر و برزخ کی زندگی مراد لی ہے اور آخرت کی زندگی کو ''ثم الیہ ترجعون'' سے ثابت کیا ہے۔ بہر حال قبر کی زندگی ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن بندہ عاجز نے منکرین حیات قبر کے اس اعتراض کا ایک الزامی جواب یہ بھی دیا ہے کہ تم لوگ بھی تیسری زندگی بلکہ تیری موت کے قائل ہو ایک دنیا کی زندگی ایک برزخ کی زندگی اور ایک عالم آخرت کی زندگی اسی طرح ایک موت عدم محض کی دوسری دنیا کی تیسری یہ کہ جب قیامت قائم ہوگی تو جسد مثالی سے روح نکالی جائے گی اور دنیا والے جسد میں لوٹائی جائے گی تو جسد مثالی سے روح کا نکلنا اس کی موت ہے تو خود تمہارے عقیدہ کے مطابق تین زندگیاں بن گئی اور تین موتیں یہ خود قرآن کے خلاف ہے۔ جہاں تک تعلق ہے۔ علماء اسلام کے عقیدے کا یعنی حیات قبر کے عقیدے کا تو وہ دو زندگیوں کے قطعاً مخالف نہیں ہیں۔ کیونکہ قبر کی زندگی نوع من الحیات ہونے کی وجہ سے یا تو دنیا کی زندگی میں شامل ہے یا پھر آخرت کی زندگی میں لیکن تم لوگ تو مستقل طور پر تین زندگیوں اور تین موتوں کے قائل ہو۔ لہٰذا تمہارا یہ عقیدہ قرآن کے سخت خلاف ہے۔ چونکہ بندہ عاجز کی یہ دلیل بہت وزنی تھی جس کا جواب

منکرین کے بس کا روگ نہ تھا۔ چنانچہ عاجز اور بے بس ہو کر یہ کہہ دیا کہ برزخ کی زندگی کوئی زندگی نہ ہے۔ چنانچہ کیپٹن کا چیلا الکذاب لکھتا ہے: ''اس لئے برزخی حیات کا نظریہ کوئی تیسری حیات نہیں دیتا۔'' (حب اللہ ص ۸۵)

دیکھئے برزخی زندگی کو تسلیم بھی کر رہا ہے اور ساتھ ساتھ اس کا انکار بھی کر رہا ہے۔ اس سے بڑا جھوٹ دنیا میں نہیں سنا گیا۔

سوال نمبر ۸۹: آپ کے عقیدے کے مطابق موت کے بعد روح دوسرے جسم میں داخل کر دی گئی اور روح دوسری جسم کے ساتھ کھاتی ہے، پیتی ہے، چلتی پھرتی ہے۔ شام کے وقت عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں جا بیٹھتی ہے۔ سنتی ہے، بولتی ہے تو کیا اسے زندہ کہیں گے یا مردہ؟

سوال نمبر ۹۰: حیات برزخی اگر کوئی حیات نہیں ہے تو آپ نے بار بار حیات برزخی کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے؟

سوال نمبر ۹۱: کیپٹن کے ایک رسالہ کا نام ہے ''عذاب برزخ'' اب یہ بتائیں کہ عذاب زندہ کو ہوتا ہے یا مردہ کو؟

سوال نمبر ۹۲: کیپٹن کے ایک رسالہ کا نام ہے۔ ''نبی ﷺ اور شہداء اللہ کے پاس جنت میں زندہ ہیں۔ قبروں میں نہیں۔'' اب بتائیں کیپٹن تو کہتا ہے نبی اور شہداء اللہ کے پاس زندہ ہیں اور آپ کہتے ہیں برزخ کی کوئی زندگی نہیں۔ اب بتائیں آپ نے جھوٹ بولا ہے یا کیپٹن نے؟

سوال نمبر ۹۳: اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اور کیپٹن کا چیلا کہتا ہے کہ برزخ کی زندگی کوئی زندگی نہیں ہے۔ بتایئے چیلے کی یہ بات قرآن کے موافق ہے یا مخالف؟

سوال نمبر ۹۴: یہ کس نے کہا ہے کہ روح کا تعلق دنیوی جسد کے ساتھ ہو تو یہ حیات ہے اور اگر کسی دوسرے جسد کے ساتھ ہو تو حیات نہیں ہے۔ اگر یہ بات قرآن میں ہے تو آیت پیش کرو۔ اگر یہ بات حدیث میں لکھی ہے تو حدیث پیش کرو۔ الغرض یہ بات کس نے کہی ہے۔ اس کا نام پیش کرو اگر کسی نے نہیں کہی تو کیا ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین'' اس موقع پر پڑھا جائے گا یا نہیں؟

جھوٹ نمبر ۲۵: کیپٹن کا چیلا ''الکذاب'' لکھا ہے: ''وفات النبی ﷺ کے ثبوت میں قرآنی آیات کی روشنی میں کی جانے والی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس کا یقین آ گیا جو پہلے اپنی سمجھ کے مطابق اختلاف کر رہے تھے اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہم وہی آیات تلاوت کرنے لگے جن سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات النبی ﷺ کو ثابت کیا تھا۔'' (حبل اللہ ص ۸۶)

قارئین کرام! ''الکذاب'' کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات النبی ﷺ کے موقع پر جو آیات قرآنیہ تلاوت کی تھیں، سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہی آیات تلاوت کرنے لگے۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ اگر ''الکذاب'' میں ہمت ہے تو کوئی ایسی روایت پیش کریں جس میں یہ لکھا ہو کہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ان آیات کی تلاوت کرنے لگے۔ یاد رکھئے روایت میں ایسا لفظ موجود ہو تو جس میں سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تصریح موجود ہو۔

اجماع سکوتی کا انکار اور پھر اقرار

اجماع کی ایک قسم یہ ہے کہ کچھ لوگ کوئی بات کریں اور ان کی بات دوسرے اہل علم تک پہنچے اور وہ اس سے اختلاف نہ کریں بلکہ خاموش رہ جائیں تو اسے اجماع سکوتی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ سب اہل علم اس پر خاموش

رہے اور اختلاف نہ کیا۔ لیکن ''الکذاب'' اجماع کی اس قسم کا انکار کرتا ہے لیکن ساتھ ساتھ اس اجماع سکوتی کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''اس کے بعد بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اس امر جامع سے اختلاف نہیں کیا۔ لہٰذا اس پر صحابہ کا اجماع سمجھا جائے گا۔'' (حبل اللہ ص ۸۶)

یعنی ''الکذاب'' نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقریر سے ثابت کیا ہے اور صحابہ کرام نے خاموش رہ کر تصدیق کر دی ہے اور بعد والے لوگوں نے بھی اس امر میں اختلاف نہیں کیا تو بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اجماع ہو گیا۔ یعنی جب بعد والے لوگوں نے اختلاف نہ کیا بلکہ خاموش رہ گئے تو اجماع ہو گیا۔ پس یہی اجماع سکوتی تو ہے جسے چند سطر پہلے رد کر دیا۔ اب یہاں ثابت کر دیا۔ پس اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر کا قول جمہور علماء نے کیا اور باقی اس پر خاموش رہ گئے اور اختلاف نہیں کیا تو اس اجماع سکوتی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر ثابت ہے۔ اسی طرح عذاب قبر روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے۔ جمہور علماء اسلام کا قول ہے اور بعد والوں نے اس سے کوئی اختلاف نہ کیا بلکہ خاموش رہ گئے تو یہی اجماع سکوتی ہے۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک عرش سے افضل ہے۔ بعض علماء کا قول ہے اور بعد والوں نے اس میں اختلاف نہیں کیا بلکہ خاموش رہ گئے۔ پس یہی اجماع سکوتی ہے۔ اسی طرح علماء دین کی تنخواہ جائز ہے۔ بعض علماء کا قول ہے اور بعد والوں نے اس میں اختلاف نہیں کیا بلکہ خاموش رہ گئے تو یہی اجماع سکوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

__جھوٹ نمبر ۲۶__: بندہ عاجز نے اپنی کتاب ''اسلام کے نام پر ہوئی پرستی'' میں لکھا ہے کہ: ''لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون (آل عمران: ۱۶۹)''

بندہ عاجز نے لکھا ہے کہ اس آیت میں یہ بھی امکان ہے کہ عند ربھم کا تعلق یرزقون سے اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ مقتول فی سبیل اللہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ اس پر ''الکذاب'' اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''ہم نے حاشیہ لغات دیکھیں مگر کسی ایک میں بھی اسے حرف جر کے طور پر ان معنوں میں نہیں بتایا گیا جن میں ملا تونسوی نے باور کرایا بلکہ ہر جگہ اس کے معنی پاس، نزدیک اور قریب کے کئے گئے ہیں۔ کسی نے بھی اسے ''طرف سے'' کے طور پر استعمال نہیں کیا۔'' (حبل اللہ ص ۸۸)

حالانکہ قرآن مجید میں ہے۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے بی بی مریم کے پاس پھل فروٹ دیکھے تو پوچھا اے مریم یہ پھل فروٹ کہاں سے آئے تو بی بی مریم نے جواب دیا کہ ''ھو من عند اللہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ پس معلوم ہوا کہ ''من عند اللہ'' کا معنی اللہ کی طرف سے قرآن مجید میں موجود ہے۔ پس یہاں حرف معنی مقدر ہوگا اور کیپٹن کا انکار کرنا سفید جھوٹ ہے۔

__جھوٹ نمبر ۲۷__: ''الکذاب'' جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے: ''ملا موصوف ''عند ربھم'' پر بحث کے ذریعے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گویا شہداء اللہ کے پاس زندہ نہیں بلکہ قبروں میں زندہ ہیں۔'' (حبل اللہ ص ۸۸)

بندہ عاجز نے اپنی کتاب میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ شہداء اللہ کے پاس زندہ نہیں ہیں بلکہ بندہ عاجز نے واضح طور پر لکھا ہے کہ اللہ کے پاس بھی زندہ ہیں اور ہمارے پاس بھی زندہ ہیں۔ لیکن الکذاب نے بندہ عاجز پر سفید جھوٹ بول دیا کہ ملا تونسوی کہتا ہے کہ اللہ کے پاس زندہ نہیں ہیں۔

__جھوٹ نمبر ۲۸__: حدیث طیر خضر قرآن پاک کی تفسیر کیسے ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مقتول فی سبیل اللہ کو واضح طور پر زندہ کہا ہے اور ادھر اللہ کے نبی ﷺ نے شہدائے کرام کی ارواح کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان کی ارواح جنت میں سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں ہیں۔ کھاتے ہیں، پیتے ہیں، چلتے ہیں، پھرتے ہیں اور اللہ کے عرش کے نیچے لٹکے ہوئے قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں تو ''الکذاب'' نے قرآن پاک کی بیان کردہ واضح حقیقت کہ مقتول فی سبیل اللہ زندہ ہیں، کو بالائے طاق رکھ کر حدیث کو لے لیا کہ شہدائے کرام کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں میں ہیں اور جنت کی سیر و سیاحت کرتی ہیں۔ اگر حدیث طیر کا یہ مطلب لیا جائے اور قبر میں مدفون جسد سے قطع تعلق کا عقیدہ رکھا جائے تو یہ اللہ کے قرآن کی تکذیب بن جاتی ہے۔ بے شک احادیث رسول اللہ ﷺ قرآن پاک کی تفسیر تو کرتی ہیں۔ لیکن تکذیب نہیں کرتیں اور حدیث طیر خضر قرآن پاک کی آیت کی تفسیر یوں کرتی ہے کہ جب کوئی مرد مجاہد میدان کارزار میں مخالفین اسلام سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کرتا ہے تو اس وقت وہ روح اور جسد کا مجموعہ ہوتا ہے اور دونوں پر قتل والا فعل وارد ہوتا ہے۔ البتہ اس کا جسد نمایاں ہوتا ہے جس پر قتل وارد ہوتا ہے اور اس کی روح اس کے اندر موجود ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے روح اور جسد کے مجموعہ کو حیات جاودانی عطاء کی ہے۔ یعنی شہید کا روح اور اس کا جسد مدفون قتل ہو جانے کے بعد زندہ رہتے ہیں، جس کی صورت یہ ہے کہ روح اور جسد کے مابین ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے اور اعزاز و اکرام کے جو حالات روح پر طاری ہوتے ہیں، قبر میں مدفون جسد ان حالات سے برابر متاثر ہوتا رہتا ہے۔

لیکن قرآن پاک کے الفاظ ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء'' اور اسی طرح ''ولا تحسبن الذین قتلوا'' ان ہر دو آیات میں جسد شہید کی حیات نمایاں تھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو لوگ میرے راستہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت کہو۔ وہ زندہ ہیں۔ چونکہ ظاہری طور پر قتل جسد پر وارد ہوا اور حیات بھی جسد کی ثابت ہوئی تو گویا اللہ کے نبی ﷺ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ شہدائے اسلام کے صرف جسد زندہ نہیں۔ ان کی ارواح بھی زندہ ہیں اور وہ جنت میں سبز رنگ کے پرندوں کی شکل کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر جنت کی سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں مسئلہ کے دو پہلو تھے ایک پہلو مقتول فی سبیل اللہ کی حیات جسمانی کا اور دوسرا پہلو ان کی حیات روحانی کا تو پہلے والے کو آیات قرآنی میں واضح کیا گیا اور دوسرے پہلو کو حدیث رسول اللہ ﷺ میں واضح کیا گیا۔ یعنی شہداء کی حیات جسمانی قرآن پاک کی آیات سے زیادہ واضح ہے اور ان کی حیات روحانی حدیث سے زیادہ واضح ہے۔ الغرض مقتول فی سبیل اللہ کو حیات روحانی اور حیات جسمانی دونوں حاصل ہیں۔ کیونکہ قران جو کچھ کہتا ہے وہ بھی سچ ہے اور حدیث بھی جو کچھ کہتی ہے سچ ہے اور الکذاب نے جو مطلب بیان کیا ہے وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ اس سے تکذیب قرآن لازم آتی ہے۔ جب کہ حدیث نبوی قرآن کی تفسیر کرتی ہے نہ کہ تکذیب باقی حدیث طیر خضر کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہدائے کرام سے شکل انسانی چھین لی ہے اور ان کو پرندہ بنا دیا ہے۔ کیونکہ یہ تو تناسخ ہے جو اسلام میں باطل ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ شہدائے کرام سبز رنگ کے پرندوں کی شکل کے ہوائی جہازوں میں بشکل انسانی بیٹھ کر جنت کی سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ چونکہ ارواح کا اجساد مدفونہ سے تعلق ہوتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے جسد بالتبع ارواح پر طاری ہونے والے حالات سے برابر متاثر ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا یہ دونوں باتیں اپنے طور پر درست ہیں کہ شہدائے کرام جنت کی سیر و سیاحت میں بھی محو ہیں اور ادھر قبر میں بھی حیات ہیں اور ان دو باتوں میں تضاد نہیں ہے اور تضاد وہی شخص سمجھتا ہے جو عالم قبر و برزخ کو عالم دنیا پر قیاس کرتا ہے۔ حالانکہ یہ قیاس خود غلط ہے۔ ہر عالم کے حالات دوسرے عالم سے مختلف ہوتے ہیں۔ اگر عالم قبر و برزخ کو سمجھنا ہے تو عالم خواب میں غور کرو

ایک آدمی اپنے گھر میں اپنے بستر پر سوتا ہے اور عالم خواب میں مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کرتا ہے اور ادھر بستر پر پڑا ہوا جسد بھی ان حالات سے متاثر رہتا ہے جو کہ اس کی روح پر طاری ہوتے ہیں۔

جھوٹ نمبر ۲۹: کیا تصوف خلاف شریعت ہے؟

''الکذاب'' جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے: ''حالانکہ تصوف تو سرے سے ہی خلاف شرع ہے۔ (اہل تصوف تو ویسے بھی اپنے آپ کو شریعت کے مقابلے میں طریقت کا پابند سمجھتے ہیں) اور اس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔'' (حبل اللہ ص ۸۳)

''الکذاب'' کا یہ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ طریقت شریعت کے قطعاً خلاف نہیں ہے بلکہ شریعت محمد یہ علی صاحبہا پر ظاہراً و باطناً عمل کرنے کو طریقت کہتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ طریقت خلاف شریعت نہ ہے۔ ''الکذاب'' نے اس کو خلاف شرع کہہ کر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۰: ''الکذاب'' لکھتا ہے: ''قرآن وحدیث سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ بذاتہ مستوی عرش ہے اور بصفاتہ ہر جگہ ہے۔'' (حبل اللہ ص ۸۸)

یہ بات سفید جھوٹ ہے۔ اگر ''الکذاب'' میں ہمت ہے تو قرآن وحدیث سے اپنا یہ عقیدہ ملفظہ ثابت کرے؟

سوال نمبر ۹۵: متشابہات کسے کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۹۶: کیا کوئی شخص متشابہات کی مراد جانتا ہے؟

سوال نمبر ۹۷: متشابہات کے درپے ہونے والے کون لوگ ہیں؟

سوال نمبر ۹۸: اللہ بڑا ہے یا اللہ کا عرش؟

سوال نمبر ۹۹: اللہ کا عرش قدیم ہے یا حادث اور مخلوق؟

سوال نمبر ۱۰۰: عرش الٰہی میں اضافت کون سی ہے؟

''الکذاب'' تضاد کا شکار ہو گیا: چنانچہ ''الکذاب'' لکھتا ہے: ''اس کی کوئی مخصوص و محدود سمت نہیں پھر بھی قرآن وحدیث سے اشارہ ملتا ہے کہ اس کی طرف متوجہ ہونے کے لئے سمت موجود ہے۔'' (حبل اللہ ص ۸۸)

دیکھئے ''الکذاب'' ایک ہی عبارت میں اللہ تعالیٰ کے لئے سمت کی نفی بھی کر رہا ہے اور اثبات بھی کر رہا ہے۔ اسے تضاد بیانی کہتے ہیں۔

جھوٹ نمبر ۳۱: عالم خواب کے حالات محض تخیل ہیں یا حقیقت۔

بندہ عاجز نے اپنی کتابوں اور مضامین میں یہ بات لکھی ہے کہ عالم قبر و برزخ کے حالات کو سمجھنے کے لئے خواب میں غور کیا جائے تو سارے عقدے حل ہو جاتے ہیں اور عذاب قبر کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور ہر قسم کے اشکالات رفع دفع ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے جب آدمی سوتا ہے تو عالم خواب میں اس کو قسم قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ عالم خواب میں آدمی کی روح نکل جاتی ہے اور وہ روح مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کرتی ہے اور رنج و راحت سے اس کو سابقہ پڑتا ہے اور جو حالات روح پر طاری ہوتے ہیں، بستر پر پڑا ہوا جسد برابر متاثر ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات خواب دیکھنے والا شخص روتا ہوا نظر آتا ہے اور بعض مقامات پر ہنستا ہوا اور کبھی وہ چیختا چلاتا ہے اور کبھی قرآن پڑھتا ہے اور کبھی قسم قسم کی بولیاں بولتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

الغرض عالم خواب میں روح پر جو حالات طاری ہوتے ہیں۔ ان کا اثر جسم پر پڑتا ہے۔ بعینہٖ عالم قبر و برزخ میں روح پر جو حالات گزرتے ہیں ان کا اثر جسد مدفونہ پر پڑتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ عالم خواب کے حالات کو دنیا کی آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ ہی عالم قبر و برزخ کے حالات کو بہت سے علماء اسلام نے قبر و برزخ کے حالات کو اقرب الی الفہم کرنے کے لئے عالم خواب کی مثال دی ہے۔ بلکہ قرآن وحدیث میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''من بعثنا من مرقدنا'' اس آیت میں لفظ مرقد آیا ہے جو ''رقود'' سے مشتق ہے، مرقد اسم ظرف کا صیغہ ہے۔ یعنی خواب گاہ تو قرآن مجید میں قبر کو خواب گاہ بتایا گیا ہے۔ اسی طرح بخاری شریف میں ہے کہ جب حساب وکتاب والے فرشتے سوالات کر لیتے ہیں تو میت کو کہتے ہیں: ''نم صالحا'' یعنی مزے سے سوجا اور ترمذی شریف کے الفاظ ہیں: ''نم کنومة العروس'' پس قرآن وحدیث اور اقوال علماء سے ثابت ہوا کہ قبر کی زندگی کو سمجھنے کے لئے عالم خواب میں غور کرنا از حد ضروری ہے۔ لیکن ''الکذاب'' کو اس پر اعتراض ہے۔

چنانچہ لکھتا ہے: ''مردے کو کسی محو خواب شخص سے تشبیہ دینا اور اس کو عالم برزخ میں دیئے جانے والے عذاب کو خواب میں کسی تکلیف دہ امر سے دوچار ہونے کے مشابہ قرار دینا سوء فہم ہے۔ کیونکہ سوئے ہوئے شخص پر خواب میں گزرنے والے حالات محض تخیلاتی ہوتے ہیں اور ان کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ جب کہ عالم برزخ کا عذاب وراحت تو اٹل حقیقت ہے۔'' (حبل اللہ ص ۹۲)

حالانکہ ''الکذاب'' کا یہ سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ خواب ایک حقیقت ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اسی خواب کی بنیاد پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری چلائی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب ایک حقیقت تھا اور حقیقت بن کر ان کے سامنے آیا عزیز مصر کا خواب حقیقت بن کر سامنے آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتداء بھی سچے خوابوں سے ہوئی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''لم یبق من النبوة الا المبشرات'' وغیرہ وغیرہ نامعلوم الکذاب نے اتنی ساری نصوص کو جھٹلاتے ہوئے کیسے کہہ دیا کہ خواب محض تخیلاتی ہوتے ہیں۔ ان کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ بہر حال سچے خواب اپنے مقام پر اٹل حقیقت ہیں، جن کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ البتہ جب آدمی بیدار ہوتا ہے تو اب اس کو یہ تخیل محسوس ہوتا ہے۔ بہر حال آدمی جب تک اس عالم میں رہتا ہے تو وہاں کے حالات اس کے لئے حقیقت ہوجاتے ہیں، جس کے انکار سے قرآن وحدیث کا انکار لازم آتا ہے۔ بہر حال خواب کی حقیقت کا انکار کرنا سفید جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۲: کیا مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ختم نبوت کے منکر تھے۔

''الکذاب'' کا یہ سفید جھوٹ ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے قائل تھے۔ اوّلاً آپ الکذاب کا جھوٹ سنیں۔ بعد میں حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کیا جائے گا۔ چنانچہ الکذاب لکھتا ہے: ''ملا تونسوی تحذیر الناس وغیرہ میں درج اپنے اکابرین کی ان عبارتوں پر تو ایک نظر ڈال لیتے جو کتاب ''اسلام یا مسلک پرستی'' میں نقل کی گئی ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور اگر بالفرض کوئی اور نبی بھی آ گیا تو اس سے خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور یہ بعینہٖ وہی موقف ہے جو قادیانی کافروں نے اختیار کیا ہوا ہے۔'' (حبل اللہ ص ۹۰)

درحقیقت حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو دو طرح سے ثابت کیا ہے۔ایک ہے خاتمیت رتبی اور دوسری ہے خاتمیت زمانی خاتمیت رتبی یہ ہے کہ آپ ﷺ رتبہ میں تمام انبیاء سے افضل ہیں اور شان کے لحاظ سے آخری نبی ہیں اور خاتمیت زمانی یہ ہے کہ آپ ﷺ زمانہ کے لحاظ سے اللہ کے آخری نبی ہیں۔آپ کے بعد کسی نئے نبی نے نہیں آنا۔پس حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر دو اقسام کو آپ ﷺ کے لئے ثابت کیا ہے کہ آپ خاتم رتبی بھی ہیں اور خاتم زمانی بھی۔البتہ یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ صرف خاتم رتبی ہوتے اور خاتم زمانی نہ ہوتے تو آپ ﷺ کے زمانہ میں یا بعد میں بالفرض کوئی نبی آتا تو آپ کی خاتمیت رتبی میں کوئی فرق نہ آتا۔کیونکہ رتبہ کے لحاظ سے تمام نبیوں کے خاتم اور آخری نبی ہیں۔لیکن آپ ﷺ خاتم رتبی کے ساتھ ساتھ خاتم زمانی بھی ہیں۔لہٰذا آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اور جو شخص نئی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب دجال اور جھوٹا ہے۔یہ ہے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ......لیکن الکذاب نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ بول دیا ہے۔لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

الکذاب کی بریلویوں والی بولی: ''الکذاب'' اپنے مضمون کے شروع میں لکھتا ہے: ''قارئین!ان رشدی اور تونسوی ملاؤں نے وہی حرکت کی ہے، جو ان کے اکابرین کے ساتھ بریلویوں نے کی تھی جس کا رونا یہ پچھلی ایک صدی سے رو رہے ہیں۔موصوف نے ان کے اکابرین کی تحریروں کے بیچ بیچ کے ٹکڑے جن کو اگر سیاق وسباق کے ساتھ نہ پڑھا جائے تو صریح کفر پر مبنی ہوتے ہیں۔مکہ اور مدینہ کے علماء کے سامنے پیش کر کے ان کے خلاف لکھنے والوں کے کفر کا فتویٰ لیا اور ہندوستان آکر ''حسام الحرمین'' کے نام سے اس فتویٰ کی خوب تشہیر کی جس کی ان کے اکابرین نے ''المھند علی المفند'' میں اور بعد کی متعدد کتابوں میں وضاحت کی مگر بریلوی مجدد تو اپنا کام کر ہی گیا۔'' (حبل اللہ ص ۷۵)

بریلویوں کے امام احمد رضا خان بریلوی کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور خان صاحب بریلوی کے اعتراضات کا ''الکذاب'' نے ایک حرکت کہا ہے اور حرکت کہنے کے باوجود وہی بریلویوں والا الزام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر تھونپ دیا۔خدا برا کرے تعصب کا ان لوگوں کے دل میں علماء اسلام کا بغض کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔یہودی بھی اہل اسلام کے خلاف تعصب میں بڑھ چڑھ کر ہیں، پر ان لوگوں کا تعصب اہل اسلام خصوصاً علماء اسلام کے خلاف ان سے بھی بڑھ کر ہے۔کیونکہ کیپٹن یہود کا خود کاشتہ پودا تھا اور اس نے توحید اور قرآن کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناپاک سازش کی۔''اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین من شرورھم و مکائدھم''

جھوٹ نمبر ۳۳: کیا جسد عنصری بعد از وفات عالم دنیا کی چیز ہے؟

''الکذاب'' جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے: ''مگر ملا تونسوی کا اصرار ہے کہ بوقت موت یہ جسد عنصری مع الروح عالم برزخ میں داخل ہوتا ہے اور ایک مقام پر لکھتے ہیں جسد عنصری عالم برزخ میں داخل ہو ہی نہیں سکتا۔'' (حبل اللہ ص ۹۲)

حالانکہ یہ بات سفید جھوٹ ہے۔کیونکہ جب آدمی پر موت واقع ہوتی ہے تو آدمی روح مع الجسد عالم قبر و برزخ میں چلا جاتا ہے۔جسد عنصری کو عالم برزخ میں داخل نہ سمجھنا الکذاب کی حماقت ہے۔بے شک جسد عنصری جب تک ہمارے سامنے ہے۔ہمیں نظر آرہا ہے۔لیکن یہ چیز عالم برزخ کی ہے۔دیکھیں جب ایک آدمی سوتا ہے

اور سونے والے کو کوئی آدمی آواز دے تو دوسرا آدمی اس کو روکتا ہے کہ اس کو نہ چھیڑ دیہ تو دوسرے جہاں میں پہنچ چکا ہے۔ایسی طرح موت پانے والا آدمی بھی دوسرے عالم میں چلا جاتا ہے۔اس کو عالم دنیا کی چیز کہنا کوتاہ فہمی ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۴: کیا غیب غائب ہوتا ہے؟

بندہ عاجز نے لکھا ہے مردہ انسان اگرچہ ہمارے سامنے ہے۔لیکن اس پر دکھ سکھ کے طاری ہونے والے حالات عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں۔اس لئے ہمیں نظر نہیں آتے۔اس پر الکذاب آگ بگولہ ہو کر لکھتا ہے: ''یہ بھی خوب غیب ہے کہ سامنے لاش پڑی ہے اور فرمارہے ہیں کہ غیب میں ہے غیب تو غائب ہوتا ہے نہ کہ حاضر۔'' (حبل اللہ ص ۹۱)

اس بے چارے کو غیب اور غائب کا فرق معلوم نہیں۔ورنہ غیب تو یہ ہے کہ کوئی چیز اگرچہ ہمارے سامنے ہو۔لیکن ہمیں نظر نہ آئے۔جیسا کہ فرشتے کراماً کاتبین ہمارے پاس رہتے ہیں۔لیکن ہمیں نظر نہیں آتے۔کیونکہ وہ غیب کی چیز ہے۔لیکن غائب تو وہ ہے جو ہمارے پاس حاضر نہ ہو کتنے بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو لوگ غیب اور غائب میں فرق نہیں جانتے۔یہی لوگ فتویٰ بازی کررہے ہیں کہ علماء معلمین کی تنخواہیں حرام ہیں۔آیات قرآنیہ کے تعویزات شرک ہیں۔توسل کی صحیح صورت شرک ہے۔وغیرہ وغیرہ!جب ان مفتیان کرام کا مبلغ علم اتنا ہے تو لازماً ان کے فتوے بھی ایسے ہی ہوں گے۔

سوال نمبر ۱۰۱: فرقہ بندی کسے کہتے ہیں۔اس کی جامع مانع تعریف کرو؟

سوال نمبر ۱۰۲: مسلک پرستی کسے کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۰۳: فرقہ بندی اور مسلک پرستی کی تعریف تم پر صادق آتی ہے یا نہیں۔اگر صادق نہیں آتی تو کیوں؟

سوال نمبر ۱۰۴: تم کیپٹن مسعودالدین کو ماننے والے اب تک کتنے گروپوں میں تقسیم ہو چکے ہو؟

سوال نمبر ۱۰۵: علمائے اسلام میں سے کوئی عالم دین ایسا نہیں جو آپ کے ہم عقیدہ ہو تو خواہ مخواہ ان کی ادھوری اور نا تمام عبارتیں پیش کر کے کیوں لوگوں کو ان کے نام پر دھوکہ دیتے ہو۔کیا سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینا جائز ہے؟

سوال نمبر ۱۰۶: جو علماء اسلام قبر سے مراد عالم برزخ لیتے ہیں۔ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کر دی جائے تا کہ اس ارضی قبر سمیت مردہ کا ہر مقام قبر کے مفہوم میں آجائے جب کہ تم اس ارضی کو قبر ہی نہیں سمجھتے بلکہ قبر کو برزخ سے باہر سمجھتے ہو تو تمہیں کیا حق ہے کہ علماء کے اس جملے کو استعمال کر کے ان کے مقصد سے الٹا مقصد لینے کا۔

سوال نمبر ۱۰۷: حدیثوں میں بعض احادیث ایسی ہیں جس سے یہ بات صراحتاً معلوم ہوتی ہے کہ عذاب قبر انہی ارضی قبور میں مردہ انسان کو ہوتا ہے اور بعض احادیث ایسی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب قبر روح کو ہوتا ہے اور بعض احادیث ایسی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب قبر روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے تو علماء اسلام نے ان سب حدیثوں کو صحیح اور برحق تسلیم کر کے یہ فرمایا ہے کہ عذاب قبر روح اور جسد عنصری دونوں پر وارد ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ روح اپنے مقام پر ہوتی ہے۔مثلاً دوزخ یا بہشت جہاں بھی ہوتا ہے وہ اس پر جو دکھ سکھ کے حالات طاری ہوتے ہیں۔چونکہ روح کا قبر میں مدفون جسد کے ساتھ بھی ایک غیر معلوم الکیف تعلق ہوتا ہے تو روح پر جو حالات طاری ہوتے ہیں ان کے اثرات جسد مدفون پر بھی پڑتے رہتے ہیں۔کیونکہ عالم قبر و برزخ میں روح اصل نمایاں ہوتی ہے اور جسد چھپ جانے کی وجہ سے اس کا تابع ہوتا ہے۔جیسا کہ عالم دنیا

میں جسد انسانی اصل اور نمایاں ہے اور روح اس کے تابع ہے اور عام قبر برزخ اس کے برعکس ہیں تو بہر حال عالم قبر وبرزخ کی جزاء وسزا میں روح اور جسد دونوں شریک رہتے ہیں۔ لیکن تم بتاؤ کہ تم روح کی جزاء اور سزا کے قائل اور جسد کی جزاوسزا کا انکار کرتے ہو، جس سے ان سب حدیثوں کا انکار لازم آتا ہے۔ پس اتنی حدیثوں کا انکار کیوں؟

سوال نمبر ۱۰۸: جتنے علماء اسلام عالم قبر و برزخ میں جسد مثالی تجویز کرتے ہیں، وہ سب حضرات روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق تسلیم کرتے ہیں اور جسد عنصری کو جزاوسزا میں شامل سمجھتے ہیں۔ لیکن تم لوگ ان لوگوں کا آدھا مذہب تو لے لیتے ہو، یعنی جسد مثالی تک ان سے اتفاق کرتے ہو اور یہ لوگ جسد عنصری سے تعلق کی جب بات کرتے ہیں تو تم انکار کردیتے ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کا آدھا عقیدہ لے لیا اور آدھے کو ٹھکرادیا تو ایسے لوگوں کے نام پر سادہ لوح عوام کو دھوکا کیوں دیتے ہو؟

سوال نمبر ۱۰۹: تم لوگ جو یہ کہتے ہو عذاب قبر برحق ہے تو اب بتاؤ کہ عذاب قبر زندہ کو ہوتا ہے یا مردہ کو؟

سوال نمبر ۱۱۰: اگر عذاب قبر مردہ کو ہوتا ہے تو بتاؤ مردہ کون ہے روح یا جسد؟

سوال نمبر ۱۱۱: اگر عذاب قبر زندہ کو ہوتا ہے تو اللہ کے نبی ﷺ نے یہ کیوں فرمایا ہے: ''ان میت لیعذب فی قبرہ'' یعنی یقیناً قبر میں میت کو عذاب ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی تو فرمائیں کہ عذاب مردے کو ہوتا ہے اور تم کہو کہ زندہ کو ہوتا ہے تو حدیث کی اتنی مخالفت کیوں؟

سوال نمبر ۱۱۲: تم لوگ ایسی روایت پیش کرتے ہو جن میں یہ ذکر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو جہنم میں دیکھا اور کسی شخص کو جنت میں دیکھا اور کسی شخص کو آسمان میں دیکھا۔ وغیرہ وغیرہ! حالانکہ ان روایات کا کوئی بھی شخص انکار نہیں کرتا۔ لیکن علماء اسلام کا عقیدہ تو یہ ہے کہ روح اپنے مقام پر ہوتی ہے۔ لیکن اس کا تعلق قبر میں مدفون جسد کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے مردہ انسان رنج وراحت کو بھی محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا کوئی آیت یا حدیث پیش کرو جس سے تعلق کی بھی نفی ہوتی ہو اور اس بات کی بھی نفی ہوتی ہو کہ جسد عنصری روح پر طاری ہونے والے اثرات سے متاثر نہیں ہوتا۔

سوال نمبر ۱۱۳: عذاب قبر کے انکار کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہ ہے۔ نہ قرآن سے نہ حدیث سے۔ تمہارے پاس صرف عقلی ڈھکوسلے ہیں۔ مثلاً جس لاش کو جلا کر راکھ کردیا گیا تو اس کو عذاب کیسے ہوگا یا جس کو قبر کی مٹی کھا گئی یا پرندے درندے کھا گئے اور پھر ان پرندوں درندوں کو اور پرندے درندے کھا گئے تو اس کو عذاب کیسے ہوگا؟ جو سمندر میں مر گیا اور اس کو مچھلیاں کھا گئیں۔ پھر مچھلیوں کو اور مچھلیاں کھا گئیں یا ان کو آدمی کھا گئے تو اس کو عذاب کیسے ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ! تو ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا تمہارے ان عقلی شبہات سے ایسے عقیدہ کا انکار کردیا جائے گا جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

سوال نمبر ۱۱۴: کیا تمہارے نزدیک عقل کو یہ مقام حاصل ہے کہ جو بات عقل کو لگے اسے تسلیم کیا جائے اور جو بات عقل کو نہ لگے اسے رد کردیا جائے۔ اگرچہ وہ مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ بھی ہو؟

سوال نمبر ۱۱۵: اگر کوئی شخص تمہارے ان تمام عقلی ڈھکوسلوں کو لے کر بروز قیامت حشر کا انکار کردیں اور کہے کہ جو اجساد تقسیم در تقسیم ہو کر ہزاروں جگہ منتقل ہو چکے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کیسے زندہ کرے گا۔ لہٰذا حشر اجساد ہے ہی نہیں تو تم بتاؤ ایسے لوگوں کو کیا جواب دو گے؟

سوال نمبر ۱۱۶: تم لوگ ہمارے علماء سے سوال کرتے ہو کہ جس مردہ کو یہ زمینی قبر نصیب نہیں ہوتی تو اس کو عذاب کہاں ہوگا۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں جس کو یہ زمینی قبر نصیب نہیں ہوتی وہ قیامت کے دن کس قبر سے اٹھایا جائے گا؟

سوال نمبر ۱۱۷: تمہارا ایک شبہ یہ بھی ہے۔ اگر قبروں میں عذاب ہوتا ہے تو نظر کیوں نہیں آتا۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کیا یہ اصول کی بات ہے کہ جو چیز نظر نہ آئے۔ اس کا انکار کردو۔ اگر چہ قرآن وحدیث سے ثابت بھی ہو۔ کیا ملائکہ، جنّات ہمیں نظر آتے ہیں۔ اگر نظر نہیں آتے تو ان کا انکار کردیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نظر نہیں آتے تو کیا ان کا انکار کردیں۔ ہمیں روح نظر نہیں آتی تو کیا اس کا انکار کردیں؟

سوال نمبر ۱۱۸: تمہارے نزدیک قبریں کتنی ہیں۔ جب دفن کی بات ہو یا قیامت کے دن جی اٹھنے کی بات ہو تو یہ ارضی قبر مراد ہوتی ہے۔ اگر عذاب قبر کا مسئلہ ہو تو پھر یہ قبر نہیں بنتی بلکہ قبر کسی اور مقام کا نام بن جاتا ہے۔ اگر مسئلہ چل جائے سماع موتی کا تو پھر تم قرآن مجید کی آیت پڑھتے ہو۔ ''وما انت بمسمع من فی القبور'' تو پھر یہ مدفن ارضی آپ کے نزدیک قبر ٹھہرتی ہے اور اگر مسئلہ ہو۔ عذاب قبر کا تو پھر یہ قبر نہیں بنتی۔ بلکہ قبر کوئی اور مقام بن جاتی ہے تو بتائیں کبھی مرغ کی ایک ٹانگ کبھی دو ٹانگیں یہ دو رنگی چال کیوں؟

سوال نمبر ۱۱۹: کیا تمہارے نزدیک روح کو موت آتی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۲۰: اگر روح کو موت آتی ہے تو کیا وہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے؟

سوال نمبر ۱۲۱: اگر روح موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے اور قرآن وحدیث کے بھی خلاف نہیں ہوتا تو سوال یہ ہے کہ اگر جسد دوبارہ زندہ ہو جائے تو قرآن وحدیث کے کیسے خلاف ہو جاتا ہے؟

سوال نمبر ۱۲۲: اگر روح نہیں مرتی تو ارشاد باری تعالیٰ: ''کل نفس ذائقة الموت'' اور ''کل من علیها فان'' سے وہ مستثنیٰ ہے؟

سوال نمبر ۱۲۳: اگر روح ضابطہ موت سے مستثنیٰ ہے تو استثنیٰ کی دلیل پیش کرو؟

سوال نمبر ۱۲۴: تمہارے نزدیک روح اللہ ہے یا من دون اللہ ہے؟

سوال نمبر ۱۲۵: اگر تمہارے نزدیک روح اللہ ہے تو کیا شرک لازم آئے گا یا نہ؟

سوال نمبر ۱۲۶: اور اگر روح من دون اللہ ہے تو من دون اللہ کے بارے میں قرآن پاک کا ارشاد ہے: ''اموات غیر احیاء'' تم لوگ اس کا ترجمہ یہ کرتے ہو کہ مردہ ہیں۔ ان میں کسی قسم کی حیات نہیں تو اب بتاؤ جب روح من دون اللہ ہے تو وہ اس آیت کے تحت ایسی مردہ ہے کہ اس میں حیات کی رمق بھی باقی نہ ہو تو پھر آپ روح کو کیسے زندہ مانتے ہو؟

سوال نمبر ۱۲۷: انسان کسے کہتے ہیں؟ صرف روح کو یا روح اور جسد کے مجموعے کو؟

سوال نمبر ۱۲۸: احکام شرعیہ کا مکلف کون ہے؟ انسان یا روح انسان؟

سوال نمبر ۱۲۹: اگر روح اور جسد کا مجموعہ احکام شرعیہ کا مکلف ہے تو عالم قبر و برزخ کی جزا سزا میں جسد کو کیوں نظر انداز کر دیا جاتا ہے؟

سوال نمبر ۱۳۰: اگر صرف روح مکلف ہے تو عالم آخرت کی جزا سزا میں جسد کو کیسے شامل کیا جائے؟

سوال نمبر ۱۳۱: عہد صحابہ سے لے کر آج تک کوئی ایسا عالم دین گزرا ہے جو کیپٹن کے ہم عقیدہ ہو، اگر کوئی ہے تو اس کا نام پیش کرو؟

سوال نمبر ۱۳۲: اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں سے اشرف المخلوقات کون ہے؟

سوال نمبر ۱۳۳: حضور اکرم ﷺ کے مقام کو عرش سے افضل کہنے والوں کو کس مفتی نے کافر کہا ہے؟

سوال نمبر ۱۳۴: آیات قرآنیہ اور ادعیہ ماثورہ کے تعویذات کو کس مفتی نے شرک وکفر کہا ہے؟

سوال نمبر ۱۳۵: توسل کی صحیح صورت کو کس نے شرک کہا ہے؟

سوال نمبر ۱۳۶: کیا توسل بالاحیاء جائز ہے؟

سوال نمبر ۱۳۷: اگر توسل بالاحیاء ناجائز ہے تو دلیل پیش کرو؟

سوال نمبر ۱۳۸: اگر توسل بالاحیاء جائز ہے تو بالاموات کیوں ناجائز ہے۔ ذرا فرق واضح کریں؟

سوال نمبر ۱۳۹: دینی امور پر تنخواہ لینے کو کس مفتی نے حرام قرار دیا ہے؟

سوال نمبر ۱۴۰: خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ تنخواہ لیتے تھے یا نہیں؟

سوال نمبر ۱۴۱: اگر نہیں لیتے تو ثبوت پیش کریں؟

سوال نمبر ۱۴۲: اگر لیتے تھے تو تمہارا ان پر کیا فتویٰ صادر ہوگا؟

سوال نمبر ۱۴۳: حضور ﷺ کے لئے مال غنیمت سے خمس مقرر تھا۔ بتائیے کہ یہ خمس آپ ﷺ کو کسی خدمت کے صلہ میں مقرر کیا گیا ہے؟

سوال نمبر ۱۴۴: مجاہدین کے لئے مال غنیمت کا حصہ کس خدمت کے صلے میں مقرر ہوا؟

سوال نمبر ۱۴۵: کن دینی امور میں تنخواہ لینی جائز ہے اور کن میں نہیں؟

سوال نمبر ۱۴۶: آپ کے نزدیک خلافت کی تنخواہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟

سوال نمبر ۱۴۷: خلافت امور دینی میں سے ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۱۴۸: نماز پنجگانہ کی امامت کرانا امامت صغریٰ ہے اور خلافت امامت کبریٰ ہے۔ کیا امامت صغریٰ اور کبریٰ دونوں کی تنخواہ ناجائز ہے یا ایک کی؟

سوال نمبر ۱۴۹: اگر ایک کی جائز ہے اور دوسرے کی ناجائز ہے تو ذرہ وجہ فرق واضح کریں۔

سوال نمبر ۱۵۰: امام بخاری اور دیگر محدثین جو سماع موتی اور عذاب قبر کے قائل ہیں۔ آپ کے نزدیک کافر اور مشرک ہیں یا مسلم؟

سوال نمبر ۱۵۱: سماع موتی کے قائلین کو کس مفتی نے مشرک کہا ہے؟

جھوٹ نمبر ۳۵: بندہ عاجز نے اپنی کتاب ''اسلام کے نام پر ہوئی پرستی'' میں یہ بات لکھی ہے کہ کیپٹن مسعود الدین اسماء الرجال کی جن کتابوں سے حوالے دیتا ہے کہ فلاں حدیث ضعیف ہے اور فلاں منکر ہے۔ وغیرہ وغیرہ! تو رجال کی ان کتابوں کے مولف عذاب قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں اور حیات انبیاء کے عقیدہ پر ایمان رکھتے ہیں اور سماع موتی فی الجملہ کے بھی قائل ہیں تو ایسے لوگوں کی کتابوں سے حوالہ جات پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے نظریات والے تو کیپٹن کے نزدیک کافر ہیں۔ کافروں اور مشرکوں کے حوالہ جات پر کیا اعتماد ہے، تو بندہ عاجز کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے ''الکذاب'' لکھتا ہے: ''ویسے بھی یہ فنون واصول ہم صرف ان مسلک پرستوں کے باطل کو واضح کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ تاکہ انہیں بتائیں کہ دیکھو تمہارا باطل تو خود تمہارے ہی اصولوں پر پورا نہیں اترتا اور ان اصولوں بلکہ تمام کتب ہائے فنون شرح وتفاسیر قرآن وحدیث جو انہی مسلک پرستوں کے ذریعے شائع ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں، ان کو ہم اگر دینی امور میں مد اور معاون سمجھ کر استعمال کرتے ہیں تو بھی نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے تحت کہ: ''ان اللہ یؤید ھذا الذین بالرجل الفاجر'' (بخاری کتاب الجهاد والسیر باب ان اللہ یؤید ھذا الذین بالرجل الفاجر) بے شک اللہ تعالیٰ فاجر کہہ آدمی کے ذریعے بھی اس دین کی مدد کرتا ہے۔'' (حبل اللہ ص ۸۲)

''الکذاب'' نے حدیث بخاری کا غلط مطلب اپنے ذہن میں بیٹھا کر پوری امت کے علماء، صلحاء اور اتقیاء کو معاذ اللہ فاجر کہہ دیا۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''عن معاویۃ سمعت النبی ﷺ یقول لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بالامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذلک'' (مشکوۃ ص ۵۸۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جو اللہ کے حکم پر قائم ہوگا۔ اس گروہ کے دینی وجماعتی نظم اور معاملات کو نہ وہ شخص نقصان پہنچا سکے گا۔ جو اس کی تائید واعانت ترک کر چکا ہو اور نہ وہ شخص ضرر پہنچائے گا جو (موافقت کی بجائے) اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا ہو۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آن پہنچے گا اور وہ اسی راستے پر یعنی احکام خداوندی کی اطاعت اور دین کی خدمت واعانت پر قائم ہو گے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت سے ایک جماعت قیامت تک اللہ کے احکام پر قائم رہے گی اور جو لوگ اللہ کے احکام پر قائم رہنے والے ہوں وہ متقی ہوتے ہیں نہ کہ فاسق فاجر۔ پس اللہ کے نبی کا فرمان سچا ہے اور کیپٹن کا چیلا جھوٹا ہے۔

سوال نمبر ۱۵۲: تم اپنی نماز کے تمام احکام قرآن مجید سے ثابت کرو۔ بشرطیکہ وہ مسلک پرستوں والا نہ ہو۔ کیونکہ تم لوگ مسلک پرستی سے بیزار ہو؟

سوال نمبر ۱۵۳: اپنی زکوۃ کے تمام احکام ومسائل قرآن سے ثابت کرو اور مسلک پرستوں کے پیچھے مت لگو؟

سوال نمبر ۱۵۴: اپنے روزے کے تمام احکام ومسائل مسلک پرستوں سے ہٹ کر قرآن سے ثابت کرو؟

سوال نمبر ۱۵۵: مسلک پرستوں کو چھوڑ کر حج کا مکمل طریقہ قرآن سے ثابت کرو؟

سوال نمبر ۱۵۶: بیع وشراء کے تمام احکام قرآن سے ثابت کرو اور مسلک پرستی نہ کرو؟

سوال نمبر ۱۵۷: نماز جنازہ کا مکمل طریقہ قرآن سے ثابت کرو۔ مسلک پرستوں کی بات نہ کرو؟

سوال نمبر ۱۵۸: امیر المومنین کے لئے تنخواہ لینا جائز یا ناجائز؟

سوال نمبر ۱۵۹: امیر المومنین کے ذمہ کیا کیا کام ہیں؟

سوال نمبر ۱۶۰: امیر المومنین کے فرائض میں سے کون کون سے کام دینی امور ہیں اور کون کون سے غیر دینی ہیں؟

سوال نمبر ۱۶۱: تمہارے نزدیک مچھلی حلال ہے یا حرام؟

سوال نمبر ۱۶۲: اگر مچھلی حلال تو بتائیں ذبح کر کے کھایا جائے یا بغیر ذبح؟

سوال نمبر ۱۶۳: اگر مچھلی کو ذبح کر کے کھانا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق'' تو تم مچھلی کو باقاعدہ ذبح کر کے کیوں نہیں کھاتے؟

سوال نمبر ۱۶۴: اگر تم مچھلی بغیر ذبح کئے کھاتے ہو تو کیا اللہ کے قرآن کی خلاف ورزی نہیں؟ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ''حرمت علیکم المیتۃ'' تو کیا مردہ مچھلی جس پر تکبیر نہیں پڑھی گئی وہ کیسے حلال ہے؟

سوال نمبر ۱۶۵: تمہاری اذان اور تمہاری تکبیر مسلک پرستوں والی ہے یا ان سے ہٹ کر؟

سوال نمبر ۱۶۶: تم لوگ عیدین کی نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟

سوال نمبر ۱۶۷: اگر تم عیدین کی نماز نہیں پڑھتے تو کیوں؟

سوال نمبر ۱۶۸: اگر پڑھتے ہو تو اس کو قرآن سے ثابت کرو اور پورا طریقہ بتاؤ جو کہ مسلک پرستوں والا نہ ہو؟

(نوٹ) بندہ عاجز نے کیپٹن کے ۳۵ جھوٹ ثابت کئے ہیں اور ۱۶۸ سوال کئے ہیں۔ لہٰذا کیپٹن کی پوری امت پر یہ فرض ہے کہ ایک ایک جھوٹ کی صفائی پیش کریں اور نمبر وار ایک ایک سوال کا جواب دیں۔ صرف چند باتوں کے بارے میں آئیں بائیں شائیں کر کے باقی سے روگردانی کرنا جواب تصور نہ ہوگا بلکہ دفعہ وقتی ہوگی جس کا پہلے بھی یہ لوگ ارتکاب کر چکے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علماء اسلام کی بیان کردہ تشریحات کے مطابق کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہر قسم کی بے دینی، بے راہ روی اور ذہنی آوارہ گردی سے محفوظ رکھیں۔

آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم!

اللھم صل علی روح محمد فی الارواح، اللھم صل علی جسد محمدٍ فی الاجساد، اللھم صل علی قبر محمد فی القبور، وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وبناتہ واتباعہ اجمعین الیٰ یوم الدین

۲۸ / جمادی الاوّل ۱۴۳۱ھ

***

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

عقیدہ حیاتِ قبر
اور
علمائے اسلام

مرتب:

حضرت مولانا ابو احمد نور محمد قادری تونسوی رحمۃ اللہ

عقیدہ

حیاتِ قبر

اور علمائے اسلام

مرتبہ

ابو احمد مولانا نور محمد قادری تونسوی

مکتبہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل
لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

حضرت علّامہ مولانا ابو احمد نور محمد قادری تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵ر جنوری ۲۰۱۵ء

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ کے سربراہ حضرت مولانا محمد طیب طاہری پنج پیری نے ''مسلک الاکابر'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جس میں حوالہ جات نقل کئے کہ اکابر دیوبند، انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ ارضیہ کی حیات کے قائل نہ تھے۔ اس جواب میں مولانا نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ لکھا جس کا نام ''عقیدہ حیات قبر اور علماء اسلام'' رکھا۔

اس میں انہوں نے (۱) مولانا محمد قاسم نانوتوی، (۲) مولانا رشید احمد گنگوہی، (۳) مولانا خلیل احمد سہارنپوری، (۴) مولانا اشرف علی تھانوی، (۵) مولانا سید حسین احمد مدنی، (۶) مولانا شبیر احمد عثمانی، (۷) مولانا ظفر احمد عثمانی، (۸) مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی، (۹) مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، (۱۰) قاری محمد طیب قاسمی، (۱۱) مفتی عزیز الرحمن عثمانی، (۱۲) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، (۱۳) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، (۱۴) مولانا محمد منظور نعمانی لکھنو، (۱۵) مولانا محمد ادریس کاندھلوی، (۱۶) مولانا مفتی محمود، (۱۷) مولانا حسین علی واں بھچراں، (۱۸) مولانا محمد عبداللہ بہلوی، (۱۹) مولانا محمد عبداللہ درخواستی، (۲۰) حضرت مولانا خواجہ خان محمد، (۲۱) مولانا علی شیر حیدری رحمہم اللہ کے رسائل سے حوالہ جات جمع کر دیئے۔ جس سے یہ رسالہ ایک علمی اور حوالہ جاتی دستاویز بن گیا۔ جسے ہم اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مولف

الحمد للہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلوٰة و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علی الہ و اصحابہ و ازواجہ و اتباعہ الٰی یوم الدین و بعد یوم الدین۔ اما بعد!

بندہ عاجز ابو احمد نور محمد قادری تونسوی جملہ اہل اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ عصر ہذا کے معتزلہ مماتیہ، اشاعتیہ، پنج پیریہ، اپنے بہت سے عقائد اور نظریات مخصوصہ کی وجہ سے اہل سنت سے کٹ جانے کے باوجود اہل سنت دیوبند کے نام پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں اور اپنی تقریروں، تحریروں اور عام خاص مجالس میں یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ ہم اہل سنت اور دیوبندی ہیں۔ حالانکہ علماء اہل سنت دیوبند ان کے نظریات فاسدہ سے کئی بار اظہار برأت فرما چکے ہیں۔ لیکن یہ لوگ کذب بیانی سے یہ کہتے چلے آ رہے ہیں کہ اکابر علماء دیوبند ہمارے ہم خیال اور ہم مسلک تھے۔ حالانکہ علماء دیوبند میں سے کوئی ایک ایسا عالم نہیں ہے جس نے عذاب قبر کی صحیح صورت کا انکار کیا ہو یا حیات الانبیاء علیہم السلام کا انکار کیا ہو یا عام موتی کے سماع فی الجملہ کا انکار کیا ہو۔ جب کہ یہ لوگ ان سب عقائد و نظریات کے منکر ہو چکے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ اشاعت التوحید کے امیر بن امیر نے بھی ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام ہے "مسلک الاکابر" اور اس رسالہ میں آں موصوف نے ہمارے بہت سے اکابر علماء کا نام لے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ فلاں فلاں بزرگ عالم ہماری طرح حیات الانبیاء علیہم السلام کے قائل نہ تھے اور عالم برزخ کی جزا و سزا میں روح اور جسد کے تعلق کے قائل نہ تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع عند القبر الشریف کے بھی قائل نہ تھے۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے اور خالصتاً اکابر کے نام پر دھوکہ دہی ہے۔ بحیثیت امیر جماعت کے حضرت مولانا محمد طیب صاحب طاہری کو یہ بات قطعاً زیب نہیں دیتی تھی کہ وہ اکابر پر الزام تراشی کریں اور خواہ مخواہ ان کا اپنا ہم مسلک ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ بندہ عاجز نے پہلی بار "مسلک الاکابر" کا مطالعہ کیا تھا تو جناب امیر محترم کی خدمت میں ۱۰۴ سوال روانہ کئے تھے، جن کا جواب امیر صاحب نے آج تک نہ دیا بعدہ بندہ عاجز کے یہ سوال شائع بھی ہوئے لیکن اہل اشاعت کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ میرے سوالات کا جواب دیں۔ البتہ چند سالوں کے بعد مولوی محمد ایاز نے میرے سوالوں کا جواب یوں دیا کہ الٹا مجھ سے ۱۳۵ سوالات کر ڈالے۔ لیکن میرے کسی ایک سوال کا جواب نہ دیا۔ خیر بندہ عاجز نے ان کے ایک سو پینتیس سوالات کے جواب بھی لکھے اور ۳۳۵ سوال بھی اس سے کر دیئے تو مولوی موصوف کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور بندہ عاجز کے کسی ایک سال کا جواب بھی نہ دیا اور میرے ۱۰۴ سوال اور ۳۳۵ سوالات "مجموعہ سوالات" کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ الغرض اہل اشاعت اور اوّل سے ہمارے اکابر کے نام پر سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے چلے آ رہے ہیں تو بندہ عاجز نے یہ ضرورت محسوس کی کہ اکابر علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کے موقف کو واضح کر دیا جائے جو کہ ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ چنانچہ بندہ عاجز نے اپنے اکابر کے تین موقف بیان کئے ہیں۔

۱...... عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہمارے اکابر کا موقف؟

۲...... عقیدہ عذاب قبر کے بارے میں ہمارے اکابر کا کیا موقف ہے؟

۳...... حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع صلوٰۃ وسلام عند القبور تو اجماعی عقیدہ ہے۔ البتہ عام موتی کے سماع میں ہمارے اکابر کا کیا موقف ہے؟

بندہ عاجز کا مقصد اپنے بزرگوں کی پوزیشن کو واضح کرنا ہے اور الزام تراشنے والوں کے الزامات کو طشت ازبام کرنا تاکہ عوام جان لیں کہ ان علماء کے عقائد ونظریات اہل السنۃ والجماعۃ والے ہیں اور اس میں ان کی قطعاً دورائیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر کی قبروں کو جنت کا باغ بنادے اور ہم سب کو اپنے اکابر کے نقش قدم پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم۔ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم!

(۱) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک ایسی تصنیف موجود ہے جس کی مثال علماء متقدمین اور متاخرین میں نظر نہیں آتی۔ وہ کتاب ''آب حیات'' کے نام سے علماء وطلباء میں مشہور ومعروف اور متعارف ہے۔ اس بے نظیر اور لاجواب کتاب میں بانی دارالعلوم دیوبند نے بڑی زبردست عقلی اور نقلی دلائل اور براہین سے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت اور مبرہن فرمایا ہے۔ لیکن زمانہ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اغیار لوگوں نے اپنی قلم اور زبان کے زور سے مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صف میں لاکھڑا کرنے کی سعی ناتمام شروع کر رکھی ہے اور ان کو منکر حیات قبر ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ سادہ لوح طلباء میں مشہور کر رکھا ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہماری طرح حیات قبر کے قائل نہ تھے اور عالم قبر وبرزخ میں روح اور جسد عنصری کے تعلق کے منکر تھے۔ (العیاذ باللہ) حالانکہ یہ مولانا کی شخصیت پر ظلم عظیم اور بہتان صریح ہے۔ کیونکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ علماء اہل السنۃ کی طرح حیات قبر کے اور روح اور جسد کے تعلق کے قائل ہیں اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے حامی اور محافظ ہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ عبارات اکابر کو سیاق وسباق سے کاٹنا اصل موضوع سے توڑ موڑ کرنا اور تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل کا ارتکاب کرنا عصر ہذا کے معتزلہ کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ لوگ اپنے اس جرم میں اتنی بڑی مہارت رکھتے ہیں کہ ایک سادہ مزاج اور خالی الذہن آدمی کو قطع وبرید شدہ عبارات اکابر دکھا کر منوا لیتے ہیں کہ فلاں فلاں اکابر ہمارے ہم خیال تھے اور فلاں فلاں ہمارے ہم مسلک ہیں اور یہ لوگ اپنی اس عیاری چالاکی اور چال بازی میں فرقہ غیر مقلدین سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں تو ایسی صورت میں ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح مسلک...... جو کہ ان کی تصنیفات سے واضح ہے...... کو سپرد قرطاس کر کے ان کے دامن کو جھوٹے الزامات سے پاک وصاف کیا جائے اور ساتھ ساتھ ان اغیار کی خیانتیں اور تہمتیں کھل کر سامنے آجائیں تاکہ حق وباطل میں کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔ اب آپ مندرجہ ذیل اقتباسات میں بغور نظر وفکر فرمائیں جن سے بانی دارالعلوم دیوبند کا مسلک روز روشن کی طرح چمک دمک رہا ہے۔

ۃ الحمدللہ ثم الحمدللہ! بندہ نے نہ قطع و برید کی ہے اور نہ ہی عبارات کو توڑ موڑ کر پیش کیا ہے اور نہ ہی تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ یہ باطل پرستوں کا شیوہ جس سے اہل حق نفرت کرتے ہیں۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

۱...... مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزین ہیں۔'' (آب حیات ص ۲)

۲...... مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ایسی روایتیں ہیں کہ نہ میراث کی آیتوں کے مخالف، نہ کسی اور آیت کے معارض پھر بایں ہمہ در بار اثبات حیات مؤیدان میں سے ایک تو وہ روایت جس کا حاصل یہ ہے کہ: ''جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے جیتے جی میری زیارت کی۔'' اہل فہم پر روشن ہوگیا۔ غرض اس کلام سے تسکین خاطر حزین مشتاقان دیدار سرور دین ہے جو کہ کم نصیبی سے آپ کی زیارت سے محروم رہے۔ موانع خارجی کے باعث آنے نہ پائے یا آپ کے بعد اس عالم میں آئے سو تسکین جب ہی متصور ہے کہ آپ زندہ ہوں۔ محبان ایمانی کو ملاقات پس پردہ بھی کافی ہے۔ آنکھوں سے نہ دیکھنے سے عبداللہ بن ام مکتوم کو جو نابینا تھے، باوجود محرومی دیدار یوں نہیں کہہ سکتے کہ دیدار سے محروم رہے۔''

''دوسری وہ روایت جس کا یہ مضمون ہے جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر جفا کی۔ تیسرے وہ روایتیں جن سے انبیاء کا قبور میں نمازیں پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ چوتھے وہ روایت جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بالخصوص قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔ پانچویں معراج کی روایت جس سے انبیاء گزشتہ کا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنا اور بہ ترتیب معلوم آسمانوں میں ان سے ملاقات کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان روایات میں بعض کا باعتبار سند کے چنداں قوی نہ ہونا مضر نہیں۔ چند ضعیف باہم مل کر اسی طرح قوی ہو جاتی ہیں۔ جیسے بہت سے احاد مل کر متواتر بن جاتی ہیں۔ یہاں تو فقط ضعاف ہی نہیں دو ضعیف ہیں تو دو صحیح بھی ہیں۔ رہی آیتیں سو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے: ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما''

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرانا اور کرنا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہل عصر ہی کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو آیت: ''النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم'' کے دونوں جملے جدا جدا آپ کی حیات پر ایسی طرح دلالت کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ قرآن کے ماننے والوں کو تو گنجائش انکار رہتی نہیں جو شخص قرآن کے انکار سے موافق حدیث ثقلین لاریب داخل زمرہ گمراہان ہو چکا، اسے راہ پر لانے کوئی تدبیر نہیں۔'' (آب حیات ص ۴۰، ۴۱)

۳...... حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ابوداؤد ''مامن مسلم یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی اسلم علیہ'' کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس صورت میں حاصل معنی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ ﷺ کی روح پر فتوح کو اس حالت استغراق فی ذات اللہ تعالیٰ و تجلیات اللہ سے جو بوجہ محبوبیت و محبت تامہ آپ کو حاصل رہتی ہے۔ اپنے ہوش عطاء فرما دیتا ہے۔ یعنی

مبداء انکشاف نبوی ﷺ کو جو انبساط الیٰ اللہ حاصل تھا۔ مبدل بانقباض ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے ارتداد علی النفس حاصل ہوتا ہے اور اپنی ذات اور صفات اور کیفیات اور واقعات متعلقہ ذات وصفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے۔ سو چونکہ سلام امتیاں بھی من جملہ وقائع متعلقہ ذات خود ہیں۔ اس لئے اس سے مطلع ہو کر بوجہ حسن اخلاق ذاتی جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔'' (آب حیات ص ۱۷۵)

۴...... ''وجہ اس کی یہ ہے کہ روح پرفتوح نبوی ﷺ جب منبع اور اصل روح باقیہ خصوصاً ارواح مومنین امت ٹھہری تو جون سا امتی آپ علیہ السلام پر سلام عرض کرے گا۔ اس کی طرف کا شعبہ لوٹے گا۔ ارتداد جملہ شعب لازم نہیں اور ظاہر ہے کہ اس شعبہ کا ارتداد بعث اطلاع سلام معلوم تو ہو گا پر موجب زوال استغراق مطلق نہ ہو گا۔ آخر شعب غیر متناہیہ اور ہیں۔'' (آب حیات ص ۱۷۶)

قارئین کرام! مندرجہ بالا اقتباسات سے حیات النبی ﷺ کے متعلق حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد بالکل واضح ہیں کہ:

۱...... وہ اس زمین والی قبر کو ''قبر'' کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی عبارت میں جتنی بار بھی ''قبر'' کا لفظ استعمال ہوا۔ وہاں سوائے اس ارضی قبر کے کوئی اور قبر مراد ہو سکتی نہیں۔

۲...... وہ حضور اکرم ﷺ کی حیات بعد از وفات مع جسد عنصری کے قائل ہیں۔

۳...... حضرت کا عقیدہ ہے کہ جس نے بعد وفات آپ ﷺ کی زیارت کی گویا جیتے آپ ﷺ کی زیارت کی۔

۴...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت گویا پس پردہ آپ کی ملاقات ہے۔

۵...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن مجید کی آیت: ''ولو انہم اذ ظلموا انفسہم'' کا حکم اب بھی باقی ہے اور زائرین اب روضہ اقدس ﷺ پر جا کر استشفاع کر سکتے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ سے یوں درخواست کرنا صحیح ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے لئے استغفار فرمائیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ ہماری مغفرت فرما دیں اور ظاہر ہے کہ دعا و استغفار کی یہ درخواست سماع عند القبر الشریف پر موقوف ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کے سماع وسلام وکلام عند القبر الشریف کے قائل ہیں۔

۶...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ دور سے پڑھا ہوا درود وسلام آپ ﷺ کی ذات اقدس پر پیش کیا جاتا ہے اور آپ جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

۷...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی زمین والی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

۸...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حیات الانبیاء، آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

۹...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حیات الانبیاء علیہم السلام کے عقیدہ پر دلالت کرنے والی احادیث بعضے قوی اور بعضے ضعیف ہیں اور چند ضعیف مل کر قوت حاصل کر لیتی ہیں۔ خصوصاً جب کہ قوی احادیث بھی موجود ہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ جب محدثین کے مسلمہ اصول کے تحت حیات الانبیاء کی سب احادیث قوی بن گئیں تو فرداً فرداً کسی حدیث کی سند کو لے کر بیٹھ جانا کہ اس سند کا فلاں راوی ضعیف یا منکر یا مجہول ہے۔ ایک فضول کام ہے اور وقت کو ضائع کرنے والی بات ہے۔ کیونکہ اصول حدیث کے تحت سب حدیثیں قوت حاصل کر کے درجہ قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

۱۰...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حیات الانبیاء علیہم السلام ایسے قوی اور مضبوط دلائل سے ثابت ہے کہ قرآن کے ماننے والوں کو اس کے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۱...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ منکرین حیات قبر کو "گمراہ" لکھ رہے ہیں۔

۱۲...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر شریف شہداء کرام اور عامۃ المومنین کی حیات سے اتنی قوی تر اور ممتاز ہے کہ اس ممتاز حیات کی وجہ سے ان کی مالی وراثت قابل تقسیم نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی ازواج مطہرات سے کسی کا نکاح کرنا جائز ہے۔ یہ سب کچھ حیات قبر کی وجہ سے ہے اور ایسی ممتاز اور قوی تر حیات کسی شہید یعنی عامۃ المومنین کو حاصل نہیں ہے۔

ناانصافی کی انتہاء

ظلم دیکھئے کہ عصر ہذا کے معتزلہ ان پورے بارہ عقائد میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کرتے ہیں اور شدت سے ان عقائد کا انکار کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود مدعی ہیں کہ ہم حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مسلک ہیں اور وہ ہمارے ہم خیال ہیں۔ ایسے روّیہ کے بارے میں اب ہم کیا کہیں؟ اللہ کی پناہ!

قبر و برزخ میں روح اور جسد کا تعلق اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ارواح کا ان کے ابدان عنصریہ کے ساتھ ایسا قوی تر تعلق مانتے ہیں کہ وہ عدم توریث مال اور حرمت نکاح امہات المومنین کی بنیاد اسی قوی تر حیات کو مانتے ہیں اور باقی رہے دیگر موتی خواہ شہداء ہوں یا غیر شہداء تو ان کی ارواح کا تعلق ان کے ابدان عنصریہ کے ساتھ وہ ایسا قوی تر تو نہیں سمجھتے جو عدم توریث مال کا سبب بن سکے یا اس سے نکاح بیوگان کی حرمت ثابت ہو، لیکن وہ قبر و برزخ میں روح اور جسد عنصری کے مابین ایک خاص قسم کے تعلق کے قائل ہیں۔ گو خفیف ہی سہی اس تعلق کی وجہ وہ امکان سماع موتی کے قائل ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے مردہ قبر کے ثواب وعذاب کو محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "القصہ زمین بھی آواز پہنچاتی ہے مگر بہت کم ادھر بعد مرگ روح کو جسم خاکی سے بہت کم علاقہ رہ گیا اور جو کچھ تھا بھی تو جسم مذکور کی شکل وصورت کے بگڑ جانے نے اس کو اور بھی گھٹا دیا۔" (جمال قاسمی ص ۱۷)

مزید لکھتے ہیں: "الغرض ادھر تو روح کو جسم سے تعلق ضعیف ہو گیا جو سرمایہ ابصار واسماع تھا ادھر واسطہ ایصال بعد دفن اب خاک ہے جس میں ضعیف سی لچک اور قلیل سا سیلان ہے۔ اس لئے خواہ مخواہ یہ کہنا پڑے گا کہ حد قوت اسماع متکلم سے قوت سامعہ اموات جو بالفعل فقط روح کے ساتھ قائم ہے اور جسم سے چنداں تعلق نہیں۔ میری ہے پر بایں ہمہ تعلق بھی موجود ہے۔ گو ضعیف ہے اور واسطہ وصول آواز میں سیلان اور لچک بھی موجود ہے۔ گو خفیف ہے اس لئے اگر ادھر سے بوجہ توجہ واقتراب جو محبت مذکورہ کو لازم ہے، تلقی آواز یعنی استماع ہو تو بعید نہیں۔" (جمال قاسمی ص ۱۷)

قارئین کرام! مذکورہ بالا دونوں عبارات میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ عام موتی کے ارواح کا ان کے ابدان عنصریہ سے تعلق تسلیم کر رہے ہیں۔ گو ضعیف سہی بہر حال تعلق ضرور ہے جس کی وجہ سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ امکان سماع کو ثابت فرما رہے ہیں اور علماء اسلام فرماتے ہیں کہ اسی تعلق کی وجہ سے مردہ انسان قبر کی جزاء وسزا کو محسوس کرتا ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف عدم تعلق کی نسبت کی حقیقت

عصر ہذا کے کج فہم معتزلہ اپنی ایک خاص قسم کی عیاری اور چالاکی کے ساتھ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی آب حیات سے کچھ ایسی عبارات پیش کرتے ہیں جس سے عام دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہر قسم کے تعلق کی نفی فرمارہے ہیں۔ حالانکہ یہ دھوکہ اور مغالطہ ہے۔ کیونکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہر قسم کے تعلق کے منکر نہیں بلکہ وہ روح اور جسد کے ایسے تعلق کے قائل ہیں جس سے سماع موتٰی کا امکان ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ جمال قاسمی کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر تعلق کو ثابت کریں اور دوسرے مقام پر اسی تعلق کی نفی کردیں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جس قسم کے تعلق کے قائل ہیں وہ اور ہے جس تعلق کی نفی کرتے ہیں وہ اور قسم کا ہے۔ یعنی قائل ہیں ایسے ضعیف تعلق کے جس سے سماع موتٰی ممکن ہوجائے اور مردہ رنج وراحت کو محسوس کرے اور نفی فرماتے ہیں۔ ایسے قوی تر تعلق کی جس کی وجہ سے ان کی وراثت تقسیم نہ ہوسکے اور ان کی بیوگان سے نکاح نہ ہوسکے۔ کیونکہ ایسا تعلق وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں غیر انبیاء کے لئے تعلق دنیوی کی نفی فرماتے ہیں اور تعلق برزخی کو ثابت کرتے ہیں۔

عام موتٰی کے سماع کے متعلق مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے قریب سے سلام وکلام کے سننے کا عقیدہ تو آپ جمال قاسمی کے حوالہ سے معلوم کرچکے ہیں۔ اسی طرح آپ یہ بھی معلوم کرچکے ہیں کہ حضرت سماع موتٰی کے امکان کو بھی ثابت کرچکے ہیں اور اب یہ معلوم کیجئے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسئلہ سماع اموات کے قصہ میں اوّل تو یہ معروض ہے کہ یہ امر قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ دوسری ضروریات دینی اور عقائد ضروریہ میں سے نہیں۔ اس کی تنقیح قرار واقعی تو بعد مرگ معلوم ہوگی۔ اگر بعد مرگ ہم نے اوروں کا سلام و پیام سن لیا تو سماع، نہیں تو عدم سماع محقق ہو جائے گا۔ علاوہ بریں طرفین میں بڑے بڑے اکابر اگر ایک طرف میں بالکل ہو رہے تو کسی نہ کسی طرف والوں کو برا سمجھنا پڑے گا۔ اس لئے اہل اسلام کو یہ ضروری ہے کہ ایسے مسائل میں خواہ مخواہ ایسے پکے نہ ہو بیٹھیں کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھ لیں۔ جب یہ بات گوش گزار خدام ہوچکی تو اب آگے سنئے اپنے خیال نارسا کی موافق سمع اموات حد اسماع سے تو پرے ہے پر استماع اموات ممکن ہے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا نے تو ''انک لا تسمع الموتی'' فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے سلام اہل قبور مسنون کردیا۔ اگر استماع ممکن نہیں تو پھر یہ بیہودہ حرکت یعنی سلام اہل قبور ملحدوں کی زبان درازی کے لئے کافی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۱۳، ۱۴)

قارئین کرام! حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا اقتباس سے چند چیزیں بالکل واضح ہوگئیں کہ آپ سماع موتٰی کو ضروریات دین اور عقائد ضروریہ سے نہیں سمجھتے۔ کسی جانب کو باطل نہیں ٹھہراتے۔ اس مسئلہ کو دور اوّل سے مختلف فیہ جانتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دونوں جانب اکابر ہیں۔ سماع اور عدم کی واقعی خبر مرنے کے بعد ہوگی۔ بالکل ایک طرف ہوکر دوسری طرف والوں کو برا نہ سمجھنا چاہئے۔ استماع موتٰی ممکن ہے اگر ممکن نہ ہو تو ملحد لوگ ''السلام علیکم یا اھل القبور'' کو ایک بیہودہ حرکت قرار دے کر زبان درازی کریں گے۔ جب کہ عصر ہذا کے

معتزلہ مندرجہ تمام باتوں میں حضرت سے اختلاف کرتے ہیں۔ حضرت کی مذکورہ بالا باتوں میں سے کسی ایک بات پر ان کو یقین نہیں ہے اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ سب فرمودات عام موتی کے متعلق ہیں۔ کیونکہ وہ حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر اور سماع سلام وکلام کے صرف قائل نہیں بلکہ زبردست حامی ہیں۔ وہ اس پر ایمان لانے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ لہٰذا حضرت کے مذکورہ بالا ارشادات کو صرف عام موتی کے سماع کے متعلق بند رکھنا چاہئے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو شامل کرنا انصاف کے خون کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا احتیاطی مشورہ

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے امکان استماع موتی ثابت کرنے کے بعد ایک مفید مشورہ عنایت فرمایا ہے جس پر ہمارے اکابر کو اتفاق ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں: ''مناسب یوں ہے کہ قبرستان میں گزرے تو سلام سے دریغ نہ کرے اور بن پڑے تو ہدیہ مناسب وقت بھی پیش کرے۔ ورنہ سخت بے مروتی ہے۔ جو یوں آنکھیں چرائے چلا جائے مگر چونکہ محتاج اور مستغنی محتاج الیہ کا پکارنا جدا جدا ہوتا ہے اور عوام اپنے خیال خام میں اولیاء کو قادر اور متصرف یعنی غنی محتاج الیہ سمجھتے ہیں تو اگر اس زمانہ میں اس امکان استماع کا بھی چرچا کیا جائے تو اس عمل سے نفع دینی تو کچھ متصور نہیں۔ البتہ قوت مضامین شرکیہ کا گمان غالب ہے۔ اس لئے یوں مناسب ہے کہ عوام کو فقط طریقہ مسنونہ زیارت قبور تعلیم کیا جائے اور اس سے زیادہ کی اطلاع نہ ہونے دے۔ ورنہ اس علم امکان سے ترقی مدارج تو معلوم، کیونکہ ضروریات دینی میں سے نہیں۔ البتہ مواخذہ نقصان مذکورہ کا احتمال ہے۔'' (جمال قاسمی ص ۱۸۱)

ہمارے اکابر اس مشورہ پر کاربند ہیں۔ البتہ اس مسئلہ پر ہمارے اکابر سے جو پیش رفت ہو رہی ہے وہ صرف دفاعی کوشش ہے۔ کیونکہ عصر ہذا کے معتزلہ اس مسئلہ میں غلو کا شکار ہیں اور قائلین سماع موتی پر شرک وکفر کے فتوے لگاتے ہیں تو ہمارے علماء امت مسلمہ کو اس زہریلے فتوے کی زد سے بچانے کے لئے میدان میں آ کر اس مسئلہ کی حیثیت کو واضح فرماتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس خطرناک فتوے کے اثرات کہاں تک جا پہنچتے ہیں۔ ہاں! حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور سماع سلام وکلام ضروریات میں سے ہے اور اسی پر اجماع امت ہے تو اس عقیدہ کے ہمارے ہاں داعی اور مدعی ہیں اور اس عقیدہ عالیہ کے تحفظ کی خاطر ہمارے علماء کا اقدامی اور دفاعی جہاد جاری اور ساری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گا۔

واضح رہے کہ عصر ہذا کے معتزلہ کا عام موتی کے عدم سماع کے دلائل سے خصوصی طور پر حضور اکرم ﷺ کے سماع کی نفی کر دینا ایک نہایت خوفناک چال ہے۔ اس طرح مسئلہ سماع موتی کو فروعی اور غیر ضرورتی کہتے کہتے حضور اکرم ﷺ کے سماع کو بھی غیر ضروری بنا ڈالنا بھی ایک خطرناک چال ہے۔ کیونکہ عام موتی کے سماع کا مسئلہ واقعی غیر ضروری ہے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کے سماع کا مسئلہ تو ضروری ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔ اہل سنت سے خارج ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

یہاں ایک وسوسے کا دور کرنا بندہ عاجز ضروری تصور کرتا ہے کہ کیا عقیدہ حیات النبی ﷺ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر اہم ہے؟ عصر ہذا کے کج فہم معتزلہ...... جو عبارات اکابر سے ان کی مراد کے برعکس اپنا من بھاتا مطلب کشید کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں...... نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت سے غلط نتیجہ اخذ کر کے لوگوں کو یہ

تاثر دیا ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حیات النبی ﷺ کا عقیدہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ اولاً مولانا کی وہ عبارت ملاحظہ فرمایئے۔ پھر غلط نتیجہ پھر تبصرہ تاکہ صحیح صورتحال کھل کر سامنے آجائے۔ مولانا فرماتے ہیں: ''ہاں! اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ گو عقیدہ یہی ہے اور میں جانتا ہوں۔ ان شاء اللہ! ایسا ہی رہے گا۔ مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا، نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں، نہ منکروں سے دست و گریباں ہوتا ہوں۔'' (لطائف قاسمیہ ص ۵)

کج فہم معتزلہ نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد کے برخلاف یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے۔ حالانکہ یہ مغالطہ ہے۔ کیونکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آب حیات میں لکھ چکے ہیں کہ حیات النبی ﷺ کا عقیدہ آیات قرآنیہ اور احادیث قویہ سے ثابت ہے۔ حتیٰ کہ قرآن کے ماننے والوں کو انکار کی گنجائش نہیں اور جو انکار کرتا ہے وہ گمراہ ہے۔ حوالہ گزر چکا ہے تو معلوم ہوا کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کو ضروری سمجھتے ہیں تو پھر سوال ہوگا لطائف قاسمیہ میں کس بات کو غیر ضروری قرار دیا۔

تو حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے لئے موت کی ایک خاص قسم تجویز فرماتے ہیں وہ آپ ﷺ کی موت کے بالکل قائل ہیں۔ لیکن اس کی ایک اور نوع تجویز فرماتے ہیں اور اسی کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ میں ان کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا اور نہ ہی اس کی تعلیم کرتا ہوں اور نہ ہی منکرین سے دست و گریباں ہوتا ہوں تو معلوم ہوا کہ لطائف قاسمیہ کی عبارت کا تعلق موت کی ایک خاص قسم سے ہے اور کج فہم اغیار نے اس کو عقیدہ حیات النبی ﷺ پر فٹ کر دیا۔ اسے کہتے ہیں: ''تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل'' یہ ہے۔ حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ جسے دیانتداری کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اکابر کی راہ صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے۔ صلی اللہ علی النبی الامی الکریم!

(۲) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

عصر ہذا کے کج فہم معتزلہ جنہوں نے ہمارے اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ میں سے جن جن حضرات کو عقیدہ حیات النبی ﷺ کا منکر ثابت کرنے کی مہم جاری کر رکھی ہے۔ ان میں قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی سرفہرست ہے۔ حالانکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر بہ تعلق روح مع الجسد العنصری کے قائل ہیں۔ اس طرح وہ حضور اکرم ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع عند القبور کے عقیدہ کو اجماعی عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ وہ زائرین کو یہ مشورہ بھی دیتے ہیں کہ قبر شریف پر سلام پڑھنے کے بعد حضور اکرم ﷺ سے طلب شفاعت کریں اور جس شخص نے اس کو کہا کہ آپ کی ذات اقدس پر میری طرف سے سلام پیش کرنا تو اس کی طرف سے سلام بھی عرض کریں اور اس کے لئے بھی آپ سے طلب شفاعت کریں۔ اسی طرح حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس زمین والی قبر کو قبر کہتے ہیں۔ عذاب قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں اور عصر ہذا کے معتزلہ مندرجہ بالا عقائد میں سے کسی ایک عقیدہ میں بھی حضرت سے متفق نہیں ہیں اور شدت کے ساتھ ان عقائد کی تردید کرتے ہیں۔ بلکہ شرک و کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ بایں ہمہ مدعی بنے بیٹھے ہیں کہ ہم مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مسلک ہیں اور وہ ہمارے ہم خیال ہیں۔ حالانکہ ان کج فہموں کے خیالات اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سچے اور صحیح عقائد (جو کہ ان کی تصنیفات سے واضح ہیں) کو لکھ کر

سادہ لوح طلبہ اور عوام کو دھوکہ بازوں کے دھوکہ سے بچایا جائے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن کو جھوٹے الزامات سے پاک وصاف کیا جائے تاکہ حق، حق کی صورت اور باطل، باطل کی شکل میں کھل کر سامنے آ جائے۔ چنانچہ درج ذیل اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱...... مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ کی مالی وراثت تقسیم کیوں نہ ہوئی؟ بایں وجہ کہ آپ قبر شریف میں زندہ ہیں۔ ''ونبی اللہ حی یرزق'' اس مضمون حیات کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالے ''آب حیات'' میں بمالا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔'' (ہدایۃ الشیعہ ص ۵۶۱ ملحق تالیفات رشیدیہ)

۲...... حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔ ''اولیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ؟ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں؟ حضرت نے جواب لکھا: روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے۔ ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے۔ بعض مقر ہیں بعض منکر۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ملحق تالیفات رشیدیہ ص ۱۰۹)

ضروری وضاحت: حضرت کے مذکورہ بالا ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہر میت کی روح کا اس کے جسم کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ میں خاص قسم کی حیات پیدا ہوتی ہے اور وہ قبر کی کارروائی کو محسوس کرتا ہے۔ نیز یہ حیات ہر مردہ کو حاصل ہوتی ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات سب سے ممتاز ہوتی ہے۔ باقی حیات قبر کو حیات روحانی اور روح کی حیات اس لئے کہتے ہیں کہ عالم قبر و برزخ میں روح ظاہر ہوتی ہے اور جسم مستور ہو جاتا ہے، وہاں روح اصل ٹھہرتی ہے اور جسد اس کے تابع ہوتا ہے۔ برخلاف حیات دنیا کے کیونکہ یہاں جسم اصل اور ظاہر ہے اور روح تابع اور مستور ہے۔ اسی اصلیت کی وجہ سے حیات دنیا کو جسمانی حیات اور حیات قبر کو روحانی حیات کہتے ہیں۔ حیات روحانی اور روح کا لفظ سن کر تعلق مع الجسد العنصری کی نفی سمجھنا ایسی ہی حماقت ہے۔ جیسے کوئی شخص حیات دنیا کو حیات جسمانی کہنے کی وجہ سے روح کی شرکت کا انکار کر دے۔ معلوم ہوا کہ حیات قبر کو روحانی کہنے سے جسم کی معیت اور اس کی شرکت کی نفی نہیں ہوتی۔ چونکہ اس عالم میں روح اصل ہے۔ اس لئے اس کا ذکر کیا گیا اور جسم بالتبع مذکور اور شامل ہے۔ اس لئے اس کے ذکر کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

۳...... مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے استعانت از اہل قبور کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب تحریر فرمایا: ''اس مسئلہ کی پہلے تحریرات ہو چکی ہیں کہ مائۃ مسائل اور اربعین مسائل مولانا محمد اسحاق مرحوم دہلوی کو دیکھئے۔ چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے تو جواب مختصر لکھنا ضروری ہوا۔ استعانت کے تین معانی ہیں۔ ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بحرمت فلاں میرا کام کر دے۔ یہ باتفاق جائز ہے۔ خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ دوسرے یہ کہ صاحب قبر کو کہے کہ تم میرا کام کر دو یہ شرک ہے۔ خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے۔ اعینونی عباد اللہ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں۔ ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہیں ہے۔ اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے، معنی حدیث سے۔ تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کے یہ کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا

ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب نے منع لکھا ہے۔ وہ دوسری نوع کی استعانت ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتی کا مسئلہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت سے مختلف فیہ ہے۔ مع ہذا اسلام کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا۔ بہر حال یہ مسئلہ مختلفہ ہے۔ اس میں بحث مناسب نہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ملحق تالیفات اشرفیہ ص ۱۳۴)

۴...... حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دور سے خود خطاب سلام کا سنتے ہیں۔ وہ کفر ہے، خواہ ''السلام علیک'' کہے یا ''السلام علی النبی'' کہے اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے، ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے۔ جیسا احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ملحق تالیفات رشیدیہ ص ۵۵، ۱۰۳، ۱۳۹)

۵...... مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ ''اب جان لے کہ زیارت روضہ مطہرہ سرور کائنات علیہ السلام کی افضل المستحبات ہے۔ بلکہ بعض نے قریب واجب کے لکھا ہے اور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے۔ اس کے واسطے میری شفاعت واجب ہوگی اور فرمایا ہے کہ جو کوئی میری زیارت کو آئے اور اس آنے میں اس کو محض زیارت ہی مقصود ہو اور کوئی حاجت نہ ہو تو مجھ پر حق ہو گیا کہ میں اس کا قیامت کو شفیع ہوں اور فرمایا ہے کہ جو کوئی انتقال کے بعد میری قبر کی زیارت کرے تو مثل اس کے ہے کہ جس نے حال حیات میں میری زیارت کی ہو۔ پس جس شخص پر حج فرض ہو تو اوّل اس کو حج کر لینا بہتر ہے۔ ورنہ اختیار ہے۔ چاہے حج پہلے کرے یا مدینہ منورہ پہلے ہو آوے۔ غرض جب مدینہ کا عزم ہو تو بہتر یوں ہے کہ نیت زیارت قبر مبارک مطہر کی کر کے جاوے، تا کہ مصداق اس حدیث کا ہو جاوے کہ جو کوئی محض میری زیارت کو آوے شفاعت اس کی مجھ پر حق ہوگی۔'' (زبدۃ المناسک ملحق تالیفات رشیدیہ ص ۶۴۸)

۶...... مزید لکھتے ہیں ''پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور سرہانے کی دیوار کے کونہ میں جو ستون ہے، اس کے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرے۔ کچھ بائیں طرف مائل ہو کر تا کہ چہرہ شریف کے خوب مواجہ ہووے اور باادب تمام اور باخشوع کھڑا ہو اور زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگائے کہ محل ادب اور ہیبت ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے لیٹے ہوئے تصور کرے اور کہے۔

السلام علیک یا رسول اللہ　　　السلام علیک یا خیر خلق اللہ

السلام علیک یا حبیب اللہ　　　السلام علیک یا خیرۃ اللہ من خلق اللہ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے اور شفاعت چاہے، کہے: ''یا رسول اللہ اسالک الشفاعة واتوسل بک الی اللہ فی ان اموت مسلما علی ملتک وسنتک'' اور ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادہ کرے۔ مگر ادب اور عجز کے کلمات ہوں، لیکن سلف یہاں الفاظ مختصر کہنے کو جہاں تک اختصار ہو، مستحسن رکھتے ہیں اور بہت پکار کر نہ بولے، بلکہ آہستہ خشوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو۔ عرض کرے ''السلام علیک یا رسول اللہ من فلاں بن فلاں یتشفع بک الی ربک'' پھر بقدر ایک ہاتھ کے پیچھے کو ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام کہے۔'' (زبدۃ المناسک ملحق تالیفات رشیدیہ ج ۵ ص ۶۵۰)

۷...... حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی غیر مقلد کے بارہ میں سوال کیا گیا یا خود غیر مقلد نے سوال کیا۔ اگر کوئی حاجی صاحب مدینہ منورہ نہ جائے۔ کیونکہ راستہ پر خطر ہے۔ قافلے لٹ رہے ہیں اور روپیہ بھی کرایہ وغیرہ پر خرچ ہوگا

تو کیا گناہ ہوگا؟ کیونکہ مدینہ جانا فرض وواجب نہیں ہے تو حضرت نے جواب لکھا ''مدینہ نہ جانا اس وہم سے کمی محبت فخر عالم علیہ السلام کا نشان ہے۔ ایسے وہم سے کوئی دنیا کا کام نہیں ترک ہوتا زیارت ترک کرنا کیوں ہوا، اور راہ ہر روز نہیں لٹتی۔ اتفاقی بات ہے یہ کوئی حجت نہیں مگر ہاں واجب بھی نہیں۔ بعض کے نزدیک بہر حال رفع یدین وآمین بالجہر سے زیادہ موجب ثواب وبرکت کا ہے۔ اس کا تو باوجود فساد اور خوف آبرو کے بھی ترک نہ کریں اور زیارت کو احتمال ووہم سے بھی ترک کردیں۔ اس کو بھی تامل کر کے دیکھ لیں کہ کون سا حصہ کمال ایمان کا ہے اور روپیہ خیرات میں صرف ہونا سعادت ہے۔'' (فتاوی رشیدیہ ص ۴۷۹)

قارئین کرام! مذکورہ بالا اقتباسات میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مسائل اور عقائد بیان فرمائے ہیں۔ عصر ہذا کے معتزلہ ان میں سے کسی ایک عقیدہ اور کسی ایک مسئلہ کو نہیں مانتے بلکہ ان پر نکیر شدید کرتے ہیں اور شرک وبدعت کے فتوے لگاتے ہیں اور پھر بھی دعویٰ ہے کہ ہم حضرت گنگوہی کے مسلک اور عقیدہ پر ہیں۔ ''فواسفا علی ضیعة العلم والادب'' نامعلوم یہ الٹی گنگا کب تک بہتی رہے گی اور نامعلوم طلباء کرام کب تک دھوکہ کھاتے رہیں گے۔

عام موتی کے سماع میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع عند القبور کے صرف قائل نہیں بلکہ اسے اجماعی عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ باقی رہے عام موتی تو اس بارے میں چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عام موتی کے سماع کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے لکھا:

۱...... ''یہ مسئلہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا ہے۔ اس کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے جس پر عمل کرے درست ہے۔'' (فتاوی رشیدیہ ملحق تالیفات رشیدیہ)

۲...... مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ جب سماع موتی کے حضرت امام صاحب قائل نہیں تو پھر فقہائے حنفیہ تلقین میت کو کیوں تحریر فرماتے ہیں؟ تو مولانا نے جواب لکھا کہ ''مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایت اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں شاذ ہیں۔'' (فتاوی رشیدیہ ص ۲۳۳)

۳...... مفتی عزیز الرحمن نے حضرت گنگوہی سے سماع موتی کے متعلق سوال کیا اور آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مسئلہ سماع موتی کا قرن اوّل میں مختلف ہوا ہے۔ اب اس کا فیصلہ تو ممکن نہیں مگر تقلیدا اپنے مجتہد مقلد کی کوئی ترجیح کی جانب اگر میلان کرے تو مضائقہ نہیں...... لہٰذا حسب قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چونکہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ''وما انت باسمع منهم'' سنا تھا تو ان کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی۔ سو جو کچھ معنی انہوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں ہو سکتا ہے۔ ورنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو خود حدیث میں تاویل کی اور آیت کو بحال رکھا اور جمع کر دیا۔ الحاصل ارجح مذہب عدم سماع کا ہے۔ حسب قواعد!'' (لطائف رشدیہ ملحق تالیفات رشیدیہ ص ۶۷۶)

قارئین کرام! حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا اقتباسات میں غور کرنے سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱...... مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عام موتی کا عدم سماع راجح ہے۔

۲...... مسئلہ سماع موتی عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ ہے۔ دونوں جانب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

۳...... اس مسئلہ میں اب فیصلہ کرنا ناممکن ہے۔

۴...... سادات حنفیہ بھی اس مسئلہ میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔

۵...... زمانہ دفن کے قریب بہت روایات سماع کا اثبات کرتی ہیں۔

۶...... سماع موتی کی جانب بھی قوی ہے۔

۷...... اگر کوئی شخص سماع موتی کا قائل ہو کر تلقین میت کرے تو درست ہے۔ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ منقول نہیں ہے اور اس بارے میں امام صاحب سے جو روایات آئی ہیں، وہ شاذ ہیں۔ مذکورہ بالا باتوں میں بجز عدم سماع عام موتی کے عصر ہذا کے معتزلہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی بات میں متفق نہیں ہیں۔ جب کہ عدم سماع میں بھی برائے نام اتفاق ہے۔ کیونکہ عدم سماع سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بالاجماع مستثنیٰ فرماتے ہیں اور یہ لوگ سب سے پہلے انہیں کے سماع کی نفی کرتے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس مسئلہ کا اب فیصلہ ناممکن ہے۔ جب کہ یہ لوگ قائلین سماع پر شرک وکفر کے فیصلے کر چکے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ فروعی مسئلہ ہے۔ کیونکہ دونوں جانب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں سماع موتی نص قطعی سے ثابت ہے۔ جب کہ یہ لوگ ایمان اور عقیدہ کے لئے عدم سماع کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

عصر ہذا کے معتزلہ کی بے ڈھنگی چال

اس دور کے معتزلہ جب کہیں عدم سماع موتی کا قول دیکھتے ہیں تو فوراً اس کو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر فٹ کر کے ان کے سماع کی نفی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ عدم سماع کا قول کرنے والے خود انبیاء کرام علیہم السلام کو عدم سماع سے مستثنیٰ کر چکے ہیں۔ اسے کہتے ہیں: ”مدعی سست گواہ چست“ اور اسے کہتے ہیں: ”تاویل القول بما لا یرضی به القائل“ یقین رکھیے اور کسی دھوکہ باز کے دھوکہ میں نہ آیئے جن جن حضرات نے بھی عدم سماع کو ترجیح دی ہے، وہ سب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع عند القبور کے قائل ہیں۔ کیونکہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک شخص کا نام نہیں ملتا، جس نے انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کا انکار کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابر کی راہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

(۳) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

فخر المتکلمین عمدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک نامور محدث گزرے ہیں۔ مسلک اہل السنت والجماعت دیوبند سے من وعن وابستہ تھے۔ یہاں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عقیدہ عذاب قبر کے متعلق ان کے موقف کی وضاحت کی جاتی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرما کر ان کے عقیدے کو سمجھئے۔

۱...... مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔

آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے۔ تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیات الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے، جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ پس اس سے اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کہ برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔ ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس بحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا اس کا نام آب حیات ہے۔'' (المہند علی المفند یعنی عقائد اہل سنت دیوبند ص ۳۸)

۲...... مزید لکھتے ہیں: ''فھی دائما تعرض علیه بواسطة الملائكة الا عند روضته فیسمعها بحضرته... فان الانبیاء فی قبورهم احیاء فنبی الله حی یرزق'' (بذل المجهود ج ۲ ص ۱۶۰)

یعنی ہمیشہ درود وسلام حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر بذریعہ ملائکہ پیش کیا جاتا ہے۔ مگر روضہ اطہر کے قریب جو درود وسلام پڑھا جائے، اس کو آپ ﷺ بنفس نفیس خود سماعت فرماتے ہیں۔ یقیناً حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں...... اللہ کے نبی زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

۳...... ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''ان نبی الله حی فی قبره كما ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورهم ولا فرق بین ان یكون فوق الارض او تحت حجابها'' (بذل المجهود ج ۲ ص ۱۱۷)

یعنی اللہ کا نبی اپنی قبر شریف میں زندہ ہے، جس طرح کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ آپ ﷺ زمین کے اوپر ہوں یا اس کے پردہ کے نیچے ہوں۔

۴...... محدث سہارنپوری رحمہ اللہ ابوداؤد کی حدیث جس میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ مجھے اس کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ای اقول وعلیک السلام قال القاضی لعل معناه روحه المقدسة فی شان ما فی الحضرت الالهیته فاذا بلغه سلام احد من الامة رد الله تعالی روحه المطهرة من تلك الحالة الی رد من سلم علیه'' (بذل المجهود ج ۳ ص ۲۰۷)

یعنی حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ میں سلام کرنے والے کے جواب میں ''وعلیک السلام'' کہتا ہوں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا۔ شاید اس کا مطلب یہ ہو کہ حضور اکرم ﷺ کی روح اقدس ذات الٰہیہ میں مشغول ومصروف ہوتی ہے اور جب آپ ﷺ کو کسی امتی کی طرف سے سلام پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح اطہر کو اس حالت سے سلام کرنے والے کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں تو آپ ﷺ کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

۵...... مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مسجد نبوی کی حد میں کتنی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو حضرت خود سنتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۳۶)

۶...... حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ اس آدمی کو فرماتے تھے جو قبر پر زور سے سلام عرض کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ ﷺ کی ایذاء کا سبب ہے۔ لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۷)

عقیدہ عذاب قبر کے متعلق محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ دیگر علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کی طرح عذاب قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں کہ اس قبر ارضی میں اعادہ روح ہوتا ہے۔ مردہ انسان کا امتحان لیا جاتا ہے۔ روح اور جسد عنصری کے مابین تعلق کی وجہ سے وہ قبر کی کارروائی کو محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرمائیے۔

۱...... محدث سہارنپوری ابوداؤد میں موجود حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ''یعاد روحه فی جسده'' کے الفاظ ہیں، کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''وتعاد روحه فی جسده بعد دفنه'' یعنی دفن کے بعد میت کی روح کو اس کے جسد میں لوٹا دیا جاتا ہے کہ اس سے قبر کا سوال کیا جائے اور اس پر قبر کی کارروائی جاری کی جائے۔'' (بذل المجہود ج ۶ ص ۲۲۸)

۲...... محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میت کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہے۔ جیسا زندہ کی ہڈی کو توڑنا اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''وقال ابن الملک والی ان المیت یتالم قال ابن حجر من لوازمه انه یستلذ بمایستلذ به الحی'' یعنی ابن ملک نے کہا کہ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس کے لوازمات میں سے ہے کہ میت ان امور سے خوش ہوتی ہے، جن سے زندہ خوش ہوتا ہے۔'' (بذل المجہود ج ۵ ص ۲۰۶)

(۴) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے کہ منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکابر علماء دیوبند سے درجنوں مسئلوں میں راہ تفردات اختیار کرنے کے باوجود اپنے آپ کو علماء دیوبند کا ترجمان اور ان کو اپنا ہم خیال باور کراتے چلے آرہے ہیں۔ حالانکہ اکابر علماء دیوبند اہل السنت والجماعت ہی اہل حق کی وہ سچی جماعت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چلی آرہی ہے اور حدیث کی پیش گوئی کے مطابق قیامت تک رہے گی۔ یہی نجات پانے والی جماعت ہی ''ما انا علیه واصحابی'' کا مصداق ہے اور اس جماعت کی حقانیت پر کتاب وسنت اور اجماع امت کے ہزاروں دلائل موجود ہیں۔ اس دور میں پاک وہند میں یہ جماعت علماء دیوبند نور اللہ مراقدہم کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ کیونکہ علماء دیوبند کے تمام تر عقائد ونظریات، اعمال وافعال اور مزاج اس جماعت حقہ والے ہیں۔

لیکن منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم جادہ اہل حق سے منحرف ہیں اور مسلک اہل السنت والجماعت سے ہٹ چکے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ عذاب قبر کی صحیح صورت کا انکار کرتے ہیں۔ قبر میں بوقت سوال نکرین روح کے لوٹنے کا انکار کرتے ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیازی حیات کا انکار کرتے ہیں۔ توسل بالصالحین کی جائز صورتوں کا انکار کرتے ہیں۔ سماع موتی جیسے فروعی اور معمولی مسائل میں تشدد کرتے ہیں۔ بات بات پر اپنے مخالفین کو مخالف قرآن کا الزام لگاتے ہیں اور شرک وکفر کے فتوے چسپاں کرتے ہیں۔ ان کے بعد افراد امام مہدی کی آمد کا انکار کرتے ہیں اور کچھ لوگ حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے زمین کی طرف اترنے کا انکار کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ کے انکار میں بہت بڑی جسارت کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!

الغرض عقائد فاسدہ و کاسدہ کے اپنانے کی وجہ سے یہ لوگ اپنا نام، کام اور جداگانہ تشخص قائم کرتے ہیں۔ اہل السنت والجماعت کی راہ صراط مستقیم سے ہٹ چکے ہیں اور سلف صالحین کی جماعت سے کٹ چکے ہیں۔ لہٰذا ایسے خیالات اور نظریات والے لوگ نہ سنی ہیں نہ دیوبندی۔ لیکن ان سب کے باوجود اپنے آپ کو زمرہ علماء دیوبند اہل السنت والجماعت میں شامل کرتے چلے آرہے ہیں بلکہ ستم بالائے ستم یہ ہے اپنے آپ کو اصلی حقیقی اور خالص دیوبندی کہتے ہیں اور پیروان علماء دیوبند کو ''بناسپتی دیوبندی'' مشہور کرنے کی سعی ناتمام کرتے ہیں اور پھر یہ لوگ اپنے اس خلاف واقعہ دعویٰ کو سچا بنانے کے لئے ہمارے اکابر علماء دیوبند کی کتابوں کی عبارات پیش کر کے عوام الناس کو فریب دے کر اصل حقیقت سے اندھیروں میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ عبارات اکابر پیش کرنے اور حوالہ جات دینے میں یہ لوگ خیانت، بددیانتی، قطع و برید اور ''تاویل القول بما لا یرضی به القائل'' کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے ادھوری اور غیر متعلقہ عبارات تو پیش کرتے ہیں، لیکن جن مقامات پر اکابر رحمہم اللہ نے اپنا عقیدہ واضح لفظوں میں تحریر فرمایا ہے، اس کو چھپا دیتے ہیں اور یوں یہ لوگ ہمارے اکابر کو بدنام کرنے کی سعی ناتمام کرتے ہیں۔

یہ کوئی نیا کارنامہ نہیں

قارئین کرام! یہ کوئی نیا کارنامہ نہیں جسے ان لوگوں نے سرانجام دیا۔ بلکہ ان سب سے پہلے یہ کام مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی علیہ ما علیہ حسام الحرمین کے نام سے کر چکے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی اور اس کے پیروکار روافض، پرویزی، چکڑالوی اور غیر مقلدین حضرات بھی آئے دن اس قسم کی حرکات کرتے رہتے ہیں اور مودودی صاحب بھی یہی کارنامہ سرانجام دے چکے ہیں اور اب اگر کوئی کسر باقی تھی تو یہ منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکال دی۔ لیکن الحمد للہ! ثم الحمد للہ! چونکہ ہمارے اکابر علم و عمل اور اخلاص کے پیکر تھے، لہٰذا ان لوگوں کے جھوٹے پروپیگنڈوں سے ان کی جلالیت قدر اور مقبولیت عامہ میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ ان لوگوں کی کمینہ حرکات اکابر کی ترقی درجات کا ذریعہ ثابت ہوئیں۔ لہٰذا جو بھی غلط نظریات اور عقائد فاسدہ ان اکابر کی طرف منسوب ہیں، وہ سب جھوٹ، فراڈ، خیانت اور بددیانتی کا پلندہ ہیں۔ جن سے ہمارے اکابر کا دامن پاک وصاف ہے۔ کیونکہ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تو پکے سچے اور کھرے اہل السنت والجماعت ہیں اور اہل السنت والجماعت کے تمام عقائد ونظریات اور اعمال و کتاب وسنت کے مطابق ہیں اور اجماع اس پر مستزاد ہے۔

یاد رکھیں کہ اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قطعاً دو رائیں نہیں ہیں بلکہ تمام اکابر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قبر شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعلق روح مع الجسد حیات حاصل ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم عند قبر الشریف زائرین کے صلوٰۃ سلام کو سنتے ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ تک پہنچایا جاتا ہے اور قبر کی جزا اور سزا کی یہ صورت ہے کہ عالم قبر میں روح اور جسد عنصری کا تعلق قائم کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے مردہ کی روح اور جسد عنصری دونوں رنج و راحت محسوس کرتے ہیں۔ سب سے پہلے آپ حضرات کی خدمت میں حکیم الامت، مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا اصلی عقیدہ جو کہ ان کی کتابوں سے حاصل کیا گیا ہے، پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق لوگوں میں بہت زیادہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ ہمارے ہم خیال ہیں اور بکثرت ان کی عبارات پیش کرتے ہیں اور ان میں من مانا مطلب کشید کرتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی مسلک

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابر میں ایک عجیب شان کے مالک ہیں۔ اللہ جل شانہ نے ان سے اشاعت دین کا ایسا کام لیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ دین اسلام کا کوئی ایسا شعبہ عقیدہ بلکہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت نہ کی ہو۔ ان کی تصنیفات، تالیفات، ملفوظات اور مواعظ حسنہ سے جو کہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ پوری امت مسلمہ مستفیض ہورہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

۱...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور فتاویٰ ''امداد الفتاویٰ'' میں حدیث: ''من صلّی علیّ عندی قبری سمعته ومن صلّی علیّ نائیا ابلغته'' اور حدیث: ''اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعة فان صلوٰتکم معروضة علی'' اور حدیث: ''ان للہ ملائکة سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام'' لکھ کر بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ اپنا عقیدہ لکھا ہے کہ ''جو درود وسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس پڑھا جاتا ہے، وہ آپ خود سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھا جاتا ہے وہ فرشتوں کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر پیش کیا جاتا ہے۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۰۱، ۱۰۶، ۳۱۷، ۳۷۳)

جن لوگوں کا خیال ہے کہ جس طرح قریب والا درود وسلام آپ کی ذات اقدس پر بالاتفاق بلا واسطہ پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دور والا درود وسلام بھی آپ پر بلا واسطہ پیش کیا جاتا ہے تو ایسے لوگوں کے خیال کی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور تردید فرمائی ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مقیس علیہ تو ثابت ہے لیکن مقیس ثابت نہیں۔ بہر حال! فتاویٰ مذکورہ کے مندرجہ بالا صفحات قابل مطالعہ ہیں جن سے مولانا کا اپنا مسلک بھی واضح ہے۔

۲...... حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور سیرت کی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم'' میں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مذکورہ بالا احادیث اور مزید دیگر احادیث نقل فرما کر نتیجہ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں۔ ''مجموعہ روایات کے علاوہ فضیلت حیات واکرام ملائکہ کے برزخ (قبر شریف) میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا۔ (۲) نماز پڑھنا۔ (۳) غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا۔ (۴) سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا یہ تو دائماً ثابت ہے۔'' (نشر الطیب ص ۲۴۷، ۲۵۰)

۳...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ تفسیر بیان القرآن میں فرماتے ہیں ''اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر شہداء اور پھر معمولی مردے۔'' (بیان القرآن تحت آیت: ''ولا تقولوا لمن یقتل'')

۴...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ایک شخص نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھ سے گفتگو کی میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں۔ ان کے حق میں ارشاد ہے: ''بل احیاء عند ربھم'' اور جو ''مقتول فی سبیل اللہ'' سے بڑھ کر ''مقتول فی اللہ'' ہے۔ وہ کیونکر زندہ نہ ہوں گے اور اسی نقطہ پر مسئلہ کا مدار نہیں۔ اس میں صریح احادیث موجود ہیں اور یہ تائید کے درجہ میں ہے۔'' (مقالات حکمت ص ۶۰)

قارئین کرام! حضور ﷺ کی حیات قبر و برزخ اور سماع عند القبر الشریف حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل کتب و مواعظ بھی مصرح ہے۔ مثلاً: (شلع الصدر ص ۱۵۲، امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۹، راس الرحمٰن ص ۵۱۱، شکر النعمۃ ص ۴۴، وعظ الحبور ص ۱۳، وعظ الظہور ص ۵۱، الشکف ص ۴۴۶، التبلیغ ص ۳، القول الجمیل (حصہ اوّل) ص ۴، الافاضات ج ۵ ص ۲۴۴، وعظ التبلیغ ص ۱۳ اور تعظیم الشعائر وغیرہ)

۵...... حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''بہشتی زیور'' میں لکھتے ہیں۔ ''جب آدمی مرجاتا ہے اگر گاڑا جائے تو گاڑنے کے بعد اگر نہ گاڑا جائے تو جس حال میں ہو، اس کے پاس دو فرشتے جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، آکر پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ اگر مردہ ایمان دار ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے۔ پھر اسے کہتے ہیں کہ سب طرح کا چین ہے۔ جنت کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے، جس سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے اور خوشبو آتی ہے اور وہ مزے میں پڑ کر سو رہتا ہے اور اگر مردہ ایمان دار نہ ہو تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں۔ پھر اس پر بڑی سختی اور عذاب قیامت تک کے لئے رہتا ہے اور بعضوں کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے معاف کر دیتا ہے۔ مگر یہ سب باتیں مردہ کو معلوم ہوتی ہیں۔ ہم لوگ نہیں دیکھتے۔ جیسے سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے پاس بے خبر بیٹھا رہتا ہے۔'' (بہشتی زیور حصہ اوّل ص ۳۶)

۶...... حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ وہ مومنین اور کفار جن کی نعشیں کسی قبر میں دفن نہیں کی جاتیں، جلائی گئیں یا درندوں نے کھالیں یا کسی اور صورت سے تلف اور عدیم الوجود ہو گئیں ہیں، ان سے نکیرین کا سوال کس مقام پر ہوگا؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب کے سات مقدمات لکھ کر فرمایا۔ جب یہ ساتوں مقدمات طے ہو چکے تو سمجھنا چاہئے۔ جب انسان مرتا ہے تو اس کی روح باقی رہتی ہے۔ بحکم مقدمہ اولیٰ اور مقام اس کا برزخ ہوتا ہے۔ بحکم مقدمہ ثانیہ اور اسی کی مناسب اس کے لئے ہر زمین ہوتی ہے۔ بحکم مقدمہ ثالثہ اسی جگہ اس کو عذاب وضغطہ ہوتا رہتا ہے۔ خواہ جسد کہیں ہو اور درندوں نے کھالیا ہو یا سوختہ ہو کر متفرق ہو گیا ہو۔ البتہ اجزاء جسد کے ساتھ اس کا کچھ تعلق رہتا ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے اجزاء میں بھی اس حیات قدر باقی رہی جس سے عذاب وثواب کا اثر جسد پر بھی آجائے تو کچھ بعید نہیں۔ چنانچہ اخبار کثیرہ سے ثابت ہوا کہ بعض اہل قبور کا عذاب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کی بنا وہی تالعیت ہے۔ بحکم مقدمہ رابعہ (یعنی قبر اور برزخ میں روح اصل اور جسد عنصری اس کا تابع ہوتا ہے) جب یہ سب امور ممکن ہیں اور مخبر صادق نے وقوع کی خبر دی تو ایمان لانا فرض اور اس سے بچاؤ کہ فکر ضروری۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۲۷)

۷...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حیات قبر و برزخ کے متعلق مختلف حدیثوں میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں'' اس سے صاف معلوم ہوا کہ یوم بعث تک روح مومن کا مستقر شجر جنت ہے۔ پس یہ صریح ہے۔ اس میں کہ اعادہ روح الی الارض منافی اس قرار جنت کے نہیں ہے یا تو اس طرح کہ اوّل یہ اعادہ ہوتا ہے۔ پھر سوال نکرین بعد ''عروج الی السماء'' ہوتا ہو اور یا اس طرح کہ یہ اعادہ اور قرار فی الجنۃ مختلف حیثیتوں سے ایک وقت میں مجتمع ہو جاتے ہوں۔ یعنی اصل قرار تو جنت میں ہو اور قبر میں اصل قرار نہ ہو۔ کچھ تعلق جسد سے ہو خواہ وہ جسد اصلی حالت پر ہو یا مستحیل ہو گیا ہو اور یہ تعلق صرف اتنا ہوگا، جس سے ادراک نعیم والم کا ہو سکے۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۱۸)

۸...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصنیفات سے صاف طور سے یہ عیاں ہے کہ پس مرگ عقاب یا ثواب کا ترتب صرف روح پر ہوتا ہے۔ حالانکہ عقاب وثواب جسمانی ہونے پر آیات قرانیہ وصریح احادیث نبویہ شاہد ہیں۔ اندریں صورت امام صاحب علیہ الرحمۃ کے معقولات اور نصوص معروضہ میں تعارض واقع ہوتا ہے جس کی وجہ سے قلب پر غایت درجہ انقباض رہتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کے جواب میں لکھا کہ ''امام غزالی نے احیاء العلوم میں عذاب قبر کو اقرب الی الا ذہان کرنے کے لئے عالم خواب کی مثال دی ہے کہ جس طرح خواب دیکھنے والا خواب میں بہت کچھ دیکھتا ہے، لیکن اس پر بیٹھنے والا کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ اس طرح عالم قبر و برزخ میں مردے کے ساتھ سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن دنیا والے اس کو محسوس نہیں کرتے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مثال دے کر ثابت کیا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی عذاب قبر روح اور جسد عنصری دونوں پر ہوتا ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ امام موصوف کی دیگر عبارات کا مطلب بھی اسی کے مطابق سمجھا جائے۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ان عبارات احیاء العلوم سے تصریحاً ثابت ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ عذاب قبر کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح جمہور اہل اسلام اور تصریحاً اس طریق کو اظہر اور اصح اور اسلم بتار ہے ہیں۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۶۵، ۴۶۶)

قارئین کرام! ان کے علاوہ بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے **التکشف** ص ۵۵، **المصالح العقلیہ** حصہ سوم ص ۳۲۲، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۱۶، ۳۱۷ میں بعد از موت روح اور جسد کی جزا اور سزا کو بیان فرمایا ہے اور دونوں کے مابین تعلق کو بھی تسلیم کیا ہے۔

۹...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حدیث میں ہے کہ نہیں ہے کوئی مرد کہ گزرے کسی ایسے شخص کی قبر پر جیسے وہ دنیا میں پہچانتا ہو، پھر اس پر سلام کرے مگر بات یہ ہے کہ وہ میت اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتا ہے۔ (گو اس جواب کو سلام کرنے والا نہیں سنتا) (بہشتی زیور حصہ گیارھواں الملقب بہشتی گوہر ص ۱۴۰)

قارئین کرام! یہ ہے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ کہ وہ آپ ﷺ کی حیات قبر شریف کے قائل ہیں اور روح اور جسد عنصری کے تعلق کے بھی قائل ہیں اور روضہ اقدس پر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام بلا واسطہ سننے کے قائل ہیں اور دور سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام کے بذریعہ ملائکہ پہنچائے جانے کے قائل ہیں اور عذاب قبر کی صحیح صورت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق بھی مانتے ہیں۔ خواہ وہ ذرہ ذرہ ہو جائے اور اسی تعلق کی وجہ سے روح اور جسد کی جزا اور سزا رنج والم اور راحت کے بھی قائل ہیں۔ حتیٰ کہ عام موتی کے سلام سننے کے بھی قائل ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی عبارت پیش کر کے اس سے ایسا مطلب نکالتا ہے جو ان تصریحات کے برخلاف ہے تو وہ مفتری کذاب اور دھوکہ باز ہے۔ عوام الناس میں مغالطہ آمیزی پھیلاتا ہے اور تلبیسات کے ذریعے اکابر کے دامن کو آلودہ کرنا چاہتا ہے اور وہ اپنے طرز عمل سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ایذا پہنچانے والا ہے تو معلوم ہوا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ اور عقیدہ حیات قبر کے متعلق ہمارے اکابر کی قطعاً دو رائیں نہیں بلکہ جمہور اہل اسلام کی طرح ایک رائے ہے جو اوپر مذکور ہو چکی۔ یہاں پر چند شبہات کا ازالہ ضروری ہے تا کہ موضوع کا کوئی گوشہ تشنہ تکمیل نہ رہے۔

ازالہ شبہ اوّل: حضرت کی تحریروں میں یہ بات موجود ہے کہ قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ بعض لوگوں کو اس سے یہ شبہ ہوا کہ حضرت مردے کے مدفن کو قبر نہیں سمجھتے بلکہ قبر اس کے علاوہ کسی دوسرے مقام کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات خلاف واقع ہے۔ کیونکہ حضرت کی متعدد تصریحات گزر چکی ہیں کہ قبر میں مدفون جسد خواہ کسی حالت میں ہو، اس کے ساتھ روح کا تو تعلق رہتا ہے، جس کی وجہ سے مردہ رنج و راحت کو محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا ایسی تصریحات کے پیش نظر کہا جائے گا کہ حضرت قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ بعض مردے ایسے ہوتے ہیں، جن کو زمین کا مدفن نصیب نہیں ہوتا۔ حضرت بتانا چاہتے ہیں کہ قبر صرف اس زمینی گڑھے کا نام نہیں بلکہ قبر سے مراد برزخ ہے اور برزخ موت سے لے کر قیامت کے وقت کو کہتے ہیں اور یہ برزخ قبر سمیت مردے کے ہر مقام کو شامل ہے۔ خواہ مردہ کہیں ہو جس حالت میں ہو قبر و برزخ میں تضاد و تنافی نہیں ہے بلکہ قبر مردے کے لئے ظرف مکاں اور برزخ اس کے لئے ظرف زماں ہے اور یہ دونوں باتیں بیک وقت راست آتی ہیں۔ جیسے زید رات میں ہے اور مسجد میں ہے۔ لہٰذا یہ بات اسی طرح درست ہے کہ مردہ قبر میں ہے اور برزخ میں ہے۔ حضرت قبر کے مفہوم میں وسعت دے کر مردے کے ہر مقام کو قبر میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا یہ شبہ نہ رہا، اطمینان قلب کے لئے ''امداد الفتاویٰ'' کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مردے کے ٹھکانے اور مستقر کو قبر کہتے ہیں۔ لکھتے ہیں: (میت) کے حرق سے انعدام نہیں ہوتا، استحالہ ہوتا ہے۔ پس اجزاء باقی ہیں اور وہ اجزاء جہاں ہیں، وہی ان کی قبر ہے۔ حقیقت قبر کی محل وجود میت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۶۷)

ازالہ شبہ دوم: مولانا تھانوی رحمہ اللہ موت کے بعد روح کے لئے جسد مثالی کے قائل ہیں۔ جس سے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ حضرت روح کا جسد عنصری سے تعلق نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ بھی بدفہمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ حضرت فرماتے ہیں کہ جسد عنصری جل کر راکھ ہو جائے یا کسی اور وجہ سے منتشر ہو جائے تو اس کو انعدام میت نہیں کہا جائے گا بلکہ یہ میت کا استحالہ ہے۔ لہٰذا جسد کے اجزاء کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے میت رنج و راحت کو محسوس کرتا ہے۔ جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعلق کی تصریح فرماتے ہیں تو مثالی کے قائل ہونے کی وجہ سے جسد عنصری کے تعلق کی نفی سمجھنا کوتاہ فہمی ہے جو جل جائے راکھ ہو جائے اور اس کے اجزاء منتشر ہو جائیں وہ جسد عنصری ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بہت سے علماء اہل السنت والجماعت اور صوفیاء محققین جسد مثالی کے قائل ہیں اور ساتھ جسد عنصری کے تعلق کو بھی مانتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگ اہل السنت والجماعت میں سے ہیں اور ہمارے اکابر ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ بھی انہی میں سے ہیں۔ ہمارا اختلاف ان لوگوں سے ہے جو جسد مثالی تجویز کرتے ہیں۔ ان سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ صوفیاء کرام کا جسد مثالی اور ہے اور منکرین حیات کا جسد مثالی اور ہے۔ تحقیق مزید کے لئے تسکین الصدور، مقام حیات اور الحیات بعد الوفات یعنی ''قبر کی زندگی'' کا مطالعہ فرمائیں۔

(۵) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ جو کہ علمی دنیا میں شیخ الاسلام اور شیخ العرب والعجم کے پر عظمت ناموں سے مشہور و معروف ہیں، میرے شیخ المشائخ ہیں۔ کیونکہ وہ میرے بہت سے اساتذہ کرام کے استاد ہیں اور بندہ عاجز کی سند حدیث میں دوسرے نمبر پر انہی کا نام گرامی ہے۔ اس مناسبت سے مجھے ان کے عقیدہ لکھنے کا بڑا اشتیاق تھا۔

آج بحمد اللہ! اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی توفیق بخشی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی تکمیل کی بھی توفیق بخشے اور اس کارِ خیر میں خلوص عطاء فرمائے۔ اس سلسلہ میں جو رکاوٹیں درپیش ہیں، ان سب کو دور فرمائے اور بندہ عاجز کو اس عظیم مقصد میں کامیاب فرمائے، تاکہ میں اپنے تمام اکابر کا عقیدہ متعلقہ حیات قبر ضبط تحریر میں لاسکوں۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ، عقیدہ حیات قبر میں وہی موقف رکھتے ہیں جو دوسرے تمام علمائے اہل السنت والجماعت دیوبند کا ہے۔ حضرت کا عقیدہ معلوم کرنے کے لئے درج ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

۱...... علمائے دیوبند درحقیقت اہل السنت والجماعت کے صحیح جانشین اور سچے ترجمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو دین اسلام کے تمام شعبہ جات کی خدمت، حفاظت اور تبلیغ کے لئے عصر ہذا میں منتخب فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ دین حق کی محنت کا کوئی ایسا میدان نہیں ہے، جس میں یہ لوگ محنت کر کے اور مشقت اٹھا کر نمایاں کردار ادا نہ کر رہے ہوں۔ ”اللھم تقبل سعیھم ونور قبورھم وکثر سوادھم واحشرنی فی زمرتھم یوم البعث والنشور آمین یارب العالمین ثم آمین“

لیکن بدقسمتی سے بریلویہ کے امام احمد رضا خان صاحب نے ہمارے اکابر کی خدمات اور مساعی کو برداشت نہ کرتے ہوئے ان کو بدنام کرنے کی غرض سے ان کو وہابی کے نام سے موسوم کر دیا اور سادہ عوام کو یہ باور کرانے کی ناپاک کوشش کی کہ ان کے عقائد ونظریات محمد بن عبدالوہاب نجدی والے ہیں۔ لہٰذا یہ بھی وہابی ہیں اور پھر اپنے اس غلط اور جھوٹے پروپیگنڈہ میں اس دور کے علمائے حرمین شریفین کو بھی ملوث کرنے کی سرتوڑ کوشش کی تاکہ اس کے اس مکروہ پروپیگنڈہ میں قوت آجائے اور احمد رضا خان صاحب بریلوی نے ایک رسالہ بنام حسام الحرمین تحریر کر کے اپنے اس پروپیگنڈہ کو خوب ہوا دی۔ حالانکہ اکابر علمائے دیوبند تو پکے سچے اور کھرے اہل السنت والجماعت ہیں۔ جب کہ محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار بہت سے نظریات میں اہل السنت سے کٹ چکے ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ان الزامات کا جواب دیتے ہوئے اور علمائے دیوبند اور فرقہ وہابیہ یعنی محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں میں فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”بہر حال اکابر علماء دیوبند کو بھی وراثت نبوی میں سے عظیم الشان حصہ ملنا ضروری تھا۔ چنانچہ مل کر رہا اور ایسا کھلا ہوا جھوٹ ان کے خلاف استعمال کیا گیا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اوّلاً ان کو اس رسالہ (حسام الحرمین) میں وہابی کہا گیا۔ حالانکہ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے فرقہ سے ان حضرات (علمائے دیوبند) کا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ وہ عقائد واقوال جو طائفہ وہابیہ کے مشہور اور مابہ الامتیاز ”بین اھل السنۃ وبینھم“ ہیں، ان کے خلاف ان حضرات کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔ وہ وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں۔ اور یہ حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ ”آب حیات“ نہایت مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا۔ نیز ”ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین حصہ دوم“ اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔“ (نقش حیات ص ۱۲۲)

۲...... شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک حضوری مدینہ منورہ کے بارے میں مرجوح بلکہ غلط مسلک ہے۔ مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔ آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین وشہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل نہ صرف

وجود ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہئے۔ محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ ﷺ ہی کے ذریعہ سے اور وسیلہ سے ہوسکتی ہے۔ اسی وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہئے اور آپ کے توسل نعمت قبولیت حج وعمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ مسجد کی نیت خواہ تبعاً کر لی جائے مگر اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی نیت کی جائے تاکہ ''لاتعملہ الازیارتی'' والی روایت پر عمل ہوجائے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ا ص ۱۲۰)

۳...... شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ابوداؤد کی روایت میں ''ردَ اللہ علیٰ روحی'' فرمایا گیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''مامن مسلم یسلّم علیٰ الا ردَ اللہ علیٰ روحی حتی اسلّم علیہ او کمال قال'' اگر لفظ الیٰ روحی فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ وارد ہوسکتا ہے۔ الیٰ اور علی کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا۔ علی استعلا کے لئے ہے اور الیٰ نہایت طرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہوگئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ چونکہ آنحضرت علیہ السلام مدارج قرب ومعرفت میں ہر وقت ترقی پذیر ہیں۔ اس لئے توجہ الیٰ اللہ کا انہاک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کردیتا ہے۔ چنانچہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہد ہوتی ہیں۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے۔ اس لئے بارگاہ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی کہ خود سرور کائنات ﷺ کو استغراق سے منقطع کر کے درود والے کی طرف متوجہ کردیا جاتا ہے اور آپ اس کے لئے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں۔ اگر بالفرض وہی معنی لئے جائیں جو کہ آپ سمجھتے ہیں اور علی اور الیٰ میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ پر اندرون نماز اور بیرون نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو، اس لئے دوام حیات آئے گا۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ا ص ۲۶۶)

۴...... حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''آب حیات'' ص ۲۳۱ میں اس پر طویل بحث کی ہے جو کہ دقت مضمون اور طول کی وجہ سے اس وقت نقل نہیں کی جاسکتی۔ البتہ اس کے خلاصہ کو نقل کرتا ہوں۔ خلاصہ وہی نقل فرمایا ہے جو کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں نقل ہو چکا ہے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ا ص ۲۲۹)

۵...... حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ملائکہ سیاحین کی روایت فقط ابن حبان ہی کہ نہیں صحاح میں بھی متعدد طرق سے موجود ہے۔ ''القول البدیع فی صلوٰۃ علی الحبیب الشفیع (ﷺ)'' مصنفہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ میں روایت قوی نقل کی گئی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ میں جب بھی مواجہہ شریفہ میں مزار اقدس پر حاضر ہوا روح پر فتوح علیہ السلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ فرماتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اسی طرح پر ان لوگوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ ہوتی ہے جو کہ آپ کی مدح کرتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ روح پر فتوح کی موج نے تمام متصل مکان اور فضا کو بھر رکھا ہے۔ انتہیٰ مختصراً بالمعنیٰ!''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مزار مقدس کے پاس صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تو روحانی سماع ہوتا ہے اور باعث جواب ودعا بنتا ہے اور اگر امکنہ بعیدہ سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تو ملائکہ سیاحین جو کہ اس خدمت کے لئے متعین ہیں پہنچاتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں اور جواب سے درود پڑھنے والے کو شرف حاصل ہوتا ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۳۰)

۶..... مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''بارگارہ نبوت سے استفادہ کرنا سوئے ادب کیوں ہوگا؟ بارگاہ میں حاضر ہو کر بعد ادائے صیغ صلوٰۃ وسلام مذکورہ درود شریف کی کثرت بہ صیغہ خطاب زیادہ مفید ہے۔ اس کے علاوہ استفادہ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ مراقبہ ذات الہیہ میں مشغول رہیں جو کچھ فیوض پہنچنے والے ہیں، وہ پہنچیں گے۔ اس کے قصد یا سوال کی ضرورت نہیں ہے۔ حاضری روضہ مبارک کے وقت میں آنحضرت ﷺ کی روح پرفتوح کو وہاں جلوہ افروز، سننے والے جاننے والے غایت جلال وجمال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار کی حاضری خیال کی جاوے اور جملہ طرق ادب کا لحاظ کیا جاوے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۳۱۱)

۷..... نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے۔ بعدازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔ اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات برزخ ہے جو احاد امت کو ثابت ہے۔ بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں۔ مگر باعلاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں وہ دربارہ حیات نبوی ﷺ سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل اور تصانیف میں لکھا ہے۔ اب غور فرمایئے کہ ان اکابر (علمائے دیوبند) کے رسائل اور اعتقادات بالکل اس کے مخالف ہیں۔ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تحریر فرمائی جو کہ مشہور بین العالم ہے۔ اس میں کس زوروشور سے حیات نبوی ﷺ کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل السنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہدایۃ الشیعہ اور رسالہ حج وغیرہ میں بھی اس کی تصریح وتائید فرما رہے ہیں۔ چونکہ اس مسئلہ میں خصوصاً ان حضرات کی عبارتیں بہت طویل طویل واقع ہو رہی ہیں اور متعدد رسالے اس مضمون میں تفصیلاً اجمالاً چھپے ہوئے مشہور ہیں۔ اس لئے بخوف طول میں نقل نہیں کرتا ہوں، جس کا جی چاہے آب حیات وہدایۃ الشیعہ واجوبہ اربعین ولطائف قاسمیہ وزبدۃ المناسک وغیرہا رسائل میں دیکھ لیوے۔ یہ ایک خاص مسئلہ ہے جس میں وہابیہ (محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں) نے علمائے حرمین کی مخالفت کی اور بار بار جدال ونزاع کی نوبت آئی، اس مسئلہ میں اور مسئلہ آئندہ کی وجہ سے وہاں وہابی سنی سے متمیز ہوتا ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الکتاب لاہور)

(۶) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے ایک عظیم اور نامور فرزند گزرے ہیں، جنہوں نے قرآن وحدیث کی ایسی گراں مایہ خدمات سرانجام دی ہیں، جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہم سب کی طرف سے بہترین صلہ عطاء فرمائے۔ ان کی قبر کو منور فرمائے اور جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد ونظریات حیات قبر کے متعلق بالکل اکابر علمائے دیوبند والے ہیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کو اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی قبور مبارکہ میں بہ تعلق روح مع الجسد العنصری زندہ مانتے ہیں اور عند القبر الشریف سماع صلوٰۃ وسلام وغیرہ کے بھی

قائل ہیں۔ عام موتی کے بھی سماع فی الجملہ کے قائل ہیں اور عذاب قبر کی صحیح صورت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے متعلق علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

۱...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات الانبیاء اور سماع الانبیاء علیہم السلام پر دلالت کرنے والی مندرجہ ذیل حدیثوں کو یکجاء جمع فرمایا۔ پھر ان کے راویوں کی توثیق فرمائی ہے۔

حدیث نمبرا: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون بحواله حیات الانبیاء للبیھقی و مسند ابی یعلی'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ واضح رہے کہ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ایک ایک راوی کا نام لے کر اس کی ثقاہت بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر۲: ''مررت بموسی لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ... بحواله صحیح مسلم'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معراج والی رات میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے ہوا جو کہ سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس ہے وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

حدیث نمبر۳: ''وصلّوا علیّ فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم بحواله ابو داود سندہ صحیح'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پڑھو مجھ پر درود تم جہاں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

حدیث نمبر۴: ''واخرجه ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید من صلّی علیّ عند قبری سمعته ومن صلّی علیّ نائیا بلغته بحواله کتاب الثواب لابی الشیخ'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ سے دور سے پڑھا تو وہ مجھے (بواسطہ ملائکہ) پہنچا دیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر۵: ''فاکثروا فیه علیّ من الصلوٰة فان صلوٰتکم معروضة علیّ قالوا یا رسول الله کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت قال ان الله حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بحواله ابی داود نسائی وابن خزیمة مع التصحیح'' حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش کیا جائے گا جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام حرام کر دیئے ہیں۔ (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)

حدیث نمبر۶: ''عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ رفعه مامن احد یسلم علیّ الا ردّ الله علیّ روحی حتی ارد علیه السلام رواته ثقات بحواله ابو داود'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہو، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری توجہ مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۸ مطبوعہ دار العلوم کراچی)

قارئین کرام! حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا چھ احادیث مع توثیق نقل کر کے اپنے عقیدے کی وضاحت فرمادی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اسی مدینہ منورہ والی قبر شریف میں بہ تعلق روح زندہ ہیں۔ دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور قریب والا درود وسلام آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص رواۃ کی بحث چھیڑ کر حیات الانبیاء پر دلالت کرنے والی احادیث کی تضعیف یا تغلیط کرتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ علامہ عثمانی رحمہ اللہ کے مسلک اور عقیدہ پر قائم نہیں ہے۔ کیونکہ علامہ عثمانی رحمہ اللہ جن حدیثوں کی توثیق فرماتے ہیں وہ ان کی تغلیط اور تردید کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسا شخص علامہ عثمانی رحمہ اللہ کے نام پر سادہ لوح طلبہ اور عوام کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ کیونکہ جس شخص کو اپنا ہم خیال کہتا ہے۔ اسی شخص کے عقیدے کی تردید کرتا ہے اور بندہ عاجز کا مقصد بھی یہی بتانا ہے کہ عصر ہذا کے معتزلہ کا اکابر علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

۲...... ''والانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون فلامانع ان یحجوا فی ھذا الحال کما ثبت فی صحیح مسلم من حدیث انس رضی اللہ عنہ'' حضرات انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو رزق ملتا ہے اور کوئی مانع نہیں کہ وہ اس حالت میں حج ادا کریں۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۳۹۱)

۳...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ودلت النصوص الصحیحۃ علی حیات الانبیاء علیہم السلام'' نصوص صحیحہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۳۷۳)

۴...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ان الانبیاء افضل من الشھداء والشھداء احیاء عند ربھم فکذلک الانبیاء'' حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں تو اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۳۸۷)

(تنبیہ) زائغین فرقے ''عند ربھم'' کے لفظ سے دھوکہ کھاتے اور دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں، لہٰذا قبروں میں زندہ نہیں ہیں۔

یہ خالص مغالطہ اور خطرناک چال ہے۔ کیونکہ ''عند ربھم'' کہنے سے نہ قبر کی زندگی کی نفی ہوتی ہے اور نہ ہمارے نزدیک اس سے حیات کی نفی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ان الدین عند اللہ الاسلام'' یہ مطلب لینا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام سچا دین ہے۔ ہمارے پاس نہیں ہے تو یہ جہالت اور حماقت ہوگی۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ربانی ہے۔ ''وکان عند اللہ وجیھاً'' تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجیہ ہے اور ہمارے پاس نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ عند ربھم سے حیات قبر کی نفی نہیں ہوتی۔

۵...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''مع کونہ فی قبرہ الشریف یصلی'' یعنی آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں نماز پڑھتے ہیں۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۳۱۳)

۶...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ قرآن مجید کی آیت: ''لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں جو قبر شریف کے پاس حاضر ہو، وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔ یعنی اونچا نہ بولے۔ (تفسیر عثمانی ص ۶۸۴)

فتح الملہم میں ہے: ''استدل العلماء بالآیة علی المنع من رفع الصوت عند قبرہ الشریف ﷺ وعند قراۃ حدیثه علیه الصلوٰۃ والسلام لان حرمته میتا کحرمته حیا'' آیت بالا سے علماء نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس اونچی آواز سے نہیں بولنا چاہئے اور جس وقت آپ ﷺ کی حدیث کی قرأت ہو رہی ہو، اس لئے کہ وفات کے بعد بھی آپ کا احترام ایسے ہی ہے، جیسے وفات سے پہلے تھا۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۸۲)

۷...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا'' اور پوچھ دیکھ جو رسول بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے، کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ پوچھ دیکھو۔ یعنی جس وقت ان سے ملاقات ہو، (جیسے شب معراج میں ہوئی) (تفسیر عثمانی ج ۶۵۴)

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ سے بھی حیات الانبیاء پر استدلال کیا۔ کیونکہ کسی چیز کا پوچھنا سوال کرنا سابقہ انبیاء سے ان کی حیات کی دلیل ہے۔ قارئین کرام! معلوم ہوا کہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے قائل نہیں ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبور میں نماز، حج وغیرہ عبادات بھی ادا کرتے ہیں۔ البتہ ان کی عبادت تلذذ اور راحت والی ہوتی ہے نہ کہ تکلیف (مکلف ہونے) والی۔

عذاب قبر یعنی حیات قبر کے متعلق علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دیگر علمائے اہل السنت کی طرح عذاب قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں کہ عالم قبر و برزخ میں روح اور جسد عنصری کا تعلق ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے مردہ انسان یعنی روح اور جسم کا مجموعہ عذاب وثواب کو محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرمائیں تاکہ صحیح صورتحال آپ کے سامنے آجائے۔

۱...... ''یثبت اللہ الذین امنوا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی حق تعالیٰ توحید وایمان کی باتوں سے (جن کی مضبوطی وپائیداری پچھلی مثال میں ظاہر کی گئی ہے) مومنین کو دنیا وآخرت میں مضبوط وثابت قدم رکھتا ہے۔ رہی قبر کی منزل جو دنیا وآخرت کے درمیان برزخ ہے، اس کو ادھر یا ادھر جس طرف چاہیں شمار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سلف سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسی ہی آفات وحوادث پیش آئیں، کتنا ہی سخت امتحان ہو، قبر میں نکرین سے سوال وجواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑادینے والا ہو ہر موقع پر یہی کلمہ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ (تفسیر عثمانی ص ۳۴۳)

۲...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''فلنحیینه حیوٰۃ طیبة'' پر حاشیہ لکھتے ہیں: ''بہرحال مومن قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔ آخر انتہاء اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا ہے: حیاۃ بلا موت وغنی بلا فقر وصحة بلا سقم وملک بلا ہلک وسعادۃ بلا شقاو رزقنا اللہ تعالیٰ بفضله ومنه ایاھا'' (تفسیر عثمانی ص ۳۶۸)

۳...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''من ورآئھم برزخ'' پر حاشیہ پر لکھتے ہیں: ''یعنی ابھی کیا دیکھا ہے موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے، جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ میں ہو جاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی۔ ہاں! عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے جس کا مزہ قیامت تک چکھتا رہے گا۔'' (تفسیر عثمانی ص ۴۶۲)

۴...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ قرآن مجید کی آیت: ''من بعثنا من مرقدنا'' پر حاشیہ لکھتے ہیں: ''شاید نفحہ اولیٰ اور نفحہ ثانیہ کے درمیان ان پر نیند کی حالت طاری کر دی جائے گی یا قیامت کا ہولناک منظر دیکھ کر عذاب قبر کو اھون سمجھیں گے اور نیند سے تشبیہ دیں گے یا مرقد بمعنی مضجع کے ہو نیند کی کیفیت سے تجرید کر لی جائے۔'' (تفسیر عثانی ص ۵۹۱)

۵...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ قرآن مجید کی آیت: ''النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''آیت ہذا سے صرف فرعونیوں کا عالم برزخ میں معذب ہونا ثابت ہوا تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کو معلوم کرایا گیا کہ جملہ کفار بلکہ عصاۃ مومنین بھی برزخ میں معذب ہوتے ہیں۔ (اعاذنا اللہ منہ) کما ورد فی الاحادیث الصحیحۃ'' (تفسیر عثانی ص ۶۲۸)

۶...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ ''سواء محیاھم و مماتھم'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مرنے کے بعد جو حیات طیبہ مومن صالح کو یہاں نصیب ہوتی ہے اور جس نصرت اور علو و رفعت کے وعدے دنیا میں اس سے کئے گئے وہ ایک کافر بدکار کو کہاں میسر ہیں۔'' (تفسیر عثانی ص ۶۶۴)

۷...... علامہ عثمانی رحمہ اللہ ''ان کتاب الابرار لفی علیین'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ''یعنی جنتیوں کے نام درج ہیں اور ان کے اعمال کی مثلیں مرتب کر کے رکھی جاتی ہیں اور ان کی ارواح کو اوّل وہاں لے جا کر پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔'' (تفسیر عثانی ص ۷۸۲)

علامہ عثمانی رحمہ اللہ صاف لفظوں میں تسلیم فرما رہے ہیں کہ ارواح کا تعلق قبروں سے قائم رہتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے قبر میں ثواب و عقاب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عثانی رحمہ اللہ عذاب قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں۔

(انتباہ) علامہ موصوف نے قبر کے لئے ''برزخ'' کا لفظ استعمال فرمایا تا کہ لفظ قبر میں اتنی وسعت پیدا ہو جائے کہ وہ اس ارضی قبر سمیت مردہ انسان کے ہر مقام کو شامل ہو جائے۔ تا کہ اس اعتراض کا قلع قمع ہو جائے کہ جس مردہ کو یہ قبر نصیب نہیں ہوئی، کیا وہ عذاب قبر سے بچ نکلے گا؟ تو علمائے اسلام نے قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کی غرض سے فرمایا کہ قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ لہٰذا جو مردہ مچھلیوں کے پیٹ میں ہے وہ بھی برزخ میں ہے۔ جو مردہ خاک و راکھ میں ہے وہ بھی برزخ میں ہے اور جو پرندوں اور درندوں کے پیٹ میں ہے وہ بھی برزخ میں ہے۔ الغرض برزخ کا لفظ اس زمینی قبر سمیت مردہ کے ہر مقام کو شامل ہوتا ہے اور وہی اس کی قبر ہے۔ لہٰذا برزخ کا لفظ سن کر اس ارضی قبر کی نفی سمجھنا حماقت و جہالت ہے۔ ہمارے کسی اکابر نے لفظ برزخ سے قبر کی نفی نہیں کی اور نہ ہی ہوتی ہے۔ البتہ کج فہم معتزلہ علمائے اسلام کی اس بات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اور ''تاویل القول بما لایرضیٰ بہ القائل'' کا ارتکاب کرتے ہوئے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اگر علامہ عثانی رحمہ اللہ اس زمینی قبر میں عذاب و ثواب کے قائل نہ ہوتے تو وہ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ روح کا قبر سے ایک گونہ تعلق رہتا ہے۔ لہٰذا علامہ کی کسی عبارت سے یہ مطلب کشید کرنا جس سے تعلق کی نفی ہو یا اس زمینی قبر کی جزا و سزا کا انکار ہو، یہ سب علمی خیانت اور دھوکہ بازی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ!

عام موتیٰ کے سماع میں علامہ عثانی رحمہ اللہ کا موقف

یہ تو آپ معلوم کر چکے ہیں کہ علامہ نے حدیث: ''من صلّٰی علیَّ عندی سمعتہ'' کی سند کو جید کہہ کر

آپ ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کو تو تسلیم کرلیا ہے۔ اب باقی رہے عام موتی تو علامہ عثمانی ان کے بارے میں بھی سماع فی الجملہ کے قائل ہیں۔ چنانچہ درج ذیل اقتباس میں غور فرمائیے۔

۱...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ روم کی آیت: ''فانک لا تسمع الموتی'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''مفسرین نے اس موقع پر سماع موتی کی بحث چھیڑ دی ہے۔ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے اور دونوں جانب سے نصوص قرآن وحدیث پیش کی گئی ہیں۔ یہاں ایک بات سمجھ لو کہ یوں تو دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت وارادہ کے بدوں نہیں ہوسکتا۔ مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ کے دائرہ میں رہ کر باختیار خود کرے وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو عام عادت کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے ہوجائے، اسے براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ مثلاً کسی نے گولی مار کر کسی کو ہلاک کردیا یہ اس قاتل کا فعل کہلائے گا اور فرض کیجئے ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہوگیا۔ اسے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تباہ کردیا۔ باوجودیکہ گولی سے ہلاک کرنا بھی اس کی قدرت کا کام ہے۔ ورنہ اس کی مشیت کے بدوں گولی یا گولا کچھ بھی اثر نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا: ''فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (الانفال:۱۷)'' یہاں خارق عادت ہونے کی وجہ سے پیغمبر اور مسلمانوں سے قتل اور رمی کی نفی کرکے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی۔ ٹھیک اسی طرح ''انک لا تسمع الموتی'' کا مطلب سمجھو۔ یعنی تم یہ نہیں کرسکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مردے کو سنادو۔ کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے۔ البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مردہ سن لے اس کا انکار کوئی مومن نہیں کرسکتا۔ اب نصوص سے جن باتوں کا غیر معمولی طریقہ سے سننا ثابت ہوجائے گا۔ اسی حد تک ہم کو سماع موتی کا قائل ہونا چاہئے۔ محض قیاس کرکے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لاسکتے۔ بہرحال آیت میں اسماع کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی۔'' (تفسیر عثمانی ص ۵۴۵)

۲...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''اور فرمایا تو نہیں سنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو حدیث میں آیا کہ مردوں سے سلام علیک کرو اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سنتا۔'' (تفسیر عثمانی ص ۵۸۳)

قارئین کرام! مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سماع موتی کا مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ دونوں جانب قرآن وحدیث کے نصوص ہیں اور علامہ صاحب نے بطور ایک ضابطہ کے یہ بھی فرمایا کہ نصوص سے جن باتوں کا سننا غیر معمولی طریقہ سے ثابت ہوجائے گا۔ اسی حد تک ہم کو سماع موتی کا قائل ہونا چاہئے اور اس پر قیاس آرائی نہیں کرنی چاہئے، اسی کو سماع فی الجملہ کہتے ہیں۔ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح بھی فرمادی کہ اسماع کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں۔ لہٰذا علامہ صاحب کی عبارت میں موجود لفظ ''قدرت'' سے نہ خود دھوکہ کھانا چاہئے اور نہ ہی کسی کو دھوکہ دینا چاہئے کہ مردوں کا سننا قدرت ہے قانون نہیں اور اور اس بہانہ سے حضور اکرم ﷺ کے سماع کا انکار کردینا یا جن چیزوں کا سماع احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مثلاً قرع نعال وغیرہ کا انکار کردینا صحیح نہیں ہے۔ علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو فرمارہے ہیں کہ جن باتوں کا سماع نصوص سے ثابت ہوجائے اس حد تک سماع موتی کا قائل ہونا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ نے فتح الملہم میں جہاں یہ فرمایا ہے کہ ''الضابطۃ عدم السماع'' یعنی ضابطہ عدم سماع کا ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا کہ: ''وفی الباب مستثناۃ کثیرۃ'' یعنی

اس ضابطہ سے بہت سی چیزیں مستثنیٰ ہیں اور حضور اکرم ﷺ کا سننا ثابت ہے، وہ سب مستثنیٰ ہیں۔ یہی سماع فی الجملہ کا مطلب ہے۔ اگرچہ بعض دیگر علمائے کرام کے نزدیک یہ ضابطہ خود محل نظر آتا ہے۔ باقی حضرت علامہ عثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے وہ مردہ نہیں سنتا۔

یہ دراصل آیت قرآنی کے ظاہری مفہوم اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے مابین تطبیق کی ایک صورت ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عالم قبر و برزخ میں وہاں کے جو حالات انسان پر طاری ہوتے ہیں، وہاں روح اصل اور ظاہر ہوتی ہے اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے۔ اس اصل کی وجہ سے ہر کام کی نسبت روح کی طرف ہوتی ہے اور جسم بالتبع اس سے متاثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے قبر کی زندگی کو حیات روحانی اور حیات روح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سے جسم کی شمولیت اور تعلق کی نفی ہرگز نہیں ہوتی، بلکہ تعلق کی وجہ سے جسم کارروائی میں شریک ہوتا ہے۔ جیسا کہ حیات دنیا کے حالات جسم پر طاری ہوتے ہیں اور روح بالتبع اس سے متاثر ہوتی ہے۔ جیسے حیات دنیوی کو، حیات جسمانی کہنے سے روح کی نفی نہیں ہوتی۔ اسی طرح حیات قبر کو حیات روح یا روحانی کہنے سے جسم کی نفی نہیں ہوتی تو اس اصلیت کے پیش سماع کی نسبت روح کی طرف کی گئی ہے۔ کیونکہ وہاں وہ اصل ہے اور بالتبع جسد بھی شامل حال ہے۔ کیونکہ علامہ عثانی رحمۃ اللہ علیہ خود تسلیم فرما چکے ہیں کہ ارواح کا قبر کے ساتھ ایک گونہ تعلق رہتا ہے۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ روح بہ تعلق جسم سنتی ہے تو اس اقتباس سے سماع موتی کا اثبات ہے نہ کہ نفی۔

محترم قارئین! بندہ عاجز نے علامہ عثانی رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح دیگر تمام اکابر کے مسلک کو نقل کرنے میں پوری پوری دیانت داری سے کام لیا ہے۔ الحمد للہ! قطع و برید کر کے ''تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل'' کا قطعاً ارتکاب نہیں کیا گیا۔ اگر بالفرض بندہ عاجز اپنے اکابر کے مسلک کی ترجمانی میں ناکام رہا ہے تو علمائے اہل حق میری ضرور اصلاح فرمائیں۔ بندہ عاجز فراخ دلی سے قبول کرے گا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر اہل حق کی راہ مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے اور ہر قسم کی گمراہی سے اپنی امان میں رکھے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اتباعہ اجمعین!

(۷) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ

چند ناعاقبت اندیش لوگ حضرت مولانا ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اور ''تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل'' کا ارتکاب کر کے ان سے اپنا من بھاتا مطلب کشید کر کے سادہ لوح عوام اور طلباء کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مولانا ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے قائل نہ تھے۔ حالانکہ یہ بہتان والزام ہے جس سے مولانا عثانی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن پاک و صاف ہے۔ اسی لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ مولانا مرحوم کا مسلک اور عقیدہ متعلقہ حیات النبی ﷺ ان کی کتابوں سے واضح کیا جائے تاکہ دھوکہ باز کسی کو دھوکہ نہ دے سکیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرما کر مولانا عثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کو معلوم کیجئے۔

۱...... مولانا عثانی رحمۃ اللہ علیہ احادیث نقل فرماتے ہیں:

حدیث نمبر ۱: ''عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام رواہ ابو داود بسند صحیح و ذکرہ ابن قدامۃ من روایۃ احمد بلفظ مامن احد یسلم

علی عند قبری وقد صدر به البیهقی باب زیارة قبر النبی ﷺ اعتمد علیه جماعة من الائمة فیها منهم الامام احمد قال السبکی وهو اعتماد صحیح کذافی وفاء الوفا (۲:۴۰۳)'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہو مگر یہ کہ اللہ میری روح یعنی توجہ مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ابوداؤد، بیہقی، احمد سبکی وغیرہ! (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۴)

حدیث نمبر ۲: ''عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلّون رواه ابویعلی برجال ثقاة ورواه البیهقی وصححه'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔وہ فرماتے ہیں۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔بیہقی، ابویعلی، کامل ابن عدی صحیح سند کے ساتھ۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۵)

حدیث نمبر ۳: ''وروی ابن ماجة باسناد جید کما قال المنذری عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوٰة علیّ یوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملائکة ان احد یصلی علیّ الا عرضت علی صلوٰته حین یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء علیہم السلام فنبی اللہ حی یرزق هذا لفظ ابن ماجة'' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے۔اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو۔راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام طیبہ کو کھائے۔سو اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے۔اس کو رزق ملتا ہے۔ (ابن ماجہ، اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۴)

حدیث نمبر ۴: ''عن حاطب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی۔الحدیث رواه الدار قطنی جود الذهبی انساده کما فی وفا الوفاء'' حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔وہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی۔گویا کہ میری حیات میں زیارت کی۔ (دار قطنی، وفاء الوفاء، اعلاء السنن ج ۱۰، ۵۰۰)

حدیث نمبر ۵: ''عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ بلفظ من صلّٰی علیّ عند قبری سمعته ومن صلّٰی علیّ نائیا بلغته۔وفیه محمد بن مروان السدی الصغیر وهو ضعیف وروی نحوه الخلال من طریق البحتری وهو ضعیف جداعن عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔وتعدد الطرق یفید القوة'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا تو وہ مجھے (بواسطہ فرشتوں کے) بتلا دیا جاتا ہے۔(بحوالہ جماعت محدثین، تعدد طرق کی وجہ سے قوی ہے) (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۵)

حدیث نمبر ۶: ''روی احمد بسند حسن عن داود بن ابی صالح قال اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فاخذ مروان برقبته ثم قال هل تدری ما تصنع فاقبل علیه فقال نعم: انی لم آت الحجر انما جئت رسول اللہ ﷺ'' داؤد بن ابی صالح سے روایت ہے کہ ایک دن مروان آیا اور ایک شخص یعنی حضرت

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف پر بوجہ فرط محبت اپنا منہ رکھے ہوئے تھے تو مروان نے اس کی گردن کو پکڑا۔ پھر کہا کہ تجھے معلوم بھی ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں پتھر کے پاس نہیں آیا۔ میں تو حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا ہوں۔ (احمد، طبرانی، وفاء الوفاء سند حسن کے ساتھ) (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۷)

حدیث نمبر ۷: ''ابو حنیفة عن نافع عن ابی عمر رضی اللہ عنہ قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظهرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول۔ السلام علیک ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته۔ اخرجه الحافظ طلحه بن محمد فی مسند ابی حنیفة'' سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی جانب سے آئے اور پیٹھ کو قبلہ کی طرف اور منہ کو قبر شریف کی طرف کر دے اور پھر تو یوں سلام عرض کرے۔ ''السلام علیک ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۹)

قارئین کرام! یہ وہ چند حدیثیں ہیں جن کی توثیق فرما کر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اپنے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو ثابت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی مدینہ منورہ والی قبر شریف میں بہ تعلق روح مع الجسد العنصری زندہ ہیں۔ آپ ﷺ پر دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بذریعہ ملائکہ پیش کیا جاتا ہے اور قریب سے آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی طرف رخ کر کے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر سلام پیش کیا جائے۔

انتباہ ضروری: حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ان احادیث کو صحیح، حسن اور قوی قرار دیا ہے اور جو شخص ان احادیث کو ضعیف، موضوع اور نا قابل قبول قرار دیتا ہے۔ وہ یقیناً حضرت عثمانی رحمہ اللہ کے مسلک پر نہیں ہے بلکہ ان کے مسلک کا مخالف ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو حضرت عثمانی رحمہ اللہ کو اپنا ہم مسلک کہنے کا کوئی حق نہیں ہے اور جو ایسا کر رہا ہے وہ دھوکہ باز اور جعل ساز ہے اور ایسے دھوکہ باز لوگوں سے بچ کر رہنا حفاظت ایمان کے لئے از حد ضروری ہے۔

۲...... حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کو مستحب ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''احتج القائلون بانها مندوبة بقوله تعالٰی ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول ووجه الاستدلال بها انه ﷺ حی فی قبره بعد موته کما فی حدیث۔ الانبیاء احیاء فی قبورهم وقد صححه البیهقی الف فی ذالک جزاً۔ قال الاستاذ ابومنصور البغدادی قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا حی بعد وفاته انتهی۔ وقد صح عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ انه قال لمن انکر علیه وضع وجهه علی القبر انما جئت رسول اللہ ﷺ ولم آت اللبن او الحجر کما سیاتی فثبت ان حکم الآیة باق بعد وفاته ﷺ فینبغی لمن ظلم نفسه ان یزور قبره ویستغفر اللہ عنده فیستغفر له الرسول'' جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت مستحب ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کی آیت: ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم'' سے استدلال کیا ہے اور اس آیت سے ان کا طرز استدلال یوں ہے کہ حضور اکرم ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں زندہ ہیں اور بیہقی نے اس کو صحیح قرار دیا اور اس موضوع پر ایک رسالہ تالیف کیا۔ استاذ ابو منصور بغدادی نے فرمایا کہ ہمارے متکلمین محققین اصحاب

نے فرمایا کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ جب انہوں نے فرط محبت میں آ کر آپ ﷺ کی قبر شریف پر اپنا منہ رکھ دیا تو جس شخص نے ان پر نکیر کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی خدمت میں آیا ہوں۔ اینٹ یا پتھر کے پاس نہیں آیا۔ جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے تو ثابت ہو گیا کہ آیت مذکورہ کا حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ثابت اور باقی ہے تو مناسب ہے کہ جو شخص اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے وہ آپ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کرے۔ اس کے پاس اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور حضور اکرم ﷺ بھی اس کے لئے استغفار کریں تا کہ گناہ معاف ہو جائے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۴۹۸)

قارئین کرام! مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کتنے صاف اور واضح لفظوں میں بتا رہے ہیں کہ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کا حکم اب بھی باقی ہے اور جو شخص اپنی جان پر ظلم کرے وہ آپ ﷺ کے مزار اطہر پر آئے خود بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں درخواست کرے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ میرے لئے دعا و استغفار کریں۔ جب وہ خود بھی استغفار کرے گا اور حضور اکرم ﷺ بھی اس کے لئے دعا و استغفار فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ کو غفور و رحیم پائے گا۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں بہ تعلق روح حیات ہیں۔ زائرین کا سلام و کلام سماعت فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ سے استغفار کی درخواست بھی کی جا سکتی ہے۔

۳...... علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ولا شک فی حیاته ﷺ بعد وفاته و کذا سائر الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورهم حیاة اکمل من حیات الشهداء التی اخبر الله تعالٰی فی کتابه العزیز و نبینا ﷺ سید الانبیاء و سید الشهداء و اعمال الشهداء فی میزانه فقد قال ﷺ علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی رواه الحافظ المنذری'' حضور اکرم ﷺ کی حیات بعد از وفات میں کوئی شک نہیں ہے اور اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی شہداء کرام کی اس زندگی سے زیادہ کامل ہے۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خبر دی ہے اور ہمارے نبی اکرم ﷺ اور سید الانبیاء اور سید الشہداء ہیں اور شہداء کے اعمال آپ کی میزان میں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وفات کے بعد میرا علم ایسا ہے۔ جیسا کہ میری دنیوی زندگی میں ہے۔ (حافظ منذری) (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۵)

۴...... مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''واذا کان من جاء قبره کمن جاء رسول الله ﷺ فای مومن یرضی نفسه بان لا یجئی رسول الله ﷺ وهو یقدر علی ذالک ولو ببذل النفس والروح ومن الذی یمنع من شد الرحال لاجل ذلک وهو یعلم ان رسول الله ﷺ حی فی قبره وما جاء قبره فقد جاء رسول الله ﷺ وانما ینکر ذالک من ینکر حیاته ﷺ فی قبره'' جب یہ بات ہے کہ جو شخص حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف پر آیا وہ ایسا ہے جیسا خود حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا تو کون مومن ایسا ہے کہ اس کا دل یہ پسند کرے کہ باوجود قدرت کے وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس نہ آئے۔ اگرچہ اس کے لئے روح اور جسم کی قربانی دینی پڑے اور وہ کون ہے جو اس کام کے لئے شد رحال سے منع کرے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور جو شخص آپ ﷺ کی قبر شریف پر آیا وہ آپ ﷺ کے پاس آیا یقیناً اس کا انکار وہی کرتا ہے جو آپ ﷺ کی حیات کا منکر ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۱۶)

۵...... مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اعلم ان زیارة قبره الشریف من اعظم الآیات وارجی الطاعات والسبیل الی اعلی الدرجات قال القسطلانی فی المواهب ومن اعتقد غیر هذا انخلع ربقة

الاسلام وخالف اللہ ورسولہ وجماعۃ العلماء الاعلام وقد اطلق بعض المالکیۃ وھو ابو عمران الفارسی کما ذکرہ فی المدخل عن تھذیب الطالب بعد الحق انھا واجبۃ قال ولعلہ اراد وجوب السنن المؤکدۃ وقال القاضی انما سنۃ من سنن المسلمین مجمع علیھا وفضیلۃ مرغب فیھا'' اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت بہت بڑی آیات اور پر امید عبارات میں سے ہے اور اعلیٰ درجات تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مواہب'' میں کہا اور جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اسلام کی رسی سے جدا ہو گیا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور علماء اعلام کی مخالفت کی اور بعض مالکیہ نے اس پر واجب کا اطلاق بھی کیا اور وہ ابو عمران فارسی ہے۔ جیسا کہ عبدالحالق کی ''تہذیب الطالب'' کے حوالہ سے ''المدخل'' میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ شاید وجوب سے مراد سنن موکدہ والا وجوب ہے اور قاضی نے کہا۔ بے شک وہ مسلمانوں کی سنتوں میں سنت ہے۔ جس پر اجماع کیا گیا ہے اور ایسی فضیلت ہے جس کی ترغیب دی گئی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۱۵)

۶...... مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''واعلم انہ ﷺ عالم بحضورک وقیامک وزیارتک وانہ یبلغہ سلامک وصلوتک (بل یسمعہ ویرد السلام علیک) فمثل صورتہ الکریمۃ فی خیالک واخطر عظیم رتبک فی قبلک ثم یسلم الزائر ولا یرفع صوتہ ولا یخفیہ بل یقتصد فیقول السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ'' امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء علوم الدین میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ تیری حاضری تیرے قیام اور تیری زیارت کو جاننے والے ہیں اور تیرا صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ تک پہنچ رہا ہے بلکہ آپ ﷺ سنتے ہیں اور تجھے جواب بھی عنایت فرماتے ہیں تو آپ ﷺ کی تصویر با کرامت کو اپنے خیال میں بٹھائے اور آپ ﷺ کے عظیم الشان مرتبے کو دل میں جگہ دے۔ پھر زائر سلام کرے اور اپنی آواز کو زیادہ بلند نہ کرے اور نہ بالکل آہستہ کرے بلکہ میانہ روی اختیار کرے اور کہے۔ اے اللہ کے برگزیدہ آپ پر سلام۔ اے اللہ کے حبیب آپ پر سلام۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۹)

۷...... مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اعلاء السنن میں ایک باب یوں قائم کیا ہے: ''باب الاضحیۃ عن المیت'' اور پھر اس کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے میت کی طرف سے قربانی جائز ہے۔ لیکن اس پر مولانا نے خود اشکال پیش کیا اور خود ہی جواب دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''فان قلت ان النبی ﷺ حی فی قبرہ فیکون التضحیۃ عن الحی دون المیت قلنا فتلک حیاۃ اخریٰ لا من جنس الحیاۃ الدنیویۃ فھو میت باعتبار ھذہ الحیاۃ الدنیویۃ حی بتلک الحیوۃ البرزخیۃ المغایرۃ لھذہ الحیوۃ'' اگر تو سوال کرے کہ حضور اکرم ﷺ تو اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ لہٰذا یہ قربانی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کی زندہ کی طرف سے ہوگی نہ کہ میت کی طرف سے؟ حالانکہ ثابت تو یہ کرنا ہے کہ میت کی طرف سے قربانی جائز ہے۔ ہم جواب میں کہیں گے کہ آپ ﷺ کی یہ حیات قبر اور قسم کی حیات ہے جو حیات دنیوی کی قسم سے نہیں ہے۔ پس آپ ﷺ اس حیات دنیوی کی اعتبار سے میت اور اس حیات برزخیہ کے اعتبار سے زندہ ہیں جو کہ اس حیات دنیویہ سے مختلف ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۷ ص ۲۶۸)

محترم قارئین کرام! بندہ عاجز نے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے سات اقتباس پیش کئے ہیں۔ اگرچہ مواد اور بھی ہے لیکن بندہ نے انہی پر اکتفاء کیا۔ ان سب اقتباسات میں مولانا نے واشگاف الفاظ میں

فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ والی قبر شریف میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں جس نے قبر شریف کی زیارت کی گویا اس نے خود رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ زائرین کو وہ تمام آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں جو آپ کی حیات دنیوی میں ملحوظ رکھے جاتے تھے۔ آپ ﷺ زائرین کے سلام کو سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ دور سے پڑھا ہوا درود و سلام آپ تک پہنچا دیا جاتا ہے اور قرآن مجید کی آیت: ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم'' کا حکم بعد الوفات بھی باقی ہے۔ اپنی جان پر ظلم کرنے والا شخص اب بھی آپ ﷺ کی خدمت میں استغفار کی درخواست کر سکتا ہے جو شخص ان چیزوں کا انکار کرتا ہے وہ آپ ﷺ کی حیات قبر کا منکر ہے اور جو شخص روضہ اقدس کی زیارت باسعادت سے منع کرتا ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور علماء اعلام کی مخالفت کرنے والا ہے۔

مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ باعتبار حیات دنیوی کے میت اور باعتبار عالم برزخ کے زندہ ہیں۔ لیکن مولانا کی اس بات کا ایسا مطلب لینا جس سے باقی تمام باتوں پر پانی پھر جائے۔ سب کا انکار لازم آئے اور حیات قبر کی روح اور جسم کے تعلق کی۔ آپ ﷺ کے سلام سننے اور جواب دینے کے مترادف ہے اور ''تاویل القول بما لا یرضی به القائل'' کی بدترین مثال ہے اور بہت بڑی خطرناک چال اگر اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو عالم قبر میں بتلا دیں کہ آپ کی بات کا ایسا مطلب لیا گیا ہے جو خود آپ کے عقائد کے خلاف ہے تو یقیناً مولانا کی روح کانپ اٹھے گی اور نامعلوم ایسے چالبازوں کے خلاف مولانا کے منہ سے کیا کیا بددعائیں نکلیں گی۔ لہٰذا دیانت اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مولانا کی اس بات کا ایسا مطلب لیا جائے جو ان کے عقائد و نظریات کے متصادم ہونے کی بجائے مطابق اور موافق ہو تو اب مولانا مرحوم کی بات کا مطلب مولانا کے عقائد و نظریات کی روشنی میں یہ ہے کہ چونکہ آپ ﷺ پر موت والا قانون پورا ہو چکا ہے جس کی وجہ سے آپ کی تجہیز، تکفین، نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔ ''لا شک فیه ولا ریب'' تو وقوع موت کی وجہ سے آپ ﷺ کی طرف ''مات یموت'' کی نسبت بھی درست ہے اور آپ ﷺ کی ذات اقدس پر لفظ میت کا اطلاق بھی درست ہے۔ چنانچہ شہداء کرام جن کی حیات قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ ان پر میت کا اطلاق درست ہے اور ''مات یموت'' کی نسبت بھی ٹھیک ہے۔ مثلاً آپ ''مات عمر رضی اللہ عنہ وقتل عثمان رضی اللہ عنہ'' کہہ سکتے ہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ اطلاق میت سے نہ تو حیات قبر و برزخ کی نفی ہوتی ہے اور نہ ہی سماع عند القبر کی نفی ہوتی ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ قبر و برزخ کی زندگی بالکل حیات دنیا کی طرح نہیں ہے بلکہ بہت سے امور میں۔ تغایر بھی ہے۔ مثلاً:

۱...... حیات دنیا میں روح کا جسم کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ اس سے بدن میں نشوونما ہوتی ہے۔ لیکن قبر و برزخ کے تعلق میں نشوونما نہیں ہوتا۔

۲...... حیات دنیا میں روح بدن کے اندر تدبیر کرتی ہے اور روح بدن کو گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتی ہے۔ جب کہ قبر و برزخ کے تعلق میں ایسا نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ!

۳...... حیات قبر و برزخ ''ولکن لا تشعرون'' کے درجہ میں ہیں۔

بہرحال! یہ حقیقت ہے کہ حیات قبر روح اور جسد دونوں کو حاصل ہوتی ہے۔ یہ دنیا والا جسد قبر کی جزا و سزا میں شامل ہوتا ہے جو علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات قبر دنیوی ہے۔ ان کا مطلب یہی ہے کہ اس حیات میں

دنیا والا جسم شامل ہے اور جو علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات قبر دنیوی نہیں ہے بلکہ برزخی ہے تو ان کا مطلب یہ ہے کہ بالکل حیات دنیا کی طرح نہیں ہے کہ اس کے سارے لوازمات پائے جائیں۔

بہرحال! آپ ﷺ کی حیات کی جو بھی تعبیر کی جائے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ دنیا والا جسد حیات میں حصہ دار اور حیات کا سزاوار ہے۔ آج تک اس کی کسی نے نفی نہیں کی بلکہ سب نے اتفاق کیا ہے۔ یہ ہے اطلاق میت کا مطلب اور عصر ہذا کے معتزلہ اس اطلاق سے جو نتائج اخذ کرتے ہیں۔ مثلاً تعلق وغیرہ کی نفی کرتے ہیں۔ وہ سب فریب وفراڈ، دھوکہ اور چال بازی ہے اور جن اکابر کی طرف اس قسم کی باتوں کی وجہ سے عدم تعلق کی نسبت کرتے ہیں، وہ سب بہتان والزام ہے۔ آج تک کسی عالم دین نے اطلاق میت سے عدم تعلق کا عقیدہ نہیں نکالا۔ بلکہ اطلاق میت کے قائلین سب کے سب بہ تعلق روح مع الجسد العنصری حیات قبر کے قائل ہیں۔ نامعلوم کب تک یہ دغاباز فرقہ ہمارے اکابر کو اس قسم کے ظلم وزیادتی کا تختہ مشق بنائے رکھے گا اور کب تک سادہ لوح طلباء اور سادہ مزاج عوام ان کے دام تزویر میں پھنستے رہیں گے۔

باقی مولانا عثمانی رحمہ اللہ کا قبر کو ''برزخ'' کہنا، اس سے مقصد قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا ہے۔ تاکہ قبر کا مفہوم اتنا وسیع ہو جائے کہ وہ اس ارضی قبر سمیت مردہ انسان کے ہر مقام کو شامل اور حاوی ہو جائے۔ برزخ کے لفظ سے اس زمین والی قبر کی نفی کرنا یا سمجھنا حماقت وجہالت سے کم نہیں ہے۔ ہمارے کسی بزرگ نے برزخ کے لفظ سے ارضی قبر کی نفی نہیں کی جو ایسا کہتا ہے وہ مفتری ہے۔ ہمارے اکابر پر جھوٹا الزام لگاتا ہے۔

عقیدہ عذاب قبر اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کی طرح مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ عذاب قبر یعنی حیات قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں کہ بوقت سوال نکیرین اس قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے۔ پھر قیامت تک روح کا جسم سے تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے روح اور جسد عنصری دونوں عذاب وثواب کو محسوس کرتے ہیں۔ البتہ قبر کی یہ ساری کارروائی غیب کی چیز ہے جسے بن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی لئے تو قبر کو ''برزخ'' کہا جاتا ہے اور برزخ بمعنی پردہ کے ہیں۔ قبر کی یہ کارروائی پس پردہ ہوتی ہے۔ اسی لئے عامۃ الناس کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔ چاہے مردہ انسان سامنے کیوں نہ پڑا ہو۔ یہ بھی علماء اسلام نے فرمایا ہے کہ قبر وبرزخ کے اس تعلق کی حقیقت اور کنہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرما کر مولانا عثمانی رحمہ اللہ کے عقیدہ حیات قبر کو معلوم کیجئے۔

ا...... علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ مسئلہ تلقین میت کی بحث میں حدیث: ''لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وفی رد المحتار تحت قول الدر المختار: ''وان فعل ینھی عنه مانعة وقد اطال فی الفتح فی تائید حمل موتاکم فی الحدیث (وھو لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ) علی حقیقة لکن قال فی شرح المنیة ان الجمھور العلماء علی ان المراد منه مجازة وفی المعراج عن انجاریه والکافی ان ھذا قول المعتزله لان الاحیاء بعد الموت مستحیل عندھم اما عند اھل السنة فالحدیث ای لقنوا موتاکم محمول علی حقیقة لان اللہ تعالی یحییه علی ما جائت به الآثار فذکر الاثر الذی ذکرناه انفاثم قال قال فی شرح المنیة وانما لا ینھی عن التلقین بعد الدفن لانه لا ضرر فیه بل فیه نفع فان المیت لیستانس بالذکر علی ما ورد فی الآثار

”(ردالمحتار ج۱:ص ۸۹۰) ردالمحتار میں درمختار کے اس قول کے تحت کہ اگر بعد از دفن مردہ کو تلقین کی جائے تو اس سے نہ روکا جائے۔لکھا ہے کہ فتح القدیر میں لمبی بحث کر کے اس بات کی تائید کی ہے کہ حدیث:”لقنوا موتاکم“ اپنی حقیقت پر محمول ہے۔لیکن منیۃ المصلی کی شرح میں لکھا ہے کہ تحقیق جمہور اس پر ہیں کہ حدیث مذکورہ میں مجازی معنی مراد ہے۔یعنی”موتاکم“ کا معنی قریب المرگ کا ہے اور معراج میں انجبار یہ اور کافی سے منقول ہے کہ یہ معتزلہ کا قول ہے۔اس لئے کہ موت کے بعد (قبر میں زندہ کرنا) ان کے نزدیک محال ہے۔لیکن اہل سنت کے نزدیک حدیث:”لقنوا موتاکم“ حقیقت پر محمول ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں مردہ کو زندہ کرتا ہے۔جیسا کہ احادیث وآثار میں آیا ہے کہ یقیناً تلقین بعد از دفن سے منع نہ کیا جائے۔اس لئے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ اس میں نفع ہے۔اس لئے کہ مردہ ذکر سے مانوس ہوتا ہے۔جیسا کہ آثار میں آیا ہے۔ (اعلاء السنن ج۸ ص ۲۱۱)

قارئین کرام! بندہ عاجز مسئلہ تلقین میت بعد از دفن کو نہیں چھیڑ رہا اور نہ ہی میرا مقصد یہ فیصلہ کرنا ہے کہ حدیث:”لقنوا موتاکم“ حقیقی معنی پر محمول ہے یا مجازی پر۔میرا مقصد یہ بتانا ہے کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی برد اللہ مضجعہ نے باحوالہ یہ بات فرمائی ہے کہ معتزلہ حیات قبر اور عذاب قبر کے منکر ہیں۔کیونکہ وہ اس کو مشکل ومحال سمجھتے ہیں اور علماء اہل السنت والجماعت حیات قبر کے قائل ہیں اور مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ مردہ کے پاس جو ذکر کیا جاتا ہے وہ اس سے مانوس ہوتا ہے اور یہ انس میت بھی حیات میت کی دلیل ہے۔ہاں! اگر کوئی صاحب مسئلہ تلقین کی تحقیق اور فیصلہ چاہتا ہے تو وہ اعلاء السنن کے مذکورہ بالا مقام کا مطالعہ کرے۔مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں فیصلہ فرمادیا ہے۔بہرحال! یہ حقیقت ہے کہ مولانا مرحوم اسی قبر کی حیات کے قائل ہیں اور اسی حیات قبر پر قبر کی کارروائی کا دارومدار ہے۔

۲...... حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک فقہی مسئلہ تحریر کرتے ہیں:”یکرہ ایضاً قطع البنات الرطب والحشیش من المقبرہ دون الیابس کما فی الحجر والدر وشرح المنیۃ وعللہ اللہ فی الامداد بانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ“ قبرستان سے تر نباتات اور گھاس پھوس کاٹنا مکروہ ہے۔جیسا کہ بحرالرائق، درمختار اور شرح المنیۃ میں ہے اور الامداد میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ گھاس پھوس اور نباتات اللہ کی تسبیح اور ذکر کرتی ہے تو میت اس سے مانوس ہوتی ہے اور اس کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے، جس کا فائدہ بھی میت کو ہوتا ہے۔البتہ خشک گھاس کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔ (اعلاء السنن ج۸ ص ۳۴۵)

۳...... امداد الاحکام فتویٰ کی ایک کتاب ہے۔یہ کتاب امداد الفتاویٰ کا تکملہ ہے۔اس کتاب میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جمع ہیں۔فتاویٰ کا یہ مجموعہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں جاری اور شائع ہوا ہے۔گویا امداد الاحکام کو ان تینوں بزرگوں کی تائید وتصدیق حاصل ہے۔اس کتاب میں لکھا ہے۔قرآن گھر پر بھی بیٹھ کر بخش دیں تو ثواب پہنچ جائے گا۔اگر صرف ثواب پہنچانے کا ارادہ ہو تو اس کے لئے قبر پر جانے کی ضرورت نہیں۔ہاں! اگر ثواب پہنچانے کے ساتھ میت کی تانیس ودلداری بھی مقصود ہو تو قبر پر جانے اور وہاں جا کر قرآن پڑھنے سے میت کو انس ومسرت زیادہ ہوتی ہے۔ (امداد الاحکام ج۱ ص ۱۹۳)

۴...... امداد الاحکام میں ہے۔ باقی عذاب قبر جسم عنصری و جسم مثالی دونوں پر ہوتا ہے۔(امداد الاحکام ج ۱ ص ۸۳۹)

قارئین کرام! مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ عذاب قبر کے صحیح صورت کے قائل ہیں اور وہ قبر کی کارروائی میں دنیا والے جسد عنصری کو شامل سمجھتے ہیں۔ باقی رہا جسم مثالی تو ہمارے اکابر وضاحت فرما چکے ہیں کہ جو شخص جزا و سزا میں دنیا والے جسد کو شامل سمجھنے کے ساتھ ساتھ جسم مثالی کا بھی قول کرتا ہے تو اس سے ہمارے اکابر کو اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس کے ساتھ ہے جو دنیا والے جسد عنصری کی نفی کرتا ہے۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی وضاحت ہوگئی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظ، ملفوظات اور کتابوں میں جسد مثالی کا تذکرہ کیا ہے جس سے عام قاری کو اچھی خاصی پریشانی لاحق ہوتی ہے کہ شاید مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جسد مثالی کا قول کر کے جسد عنصری کا انکار کرتے ہیں اور اسی طرح عصر ہذا کے معتزلہ بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ان عبارات کو پیش کر کے دھوکہ دیتے ہیں کہ تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسد مثالی کے قائل ہیں۔ لہٰذا جسد عنصری کے منکر ہیں۔ حالانکہ یہ پریشانی اور دھوکہ بے محل ہے۔ کیونکہ امداد الاحکام کی اس عبارت میں تصریح موجود ہے کہ عذاب قبر جسد عنصری کو بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی عبارت سے جسد عنصری کی نفی سمجھنا خود غلط اور خلاف واقعہ ہے بلکہ دھوکہ کھانا اور دھوکہ دینا ہے۔

عام موتی کا سماع اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

عام موتی کے سماع میں بھی مولانا عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ علماء دیوبند والا ہے کہ جہاں جہاں حدیثوں میں سماع موتی وارد ہوا ہے، وہاں تسلیم کرلیا جائے۔ مثلاً حدیث قرع نعال، حدیث قلیب بدر اور سلام کا سماع وغیرہ۔ ان کے علاوہ قیاس آرائی کی بجائے معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔ مندرجہ اقتباس سے مولانا کا یہ نظریہ معلوم ہوتا ہے۔

۱...... مولانا عثمانی مرحوم لکھتے ہیں: ''وقد روی عبدالحق فی الاحکام الصغری وقال عبدالحق اسنادہ صحیح۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فیسلّم علیہ الاعرفہ ورد السلام ورواہ ابن عبدالبر وصححہ کمانقلہ ابن تیمیہ'' تحقیق عبدالحق نے الاحکام الصغریٰ میں روایت کیا ہے اور عبدالحق نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو اپنے مومن بھائی کی قبر سے گزرے جس کے ساتھ اس کی جان پہچان تھی تو سلام کرے۔ مگر وہ اس کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۵)

۲...... لکھتے ہیں: ''وقد ذکر ابن تیمیۃ فی اقتضاء الصراط السمتقیم ان الشہداء بل کل المومنین اذا زارھم المسلم وسلّم علیھم عرفوا وردوا علیہ السلام فاذا کان ھذا فی احاد المومنین فکیف بسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم'' تحقیق ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں ذکر کیا ہے کہ بے شک شہداء بلکہ تمام مومنین جب کوئی مسلمان ان کی زیارت کرتا ہے اور ان پر سلام کرتا ہے، وہ پہچان لیتے ہیں اور اس کو سلام کا جواب دیتے ہیں۔ جب یہ عام مومنین کے حق میں ہے کہ وہ سلام کو سنتے اور جواب دیتے ہیں تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کا کیا حال ہوگا؟ معلوم ہوا کہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ عام موتی کے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں اور اس کو حدیث صحیح سے ثابت سمجھتے ہیں جو شخص مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے استدلالات پر جرح کر کے ان کو ضعیف بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ یقیناً مولانا کے

مسلک پر نہیں بلکہ ان کے مسلک کا مخالف ہے جو شخص مولانا کے مسلک کا مخالف بن کر ان کے نام کو یا عبارات کو اپنے حق میں استعمال کر رہا ہے وہ دھوکہ باز مفتری ہے اور علم و دیانت کا قاتل ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۵)

قارئین کرام! بندہ عاجز نے مولانا کی کتابوں سے ان کے موقف و مسلک کو نہایت دیانت داری سے نقل کیا ہے۔ الحمدللہ! بندہ عاجز نے "تاویل القول بما لا یرضیٰ بہ القائل" کا کہیں ارتکاب نہیں کیا اور نہ ہی دھوکہ وفریب سے کام لیا ہے بلکہ صحیح مسلک اکابر کی ترجمانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابر علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کی تشریحات و تعبیرات کی روشنی میں کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین!

(۸) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کی تفسیری و فقہی تحقیقات وخدمات رہتی دنیا تک یادرہیں گی۔ اللہ نے ان کو علم وعمل اور تقویٰ کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ حضرت کے عقائد ونظریات علماء دیوبند والے تھے۔ وہ حیات قبر خصوصاً حیات النبی ﷺ عذاب اور عام موتی کے سماع فی الجملہ کے متعلق وہی موقف رکھتے ہیں جو دیگر علماء دیوبند کا ہے۔

اولاً: حیات النبی ﷺ کے متعلق ان کا عقیدہ معلوم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرمایئے۔

۱...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں۔ اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہوسکتی تھی۔ اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی "قد غفر لک" یعنی مغفرت کر دی گئی۔ (بحر محیط) (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۹)

قارئین کرام! حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کا حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد باقی سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ گنہگار بندہ آپ ﷺ کے روضہ اقدس پر آکر استشفاع کرے۔ یعنی آپ ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کرے کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنی جان پر ظلم کر کے آیا ہوں۔ آپ میرے لئے دعاء و استغفار فرمائیں۔ اللہ میرے گناہ معاف فرمادے اور بطور دلیل کے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بحر محیط سے ایک گاؤں والے کا واقعہ نقل فرمایا۔

معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ ﷺ زائرین کا سلام وکلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور ان کے لئے دعا واستغفار فرماتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ اس کے خلاف کہتا ہے اور گاؤں والے شخص کے واقعہ پر جرح کر کے اس کو کمزور اور ضعیف کہتا ہے۔ وہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ والے عقیدہ پر ہرگز نہیں ہے اور قطعاً ان کا ہم مسلک نہیں ہے۔ وہ یقیناً حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے خارج ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس اختلاف کے باوجود جو شخص حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کو یا کسی عبارت کو اپنے حق میں ناجائز طور پر استعمال کرتا ہے۔ وہ دھوکہ باز اور فریب کار ہے بلکہ جھوٹا ہے اور مفتری ہے۔

۲...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے ایک خصوصی حکم کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کوئی شخص ان سے نکاح نہیں کر سکتا کی وجوہات بیان کرتے ہیں کہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ آپ کی وفات کا درجہ ایسا ہے جیسے کوئی زندہ شوہر گھر سے غائب ہو اسی لئے آپ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی۔ اسی بناء پر آپ ﷺ کی ازواج کا وہ حال نہیں جو عام شوہروں کی وفات پر ان کی ازواج کا ہوتا ہے۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۲۰۳)

۳...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''تمام انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً رسول کریم ﷺ اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ان کی یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا فائق وممتاز ہوتی ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ بہرحال اس حیات کی وجہ سے قیامت تک مومنین کے قلوب آپ کے قلب مبارک سے استفاضہ نور کرتے رہیں گے اور جتنی محبت وتعظیم اور درود شریف کا زیادہ اہتمام کرے گا اس نور کا حصہ زیادہ پائے گا''۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۷)

قارئین کرام! حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر کو اس عبارت میں واضح طور پر تسلیم فرمایا ہے۔ البتہ انہوں نے حیات قبر کو حیات برزخی بھی کہا ہے۔ جیسا کہ دیگر علماء اسلام بھی فرماتے ہیں۔ لیکن برزخ کہنے سے نہ تو ارضی قبر کی نفی ہوتی ہے اور نہ ہی ارضی قبر کی حیات کی نفی ہوتی ہے اور نہ ہی روح اور جسد کے مابین تعلق کی نفی ہوتی ہے۔ ایسا سمجھنا تو پرلے درجہ کی حماقت ہے اور جہالت ہے۔ کیونکہ قبر و برزخ ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں کہ ایک سے دوسرے کی نفی ہو جائے بلکہ یہ دونوں مصداق اور اطلاق کے اعتبار سے ایک چیز پر صادق آتے ہیں۔ قبر مردہ انسان کے لئے ظرف مکان اور برزخ اس کے لئے ظرف زمان ہے جو مردہ قبر میں ہے۔ وہ برزخ میں بھی ہے۔ کیونکہ موت سے لے کر قیامت کے وقت کو برزخ کہتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد قبر کی نفی کرنا نہیں۔ ہاں! قبر کو برزخ کہنے سے قبر کے مفہوم میں وسعت آجاتی ہے اور برزخ کا لفظ اس زمینی قبر سمیت مردہ کے ہر مقام کو شامل ہو جاتا ہے۔ علماء اسلام قبر سے مراد برزخ لے کر مردہ کے ہر مقام کو قبر کے مفہوم میں شامل کرنا چاہتے ہیں اور اغیار نے الٹا مفہوم لے کر خود اصل قبر کی نفی کر ڈالی۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قیامت تک مومنین آپ ﷺ کے قلب مبارک سے نور کا استفاضہ کرتے رہیں گے۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ قلب جسم میں ہوتا ہے۔ اگر حضور اکرم ﷺ کی روح اقدس کا آپ ﷺ کے جسم وقلب بے تعلق ہے اور آپ ﷺ کے جسم اور قلب میں کسی قسم کی حیات نہیں ہے تو آپ ﷺ کے قلب مبارک سے

استفاضہ نور کا کیا مطلب؟ قلب مبارک سے استفاضہ نور دلیل ہے۔اس بات کی کہ آپ ﷺ کی روح اقدس کا جسم اطہر سے تعلق ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے جسم اور قلب مبارک میں حیات ہے اور اس صورت میں استفاضہ ممکن نہیں بلکہ ثابت ہے۔البتہ اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔جیسا کہ خود مفتی صاحب رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے۔

۴...... حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ قرآن مجید کی آیت: ''ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا۔کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لئے ہے۔نیز آنحضرت ﷺ اس وقت بھی زندہ ہیں۔گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ ان دونوں زندگیوں میں فرق کیا ہے؟ کیونکہ نہ اس پر امت کا کوئی دینی یا دنیوی کام موقوف ہے نہ خود رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسی فضول اور بے ضرورت بحثوں کو پسند فرمایا بلکہ منع فرمایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ ﷺ کی رسالت کا قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ قیامت تک دنیا میں ہیں۔اس لئے یہ امت قیامت تک عذاب عام سے مامون رہے گی۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۲۲۵)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس عبارت میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ اپنے روضہ مبارک میں زندہ ہیں۔جب کہ سابقہ عبارت میں قبر و برزخ کا لفظ استعمال فرمایا تو معلوم ہوا حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ آپ ﷺ کے جسد کی حیات کو ثابت فرما رہے ہیں اور ان کے نزدیک قبر و برزخ اور روضہ مبارک کا مصداق ایک ہے۔فضول بحث کون سی ہے۔حیات الانبیاء کی یا اس کی کیفیات کی؟ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے عقیدہ حیات الانبیاء خصوصاً حضور اکرم ﷺ کے روضہ مبارک کی حیات کو صاف لفظوں میں تسلیم اور ثابت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ روضہ مبارک کی اس حیات کا محقق بہ تعلق روح مع الجسد العنصری ہوتا ہے۔البتہ بہ تعلق روح حیات تسلیم کر لینے کے بعد اس بحث میں پڑنا کہ اس حیات کی کیفیت کیسی ہے؟ اس کی کنہ کیا ہے؟ یہ تعلق روح کیسا ہے؟ وغیرہ وغیرہ ممنوع ہے اور ہم جیسے لوگوں کو ان کاموں میں الجھنا ایک فضول کام ہے۔ہاں! جن علماء نے اس تعلق کی تفصیل بیان کی تو ہمیں ان کے بارے میں بھی کسی قسم کی لب کشائی نہیں کرنی چاہئے۔کیونکہ یہ خالص علمی بحثیں ہیں اور انہیں کو زیب دیتی ہیں۔ہماری نجات کے لئے اتنا کافی ہے۔ہم حضور اکرم ﷺ کے روضہ مبارک میں بتعلق روح مع الجسد العنصری زندہ مان لیں اور بس۔

معلوم ہوا کہ یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں۔ایک عقیدہ حیات قبر جس کا تحقق تعلق روح کے ساتھ ہے اور دوسرا ہے اس حیات اور تعلق روح کی کیفیت ہمارے تمام اکابر پہلی چیز کو کتاب وسنت کے روشن دلائل کے ساتھ بڑے زور شور سے ثابت کرتے ہیں۔اس میں بحث کرتے ہیں۔منکرین حیات کے شبہات کا دندان شکن کافی وافی اور شافی جواب دیتے ہیں۔البتہ دوسری چیز یعنی کیفیات حیات میں پڑنے سے منع کرتے ہیں اور اس کو فضول بحث قرار دیتے ہیں۔خدا برا کرے تعصب کا جس سے آدمی کی سوچ وفکر بھی ماؤف ہو جاتی ہے اور آدمی صحیح کو غلط قرار دے دیتا ہے اور غلط کو صحیح سمجھنے لگتا ہے اور آدمی اپنے غلط نظریات کو برحق دکھانے کے لئے دھوکہ فریب اور جھوٹ سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

چنانچہ عصر ہذا کے معتزلہ اپنی جبلی سینہ زوری سے ہمارے اکابر کی وہ عبارات وہدایات جو انہوں نے کیفیات حیات اور اقسام تعلق کے متعلق فرمائی ہیں کہ ایسی بحثوں میں نہ پڑنا چاہئے یہ تضیع اوقات ہے۔یہ فضول کام ہے تو یہ ہوس

پرست لوگ یہ ساری باتیں خود عقیدہ حیات النبی ﷺ پر چسپاں کر کے سادہ لوح لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے اکابر نے حیات النبی ﷺ میں پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ کوئی عقیدہ کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس میں بحث فضول ہے۔ سب یعنی قائلین ومنکرین ہمارے اکابر ہیں۔ کسی کو کچھ نہ کہنا چاہئے۔ سب برحق ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!

حالانکہ اکابر کی یہ باتیں عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق نہیں ہیں بلکہ اس کی **کیفیت** کے بارے میں ہیں۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ بہ تعلق روح اور بات ہے اور **کیفیت** حیات بالکل اور بات ہے۔ لیکن عصر ہذا کے معتزلہ بحث کر کے اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں اور عوام الناس کو پاگل بنانا چاہتے ہیں۔ الغرض حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تنبیہات اور ہدایات عقیدہ حیات کے متعلق نہیں ہیں بلکہ اس کی کیفیات کے متعلق ہیں۔

۵...... حضرت مفتی صاحب حیات شہداء کی بحث میں لکھتے ہیں۔ ''یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام پھر شہداء پھر اور معمولی مردے۔'' (معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷)

۶...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ '' قاضی ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور ادب آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے، جیسا حیات میں تھا۔ اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ آپ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب کے خلاف ہے۔'' (معارف القرآن ج ۸ ص ۱۰۱)

۷...... حضرت مفتی صاحب ''شاھداً و مبشراً'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں'' اور امت پر شاہد ہونے کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے سب افراد کے اچھے برے اعمال کی شہادت دیں گے اور یہ شہادت اس بناء پر ہوگی کہ امت کے اعمال رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہر روز صبح وشام اور بعض روایات میں ہفتہ میں ایک روز پیش ہوتے ہیں اور آپ امت کے ایک ایک فرد کو اس کے اعمال کے ذریعہ پہچانتے ہیں۔ اس لئے آپ قیامت کے روز امت کے شاہد بنائے جائیں گے۔'' رواہ ابن المبارک عن سعید بن المسیب . . . مظھری'' (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۷)

۸...... مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی امت کے اعمال آپ پر پیش ہوتے رہتے ہیں۔'' (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۲۱، احکام القرآن ج ۴ ص ۲۲۹)

قارئین کرام! حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے کھلے لفظوں میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ اپنے روضہ مبارک والی قبر شریف میں زندہ ہیں اور زائرین کو چاہئے کہ آپ کی حیات دنیا والے سارے آداب وہاں ملحوظ رکھیں۔ سلام وکلام زیادہ بلند آواز سے پیش نہ کریں بلکہ میانہ روی اختیار کریں۔ آپ ان کا سلام وکلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ لہٰذا وہاں آپ ﷺ سے **استشفاع** بھی کر سکتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے حق میں دعا مغفرت فرمائیں۔ آپ ﷺ پر امت کے اعمال بھی پیش ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کی حیات قبر، شہدائے کرام کی حیات سے بھی فوقیت رکھتی ہے۔ اسی حیات قبر و برزخ کی وجہ سے آپ ﷺ کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوئی اور آپ کی ازواج مطہرات سے کسی کو نکاح کی اجازت نہیں ہے اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ برزخ اس قبر ارضی کے علاوہ کسی اور مقام کا نام نہیں بلکہ برزخ وقبر ایک اطلاق رکھتے ہیں اور

جو شخص حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ عقائد پر یقین نہیں رکھتا بلکہ ان کو غلط قرار دیتا ہے۔ وہ مفتی صاحب کے عقائد سے منحرف ہے۔ اگر مفتی صاحب کی عبارت یا ان کے نام کو استعمال کرتا ہے تو وہ مفتری ہے۔

عذاب قبر کے متعلق حضرت مفتی صاحب کا موقف

عذاب قبر یعنی حیات قبر کے متعلق حضرت مفتی صاحب کا موقف بالکل علماء اہل السنۃ والجماعت دیوبند والا ہے کہ اسی ارضی قبر میں بوقت سوال نکیرین اعادہ روح ہوتا ہے اور روح اور جسد عنصری دونوں خاص قسم کے تعلق کی وجہ سے قبر کی کارروائی اور جزاوسزاء کے مورد بنتے ہیں۔ اس عقیدہ کے اثبات میں حضرت مفتی صاحب کا عربی زبان میں ایک مستقل رسالہ ہے، جس کا نام ہے: ''ثبوت عذاب القبر بالکتاب والسنۃ'' یہ رسالہ احکام القرآن تھانوی ج ۴ کی جزو بن کر شائع ہو چکا ہے۔ یہ رسالہ احکام القرآن کے ص ۷۷ سے شروع ہوتا ہے اور ص ۱۱۷ پر ختم ہوتا ہے۔ اس رسالہ میں حضرت مفتی صاحب نے کتاب وسنت کے براہین قاطعہ سے عذاب قبر کی صحیح صورت کو ثابت کیا ہے اور عقلی ونقلی دلائل سے بوقت امتحان قبر اعادہ روح کو ثابت کیا ہے اور جزاوسزا کے لئے روح کا جسد عنصری سے تعلق ثابت کیا ہے اور منکرین حیات قبر کے تمام شبہات کا مسکت اور معقول جواب دیا ہے۔ یقیناً یہ رسالہ اہل علم کے لئے ایک قیمتی تحفہ اور لاجواب تحقیق ہے تو اس رسالہ سے عذاب قبر کے متعلق مفتی صاحب کا موقف بالکل واضح ہے۔ اس سے چند اقتباسات یہاں بھی نقل کئے جاتے ہیں جن سے مفتی صاحب کا موقف مزید واضح ہوتا ہے۔

۱...... مفتی صاحب لکھتے ہیں'' مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا، قران مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت ووضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس میں مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ رہے وہ عامیانہ شبہات کہ دنیا میں دیکھنے والوں کو یہ ثواب وعذاب نظر نہیں آتے۔ سو اس کے تفصیلی جوابات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ جنات اور فرشتے بھی کسی کو نظر نہیں آتے مگر موجود ہیں۔ ہوا نظر نہیں آتی مگر موجود ہے۔ جس کائناتی فضا کا اس زمانہ میں راکٹوں کے ذریعہ مشاہدہ ہو رہا ہے وہ اب سے پہلے کسی کو نظر نہ آئی تھی۔ خواب دیکھنے والا خواب میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو کر سخت عذاب میں بے چین ہوتا ہے۔ مگر پاس بیٹھنے والوں کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ اصول کی بات یہ ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ جب خالق کائنات نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد اس عذاب وثواب کی خبر دے دی تو اس پر ایمان واعتقاد رکھنا لازم ہے۔'' (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۶)

۲...... مفتی صاحب لکھتے ہیں'' البتہ اوپر جس روایت میں ارواح کا قبروں میں رہنا معلوم ہوتا ہے، یہ بظاہر پچھلی دونوں روایتوں سے بہت مختلف ہے۔ اس کی تطبیق بیہقی زمان حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں یہ بیان کی ہے کہ یہ بات کچھ بعید نہیں کہ اصل مستقر ارواح کا علیین اور سجین ہی ہوں مگر ان ارواح کا ایک خاص رابطہ قبروں کے ساتھ بھی قائم ہو۔ اس رابطہ کی حقیقت تو اللہ کے سواء کوئی نہیں جان سکتا۔ مگر جس طرح آفتاب ماہتاب آسمانوں میں ہے اور ان کی شعائیں زمین پر پڑ کر اس کو روشن بھی کر دیتی ہیں، گرم بھی۔ اس طرح

علیین اور سجین کی ارواح کا کوئی رابطہ معنویہ قبروں سے ہوسکتا ہے۔'' (معارف القرآن ج ۸ ص ۶۹۸)

۳...... حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اہل قبر کی ارواح کا تعلق قبر سے رہتا ہے یا نہیں؟ عذاب یا ثواب قبر ہمیشہ قبر پر ہوتا رہتا ہے یا نہیں؟ حضرت مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا کہ ''تعلق، قبر سے کچھ نہ کچھ باقی رہتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن یہ تعین کہ کس قسم کا تعلق رہتا ہے، مشکل ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ روحیں قبروں پر رہتی ہیں اور بعض سے اس کے خلاف۔ اس لئے اپنی طرف سے کوئی فیصلہ اس میں کرنا مناسب نہیں بلکہ سکوت وتوقف مناسب ہے۔ کیونکہ حلال وحرام سے اس کا تعلق نہیں۔ ''والمسئلة مع مالها وعليها ذكرها ابن القيم في كتاب الروح مفصلاً والسيوطي شرح الصدور ان شئت فراجعها'' عذاب وثواب بعض چیزوں کا تو منصوص حدیث سے ہے کہ تا قیامت رہے گا۔ جیسے خودکشی کا عذاب وغیرہ باقی اس سے عام ضابطہ معلوم نہیں ہوسکتا۔'' (فتاویٰ دار العلوم مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ص ۱۹۷)

قارئین کرام! اس فتویٰ میں حضرت مفتی صاحب نے ارواح کا قبور سے تعلق واضح لفظوں میں ثابت کیا ہے۔ شاید کوئی دھوکہ باز کسی کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے کہ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مسئلہ تعلق میں سکوت مناسب ہے اور یہ حلال حرام کا مسئلہ نہیں ہے تو ہوشیار رہئے اور دھوکہ میں نہ آیئے۔ مفتی صاحب کا فرمان نفس تعلق کے بارے میں نہیں ہے کہ تعلق کی قسم کے بارے میں ہے۔ یعنی تعلق کا ماننا تو ضروری ہے اور تعلق کی قسم کی تعیین کرنا یہ کوئی ضروری مسئلہ نہیں ہے۔

۴...... مفتی صاحب لکھتے ہیں ''قرطبی نے فرمایا کہ ایک حدیث میں جو آیا کہ مردے برزخ میں ایک دوسرے سے اپنے کفنوں میں ملبوس ہو کر ملاقات کریں گے اور اس حدیث کے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ معاملہ قبر اور برزخ کا ہے۔ یہ میدان حشر کا۔'' (معارف القرآن ج ۵ ص ۵۸۴)

محترم قارئین کرام! حضرت مفتی صاحب برزخ کا اطلاق ارضی قبر پر فرما رہے ہیں اور اسی قبر میں تعلق روح اور اعادہ کے قائل ہیں اور روح اور جسد عنصری دونوں کی جزا وسزا کے قائل ہیں۔ حتیٰ کہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مردے قبر وبرزخ میں اپنے کفنوں میں ملبوس ہو کر ایک دوسرے کی ملاقات بھی کرتے ہیں جو شخص حضرت مفتی صاحب کے ان عقائد سے متفق نہیں ہے۔ اسے مفتی صاحب کے نام عبارت کے اور فتوے پر دھوکہ دینے کا کوئی حق نہیں ہے جو ایسا کرتا ہے وہ دغاباز اور فریب کار ہے۔

عام موتی کے سماع میں مفتی صاحب کا موقف

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع سلام وکلام عند القبر الشریف کے تو قائل ہیں ہی، باقی رہے عام موتی تو ان کے سماع فی الجملہ کے بھی مفتی صاحب رحمہ اللہ قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ حدیثوں میں جہاں جہاں سننا ثابت ہے، وہاں وہاں تسلیم کر لینا چاہئے اور باقی کو قیاس آرائی کی بجائے معاملہ سپرد خدا کرنا چاہئے۔ اس موضوع پر حضرت مفتی صاحب کا ایک مستقل رسالہ ہے جو کہ عربی زبان میں ہے اور وہ رسالہ احکام القران تھانوی جلد ۳ کی جز بن کر شائع ہو چکا اور یہ رسالہ احکام القرآن کے بیس صفحات پر مشتمل ہے اور خلاصہ اس کا یہی ہے کہ عام موتی کا سماع فی الجملہ ثابت ہے۔ اہل علم اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ بڑی کام کی چیز ہے اور حضرت مفتی صاحب کے اس موقف کو سمجھنے کے لئے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کیا مردے سنتے ہیں؟ مفتی صاحب نے جواب لکھا ''مسئلہ سماع موتی زمانہ قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ کلام اس میں طویل ہے۔ میرا ایک مستقل رسالہ بزبان عربی بنام ''اعدال الامور فی سماع اھل القبور'' بشکل مسودہ موجود ہے۔'' (احکام القرآن میں رسالہ کا نام تکمیل الحبور بسماع اہل القبور لکھا ہے) اگر ہنوز شائع نہیں ہوا اس میں سے خلاصہ کر کے حقیقت لکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ ''حیات بعد الموت انبیاء وشہداء کی تو اپنے اپنے درجوں کے موافق ثابت ہی ہے۔ عام اموات کی ارواح کا زندہ ہونا بھی ثابت ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ نوعیت اس حیات کی حیات ناسوتی سے مختلف ہے اور حیات ایک دوسرے عالم کی حیات ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ جو شخص اس دنیوی زندگی میں ہمارا کلام سنا کرتا تھا، وہ بعد الموت بھی اس طرح سنا کرے۔ یہ ضروری نہیں۔ اس کے لئے کوئی دلیل مستقل ہونا ضروری نہیں اور ظاہر ہے دلیل عقلی نہ کوئی اثبات پر قائم ہے نہ نفی پر۔ اب صرف دلیل نقلی رہ گئی۔ سو اس میں قرآن وحدیث کے متعدد نصوص ہیں۔ بعض اموات کا یا عام اموات کا خاص خاص حالات میں احیاء کا کلام سننے بلکہ بعض جگہ جواب دینے کا بھی ثبوت موجود ہے۔ لیکن ان سے کوئی ضابطہ کلیہ مستفاد نہیں ہوتا کہ ہر مردہ ہر ہر شخص کا کلام ہر وقت سن سکتا ہے۔ اس لئے سیدھا راستہ یہ ہے کہ جن مواقع میں سماع موتی کسی روایت سے ثابت ہے۔ اس کا اقرار کر لیا جائے اور جہاں قرآن وحدیث ساکت ہیں، وہاں یہ اختیار کیا جائے نہ اثبات کرے نہ نفی۔ ہاں! کسی شخص کو بذریعہ کشف سننا معلوم ہو جائے اور وہ اس کو صحیح سمجھے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس سے بھی یہ قاعدہ کلیہ نہیں بنتا کہ ہر میت ہر وقت ہر شخص کا کلام سن سکتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اس کے یقین کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ہم جس وقت جس میت سے جو کلام کریں گے وہ ضرور سنے گا اور ایسا عقیدہ رکھنا بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ جب اصل مسئلہ کی حقیقت معلوم ہو گئی تو اب مسئلہ زیر بحث یعنی دعا میں الفاظ مذکورہ کا استعمال اسی بے اصل عقیدہ پر مبنی ہے۔ اس لئے درست نہیں۔ ہاں! اگر کسی کا عقیدہ یہ نہ ہو بلکہ اسی احتمال پر کہہ دے کہ شاید سن لیں اور دعا کریں تو فی نفسہ مضائقہ نہیں۔ لیکن دوسروں کے سامنے ایسے الفاظ کا استعمال ان کے عقیدہ کو فاسد کرے۔ اس لئے احتراز کرنا چاہئے۔'' (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۴۳۹)

قارئین کرام! واضح رہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس چیز کو بے اصل اور بے بنیاد کہا ہے وہ نفی سماع موتی کا مسئلہ نہیں بلکہ انہوں نے بے اصل اور بے بنیاد اس عقیدہ کو قرار دیا ہے کہ ہر مردہ ہر وقت ہر شخص کی ہر بات کو سنتا ہے۔ لہٰذا عام موتی سے دعا کی درخواست کی جائے۔ حضرت مفتی صاحب کے تنبیہاتی کلمات اسی کے متعلق ہے۔ تنبیہات خود سماع موتی پر منطبق کرنا قلت تدبر اور سوئے فہم کا نتیجہ ہے۔

۲...... حضرت مفتی صاحب ''انک لا تسمع الموتی'' کی تفسیر میں مسئلہ سماع اموات کا عنوان دے کر لکھتے ہیں۔ یہ مسئلہ کہ مردے کوئی کلام سن سکتے ہیں یا نہیں؟ ان مسائل میں سے ہے جن میں خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سماع موتی کو ثابت قرار دیتے ہیں اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہے۔ اس لئے دوسرے صحابہ وتابعین میں بھی دو گروہ ہو گئے۔ بعض اثبات کے قائل ہیں۔ بعض نفی کے اور قرآن میں یہی مضمون ایک تو اسی موقع پر سورۃ نمل میں آیا ہے۔ دوسرے سورۃ روم میں تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ دوسری آیت آئی ہے اور سورۃ فاطر میں یہ مضمون ان الفاظ سے آیا ہے۔ ''وما انت بمسمع من فی القبور'' یعنی آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ ان تینوں آیتوں میں یہ بات قابل نظر ہے کہ

ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ مردے سن نہیں سکتے بلکہ تینوں آیتوں میں نفی اس کی گئی ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ تینوں آیتوں میں اسی تعبیر وعنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت تو ہوسکتی ہے۔ مگر ہم باختیار خود ان کو نہیں سنا سکتے۔'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۲)

۳...... مفتی صاحب لکھتے ہیں ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو سماع اموات کے قائل ہیں۔ ان کا یہ قول بھی ایک حدیث کی بناء پر ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسناد صحیح کے ساتھ منقول ہے۔ وہ یہ ہے: ''مامن احد یمرّ بقبر اخیه المسلم کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه ردّ الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام ذکر ابن کثیر فی تفسیره مصححا عن ابن عمر رضی اللہ عنہما'' جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس مردے کی روح اس میں واپس بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔

اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ جب کوئی شخص اپنے مردہ مسلمان بھائی کی قبر پر جاکر سلام کرتا ہے وہ مردہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور جواب دیتا اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اس کی روح اس دنیا میں واپس بھیج دیتے ہیں۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل یہ کہ مردے سن سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا سننا اور ہمارا سنانا ہمارے اختیار میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے سنا دیں۔ جب نہ چاہیں نہ سنائیں۔ مسلمان کے سلام کرنے کے وقت تو اس حدیث میں بتلا دیا کہ حق تعالیٰ مردہ کی روح واپس لاکر اس کو سلام سنا دیتے ہیں اور اس کو سلام کا جواب دینے کی بھی قدرت دیتے ہیں۔ باقی حالات وکلمات کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ مردہ ان کو سنے گا یہ نہیں؟ اس لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سبکی وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ اتنی بات تو احادیث صحیحہ اور قرآن کی آیت مذکورہ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات میں مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں۔ لیکن ثابت نہیں کہ ہر مردہ ہر حال میں ہر شخص کے کلام کو ضرور سنتا ہے۔ اس طرح آیات وروایات کی تطبیق بھی ہوجاتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مردے ایک وقت میں احیاء کے کلام کو سن سکیں۔ دوسرے وقت نہ سن سکیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کے کلام کو سنیں۔ بعض کے کلام کو نہ سنیں یا بعض مردے سنیں۔ بعض نہ سنیں۔ کیونکہ سورۃ نمل، سورۃ روم اور سورۃ فاطر کی آیات سے بھی یہ ثابت ہے کہ مردوں کو سنانا ہمارے اختیار میں انہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں۔ ہاں! اس لئے جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیحہ سے سننا ثابت ہے، وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں۔ اس لئے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے نہ قطعی نفی کی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۳)

۴...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عام موتی کے سماع کا مسئلہ اپنی تفسیر (معارف القرآن ج ۷ ص ۳۲۹، ۳۳۴) پر بھی بیان فرمایا ہے۔ اہل علم اس کی طرف مراجعت فرمائیں۔ خلاصہ یہی ہے جو ان اقتباسات میں بیان ہوا۔

قارئین کرام! یہی عام موتی کے سماع کے متعلق حضرت مفتی صاحب کا موقف ہے کہ وہ اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے مختلف فیہ سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر دو جانب کتاب وسنت کے دلائل موجود ہیں۔ وہ کسی جانب تشدد اور فتویٰ بازی کے قائل نہیں ہیں اور اپنا موقف بتاتے ہیں کہ جہاں کہیں حدیثوں سے سماع موتی ثابت ہے۔ اس کو مان لیا جائے اور جہاں سماع وارد نہیں ہوا۔ وہاں دونوں احتمال ہیں۔ ممکن ہے سماع ہو اور ممکن ہے کہ نہ ہو۔ بہرحال اس میں قطعی فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں! حضرت مفتی صاحب علامہ آلوسی کی طرح ''والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة'' پر یقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایسا عقیدہ رکھنے سے دلائل اور روایت میں تطبیق کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔

بندہ عاجز نے حضرت مفتی صاحب کی تالیفات سے طویل اقتباس پیش کئے۔ تاکہ ہر قاری کے سامنے ان کا موقف کھل کر سامنے آجائے۔ الحمدللہ! بندہ عاجز نے زائغین کی طرح حوالہ جات نقل کرنے میں کسی قسم کی خیانت اور قطع و برید سے کام نہیں لیا۔ نہ ہی دھوکہ وفریب دے کر ''تاویل القول بما لا یرضی به القائل'' کا ارتکاب کیا بلکہ جو چیزیں درحقیقت ان کا موقف تھا اس کو نقل کیا۔ میں علی وجہ البصیرت عرض کرتا ہوں کہ مجھے اکابر کے مسلک نقل کرنے میں کسی قسم کی بددیانتی نہیں برتنی پڑی۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اپنے اکابر کی راہ۔ صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے اور ذہنی آوارہ گردی اور انتشار سے محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العالمین!

(۹) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

منکرین حیات قبر یعنی عصر ہذا کے معتزلہ محدث العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اور حضرت شاہ صاحب کے مدعا و مقصد سے ہٹ کر اپنا من بھاتا مقصد کشید کر کے سادہ لوح طلباء کو تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہم خیال تھے اور ہم ان کے ہم مسلک ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہے اور ''تاویل القول بما لا یرضی به القائل'' کی شرمناک مثال ہے اور یہ وہ خطرناک چال ہے جسے ہمیشہ اکابر کی راہ صراط مستقیم سے ہٹنے والے گمراہ فرقے استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔ ایسے حالات میں ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ حیات قبر خصوصاً حیات الانبیاء علیہم السلام اور سماع الانبیاء علیہم السلام وغیرہ عقائد میں حضرت شاہ صاحب کا موقف واضح کیا جائے کہ وہ ان مسائل میں اکابر علماء اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند سے پورے پورے متفق ہیں اور منکرین حیات قبر کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ تاکہ کوئی سادہ لوح مزاج آدمی ان دھوکہ بازوں کے فریب میں نہ آئے اور ان چالبازوں کی چال میں نہ پھنسے۔ ''ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ''

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حضرت کا موقف معلوم کرنے کے لئے ان کی کتابوں کے مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھیے اور خود فیصلہ فرمائیے۔

۱...... محدث کشمیری نے مسلم وغیرہ سے وہ حدیثیں نقل فرمائی ہیں، جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف وادیوں میں مختلف پیغمبروں کو احرام باندھے اور حج کا تلبیہ پڑھتے دیکھا اور اس کے بعد لکھا۔

''وهذا علی اثبات حیات الانبیاء فی القبور علی شاكلة حدیث اخرجه البیهقی فی كتاب مستقل لهذه المسئلة عن انس مرفوعاً الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون وصححه وقد جاء عند مسلم ایضاً فی صلوٰة موسیٰ مررت بموسیٰ لیلة اسری بی عند الكثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره'' یہ احادیث حیات الانبیاء علیہم السلام کے اپنے قبور میں زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مستقل کتاب جو کہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے موضوع پر لکھی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث: ''الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون'' کی تخریج کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ یعنی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں اور مسلم شریف میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز قبر کی حدیث آئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ معراج والی رات سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر گزر رہا۔ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ (عقیدۃ الاسلام ص ۴۷ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری ج ۲)

۲...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یرید بقوله الانبیاء احیاء مجموع الاشخاص لا الارواح فقط'' حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں سے مراد مجموعہ اشخاص ہیں نہ کہ فقط ارواح یعنی وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں۔ (تحیۃ الاسلام برحاشیہ عقیدۃ الاسلام ص ۱۱۹)

۳...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والاحادیث ارادت افعال الحیوٰۃ واعمالها لا بقاء الروح وهو قوله فنبی الله حی یرزق واحیاء فی قبورهم یصلون تسرد فی ذکر الحیوٰۃ افعالها لا اصلها او اراد مع الاجساد فان اجسادهم حرمت علی الارض'' یہ احادیث بتلاتی ہیں کہ حیات سے ایسی حیات مراد ہے جس سے زندگی کے افعال واعمال صادر ہوں۔ صرف بقا روح مراد نہیں ہے اور اسی سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ''فنبی الله حی یرزق'' اور یہ ''الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون'' موجود ہیں۔ یہ حدیثیں حیات کے افعال کے ذکر میں بیان کی گئی ہیں۔ نفس حیات کے بیان کے لئے نہیں ذکر کی گئیں یا یہ مراد ہو کہ حیات اجسام کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ان کے اجسام زمین پر حرام کر دیئے گئے ہیں۔ (تحیۃ الاسلام برحاشیہ عقیدۃ الاسلام ص ۱۲۰، ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

۴...... محدث کشمیری ابوداؤد سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں: ''ما من احد یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام'' یعنی حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھ پر کوئی شخص سلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح (توجہ) کو لوٹا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: ''قال الحافظ رواته ثقات'' یعنی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''
(عقیدۃ الاسلام ج ۲ ص ۱۲۰ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

۵...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان کثیراً من الاعمال قد ثبتت فی القبور کالاذان والاقامة عند الدارمی وقراة عند الترمذی'' بہت سے اعمال قبروں میں ثابت ہیں۔ مثلاً اذان وتکبیر سنن دارمی میں اور قرأت قرآن ترمذی میں۔'' (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۳)

۶...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''واخرج الحاکم وصححه عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ لیهبطن ابن مریم حکماً عدلاً واماماً مقسطاً ولیسلکن فجاء حاجاً او معتمراً ولیاتین قبری یسلم علی ولا ردن علیه واحادیث اخر فی هذا الموضوع فی الدر المنثور وتفسیر ابن کثیر وکنز العمال وغیرها من الاصول'' امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث تخریج کی ہے اور اس کو صحیح بھی کہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: البتہ ضرور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے۔ منصف اور امام عادل ہوں گے۔ ضرور وہ فج (جگہ کا نام ہے) کے راستے پر حج یا عمرے کے لئے چلیں گے اور بلاشبہ وہ میری قبر پر آئیں گے۔ حتیٰ کہ وہ مجھے سلام کہیں گے اور بلاشک میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔'' (عقیدۃ الاسلام ج ۲ ص ۷۵ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

۷...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث مسند ابویعلیٰ کے حوالہ سے ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' میں بھی نقل فرمائی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ''لئن قام علی قبری وقال یا محمد لاجیبنه رواه ابویعلی کما فی روح المعانی للالوسی من تفسیر سورة الاحزاب'' (التصریح ج ۳ ص ۲۴۴ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

۸...... ملفوظات محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے حضرت کے تلمیذ خاص حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جمع فرمائے ہیں۔ اس میں بڑی بسط اور تفصیل کے ساتھ اور قوی دلائل کے ساتھ حضرت نے حیات وسماع الانبیاء علیہم السلام کے موضوع پر گفتگو فرمائی ہے جو کہ ص ۱۲۱ تا ۱۳۶ پر پھیلی ہوئی ہے اور قابل دید اور لائق مطالعہ ہے۔ اہل علم ملفوظات محدث کشمیری کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

۹...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا'' لکھ کر فرماتے ہیں: ''یستدل بہ علی حیوۃ الانبیاء'' (مشکلات القرآن از محدث کشمیری ص ۲۳۴)

قارئین کرام! حضرت کی مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ حیات الانبیاء علیہم السلام **بتعلق** روح **الجسد العنصری** کے قائل ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں نماز، حج وغیرہ عبادات میں مشغول رہتے ہیں اور یہ بھی ان کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زائرین کے سلام کو سن کر جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

عقیدہ عذاب قبر اور محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

امام کشمیری رحمۃ اللہ علیہ عذاب قبر کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو دوسرے علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کا ہے کہ مردہ مدفون کے جسد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے وہ قبر کی جزاوسزا اور ثواب وعقاب کو محسوس کرتا ہے۔ خواہ وہ مردہ کسی حالت میں بھی ہو، کیونکہ علماء اہل السنت والجماعت فرماتے ہیں کہ جسد خاکی اپنی حالت پر برقرار رہنا قبر کی کارروائی کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ وہ جس حالت میں بھی مستحیل ہو جائے عذاب وراحت کا مورد بنتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرمائیں۔

۱...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ثم السوال عندی یکون بالجسد مع الروح کما اشار الیہ صاحب الهدایة فی الایمان'' میرے نزدیک یہ بات ہے کہ قبر کا سوال جسم سے ہوتا ہے جو روح سے متعلق ہو۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے کتاب الایمان میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔'' (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۵)

۲...... مزید فرماتے ہیں: ''ثم لا هل السنة قولان قیل ان العذاب للروح فقط وقیل الروح والجسد والمشهور الثانی اختارہ اکثر شارحی الهدایة وهو المختار وان صار البدن ذرة فی الدنیا فان الشعور لکل شی عند جمهور الامة وتفرد ابن حزم الاندلسی'' پھر اہل السنۃ کے (اس بارے میں) دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ عذاب قبر صرف روح کے لئے ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں کے لئے ہے۔ یہی دوسرا قول مشہور ہے۔ اسی کو ہدایہ کے اکثر شراح نے اختیار کیا ہے اور یہی پسندیدہ قول ہے اور اگرچہ بدن انسانی اہل دنیا کی نظر میں ذرہ ذرہ بھی ہو جائے۔ یقیناً جمہور امت کے نزدیک ہر چیز میں شعور موجود ہے اور ابن حزم اندلسی کا انکار کرنا ان کا تفرد ہے۔ (العرف الشذی بر حاشیہ ترمذی ج ۱ ص ۱۲۸)

تنبیہ: اگرچہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عذاب قبر کے متعلق اہل السنۃ کے دو قول ہیں۔ لیکن حضرت شاہ صاحب نے وضاحت بھی فرما دی ہے کہ عذاب قبر کی صحیح صورت یہی دوسرا قول ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں کے لئے ثابت ہے۔ یہی مذہب ہدایۃ کے اکثر شارحین کا مختار یعنی پسندیدہ ہے اور یہی جمہور امت کا مذہب ہے اور یہی مشہور اور مختار ہے۔ باقی رہا پہلا قول کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے تو اس کو حضرت شاہ صاحب

نے ابن حزم کا تفرد قرار دیا ہے۔ لہٰذا ''لاھل السنۃ قولان'' سے ہرگز دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ یہ قول صرف ایک آدھ آدمی کا تفرد ہے اور ابن حزم کا اہل السنۃ والجماعۃ میں ہونا بھی برائے نام ہے۔ کیونکہ یہ صاحب بیسیوں مسائل میں راہ تفرد اختیار کر کے اہل السنۃ کی راہ سے ہٹ چکا ہے۔ لہٰذا یہ پہلا قول تفرد ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور دوسرا قول جمہور امت کا مقبول مشہور اور مختار مذہب ہے۔ اسی لئے تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ''الا قرب عندی الثانی ''یعنی میرے نزدیک یہ دوسرا قول ''اقرب الی الحق'' ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۹۲)

۳...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص نے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے افادات درس کو ایک ترتیب سے جمع فرما کر اس کا نام رکھا ہے۔ ''انوار الباری اردو شرح صحیح بخاری'' اس میں ایک عنوان ہے۔ سوال روح سے ہوگا یا جسد مع الروح سے اس کے تحت لکھا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اسی جسد مع الروح سے ہوگا۔ جیسا کہ اس کی طرف صاحب ہدایہ نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔'' (انوار الباری ج ۳ ص ۱۷۱)

جسم کو برزخ میں عذاب کس طرح ہوگا؟

پھر عنوان قائم کیا کہ جسم کو برزخ میں عذاب کس طرح ہوگا؟ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ''مرنے کے بعد جسم کے ذرات واجزاء منتشرہ ہوجانے کی صورت میں جو استبعاد عذاب کے بارے میں سمجھا جاتا ہے وہ اس بناء پر ہے کہ جمادات میں شعور نہیں مانا جاتا۔ حالانکہ جمادات میں بھی شعور بسیط موجود ہے اور اس کو ہر زمانہ کے محققین نے تسلیم کیا ہے جب شعور بسیط ثابت ہوگیا تو پھر ذرات جسم کے عذاب میں کیا استبعاد باقی رہا۔ وہ جہاں جہاں بھی رہیں گے ان کو راحت وعذاب کی کیفیت حاصل ہوگی۔ یہ کس نے کہا کہ یہی دنیاوی وضع وصورت بھی عذاب کے وقت باقی رہنی چاہئے۔ مثلاً کسی کافر یا مومن کو اگر شیر نے کھالیا یا بڑی مچھلی، مگرمچھ نے نگل لیا تو وہی اس کی قبر یا اس کا عالم برزخ ہے، وہیں سوال ہوگا اور عذاب وراحت بھی روح اور ذرات جسم کو ہوتی رہے گی۔'' (انوار الباری ج ۳ ص ۱۷۱)

تنبیہ: محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے قبر کو برزخ اس لئے تعبیر فرمایا ہے کہ مردہ انسان کے لئے قبر ظرف مکان ہے اور عالم برزخ ظرف زماں ہے۔ یہ دونوں لفظ اطلاق کے لحاظ سے ایک ہی مصداق رکھتے ہیں۔ ان دونوں میں تضاد سمجھ کر ایک سے دوسرے کی نفی کرنا حماقت اور جہالت ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے جو یہ فرمایا کہ قبر وبرزخ میں جسم کے ذرات کو بھی عذاب وراحت ہوتا ہے، وہ سوائے دنیا والے جسد کے کسی اور جسد مثالی وغیرہ کے لئے ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ یہی دنیاوی جسد ذرات وغیرہ میں مستحیل ہوتا ہے نہ کہ مثالی۔

۴...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' پھر اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک جسم کے کل یا بعض حصہ کو عذاب روح کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہٰذا محمد بن جریر وغیرہ کی رائے غلط ہے کہ عذاب کے وقت روح جسم میں لوٹنا ضروری نہیں ہے۔'' (انوار الباری ج ۴ ص ۲۴۲)

قارئین کرام! یہاں ایک بات ضرور نوٹ کریں کہ حضرت شاہ صاحب صرف روح کے عذاب کے نظریہ کی تغلیط فرماتے ہیں۔ لہٰذا اسے اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک کہنا یا ایک قول کہنا خود غلط ہے۔

۵...... محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''میں دو سال کی عمر میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ مسجد میں جایا کرتا تھا۔ ایک دن دیکھا کہ دو ان پڑھ نمازیوں میں مناظرہ ہورہا ہے۔ ایک کہتا تھا کہ عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوگا۔ دوسرا

منکر تھا کہ عذاب روح ہی کو ہوگا جو کہتا تھا کہ عذاب روح اور بدن کو ہوگا۔ اس نے مثال دی کہ ایک باغ میں ایک نابینا دوسرا لنگڑا چوری کے خیال سے گئے لنگڑا کہنے لگا۔ میں ٹانگ سے چل نہیں سکتا۔ نابینا کہتا ہے کہ میں پھلوں کو دیکھ نہیں سکتا۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ نابینا لنگڑے کو اپنے کندھوں پر اٹھالے اور لنگڑا پھل توڑے۔ اتنے میں اگر باغبان آ گیا تو وہ دونوں کو گرفتار کرے گا اور سزا کا مستحق قرار دے گا۔ میں نے یہ بات سن لی پھر ایک زمانہ دراز گزار میں ''تذکرۃ القرطبی'' دیکھ رہا تھا۔ اس میں یہی مثال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور تھی۔ میں اس کو پڑھ کر اس ان پڑھ کی فطرت سلیمہ پر حیران رہ گیا۔ کیسا صحیح جواب دیا۔ حضرت شاہ صاحب نے یہ لدھیانہ میں مارچ ۱۹۲۷ء کو بستان الاسلام کے جلسہ میں فرمایا تھا۔ لوگ حضرت شاہ صاحب کے حافظہ پر حیران رہ گئے کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں عالم آخرت کی ایسی باریک بات یاد رکھی۔ ''ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء'' (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۹۷)

(نوٹ) مذکورہ بالا واقعہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فیض الباری ج ۴ ص ۱۱۵ میں بیان فرمایا ہے۔ وہاں عمر چار سال لکھی ہے۔ جب کہ ملفوظات میں عمر دو سال لکھی ہے۔ ظاہر ہے کہ جامع کو سہو لاحق ہوا ہے۔ بہر حال اتنی بات یقینی ہے کہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت تھوڑی عمر میں یہ واقعہ سنا۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا عبارات سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس زمین والی قبر کو قبر کہتے ہیں۔ اسی قبر میں اعادہ روح کے قائل ہیں اور اسی قبر میں ثواب وعذاب اور جزا وسزا کے قائل ہیں۔ روح اور جسد عنصری کے مابین تعلق کے بھی قائل ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے ان دونوں کے عذاب کے بھی قائل ہیں اور وہ صرف روح کی جزا وسزا کو غلط مذہب قرار دیتے ہیں۔

ازالہ وہم

عقیدہ حیات قبر کی اتنی بڑی وضاحت کے بعد حضرت شاہ صاحب کی کسی عبارت کا ایسا مطلب کشید کرنا کہ ان سب عبارات پر پانی پھر جائے بلکہ ان کی تغلیط ہو جائے اور خود محدث کشمیری پر تضاد بیانی کی تہمت لگ جائے۔ یقیناً علمی خیانت ہے بلکہ ایک ایسی ظالمانہ حرکت ہے کہ اگر اللہ حضرت شاہ صاحب کو عالم قبر میں اس کی اطلاع کر دیں تو یقیناً ان کی روح کانپ اٹھے گی۔ لہٰذا مشکلات القرآن کی ایک عبارت جو حضرت شاہ صاحب نے ''کیف تکفرون باللہ'' کے تحت لکھی ہے ''بلکہ تحقیق آن است کہ معنی حیات تعلق بہ بدن است و در قبر اصلاً تعلق روح بہ بدن است بلکہ بقاء شعور وادراک روح را بعد از مفارقت از بدن تعبیر بحیات فرمودہ اند۔'' (مشکلات القرآن ج ۴ ص ۹ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

اس عبارت کا یہ مطلب لینا کہ عالم قبر میں روح کا بدن انسانی کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی بدن انسانی میں کسی قسم کی حیات ہے اور نہ بدن انسانی روح کے ساتھ ثواب وعذاب میں شامل ہوتا ہے۔ ایسا مطلب چونکہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات اور نظریات کے خلاف بلکہ متصادم ہے۔ لہٰذا سراسر ظلم اور زیادتی ہے اور علمی بددیانتی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو مذکورہ بالا عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے۔ لہٰذا حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا عقیدے کے پیش نظر کہ قبر میں بہ تعلق روح بدن بھی عذاب وثواب کو محسوس کرتا ہے۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں روح کا بدن کے ساتھ دنیا والا تعلق بالکل نہیں ہے۔ روح بدن میں تدبیر کرے، بدن میں نشو ونما ہو۔ بدن کو تغیرات سے محفوظ رکھے اور بدن کی حیات ہر کہ مہ کے لئے محسوس مبصر بن کر سامنے آ جائے۔ وغیرہ! دوسرے

لفظوں میں چونکہ حضرت شاہ صاحب قبر میں روح اور بدن کے تعلق برزخی کے قائل ہیں۔ لہٰذا اس عبارت میں دنیاوی تعلق کی نفی فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جس تعلق کو ثابت فرماتے ہیں وہ اور ہے اور جس کی نفی فرما رہے ہیں وہ اور ہے۔ یہ وہ مطلب ہے جو خود محدث کشمیری اور دیگر علماء اسلام کے نظریات کے عین مطابق ہے اور ایسے مطلب سے محدث کشمیری پر تضاد کی تہمت بھی نہیں لگتی۔ لہٰذا حضرت نے جس تعلق کو ثابت کیا وہ بھی اپنے مقام پر درست ہے اور جس کی نفی فرمائی وہ بھی اپنے مقام پر صحیح ہے۔ البتہ عبارات اکابر کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

سماع موتیٰ میں محدث کشمیری کا موقف

محدث کشمیری دیگر علماء اہل السنۃ والجماعت کی طرح حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع عند القبور کے تو قائل ہیں، حوالہ جات گزر چکے ہیں اور ایک حوالہ مزید بھی ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے انوار الباری کے نام سے محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کو جمع فرمایا...... لکھا ہے ''علماء امت کا اگرچہ سماع موتیٰ کے بارے میں اختلاف ہے کہ مردے سنتے ہیں یا نہیں۔ لیکن اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام ضرور سنتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت گنگوہی کے فتاویٰ وغیرہ میں ہے۔'' (انوار الباری ج ۱۱ ص ۱۴۶)

باقی رہے عام موتیٰ تو ان کے بارے میں چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

۱...... حضرت عام موتیٰ کے سماع کا مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ ''والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر'' کہ مردوں کے سماع کی حدیثیں تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئیں ہیں۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۷)

۲...... مزید لکھتے ہیں: ''ان ذخیرۃ الحدیث تدل علی سمع الموتیٰ'' بے شک احادیث کا ذخیرہ سماع موتیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ (العرف الشذی برحاشیہ ترمذی ج ۱ ص ۱۲۸)

۳...... مزید لکھتے ہیں: ''والمحقق ان ابا حنیفة لاینکر سمع الاموات'' تحقیقی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتیٰ کا انکار نہیں کرتے۔ (العرف الشذی ص ۱۲۸)

۴...... محدث کشمیری سورۃ نمل کی آیت: ''انک لاتسمع الموتیٰ'' کے تحت لکھتے ہیں:

سماع موتیٰ کلام الخلق قاطبة — قد صح فیه لنا الآثار فی الکتب

وایة النفی فی نفی انتفاعهم — لا یسمعون ولا یصغون للادب

(مشکلات القرآن ص ۳۳۵ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری)

۵...... محدث کشمیری ''انک لاتسمع الموتیٰ'' والی آیت کا جواب دیتے ہیں: ''فقیل بالفرق بین السماع والاسماع والمنفی هو الثانی دون الاوّل'' یہ فرق بھی بیان کیا گیا ہے کہ سماع اور ہے اور اسماع اور ہے۔ آیت میں نفی اسماع کی ہے نہ کہ سماع کی تو معلوم ہوا کہ محدث کشمیری دیگر علماء اہل السنت والجماعت کی طرح عام موتیٰ کے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۷)

قارئین کرام! یہ ہے عقیدہ حیات قبر کے متعلق حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ جو کہ بندہ عاجز نے دیانتداری کے ساتھ ان کی عبارات اور کتابوں کو سامنے رکھ کر تحریر کیا ہے۔ بندہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ واقعہ کے عین مطابق ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے خلاف کہتا ہے تو بندہ اس کے ساتھ ہر قسم کی گفتگو کرنے کے لئے تیار ہے۔ ان شاء اللہ العزیز!

بندہ عاجز ٹھوس دلائل سے ثابت کر سکتا ہے کہ محدث کشمیری ﷫ کا مسلک وہی ہے جو مذکورہ بالا سطور میں بیان کیا گیا ہے اور اس کے برعکس کہنے والا ''تاویل القول بما لا یرضی به القائل'' کا مرتکب ہے اور غلط کہتا ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلف صالحین علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کے نقش قدم پر استقامت نصیب فرمائے اور ہر قسم کی بے دینی بے راہ روی اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔ خاتمہ بالخیر یعنی علی الایمان فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

(۱۰) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب ﷫

اشاعۃ التوحید کے ''محقق'' جناب خالدی صاحب نے حضرت مولانا قاری محمد طیب پر جو افتراء کیا ہے۔ اس کو بیان کرنے سے پہلے بطور تمہید کے ان کے فیصلہ اور اس کے پس منظر پر ایک نظر ڈال لیجئے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اجماعی رنگ میں مسلمہ چلا آ رہا ہے۔ اس عقیدہ میں چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی سنی عالم دین نے اختلاف نہیں کیا۔ لیکن بدقسمتی سے چودھویں صدی ہجری کے اواخر میں اشاعت التوحید والسنۃ کے بعض سرکردہ لوگوں نے اس عقیدہ عالیہ میں جمہور علماء اہل السنت سے ایک جداگانہ رائے قائم کر کے اختلاف کی بنیاد ڈال دی۔ شروع شروع میں اس اختلاف کی نوعیت آج کل کے اختلاف سے قدرے مختلف تھی۔ لیکن ہمارے اکابر علماء دیوبند نے اپنی خداداد بصیرت اور دوررس دینی نگاہوں سے اس اختلاف کے انجام بد کو بھانپ لیا اور اس نومولود فتنے کو ختم کرنے کے لئے میدان عمل میں اترے اور اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ سے اس انتشار کو ختم کرنے کی کوشش فرمائی۔

جب کہ دوسری جانب منکرین حیات النبی ﷺ میں بھی اس اختلاف اور انتشار کو ہوا دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑ رکھی تھی۔ بالائے ستم یہ کہ یہ لوگ اپنے اس تفرد کو قرآن کا رنگ دے رہے تھے اور بڑی دیدہ دلیری سے یہ کہہ رہے تھے کہ علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہم کا عقیدہ بھی یہی تھا جو ہم بیان کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہمارے اکابر علماء حق نے اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے کے لئے احقاق حق اور ابطال باطل کا علم بلند کیا اور سادہ لوح عوام کے اذہان کو اختلاف اور انتشار سے بچانے کی سرتوڑ کوشش کی اور اس عقیدہ عالیہ کے تحفظ کے سلسلہ میں وہ سب کچھ کیا جو ایسے مواقع پر اہل علم اور اہل حق کو کرنا چاہئے تھا تو جب ہر دو جانب اپنے اپنے عقیدہ کی تشہیر ہونے لگی تو یہ اختلاف مناظرے مقابلے اور جدل وجدال تک جا پہنچا اور عجیب بات یہ تھی کہ یہ دونوں گروہ مسلک علماء دیوبند کے نام لیوا تھے۔ تقریباً تقریباً چار سال تک یہ صورتحال باقی رہی۔

چنانچہ حسن اتفاق سے حکیم الاسلام قاری محمد طیب دیوبند سے تشریف لائے اور اس اختلاف کا حال انہوں نے پہلے سے ہی سن رکھا تھا۔ لیکن پاکستان میں تشریف آوری کے بعد ان کو مزید معلومات حاصل ہوئیں۔ چنانچہ حضرت قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہ کو اس اختلاف کو ہٹانے کی فکر لاحق ہوئی۔ اب ان کو دل میں اتحاد واتفاق کی راہ ہموار کرنے کا جذبہ پیدا ہوا تو قاری صاحب مرحوم نے اس نزاع کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی اور کافی حد تک وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے۔ فیصلہ کی روئیداد بیان کرنے سے پہلے حضرت قاری صاحب کے جذبات کا ان کے الفاظ میں سن لیجئے۔

''لیکن سوئے اتفاق سے یہ اختلاف اسٹیج پر آ گیا اور اس دور میں ردوقدح کی صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ عوام کو بھی اس سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور آخرکار اس مسئلہ کی بحث علماء سے گزر کر عوام میں اس رنگ سے پھیل گئی جس سے قدرتاً اس اختلاف

نے نزاع وجدال کی باہمی صورت اختیار کر لی۔ گروپ بندی شروع ہو گئی اور یہ بحث آخر کار ایک جماعتی فتنے کی صورت میں آ گئی، جس سے مسئلہ تو ایک طرف رہ گیا اور فساد آگے آ گیا اور خود جماعت دیوبند میں تفریق وتفرق اور تخریب کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ جانبین سے رسالے لکھے گئے اخباری بحثیں چھڑ گئیں جس سے جماعت کی اجتماعی قوت کو سخت نقصان پہنچ گیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر اور اخبارات ورسائل سے ان مناقشات کی خبریں معلوم کر کے دل زخمی ہوتا رہا اور جیسے جیسے یہ فتنہ بڑھتا گیا، ویسے ویسے دل کا غم بھی ترقی کرتا گیا۔ دلی آرزو تھی کہ کسی طرح فتنہ نزاع وجدال کی یہ صورت ختم ہو جائے۔''

قارئین کرام! اب آپ عقیدہ حیات النبی ﷺ میں فیصلہ کی قدرے مشترک کو قاری صاحب کے الفاظ میں سنئے جس پر فریقین کے علماء نے خوشی خوشی دستخط ثبت فرمائے۔

فیصلہ کی روئیداد

حضرت قاری طیب صاحب فرماتے ہیں۔''چنانچہ ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء یوم جمعہ دونوں جانب کے یہ سب بزرگ احقر کی قیام گاہ (مدرسہ حنفیہ عثمانیہ راولپنڈی) میں جمع ہو گئے۔ اس مجلس میں احقر نے اس معاملہ کی اوّل سے آخر تک ساری روئیداد بیان کر کے وہ منقح قدر مشترک دونوں جانب کے ان ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا گفتگو نہایت دوستانہ اور مخلصانہ ماحول میں ہوئی اور ختم مجلس تک الحمدللہ! یہی ماحول قائم رہا نہ اس میں ہار جیت کے جذبات تھے نہ غلبہ ومغلوبیت کے تصورات تھے بلکہ مسئلہ کو سلجھانے اور نمٹانے کے جذبات نمایاں تھے اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر مشترک تحریری یاداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی فریقین نے دستخط فرمائے۔ اس یاداشت کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے۔

''عامہ مسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ عنوان مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا۔ ضرورت پڑنے پر اسی کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ تفصیلات پر زور نہ دیا جائے عبارت حسب ذیل ہے۔

وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

دستخط:	دستخط:	دستخط:	دستخط:
احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء	مولانا قاضی نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ	لاشئی غلام اللہ خان	مولانا محمد علی جالندھری

محترم قارئین! حضرت قاری صاحب مزید لکھتے ہیں:''اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ قاضی شمس الدین صاحب برادر مولانا قاضی نور محمد صاحب اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے۔ بنابریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔''

حضرت قاری صاحب مزید لکھتے ہیں: ''چونکہ اس موقع پر مولانا سید عنایت اللہ بخاری بوجہ علالت راولپنڈی تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے احقر کے عرض کرنے پر اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ صاحب نے ان کے بارے میں حسب ذیل تحریر دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی، جس کا متن بلفظہٖ حسب ذیل ہے۔

ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریریں نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارے میں ان کو مدد نہ دیں گے۔ (نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ، لاشئ غلام اللہ خان ۲۲/جون ۱۹۶۲ء)

اس تحریر پر ہر دو دستخط کنندہ بزرگوں کی حق پسندی اور حق گوئی ظاہر ہے۔ باوجود یہ کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے ان بزرگوں کے قوی ترین تعلقات اور مخلصانہ روابط ہیں۔ مگر اس بارے میں انہوں نے کسی رورعایت سے کام نہیں لیا جس سے ان کی انصاف پسندی اور دین کے بارے میں بے لوثی نمایاں ہے۔

حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں: اس نئی اصلاحی صورت کا سب سے زیادہ شاندار مظاہرہ راولپنڈی کے اس عظیم الشان جلسہ میں ہوا جو احقر کی تقریر کے سلسلہ میں مدرسہ حنفیہ عثمانیہ کے زیر اہتمام ایک بڑے میدان میں زیر صدارت حضرت مولانا خیر محمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان منعقد کیا گیا تھا۔ احقر کو منظوم سپاسنامہ دینے سے جلسہ کا آغاز ہوا اور احقر کی تقریر شروع ہوئی جو تقریباً اڑھائی گھنٹے جاری رہی۔ تقریر کے آخر میں احقر نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے اس نزاع کے ختم ہونے کی بشارت تفصیل سے سنائی جس سے عوام میں خوشی کی ایک بے پناہ لہر دوڑ گئی اور ان ہزار ہا انسانوں کو ہجوم نے بے تحاشہ تبریک وتہنیت کے نعرے لگانے شروع کر دیئے جس سے فضاء گونج اٹھی۔ ختم تقریر پر ایک جانب سے مولانا غلام اللہ صاحب نے اور دوسری جانب سے مولانا محمد علی جالندھری نے اپنی تقریروں سے اس بیان کی توثیق کی اور نہایت فراخ دلانہ اور مخلصانہ لب ولہجے سے فرمایا کہ ہم نے مہتمم دار العلوم کے درمیان میں پڑ جانے سے اس مسئلہ کی نزاعی صورتحال کو ختم کر دیا ہے اور جو چیز ہمیں ناممکن نظر آ رہی تھی وہ اس شخصیت (احقر ناکارہ) کے درمیان میں آ جانے سے نہ صرف ممکن ہی بن گئی بلکہ واقع ہو کر سامنے آ گئی اور ہم دکھے دل سے اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس مہم کو دار العلوم دیوبند ہی کی شخصیت انجام دے سکتی تھی، جس میں ایک طرف دار العلوم دیوبند جیسے علمی ومذہبی مرکز کی سربراہی کی نسبت موجود ہے جو ہم سب کا مرکز قلوب ہے اور دوسری طرف بانی دار العلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی قدس سرہ کی وہ قاسمی نسبت موجود ہے جو پوری قاسمی برادری کو اس پر متحد کئے ہوئے ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے سواء دوسرے سے یہ مہم انجام نہیں پا سکتی تھی۔ بہرحال ہم نے اس نزاع کو ختم کر دیا ہے اور ہم نے اس بارے میں عوام کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ اس دو تقریروں کے بعد یہ ہزاروں آدمیوں کا عظیم اجتماع جذبات مسرت سے ابل پڑا اور اس نے ''مہتمم دار العلوم زندہ باد...... دار العلوم زندہ باد...... اور علماء دیوبند زندہ باد'' کے فلک شگاف نعرے لگانے شروع کئے۔ کئی منٹ پر فضا نعروں سے گونجتی رہی اور مجمع میں جذبات مسرت کی ایک عجیب حرکت تھی جس سے مجمع متموج دریا کی طرح متحرک نظر آ رہا تھا اور نعروں میں تقریریں بند ہو گئیں۔ بالآخر جلسہ شاندان

کامیابی کے ساتھ ختم ہوا اور جو تحریک احقر کے قلم سے کراچی سے شروع ہوئی تھی اور ملتان، سرگودھا اور جہلم میں اپنے مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی راولپنڈی میں حد اتمام تک پہنچ گئی۔ خدائے برتر و توانا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ چار سال کی مکدر فضا صاف ہوئی اور اس کے المناک آثار رو بہ زوال نظر آنے لگے۔ الحمدللہ اولاً و آخراً!

حق تعالیٰ اس یگانگت کو پائیدار اور برقرار رکھے اور مسلمانوں کو توفیق عطاء فرمائے کہ وہ دین ملت کے اہم کاموں جوجزئیات فرعیہ کے مقابلے میں اہم سمجھتے ہوئے اپنی جماعتی قوتوں کو ان پر لگائیں۔ (احقر محمد طیب غفرلہ ۲۴/جون ۱۹۶۲ء)

قارئین کرام! یہ سارے اقتباسات حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب کے ایک مضمون بعنوان ''مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق نزاع کا خاتمہ'' سے لئے گئے ہیں اور حضرت قاری صاحب کا یہ مضمون خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۷ ۴۳ تا ۴۴۹ اور ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء میں موجود ہے۔

ہائے افسوس! شومئ قسمت کہ حکیم الاسلام کے منصفانہ، معتدلانہ اور شرعی فیصلے کو سید عنایت اللہ شاہ گجراتی نے سبوتاژ کر کے اکابر کی اس پر خلوص محنت پر پانی پھیر دیا...... جماعت کے اکابر اس فیصلہ پر استقامت دکھا کر راہی اجل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر نور سے بھر دے۔ آمین! باقی رہے اشاعت التوحید کے اصاغر تو ان کو گجراتی صاحب نے اپنی خفیہ تدابیر کے ذریعہ سے فیصلے سے منحرف کر دیا بلکہ عقیدہ حیات النبی ﷺ میں اختلاف کی خلیج کو اور بڑھایا اور حد سے زیادہ شدت پیدا کر دی اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کے علاوہ اور درجنوں مسائل میں علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک سے راہ تفردات اختیار کر لی۔ حتیٰ کہ اب اشاعت التوحید والسنۃ ایک مستقل فرقہ کی صورت اختیار کر چکی ہے، جسے علماء حق عصر ہذا کے معتزلہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

آمدم برسر مطلب: آپ نے حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے فیصلہ کی تفصیلات سن لیں۔ اب بندہ عاجز اپنے اس مضمون میں یہ بات پیش کرتا ہے کہ اہل اشاعت قاری صاحب پر کیا چیز افتراء کی؟

حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے زیر اہتمام چھپنے والی کتاب بنام عقائد علماء اسلام مؤلفہ شہاب الدین خالدی میں لکھا ہے کہ: ''حضرت قاری نے اپنے پنڈی والے فیصلے کو منسوخ کر دیا'' ۔ (عقائد علماء اسلام ص ۶۷۳)

حضرات گرامی! اب اشاعت التوحید والوں پر یہ چیز بطور فرض کے عائد ہوتی ہے۔ وہ ثابت کریں کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس فیصلہ کو کب اور کہاں منسوخ فرمایا؟ اور یہ فیصلہ کس کتاب اور کس رسالہ میں شائع ہوا ہے؟ اگر وہ پیش نہیں کر سکتے تو ظاہر ہے کہ یہ خالص افتراء اور سفید جھوٹ ہے اور اس کی جواب دہی کے لئے میدان میں تیار رہیں، جن اکابر پر افتراء کیا ہے ان کو کیا منہ دکھائیں گے۔

اہل اشاعت سے چند سوالات

۱...... قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا فیصلہ شرعی اصولوں کو مطابق تھا یا مخالف؟

۲...... یہ فیصلہ ''غیر شرعی'' ہے تو اس پر اہل اشاعت کے اکابر کے دستخط کیوں۔ اگر ''شرعی'' تھا تو گجراتی سمیت موجود اہل اشاعت کا اس سے انحراف کیوں؟

۳...... اہل اشاعت کے جو اکابر تا دم زیست اس فیصلے پر قائم رہے تو کیا ان کا خاتمہ بالخیر ہوا یا نہ؟

۴...... خالدی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمارے اکابر نے اس فیصلہ پر مصلحتاً دستخط کیے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مصلحت سے مراد کیا ہے، کیا یہ مصلحت منافقت کے مترادف تو نہیں ہے؟

۵...... شرعی فیصلے کو علماء منسوخ کر سکتے ہیں؟ کیا جمہور علماء غیر شرعی فیصلے کیا کرتے ہیں؟

(۱۱) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ

برادران اسلام! خصوصاً طلباء کرام دارالعلوم دیوبند کے مفتی اوّل حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن کا شمار اکابر علمائے دیوبند میں ہوتا ہے۔ عقیدہ حیات الانبیاء عقیدہ عذاب قبر یعنی حیات قبر اور بعد از مرگ روح اور جسد عنصری کے تعلق کی بابت ان کے عقائد وہی ہیں جو دیگر علمائے دیوبند کثر اللہ سوادہم کے ہیں۔ لیکن منکرین حیات قبر یعنی عصر ہذا کے معتزلہ، مفتی عزیز الرحمن کو بھی تقریروں اور تحریروں میں اپنا ہم خیال اور ہم مسلک ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا دامن اس قسم کے الواث سے پاک وصاف اور منزہ ہے۔ چنانچہ درج ذیل اقتباسات سے ان کے عقائد ونظریات بالکل واضح ہے۔

۱...... **المہند علی المفند** یعنی عقائد علمائے اہل السنت دیوبند علمائے دیوبند کے عقائد کی وہ دستاویز ہے جس پر تمام اکابر واصاغر کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔ اس کتاب میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کو واضح کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام وشہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے۔ تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیوٰۃ الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی برزخی بھی ہے کہ عالم برزخی میں حاصل ہے۔ ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم قدس سرہ کا اس مبحث میں مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا ہے۔ اس کا نام ''آب حیات'' ہے۔'' (المہند علی المفند ص ۳۸)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ **المہند علی المفند** کے مذکورہ بالا عقیدہ کی اور دیگر تمام عقائد کی تصدیق کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ ''جو کچھ تحریر فرمایا علامہ مولانا الحاج حافظ خلیل احمد مدرس اوّل مدرسہ مظاہر العلوم واقع سہارنپور نے مسائل کی تحقیق میں وہ سب حق ہے۔ میرے نزدیک اور میرا اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے۔''

اس کو لکھا بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ دیوبندی نے۔ (المہند علی المفند ص ۹۲)

۲...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ اولیاء اللہ بعد وصال زندہ رہتے ہیں یا نہیں؟ تو آپ نے جواب میں لکھا: سب ہی مرنے والے ہیں۔ ''انک میت وانھم میتون'' اور سب ہی کو حیات روحانی حاصل رہتی ہے۔ کیونکہ مدار ثواب حیات روحانی پر ہے جو کہ مسلم ہے۔ پھر اسی حیات روحانی میں درجات انبیاء علیہم السلام کی حیات قوی تر ہے۔ اس کے بعد شہداء کی

پھر جملہ مومنین و مومنات کی درجہ بدرجہ اور نصوص صرف انبیاء علیہم السلام و شہداء کی حیات میں وارد ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:
"ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق" (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۷۷ ۴)

۳...... حضرت سے سوال کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات، شہداء سے بڑھ کر ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ "انبیاء کی حیات خصوصاً آنحضرت ﷺ کی حیات، شہداء کی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے اور بحث اس کی طویل ہے۔" (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۱۷ ۴)

۴...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ "آنحضرت ﷺ کا حیات ہونا مسلمات اہل السنت والجماعت سے ہے۔ پھر قبض روح و تجہیز و تکفین و تدفین وغیرہ امور منافی حیات معلوم ہوتے ہیں۔ اگر حیات انبیاء مثل حیات شہداء عند اللہ ہونا کہا جائے تو مابین کیا فرق ہوگا؟" حضرت مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا کہ "انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے بھی اقویٰ ہے۔ واتم ہے اور مراد اس حیات سے حیات دنیاوی ظاہری نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "انک میت و انھم میتون" لہٰذا احکام اموات ظاہر یہ سب پر جاری ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق "آب حیات" مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہ میں مذکور ہے، اس کو دیکھ لیں۔" (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۷)

قارئین کرام! مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بالکل واضح ہے کہ حضرت مفتی عزیز الرحمن نور اللہ مرقدہ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی خصوصی اور امتیازی حیات کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح دیگر علمائے دیوبند قائل ہیں۔ "لاشک فیہ و لا ریب فیہ" البتہ حضرت مفتی صاحب نے جو حیات قبر کو حیات روحانی کہا ہے، اس سے ہرگز دھوکہ نہ کھائیں کہ مفتی صاحب حیات جسم کا یا تعلق روح مع الجسد العنصری کا انکار کر رہے ہیں کہ عالم قبر و برزخ میں روح اصل اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے۔ قبر و برزخ کے حالات اوّلاً روح پر وارد ہوتے ہیں اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے اور جسد بالتبع ان سے متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے اس زندگی کو حیات روحانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حیات روح یا حیات روحانی سے حیات جسم کی نفی کرنا حماقت اور جہالت ہے۔ کیونکہ اس تعبیر سے تو جسم کی حیات مع التعلق ثابت ہوتی ہے۔ نیز حضرت مفتی صاحب نے حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر کے سلسلہ میں حیات دنیاوی کی جو نفی فرمائی ہے اس کے ساتھ ظاہری کی قید لگا کر یہ بتایا ہے کہ آپ ﷺ کی حیات قبر بالکل حیات دنیا کی طرح ظاہر نہیں ہے کہ ہر شخص کے لئے محسوس و مبصر ہو، بلکہ آپ ﷺ کی حیات عامۃ الناس کی نظروں سے مستور ہے۔ اس لئے تو اسے حیات برزخی بھی کہتے ہیں۔ بہر حال اس کے وہ دنیا والے جسد کی حیات کی نفی نہیں فرما رہے اور نہ ہی اس سے تعلق کی نفی فرما رہے ہیں بلکہ صرف اور صرف حیات ظاہری کی نفی فرما رہے ہیں۔ کیونکہ حیات جسد مع التعلق کے تو وہ عامۃ الناس کے حق میں بھی قائل ہیں۔ حوالہ جات آگے آ رہے ہیں۔

عذاب قبر کے متعلق مفتی صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ

دیگر علماء اہل السنۃ والجماعۃ کی طرح حضرت مفتی عزیز الرحمن عذاب قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں کہ اسی زمین والی قبر میں مدفون مردہ کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان قبر کی دکھ سکھ کی کارروائی کو محسوس کرتا ہے۔ چند اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ زید کہتا ہے کہ مرنے کے بعد قیامت تک انسان کی روح قبر میں رہتی ہے۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ حضرت مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا کہ قبر میں روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اصلی اس کا علیین یا سجین ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۲۶)

۲...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ مرنے کے بعد عذاب روح کو ہوتا ہے یا جسم کو یا دونوں کو؟ تو جواب تحریر فرمایا کہ عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۴۲۷)

۳...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ عذاب قبر حق ہے یا نہیں اور عذاب قبر کب ہوتا ہے؟ تو آپ نے جواب لکھا کہ عذاب قبر برحق ہے اور اس وقت شروع ہوتا ہے جس وقت دفن کر کے واپس آتے ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۳۹۲)

۴...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ میت کے لئے دعا کرنا کہ جواب منکر نکیر میں ثابت قدم رہے اور تخفیف کے لئے کلمہ پڑھنا بعد دفن کے جائز ہے یا نہ؟ تو حضرت مفتی صاحب نے جواب لکھا کہ یہ جائز ہے۔ کلمہ پڑھتے رہیں اور میت کے لئے جواب منکر نکیر میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے رہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۳)

۵...... حضرت مفتی صاحب سے تلقین بعد از دفن کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ لیکن اگر بعد دفن ہم کند مضائقہ نیست ''قال فی الشامی وانما لا ینھی عن التلقین بعد الدفن لانہ لا ضرر فیہ بل فیہ نفع لان المیت یستانس بالذکر علی ماورد فی الآثار'' (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۳۴۴)

۶...... حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جسم سے روح کو تعلق رہتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۶۲)

۷...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ اولیاء اللہ کے فیوض وانوار و برکات بعد وصال بھی موجود رہتے ہیں یا بعد موت ظاہری وہ سب ختم ہو جاتے ہیں؟ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ فیوض و برکات ان کے بعد ممات کے باقی رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کی زیارت اور قرب سے زائرین کو برکات حاصل ہوں اور ان پر درود و رحمت ہو۔ کیونکہ جب وہ اولیاء مورد رحمت الٰہی ہیں تو جو شخص ان کی زیارت کرے گا، وہ بھی حسب المراتب مستفیض ان کی برکات سے ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۷۷)

قارئین کرام! مفتی عزیز الرحمن کی مذکورہ بالا عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱...... وہ زمین کے اس حصہ کو قبر کہتے ہیں جس میں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔

۲...... اسی ارضی قبر میں نکرین آتے ہیں اور اسی قبر میں سوال و جواب اور حساب و کتاب ہوتا ہے اور اسی قبر میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔

۳...... روح کا اسی قبر یعنی مردہ مدفون فی القبر سے تعلق ہوتا ہے۔

۴...... روح اور جسد کے مابین تعلق کی وجہ سے عذاب روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتا ہے۔

۵...... اولیاء اللہ کی یہی زمین والی قبریں رحمت الٰہی کا مورد ہیں۔ حتیٰ کہ زائرین قبر بھی اس رحمت سے مستفیض ہوتے ہیں۔

۶...... تلقین بعد دفن سے مردہ انسان کو نفع پہنچتا ہے۔
۷...... مردہ عند القبر ذکر کرنے سے مانوس ہوتا ہے۔

عام موتیٰ کے سماع میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

حضرت مفتی عزیز الرحمن سے عام موتیٰ کے سماع کے متعلق سوال کیا گیا اور یہ بھی پوچھا گیا کہ اس بارے میں امام صاحب سے بھی کچھ منقول ہے؟ جواب میں تحریر فرمایا کہ'' سماع موتیٰ میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے سے ہے۔ بہت سے ائمہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں، جن سے عدم سماع موتیٰ معلوم ہوتا ہے۔ مگر امام صاحب سے کوئی تصریح اس بارہ میں نقل نہیں کرتے اور استدلال عدم سماع آیت:''انک لا تسمع الموتیٰ'' وغیرہ سے کرتے ہیں اور مجوزین کا استدلال حدیث''ما انتم باسمع منھم'' اور حدیث سماع قرع نعال سے ہے اور آیت مذکورہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ نفی سماع قبول کی ہے۔ غرض یہ کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور قول فیصل ہونا اس میں دشوار ہے۔ پس عوام کو سکوت اس میں مناسب جب کہ علماء کو بھی اس میں تردد ہے اور دلائل فریقین موجود ہیں اور جب کہ سماع موتیٰ میں اختلاف ہوا تو اس میں بھی اختلاف ہوا کہ بزرگان دین کے مزارات پر اس طرح دعا کرنا کہ تم اللہ سے دعا کرو کہ میری فلاں حاجت پوری فرما دے۔ یہ بھی مختلف فیہ ہوگا۔ البتہ احوط یہ ہے کہ اس طرح دعا کرے کہ یا اللہ اپنے اس نیک بندے کی برکت سے میری دعا قبول فرما اور میری حاجت پوری فرما۔'' (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ج ۵ ص ۵۶۱)

قارئین کرام! حضرت مفتی صاحب کے مذکورہ بالا فتویٰ اور اس طرح دیگر فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک عام موتیٰ کا عدم سماع راجح ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ قائلین سماع موتیٰ کے حق میں کسی قسم کے تشدد کے قائل نہیں ہیں، نہ ہی ان پر کوئی فتویٰ لگاتے ہیں بلکہ وہ سماع موتیٰ کے مسئلہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلافی مسئلہ سمجھتے ہیں اور سماع موتیٰ کو بہت سے ائمہ کا مسلک بتاتے ہیں۔ ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دو جانب دلائل ہیں۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں قول فیصل دشوار ہے۔ نیز سکوت کو احوط قرار دیتے ہیں بلکہ حضرت مفتی صاحب بزرگان دین کے توسل کے بھی قائل ہیں۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کے بارے میں کچھ ثابت نہیں۔ جب کہ عصر ہذا کے معتزلہ کو حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن کے ساتھ کسی مسئلہ اور عقیدہ میں اتفاق نہیں بلکہ اختلاف ہی اختلاف ہے۔ لیکن دلیری دیکھئے اپنی تحریروں اور تقریروں میں عوام کو یہ تاثر دیتے جا رہے ہیں کہ دار العلوم دیو بند کے مفتی اوّل ہمارے ہم خیال ہیں اور ہم ان کے ہم مسلک ہیں۔ حد ہوگئی غلط بیانی کی اور دھوکہ بازی کی۔

چالبازوں کی چالبازی

منکرین حیات قبر یعنی عصر ہذا کے معتزلہ جب بھی کسی کتاب میں عام موتیٰ کے عدم سماع کا مسئلہ دیکھتے ہیں تو فوراً اس سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کی نفی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں تصریح فرما چکے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا سماع تو اجماعی مسئلہ ہے۔ آج تک کسی نے ان کے سماع کا اختلاف نہیں کیا جو کچھ اختلاف ہے وہ عام موتیٰ کے سماع کا ہے اور عام موتیٰ کے سماع کا مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔ لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کو اختلافی

مسئلہ بنانا اور عام موتی کے عدم سماع کے دلائل کو انبیاء کرام علیہم السلام پر چسپاں کرنا چالبازوں کی ایک خطرناک چال ہے۔

سماع موتی پر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے شروع میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب نے پیش لفظ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے اور اس میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن کے حالات و کمالات اور کرامات کا بھی تذکرہ ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ ''حسب بیان دفتری نور الحق صاحب ایک عجیب و غریب صورت یہ پیش آئی کہ حضرت مولانا رفیع الدین کے والد ماجد کی قبر میں سے ہر جمعرات کو قرآن شریف کی تلاوت کی آواز سنائی دینے لگی، جس کا لوگوں میں چرچا شروع ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس قبر کے اردگرد جمع ہونے لگے اور جمگھٹا شروع ہو گیا۔ ہر وقت گھیرے رہتے۔ اس کا قدرتی ثمرہ یہ ہو سکتا تھا کہ توجہ الیٰ الخلق بڑھ جاتی اور توجہ الیٰ اللہ گھٹ جاتی اور وہ توکل جو بصورت عبادت ہمہ وقت حق تعالیٰ کے سامنے نمایاں ہوتا۔ قبر کے ساتھ لگ کر منقسم ہو جاتا۔ جیسا کہ اس قسم کی غیر معمولی صورتوں سے اس قسم کے نتائج برآمد ہوتے رہتے ہیں اور بہت سی بدعات کا ظہور بھی ہوتا رہا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اسے محسوس فرمایا اور ایک دن اس قبر پر تشریف لے گئے۔ مقررہ وقت پر وہ تلاوت کی آواز سنائی دی تو اسی وقت حضرت ممدوح نے فرمایا۔ کیوں لوگوں کو فتنہ میں مبتلاء کر رکھا ہے۔ اس جملے کا زبان سے نکلنا تھا کہ وہ آواز بند ہو گئی اور پھر کبھی سنائی نہیں دی۔ کیا ٹھکانہ ہے اس تصرف کا جو زندوں سے گزر کر برزخ تک پہنچا ہوا ہو اور قبر والوں پر بھی موثر ہوتا ہو۔ گویا قبر والے برزخ میں بھی ان مربیان دین کے وعظ و پند اور تنبیہ کے شائق اور ان پر عملدرآمد کرنے کے لئے مستعد رہتے ہیں۔'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۴۳)

حضرات گرامی! اس میں شک نہیں کہ مفتی عزیز الرحمن عام موتی کے عام سماع کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالکل منکر نہیں ہیں۔ بلکہ سماع فی الجملہ کے وہ بھی قائل ہیں۔ جیسا کہ حضرت مفتی صاحب نے قبر پر جا کر صاحب قبر کو جہر بالقرآن پر تنبیہ فرمائی اور آواز آنی بند ہو گئی۔

(۱۲) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا ہمارے ان اکابر میں سے ہیں جنہوں نے خاص کر عقیدہ حیات النبی ﷺ کو اپنی تالیفات میں دل کھول کر مدلل طور پر بڑی بسیط و تفصیل سے بیان فرمایا ہے، جن اہل علم نے حضرت شیخ کی فضائل درود اور فضائل حج کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ یقیناً بندہ عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق کریں گے۔ لیکن خدا برا کرے ضد اور ہٹ دھرمی کا کہ منکرین حیات قبر ہمارے اکابر کے نام پر دھوکہ دہی سے باز نہیں آ رہے ہے بلکہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں مسلسل یہ راگ الاپتے چلے جا رہے ہیں کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے ہم خیال تھے اور ہم ان کے ہم مسلک ہیں۔ حالانکہ یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ کوئی سلیم الطبع اور منصف مزاج آدمی اس کو باور نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ اپنے عقل کی آنکھیں بند کر کے یہی ایک آواز لگائے جا رہے ہیں کہ ہم مسلک اکابر پر ہیں۔ چنانچہ اس ضرورت کے پیش نظر حضرت شیخ الحدیث کے صحیح مسلک کو ضبط تحریر میں لایا جا رہا ہے تا کہ سادہ لوح حضرات دھوکہ بازوں کے دھوکہ سے محفوظ رہیں۔ حضرت شیخ کے مسلک کو معلوم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقتباسات ہیں، غور فرمایئے۔

۱...... شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ حدیث نقل فرماتے ہیں: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی علیّ عند قبری سمعۃ ومن صلّی علیّ نائیاً ابلغتہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان کذافی المشکوٰۃ وبسط السخاوی فی تخریجہ'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے، میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

فائدہ: علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں متعدد روایات سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ ''جو شخص دور سے درود بھیجے فرشتہ اس پر متعین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائے اور جو شخص قریب سے پڑھتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خود سنتے ہیں۔ اس حدیث پاک میں دوسرا مضمون کہ قبر اطہر کے قریب درود پڑھے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود سنتے ہیں۔ بہت ہی قابل فخر قابل عزت قابل لذت چیز ہے۔'' (فضائل درود شریف ص ۳۰)

۲...... شیخ الحدیث صاحب لکھتے ہیں: ''اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ اپنی قبر شریف میں اور آپ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مختلف طرق سے تخریج کی ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ہی کی روایت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ نیز مسلم ہی کی روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے آپ کو دیکھا تو میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (فضائل درود شریف ص ۳۳)

۳...... مزید لکھتے ہیں: ''علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ اس حدیث پاک کی طرف ہے جو ابوداؤد شریف وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ جل شانہ مجھ پر میری روح لوٹا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' (فضائل درود شریف ص ۳۷)

۴...... حضرت شیخ الحدیث لکھتے ہیں: ''یہاں (روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچ کر اپنے قلب کو نہایت ہیبت اور تعظیم سے بھرپور کر لے۔ گویا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر رہا ہے اور یہ تو محقق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سلام سن رہے ہیں۔'' (فضائل درود شریف ص ۴۳)

۵...... حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وعن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا من الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھد الملائکۃ وان احداً لن یصلی علیّ الا عرضت علیّ صلوٰتہ حتی یفرغ منھا قال قلت وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام رواہ ابن ماجۃ باسناد جید کذافی الترغیب زاد السخاوی فی آخر الحدیث فنبی اللہ حی یرزق۔ ویسبط فی تخریجہ واخرج معناہ عن عدۃ من الصحابہ قال العلی القاری ولہ طرق کثیرۃ بالفاظ مختلفۃ'' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے اوپر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا

کرو۔ اس لئے کہ یہ مبارک دن ہے ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس سے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے انتقال کے بعد بھی؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں! انتقال کے بعد بھی۔ اللہ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بدنوں کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔

فائدہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ جل شانہ نے انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا۔ پس کوئی فرق نہیں ہے ان کے لئے دونوں حالتوں میں یعنی زندگی اور موت میں اور اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روح مبارک اور بدن مبارک دونوں پر پیش ہوتا ہے اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ اللہ کا نبی زندہ ہے۔ رزق دیا جاتا ہے۔ مراد حضور اقدس ﷺ کی ذات پاک ہو سکتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر نبی مراد ہے اور رزق سے مراد رزق معنوی بھی ہو سکتا ہے اور اس میں بھی کوئی مانع نہیں کہ رزق حسی مراد ہو اور وہی ظاہر اور متبادر۔" (فضائل درود شریف ص ۶۱)

۶...... حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ حیات وسماع الانبیاء علیہم السلام کے متعلق اپنی کتاب فضائل حج میں بھی تفصیل سے گفتگو فرمائی جو کہ کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اہل علم ضرور مطالعہ فرما کر اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

عقیدہ عذاب قبر کے متعلق مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

عقیدہ عذاب قبر یعنی حیات قبر کے متعلق شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا وہی موقف ہے جو دوسرے علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کا ہے۔ وہ اسی زمین والی قبر کو قبر کہتے ہیں اور تعلق روح اس میں قبر کارروائی کے قائل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "قال النووی مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر وقد تضاهرت عليه الدلالة من الكتاب والسنة قال عزاسمه النار يعرضون عليها غدوا وعشيا واما الاحاديث فلاتحصى كثرة ولا مانع فى العقل من ان يعيد الله الحياة فى جزء من الجسد او فى الجميع على خلاف بين الاصحاب فيثيبه ويعذبه ولا يمنع من ذلك كون الميت قد تفرقت اجزائه كمايشاهد فى العادة او اكلته السباع والطيور وحيتان البحر لشمول علم الله تعالىٰ وقدرته فان قيل نحن نشاهد الميت على حاله فكيف يسئل ويقعد ويضرب ولا يظهر اثر؟ فالجواب انه ممكن وله نظير محى المشاهدة وهو النائم فانه يجدلذة والما يسمعه ويتفكر فيه ولا يشاهد ذلك جليسه وكذالك جبرائيل ياتى النبى ﷺ فيوحى بالقرآن المجيد ولا يراه اصحابه" امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل السنۃ کا مذہب عذاب قبر کا اثبات ہے اور اس پر کتاب وسنت کی دلالت بالکل واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آل فرعون صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ یعنی عالم قبر وبرزخ میں اور احادیث تو اتنی کثیر ہیں کہ شمار سے بھی باہر ہیں اور اس میں کوئی عقلی رکاوٹ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جسد عنصری یا اس کی جز میں حیات لوٹا دیتے ہیں۔ جیسا کہ اصحاب اہل علم کے درمیان اختلاف ہے اور اس حیات کے ساتھ اس کو ثواب وعذاب دے اور عذاب میت سے یہ چیز بھی مانع نہیں ہے کہ عادۃً عام مشاہدہ میں میت کے اجزاء منتشرہ ہو گئے یا اس کو پرندے اور درندے کھا گئے اور دریا کی مچھلیاں کھا گئیں۔ کیونکہ اللہ کا علم اور قدرت اس کو شامل ہے۔ اگر کہا جائے کہ ہم میت کو اپنی حالت پر دیکھتے ہیں تو قبر میں اس کو کس طرح بٹھایا جاتا ہے اور کس طرح اس سے سوال کیا جاتا ہے اور

کس طرح اس کو مارا جاتا ہے اور کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اور مشاہدہ میں اس کی نظیر موجود ہے اور وہ عالم خواب میں جانے والا شخص ہے۔ وہ عالم خواب میں لذت اور تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ اس کو سنتا اور اس میں فکر کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا ان چیزوں کو نہیں دیکھتا اور اسی طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قرآن مجید لاتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو نہیں دیکھتے تھے۔ (اوجز المسالک ج ۲ ص ۳۰۷)

عام موتی کے سماع میں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

عام موتی کے سماع کے متعلق حضرت شیخ الحدیث کا موقف بھی علماء اہل السنۃ دیوبند والا ہے۔ آپ عام موتی کے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''اصل مقصود ان دونوں حضرات (شیخین رضی اللہ عنہما) کی خدمت میں سفارش کی درخواست ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دعا کی درخواست اور سفارش کر دیں۔'' (فضائل حج ص ۱۵۰)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمار ہے کہ زائرین جب روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہ سلام کے لئے حاضری دیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر صلوٰۃ وسلام کے بعد حضرات شیخین مکرمین رضی اللہ عنہما پر بھی سلام پیش کریں اور ان سے درخواست کریں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہماری سفارش کریں۔ ظاہر ہے کہ جب شیخ الحدیث مشورہ دے رہے ہیں کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سفارش کی درخواست پیش کی جائے تو ان کے نزدیک شیخین زائرین کا سلام وکلام سنتے ہیں۔ ورنہ درخواست وسفارش کا کیا مطلب؟ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ غیر انبیاء کے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں۔

قارئین کرام! شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ جو ان کی تالیفات سے بالکل واضح ہے اور اب اگر کوئی شخص ان مذکورہ بالا عقائد کے برعکس کوئی بات حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتا ہے تو یقیناً مفتری، دغاباز ہے اور مولانا کے نام پر سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اکابر کے راہ پر چلائے اور ضلالت گمراہی سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین!

(۱۳) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

برادران اسلام! خصوصاً طلباء کرام ہمارے اسلاف اکابر علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کثر اللہ سوادہم ونور اللہ مراقدہم دین اسلام کے سچے خادم اور ملک وملت کے وفادار پاسبان ہیں۔ علماء دیوبند کے عقائد واعمال اصول اربعہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت اور قیاس شرعی کے بالکل موافق اور سلف صالحین کی بیان کردہ تشریحات وتعبیرات کے عین مطابق ہیں۔ خیر القرون کی پیروی اور تابعداری ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ اسلام بیزاری اور تجدد پسندی سے یہ لوگ دور ونفور رہتے ہیں۔ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں عقائد ونظریات اور مسائل کے جو خطوط کھینچے ہیں، یہ حضرات ان کی لکیر کے فقیر بننے کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ اسی لئے ان کے نزدیک صحابہ کرام معیار حق اور ایمان کی کسوٹی ہیں۔

چنانچہ علماء دیوبند اپنی اس خداداد فراست دینی سوچ اسلامی نظر وفکر اور وہبی صلاحیتوں کی وجہ سے بقیہ نظریات کی طرح عقیدہ حیات قبر اور اس کے مخصوص شعبہ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام میں وہی نظریہ رکھتے ہیں جو خیر القرون کے سلف صالحین سے تواتر اور توارث کے ساتھ امت میں چلا آرہا ہے کہ اس زمین والی قبر میں عالم برزخ

کی کارروائی ہوتی ہے۔ یہ دنیا والا جسم عنصری روح کے ساتھ ثواب وعذاب میں شامل ہوتا ہے۔ کیونکہ روح اور جسم کے مابین ایک خاص قسم کا تعلق جڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان اپنی قبر میں رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ یہی ارضی قبر اس کے لئے برزخی مقام ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں بہ تعلق روح مع الجسم العنصری زندہ ہیں اور زائرین کے صلوٰۃ وسلام کو سنتے اور جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ اسی عقیدہ پر تمام اکابر علماء دیوبند کا اتفاق ہے۔ آج تک کسی دیوبندی عالم دین نے اس میں اختلاف رائے نہیں کیا اور نہ ہی ہمارے اکابر کی اس میں دورائیں ہیں۔ لیکن شومئ قسمت کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام افراد باوجود کہ درجنوں مسائل میں راہ تفردات اختیار کر کے علماء اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ہٹ اور کٹ چکے ہیں اور ایک نئے فرقہ کی داغ بیل رکھ چکے ہیں۔ پھر بھی دھوکہ دینے کی غرض سے اکابر علماء دیوبند کے متعلق تقریروں اور تحریروں میں یہ تاثر دیئے جارہے ہیں کہ علماء دیوبند ہمارے ہم خیال اور ہم عقیدہ ہیں۔ یعنی علماء دیوبند حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی عند القبر الشریف آپ کی سماعت کے قائل ہیں، نہ ہی دور سے پڑھا ہوا درود وسلام آپ کی ذات اقدس تک پہنچایا جاتا ہے اور نہ ہی اس زمین والی قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے نہ تعلق اور نہ ہی مردہ انسان قبر کی جزاوسزا کو محسوس کرتا ہے۔

حالانکہ یہ سب جھوٹے الزامات ہیں۔ اکابر کا دامن ان غلط نظریات سے بالکل پاک وصاف ہے۔ ادھر علماء دیوبند کئی بار بلکہ بار بار یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ اہل اشاعت اپنے گمراہ کن نظریات کی وجہ سے مسلک اکابر علماء دیوبند سے خارج ہو چکے ہیں، نہ یہ سنی ہیں اور نہ ہی دیوبندی کہلانے کے مستحق بلکہ معتزلہ ہیں۔ ان غلط عقائد اپنانے کی وجہ سے وہ گمراہ ہو چکے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی اقتداء میں نماز جیسا فریضہ ادا کرنا جائز نہیں۔ لیکن اہل اشاعت اپنی آنکھوں اور کانوں کو بند کر کے صرف یہی راگ الاپتے جارہے ہیں کہ ہم علماء دیوبند مسلک کے ٹھیکیدار اور اکیلے وارث ہیں۔ علماء دیوبند ہمارے ہم مسلک اور ہم ان کے جانشین ہیں۔ حالانکہ یہ دعویٰ سراسر جھوٹ اور خلاف واقعہ ہے۔

ویسے تو عصر ہذا کے معتزلہ ہمارے تمام علماء دیوبند رحمہم اللہ پر یہ غلط الزام عائد کرتے ہیں۔ لیکن چند اکابر کو بہت زیادہ بدنام کرتے ہیں اور ان کے نام پر سادہ لوح عوام اور خالی الذہن طلباء کو جلد دھوکہ دہی میں پھنسادیتے ہیں۔ جن میں سرفہرست حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم مولانا مفتی محمد کفایت اللہ ہیں۔

مفتی کفایت اللہ کا عقیدہ حیات النبی ﷺ

۱...... حضرت سے سوال کیا گیا کہ محفل مولود میں لفظ ''یا رسول اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ، السلام علیک'' پکار کر کہنا اس غرض سے کہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک محفل میلاد میں آتی ہے۔ لہٰذا برائے تعظیم کھڑے ہو کر لفظ مذکور کو پکار کر کہتے ہیں۔ آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا: صلوٰۃ وسلام کے ساتھ ''یا رسول اللہ یا حبیب اللہ'' ندا کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے اور آپ ﷺ تک ہماری ندا اور خطاب پہنچ جاتا ہے، جائز اور درست ہے۔ کیونکہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ وتقدس نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرمادیا ہے اور اس کو ایسی قوت سامعہ عطاء فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت نبوی ﷺ میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ جواب دیتے ہیں۔

''قال النواب صدیق خان البوفالی القنوجی فی نزل الابرار فی بیان فوائد الصلوٰۃ علیہ ﷺ ومنها قیام ملک علی قبرہ ﷺ اعطائہ اسماع الخلائق یبلغہ ایاھا کما فی حدیث واثق ابن حبان رواتہ وورد ت احادیث بمعناہ ثابۃ وللہ الحمد ومنھا انھا سبت لرد النبی ﷺ علی المصلی والمسلم علیہ کما ورد بسند حسن بل صححہ النووی فی الاذکار وغیرہ''

ہاں اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک محفل مولد میں آتی ہے اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔ اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ ﷺ کی روح مبارک کا محفل میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ ﷺ کا قبر مبارک میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے۔ نہ موجب تعظیم اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر ہر مجلس مولد میں آپ ﷺ کی موجودگی بدن وروح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشف وعلم کے؟ پہلی صورت بداہۃً باطل ہے اور دوسری صورت بے ثبوت اور بے اعتبار ہے موجب شرک ہے کہ آن واحد میں مجالس کثیرہ کا علم ہونا اس طرح کہ گویا آپ ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ یہ خاصہ ذات احدیت ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ہر جگہ حاضر وناظر سمجھنا شرک ہے۔'' (فتاویٰ کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۹)

قارئین! آپ مفتی صاحب کے مذکورہ بالا فتویٰ میں غور فرمائیں اور اسے بار بار پڑھیں۔ حضرت مفتی صاحب حضور اکرم ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں بہ اتصال روح مع الجسم العنصری زندہ تسلیم کر رہے ہیں۔ اسی لئے تو فرما رہے ہیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ کی روح اقدس مجلس مولود میں تشریف لائے تو بدن مبارک سے مفارقت لازم آتی ہے جس کی وجہ سے حیات قبر میں فرق پڑتا ہے۔ بہر حال آپ ﷺ کی روح اقدس کو بدن مبارک کے مفارقت نہیں ہے۔ یہی عقیدہ حضرت مفتی صاحب کا اور دیگر علماء اسلام کا ہے۔ حضرت مفتی صاحب یہ بھی تسلیم فرما رہے ہیں کہ دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس پر قبر مبارک میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ عقیدہ بھی حیات قبر کی واضح دلیل ہے۔

تنبیہ: عالم قبر وبرزخ میں روح اور جسم کے تعلق کو علماء اسلام نے کئی الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ مثلاً اتصال کا تعلق اشراق کا تعلق وغیرہ وغیرہ! بہر حال تعلق کے سب قائل ہیں۔ خواہ کیسا ہی ہو، عموماً اکابر تعلق کا لفظ استعمال فرماتے ہیں اور ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس تعلق کی کیفیت اور کنہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ بایں ہمہ اگر کوئی شخص اس تعلق کو اتصال اور اشراق وغیرہ سے تعبیر کرتا ہے تو وہ قابل گرفت نہیں ہے۔ اسی طرح تعبیرات کے مختلف الفاظ سن کر تضاد بیانی کی تہمت لگانا بھی سوئے فہم کا نتیجہ ہے۔ ہم جیسے طالبین علوم نبوت کے لئے اتنا کافی ہے کہ روح اور جسد کے مابین تعلق ہے جس کی وجہ سے حیات قبر ثابت ہے۔ اس سے اگلی باتیں خالص علمی باتیں ہیں اور وہ اہل علم کا کام ہے۔

۲...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ حیات ہیں یا نہیں؟ تو آپ نے جواب لکھا کہ ''جماہیر امت محمدیہ کا یہ قول ہے کہ آنحضرت ﷺ قبر اطہر میں حیات مخصوص کے ساتھ حیات ہیں۔ باقی یہ بات کہ اس حیات کی حقیقت کیا ہے۔ یہ حضرت حق کو ہی معلوم ہے۔ وہ حیات حضور انور پر میت کے اطلاق کے منافی نہیں۔ اللہ نے خود قرآن پاک میں حضور اکرم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا: ''انک میت وانھم میتون'' اور دوسری جگہ فرمایا: ''افان مات او قتل'' اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے فرمایا تھا:

''من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات'' محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۰۲)

قارئین! اس فتویٰ میں بھی مفتی صاحب نے صاف لفظوں میں حضور اکرم ﷺ کی قبر اطہر میں حیات مخصوصہ کو تسلیم فرمایا ہے۔

تنبیہ: حضرت مفتی صاحب کا حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر بتعلق روح تسلیم کر لینے کے بعد یہ فرمانا کہ حیات قبر کے باوجود آپ ﷺ کی ذات اقدس پر میت کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ایک دفعہ موت والا قانون پورا ہو چکا ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ وتدفین عمل میں آئی۔ علماء اسلام آپ کی حیات بعد الوفات کے قائل ہیں اور جو شخص ایک دفعہ موت کا مزا چکھ کر دنیا سے رخصت ہوکر عالم قبر و برزخ میں منتقل ہو جائے، اس کی طرف مات یموت موتا کی نسبت کرنا درست ہے اور اس پر میت کا اطلاق بھی درست ہے۔ حتیٰ کہ شہداء کرام جو کہ بنص قطعی زندہ ہیں ان پر بھی میت کا اطلاق اور ان کی طرف موت کی نسبت ہوسکتی ہے۔ مثلاً ''مات عمر'' اور ''قتل عمر'' کہنا بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ رفتگان دنیا عالم دنیا کے اعتبار سے میت اور عالم قبر و برزخ کے اعتبار سے زندہ ہیں۔

چنانچہ محدث کبیر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب اعلاء السنن میں ایک باب قائم کیا ہے۔ ''باب الاضحیۃ عن المیت'' اور اس کے تحت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وہ اثر بیان فرمایا ہے کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ میں ان کی طرف قربانی کروں اور پھر اس پر خود ہی سوال قائم کیا کہ اثر اور باب میں مطابقت نہیں ہے۔ کیونکہ باب میت کی طرف سے قربانی کرنا اور اثر میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور اکرم ﷺ کی طرف سے قربانی کی۔ جب کہ حضور اکرم ﷺ تو قبر میں زندہ ہیں تو اس سوال کا جواب یہی دیا کہ بے شک حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ لیکن بایں ہمہ آپ کی ذات اقدس پر میت کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ عالم قبر و برزخ کے لحاظ سے زندہ ہیں اور عالم دنیا کے اعتبار سے میت ہیں۔ معلوم ہوا کہ دنیا والوں کا مرحومین کو میت کہنا ان کی حیات قبر کے قطعاً منافی نہیں اور اسی حقیقت کو بتانے کے لئے حضرت مفتی صاحب نے یہ سب کچھ ارشاد فرمایا۔ (اعلاء السنن ج ۱۷ ص ۲۶۸)

منکرین حیات قبر کی خوفناک چال

منکرین حیات قبر عصر ہذا کے معتزلہ ایک خطرناک چال یہ چلتے ہیں کہ لفظ میت کے اطلاق سے حضور اکرم ﷺ کا صرف جسم مراد لیتے ہیں اور حیات سے مراد صرف آپ ﷺ کی روح لیتے ہیں۔ اس چال سے وہ روح اور جسم کے تعلق کی نفی کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا تصور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور دیگر تمام علماء اسلام کے حاشیہ خیال میں بھی نہ گزرا ہوگا نہ ہی انہوں نے بعد از فات آپ کی ذات اقدس پر اطلاق میت سے یہ نتیجہ نکالا ہے اور نہ ہی ایسا نتیجہ نکلتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے فتویٰ اوّل میں غور فرمائیں کہ وہ تو آپ ﷺ کی روح اقدس کا آپ کے تشریف لانے کے اس لئے قائل نہیں۔ کیونکہ روح اقدس کی بدن مبارک سے مفارقت لازم آتی ہے اور اس مفارقت سے حیات قبر میں فرق پڑتا ہے۔

انصاف فرمایئے حضرت مفتی صاحب کو تو ایک لحظے کے لئے روح اقدس کی بدن مبارک سے مفارقت گوارا نہیں۔ وہ کیسے عدم تعلق کے قائل ہو سکتے ہیں، لہٰذا اطلاق میت سے جسم کے حیات کا انکار کرنا اور عدم تعلق کا

نتیجہ کشید کرنا ایک خوفناک چال ہے۔ دھوکہ بازی اور فریب دہی ہے۔ کیونکہ اطلاق میت حیات قبر کے انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ وفات پا جانے کی وجہ سے ہے۔ نیز میت اور حیات کا یہ اطلاق حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس یعنی روح اور جسم کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ لفظ میت سے آپ کا جسم مراد لینا اور حیات سے روح کی حیات مراد لینا اور یوں عدم تعلق اور عدم حیات ثابت کرنا بھی نہایت خطرناک چال ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر کو عالم قبر میں مطلع فرما دیں کہ تمہارے اطلاق میت کے قول سے یار لوگوں نے عدم حیات قبر اور عدم تعلق کشید کر لیا ہے تو یقیناً وہاں ان کی روحیں کانپ اٹھیں گی۔ ''اعاذنا اللہ منهم و جميع المسلمين''

۳...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ حیات النبی ﷺ ثابت ہے یا نہیں؟ حضرت مفتی صاحب جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''ہاں! انبیاء علیہم السلام کی حضرت حق تعالیٰ نے ایک مخصوص اور ممتاز حیات عطاء فرمائی ہے جو شہداء کی حیات سے ممتاز ہے اور شہداء کو ایک حیات ہوتی ہے جو اولیاء کی حیات سے امتیاز رکھتی ہے۔ مگر یہ زندگیاں دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہیں۔ کیونکہ دنیا کی زندگی کے لوازمات ان میں پائے نہیں جاتے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۸)

۴...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں لکھا کہ: ''انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی ہے اور دوسرے تمام لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔ اسی طرح شہداء کرام کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے۔ دنیا کی اعتبار سے وہ سب اموات میں داخل ہیں۔ ''انک میت و انهم میتون'' اس کی صریح دلیل ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۰)

قارئین کرام! حضرت مفتی صاحب نے مذکورہ بالا دونوں فتاویٰ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبور کو واضح لفظوں میں تسلیم فرمایا ہے۔ جب کہ فتویٰ اوّل میں یہ وضاحت فرما چکے ہیں کہ یہ حیات قبر بعلق اتصال روح مع الجسم العنصری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بدن مبارک سے روح کی مفارقت کو گوارا نہیں کرتے۔ البتہ حضرت مفتی صاحب نے جو یہ فرمایا کہ آپ ﷺ دنیا کے اعتبار سے اموات میں داخل ہیں تو اس کا مطلب بندہ عاجز نے مذکورہ بالا سطور میں بیان کر دیا ہے کہ اس سے نہ تو بدن مبارک کی حیات کی نفی کرنا مقصود ہے اور نہ ہی تعلق کی نفی کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کو تو مفتی صاحب اپنے فتاویٰ میں تسلیم کر چکے ہیں بلکہ مقصد وقوع موت بتلانا ہے جس کے سب علماء اسلام قائل ہیں اور حیات فی القبور کو ثابت کرنا ہے کہ آپ ﷺ دنیا کے اعتبار سے میت اور قبر کے اعتبار سے زندہ ہیں اور یہ زندگی دنیا والے بدن مبارک سے تعلق کے ساتھ ہے۔

اطلاق میت اور حیات قبر

اطلاق میت، حیات قبر تو کجا حیات دنیوی کے بھی منافی نہیں ہے۔ کج فہم نادانوں نے تو اطلاق میت سے حیات قبر کا انکار سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ قبر تو کجا یہ اطلاق تو حیات دنیوی کے بھی منافی نہیں ہے۔ دیکھئے جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ''انک میت و انهم میتون'' اس وقت آپ ﷺ کی ذات اقدس پر میت کا اطلاق کیا گیا۔ حالانکہ آپ ﷺ حیات دنیا کے ساتھ زندہ تھے۔ اگر اس وقت آپ ﷺ زندہ نہ تھے تو یہ آیت کس پر نازل ہوئی؟ معلوم ہوا آپ ﷺ حیات دنیوی کے ساتھ زندہ تھے اور آپ کو میت کہا گیا۔ لہٰذا اطلاق میت حیات دنیا کے منافی

نہیں۔ اسی طرح حیات قبر کے بھی منافی نہیں۔ جب دنیا میں آپ کو میت کہا گیا تو مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ نے موت کا محل وقوع بننا ہے اور جب آپ ﷺ پر موت والا قول پورا ہو گیا تو آپ ﷺ موت کا محل وقوع بن چکے ہیں۔ موت کا محل وقوع بننے کے بعد اللہ تعالیٰ ہر مردہ انسان کو جزا سزا اور امتحان قبر کے لئے ایک خاص قسم کی حیات عطاء فرماتے ہیں۔ یہ حیات بعد الوفات اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام کو سب سے اونچی افضل اور برتر عطاء فرماتے ہیں اور یہ حیات بعد الوفات کتاب وسنت کی نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔ لہٰذا اطلاق میت سے قبر کی حیات کی نفی کرنا یا عدم تعلق کشید کرنا پرلے درجے کی حماقت اور جہالت ہے۔ جو لوگ بھی اطلاق میت کے قائل ہیں وہ سب حضرات حیات قبر اور تعلق روح کے قائل ہیں اور ان کی اپنی تحریریں شاہد عدل ہیں۔ باقی رہا حضرت مفتی صاحب کا یہ فرمان کہ قبر کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی زندگی ہے تو بجا اور درست ہے۔ لیکن اس فرمان سے بدن مبارک کی حیات کا انکار کرنا یا روح اور بدن کے تعلق کا انکار سمجھنا نری جہالت اور خالص حماقت ہے۔ کیونکہ جب حضرت مفتی صاحب اپنے فتاویٰ میں روح اور بدن مبارک کے تعلق کو تسلیم فرما چکے ہیں اور روح کی بدن مبارک سے مفارقت ان کو کسی صورت بھی گوارا نہیں، ان کی کسی عبارت کا ایسا مطلب لینا کہ حیات بدن و تعلق روح کا انکار لازم آئے۔ یہ یقیناً تاویل القول بما لا یرضیٰ بہ القائل کی بدترین مثال ہے اور نہ ہی برزخ کے کہنے سے حیات بدن اور تعلق روح کی نفی ہوتی ہے بلکہ اس سے تو قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کی جاتی ہے۔

برزخ وقت اور زمانہ کو کہتے ہیں جو کہ موت سے لے کر قیام قیامت کے وقت کو محیط ہے۔ مردہ انسان جہاں بھی ہے وہ عالم برزخ میں ہے۔ برزخ کا زمانہ روح اور بدن دونوں کو شامل ہے۔ موت کے بعد روح اور جسم دونوں برزخ میں داخل ہو جاتے ہیں اور حیات برزخ دونوں کو حاصل ہے۔ لفظ برزخ سے نہ قبر کی نفی ہوتی ہے نہ تعلق روح کی۔ ایسا سمجھنا سوئے فہم اور قلت تدبیر کا نتیجہ ہے۔

اور حضرت مفتی صاحب جو یہ فرماتے ہیں کہ قبر کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قبر کی زندگی بالکل ہر لحاظ سے دنیاوی زندگی کی طرح نہیں۔ کیونکہ دنیاوی زندگی ہر شخص کو محسوس ہوتی ہے اور ''تشعرون'' کے درجہ میں ہے۔ جب کہ قبر کی زندگی ہر شخص کے لئے محسوس و مبصر نہیں ہے بلکہ ''ولکن تشعرون'' کے درجہ میں ہے۔ یعنی ظاہراً کی نفی فرما رہے ہیں۔ ورنہ حضرت مفتی صاحب تو دنیا والے جسد مبارک کے روح کا اتنا قوی تعلق اور اتصال تسلیم کرتے ہیں کہ ایک لحہ کے لئے بھی ان مفارقت کو گوارا نہیں کرتے۔ لہٰذا مفتی صاحب کے اس قول سے عدم تعلق نکالنا اور بدن کی حیات کی نفی سمجھنا ایک قسم کی سینہ زوری اور دھوکہ بازی ہے۔ بہر حال حضرت مفتی صاحب حیات قبر اور روح بدن مبارک کے محکم رشتہ کو کھلے لفظوں میں تسلیم فرما چکے ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف حیات بدن کا انکار اور عدم تعلق کا قول منسوب کرنا الزام و بہتان ہے، جن سے وہ بری الذمہ ہیں۔

۵...... بریلویوں کے امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بہت سے غلط عقائد ہمارے اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب کر کے علماء حرمین شریفین سے ان کے خلاف فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش کی تو علماء حرمین نے ایک سوال نامہ مرتب کر کے دیوبند بھیجا تا کہ ان کے عقائد معلوم کر کے صحیح صورتحال کی واقفیت حاصل کی جائے۔ محدث کبیر فخر المتکلمین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ﷫ نے سوالات کے جوابات لکھے اور اس دور کے چوبیس اکابر علماء دیوبند نے اس پر تصدیقی دستخط فرمائے اور بعد کے علماء بھی اس پر دستخط فرماتے چلے آرہے ہیں۔ اس رسالہ کا نام ہے: ''المهند علی

المفند" یعنی عقائد علماء دیوبند یہ رسالہ دراصل عربی زبان میں ہے۔ لیکن اردو ترجمہ کے ساتھ بار بار شائع ہوتا رہتا ہے۔ اس میں پانچواں سوال عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق ہے، جس کا جواب علماء اہل السنت والجماعت علماء دیوبند نے یوں لکھا ہے: "ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور وہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء کرام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے۔ جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیا بحیوۃ الانبیاء" میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ انبیاء و شہداء کی حیات قبر میں ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اسی کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی میں برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے، اس کا نام "آب حیات" ہے۔"

قارئین کرام! حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا جواب اور تمام دیگر جوابات کی تصدیق و تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "میں نے تمام جوابات دیکھے۔ پس سب کو ایسا حق صریح پایا کہ اس کے ارد گرد بھی شک یا ریب نہیں گھوم سکتا اور یہی میرا عقیدہ ہے اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے۔ میں ہوں بندہ ضعیف امیدوار رحمت خداوندی محمد کفایت اللہ شاہ جہان پوری حنفی مدرسہ امینیہ دہلی۔"

وضاحت: ہمارے جن اکابر نے آپ ﷺ کی حیات قبر کو دنیوی کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ آپ کی حیات دنیا والے جسم کے ساتھ ہے اور جنہوں نے حیات دنیاوی کی نفی کی ہے ان کی مراد یہ ہے کہ بالکل ہر لحاظ سے دنیاوی ظاہری نہیں ہے کہ ہر شخص کو محسوس مبصر ہو، دنیوی حیات اور برزخی حیات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس طرح قبر و برزخ کے مفہوم میں کوئی تعارض نہیں۔ یہ ہے مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ کہ وہ آپ ﷺ کو مبارک میں بتعلق روح الجسم العنصری زندہ سمجھتے ہیں۔

سماع النبی ﷺ عند القبر الشریف اور مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ دیگر علماء اسلام کی طرح حضور اکرم ﷺ کے سماع صلوٰۃ و سلام عند القبر الشریف کے قائل ہیں اور اس کے بھی قائل ہیں کہ دور سے پڑھا ہوا درود و سلام آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ تمام علماء دیوبند کا متفقہ عقیدہ ہے۔ چنانچہ درج ذیل فتاویٰ اس پر شاہد عدل ہیں۔

۱...... منکرین حیات کے سرکردہ عالم اور اولین رہنما جناب سجاد بخاری کی اپنی مشہور کتاب "اقامة البرهان علی ابطال وساوس هداية الحيران" میں مفتی کفایت اللہ نور اللہ مرقدہ کا ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں۔ "انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سواء اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں۔"

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی مدرسہ امینیہ (اقامۃ البرہان ص ۲۱۳)

یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد جناب سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ اصل فتویٰ راقم الحروف (سجاد بخاری)

کے پاس محفوظ ہے۔ جو راقم کو مولانا عبد المجید حال خطیب سرائے عالمگیر سابق خطیب نوشہرہ ورکاں سے حاصل ہوا۔ فتوے کی پوری عبارت حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ (اقامۃ البرہان ص ۲۱۳)

(نوٹ) یہ فتویٰ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بزرگ رہنما جناب قاضی شمس الدین صاحب کی کتاب ''مسالک العلماء'' ص ۷ ۱۴ پر بھی موجود ہے۔

قارئین کرام! حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ وہ فتویٰ ہے جس کو عصر ہذا کے معتزلہ کے مشائخ نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس فتویٰ کی اصل بھی ان کے پاس ہے اور یہ دعویٰ بھی انہی کا ہے کہ یہ فتویٰ حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور ان کے دستخط اور مہر بھی ثبت ہے۔ اس فتویٰ میں حضرت مفتی صاحب نے عند القبر الشریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع سلام کو واضح لفظوں میں تسلیم فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کے پاس سلام پڑھنے اور اس کے سننے کے قائل ہیں۔

۲...... حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ دور سے پڑھا ہوا درود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود سنتے ہیں؟ تو آپ نے جواب لکھا کہ ''دور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بذات خود درود شریف سننا ثابت نہیں۔ ملائکہ کے ذریعے سے درود شریف حضور کو پہنچایا جاتا ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۲)

مذکورہ بالا فتوے میں بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سائل کے سوال کے مطابق دور سے بذات خود سننے کی نفی کی ہے۔ معلوم ہوا قریب سے سننے کے قائل ہیں۔

۳...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سائل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کا ہر جگہ سے خطاب اور کلام سن لیتے ہیں۔ گویا حضرت حق تعالیٰ کی صفت کی ہر جگہ ہر شخص کی بات سننا اور ہر شئے کو دیکھنا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس طرح پائی جاتی ہے کہ ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حواس اور ذرائع علم کے ساتھ موجود اور ہر شخص کی بات سنتے ہیں۔ ایک شرکیہ عقیدہ ہے۔ ہاں! صلوٰۃ وسلام میں ''السلام علیک ایھا النبی'' کہنا اس بناء پر جائز ہے کہ درود وسلام پہنچانے کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ الفاظ پہنچا دیتے ہیں تو اس عقیدے کے خطاب کے صیغے درود وسلام میں استعمال کرنا درست ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۴۸)

معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دور سے بذات خود درود وسلام سننے کی نفی کرتے ہیں نہ کہ قریب سے سننے کی۔ کیونکہ اس کے تو وہ خود قائل ہیں۔ البتہ دور والا صلوٰۃ وسلام بذریعہ ملائکہ آپ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

۴...... حضرت مفتی صاحب کا یہ عقیدہ کہ دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ مولانا کی کتب میں مندرجہ ذیل مقامات پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۲، ۱۶۷)

عام موتی کے سماع کے متعلق مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

بندہ عاجز نے کفایت المفتی کے ہر اس مقام کا بغور مطالعہ کیا۔ جہاں مسئلہ حیات وسماع کے پائے جانے کا امکان موجود تھا تو از روئے دیانت میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سوائے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے عند القبر کسی کے سماع کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک بجز انبیاء کے عدم سماع راجح ہے۔ البتہ وہ عام موتی کے سماع یا عدم سماع کو کفر واسلام کا مسئلہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس میں وہ کسی قسم کا تشدد کرتے ہیں اور نہ ہی

قائلین سماع پر شرک وکفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔حتیٰ کہ وہ عام موتی کے سماع کے امکان کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔درج ذیل اقتباسات سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف واضح ہوتا ہے۔

ا...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ سماع موتی علماء محققین کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ''مسئلہ سماع موتی قرون اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اس میں اختلاف تھا۔قرون صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف رہے۔اکثر صوفیاء سماع موتی کے قائل ہیں۔لیکن علماء حنفیہ کے نزدیک ثابت نہیں۔تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تجہیل یا تفسیق کر سکے۔ کیونکہ اس صورت میں کہ مسئلہ قرون اولیٰ میں بھی مختلف فیہ تھا۔تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچے گا۔''ولا شک فی فسادہ'' (کفایت المفتی ج ا ص ۲۰۱)

۲...... حضرت ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: قبرستان میں جاکر ''السلام علیکم یا اھل القبور'' کہنا جائز ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عذاب سے سلامتی کے دعا دینا مراد ہے۔''یا'' بے شک حرف ندا ہے۔مگر ندا اور خطاب کبھی نہ سننے والے کو بھی کر دیا جاتا ہے۔جیسے ''ھل انت اصبع دمیت و فی سبیل اللہ ما لقیت'' یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی زخمی ہوگئی تو آپ نے انگلی کو خطاب کر کے فرمایا کہ تو ایک انگلی ہے کہ خون آلود ہوگئی اور یہ تکلیف اللہ کے راستے میں تو نے اٹھائی ہے اور ممکن ہے۔اللہ یہ سلام مردوں کو سنا دیتا ہو۔باقی اور کلام مردے نہیں سنتے۔'' (کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۹۲)

مذکورہ بالا فتاویٰ کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے نزدیک عام موتی کا عدم سماع راجح ہے۔لیکن یہ بھی بالکل واضح ہے کہ اس مسئلہ میں وہ عصر ہذا کے معتزلہ کے ہم خیال اور ہم مسلک بھی نہیں۔کیونکہ وہ اس مسئلہ کو عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک مختلف فیہ سمجھتے ہیں اور اس کے ہر دو جانب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلیم کرتے ہیں۔کسی جانب تشدد اور فتویٰ بازی کی قطعاً اجازت نہیں دیتے۔کیونکہ اس کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچتا ہے۔جب کہ عصر ہذا کے معتزلہ سماع موتی کے قائلین پر شرک وکفر کے فتوے صادر کرتے ہیں اور سماع موتی کے مسئلہ کو شرک کا دروازہ قرار دیتے ہیں۔

ایک فرق یہ بھی ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عدم سماع سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔جب کہ عصر ہذا کے معتزلہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کی نفی کرتے ہیں۔

ایک فرق یہ بھی ہے کہ عام موتی کے سماع کے امکان کو تسلیم کرتے ہیں۔جب کہ عصر ہذا کے معتزلہ سماع موتی کو نص قطعی کے خلاف قرار دیتے ہیں۔

۳...... حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ نور اللہ مرقدہ عدم سماع موتی کی وجہ تحریر کرتے ہیں۔''حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر طویل بحث کی ہے۔اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ جن فقہاء حنفیہ نے تلقین بعد الدفن سے منع کیا ہے۔ان کی ممانعت کا منشاء عدم سماع موتی کا مسئلہ ہوا ہے اور عدم سماع موتی کا مسئلہ انہوں نے مسئلہ یمین ''لو حلف لا یکلم فلانا فکلمہ بعد موتہ الا یحنث'' سے اخذ کیا ہے۔اس سے اشارۃً سمجھا جاتا ہے کہ تلقین بعد الدفن کا مسئلہ ظاہر الروایۃ میں نہیں ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۴ ص ۷۳)

حضرت مفتی صاحب کے مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ سماع موتی اور عدم سماع موتی کی

بنیاد قرآن مجید کی کسی نص قطعی الدلالۃ پر نہیں ہے۔ ہاں! فریقین نے اپنے اپنے مدعا پر بھی خویش ظواہر آیات سے استدلال کیا ہے۔ احناف کے نزدیک عدم سماع کی بنیاد مسئلہ یمین ہے۔ اگر عدم سماع موتیٰ کسی نص قطعی الدلالۃ سے ثابت ہوتا تو یقیناً اس کا منکر کافر ہوتا ہے۔ جب کہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کسی فریق کو دوسرے پر تجہیل تفسیق کے الزام کی اجازت نہیں دیتے۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ عذاب قبر یعنی حیات قبر

علماء دیوبند سمیت تمام علماء اہل السنت والجماعت کا عذاب قبر کے متعلق جو عقیدہ ہے کہ اس زمینی قبر میں بتعلق روح مردہ انسان میں نوع من الحیوٰۃ یعنی ایک خاص قسم کی حیات پیدا کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے روح اور دنیاوالا جسم دونوں قبر کے عذاب وثواب کو محسوس کرتے ہیں اور دونوں کو دکھ سکھ کا ادراک ہوتا رہتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی عذاب قبر کی اس صحیح صورت کے قائل ہیں، جس پر مندرجہ ذیل اقتباسات شاہد عدل ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

۱...... ''ہاں! میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کرے۔'' فی الشامی ج ۱ ص ۳۴ ولا یرد تعذیب المیت فی قبرہ لا نہ توضع فیہ الحیوۃ عند العامۃ بقدر مایحس بالالم والبنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ بل تجعل الحیوۃ فی تلک الاجزاء المتفرقۃ التی لا یدرکہ الابصار'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۰۱)

مذکورہ بالا فتویٰ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی زمین والی قبر میں مدفون میت میں حیات کو تسلیم فرما رہے ہیں۔ جس وجہ سے مدفون میت کو دکھ سکھ کا ادراک واحساس رہتا ہے اور پھر اس حیات قبر کو مدلل بنانے کے لئے شامی کا حوالہ دیتے ہیں۔ عامۃ الفقہاء حیات قبر کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

۲...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلقین میت بعد از دفن کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردوں کا قبر میں زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے۔ اسی لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ خواہ مردہ سنے یا نہ سنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۴ ص ۷۴)

اس فتویٰ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ مردہ مدفون تلقین کے کلمات ذکر یہ سنے یا نہ سنے، بہر حال اس کو فائدہ ہوتا ہے۔ مردہ مدفونہ کو ذکر اللہ سے فائدہ پہنچنا حیات قبر اور شعور میت کی دلیل ہے۔ اس فتویٰ سے یہ بھی واضح ہے کہ قبر کی کارروائی اور رنج وراحت اسی قبر میں ہوتا ہے۔ جہاں مردہ دفن ہے اور جو لوگ قبروں میں مدفون مردوں کی حیات کے منکر ہیں، وہ معتزلہ ہیں۔

۳...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے کہ مسلمان میت کی تجہیز تکفین اور تدفین وغیرہ کسی کافر سے نہ کرائی جائے۔ اگرچہ وہ میت کے رشتہ دار کیوں نہ ہو اور وہ اپنے اس موقف کی تائید میں فقہ کی کتاب مراقی الفلاح کی ایک عربی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ لکھتے ہیں: ''مسلمان میت کو کافر قبر میں نہ اتارے نہ اس کی قبر میں اترے۔ کیونکہ کافر پر خدا

کی لعنت اترتی ہے اور مسلمان خدا کی رحمت کا محتاج ہوتا ہے۔خصوصاً دفن کے وقت۔" (کفایت المفتی ج ۴ ص ۴۰)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمان مردہ کی تدفین وغیرہ میں کوئی کافر شامل نہ ہو۔اگر چہ وہ میت کا قریبی بھی ہو۔کیونکہ دفن کے وقت مسلمان اللہ کی رحمت کا محتاج اور ضرورت مند ہوتا ہے۔جب کہ کافر پر اللہ کی لعنت اترتی ہے۔جس سے مردہ مسلمان کو تکلیف ہوگی۔معلوم ہوا کہ جو مردہ اسی زمینی قبر میں دفن کیا جارہا ہے،قبر کی کارروائی اور رنج وراحت اسی سے متعلق ہوتی ہے۔اس لئے کافر کو میت کے قریب جانے سے روک دیا گیا۔تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو۔

۴...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:"قبر سے مراد زمین کا گڑھا ہی نہیں بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔" (جواہر الایمان ص ۸،بحوالہ دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی ص ۱۱۱)

قارئین کرام!حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔تاکہ قبر کا مفہوم اتنا وسیع ہوجائے کہ اس معروف قبر سمیت مردہ کے ہر مقام کو شامل ہوجائے۔یعنی یہ نہ سمجھا جائے کہ قبر صرف اسی گڑھے کو کہتے ہیں،جس میں مردہ انسان کو عموماً دفن کیا جاتا ہے،بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے جو مردہ انسان کے مقام کو شامل ہے اور معروف قبر برزخ کے مفہوم میں داخل ہے جو مردہ اس معروف قبر میں ہے۔وہ بھی برزخ ہے۔جو پرندوں درندوں کے پیٹ میں ہے وہ بھی برزخ ہے۔جو خاک اور راکھ ہو چکا ہے وہ بھی برزخ ہے۔الغرض مردہ انسان جہاں بھی ہے وہ برزخ میں ہے۔روح بھی برزخ میں جسم بھی برزخ میں ہے۔یوں سمجھئے کہ اگر کسی مقام کو برزخی مقام کہا جاسکتا ہے تو وہ یہی قبر ہے۔اپنے وسیع تر مفہوم کے لحاظ سے یعنی مردہ انسان کا مستقر اور ٹھکانہ۔حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمیت ہمارے جن اکابر نے بھی یہ فرمایا ہے کہ قبر سے مراد صرف یہی گڑھا ہی نہیں بلکہ عالم برزخ ہے۔ان سب کا مقصد قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا ہے۔ایسا کہنے والے تمام اکابر کے حاشیہ خیال میں کبھی یہ بات نہ آئی ہوگی کہ کج فہم لوگ پیدا ہوں گے اور وہ ہماری اس قسم کی عبارات سے ہمارے عقیدہ کے خلاف مطلب کشید کر کے خود اصلی اور حقیقی قبر کا انکار کردیں گے۔ الغرض کسی عالم دین نے قبر سے برزخ مراد لے کر حقیقی قبر کی نفی نہیں کی اور نہ ہی ہوتی ہے جو لوگ اکابر کے مذکورہ بالا جملہ سے ناجائز مطلب لے کر قرآن وحدیث والی حقیقی قبر کا انکار کرتے ہیں۔وہ صرف جاہل نہیں بلکہ اجہل اور احمق ہیں اور اکابر کے نام پر دھوکہ بازی اور فریب بازی کرتے ہیں۔خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن رہے ہیں۔

قارئین کرام!یہ ہے حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ نور اللہ مرقدہ کا حیات قبر کے متعلق نظریہ اور عقیدہ جس کو ناجائز طور پر عصر ہذا کے معتزلہ اپنا ہم مسلک ثابت کرنے کے لئے نہ معلوم کیا کچھ کررہے ہیں۔حالانکہ ان کے عقائد اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کے درمیان زمین وآسمان سے بھی زیادہ فاصلہ ہے۔"صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ واتباعہ الی یوم الدین وبعد یوم الدین۔آمین یارب العالمین"

(۱۴)عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

برادران اسلام!حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ علمائے دیوبند کی صفوں میں ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔آپ نے دین اسلام کے ہر شعبہ میں نمایاں خدمات ادا کی ہیں۔اللہ ان کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے۔آمین!حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ علمائے اہل السنۃ والجماعت کے ہم مسلک تھے۔خصوصاً عقیدہ حیات النبی ﷺ، عقیدہ حیات قبر اور مسئلہ عام موتی کے سماع میں ان کو علمائے دیوبند سے پورا پورا اتفاق تھا۔لیکن عصر ہذا کے معتزلہ ان

کی عبارات میں قطع و برید کر کے اپنا من بھاتا مطلب کشید کر کے سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانے کی سعی مذموم کرتے ہیں کہ حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہم مسلک اور ہم خیال تھے۔ حالانکہ دھوکہ دہی اور تلبیس ہے بلکہ تاویل القول بمالا یرضیٰ بہ القائل کی شرمناک مثال ہے۔ لہٰذا ضرورت محسوس کی گئی کہ مسائل ثلاثہ میں مولانا کا موقف تحریر کیا جائے۔ تاکہ کوئی ساتھی ان کے نام پر کسی دھوکہ میں نہ آئے۔ سب سے پہلے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق حضرت نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو معلوم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور کیجئے۔

۱...... حیات النبی ﷺ کے موضوع پر حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مستقل رسالہ ہے جس کا نام ''مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت'' ہے۔ اس رسالہ میں حضرت نے اس عقیدہ کی حقیقت کو سمجھانے کی کوشش ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''اسی طرح ہمارے بعض بزرگوں کی تحریروں میں مثلاً: التصدیقات لدفع التلبیسات المہند علی المفند میں انبیاء علیہم السلام کی قبر والی حیات کو جو حیات دنیویہ کہا گیا تو اس کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ بغیر ورود موت کے ان کو دفن کیا گیا۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ حیات دنیا کی سی ہے۔ یعنی مع الجسد ہے۔ صرف برزخی روحانی نہیں ہے جو تمام مومنین کو حاصل ہے۔ جن کے اجسام مٹی ہو چکے ہیں۔ التصدیقات کے اردو ترجمہ ہی میں غور کرنے سے یہ مطلب خوب واضح ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان بزرگوں کی ایسی عبارتوں کا یہ مطلب بیان کرنا اور ان کا یہ مسلک بتانا کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر موت وارد ہی نہیں ہوئی اور قبروں میں بعینہٖ دنیا والی ناسوتی حیات کے ساتھ دفن کئے گئے ہیں۔ صریحاً ان پر یہ الزام لگانا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی رائے قرآن و حدیث کے صریح نصوص و بینات اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ میں نہیں یقین کرتا کہ ہمارے علماء میں سے کسی نے ایسی بات کہی ہو۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم! (مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت ص ۱۲)

قارئین کرام! حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمادی ہے کہ آپ ﷺ کی حیات قبر مع الجسد ہے۔ یعنی آپ ﷺ دنیا والے جسم کے ساتھ باحیات ہیں اور یہی عقیدہ پوری امت محمدیہ مع علمائے دیوبند کا ہے۔ جب کہ معتزلہ دنیا والے جسم کی نفی کر کے نیا جسم تجویز کرتے ہیں۔

۲...... حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔ رواہ ابو داود البیھقی'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس فرمائے گا۔ تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

تشریح: حدیث کے ظاہری الفاظ ''الارد اللہ علیٰ روحی'' سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسد اطہر سے الگ رہتی ہے۔ جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے جسد اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے۔ تاکہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے۔ کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں۔ روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علمائے

امت کی رائیں مختلف ہیں۔ لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سیدالانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔ اس لئے حدیث کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ آپ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔ اس بناء پر اکثر شارحین نے رد روح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے۔ پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ بس اس روحانی توجہ والتفات کو رد روح سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔''

عاجز راقم السطور عرض کرتا ہے کہ اس بات کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو عالم برزخ کے معاملات واحوال سے کچھ مناسبت رکھتے ہوں۔ اللہ ان حقائق کی معرفت نصیب فرمائے۔ اس حدیث کا خاص پیغام یہ ہے کہ جو امتی بھی اخلاص قلب سے آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ آپ عارضی اور سرسری طور پر صرف زبان سے نہیں بلکہ روح وقلب سے متوجہ ہوکر اس کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر عمر بھر کے صلوٰۃ وسلام کا کچھ بھی اجر وثواب نہ ملے۔ صرف آپ کا جواب مل جائے تو سب کچھ مل گیا۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! (معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۷۸)

۳...... مولانا منظور نعمانی ﷫ ایک حدیث نقل کر کے اس کی تشریح فرماتے ہیں: ''عن ابی ھریرۃ ﷜ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان''

حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجے گا یا سلام عرض کرے گا۔ وہ میں خود سنوں گا اور جو کہیں دور سے بھیجے گا تو وہ مجھے پہنچایا جائے گا۔

تشریح: اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے لیکن اللہ جن کو قبر اطہر کے پاس پہنچا دے اور وہ وہاں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو آپ اس کو بنفس نفیس سنتے ہیں اور جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ بندے جو روزانہ سینکڑوں یا ہزاروں بار صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں اور آپ کا جواب پاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر ساری عمر کے صلوٰۃ وسلام کا ایک ہی دفعہ جواب مل جائے تو جنہیں محبت کا کوئی ذرہ نصیب ہے۔ ان کے لئے وہ دو جہاں کی دولت سے زیادہ ہے۔ کسی محب نے کہا ہے۔

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آن لب ۔۔۔ کہ صد سلام مرابس یکے جواب از تو

''اللّٰھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی وآلہ وبارک وسلم کما تحب وترضی عدد ما تحب وترضی'' (معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۷۹)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت نعمانی ﷫ حضور اکرم ﷺ کو مدینہ منورہ والی قبر مبارک میں بہ تعلق روح زندہ تسلیم فرماتے ہیں۔ اسی (ارضی قبر) کو قبر کہتے ہیں۔ آپ کے دنیا والے جسد اطہر کو شامل حیات سمجھتے ہیں۔ روح اقدس کی بدن مبارک سے ایک لحظہ کے لئے مفارقت برداشت نہیں کرتے اور یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے۔ جب کہ قبر شریف کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام آپ بنفس نفیس سنتے اور جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

۴...... حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ان سب استثنائی اور اختصاصی احکام ومعاملات سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی نوعیت دوسرے تمام لوگوں کی موت سے بہت کچھ مختلف ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اتنی بات سے ہمارے حلقے کے کسی صاحب علم کو اختلاف ہوگا۔ اسی طرح بعض احادیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نیز دیگر انبیاء علیہم السلام کو اپنے مدفنوں میں ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہے جو اس عالم کے مناسب ہے اور بعض حیثیات سے دنیاوالی ناسوتی حیات سے بھی اعلیٰ واقویٰ ہے۔ غالباً اس سے بھی کسی صاحب علم کو اختلاف نہ ہوگا۔ ہاں! اس کے آگے موت وحیات کی نوعیت کی تعین اور تفصیلات میں کچھ اختلاف ہوسکتا ہے اور اس کی گنجائش بھی ہے۔ ایسے اختلافات خود اہل السنت میں بلکہ اہل السنت کے ایک ایک حلقے میں بھی ہمیشہ رہے ہیں۔ ان کو اہمیت دینا اور ان باتوں کا باعث تفرقہ بننا بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔ (مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت ص ۱۵)

عقیدہ عذاب قبر اور مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ عذاب قبر میں صرف علمائے اہل السنت دیوبند سے متفق نہیں بلکہ اس عقیدہ کے زبردست حامی اور مؤید ہیں۔ وہ اس (زمین والی قبر) کو قبر کہتے ہیں۔ اسی قبر میں اعادہ روح کے قائل ہیں۔ ارضی قبر میں یہ تعلق روح مع الجسد العنصری دونوں کی جزاء وسزا کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنی مایہ ناز کتاب معارف الحدیث میں عقیدہ عذاب قبر کو ایسے پیارے اور خوبصورت انداز میں تحریر فرمایا ہے کہ منصف مزاج آدمی اس کو پڑھ کر بآسانی حیات قبر کے عقیدہ کو تسلیم کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس عقیدہ کی اہمیت، حقیقت اور صحیح صورت اس کے دل میں اتر جاتی ہے اور ایسی اترتی ہے کہ پھر نکلنے کا نام نہیں لیتی۔

بندہ عاجز کو عقیدہ حیات قبر خصوصاً حیات الانبیاء علیہم السلام کے عقیدے سے عہد طالبعلمی سے والہانہ محبت وعقیدت ہے۔ اسی مناسبت سے میں نے اس موضوع پر لکھی ہوئی کثیر التعداد کتابوں اور تحریروں کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن جیسے حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے قبر والی زندگی کو اذہان کے قریب کر دیا ہے۔ ایسا دل نشین انداز کہیں نہیں دیکھا۔ اس لئے میں اپنے تمام طلباء اور نوجوان علماء سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ اگر عذاب قبر کی حقیقت اور صحیح صورت کو سمجھنا ہے تو معارف الحدیث کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ! صرف اور صرف اس ایک کتاب کا مطالعہ شفاء العلیل ثابت ہوگا اور ایسی سیرابی ہوگی کہ پھر تادم زیست تشنگی محسوس نہ ہوگی۔ بندہ عاجز کا دل تو چاہتا ہے کہ حضرت نعمانی کی یہ پوری تقریر اپنے اس مقالہ میں شامل کر دوں۔ لیکن بخوف طوالت بندہ عاجز ان پر اکتفاء کرتا ہے۔ لہٰذا شائقین حضرات معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۸۶ تا ۲۰۴ کا مطالعہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ! توقع سے زیادہ نفع ہوگا۔

عام موتی کا سماع اور مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ تک عام موتی کے سماع کے قائل نہیں رہے۔ لیکن کئی سالوں کے بعد انہوں نے اپنے اس موقف سے رجوع فرما لیا اور اکابر علمائے اہل السنت والجماعت دیوبند رحمہم اللہ کی طرح وہ عام موتی کے سماع فی الجملہ کے قائل ہو گئے۔ چنانچہ امام اہل السنت حضرت مولانا شیخ الحدیث والتفسیر محمد سرفراز خاں صفدر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ حضرت مولانا (محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ) دور حاضر کے محقق عالم، بلند پایہ مناظر اور علمائے دیوبند کے ترجمان ہیں۔ پہلے آپ بھی سماع موتی کے منکر تھے۔ جیسا کہ ان کی کتاب ستہ ضروریہ ص ۳۶ میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور

مولف ندائے حق وغیرہ نے بھی یہ حوالہ دیا ہے۔ دیکھئے ندائے حق ص ۱۵۰، اقامۃ البرہان ص ۹۱ لیکن تینتیس سال تک سماع موتی کا انکار کرنے کے بعد حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر بنیاد رکھ کر اس سے رجوع کر لیا ہے اور اب سماع موتی کے مقر ہو گئے۔ (الفرقان لکھنو جمادی الاوّل ۱۳۸۶ھ بحوالہ سماع الموتی ص ۱۹۱)

واضح ہو کہ حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جتنا عرصہ سماع موتی کے انکاری رہے وہ عام موتی کے سماع کا مسئلہ تھا۔ جہاں تک تعلق ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع عند القبر الشریف کا تو یہ اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے۔ اس لئے اس کا انکار نہ حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے نہ کسی اور عالم دین نے۔

(۱۵) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

عصر ہذا کے معتزلہ جو درحقیقت عذاب قبر یعنی حیات قبر کی صحیح صورت کے منکر ہیں، اپنے اس اعتزال پر پردہ ڈالنے کے لئے بہت سے اکابر اہل السنت والجماعت کے نام اور بعض عبارات پر دھوکہ دہی اور فریب کاری کرتے ہیں اور جن اکابر کے نام کو غلط استعمال کرتے ہیں، ان میں حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ حالانکہ مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف، محقق، مدقق، عالم بلکہ علامہ ہیں۔ اللہ ان کو اور تمام اکابر کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے۔ مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام، عذاب قبر اور عام موتی کے سماع میں وہ تمام علماء دیوبند والا مسلک رکھتے ہیں۔ چونکہ سادہ لوح حضرات کو ان کے نام پر دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے مسلک کو تحریر کیا جائے تاکہ سیدھے سادے لوگوں کو منکرین حیات قبر کے دام تزویر سے بچایا جا سکے۔

مندرجہ ذیل اقتباسات میں غور فرمائیں:

۱...... حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔ اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۸۸)

۲...... لکھتے ہیں: مسند ابی یعلیٰ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و نیاز میں مشغول ہیں۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن فرمایا اور علامہ مناوی فیض القدیر شرح جامع صغیر ج ۳ ص ۸۴ میں فرماتے ہیں: ''ھذا حدیث صحیح'' یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ سیوطی مرقاۃ الصعود حاشیہ سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں کہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں احادیث درجہ تواتر کو پہنچتی ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۸۹)

۳...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''کیف تعرض صلوا تنا علیک فقدارمت یقولون بلیت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء اخرجہ ابو داود قال البیھقی لہ شواھد وقال العلامۃ علی القاری رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ وقال النووی اسنادہ صحیح'' ہمارا صلوٰۃ وسلام آپ پر کیسے پیش ہوگا؟ حالانکہ وفات کے بعد آپ

کے جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کے اجسام مبارکہ کو کھائے اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اور بھی شواہد ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ سوال اور آنحضرت ﷺ کا یہ جواب اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حیات سے مراد جسمانی حیات ہے۔ (مرقات ج ۲ ص ۲۱۰، سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۹۰)

۴...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ سنن ابن ماجہ میں ابوالدرداء سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز خاص طور پر مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ جمعہ کا دن یوم مشہود ہے، جس میں ملائکہ بکثرت حاضر ہوتے ہیں۔ جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا ابودرداء کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ ''وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق رواہ ابن ماجہ قال الدمیری رجالہ ثقات کذافی فیض القدیر ج ۲ ص ۸۷ وقال الزرقانی رواہ ابن ماجۃ برجال ثقات عن ابی الدرداء مرفوعاً'' کیا بعد موت کے بھی آپ پر ہمارا درود پیش ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تحقیق اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ پس اللہ کا ہر نبی قبر میں زندہ ہے اور اللہ کی طرف سے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ (زرقانی ج ۵ ص ۳۳۶، سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۹۱)

۵...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من صلّی عند قبری سمعتہ ومن صلّی علی نائیا بلغتہ'' جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے، اسے میں خود سنتا ہوں اور جو دور دراز سے مجھ پر درود پڑھتا ہے، وہ مجھ پر بذریعہ فرشتوں کے پہنچا دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ قرب اور بعد کا یہ فرق حیات جسمانی کے اعتبار سے ہے نہ کہ حیات روحانی کے اعتبار سے اور علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''وذلک لان لروحہ تعلقا بمقر بدنہ الشریف'' اور وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک اس کو آپ کے جسد اطہر مستقر یعنی قبر شریف کے ساتھ تعلق ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۹۲)

۶...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شیخ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے تھے اور جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا تو اس کو یہ فرماتے: ''لقد اذیت رسول اللہ ﷺ فی قبرہ'' تحقیق تو نے آواز بلند کر کے رسول اللہ ﷺ کو قبر میں ایذاء پہنچائی ہے۔ معلوم ہوا کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے نزدیک آنحضرت ﷺ قبر مبارک میں اسی جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۹۱)

۷...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ اگر مسجد نبوی کے متصل مکانات میں دیوار میں کسی کیل اور میخ ٹھونکنے کی آواز حجرہ نبوی تک پہنچتی تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فوراً اس کے پاس یہ کہلا کر بھیجتیں۔ ''لا تو ذوا رسول اللہ ﷺ'' رسول اللہ ﷺ کو کیل اور میخ ٹھونکنے کی آواز سے تکلیف مت پہنچاؤ۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۹۲)

۸...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ان تمام روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد عبادات سے معطل نہیں بلکہ نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان کو رزق ملتا ہے اور مزار مبارک پر جو شخص حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے اس کو خود سنتے ہیں اور امت کے اعمال آپ پر قبر ہی میں پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ تمام امور اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات، جسمانی ہے اور ارواح کا اجسام مبارکہ سے تعلق قائم ہے۔ غرض کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ امت

نے جسد اطہر کو وفات کے بعد قبر شریف میں ودیعت رکھا ہے اور شریعت نے مزار مبارک کی زیارت کی تاکید اکید کی ہے اور قبر مبارک میں امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور قبر مبارک میں آپ نماز ادا فرماتے ہیں اور قبر مبارک ہی میں آپ کو اللہ کی طرف سے رزق ملتا ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۹۳)

حضرات گرامی! بندہ عاجز نے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی کتاب "سیرۃ المصطفیٰ مطبوعہ مکہ پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور" سے چیدہ چیدہ اقتباس پیش کئے ہیں، جس میں مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ نے عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کو کھول کھول کر بیان فرمادیا ہے۔ البتہ اہل علم کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا براہ راست مطالعہ فرمائیں۔ مولانا کاندھلوی نے حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان قائم فرما کر کتاب کے بائیس صفحات پر اس عقیدہ کی بڑی عمدہ مدلل بحث فرمائی ہے۔

عقیدہ عذاب قبر اور مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ

مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ کا عقیدہ عذاب قبر کے متعلق وہی ہے جو علماء اہل سنت دیوبند کا ہے۔ وہ اسی زمین والی قبر کو "قبر" کہتے ہیں۔ اسی میں بوقت امتحان اعادہ روح اور بوقت جزا وسزا تعلق روح کے قائل ہیں اور وہ قبر کی کارروائی میں دنیا والے جسد عنصری کو روح کے ساتھ شریک سمجھتے ہیں۔ خواہ یہ جسد خاک وراکھ ہو جائے یا جس شکل وصورت میں مستحیل ہو جائے۔ مولانا کاندھلوی نے اپنی مشہور کتاب التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح میں اس عقیدہ پر خوب کلام فرمایا ہے اور عقلی ونقلی دلائل سے عذاب قبر کی اس صحیح صورت کا اثبات فرمایا ہے اور منکرین حیات قبر کے تمام شکوک وشبہات کا قلع قمع فرمایا ہے۔ اس ساری بحث کو یہاں نقل کرنا اور پھر اس کا ترجمہ کرنا تو مشکل ہے۔ کیونکہ بات بہت طویل ہو جائے گی۔ البتہ اس کا خلاصہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مولانا منکرین حیات قبر کا ایک مشہور شبہ نقل فرما کر چار طریقوں سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ پہلے شبہ پھر اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے۔ اگر معترض کہے کہ ہم کافر کو قبر میں دیکھتے ہیں، نہ وہاں سانپ ہیں نہ اژدھا اور نہ ہی شعلے مارنے والی آگ ہے اور کس طرح اس کی قبر تا حد نظر فراخ یا تنگ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اسی حالت پر ہے نہ بڑھی نہ کم ہوئی۔ لہٰذا خلاف مشاہدہ بات کی تصدیق کیسے کی جائے؟ مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ہم تیرے سامنے چند امور پیش کرتے ہیں جن کے ذریعہ اس شبہ کا جواب معلوم ہو جائے گا۔

<u>الامر الاوّل</u>: اللہ تعالیٰ نے تین عالم بنائے ہیں۔ عالم دنیا، عالم قبر وبرزخ اور عالم آخرت۔ عالم دنیا میں انسان کا بدن ظاہر ہے اور روح مخفی ہے۔ اس عالم کے حالات دکھ سکھ وغیرہ بدن پر طاری ہوتے ہیں اور روح بالتبع اس سے متاثر ہوتی ہے۔ مثلاً ضرب وقتل وغیرہ اوّلاً بدن پر وارد ہوتے ہیں اور روح بالتبع تکلیف اٹھاتی ہے اور عالم قبر وبرزخ کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہاں روح ظاہر اور نمایاں ہوتی ہے اور جسد خاک وراکھ کی شکل میں مخفی ہو جاتا ہے تو وہاں کے خوشی وغمی کے حالات اوّلاً روح پر وارد ہوتے ہیں اور بدن انسانی بالتبع متاثر ہوتا ہے اور عالم آخرت میں روح اور بدن دونوں براہ راست متاثر ہوں گے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ بدن انسانی بالتبع ثواب وعذاب سے متاثر ہوتا ہے تو اس لئے یہ کارروائی نظر نہیں آتی۔ اگرچہ وہ ہمارے سامنے جزا سزا بھگت بھی رہا ہے۔

<u>الامر الثانی</u>: اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت کے تحت قبر وبرزخ کی کارروائی کو ہماری نظروں سے اس لئے مستور کر دیا ہے کہ مومنین کی جماعت ایمان بالغیب کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہو جائے۔ دیکھئے جو شخص قریب المرگ ہے قرآن وحدیث کی نصوص پتہ دیتی ہیں کہ اس کے پاس ملک الموت مع ملائکہ کی جماعت کے آتے ہیں اور اس سے

سلام وکلام کرتے ہیں۔ اگر وہ شخص فرمانبردار ہے تو فرشتے اس کو خوش خبریاں سناتے ہیں اور اگر نافرمان ہے تو اس کو ڈراتے ہیں بلکہ سزا دیتے ہیں۔ ان سب امور کو قریب المرگ آدمی دیکھتا ہے، سنتا اور جواب دیتا ہے۔ لیکن اس کے پاس بیٹھنے والوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا ہے اور نہ ہی وہ ان کے سلام وکلام کو سنتے ہیں۔ تو یہی صورتحال عذاب قبر کی ہے۔

الامر الثالث: اللہ تعالیٰ نے عالم دنیا میں بھی ایسی چیزیں بنائی ہیں جو قبر کی کارروائی سے بھی زیادہ عجیب ہیں۔ دیکھئے حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سالہا سال اترتا رہا اور ایک ہی دن میں بھی کئی بار اترا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سلام وکلام فرماتے تھے۔ اس کی باتوں کو سنتے تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جتنے لوگ بھی موجود ہوتے تھے وہ نہ کچھ دیکھتے تھے اور نہ کچھ سنتے تھے۔ لیکن آج تک کسی مسلمان نے شک نہیں کیا تو یہی صورتحال عذاب قبر کی ہے۔

الامر الرابع: اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں کہ جس شخص کو سولی پر لٹکا دیا گیا یا پانی میں غرق ہو گیا۔ وغیرہ وغیرہ! اس کے اجزاء کی طرف روح کا اعادہ فرما دیں اور تعلق قائم کر دیں۔ کیونکہ یہ اعادہ روح اور تعلق روح دنیا والے اعادہ اور تعلق کی طرح نہیں ہے بلکہ اس سے مختلف ہے۔ اس لئے نظر نہیں آتا۔ اس طرح مردہ انسان کے اجزاء منتشرہ میں رنج وراحت کا ادراک پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل ومحال نہیں ہے۔ اللہ تو جمادات میں بھی اتنا ادراک وشعور رکھتا ہے کہ وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ پہاڑ وغیرہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان میں کبھی روح آتی ہی نہیں اور مردہ انسان تو وہ ہے کہ اس میں کچھ عرصہ روح رہی۔ لہٰذا اس کے اندر ثواب وعقاب کا ادراک واحساس کچھ مشکل نہیں ہے۔ نیز مولانا نے عذاب قبر کی صحیح صورت کو سہل انداز میں سمجھانے کے لئے عالم خواب کی نظیر بھی پیش کی ہے کہ سوتا ہوا شخص جب عالم خواب میں چلا جاتا ہے تو وہ اس عالم میں دیکھتا، سنتا، بولتا، روتا، ہنستا بلکہ دوڑتا اور پکڑتا ہے۔ عالم دنیا والوں کے سامنے اس کی ساری مشینری معطل پڑی ہے۔ دنیا والے اس کی کسی چیز کو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی اس کو جھٹلا سکتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح مردہ انسان قبر میں سب کچھ دیکھتا ہے۔ لیکن دنیا والوں کو نظر نہیں آتا۔ (التعلیق الصبیح ج۱ص۱۰۳)

۴...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''المراد من القبر ههنا عالم البرزخ وليس المراد به الحفرة التي يدفن فيها الميت فرب ميت لا يدفن كالغريق والحريق والماكول في بطن الحيوانات يعذب وينعم ويسال'' (التعلیق ج۱ص۱۰۴) یعنی یہاں قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں ہے جس میں مردہ انسان دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔ کیونکہ بہت سے ایسے مردے ہیں جو ارضی قبر میں باقاعدہ دفن نہیں کئے گئے۔ مثلاً جو پانی میں غرق ہو گیا۔ آگ میں جل گیا اور درندوں کے پیٹ میں چلا گیا۔ قبر کا سوال اور ثواب وعذاب ان کو بھی ہوتا ہے۔ یہاں مولانا کاندھلوی نے قبر سے برزخ مراد لے کر قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کی ہے، تاکہ قبر کا مفہوم مردہ انسان کے ہر مقام کو شامل ہو جائے۔ مولانا کی اس عبارت سے حقیقی قبر کی اس کی جزا وسزا کی، اس حیات کی اور تعلق کی نفی سمجھنا جہالت اور حماقت ہے۔ مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جسد عنصری کے مستقر کو قبر کہتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''كل موضع فيه مقره فهو قبره'' یعنی موت کے بعد مردہ انسان کا جو ٹھکانہ ہے وہی اس کی قبر ہے۔ (التعلیق ج۱ص۱۰۶)

۵...... مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ولكل روح بجسدها اتصال معنوي لا يشبه الاتصال في الحياة الدنيا بل اشبه شئي به حال النائم وان كان هو اشد من حال النائم اتصالا... واذا نقل الميت من قبر الى قبر

فالاتصال المذکور مستمر و کذالو تفرقت الاجزاء'' ہر روح کو اپنے جسد کے ساتھ اتصال معنوی یعنی تعلق رہتا ہے جو حیات دنیا کے مشابہ نہیں ہے بلکہ وہ سونے والے کے حال کے مشابہ ہے اور اگرچہ سونے والے کے حال سے بھی اس کا اتصال زیادہ قوی ہے...... اور جب میت کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کیا جاتا ہے تو بھی یہ اتصال یعنی تعلق بدستور قائم رہتا ہے اور اسی طرح اگر اس کی اجزاء منتشر بھی ہو جائیں تب بھی یہ تعلق قائم رہتا ہے۔ (التعلیق ج ۲ ص ۲۲۵)

قارئین کرام! بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک آپ کے سامنے آ گیا کہ وہ عذاب قبر کی صحیح صورت کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ حامی اور ناصر بھی ہیں۔

عام موتی کے سماع میں مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کی طرح سماع موتی کے قائل ہیں۔ جہاں جہاں حدیثوں میں سماع موتی ثابت ہے۔ اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں احادیث صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ مگر جواب نہیں دے سکتے۔ مقتولین بدر سے آپ کا خطاب فرمانا صحیحین اور تمام کتب حدیث میں مشہور ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ'' مامن احد یمرّ بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الاعرفہ ورد علیہ السلام رواہ ابن عبدالبر و صححہ ابو محمد عبدالحق '' جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر گزرتا جس کو مرنے سے پہلے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس پر سلام کرے تو وہ مردہ بھی اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کو جواب دیتا ہے۔ اس حدیث کو حافظ ابن عبدالبر نے روایت کیا اور شیخ عبدالحق نے اس کو صحیح بتایا۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۸۹)

قارئین کرام! یہ ہیں حیات قبر کے متعلق مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات۔ اب جو شخص ان عقائد سے منحرف ہے بلکہ ان کو غلط قرار دیتا ہے اور ایسے عقائد والوں پر شرک و کفر کے فتوے صادر کرتا ہے۔ وہ یقیناً مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہم مسلک نہیں ہے۔ اگر ان کے نام کو یا کسی عبارت کو ناجائز طور پر اپنے حق میں استعمال کرتا ہے تو وہ یقیناً دغاباز اور جعل ساز ہے۔ اللہ ہم سب کو علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کی راہ صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین! صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین!

(۱۶) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان، اکابر علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند رحمہم اللہ کی مذہبی اور سیاسی جماعت ہے۔ اس کے امیر اول امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جب کہ دوسرے امیر شیخ الاسلام حافظ الحدیث القرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور اس جماعت میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک جیسے اکابر علماء شامل تھے۔ اللّٰھم نوّر مراقدھم واغفرھم وارحمھم وادخلھم الجنۃ الفردوس!

جب چودھویں صدی کے اواخر میں سید عنایت اللہ شاہ نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کی بنیاد ڈالی اور عذاب قبر کی صحیح صورت کا انکار کیا تو اس نومولود فتنہ کی سرکوبی کے لئے اس دور کی جمعیت علمائے اسلام کے علمائے کرام نے باقاعدہ مشورہ کیا کہ عقیدہ حیات قبر کے موضوع پر ایک کتاب تحریر کر کے شائع کر دی جائے اور یوں

سادہ لوح عوام کے ایمان بچانے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ بالاتفاق کتاب لکھنے کے لئے امام اہل السنۃ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کا نام تجویز کیا گیا تو مولانا ممدوح نے اس موضوع پر ایک مکمل اور مدلل کتاب تالیف فرمائی اور اس کتاب کا نام ''تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور'' رکھا گیا اور جب یہ کتاب تیار ہوگئی تو جمعیۃ کے سرکردہ جید علمائے کرام نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں بیٹھ کر باقاعدہ حرف بحرف مولف کتاب سے اس کتاب کو سنا۔ تجاویز پیش کیں اور مفید مشورے دیئے جو قبول کئے گئے اور پھر اس کتاب کو شائع کیا گیا۔ لہٰذا اس کتاب کا ایک ایک مسئلہ اور ایک ایک عقیدہ بلکہ ایک ایک حرف جمعیۃ علمائے اسلام کا پسندیدہ اور مصدقہ بلکہ سماعت فرمودہ ہے۔ اس کتاب میں چار عقائد کو بڑی تحقیق اور عرق ریزی کے ساتھ کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین کی روشنی میں مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق ثابت کیا گیا ہے۔

۱...... عذاب قبر کی صحیح صورت۔

۲...... عقیدہ حیات الانبیاء خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ۔

۳...... عام موتی کا سماع فی الجملہ۔

۴...... توسل بالصالحین۔

قارئین کرام! اس کتاب کا بالاستیعاب بار بار مطالعہ کرنا اور اپنے پاس رکھنا ہر سنی مسلمان کے لئے ازحد ضروری ہے۔ یہ کتاب وقت کی ایک ضرورت ہے جس کو جمعیۃ علمائے اسلام کے اکابر نے محسوس فرمایا اور ایک عظیم الشان کتاب تالیف کرائی جس سے لاکھوں فرزندان توحید کے ایمان محفوظ ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مولف کتاب کو اور جو علمائے کرام اس کی تالیف کا باعث بنے ان سب کو امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے بہترین جزائے خیر عطاء فرمائے اور ان کے اس صدقہ جاریہ کو قیامت تک جاری وساری فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

جب حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی تالیف مکمل کر لی تو باقاعدہ جمعیۃ علمائے اسلام کے سرکردہ علمائے کرام نے اس کو مولانا کی زبان سے حرف بحرف سنا۔ پھر اس کی اشاعت کی نوبت آئی۔ چنانچہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تسکین الصدور کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ۲؍ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ مطابق ۴؍اگست ۱۹۶۲ء میں جمعیۃ علمائے اسلام کے مرکزی اجلاس میں جو لاہور میں منعقد ہوا اور جس میں ملک بھر کے سینکڑوں ذمہ دار علمائے کرام تشریف فرما تھے اور ان مسائل پر بھی خوب گرما گرم بحث ہوئی بالآخر بالاتفاق یہ طے ہوا کہ ان مسائل کی ترتیب اور تدوین اور ان کا باحوالہ مدلل ومبرہن کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی جائے اور وہ ان مسائل پر علمی مواد جمع کرے اور اس کے بعد ذمہ دار حضرات کی رائے سے ان کو شائع کیا جائے۔ چنانچہ اس کمیٹی کے لئے پانچ حضرات منتخب ہوئے۔

۱...... حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

۲...... حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

۳...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ

۴...... حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (اکوڑہ خٹک)

۵...... راقم اثیم (امام اہل السنۃ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ)

اور اس کمیٹی کا ناظم راقم کو منتخب کیا گیا باوجود نااہلی عدیم الفرصتی اور علالت کے ناچار الامر فوق الادب کے قاعدہ کے تحت اکابر کا حکم اور فیصلہ تسلیم کرنا پڑا۔ آخر مشہور مقولہ ہے۔ حکم حاکم مرگ مفاجات۔ ان جملہ اکابر کی ہدایات اور حکم کے مطابق راقم نے ان مسائل کو جمع کیا اور ان کو اطلاع دی کہ مجموعہ مرتب ہو چکا ہے۔ اس پر اظہار رائے کے لئے کوئی جگہ اور وقت متعین کریں۔ بالآخر ۲۴، ۲۵ رشعبان ۱۳۲۷ھ، بمطابق ۲۷، ۲۸ رنومبر ۱۹۶۷ء کی تاریخیں منتخب ہوئیں اور ملتان خیر المدارس جگہ متعلق ہوئی۔ (مقدمہ تسکین الصدور ص ۷۰)

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں۔ ملتان کے اجلاس میں جن حضرات نے شرکت کی اور اوّل سے آخر تک راقم کتاب سناتا رہا اور یہ بزرگ سنتے رہے اور بعض بعض مقامات میں اصلاح بھی کرتے رہے اور آخر میں بعض مسائل پر بحث بھی ہوئی اور ان کی ہدایت پر عمل کیا گیا وہ یہ ہیں:

۱...... حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

۲...... حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

۳...... حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)

۴...... حضرت مولانا محمد عبداللہ دام مجدہم جامعہ رشیدیہ ساہیوال

۵...... حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

۶...... حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

۷...... حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ (چکوال)

۸...... حضرت مولانا محمد نذیر اللہ خان دام مجدہم (گجرات)

۹...... راقم اثیم یعنی (مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ)

۱۰...... اور گاہے گاہے حضرت مولانا محمد اسحاق کوہاٹی نائب مفتی خیر المدارس ملتان بھی اس میں حصہ لیتے رہتے۔ (تسکین الصدور ص ۷۲)

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا حقائق کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ زیر نظر کتاب تسکین الصدور مصنفہ مخدوم محترم مولانا محمد سرفراز خان صاحب کا بغور مطالعہ کیا۔ مولانا موصوف نے جمعیۃ علمائے اسلام مغربی پاکستان کے فیصلہ کے مطابق اس کتاب کی تالیف کی ابتداء فرمائی اور مسودہ کی تکمیل کے بعد ملتان کے مجلس علماء کے ایک اجتماع میں اس مسودہ کو پڑھ کر سنایا۔ میں خود اس مجلس میں شریک تھا۔ بعض مقامات میں انہیں ترامیم کے لئے مشورہ بھی دیا جو مولانا نے بخوشی قبول فرمایا۔ آخر منظوری کے بعد حضرت مولانا اسے پھر سے مرتب کر کے کتاب وطباعت کی زینت سے آراستہ فرمایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء!

حضرت مولانا نے بالکل مثبت علمی انداز میں اہل السنۃ والجماعۃ کے متفقہ عقائد کو بڑی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ کتاب وسنت اور اقوال فقہاء متکلمین امت کے جامع استدلالات سے مسلمانوں کے سامنے پیش فرمایا کسی مخالف کی تشخیص وتعیین یا اس پر تنقید وتنقیص سے کامل احتراز کیا۔ عبارت سلیس صاف اور عمدہ اختیار کی گئی ہے۔ جس کے پڑھنے سے مطالب خود بخود ذہن میں ڈھلتے جاتے ہیں۔ اس دینی عظیم خدمت پر مولانا موصوف کی خدمت میں

ہدیہ تبریک پیش کر کے دعا کرتا ہوں کہ اللہ حضرت کی اس تالیف کو قبول فرما کر عامۃ المسلمین کے لئے مفید بنائے اور اسے زائغین کی ہدایت کا ذریعہ بنا کر حضرت موصوف کی فلاح دنیوی و نجات اخروی کا سبب بنا دے۔''وما ذلک علی اللہ بعزیز'' محمود عفا اللہ عنہ، خادم قاسم العلوم ملتان و ناظم عمومی کل پاکستان جمعیۃ علمائے اسلام

مؤرخہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ (تسکین الصدور ص ۳۶)

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''القول النقی فی حیات النبی ﷺ'' کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ امر مسلم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ ﷺ جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔ آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے۔ اس دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ۔ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال و حرکات مثل سمع بصر و بطش و مشی و کلام وغیرہا پر قادر ہیں۔ یہ عقیدہ کہ آپ کا جسد اطہر ساکن مصامت قبر مبارک میں صحیح و سلامت موجود ہے اور اس سے افعال و حرکات کا صدور نہیں ہوتا۔ عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ اور علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔

حضرت العلامہ العارف باللہ مولانا محمد عبداللہ مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہل حق کے اقوال کو اس ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ منصفین طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے۔ میں نے رسالہ کا مطالعہ کیا ہے۔ مجھے اس کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور رسالہ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ المومنین کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔

الاحقر الافقر ابو الفضل محمود عفا اللہ عنہ ملتان، مؤرخہ ۲۱/ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

(القول النقی ص ۳۲)

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف'' کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی کی تصنیف دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف کو مختلف مقامات سے دیکھا۔ ماشاء اللہ مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف پر اسلام و جمہور اہل السنۃ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق تحریر فرمایا۔ حوالہ جات پیش کئے اور صحیح مسلک کو حوالہ جات سے ایسا ثابت کیا جو اخلاف و معاصرین کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما وے اور حضرت مولانا کو ایسی تصانیف کرنے کی توفیق مزید بخشے۔ واللہ الموفق!

الاحقر الافقر محمود عفا اللہ عنہ، خادم مدرسہ قاسم العلوم ملتان، مؤرخہ ۱۷ ربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ

(دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف ص ۹)

پس معلوم ہوا کہ ماضی قریب کی جمعیۃ العلماء کے تمام اکابر اصاغر اور عہدیداران واراکین تسکین الصدور کے تمام مندرجات عقائد و مسائل سے حرف بحرف متفق تھے بلکہ ان سب اکابر علمائے کرام کی دل کی آواز تھی جس کو شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ ضبط تحریر میں لائے۔

(۱۷) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مفسر قرآن مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

زبدۃ المفسرین عمدۃ المحدثین رئیس العلماء حضرت مولانا حسین علی الوانی واں بھچراں نور اللہ مرقدہ ہمارے بہت سے اکابر کے شیخ المشائخ اور پیرو مرشد ہیں۔ چونکہ حضرت مولانا اکابر علمائے اہل السنت دیوبند کے تلمیذ رشید تھے۔ اسی وجہ سے ان کے عقائد کے حامل اور انہی کی تعلیمات کے امین تھے۔ خصوصاً عقیدہ عذاب قبر اور عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام میں انہوں نے کسی قسم کا تفرد اختیار نہیں کیا۔ حضرت مولانا کے عقائد کو معلوم کرنے کے لئے درج ذیل اقتباسات میں غور فرمائیے۔

عقیدہ عذاب قبر کے متعلق مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

۱...... فرماتے ہیں: ''المنکر والنکیر یاتیان المیت فیرسل فی ذلک المیت روحہ ثم یقعدہ فاذا سئل ارسلت روحہ بلا الم ونومن بان المیت یعرف من یزورہ اذا اتاہ او اکدہ یوم الجمعۃ بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس'' منکر ونکیر میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے۔ جب اس سے سوال ہو چکتا ہے تو اس کی روح بلا تکلیف کے نکال لی جاتی ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کو آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

۲...... مزید لکھتے ہیں: ''وقعدت عند مزار الامام الربانی فقال فی المکاشفۃ بیان مسئلہ التوحید اعلیٰ درجتہ عن السلوک'' میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس بیٹھا تو انہوں نے مجھے مکاشفہ میں کہا کہ توحید کے مسئلہ کو بیان کرنا تصوف سے اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔ (مقدمہ تفسیر بلغۃ الحیران ص ۸)

عقیدہ عذاب قبر معلوم کرنے کے لئے تحریرات حدیث ص ۵۴۳، ۵۴۰، ۶۶۰ کا مطالعہ کریں۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا حسین علی

۱...... حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وروی البیھقی وابن ابی شیبۃ ان بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ جاء الیٰ قبر النبی ﷺ وقال یا رسول اللہ استسق لامتک فانھم ھلکوا فاتاہ رسول اللہ ﷺ فی المنام واخبرہ انھم یسقون'' امام بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں۔ کیونکہ وہ ہلاک ہو چکی ہے۔ آنحضرت ﷺ ان کو خواب میں ملے اور ان کو خبر دی کہ بارش برسے گی۔ (ان شاء اللہ) (تحریرات حدیث ص ۶۵۷)

۲...... دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ وعلیٰ آل واصحابہ من صلّی علیٰ عند قبری سمعتہ ومن صلّی علیّ نائیا ابلغتہ۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس سے درود بھیجے۔ میں اسے خود سنتا ہوں اور جو غائب یعنی دور سے درود بھیجے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ (تحریرات حدیث ص ۵۴۷)

۳...... مزید لکھتے ہیں: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا ردّ اللہ علیّ روحی'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ

تبارک وتعالیٰ میری روح کو (اس کی طرف) متوجہ کر دیتے ہیں۔ (تحریرات حدیث ص ۵۴۶)

۴...... ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں: ''عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثر و الصلوٰۃ علیٰ یوم الجمعة فانہ مشھود تشھد الملائکة ان واحد لن یصلی علیٰ الاعرضت علی صلاتہ حین یقراء منھا قال قلت و بعد الموت قال وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق'' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن درود کثرت سے بھیجو۔ کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اور ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں جو کوئی بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ جس وقت وہ درود پڑھتا ہے...... راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یہ معاملہ تو دنیاوی زندگی میں ہے اور آپ کی وفات کے بعد؟ کیا کریں...... آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد یہی معاملہ رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر یہ حرام کر رکھا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔ (تحریرات حدیث ص ۵۴۸)

عام موتی کے سماع میں حضرت مولانا کا موقف

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ عام موتی کے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں۔ چنانچہ فتح القدیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''اللّٰھم ان لنخبصو ذلک باوّل الوضع فی القبر مقدمة للسوال جمعا بینہ و بین الایتین'' (تحریرات حدیث ص ۳۸۷)

خلاصہ یہ ہے کہ جب مردہ کو پہلی بار قبر میں رکھا جاتا ہے تو حساب وکتاب والے فرشتے آجاتے ہیں اور اس وقت اعادہ روح بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان منکر نکیر کے سوال کو سنتا، سمجھتا ہے تو اسی وقت مردہ انسان اپنے دفن کرنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کو بھی سنتا ہے۔ اس طریقہ سے آیات اور حدیث قرع نعال میں تطبیق ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا حسین علی سماع موتی فی الجملہ کے قائل ہیں۔ اگرچہ وہ اکابر علمائے دیوبند کی طرح مردہ کی سماع کلی کے قائل نہیں ہیں۔

مسئلہ توسل اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا دعا میں بزرگان دین کے وسیلہ دینے کے بھی قائل تھے۔ (تفسیر بلغۃ الحیران ص ۳۴۷، ۳۵۴)

اور اسی طرح حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تحفہ ابراہیمیہ میں بھی بزرگان دین کا وسیلہ دیا ہے۔ معلوم ہوا علمائے دیوبند کی طرح مولانا مرحوم توسل بالصالحین کے بھی قائل تھے۔

(۱۸) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین کرام! مرشد العلماء، زبدۃ الصلحاء، مفسر قرآن، پیر طریقت، رہبر شریعت، شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے ولی اللہ، محقق عالم دین اور صوفیاء کرام کے سلاسل اربعہ میں مجاز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ہی علمی اور عملی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نے ۱۳۳۳ھ میں دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کے لئے داخلہ لیا۔ ترمذی کے ابتدائی اسباق حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے۔ پھر تکمیل حدیث امام العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور اس دور کے دیگر علماء کرام سے کی۔ چونکہ حضرت مولانا بہلوی بندہ عاجز کے مرشد اور استاد

تھے۔ کیونکہ بندہ نے دوبارہ ان کی خدمت اقدس میں رہ کر دورہ تفسیر قرآن پڑھا تھا اور انہیں کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت بھی ہوا تھا۔ اسی لئے میری دلی تمنا تھی کہ میں جہاں دیگر علماء دیو بند کے موقف اور عقائد ثلاثہ لکھ رہا ہوں وہاں اپنے شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو بھی ضبط تحریر میں لاؤں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر قلم اٹھانے کی توفیق بخشی۔ دعا ہے کہ تکمیل کی بھی توفیق عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ کے جنت الفردوس میں درجات بلند فرمائے۔ جب ابتداءً سید عنایت اللہ شاہ بخاری اور ان کے ہم مزاج لوگوں نے عقیدہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام میں علماء اہل السنت والجماعت دیو بند سے اختلاف کیا تو راہ تفردات اختیار کرنے والوں کے رد میں سب سے پہلے شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا، جس کا نام "القول النقی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یہ رسالہ ان کی دیگر تالیفات کی طرح نہایت عمدہ اور محققانہ طرز پر لکھا ہوا ہے اور بار ہا چھپنے کی وجہ سے عام اور متداول ہے۔ تبرکاً بندہ عاجز اس رسالہ کے چند اقتباسات نقل کرتا ہے۔

۱...... حضرت شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے اکابر دیو بند وغیرہم رحمہم اللہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات برزخی جسمانی کے اس طور پر قائل تھے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وجود پاک کے ساتھ زندہ تشریف فرما ہیں۔ روضہ مبارک میں جس طرح کہ اس دنیا میں تشریف فرما تھے، جیسا کہ ماہنامہ (دار العلوم دیو بند) نومبر ۱۹۵۷ء ص ۸ میں اور رسالہ آب حیات مؤلفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے اور المهند علی المفند ص ۱۳ کتب خانہ اعزازیہ دیو بند میں ہے۔

۲...... شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پہلی روایت: ابن المبارک نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔

دوسری روایت: مشکوٰۃ شریف میں حضرت داؤد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ جسد مبارک کو کھا سکے۔ پس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

فائدہ: آپ کا زندہ رہنا قبر میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے۔ مگر انبیاء میں ان سے اکمل و اقویٰ ہے۔

تیسری روایت: بیہقی وغیرہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔

فائدہ: مدارج النبوۃ جلد دوم میں اس کے اسناد کی توثیق کی گئی ہے۔ (کذافی تنویر الملک فی روایۃ النبی الملک ص ۳۷)

چوتھی روایت: میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رات معراج ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں۔

پانچویں روایت: میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں رسولوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ نے ہارون علیہ السلام پر سلام کیا اور اس نے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے رحمت کی دعا کی اور حضرت ادریس علیہ السلام پر سلام کہا اور اس نے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے رحمت کی دعا کی۔ (کذافی الدرۃ الفاخرہ للغزالی ص ۱۶

چھٹی روایت: میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مدینہ سے حج یا عمرہ کرنے کے لئے مدینہ سے گزریں گے۔ مجھ پر سلام کہیں گے تو میں ان کو جواب دوں گا۔ (کذافی الدرۃ الثمنیہ لابن النجار ص ۱۲)

ساتویں روایت: جو کوئی میرے پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میرا روح (توجہ) واپس کرتا ہے۔ اس کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ (القول النقی فی حیات النبی ﷺ ص ۸ تا ۱۰) (رواہ ابوداؤد)

مندرجہ بالا روایات کا خلاصہ یہ نکلا کہ سب انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ بھی زندہ ہیں۔ روضہ اقدس میں تشریف فرما ہیں۔

۲...... شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خود حضرت محمد ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے اس کو میں خود سنتا ہوں۔ (القول النقی ص ۹)

۳...... شیخ بہلوی لکھتے ہیں: ''وفی روایۃ من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی رواہ القاضی عیاض فی الشفاء۔ روی الدار قطنی ایضاً من حج وزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی ھذا انتھی'' ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے میری موت کے بعد زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو شفاء میں روایت کیا اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے حج کیا اور میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہے جیسا میری زندگی میں زیارت کی۔ (مستدلات العقائد الحنفیہ ص ۲۸۲)

عقیدہ عذاب قبر اور شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ

عذاب قبر کے متعلق شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اور نظریہ بھی من وعن علماء دیوبند والا ہے۔ آپ اسی زمین والی قبر کو ''قبر'' کہتے ہیں اور اسی قبر میں اعادہ روح کے قائل ہیں اور قبر کی جزا وسزا سے روح اور جسد عنصری کے مابین تعلق کو بھی ثابت فرماتے ہیں۔ چنانچہ درج ذیل اقتباسات میں غور فرمائیں۔

۱...... فرماتے ہیں: اور واپس ہونا روح کا تمام موتیٰ کے لئے حدیث صحیح میں موجود ہے۔ جس سے سوال منکر نکیر ہوتا ہے۔ (القول النقی ص ۱۶)

۲...... حضرت شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اور تنویر الملک ص ۶۹ میں شیخ نجم الدین اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک جوان کے دفن پر حاضر ہوا تو تلقین کرنے والا قبر پر اس کو تلقین شہادۃ کر رہا ہے اور دفن ہونے والے سے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ کیا تعجب نہیں کرتے۔ ایسے مردہ سے کہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے۔ (القول النقی فی حیات النبی ﷺ ص ۱۵)

۳...... شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تمام علماء ملت اسلامیہ اس امر میں متفق ہیں کہ موت فنا کامل کا نام نہیں بلکہ صرف زندگی کے ایک پلیٹ فارم سے اتر کر دوسرے پر جانے کا نام ہے۔ اس لئے ادراک، شعور، سرور، غم اس ظاہری موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ اس لئے سلام وتلقین من جانب شارع علیہ السلام تجویز فرمائی گئی ہے۔

علامہ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (کتاب الروح ص ۹۸) میں فرماتے ہیں: ''والسلف مجمعون علیه ھذا وقد تواترت الاثار عنھم بان المیت یعرف زیارۃ الحی ویستبشر به'' یعنی سلف متفق ہیں۔ اس بات پر اور ان سے تواتر آثار اخبار آچکے ہیں کہ میت زندہ کی زیارت کو جانتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ (القول النقی ص ۶)

عام موتیٰ کا سماع اور شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر شریف کے تو یقیناً قائل ہیں اور اس کو احادیث

صحیحہ سے ثابت فرماتے ہیں۔ لیکن عام موتی کے سماع سلام کے بھی علماء دیو بند کی طرح قائل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

۱...... امام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: ''ان الشھداء بل کل المومنین اذا زارھم المسلم وسلّم علیھم عرفوا بہ وردوا علیھم السلام'' (وفاء الوفاء ص ۱۲۵)

یعنی شہداء اور تمام مومن جب ان کی زیارت مسلمان کرتا ہے اور سلام ان پر کہتا ہے۔ اس کو جانتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (از اثر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ماہ نومبر ۱۹۵۸ء)

۲...... شیخ بھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ فاطمہ بنت خزاعیہ رضی اللہ عنہا نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر سلام کہا کہ ''السلام علیک یاعم رسول اللہ'' اس نے جواب دیا۔ ''علینا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ'' انتہی! (القول النقی ص ۱۵)

قارئین کرام! آپ نے معلوم کر لیا سیدی سندی مرشدی ومولائی مولانا محمد عبداللہ بھلوی نور اللہ مرقدہ، عقائد ثلاثہ میں مکمل طور پر علماء دیو بند اہل السنۃ والجماعت کے ترجمان ہیں۔ اب اگر کوئی شخص حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان فرمودہ عقائد کو رد کرتا ہے اور ان کے پیش کردہ دلائل کو کمزور بنانے کی سعی ناتمام کرتا ہے۔ وہ یقیناً حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر نہیں ہے بلکہ ان کے اعتقاد کے برعکس عقیدہ رکھتا ہے اور اس سب کے باوجود ایسا شخص دعویٰ کرتا ہے کہ شیخ بھلوی رحمۃ اللہ علیہ میرے مسلک اور عقیدہ پر تھے تو وہ یقیناً دغاباز جعلساز اور عیار و چالاک ہے اور وہ اپنی اس عیاری و چالاکی کے ذریعہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ!

(۱۹) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ القرآن والحدیث شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ بندہ عاجز کے استاذ حدیث ہیں۔ میں نے بخاری شریف جلد ثانی انہیں سے پڑھی تھی۔ اس مناسبت سے میں چاہتا ہوں کہ اپنے شیخ ومربی کا عقیدہ لکھ کر اپنی کتاب میں شامل کروں۔ لیکن دشواری یہ ہے کہ شیخ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا تالیف کی طرف التفات کم رہا۔ کیونکہ آپ کی پوری زندگی تعلیم وتدریس اور تبلیغ دین میں مساجد ومدارس دینیہ قائم کرنے میں اور پاکستان میں نفاذ آئین شریعت کی جدوجہد میں صرف ہوئی۔ یہ بات اہل علم خوب جانتے ہیں کہ جب سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے عقیدہ حیات النبی ﷺ میں اختلاف کر کے راہ تفرد اختیار کی اور اس نومولود فتنہ کے انجام بد کو اپنی نور بصیرت سے دیکھ کر جن حضرات نے اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا، مثلاً حضرت مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا لال حسین اختر اور حضرت مولانا محمد علی جالندھری وغیرہم نور اللہ مرقدہم اور حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ایسے مجاہدین علماء کی صف اوّل میں شمار ہوتے ہیں اور شیخ درخواستی کے ہزاروں کی تعداد میں شاگرد اب بھی بقید حیات موجود ہیں اور جو اس چیز کے شاہد عدل ہیں، لیکن بندہ عاجز کو تو تحریری مواد مطلوب تھا تو بحمد اللہ حسب ضرورت میسر آ گیا۔

۱...... شیخ بھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''القول النقی فی حیات النبی ﷺ'' میں ابوداؤد کی حدیث ''مامن احد یسلم علی الا ردّ اللہ علیّ روحی'' نقل فرمائی ہے اور پھر اس حدیث پر وارد ہونے والا مشہور اشکال نقل فرمایا ہے کہ اس سے تو بار بار حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک کا آنا پھر جانا معلوم ہوتا ہے۔ پھر شیخ بھلوی نے اس اشکال کے متعدد جواب بیان فرمائے ہیں اور آخر میں ایک جواب حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہوئے

لکھتے ہیں۔ حضرت مولانا حافظ الحدیث محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ العالی (اب تو حضرت مرحوم ومغفور ہو چکے ہیں) فرماتے ہیں کہ بیہقی کی ایک روایت میں ''الا وقدر ذالله علیّ روحی'' ہے۔ پھر کوئی اشکال نہیں رہتا۔ اس لئے کہ معنی یہ ہوگا کہ جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اس پر سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اس لئے کہ روح تو میری طرف سے پہلے واپس ہو چکی ہے۔ (القول الجلی فی حیات النبی ﷺ ص ۲۱)

۲...... شیخ درخواستی رحمہ اللہ نے حضور اکرم ﷺ کی مدح میں بزبان عربی ایک قصیدہ لکھا اس میں فرماتے ہیں: ''ھو حی فی قبرہ کحیات الانبیاء وحرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' آپ دیگر انبیاء کی طرح اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ زمین پر حرام ہے کہ انبیاء کے اجساد کو کھائے۔ ''حیاتھم اعلیٰ واکمل من الشھداء وشانھم ارفع فی الارض والسماء'' انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ واکمل ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان آسمان اور زمین سے نہایت اونچی ہے۔ (حافظ الحدیث نمبر ص ۱۲۲)

حضرت کے دست مبارک سے لکھا ہوا پورا قصیدہ آپ کے صاحبزادوں کے پاس محفوظ ہے۔

۳...... ماہنامہ انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر میں حضرت مولانا مجاہد الحسینی کا ایک مضمون ہے جس میں وہ لکھتے ہیں: اسی طرح ایک شخص نے میری موجودگی میں حضرت درخواستی رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ مسجد الحرام کو سعودی انتظامیہ میں ساری ساری رات کھلا رکھتی ہے۔ لیکن مسجد نبوی ﷺ نصف شب کے بعد بند کر دی جاتی ہے۔ یہ تفاوت کیوں؟ حضرت حافظ الحدیث مولانا درخواستی رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ مکہ معظمہ کی مسجد الحرام میں اللہ تعالیٰ کا علامتی گھر بیت اللہ شریف ہے اور اللہ کی ذات اقدس کو ''لاتاخذہ سنة ولا نوم'' اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ اس لئے مسجد الحرام ساری رات کھلی رکھی جاتی ہے اور مدینہ منورہ کی مسجد نبوی ﷺ حجرہ نبوی سے ملحق ہے۔ چونکہ حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی آخری آرام گاہ اور آپ کا مسکن ہے۔ آپ کو آرام واستراحت کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے مسجد نبوی ﷺ رات کے کچھ حصے میں تہجد تک کے لئے بند کر دی جاتی ہے۔ (حافظ الحدیث نمبر ص ۲۱۸)

(۲۰) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ

خلاق عالم نے دارالعلوم دیوبند کو خصوصیات سے نوازا ہے۔ من جملہ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ جل جلالہ نے اس ادارہ پر خصوصی برکات کا نزول فرمایا ہے۔ برکات کا یہ عالم ہے کہ جو طالب علم اس دارالعلوم میں داخل ہوا اور پڑھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے عقائد اور اعمال دونوں کی اصلاح ہوگئی اور جو طلباء دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اپنے دور کے مفسر، محدث، فقیہ، متکلم الاسلام، فلسفی، مناظر اسلام، مدرس، معلم، مصنف اور صوفی باصفا بنے۔ فارغ التحصیل ہونے والوں نے دارالعلوم سے جو کسب فیض فرمایا تو فراغت کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں بلکہ پوری دنیا میں اس فیض کو عام کر دیا۔ اب دنیا میں کوئی ایسا خطہ نہیں ہے جس میں دارالعلوم دیوبند کا فیض نہ پہنچا ہو۔ خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ۔

دارالعلوم کے ایسے سینکڑوں سپوت بھی ہیں جنہوں نے عرب وعجم کو دارالعلوم کے فیوضات سے مالا مال کر دیا۔ بعض فضلاء دیوبند وہ ہیں جنہوں نے پوری زندگی کسی خاص شعبہ میں دین کی خدمت کی ہے اور بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے دین کے کئی شعبے سنبھال لئے ہیں۔ بعض ایسے مجاہد بھی ہیں جنہوں نے دین متین کے ہر شعبہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ انہوں نے تعلیم وتدریس کا کام بھی کیا۔ بحث اور مناظرہ کے میدان بھی فتح کئے۔ قرآن

وحدیث کے درس بھی دیئے۔ باقاعدہ عملی جہاد میں بھی حصہ لیا۔ عوام الناس تک احکام شریعت بھی پہنچائے۔ دین کی خاطر جیلیں بھی کاٹیں اور تختہ دار پر بھی لٹکے۔ خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ کرنے کے لئے عملی جدوجہد بھی کی۔ الغرض دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی فضلاء دیوبند نے آبیاری نہ کی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام کے سچے خادم عصر ہذا میں علماء دیوبند ہی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیوبند اور علماء دیوبند کو دین اسلام کی ہمہ خدمات کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ ویسے تو فضلاء دیوبند کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوگی، جنہوں نے خادم دین کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ لیکن بندہ عاجز یہاں ایک فاضل دیوبند کا مختصر تذکرہ عرض کرنا چاہتا ہے۔ جن کا نام نامی ہے خواجہ خواجگان مخدوم العلماء صوفی باصفا حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ آف کندیاں شریف۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں اس وقت دورۂ حدیث کیا جب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ دارالعلوم کے شیخ الحدیث تھے۔ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ تھے۔ آپ کے اکثر مرید علماء کرام تھے، جس سے آپ کی قدر ومنزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بے شک بحیثیت پیر طریقت ہونے کے آپ ایک صوفی باصفا تھے۔ آپ نے لوگوں کے اخلاق اور عادات کی بھرپور اصلاح فرمائی۔ بے شمار مریدوں نے آپ کی خدمت میں رہ کر انسانیت کا سبق سیکھا۔ آپ کے اردگرد علماء طلباء اور عوام کا ایک جم گٹھا رہتا تھا، جو آپ سے کسب فیض کرتا تھا۔ آپ ان کی خوب اصلاح فرماتے تھے۔ لیکن آپ صرف صوفی باصفا نہیں تھے، بلکہ آپ کو جس طرح لوگوں کے اعمال ظاہریہ اور باطنیہ کے اصلاح کی فکر تھی۔ اسی طرح آپ کو لوگوں کے عقائد سنوارنے کی بھی فکر رہتی تھی اور اصلاح کے لئے آپ نے بہت سے علمی اور عملی کارنامے سرانجام دیئے۔

چنانچہ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے کام کرنے والی جماعت تحفظ ختم نبوت کی امارت کو قبول کرنا اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مرزائی، قادیانی اور لاہوری اگرچہ اپنے عقائد بد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مرتد بن چکے ہیں۔ لیکن وہ اتنے عیار اور چالباز ہیں کہ وہ اپنی چالاکیوں کے ذریعے ایک سادہ لوح مسلمان کو اپنی دام تذویر میں پھنسا لیتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے دور امارت میں جماعت کو خوب فعال بنایا۔ اندرون اور بیرون ملک ختم نبوت کے لئے ایسا سنہری کام کیا جس کی نظیر کا ملنا مشکل ہے۔ حضرت نے مسجد کے خطباء کو خط لکھے کہ آپ ہر ماہ ایک یا دو جمعہ کے موقع پر لوگوں کو عقیدہ ختم نبوت سنائیں اور مرزائی کی چالبازی سے ہوشیار رہنے کی تلقین کریں۔ آپ آخری دم تک مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے اور عقیدہ ختم نبوت کی آبیاری کرتے رہے۔

اسی طرح عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے ساتھ آپ والہانہ محبت رکھتے تھے اور بار بار اس عقیدہ کو بیان بھی کرتے تھے اور ساتھ ساتھ مماتیوں، اشاعتیوں، پنج پیریوں سے اعلان برأت بھی فرماتے تھے اور عقیدہ حیات النبی ﷺ سے متعلق اپنی تحریریں وقتاً وقتاً مختلف دینی جرائد میں شائع بھی فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ فتنہ مماتیہ ان کے دور میں ان کے سامنے پیدا ہوا۔ اس لئے وہ اس فتنے کے نقصانات سے بخوبی واقف تھے اور ایسے فتنہ پردازوں کے مزاج سے بھی واقف تھے اور جانتے تھے۔ ہمارے تمام اکابر پر یہ لوگ ان کو اپنا ہمنوا ظاہر کر کے ان پر قبضہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہمارا کوئی بزرگ ایسا نہیں جس کی ادھوری، غیر متعلقہ اور سیاق وسباق سے علیحدہ کی ہوئی عبارات پیش کر کے سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش نہ کی ہو کہ یہ بزرگ بھی ہمارا ہے، وہ بزرگ بھی ہمارا ہے۔ حالانکہ اکابر علمائے اہل السنت دیوبند میں سے کوئی ایک ایسا نہیں ہے جس کا عقیدہ حیات النبی ﷺ ان جیسا ہو

بلکہ وہ سب حضرات عقیدہ حیات النبی ﷺ میں روح کا جسد عنصری سے تعلق مانتے ہیں اور یہ حضرات سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف کے بھی قائل ہیں۔ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔لیکن ان ساری تصریحات کے باوجود یہ لوگ بڑی ڈھٹائی سے ہمارے اکابر کو بدنام کرتے ہیں۔

تو ایسے حالات میں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کو بھی شاید یہ خدشہ ظاہر ہوا کہ میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد یہ لوگ عوام الناس میں یہ پروپیگنڈہ کریں کہ خواجہ صاحب ہمارے تھے۔ ہماری طرح مماتی، اشاعتی تھے۔انہیں حالات کے پیش نظر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو پوری زندگی کھول کر بیان کیا۔تا کہ زائغین ان کے نام پر کسی سیدھے سادھے مسلمان کے ایمان کا نقصان نہ کر دیں۔

اس سب سے بڑھ کر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک کام بہت ہی لائق تحسین ہے۔وہ یہ کہ آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود سے ایک کتاب لکھوائی جس کا نام ہے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ۔اس کتاب میں تقریباً تقریباً تمام عقائد اہل السنۃ والجماعۃ مدلل طریقہ پر بیان کئے گئے ہیں۔ایمان وکفر کی بحث،توحید اور شرک کی بحث، وجود باری تعالیٰ کی بحث، نبوت ورسالت اور ختم نبوت کی بحث، فرشتوں اور آسمانی کتابوں کی بحث، عذاب قبر اور قیامت وآخرت کی بحث، جنت اور جہنم، اعراف کی بحث، مسئلہ تقدیر، عقیدہ حیات الانبیاء، مسئلہ توسل، عظمت صحابہ واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین، معجزات وکرامات، جنات اور جادو اور شعبدہ بازی کا بیان، تقلید واجتہاد کا مسئلہ، تصوف وتزکیہ کا بیان، فرق باطلہ کی نشاندہی وغیرہ عقائد ومسائل کو بڑی سنجیدگی سے بیان کیا گیا ہے۔یہ کتاب ہر عالم اور ہر طالب علم کے لئے یکساں مفید ہے۔اس کتاب کو پڑھنے والا گویا عقائد اسلام کا حافظ بن جاتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے صرف یہ کتاب لکھوائی ہی نہیں بلکہ اس کے شائع کرنے کا بھی اہتمام فرمایا ہے اور یہ کتاب خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے شائع کرائی ہے اور اس کی تقسیم بھی خانقاہ سے فرماتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے۔حضرت خواجہ صاحب کو جن کی دعاؤں سے عقائد کا یہ ذخیرہ معرض وجود میں آیا اور اللہ جزائے خیر عطاء فرمائے۔حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود کو جنہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور بالآخر تکمیل کو پہنچایا تو ثابت ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب نے اپنی پوری زندگی میں مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے لئے بھرپور کوشش جاری رکھی اور اس مشن پر ان کا خاتمہ بالخیر ہوا۔آخر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس بزرگوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔آمین یارب العالمین!

مناسب معلوم ہوتا ہے۔عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی ایک تحریر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جائے جو انہوں نے ملک حاکم خان صاحب کی طرف لکھی ہے۔خواجہ صاحب کا یہ خط ایک رسالہ ہیں، شائع ہوا ہے، جس کا نام ہے۔(مماتی فتنہ علمائے دیوبند کی نظر میں) یہ رسالہ حضرت مولانا محب اللہ صاحب لورالائی والے کا لکھا ہوا ہے اور یہ صاحب حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

چنانچہ "بسم اللہ والحمدللہ" کے بعد لکھتے ہیں۔ملک حاکم خان صاحب مکرمی السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک جمیع علمائے کرام کا اجماعی طور پر حیات النبی ﷺ کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔صرف یہ ہے

کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔ روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلا واسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر علماء دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے۔ یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین!

حضرت خواجہ صاحب کے اس خط کا عکس رسالہ مذکورہ میں بمع دستخط کے موجود ہے۔

(۲۱) عقیدہ حیات النبی ﷺ اور علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ

۹ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ سے دو سال قبل اوچ شریف کے نواحی علاقہ گمانی میں ایک دینی درسگاہ کے اندر تبلیغی، اصلاحی جلسہ مولانا خلیل الرحمن مستوئی دامت برکاتہم نے منعقد کیا تھا جس میں شہید مظلوم حضرت علامہ علی شیر حیدر نور اللہ مرقدہ بھی مدعو تھے۔ بندہ عاجز کو بھی اس جلسہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ بندہ عاجز جلسہ عام سے خطاب کر رہا تھا۔ صدارت حضرت مولانا حاجی احمد صاحب مہتمم جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی ضلع بہاول پور فرما رہے تھے۔ چنانچہ علامہ صاحب بندہ عاجز کے خطاب کے دوران اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کو دیکھتے ہی مجمع استقبال کی غرض سے کھڑا ہو گیا۔ بندہ نے خطاب روک دیا اور علامہ صاحب کو کرسی پر تشریف رکھنے کی درخواست کی گئی۔ لیکن علامہ صاحب بجائے کرسی کے نیچے بیٹھ گئے اور مجھے حکم فرمایا کہ اپنے خطاب کو جاری رکھیں۔ بندہ عاجز اگرچہ یہ مناسب نہ سمجھتا تھا کہ ان کی موجودگی میں کچھ عرض کرے۔ لیکن حسب الارشاد چند باتیں اختصار کے ساتھ عرض کر دیں اور ان کے لئے مائیک خالی کر دیا اور اسٹیج پر کرسیوں کی ترتیب ایسی بنی کہ حضرت علامہ صاحب درمیان میں تشریف فرما ہوئے اور ان کے دائیں بائیں بندہ عاجز اور حضرت مولانا حاجی امداد احمد صاحب کی کرسیاں تھیں۔ چنانچہ آپ کا خطاب شروع ہو گیا۔

بعد از خطبہ مسنونہ علامہ حیدری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کا ایک رکوع تلاوت فرمایا اور یہ خوشخبری بھی سنائی کہ میں نے جیل کی چند ماہ زندگی میں قرآن مجید حفظ کر لیا ہے۔ اپنے خطاب کے شروع میں یہ بھی تواضعاً ارشاد فرمایا کہ میں اس دو حضرات کے درمیان میں ہوں۔ اس لئے بات کرنا دشوار ہو رہا ہے۔ لیکن حضرت مولانا حاجی احمد صاحب نے برجستہ قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ”یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان“ برموقع محل آیت مبارکہ کی تلاوت سے علامہ حیدری نور اللہ مرقدہ بھی نشاط میں آگئے اور جلسہ میں شریک علماء حضرات بھی خوشی سے کشت زعفران بن گئے۔ پس اب علامہ حیدری رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت بھی کھل گئی اور آپ نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو اپنا موضوع سخن بنایا اور اپنے مخصوص انداز میں اس مقدس عقیدہ کو دلائل سے مبرہن فرمایا۔ جیسا کہ ان کی عادت مبارکہ تھی۔ علامہ حیدری رحمۃ اللہ علیہ کے اس خطاب کا خلاصہ اور لب لباب بندہ عاجز کے الفاظ میں اور سہل رنگ میں پیش خدمت ہے۔ علامہ صاحب نے شروع میں ارشاد فرمایا کہ کتاب سنت کی وہی تفسیر اور تشریح معتبر ہے جو سلف صالحین سے منقول چلی آ رہی ہے اور ہمیں اپنے اکابر کی آراء پر پورا پورا اعتماد رکھنا چاہئے۔ آج تحقیق کے نام پر سلف بیزاری کا جو رجحان پیدا کیا جا رہا ہے، یہ گمراہی کی خشت اوّل ہے بلکہ تحقیقات کی بجائے

تشکیکات کا چور دروازہ کھولا جا رہا ہے۔ لہٰذا نئی نئی تحقیقات کی بجائے سلف صالحین پر اعتماد کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا سلامتی کی راہ ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی موت برحق ہے۔ موت کے قانون سے بجز اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی شخص بھی مستثنیٰ نہیں۔ لیکن موت کا پیالہ پینے کے بعد آدمی عدم محض کے گھاٹ نہیں اترتا بلکہ عالم دنیا سے منتقل ہوکر عالم قبر و برزخ میں چلا جاتا ہے اور عالم برزخ میں ہر مرنے والے کو اس عالم کے حالات کے مناسب ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے جس کے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔ سب سے اعلیٰ اور ارفع حیات حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوتی ہے۔ ان کے بعد شہید کا درجہ ہے، اسی طرح بقیہ لوگوں کا حیات قبر میں شریک ہونا کتاب سنت سے ثابت ہے۔ البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات قبر و برزخ خصوصی اور امتیازی شان رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کی حیات قبر اتنی قوی تر ہے کہ آپ ﷺ بنفس نفیس زائرین کا سلام سنتے ہیں اور جواب مرحمت فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کو یہ حیات بہ تعلق روح مع الجسد العنصری حاصل ہے۔ جیسا کہ شہداء کے بارے میں قرآن مجید کی آیت بتلاتی ہے۔ ”ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون“ اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں، ان کو مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کی حیات تمہارے فہم و شعور سے بالاتر ہے۔

اس آیت میں اس شخص کی حیات جاودانی کا بیان ہے جو اللہ کے راستے میں قتل کیا گیا اور ظاہر ہے کہ قتل والا فعل اولاً و اصالۃً جسم پر وارد ہوتا ہے اور بالتبع روح بھی قتل کا مورد بنتی ہے۔ پس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قتیل اور مقتول فی سبیل اللہ زندہ ہے اور مقتول چونکہ روح اور جسد کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا عالم قبر و برزخ میں بھی روح اور جسد دونوں زندہ ہیں اور آیت مذکورہ بالا اس پر نص قطعی ہے تو قرآن پاک کی نص قطعی سے روح اور جسد عنصری دونوں کی حیات ثابت ہوئی جس پر ایمان لانا ایک سنی مسلمان کے لئے لازم ہے۔ جب ایک شہید بنص قرآنی روح اور جسد کے مجموعہ کے ساتھ زندہ ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر و برزخ بطریق اولیٰ اس آیت سے ثابت ہوگی۔ باقی رہی مسلم شریف کی حدیث طیور خضر تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء فی سبیل اللہ کو سبز رنگ کے طوطوں کی شکل میں سیر و سیاحت کے لئے طیارے عطاء کرتے ہیں، جن میں وہ بیٹھ کر بشکل انسانی اللہ تعالیٰ کی جنت کی سیر کرتے ہیں اور ادھر اپنی قبر میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سوتا ہوا شخص عالم خواب میں مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کرتا ہے اور ادھر وہ اپنی چارپائی پر بھی موجود رہتا ہے۔ پس اس طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء حضرات اپنی قبور میں ہوتے ہوئے سبز رنگ کے طوطوں کی شکل کے طیاروں میں بیٹھ کر اللہ کی جنت کی سیر بھی کرتے ہیں۔ ”وما ذالک علی اللہ بعزیز لا منافاۃ بینھما“

پس یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ شہداء کرام سے انسانی صورتیں چھین لیتا ہے اور انسان کی بجائے ان کو جنت کا طوطا بنا دیتا ہے۔ ایک کوتاہ فہمی ہے۔ مثلاً ہمارے ممدوح علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ حسن باطنی کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری کی دولت سے بھی مالا مال ہیں اور یقیناً وہ ایک حسین جمیل انسان ہیں اور ان کا چہرہ دیکھنے والوں کے سامنے ایک چمکتا دمکتا چہرہ تھا۔ کیا کوئی مسلمان یہ تصور کر سکتا ہے کہ حضرت حیدری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خوبصورت انسانی شکل چھن گئی ہے اور وہ اب صرف جنت میں ایک طوطے کی شکل میں ہیں تو میں سمجھتا ہوں ایسا تصور کوئی ہوش مند انسان نہیں کر

سکتا۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کرام کی موت برحق اور سچ ہے۔ اسی طرح ان کی حیات قبر و برزخ بھی کتاب وسنت سے ثابت شدہ عقیدہ ہے جس کی صحیح صورت یہی ہے کہ اس عالم میں روح اور جسد کے مابین ایک تعلق قائم کیا جاتا ہے۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور اس تعلق کی وجہ سے وہ حضرات راحت وسرور کو محسوس کرتے ہیں۔ بے شک جسد مثالی کے قائلین ہزار جسد مثالی تجویز فرمالیں۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی کوئی اس سے اختلاف ہے۔ لیکن دنیا والے جسد کے ساتھ تعلق ماننا اتنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر کتاب وسنت پر ایمان کے تقاضے ہرگز پورے نہیں ہوتے۔ نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جسد مثالی کا وجود جسد عنصری کا مرہون منت ہے۔ اگر جسد عنصری سے روح کے تعلق کا انکار کر دیا جائے تو جسد مثالی تسلیم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ جسد مثالی جسد عنصری کا عکس اور ظل ہے۔ جب اصل ہوگا تو عکس اور ظل کا تصور بھی ممکن ہوگا، ورنہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جتنے علماء کرام اور صوفیاء عظام جسد مثالی کی بات کرتے ہیں اور اسے تسلیم کرتے ہیں اور سب کے سب جسد عنصری سے بھی تعلق مانتے ہیں۔ قائلین جسد مثالی ہرگز ہرگز جسد عنصری کے تعلق کا انکار نہیں کرتے۔ بہرحال علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے موت کا عقیدہ برحق ہے اور الحیات بعد الوفات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جس کی صحیح صورت جو کتاب وسنت سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کرام اور دیگر صالحین اپنی اپنی قبور میں موجود ہوتے ہوئے سبز رنگ کے طیاروں میں بیٹھ کر بصورت انسانی اللہ تعالیٰ کی جنت کی سیر وسیاحت بھی کرتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ ان کی قبروں کو جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے۔ بندہ عاجز کی علامہ حیدری رحمۃ اللہ علیہ سے محبت اور عقیدت کی بنیاد یہ ہے کہ وہ ایک محقق عالم دین اور مدلل تقریر کرتے تھے اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت سے سرشار تھے اور دفاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں وہ شمشیر بے نیام تھے اور اکابر علماء اہل السنت والجماعت دیوبند سے وہ اتنی عقیدت رکھتے تھے کہ سرمو بھی ان کے مسلک سے انحراف نہیں فرماتے تھے۔ بے پناہ خداداد صلاحیتوں کے مالک انسان تھے اور بندہ عاجز کا ان سے تعارف بندہ عاجز کی تصنیفات کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ جب کہ وہ جیل میں تھے تو ایک ساتھی کے ذریعہ میری چند تصانیف کو منگوایا اور مطالعہ کے بعد پسند فرمایا اور بندہ عاجز کی آخری ملاقات ان سے اس وقت ہوئی جب وہ رحیم یار خان کے احتجاجی جلسہ میں شرکت کے لئے جارہے تھے۔ چونکہ میرا مدرسہ بالکل برلب سڑک ہے تو آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ میں تشریف لائے۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ تک ان سے علمی گفتگو چلتی رہی۔ جب وہ جانے لگے تو بندہ عاجز کی مٹھی میں پانچ صد کا نوٹ ہدیۃً رکھ دیا۔ فجزاہ اللہ خیراً!

چند سال قبل جب کہ آپ شعبان میں فرق باطلہ کے خلاف کورس پڑھا رہے تھے تو بندہ عاجز کو بذریعہ فون بلایا کہ ہمارے پاس آئیں اور طلباء کو عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر درس دیں۔ افسوس کہ میں اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے مدرسہ میں طلباء کو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درس نہ دے سکا۔ بس یہ ایک حسرت ہے جو میرے دل میں رہ گئی ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ کے شہید، شہید مظلوم

محقق اعظم اور پروانہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے۔اس پر باران رحمت برسائے اور قبر میں موجود ہوتے ہوئے ان کو ایسے طیارے عطاء فرمائے جن میں وہ سوار ہو کر جنت کی سیر و سیاحت کریں اور ان کی یادگار جامعہ حیدریہ سندھ کو ہمیشہ ہمیشہ آباد رکھے اور پوری امت مسلمہ کو ان کے مشن کو جاری رکھنے کی ہمت اور قوت عطاء فرمائے۔آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم!

تسکین الصدور کے مصدقین علماء کرام

جن اکابر علماء نے اس کتاب کی تصدیق وتائید کی ہے، یقیناً ان حضرات کے بھی عقائد ونظریات وہی تھے جو "تسکین الصدور" میں درج ہیں۔ورنہ تصدیق کا کیا معنی؟

۱...... حضرت مولانا فخر الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔

۲...... حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند۔

۳...... حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

۴...... رئیس المحققین حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ۔

۵...... استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ خیر المدارس ملتان۔

۶...... شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۷...... محدث جلیل حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔

۸...... حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۹...... حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۰...... محدث اعظم حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۱...... شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ آف اکوڑہ خٹک۔

۱۲...... سید العلماء حضرت علامہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ آف مظفر گڑھ۔

۱۳...... حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں۔

۱۴...... مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کراچی۔

۱۵...... مجاہد حق گو حضرت مولانا سید گل بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ آف مردان۔

۱۶...... رئیس المناظرین حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۷...... حضرت مولانا مفتی احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سراج العلوم سرگودھا۔

۱۸...... مولانا نذیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم گجرات۔

۱۹...... مجاہد ملت حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ قاسم العلوم ملتان۔

جدید ایڈیشن

تذکرہ

مُجاہدینِ ختمِ نبوّت

اور

قادیانیوں کے عبرت انگیز واقعات

جمع و ترتیب

شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486